تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

انّه من سلیمان وانّه بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء

حصہ ہفتم

محمد بہاء الدین

نام کتاب　　تحریک ختم نبوت حصہ ہفتم

مؤلف　　محمد بہاء الدین

صفحات　　۵۷۶

طبع اول　　۲۰۰۸ء

زیر اہتمام

فہرست

چند قادیانی روایات:

حرفے چند

ہمارے عزیز دوست جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے کتاب تحریک ختم نبوت کا جو سلسلہ کئی سال پیشتر پہلی جلد سے شروع کیا تھا اب وہ چلتے چلتے ساتویں جلد تک پہنچ گیا ہے اور آثار بتاتے ہیں کہ یہ سلسلہ مزید آگے بڑھے گا۔

ڈاکٹر صاحب نے اس سلسلے کی ترتیب میں بے حد محنت کی ہے اور کر رہے ہیں۔ سو سال سے زائد عرصے کے اخبارات و رسائل اور اس موضوع کی بے شمار کتابوں میں سال ہا سال تک پھیلے ہوئے معلومات کو جمع کرنا اور پھر مناسب عنوانات کے ساتھ انہیں ترتیب دینا، بڑے دل گردے کا کام ہے۔ سب سے بڑی بات مرزا قادیانی اور ان کے امتیوں، کی بد ذوقی پر مبنی عبارات کو پڑھنا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی ہمت قابل داد ہے کہ وہ برسوں سے ایسی کتابوں کا مطالعہ کر رہے ہیں جن کا ادب و انشاء سے دور ونزدیک کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم نے قادیانی لٹریچر کو جب بھی پڑھنے کی کوشش کی اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اسے ہاتھ لگایا، دو چار سطریں پڑھیں اور رکھ دیا۔ لیکن ہمارے دوست ڈاکٹر بہاء الدین پر احقاق حق اور ابطال باطل کا جذبہ پرخلوص اس قدر غالب آچکا ہے کہ انہوں نے اپنے مطلب کا مواد تلاش کرنے کے لئے قادیانی لٹریچر کے مطالعہ کو اپنے آپ پر ضروری قرار دے لیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پہلے وہ جلد اول سے چھٹی جلد تک پہنچے اور اب ساتویں جلد سے بھی آگے بڑھنے کے لئے پرتول رہے ہیں۔

یہ ساتویں جلد جو خوانندگان محترم کے زیر مطالعہ ہے، قادیانیت سے متعلق چند مباحث کا دلچسپ اور معلومات افزاء مجموعہ ہے۔ فاضل مصنف نے جن عنوانات کے تحت یہ کتاب ترتیب دی ہے، ان میں چند عنوانات یہ ہیں: مباحثہ علی گڈھ ۱۸۸۹، مرزا قادیانی کا دہلی میں مباحثہ سے اعراض، حکیم نورالدین کا لاہور میں مباحثہ سے اعراض، دہلی میں مرزا قادیانی کو یک ہزاری چیلنج،

محمد احسن امروہی کو بھوپال میں دعوت مباحثہ ، مرزا قادیانی کو دعوت مناظرہ ومباہلہ ، الحادات مرزا ، احادیث دربارہ مسیح اور دجال ، نبوی پیشگوئیوں کا وقوع ۔

یہ ضخیم جلد اس طرح کے بہت سے عنوانات کو اپنے دامن صفحات میں لئے ہوئے ہے ۔

ہمیں امید ہے کہ جس طرح قارئین کرام کی طرف سے اس کی پہلی جلدوں کو پذیرائی حاصل ہوئی ہے اسی طرح اس موضوع سے دل چسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کو بھی اپنے مطالعہ میں لائیں گے اور قادیانیت سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے ۔

ڈاکٹر صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ وہ مرزائیت کے ہر پہلو سے لوگوں کو باخبر کرنے کا عزم کر چکے ہیں اور اس کی تکذیب کے لئے انہیں ایسے مواد سے آشنا کر رہے ہیں جو طویل مدت سے کتب ورسائل کے ڈھیر میں دبا ہوا تھا ۔

دعا ہے اللہ تعالی ڈاکٹر صاحب کی کوششوں کو قبول فرمائے ، ان کی کتاب کے مطالعہ سے متاثر ہو کر وہ لوگ قادیانیت کے دائرہ سے باہر نکلیں اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی سعادت حاصل کریں جو اس سے وابستہ ہیں ۔ آمین یارب العالمین ۔

(مولانا) محمد اسحاق بھٹی ۔ اسلامیہ کالونی ۔ سانده ۔ لاہور

۱۱ ۔ اگست ۲۰۰۸ء

تاثرات

بسم اللّٰه الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم ۔ امّا بعد:

قرآن وحدیث کی تصریحات اور امت مرحومہ کے اجماع سے یہ مسئلہ ثابت ہے کہ عیسیٰؑ کو اللہ تعالی نے قتل وصلیب سے بچا کر اپنی طرف زندہ اٹھالیا اور آخری زمانہ میں انکا نزول آسمان سے ہوگا ، اور وہ صلیب کو توڑ دیں گے ، دنیا میں امن وامان قائم کریں گے۔ آخران کا انتقال ہو جائے گا اور مدینہ منورہ میں روضہ نبوی میں دفن کئے جائیں گے ۔ خود مرزا صاحب بھی دعوی مسیحیت سے پہلے اس بات کے قائل تھے کہ مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ ہیں اور آئندہ کسی وقت ان کا نزول ہوگا ۔مگر برا ہو شیطان کا ، اس نے مرزا جی کو دھوکہ دے کر دعوی مسیحیت کروا دیا۔ یہ دعوی قرآن کی کسی آیت یا حدیث نبوی کی بنا پر نہ تھا بلکہ محض ان کے نفس امارہ کی خواہش پر تھا۔ جب ان پر یہ اعتراض ہوا کہ مسیح موعود کا دعوی کرنے سے پہلے ان کی براہین احمدیہ میں عیسیٰؑ کے آنے کا اقرار موجود ہے تو انہوں نے جواب دیا:

> اے نادانو!.. اس اقرار میں کہاں لکھا ہے کہ یہ خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں اور مجھے کب اس بات کا دعوی ہے کہ میں عالم الغیب ہوں ۔ جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰؑ فوت ہو گیا ہے، تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے ۔ اس وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین میں لکھا ہے ۔ جب خدا نے مجھے یہ اصل حقیقت کھول دی تو میں اس عقیدہ سے باز آ گیا ۔ میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل پر محیط ہو گیا اور مجھے نور سے بھر دیا، اس رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا حالانکہ اسی براہین میں میرا نام عیسی رکھا گیا تھا.. باوجودیکہ میں براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود ٹھہرایا گیا تھا مگر پھر بھی میں نے بوجہ اس ذھول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا تھا حضرت عیسی کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین میں لکھ دیا پس میری کمال سادگی اور ذھول پر یہ دلیل ہے کہ وحی الٰہی مندرجہ براہین احمدیہ تو مجھے مسیح موعود بتاتی تھی مگر میں نے اس

رسمی عقیدہ کو براہین میں لکھ دیا۔ میں خود تعجب کرتا ہوں کہ میں نے باوجود کھلی کھلی وحی کے جو براہین احمدیہ میں مجھے مسیح موعود بتاتی تھی کیونکر اسی کتاب میں یہ رسمی عقیدہ لکھ دیا۔ پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسی کی آمد ثانی کے عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ برس گذر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ (اعجاز احمدی ص ۶۔۷۔ روحانی خزائن۔ ج ۱۹۔ ص ۱۱۳)

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے: ا۔ گو الہام مندرجہ براہین احمدیہ مجھے مسیح موعود قرار دیتے تھے، مگر میں سادگی اور ذھول سے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ ۲۔ بالآخر بارہ برس کے بعد تواتر سے الہامات ہونے لگے کہ آنے والا مسیح موعود تو ہی ہے۔

مرزا جی نے مسیحیت کا دعوی رسالہ فتح اسلام میں کیا تھا جو ۱۸۹۰ء کے آخر میں لکھا گیا اور ۱۸۹۱ء کی پہلی سہ ماہی میں شائع ہوا (حیات طیبہ۔ ص ۹۹) جبکہ ان ایام میں مرزا غلام احمد قادیانی کو کوئی الہام اس مضمون کا نہ ہوا تھا۔ یہ سب دجل وفریب ہے کہ مرزا پر تواتر سے الہامات ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ لاہوری مرزائیوں کے مؤرخ ڈاکٹر بشارت احمد نے بڑی محنت کر کے مجدد اعظم جلد اول کے صفحہ ۲۲۳ میں ایک الہام: مسیح ابن مریم فوت ہو گیا و جعلنا ک المسیح ابن مریم ، پیش کیا ہے۔ مگر افسوس کہ ان الفاظ کے ساتھ مرزا صاحب کا کوئی بھی الہام نہیں۔ اگر الفاظ کی ترتیب کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس طرح کے الفاظ میں ایک الہام مرزا جی کے ازالہ اوہام، اور آئینہ کمالات اسلام میں موجود تو ہے مگر یہ دونوں کتب مرزا قادیانی کے دعوی مسیحیت سے بعد کی تصنیف ہیں۔ اور زیر بحث جو بات ہے وہ یہ ہے کہ آیا مرزا صاحب نے پہلے موقف کو الہام کی بنا پر بدلا ہے یا نہیں۔ الغرض مرزا قادیانی کا کوئی الہام ایسا نہیں جو ۱۸۹۰ء کے آخر میں عیسیؑ کی وفات اور مرزا کے مسیح موعود ہونے کی صراحت کرتا ہو اور اس الہام کی بنا پر مرزا جی نے دعوی مسیحیت کیا ہو۔

مرزا صاحب کے عقائد ونظریات کی مخالفت شروع ہوئی تو انہوں نے علماء وقت کو مناظرہ کی دعوت دی۔ اور مناظرہ لدھیانہ اور دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع اس سلسلہ کی اہم کڑیاں ہیں۔ مرزا صاحب اپنے کفریہ نظریات پر بات کرنے کی بجائے مسئلہ حیات وممات عیسی پر بحث کرنے کی ضد کرتے تھے چنانچہ انہوں نے دہلی میں جو اشتہار بمقابلہ میاں نذیر حسین محدث شائع

کیا تھا اس میں اسی مسئلے پر بحث کی دعوت دی تھی۔ تاہم وہ میاں صاحب کے مقابل میدان میں آنے کی ہمت نہ کر سکے۔

پھر مرزا صاحب کا چیلنج مولانا محمد بشیر محدث سہسوانی کے ہاتھ لگا تو انہوں نے حاجی محمد احمد سوداگر دہلی کے توسط سے مرزا جی کو قبولیت چیلنج کا پیغام پہنچایا اور مرزا جی کی تمام شرائط قبول کرتے ہوئے صرف آخری شرط میں قدرے تبدیلی چاہی جسے مرزا جی قبول کر لیا۔ موضوع بحث تین مضامین ہوئے۔ حیات عیسی۔ نزول مسیح۔ اور مرزا جی کا مسیح موعود ہونا۔

مولانا محمد بشیر سہسوانی کے رسالے الحق الصریح میں پورے مناظرے کو پڑھنے کے بعد قاری یہ محسوس کرتا ہے کہ مولانا مرحوم، حیات مسیح کے دلائل کو جانچ پرکھ کر اپنے دین وایمان کی محکمی اور خداداد صلاحیتوں کی بنا پر میدان مناظرہ میں اترے تھے۔ اور انہوں نے اپنے پہلے پرچے میں پانچ ادلہ پیش کر کے اصل دلیل سورہ نساء کی آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ کو قرار دیا اور اس پر مرزا کے تمام اعتراضات کو عقلی ونقلی دلائل سے رد کیا، اور جو ابتداء میں موقف اختیار کیا آخر تک اس پر قائم رہے۔ دوسری طرف مرزا جی تحریر کے دوران اپنے موقف کو بدلتے رہے۔ ایک مقام پر تو حضرت سہسوانی نے مرزا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ میری بات سمجھے ہی نہیں، میں اس کیلئے مولوی نورالدین اور مولوی احسن امروہی (مقربین مرزا) کو منصف تسلیم کرتا ہوں۔ مگر مرزا جی نے دم نہ مارا۔ الغرض یہ مناظرہ ہر لحاظ سے مرزا صاحب کے لئے تازیانہ عبرت بن گیا۔

اس مناظرہ میں حضرت سہسوانی نے حیات مسیح پر پانچویں دلیل سورہ آل عمران کی آیت و یکلّم النّاس فی المھد و کہلا و من الصّا لحین بھی پیش کی تھی۔ اس میں لفظ، کہلا، کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت محدث سہسوانی نے کہا تھا کہ کہولت کی عمر میں باتیں کرنا معجزہ ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱۰ میں کہولت کی عمر میں باتیں کرنے کو انعامات میں شمار کیا ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب حضرت عیسی کو زندہ تسلیم کر لیا جائے کیونکہ رفع کے وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی اور یہ کہولت کی عمر نہیں بلکہ جوانی کی ہے اور اس پر احادیث صحیحہ گواہ ہیں اس اعتراض سے جان چھڑانے کیلئے مرزا صاحب نے ۱۸۹۵ء کے آخر میں حضرت مسیح ابن مریم کا کشمیر کی طرف ہجرت کرنا اور وہاں مزید ۸۷ برس گزار کر ایک سو بیس سال کی عمر میں انتقال کرنا بیان کیا۔ (دیکھو حاشیہ ست بچن۔ در روحانی خزائن ج ۱۰ ص ۳۰۲)۔

اس بیان سے مرزا قادیانی، حضرت مسیح کا کہولت میں کلام کرنا ثابت کرنا چاہتے تھے چنانچہ وکیل مرزائیت عبدالرحمٰن خادم کہتا ہے کہ: ہم احادیث صحیحہ کی بنا پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ۱۲۰ سال تک زندہ رہے لہذا ان کا کہل کی عمر میں کلام ثابت ہوگیا (احمدیہ پاکٹ بک طبع جدید ص ۲۲۴)۔ خادم صاحب کس طرح حقیقت سے پردہ اٹھا رہے ہیں کہ ہمارے نزدیک کہولت میں بھی کلام ثابت ہے۔حالانکہ یہ بات فقط کلام کی نہیں بلکہ اعجازی کلام کی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے مہد اور کہولت کے کلام کو اپنے احسانوں میں شمار کیا ہے (المائدہ۔آیت ۱۱۰)۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب مہد کی طرح کہولت کے کلام کو بھی اعجازی تسلیم کیا جائے کہ ایک زمانہ دراز آسمان پر گذارنے کے بعد جب دوباہ زمین پر تشریف لائیں گے تو لوگوں سے کلام کریں گے کیونکہ فقط بڑھاپے میں تو تمام بوڑھے باتیں کرتے ہیں حضرت عیسیٰؑ کی تخصیص ہی کیا۔گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ مناظرہ دہلی (۱۸۹۱ء) میں مرزا جی نے ذلت آمیز پسپائی پر چار سال کے غور و تدبر کے بعد یہ افسانہ تراشا ہے۔

مناظروں کے علاوہ مرزا صاحب نے مختلف اوقات میں علماء کو متعدد چیلنج کیے۔ مثلاً ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے مقابل عربی میں قرآن کریم کی ایسی تفسیر تحریر کی جائے جس کے معارف پہلی کتب میں نہ ہو۔اس کا جواب مولانا عبدالحق غزنوی نے یوں دیا:

ارے مخبوط الحواس! ہم تو اسی سبب سے تجھے ملحد اور ضال اور مضل اور زندیق کہتے ہیں کہ تم وہ معانی قرآن و حدیث کے کرتے ہو جو آج تک کسی مفسر محدث متبع سنت نے نہیں کیے۔(اشتہار ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ مندرجہ مجموعہ اشتہارات مرزا۔ج اص ۴۲۳)۔

اس منہ توڑ جواب کے علاوہ مولانا محمد حسین بٹالوی اور پیر مہر علی گولڑوی نے بالمقابل عربی میں تفسیر قرآن لکھنا قبول کیا تھا مگر مرزا صاحب مقابلہ کیلئے تیار نہ ہوئے۔ممکن ہے قادیانی کہہ دیں کہ پیر مہر علی شاہ نے تصنیف تفسیر کے ساتھ ساتھ عقائد مرزا پر مباحثہ کی شرط بھی لگائی تھی۔ بلا شبہ بات تو ایسے ہی ہے لیکن یہ شرط ناجائز و باطل نہیں بلکہ سراسر حق وصواب ہے کیونکہ علم، صداقت کا معیار نہیں بلکہ حق کا میزان دلائل شرعیہ ہیں جو ادلہ اربعہ کہلاتی ہیں۔عربی نویسی کسی بھی مسئلہ میں دلیل شرعی نہیں بن سکتی۔فرض کرو ایک شخص یہ دعوی کرتا ہے کہ نماز، کائنات میں غور و تدبر کا نام ہے؛ زکوۃ جسمانی عبادت کو کہتے ہیں؛ حج سیر و تفریح میں روپئے خرچ کرنے سے تعبیر ہوتا ہے۔ اور اس پر وہ علمائے امت کو عربی میں، خواہ نظم ہو یا نثر، مقابلہ کیلئے بلاتا ہے اور فی الواقع وہ عربی زبان کا ادیب ہے جو کمال تبحر سے تمام علماء امت کو عاجز کر دیتا ہے، تو کیا کوئی دانا اور سمجھ دار آدمی

اتنی سی بات سے شریعت کے مذکورہ احکام کی وہ تفسیر قبول کرلے گا جو ایسا مدعی پیش کررہا ہے۔

مسلمانوں اور مرزائیوں کے موقف کا بغور ملاحظہ کریں تو فریقین حضرت مسیح کی وفات پر متفق نظر آتے ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک وہ وفات کسی آئندہ زمانہ میں پائیں گے جبکہ قادیانیوں کے نزدیک وہ گذشتہ زمانہ میں انتقال فرما چکے ہیں۔ اس بات کو ذہن نشین کرلیں اور قادیانی کتب کا مطالعہ کریں، تو کہیں بھی دعوی کے موافق دلیل نہ پائیں گے۔ان کی تمام کی تمام دلیلوں کا ماحصل وعدہ وفات ہوگا۔قرآن کریم کی کسی آیت یا حدیث نبوی میں ماضی کے صیغہ سے مسیح کی وفات کا ذکر نہ ہوگا۔مگر برا ہو شیطان کا، اس نے مرزائیوں کو ایسا بہکایا ہے کہ وہ وعدہ وفات سے وقوع وفات (درزمان ماضی) ثابت کرنے کے درپے ہیں۔

دوسرا مسئلہ ختم نبوۃ ہے۔مسلمانوں اور قادیانیوں کے نزدیک آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں کیونکہ اس صفت کے ساتھ قرآن نے حضور ﷺ کو متصف کیا ہے۔ پھر اس کا معنی، آخری نبی بھی فریقین کے نزدیک مسلّم ہے۔اختلاف اس بات میں ہے کہ اس سے مراد کیا ہے؟ قادیانی نبوت کو دو قسموں پر تقسیم کرتے ہیں۔۱۔صاحب شریعت نبی ۔۲۔امتی اور غیر صاحب شریعت نبی۔

قادیانی کہتے ہیں کہ پہلی قسم کے انبیاء تو نہیں آسکتے جب کہ دوسری قسم کے نبی آسکتے ہیں اس اختلاف کو مدنظر رکھئے پھر قادیانیوں کے اکابرین کی تحریرات کا مطالعہ کریں تو کوئی ایک دلیل بھی آپ کو ایسی نظر نہ آئے گی جو ان کے دعوی کی تقریب تام ہو۔ انہیں دو مثالوں سے باقی اختلافی مسائل کو قیاس کرلیں۔

اللہ تعالی نے ایمان کے اس ڈاکو (مرزا قادیانی) کے تعاقب کیلئے بڑے بڑے لوگ پیدا فرمائے جو اس کی تاویلات فاسدہ اور تحریفات سے عوام الناس کو مطلع کرتے رہے۔اللہ تعالی بانیان تحریک کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے جنہوں نے اللہ کی توفیق سے ختم نبوت کی حفاظت کا کام باحسن طریق ادا کیا۔اس سلسلہ مروارید اور سموط ذہبیہ کی کڑی محبی واخی الشیخ محمد بہاء الدین حفظہ اللہ ہیں جنہوں نے تاریخ کے ابتدائی ادوار پر ایک مفصل تصنیف کی بنیاد رکھی ہے جسکی چھ جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ان میں تحریک کا پس منظر، بانیان تحریک، اور اس کے مخلص کارکنوں کا تذکرہ ہے تحریک کے ابتدائی ادوار میں کام کرنے والے دیوبندی بریلوی اور اہل حدیث علماء کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کی خدمات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔کسی جگہ ڈنڈی مارنے کی کوشش نہیں کی کہ تاریخ نویسی کا یہی اسلوب ہے اور اس ڈھنگ سے ہٹ کر تاریخ سازی اور اپنی رائے سے تاریخ

کے حقائق کو مسخ کرنا، تاریخ کے طالب علم کا کام نہیں، بلکہ متعصب و جاہل دوست کا فعل ہے۔

تحریک کے حوالے سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو طائفہ منصورہ کی مٹھی بھر جماعت کی اولیات ہیں ان کا تذکرہ بھی کہیں کہیں موجود ہے تاکہ نئی پود ان تاریخی حقائق کو بھی پیش نظر رکھے لیکن یہ تذکرہ بھی برسبیل ہی ہوا ہے تاکہ قاری اسکو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھ لے۔ بہرحال یہ تاریخ کی امانت ہے جس کا اعتراف ماضی میں تحریک میں کام کرنے والے ہر مکتب فکر کے منصفین کیا ہے چنانچہ دیوبندی حضرات کے ایک صاحب علم محترم محمد شفیع خالد (ایم ایس خالد) وزیرآبادی فرماتے ہیں:

میرا تو ایمان ہے کہ اگر ہمارے مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری فاتح قادیان کا اس طرف رحجان نہ ہوتا تو یقینی امر تھا کہ دنیا کبھی کی گمراہ اور مرتد ہوگئی ہوتی (نوشتہ غیب ص ۳۳۔ مندرجہ احتساب قادیانیت ج ۲۳ ص ۴۶۳۔ مطبوعہ ملتان ۲۰۰۸ء)

محترم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے دیار غیر میں بیٹھ کر اس اہم تاریخی کام کا بیڑا اٹھایا اور مختلف اشخاص اور غیر معروف کتب خانوں سے نادر معلومات کو جمع کر کے ایک گل دستہ کی صورت میں شائع کر کے صاحب علم لوگوں کو ایک نادر علمی تحفہ دیا ہے۔

بلاشبہ انہوں نے پوری کوشش اور محنت سے ان تاریخی حقائق کو جمع کیا اور پوری امانت و دیانت کے ساتھ حوالہ قرطاس کر دیا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ انہوں نے حق ادا کر دیا ہے اور پوری امت مرحومہ بالخصوص طائفہ منصورہ کی طرف سے وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ کتاب کا انداز بیان سلجھا ہوا، مجادلہ مکابرہ کی بجائے علمی و تحقیقی ہے۔ کتابت و طباعت عمدہ ہے ظاہری و باطنی خوبیوں کی حامل یہ کتاب تاریخ کے طالب علم کے لئے ایک نادر علمی تحفہ ہے۔

اللہ تعالی محترم مؤلف کے علم و عمل میں برکت ڈالے اور ان کے مال اولاد اور گھر بار میں برکات و انوار کی بارش برسائے۔ اللہ تعالی محترم کے کام میں برکت ڈالے اور اندھیروں کے سوداگروں لئے مشعل راہ بنائے اور فاضل دوست کیلئے توشہ آخرت اور کفارہ سیّئات۔

آمین یا ربّ العالمین

ابوصہیب محمد داؤد ارشد۔ کوٹلی ورکاں نزد نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ۔ ۶ ستمبر ۲۰۰۸ء

حرف آغاز

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

سلسلہ تحریک ختم نبوت کا یہ ساتواں حصہ ہے اس میں تحریک ختم نبوت کے بالکل ابتدائی دور کی تحریری اور تقریری سرگرمیوں کا بیان ہے جو اس دور کی نہایت اہم دستاویزات سے نقل کی گئی ہیں ۔ ان دستاویزات میں مولانا عبدالمجید دہلوی کی بیان للناس ، مولانا عبداللہ شاہجہان پوری کی شفاء للناس، منشی محمد جعفر تھانیسری کی تائید آسمانی ، اور مولانا محمد حسین بٹالوی کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۸، اور ۱۲ اور ۱۳، اور ۱۵ اور ۱۶، اور ۱۷ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

مولانا عبدالمجید صاحب نے مرزا قادیانی کے قیام دہلی ستمبر۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کے دوران ان سے مباحثے کی کوشش کی تھی ۔ مرزا صاحب کی طرف سے مایوس ہوکر انہوں نے مرزائیوں کے احسن المناظرین محمد احسن امروہی سے ان کے مسکن بھوپال جاکر ۱۸۹۱ء مباحثے کی ناکام کوشش کی جس کی روداد انہوں نے بعدازاں بیان للناس کے عنوان سے شائع کی جسے ہم ملخصاً نقل کر رہے ہیں ۔ اور بیان للناس میں مولانا سلامت اللہ جیراجپوری سے جناب محمد احسن امروہی کے ۱۸۹۱ء میں مولانا محمد بشیر سہسوانی کی روبکاری میں ہونے والے مباحثے کا ذکر ملتا ہے جسے مختصراً نقل کیا گیا ہے ۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی نے دہلی میں مباحثے کی دعوت دیتے ہوئے مولانا عبدالحق حقانی کو شامل کیا تھا ۔ بعد میں بقول قادیانی حضرات کے ان کا نام ان کی درخواست پر مرزا نے خارج کیا تھا کہ وہ مرزا کے پاس گئے اور کہا کہ میں تو گوشہ نشین ہوں وغیرہ ۔ بیان للناس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب خود مولانا عبدالحق حقانی کے گھر گئے تھے ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مولوی جمیل احمد نامی ایک اہل علم کی کتاب بھی ۱۳۰۹ھ میں رد قادیانیت پر شائع ہو چکی تھی ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بھوپال کے ایک بزرگ بھی مولانا عبدالمجید کے ساتھ مرزا صاحب کے پاس ان کے قیام دہلی دوران گفتگو کے لئے گئے تھے لیکن مرزا صاحب نے اعراض فرمایا ۔۔

بیان للناس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا عبدالمجید دہلوی نے حکیم نورالدین بھیروی سے ۱۸۹۱ء میں لاہور میں مباحثہ کی کوشش کی لیکن حکیم صاحب کے انکار کی وجہ سے یہ کوشش ناکام ہوئی ۔ نیز معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے سفر دہلی کے بعد بھی مولانا عبدالمجید نے مرزا صاحب کو

مباحثہ کرنے کی دعوت دی تھی اور مرزا صاحب کی فتح کی صورت میں انہیں ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔لیکن مرزا صاحب یہ بھاری پتھر نہ اٹھا سکے۔ تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کی یہ تمام سرگرمیاں مجھے بیان للناس کے مطالعہ سے معلوم ہوئی ہیں۔

زیرنظر تالیف میں جس دوسری کتاب کی تلخیص شامل کی جارہی ہے وہ شفاء للناس مصنفہ مولانا محمد عبداللہ شاہجہان پوری ہے۔ شفاء للناس، جناب محمد احسن امروہی قادیانی کی مشہور کتاب اعلام الناس کے جواب میں لکھی گئی تھی اور ۱۸۹۱ء کے اواخر (۱۳۰۹ھ) میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے لٹریچر کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے۔اور اس میں اس مباحثے کی چند باتیں بھی مذکور ہیں جو مولانا اسماعیل علی گڈھی نے مرزا صاحب کے دور مجددیت میں ۱۸۸۹ء میں ان سے علی گڈھ میں کیا تھا۔

اشاعۃ السنہ کی مذکورہ بالا فائلوں سے ردقادیانیت پر مشتمل مواد ملخصاً نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے ردقادیانیت پر بنیادی کام اس وقت کردیا تھا جب بعد کے معروف کارکنان تحریک ختم نبوت ابھی دور طالب علمی سے گزر رہے تھے۔مولانا نے بالکل ابتدائی دور میں مرزا صاحب کو للکارا۔ ان کے جھوٹ، اور افتراؤں کا جواب دیا۔علماء حرمین سے فیصلہ کروانے کیلئے مرزا صاحب کو حرمین لے چلنے کی پیش کش کی اور سفر کے اخراجات بھی ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ساتھ ہی اپنی معیت کا وعدہ بھی دیا گیا تھا کہ اگر مرزا صاحب کو اپنی سلامتی کے بارے میں کوئی خدشہ ہو، تو دور ہو جائے۔ساتھ ہی پیشین گوئی بھی کردی کہ تم حرمین نہیں جاؤ گے مرزا صاحب مولانا بٹالویؒ کی اس پیش گوئی کے بعد ۱۵ سال تک زندہ رہےلیکن حرمین تشریف نہ لے جاسکے۔مرزا صاحب کے حرمین نہ جاسکنے کی یہ سب سے پہلی پیش گوئی تھی (جو ۱۸۹۳ء میں ہوئی)۔یاد رہے کہ قاضی محمد سلیمان منصورپوریؒ نے ایسی ہی پیش گوئی ۱۸۹۸ء میں اور پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے ۱۹۰۰ء میں کی تھی۔

اشاعۃ السنہ ہی میں مولانا بٹالوی نے توفی کے معانی کی وضاحت کی اور اس موضوع پر مرزا صاحب کے چیلنج کا جواب دے کر اسے جوابی چیلنج دیا۔جس سے، مرزا صاحب زندگی بھر عہدہ برآ نہ ہوسکے اور جو انعامی رقم مرزا صاحب کے لئے رکھی گئی تھی وہ یوں ہی پڑی رہی۔مرزا صاحب جو ہمہ وقت کشکول ہاتھ میں رکھتے تھے، دو دو چار چار روپے مریدوں سے جمع کرتے رہے،لیکن یہ سینکڑوں روپئے، جو ان کی بہت سی ضروریات پوری کرسکتے تھے، چیلنج سے عہدہ برآ

نہ ہونے کے سبب ساری عمر ان کا منہ چڑاتے رہے۔

مرزا قادیانی کے مخصوص عقائد ۱۸۹۱ء میں منظر عام پر آئے تو ان کی تردید کا سلسلہ شروع ہوا لیکن مرزا صاحب کی طریق کار پر تنقید کا سلسلہ مولانا بٹالویؒ نے ۱۸۸۷ء میں شروع کر دیا تھا جس کا ثبوت وہ مضمون ہے جو انہوں نے اشاعۃ السنہ جلد ۸ میں مرزا غلام احمد کے مبارزانہ دعوے کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ ہم اس مضمون کے ضروری حصے کتاب ہذا میں نقل کر رہے ہیں ۔پھر ۱۸۸۷ء ہی میں مولانا کی مرزا قادیانی کیساتھ خط و کتابت ہوئی۔مولانا بٹالویؒ کے خطوط ہمیں نہیں مل سکے تاہم مرزا صاحب کے جوابی خطوط مکتوبات احمد جلد اول سے مل گئے ہیں جنہیں کتاب ہذا میں نقل کیا جا رہا ہے اور ان کے مطالعہ سے قارئین کو چند معاملات و مسائل اختلافیہ کا بھی کسی حد تک علم ہو جائے گا۔ اشاعۃ السنہ جلد ۸ کے مذکورہ بالا مضمون اور مکتوبات احمد کے مذکورہ خطوط سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ تحریک ختم نبوت کا آغاز تو ۱۸۹۱ء میں اس وقت ہوا جب مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی سامنے آئے لیکن مولانا بٹالوی کی مرزا صاحب سے مخالفت کا آغاز اس سے قبل ہی ہو چکا تھا۔

۱۸۹۳ء میں مرزا قادیانی کا مباہلہ مولانا عبدالحق غزنوی سے امرتسر میں ہوا تو بعد میں انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں نے تو محمد حسین بٹالوی کو بھی اس موقع پر مباہلے کے لئے چیلنج کیا تھا لیکن اس نے گریز میں عافیت سمجھی۔اس پر مرزا صاحب کے مریدوں نے مباہلہ سے مولانا بٹالویؒ کے فرار کی خود ساختہ داستان مشہور کر دی۔ مولانا تک بات پہنچی تو انہوں نے حقائق بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ گریز میں نے نہیں، مرزا صاحب نے کیا ہے۔ میں تو میدان مباہلہ میں موجود تھا، اور میں نے مرزا صاحب کو وہ الفاظ و فقرات بھی تجویز کر دیئے تھے جن پر ان سے قسم درکار تھی، لیکن مرزا صاحب نے اس قسم سے انکار کیا۔ نیز ہم تو میدان عیدگاہ (جہاں مباہلہ منعقد ہوا تھا) سے اس وقت واپس آئے تھے جب عیدگاہ کے منتظم نے ہمیں کہا کہ مرزا صاحب جا چکے ہیں، اس لئے آپ بھی تشریف لے جائیں۔ یہ داستان جسے ہم جلد ہذا میں نذر قارئین کر رہے ہیں۔

مرزا صاحب اور انکے متبعین فتوی تکفیر کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ جو لوگ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم ہیں وہ جاہل ہیں، جب کہ مستند اور ثقہ علماء مرزا صاحب کے ساتھ ہیں، اور عرب و حرمین کے علماء بھی مرزا صاحب کے ساتھ ہیں، اور محمد حسین بٹالوی نے فتوی تکفیر پر لوگوں سے دھوکے سے دستخط کروائے ہیں، اور اکثر مفتی حضرات نے فتوی تکفیر سے رجوع کر لیا ہے

۔مولانا بٹالوی نے قادیانیوں کے ایک ایک افتراء اور مغالطے کی قلعی کھول کے رکھ دی ہے اور مرزا صاحب کے آسمانی فیصلہ، حجت الاسلام اور سچائی کا اظہار نامی کتابچوں کا بھی مفصل جواب بھی دیا ہے جسے ہم اشاعۃ السنہ سے نقل کررہے ہیں۔

مرزا بشیر احمد کی سیرۃ المہدی، پیر سراج الحق نعمانی قادیانی کی تذکرۃ المہدی، اور مفتی محمد صادق قادیانی کی ذکر حبیب، اور مکتوبات احمدیہ کی چند روایات پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے اور ان کی روشنی میں مرزا کے فقہی مسلک کی وضاحت، اور اس کی عمر اور موت کا بیان ہوا ہے۔ نون ثقیلہ کی بحث میں قادیانی پریشانی اور سرگردانی کا ذکر ہے، اور جب مرزا صاحب نے دعوی کیا کہ آگ ان کی غلام ہے تو اوٹاوہ سے انہیں بارود کے ڈھیر پر کھڑے ہوکر مباہلے اور پشاور سے غسل آتش کی دعوت کے آنے کا ذکر ہے جو شحنہ ہند میرٹھ سے منقول ہوا ہے۔ نیز شاعر ختم نبوت منشی سعد اللہ لدھیانوی کا منظوم کلام بھی قارئین کی ضیافت طبع کے لئے شامل کتاب کیا ہے۔

زیر نظر حصہ کتاب کی ترتیب وتشکیل میں جن احباب کا تعاون شامل حال رہا ہے ان میں ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری صدر جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی امیر جمیعت اہلحدیث برطانیہ، مولانا اصغر علی سلفی ناظم اعلی مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند، مولانا شیر خان جمیل احمد عمری ناظم تعلیمات مرکزی جمیعت اہلحدیث برطانیہ، مولانا محمد اشرف جاوید دارارقم فیصل آباد، مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلی ورکاں، مولانا رئیس اعظم فیضی دہلی، ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج، مولانا محمد اسلام عمری علی گڈھ، مولانا محفوظ الرحمٰن لائبریرین جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا سرفراز لائبریرین فیض عام مئوناتھ بھنجن، ڈاکٹر لائق علی خان متولی مسجد اہلحدیث کاسگنج، مولانا عزیز الرحمٰن انصاری مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن، مولانا محمد ابراہیم خلیل حجرہ شاہ مقیم، مولانا عبدالباسط عمری نیوکیسل، محترم خالد اشرف جامعہ سلفیہ بنارس اور عزیزم محمد سہیل بورے والہ، شامل ہیں۔ جزاھم اللّٰہ احسن الجزاء ان محسنین کی مدد سے تحریک ختم نبوت کے کارکنوں کی نگارشات پر مشتمل رنگارنگ پھولوں سے تیارشدہ یہ گلدستہ بارگاہ رسالتمآب عالی جناب ﷺ میں پیش کرتا ہوں۔

ربّنا اغفر لی و لوالدیّ و للمؤمنین یوم یقوم الحساب

محمد بہاء الدین ۹۔اکتوبر ۲۰۰۸ء

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم

قبل مسیحِ قادیان



لکھوی رؤیا

برصغیر ہند میں تحریک ختم نبوت اس وقت شروع ہوئی جب ۱۸۹۱ء کے ابتدائی مہینوں میں مرزا غلام احمد قادیانی کے مثیل مسیح یا مسیح موعود ہونے کا دعوی منظر عام پر آیا۔ اس سے پہلے، جب مرزا صاحب ملفوف انداز میں اپنے نظریات کی تبلیغ کر رہے تھے، مسلمان علماء نجی گفتگو اور دوستانہ خط وکتابت کے ذریعہ انہیں ملحدانہ عقائد سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس کے برعکس مرزا صاحب ایک سوچے سمجھے منصوبے پر عمل پیرا ہوکر رفتہ رفتہ اپنی منزل کی جانب بڑھتے چلے گئے۔ اور چونکہ انہوں نے اپنا تشخص مناظر اسلام کے طور پر اجاگر کیا ہوا تھا اس لئے مسلمان علماء، ابتداء سخت طرز عمل سے اجتناب کرتے رہے کہ مناظر اسلام کی تنقیص وتردید غیر مسلموں میں نامناسب نتائج کا باعث ہوگی۔ مرزا صاحب اس صورت حال سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔

تاہم چند اہل بصیرت ان کے عزائم کو تاڑ کر اس پر تنقید بھی شروع کر چکے تھے۔ ایسے ہی ایک بزرگ مولانا نور احمد لکھوی ہیں جنہوں نے آغاز ۱۸۸۴ء میں مرزا صاحب کو لکھے جانے والے ایک خط میں اپنے خدشات کا اظہار کیا۔ یہ خط ہمیں دستیاب نہیں ہوسکا تاہم اسکے جواب میں لکھا جانیوالا مرزا صاحب کا خط مکتوبات احمدیہ میں موجود ہے، جسے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

از طرف احقر عباد عایذ باللہ الصمد مخدومی مولوی نور محمد صاحب سلام علی من اتبع الہدی۔

اما بعد نامہ گرامی آں مخدوم پہنچا۔ یہ عاجز بباعث کم فرصتی ومشغولی ملاقات بعض احباب ونیز بوجہ ضعف طبیعت اب تک جواب لکھنے سے قاصر رہا اور اب بھی اس قدر طاقت وفرصت نہیں کہ مفصل لکھوں۔ صرف مجمل طور پر عرض کرتا ہوں۔

اگر چہ یہ عاجز اپنی ذاتی حالت کی رو سے فی الواقعہ نہایت آلودہ دامن اور ناچیز اور ہیچ ہے اور جس قدر بدظنی کی جائے وہ تھوڑی ہے من آنم کہ من دانم۔ لیکن اگر رنج ہے تو صرف اس قدر ہے کہ جس پر آپ اور آپ کے ان بزرگوں نے، جن کے رؤیا اور کشوف آپ کے زعم خام میں قطعی اور یقینی ہیں، جن میں وحی انبیاء کی طرح ایک ذرہ خطا اور غلطی کی گنجائش نہیں، اس احقر پر کذب اور افتراء کا الزام لگایا ہے۔ اور اپنے گمان میں بہت کچھ فساد اور شرک اور کفر کی حالت بہ نسبت ایں احقر یقین کر لیا ہے۔ ایسا یقین مسلمانوں کی حالت سے بعید نہیں اللّٰھم اصلح امّۃ محمّد۔ آپ اور آپ کے بزرگوار کو بڑی وحشت میں اس خواب نے ڈالا ہے کہ جو بقول آپ کی اس بزرگوار نے نے دیکھی ہیں جس میں ان کی تخلیہ پر ایسا ظاہر ہوا کہ یہ عاجز ایک جھوٹہ (بھینسا) پر سوار ہے اور گلے میں زنار ہے۔ اور جھوٹے (بھینسے) کے دم کی طرف منہ ہے۔ اور پھر اس بزرگ نے یہ دیکھا کہ یہ عاجز ایک ریچھ کی کھال پر بیٹھا ہوا اور اس پر قرآن شریف بھی رکھا ہوا ہے۔ اور پھر ایک دوسرے بزرگ نے بقول آپ کے اس عاجز کی بینائی میں بھی فرق دیکھا۔ ان دونوں خوابوں کی صورت پر نظر کر کے سیرت حسن اسلامی کو آپ نے چھوڑ دیا اور جو کچھ تمہارے رب کریم نے تاکید فرمائی ہے کہ ظنّ المؤمنین والمؤمنات کا اپنے بھائیوں سے بخیر ہونا چاہیے، اس تاکید کو یک لخت بھول گئے۔ اور بڑے دعوی سے زبان پر لائے کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ برادر آپ ناراض نہ ہو جائیں کہ یہ کلمہ کفر سے کچھ کم نہیں۔ کاش اگر آپ کو کچھ سمجھ ہوتی۔ کسی مومن کی نسبت ایسے ایسے وجوہات سے کفر یا شرک یا فسق اور افتراء کا یقین کرنا اور یہ کہنا کہ دال میں کچھ کالا ہے پرہیزگار اور نیک شعار اور نیک طبیعت مسلمانوں کا ہرگز طریق نہیں۔ ومن النّاس من یقول آمنا باللّٰہ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین۔ نہ معلوم کہ اب آپ اور آپ کے بزرگوار کہاں سے اور کس سے سن آئے جو صورت مثالی خواب یا کشف میں مشہود ہوئے، وہی صورت حقیقت مقصودہ ہوتی ہے، کیونکہ آج تک تمام معبرین کا اسی پر اتفاق ہے کہ ہر ایک نوع رؤیا کشوف میں اکثر اصول یہی ہے کہ جو امور صور حسیہ اور مثالیہ میں داخل ہوتی ہیں وہ اپنی ظاہری شکل پر قیاس نہیں کئے جاتے ....

جو آپ کے بزرگوار نے خواب دیکھے وہ تعبیر کی رو سے نہایت عمدہ خواب ہیں۔ کاش آپ کے بزرگوار نیز آپ کو کچھ حصہ علم تعبیر سے ہوتا تو دونوں بدظنی سے بچ جاتے۔ سو جاننا چاہیے کہ امام ابن سیرین کہتے ہیں کہ زنار کا باندھنا مستور الحال لوگوں کیلئے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے صاحب عزم ہے اور گھٹے گا نہ تھکے گا جب تک اپنے دشمنوں سے انصاف نہ

لے۔اور گائومیش سے قوم لایعقل ونفس پرست مراد ہے اور اس پر سوار ہونا اشارت بہ غلبہ وفتح وظفر ہے جس سے بالآخر سب نا اہل ونفس پرست ذلیل ہو جائیں گے اور حق ظاہر ہو جائے گا۔اور جو اس بزرگ نے دیکھا کہ سواری کی حالت میں وہ دم کی طرف منہ ہے۔ یہ اعراض عن الجاہلین کی طرف اشارہ ہے ..اور دوسری خواب پہلی خواب کی تائید میں ہے۔ریچھ سے مراد احمق اور سفلہ آدمی ہیں۔ اور ریچھ کی کھال اور اس کے اخلاق ذمیمہ کا پردہ ہے جس پردے کو خداوند کریم بذریعہ اس عاجز کے فاش کرے گا۔ اور یہ جو دیکھا کہ قرآن شریف اس کھال پر رکھا ہوا ہے، اس کی یہ تعبیر ہے کہ یہ حجت قرآنی ایسے ریچھوں پر قائم ہو جائے گی گویا قرآن اس کھال پر رکھا گیا۔اور فرق بینائی سے اندوہ اور حزن مراد ہے کہ جو شفقۃً علی خلق اللہ طاری حال ہے...والسلام علی ارباب الصدق والدین ۔یکم مارچ ۱۸۸۴ء مطابق ۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ ۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۶ ۔ص ۲۲ تا ۲۶)

(مولانا نور احمد کے تعارف میں مکتوبات احمدیہ کے مرتب نے یہ نوٹ لکھا ہے:

لکھو کے ضلع فیروز پور میں مولوی محمد صاحب لکھو کے والے ایک مشہور عالم خاندان کے رکن تھے..اسی خاندان کے ایک فرد مولوی نور محمد بھی تھے میں نے ان کو دیکھا ہے۔..میں نے ان کو جب دیکھا تو وہ سلسلہ کے خلاف ضلع گورداسپور میں دورہ کر رہے تھے اور وہ قادیان بھی آئے..میرے سامنے کا واقعہ ہے ..وہ ایک گھوڑی پر سوار تھے۔مسجد مبارک کے سامنے ایک چبوترہ پر مرزا نظام الدین بیٹھے ہوئے تھے ان ہی سے اس نے دریافت کیا کہ نمبر دار نظام الدین سے ملنا ہے۔مرزا (نظام الدین) صاحب نے دریافت کیا کیا کام ہے، میں ہی ہوں۔اس نے کہا کہ یہاں مرزا نے دعوی کیا ہے، میں اس کی مخالفت کیلئے آیا ہوں۔ مرزا نظام الدین نے ہنس کر کہا کہ یہ سمجھا ہوگا کہ ہم ان کے مخالف ہیں، یہاں کوئی تقریر نہیں ہو سکتی

(مکتوبات احمدیہ ج ۶ ص ۲۱)

یادر رہے کہ مولانا نور احمد کا خط جس میں بقول مرزا قادیانی انہیں کاذب اور مفتری کہا گیا تھا اور جو بقول مرزا انہیں کافر کہنے کے مترادف تھا، ۱۸۸۴ء کے شروع میں لکھا گیا تھا۔

☆ بٹالوی تنقید

۱۸۸۰ء کے عشرے کے وسط میں جب مرزا قادیانی نے ہندو آریہ کو نشان نمائی کا چیلنج دیتے ہوئے کہا کہ وہ ایک سال تک قادیان میں ان کے پاس آکر رہیں اور نشان دیکھ لیں، تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ میں لکھا:

تھوڑا عرصہ ہوا کہ مرزا صاحب نے ایک اشتہار اردو و انگریزی میں شائع کیا تھا جس کا بیس ہزار پرچہ چھپ کر ہندوستان وغیرہ بلاد میں شائع ہوا... اس کے بعد انہوں نے ایک خط اردو و انگریزی میں چھپوا کر شائع کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ جس شخص کو قرآن کی صداقت اور آنحضرت ﷺ کی نبوت پر آسمانی نشانوں کی شہادت مطلوب ہو وہ ہمارے پاس آکر ایک سال تک قیام کرے۔ اس اثنا میں خدا تعالیٰ اس کو آسمانی نشان مشاہدہ کرا دے گا۔ اور اگر بالفرض کوئی نشان آسمانی اس کے مشاہدہ میں نہ آیا تو اس کو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے چوبیس سو روپیہ حرجانہ خرچ خوراک وسکونت سے علاوہ دیا جاوے گا۔....

(مولانا بٹالوی فرماتے ہیں) ہم اس مقام میں اس خط اور اس کے دعاوی کی نسبت کوئی رائے قائم کرنا نہیں چاہتے اور نہ فریق مقابل کی سکوت سے کوئی نتیجہ نکالتے ہیں ہم صرف.. مئولف براہین احمدیہ کو بطور مشورہ آئندہ کے لئے یہ رائے دیتے ہیں کہ اب وہ امور ثلاثہ معروضہ ذیل میں سے ایک امر ضرور اختیار کریں۔

۱)۔ اشتہار کی میعاد میں تخفیف کریں اور بجائے ایک سال، ایک مہینہ یا زیادہ سے زیادہ سال کا ربع (یعنی تین مہینے) میعاد مقرر کریں۔ اور بصورت عدم مشاہدہ نشان آسمانی حرجانہ وہی چوبیس سو روپیہ رہنے دیں۔

۲)۔ یہ مناسب نہ سمجھیں تو لوگوں کو اپنے پاس بلانا ملتوی کریں۔ بجائے اس کے ان کو گھر بیٹھے بیٹھے آسمانی نشان دکھانے کی خدا سے التجا کریں۔ اور ایسی صورتوں میں وہ نشان دکھاویں جن کا وہ دور ونزدیک سے مشاہدہ وتصدیق کرسکیں۔ مثلاً کسی عظیم الشان کے ایک وقت خاص میں مرجانے یا ایک وقت خاص میں پیدا ہونے کی پیش گوئی کریں اور اس کو بذریعہ عام اخبارات و اشتہارات مشتہر کرادیں۔ چنانچہ پہلے خاص طور پر دیانند سرستی وغیرہ کی موت سے وہ بعض لوگوں کو خبر دے چکے تھے جس کا ذکر وہ کتاب براہین احمدیہ میں کر چکے ہیں۔ ایسے واقعات کو منصف وطالبان حق ذاتی مشاہدہ یا عام تسامع وشہادت سے تصدیق کرلیں گے۔ اور مئولف براہین احمدیہ کو اپنے دعوی میں سچا جان لیں گے۔ زبان سے مانیں خواہ نہ مانیں۔

۳)۔ یہ نہ ہوسکے تو بالفعل عملی طور پر تائید کو ملتوی رہنے دیں۔ علمی تائید میں شب وروز

مصروف ہوں اور کتاب براہین احمدیہ کے باقی حصے پورے کریں۔ اور اس میں نقلی و عقلی دلائل سے دین اسلام کی تائید عمل میں لائیں۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۸۔ص ۱۷۷۔۱۷۸ مختصراً)

یہ تحریر اغلباً دسمبر ۱۸۸۵ء کی ہے جو ۱۸۸۶ء کی پہلی سہ ماہی میں اشاعۃ السنہ جلد ۸ کے نمبرے میں شائع ہوئی ہے۔ اس تحریر میں مولانا نے مرزا صاحب کو مشورہ دیا ہے کہ وہ ادھر ادھر کی باتیں چھوڑ کر براہین احمدیہ کو مکمل کریں، یعنی اسلام کی حقانیت پر اپنے موعودہ تین سو دلائل علمی دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اور نشان دیکھنے دکھانے کیلئے طویل مدتیں مقرر کرنا ترک کریں۔ سال بھر کون آ کر قادیان میں رہے گا۔ اور مخالفین کو قادیان میں بلانے کی ضرورت بھی کیا ہے، لوگوں کو گھر بیٹھے نشان دکھائے جا سکتے ہیں۔ اور کچھ کر سکتے ہو تو ایک دو ماہ میں کر دکھاؤ۔

☆ ۱۸۸۷ء کے خطوط

مکاتیب احمد جلد اول میں مرزا غلام احمد کے ۱۸۸۷ء میں لکھے جانے والے چار خطوط بنام مولانا بٹالوی موجود ہیں جن میں مرزا صاحب نے مولانا کے چند اعتراضات کا جواب دیا ہے چونکہ ہمارے سامنے مولانا کے خطوط نہیں ہیں اس لئے یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ انکے اعتراضات کی حقیقی صورت کیا تھی اور مرزا صاحب کے جوابات کس حد تک ان پر منطبق ہوتے ہیں۔ تاہم ان خطوط سے اتنا پتہ چل جاتا ہے کہ ۱۸۸۷ء میں مولانا بٹالوی مرزا صاحب کے اعمال و افعال پر تنقید کرتے تھے۔ مرزا صاحب کے خطوط ملاحظہ فرمائیے:

{ از عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویم مکرم ابوسعید محمد حسین صاحب بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ (سوال یہ بھی ہے کہ کیا مرزا قادیانی کی یہ دعا بھی قبول ہوئی کہ اے محمد حسین تجھ پر سلام ہو ، اللہ کی رحمت ہو، اور برکات نازل ہوں؟ بہاء) عنایت نامہ پہنچا، اشتہارات تلاش کر کے اور بعض مہمانوں سے لے کر ارسال خدمت ہیں۔ میں بباعث بیماری وجع الاذن حاضر نہیں ہو سکا کیونکہ مجھ کو درد گوش سے بشدت تکلیف ہے اور اندیشہ تپ بھی ہے۔ اعتراض احباب درباره کتب مؤلفہ ایں احقر معلوم نہیں کس صورت سے ہے، اگر توقف طبع کتاب پر ہے تو یہ امر قضا و قدر حضرت حکیم مطلق سے واقع ہو گیا ہے۔ شائد اس میں یہ مصلحت ہوگی کہ جو کچھ درمیانی کاروائیاں آج تک ہوئی ہیں ان کا وقوع میں آ جانا قبل از طبع کتاب ضروری تھا۔ میں اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوا اور نہ اب ہوں کہ کام طبع کتاب میں توقف ہو لیکن تمام توقعات قادر مطلق کی انواع و اقسام کی روکوں سے واقع

ہوتی گئی ہیں۔ الوہیت کے زور اور قدرتیں بشریت کے ارادوں کو مضمحل اور کالعدم کر دیتی ہیں اور پھر جب خوب غور سے سوچیں تو اصل خیر بھی انہیں میں ہوتی ہے۔ انسان اپنی فطرت سے مستعجل اور زود پسند ہے اور یہی چاہتا ہے کہ جو کل ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے لیکن عادۃ اللہ تانی اور توقف ہے جیسا کہ مدۃ نزول قرآن سے ظاہر ہے۔ غرض میرے ساتھ معاملہ حضرت عز وجل شانہ کچھ ایسا ہے کہ میں مردہ بدست زندہ ہوں اور اس کی مصلحت میری مصلحت پر مقدم آ جاتی ہے وہ لوگوں کے لعن طعن کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ قادر ہے کہ انجام کار لوگوں کو خوش کر دے اور جس بات کیلئے میرا سینہ کھول دیا ہے اس کیلئے ان کا سینہ بھی کھول دے و ھو علی کلّ شیء قدیر

اگر اس عاجز کی کتابوں پر اس صورت سے اعتراض ہو کہ ان میں بعض جگہ سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تو میں منطقیوں کی طرح ان سے جھگڑنا نہیں چاہتا بلکہ میں سادہ طور پر بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ حکیم مطلق نے میرے اجتہاد کو اسی طرف رجوع دیا اور میرے دل میں یہ نقش کر دیا کہ گو بظاہر ایسی تقریریں موجب اشتعال ہونگی مگر ایک عجیب اثر ان میں یہ ہو گا کہ مخالفین کو خواب خرگوش سے بیداری حاصل ہو گی اور گو وہ کیسے ہی بدتہذیبی سے پیش آئیں مگر ان کو ان تالیفات کی طرف، خواہ ردّ ہی کی نیت سے کیوں نہ ہو، رجوع ہو جائے گا اور اس رجوع کا انجام نہایت مفید ہو گا۔ سو جس بات پر میری رائے قائم ہوگئی سو اگرچہ ابھی اس کے اخیر نتیجہ کا وقت نہیں آیا مگر میں دیکھتا ہوں کہ صدہا ہندو ردّ کی نیت سے میری کتاب کو پڑھتے ہیں اور صدہا ہندوؤں کے خیالات پر اثر ہو گیا ہے اور بایں ہمہ اس عاجز کی تقریر میں وہ سختی نہیں جس سختی کو ہندوؤں نے ابتداء سے استعمال کیا ہے۔ اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہ طرز تحریر جس کے اختیار کرنے کے لئے حال تک میرا سینہ کھول دیا گیا تھا اگرچہ وہ کسی معترض کی نظر میں صحیح ہو یا غیر صحیح مگر یہ وہ شئے ہے جس پر میرا اجتہاد قائم کیا گیا اور اب میں نے جس قدر درشت الفاظ کو استعمال کیا اسی قدر کو کافی سمجھا ہے اور آئندہ میں نے قصد کیا ہے کہ ہر ایک بات حلم اور رفق سے بیان کی جائے اور اسی پر خدا تعالی نے میرے دل کو قائم کر دیا ہے۔ سو میں جانتا ہوں کہ اس میں بھی ایک حکمت تھی اور اس میں ایک حکمت ہے۔

اور جو آں مخدوم نے پہلے خط میں ذکر فرمایا تھا کہ پیش گوئی فرزند کو رسالہ میں درج کرنا مناسب نہیں، میں نے اب تک آپ کی خدمت میں اس وجہ سے اس کا جواب نہیں لکھا کہ خدا تعالی نے اس معاملہ میں میری رائے کو آپ کی رائے سے متفق نہیں کیا۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون مجھ کو منجانب اللہ اس بارے میں اعلان و اشاعت کا حکم ہے اور جیسا کہ میرے آقا محسن نے مجھے

ارشاد فرمایا ہے میں وہی کام کرنے کے لئے مجبور ہوں ۔ مجھے اس سے کچھ کام نہیں کہ دنیوی مصلحت کا کیا تقاضا ہے اور نہ مجھے دنیا کی عزت و ذلت سے کچھ سروکار ہے اور نہ اس کی کچھ پرواہ اور نہ اس کا کچھ اندیشہ ہے ۔ میں جانتا ہوں کہ جن باتوں کے شائع کرنیلئے میں مامور ہوں ہر چند یہ بدظنی سے بھرا ہوا زمانہ ان کو کیسی ہی تحقیر کی نگاہ سے دیکھے لیکن آنیوالا زمانہ اس سے بہت سا فائدہ اٹھائیگا ۔

بعض احباب مجھ پر یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اسراف کا خرچ ہے جو دو دو سو تین تین سو روپئے ماہواری کا ہو جاتا ہے اور اسی خرچ نے طبع کتاب میں دقتیں ڈالیں اور انبار کا انبار قرضہ کا سر پر ہو گیا ۔ اسکے جواب میں بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ یہ اعتراض سچ ہے مگر یہ مہمانداری محض للہ ہے اور اس میں بھی بارہا تواضع اور اکرام ضیف کیلئے حکم ہوا ہے نہ تخفیف مصارف کیلئے ۔ تین سال کے عرصہ میں شاید چالیس ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہونگے اور جہاں تک طاقت تھی حسب توفیق ان کی خدمت کی گئی ۔ سو بظاہر یہ نہایت درجہ کا اسراف معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ جل شانہ کو اپنے افعال میں مصالح ہیں اور میں اسی کے حکم اور امر کا پیرو ہوں اور کسی دوسری کمیٹی یا جماعت کی پیروی نہیں کر سکتا اور نہ وہ اس کاروبار میں کچھ دخل دے سکتے ہیں ۔ جس قدر میرے پر قرضہ اور حقوق عباد کے بار ڈالے گئے ہیں میں جانتا ہوں کہ میں اپنی قوت سے اس بار گراں سے سبکدوش نہیں ہو سکتا بلکہ الٰہی طاقت مجھے سبکدوش کرے گی اس فوق الطاقۃ کام میں کسی دوست کی کچھ پیش نہیں جا سکتی مگر وہ ایک ہے حقیقی دوست ہے جو ان غموں کے دور کرنے پر قادر ہے ۔ والسلام ۸ ستمبر ۱۸۸۷ء

} مخدومی اخویم مولوی ابو سعید محمد حسین سلمہ اللہ تعالی ۔ بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ، عنایت نامہ پہنچا ۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میری نسبت سوء ظن مسلمان بھائیوں کا کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں ہے ۔ میں ایسے مسلمانوں کی فسخ بیع پر راضی ہوں اور ان کا ظن کسی طور سے درست ہونے میں نہیں آتا ۔ یہ تو سچ بات ہے کہ مہمان نوازی کی نیت سے اور خود اپنی ذاتی ضروریات کی وجہ سے بہت کچھ روپئہ خرچ ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے لیکن یہ خیال کہ اکثر حصہ اس روپئہ کا وہی رقوم ہیں جو قیمت کتاب میں وصول ہوئیں ، یہ ایک ضعیف خیال ہے جو حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتا ۔ واقعی حقیقت یہی ہے کہ جیسے مصارف زیادہ ہوتے گئے اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے ان کو انجام دیتا گیا ۔ غایت مافی الباب یہ کہ عند الضرورت قیمت کتابوں میں سے بھی کچھ قدر قلیل خرچ ہوتا رہا اور کچھ انہیں درمیانی کاروائیوں میں خرچ ہوا جو کتاب کے متعلق تھیں ۔ خیر سائلین و معترضین کچھ

سمجھیں اور کچھ خیال کرلیں لیکن مجھے خوب یقین حاصل ہے کہ خدا تعالی مجھے ایسی حالت میں موت نہیں دے گا کہ ان بدظنیوں کا میرے پر کوئی اعتراض اس قسم کا باقی رہ جائے کہ جو کچھ اصلیت رکھتا ہو الم تعلم انّ اللّٰہ علی کل شیء قدیر

طفل نوزاد کی نسبت میں نے کسی اخبار میں یہ مضمون نہیں چھپوایا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کی تعریف ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہارات میں مندرج ہے، ہاں کئی دفعہ گمان ہوتا ہے کہ وہی ہے کیونکہ۔۱۔ یہی لڑکا تین کو چار کرنے والا ہوا۔۲۔حضرت مسیح کے روز پیدائش میں ہوا۔۳۔سنا گیا ہے کہ اسی ماہ میں ستارہ مسیح بھی یورپ میں دکھائی دیا جیسا کہ نور افشاں میں درج ہے۔۴۔ اس کے روز پیدائش میں بعد تولد یہ الہامات ہوئے انّا ارسلناہ شاھداً و مبشّراً کصیّب مّن السّماء فیہ ظلمات وّ رعد وّ برق کلّ شیء تحت قدمیہ۔سو میرے نزدیک اب تک یہ الہامات ذوالوجوہ ہیں و دیگر علامات بھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ والسلام ۱۶ ستمبر ۱۸۸۷ء

(مرزا صاحب نے کہا کہ میری موت نہیں آئے گی جب تک مالی معاملے میں ان پر سے بدگمانیاں وغیرہ ختم نہ ہو جائیں۔ دوسری طرف ان کی موت سے چند گھنٹے قبل کا قصہ ہے کہ خود ان کے اخص مریدان پر مالی بے ضابطگیوں کے الزام لگا رہے تھے۔ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری نے مرزا صاحب پر (مالی) اعتراضات کئے تو مرزا محمود احمد قادیانی نے خلیفہ حکیم نورالدین کو اپنے ایک خط میں لکھا:

. باقی آپ (نورالدین) سے میں (محمود) یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ابتلاء اگر حضرت (مرزا) صاحب زندہ رہتے تو ان کے عہد میں بھی آتا۔ کیونکہ یہ لوگ (خواجہ کمال الدین اور محمد علی لاہوری) اندر ہی اندر تیاری کر رہے تھے۔ چنانچہ نواب (محمد علی خان) صاحب نے بتایا کہ ان سے انہوں نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب سے حساب لیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اپنی وفات سے پہلے، جس دن وفات ہوئی اسی دن بیماری سے کچھ ہی پہلے، کہا کہ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں کہ میں قوم کا روپیہ کھا جاتا ہوں، ان کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا۔ ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ آج خواجہ صاحب مولوی محمد علی کا ایک خط لے کر آئے اور کہا کہ محمد علی (لاہوری) نے لکھا ہے کہ لنگر کا خرچ تو تھوڑا سا ہوتا ہے باقی ہزاروں روپیہ جو آتا ہے وہ کہاں جاتا ہے۔ اور گھر میں آکر آپ نے بہت غصہ ظاہر کیا اور کہا کہ کیا یہ لوگ ہم کو حرام خور سمجھتے ہیں۔ ان کو اس روپیہ سے کیا تعلق؟ اگر آج میں الگ ہو جاؤں تو سب آمدن بند ہو جائے۔

پھر خواجہ صاحب نے ایک ڈیپوٹیشن کے موقع پر جو عمارت مدرسہ کا چندہ لینے گیا تھا، مولوی محمد علی سے کہا کہ حضرت (مرزا) صاحب آپ تو خوب عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیں تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے خرچ

کو گھٹا کر بھی چندہ دو۔ جس کا جواب مولوی محمد علی نے یہ دیا کہ ہاں اس کا انکار تو نہیں ہو سکتا مگر بشریت ہے۔ کیا ضرور کہ ہم نبی کی بشریت کی پیروی کریں۔ حقیقت اختلاف۔ مصنفہ مولوی محمد علی۔ ص ۵۰ (منقول از ختم نبوت اور تحریک احمدیت۔ غلام احمد پرویز۔ ص ۱۴۳)

محمد علی لاہوری کی حقیقت اختلاف کا انگریزی ترجمہ دیکھنے کو ملا ہے اس میں یہ خط یوں بیان کیا گیا ہے:

I (Mahmud Ahmad) also wish to say that this tribulation, even though the Promised Messiah had been living, would have come unavoidably; for, these people had been making their preparations secretly, as stated by the Nawab sahib that they had said unto him: The time has now come that the Promised Messiah should be asked to render accounts. And the Promised Messiah, on the last day of his life, just a short while before his death occured, said: The Khawaja Sahib and Maulvi Muhammad Ali mistrust me and say that I misuse and misappropriate the funds of the Jamaat. This they should not have done, for the result thereof would not be good. He further added: Today the Khawaja Sahib came to me with a letter from Maulvi Muhammad Ali, and said: Maulvi Muhammad Ali writes that the expenditure of the free kitchen is not much, and what then becomes of all the money that is received. And when the promised Messiah returned home, he gave expression to his resentment, saying, These people suspect that I am dishonest and deceitful. What concern have they with this money? And of I were to cut off all connection and separate , all this income will automatically stop and cease. So when these people inflicted so much pain on the promised messiah when he had only twelve hours more to live on this earth, it was but necessary that their passion should flare up and get inflamed in your time; for in the presence of the promised messiah they spoke rather timidly, fearing that he would kick them out there and then.

Futher more, the Khawaja sahib, when a deputation waited on him, asking for subscription for the construction of the school building, said to Maulvi Muhammad Ali: Himself the promised messiah lives in ease and comfort, but unto us he imparts the sermons that we should cut short and curtail our expenses, and come to his aid and contribute. Alnd Mualvi Muhammad Ali said in

reply : Yes, there can be no denying this fact. But it is human nature, and it is not necessary that we should follow a prophet's human weakness. My intention in writing down these things, was to tell you that this daring and defiance of theirs, is not a matter which began today, but it has been simmering and seething ever since the time of the promised messiah. The funds of the free kitchen he used to keep with him. But that too, you have gived into their hands so that they have now become bold enough to try to seize and grab all things. And for their righteousness and fear of God, their bills and the budgets speak clearly whereon they have been raising a hue and cry that they work daily all by themselves."

(Muhammad Ali says) The whole of this statement which had been cooked up in order to set up Hazrat Maulvi Noor-ud-din against us, is a black lie, in the speaking of which Mian Mahmood Ahmad has made an attack not only on us but also on the promised messiah who, according to the Mian sahib, used to say something else in public fearing, but when he went inside, he would whisper in the ears of Mian Mahmud Ahmad that Maulvi Muhammad Ali and Khawaja Kamal Din were hypocrites who wanted to snatch money from his hands, and called him dishonest and corrupt. Why did he not tell this thing to Maulvi Noor al Din or Maulvi Muhammad Ahsan, or any one else, or even to us directly or by means of a poster or pamphlet? Up to his last illness the pen wan in his hand and he had been writing paigham-i- sulah,. In brief, when outside the house, he heard objections levelled against himself, he quietly went in and related his tale of woe to Mian Mahmud Ahmad who was only eighteen years old then, saying that we people called him dishonest and currupt. again, the ascription of such words to the promised messiah as, "If I were to cut off all connection and separate, all this income will automatically stop and ceae," is to suggest that the purpose of the promised messiah's advent was the achievement of some monatry gains. "If I were to cut off all connection and separate" can a man raised by the Most High God for the execution of a particular mission, utter these words; can even such a thought cross his mind, on a follower's objection, that he may, renouncing his claim, sit aside and separate? It

cannot, however, be denied that in concoction of this story, the Mian Sahib has displayed a shrewed adroitness, that the event took place only twelve hours before the Promised Messiah's death, so that it cannot be subjected to any enquiry or rxamination. (The Facts about the Split , Muhammad Ali, Tran. Mirza Mas'd Beg . Ahmadia Anjuman Ishat Aslam, 1966. pp. 21-24)

{ مخدومی مکرمی اخویم مولوی محمد حسین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء کو آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ واضح رہے کہ اس عاجز کے قلم سے کوئی کلمہ رنج یا خفگی کا آپ کی نسبت نہیں نکلا۔ بلکہ میں ممنون ہوں کہ آپ بغیر اس کے کہ اصل حال سے واقف ہوتے میرے خیر خواہوں اور خیر اندیشوں اور نیک خیالوں میں رہے۔ سو میرے لئے آپ کا شکر کرنے کے لئے یہی کافی ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ میں سچی محبت رہی ہے اور میرا دل شہادت دیتا ہے کہ فقط ایک سچی محبت کے جوش سے آپ قلم وزبان سے میری کاروائیوں کی نصرت میں لگے رہے ہیں، سو رنج اور خفگی کا کوئی محل نہیں۔ تامیں نے آپ پر ایک واقعی حال اظہار کیا پھر وہ سب واقعی عذرات آپ کی نظر میں مکتفی نہ ہوئے تو بقول شخصے کہ طاقت بمہاں داشت خانہ مہمان گذاشت۔ چند الفاظ مؤدبانہ ترک نزاع کے لئے میں نے استعمال کئے شائد انہیں الفاظ کو آپ نے کلمہ رنج وخفگی سمجھا ہوگا۔ مگر حاشا وکلا میرا وہ منشاء نہیں ہے جو آپ نے سمجھا۔ میں پھر باادب آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آئندہ اخراجات کی کمی اور تخفیف کی فکر میں، میں آپ ہی ہوں، مگر گزشتہ تدارک میرے حد امکان سے باہر ہے۔ اس قصور کا خود معترف ہوں کہ جو کچھ کتاب کی قیمت میں آیا وہ خرچ ہوتا رہا ہے (گزشتہ خط میں کہا کہ اسکا کچھ حصہ خرچ ہوتا رہا ہے؟ بہاء) مگر یہ بات کہ خدا تعالی کے نزدیک میرے وہ مصارف کس رنگ میں ہیں اور نکتہ چینوں کی نظر میں کس رنگ میں، اس میں بحث نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ گذری ہوئی بات کو طول دینا کچھ فائدہ نہیں اور میری ناقص رائے میں آپ کا اس فکر میں پڑنا لایلزم ہے۔ آں مخدوم سے شرعی یا عرفی طور پر کچھ مواخذہ یا مطالبہ نہیں و لا تزر وازرۃ وزر اخری ۔ میں نے سرمہ چشم آریہ کے پہلے صفحہ پر ہی اشتہار دے دیا ہے کہ جو شخص خرید کتاب پر ناراض ہو وہ فسخ بیع کر سکتا ہے۔ ایسے خطوط جب پہنچیں گے تو میں کوشش کرونگا کہ جلد تر کتابیں واپس لی جائیں اور انکا روپیہ مسترد کیا جائے۔ سو وہ اشتہار اطلاع عام کے لئے کافی ہے۔ میں آپ پر مکرر ظاہر کرتا ہوں کہ میں آپ پر ہرگز ناراض نہیں ہوں لیکن اگر آپ

خواہ نخواہ بات کو طول دیں تو میری طرف سے ناراض ہونا بے محل بھی نہیں ۔ میں بشر ہوں اور بشریت کی صفات ولوازم سے نبی بھی الگ نہیں ہو سکتے جو شخص ان کے دل کو خوش کرے اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور جو شخص ان کے دل کو خواہ نخواہ آزار پہنچائے اس سے وہ خوش نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ بشر ہیں ۔آپ کے سامنے قرآن وحدیث سے اس کے نظائر پیش کرنا حاجت نہیں ۔

اور پھر آپ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ گویا مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ وہ لڑکا بہت قریب ہونے والا ہے ۔آپ میرے اشتہار ۸ ۔اپریل ۱۸۸۵ء کو دیکھ لیں اس میں ، وہ ، کا لفظ نہیں بلکہ ، ایک ، کا لفظ ہے اور یہ آپ کا قول کہ : ایسی پیش گوئیوں سے بجائے نفع اسلام کو کمال نقصان پہنچے گا ۔ میری دانست میں یہ کہنا اسکا حق ہے کہ ان پیش گوئیوں کا مقابلہ کر کے دکھلا وے ۔ میرے رسالہ سراج منیر اور اس کی تمام پیشگوئیوں کی بناء اسی پر ہے کہ اگر کوئی مخالف کسی پیشگوئی کا انکار کرے تو ایسی پیشگوئی پیش کرے ۔آپ فرماتے ہیں کہ : سراج منیر میں اسی طور کی پیش گوئیاں ہیں تو میری رائے ہے کہ سراج منیر کا طبع کرانا موقوف رکھا جائے کیونکہ ایسی کتاب سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا ۔ اسکے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک سراج منیر میں اسی طرح کی پیشگوئیاں ہیں بلکہ سب سے بڑھ کر یہی پیشگوئی ہے ، مگر دوسرا فقرہ آپ کا : ایسی پیشگوئیوں سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا ، فراست پر مبنی نہیں ہے ۔اور آپ کا یہ قول کہ :

مجھے صرف یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کا زیادہ ہتک نہ ہو اور ان کا مال ناحق برباد نہ ہو ۔

آپ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹا پیدا ہونے سے مسلمانوں کا کسی قدر ہتک ہو گیا اور آئندہ سراج منیر کے چھپنے سے اس سے زیادہ ہوگا ۔ سو میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئیوں کا سچائی سے ظہور میں آجانا مسلمانوں کے لئے موجب ہتک ہے تو جس قدر یہ ہتک ہو اتنا ہی تھوڑا ہے ۔ ۲۷ جولائی ۱۸۸۶ء کو آریوں نے ایک اشتہار دیا تھا کہ ہمیں اپنے پرمیشر کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ ہرگز بیٹا پیدا نہیں ہوگا ۔ ابد تک نہیں ہوگا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندو منجم نے ان کی اطمینان کی ہو گی اور یہ اشتہار پنجاب اور ہندوستان میں شائع کئے گئے تھے ۔ اب آپ سوچ کر دیکھیں کہ برطبق اشتہار ۸ ۔اپریل ۱۸۸۶ء بیٹا پیدا ہو جانا جو مصدقہ پیشگوئی ہے ، یہ موجب ہتک وندامت آریوں اور دیگر مخالفوں کا ہوا یا مسلمانوں کا اس سے ہتک ہو گیا ۔ انجیل میں حضرت مسیح کی پیش گوئیاں آپ نے نہیں دیکھیں کہ بھونچال آویں گے ، کال پڑیں گے ، وبا پھیلے گی ، لڑائیاں ہوویں گی ۔ نہ کسی وقت کا پتہ نہ کسی مکان کا نشان ۔ مگر اس وقت کے سچے عیسائیوں کا اس سے کچھ ہتک نہ ہوا ۔آپ کو یاد

رہے کہ مخالفین خود ملزم ہیں کیونکہ وہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہر ایک چیز کا اندازہ قیمت مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد، ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء۔

{ مخدومی مکرمی مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ اللہ تعالی۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے کسی حرف سے اتفاق نہیں کر سکتا جیسا کہ بظاہر سمجھا جاتا ہے آپ بھی میری رائے سے اتفاق نہیں کر سکتے تو پھر میری دانست میں خط و کتابت کی بات تو خاتمہ کو پہنچی۔ اب میری طرف سے تو یہ تحریر وداعی اور آخری خط ہی سمجھیں۔ اور آپ کو اختیار ہے کہ جس رائے پر آپ قائم ہیں اس کو اپنی طاقت قلمی سے بخوبی ظاہر کریں۔ میں بجز اس زمانہ اور وقت کے کہ حضرت مقلب القلوب اور ہادی مطلق آپ کو آپ کے اس قول سے رجوع دلا کر میری رائے سے متفق کرے، آئندہ کوئی خط آپ کی طرف لکھنا نہیں چاہتا اور نہ اپنے اختیار اور مرضی سے بغیر کسی امر جدید پیش آنے کے، جس کا اب مجھے علم نہیں، لکھونگا۔ ہاں، آپ کے اس خط کی نسبت جس کو میں نے عزت کے ساتھ اپنے صندوق میں رکھ لیا ہے اگر مناسب سمجھا سراج منیر یا کسی دوسرے رسالہ میں بغرض ازالہ وساوس کچھ لکھونگا اور وہ بھی اس حالت میں کہ آپ کا یہ خط یا ایسا ہی کوئی اور مضمون آپکے رسالہ یا کسی اور پرچہ میں شائع ہو جائے یا زبانی طور پر مختلف فرقوں میں شیوع پا جائے۔ سو مناسب ہے کہ اب آپ بھی میری طرف خطوط بھیجنے سے مستریح رہیں اور بذریعہ تحریرات مطبوعہ اپنے بخارات نکالیں۔ خاکسار غلام احمد عفی عنہ۔ ۵۔ اکتوبر ۱۸۸۷ء

(الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۴ء ص ۷)۔ (مکتوبات احمد جلد ۱۔ ص ۳۰۳۔ ۳۱۰)

مرزا صاحب کے منقولہ بالا خطوط کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا بٹالوی نے درج ذیل معاملات میں مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے ان پر تنقید فرمائی ہے:

۱۔ اسراف۔ ۲۔ مسلمانوں سے براہین احمدیہ کیلئے حاصل کردہ چندے اور پیشگی رقوم کا ذاتی مصارف میں خرچ۔ ۳۔ ایسی پیش گوئیاں شائع کرنا جن سے مسلمانوں کی ہتک ہوتی ہے، اور پیش گوئیاں شائع نہ کرنے کا مشورہ۔ ۴۔ کتابوں میں مخالفین کے بارے میں سخت زبان کا استعمال۔

جواب میں مرزا صاحب نے ۴۰ ہزار مہمان آنیکی بابت کی ہے (جو مبالغہ آرائی ہے)۔ مخالفین کے بارے میں سخت زبان استعمال کرنے کا پہلے تو دفاع کیا ہے اور پھر تسلیم کیا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں کرونگا (لیکن پھر بھی باز نہیں آئے)۔ براہین وغیرہ کی قیمت میں آنے والی رقوم کے بارے میں اقرار کیا ہے کہ واقعتاً انہوں نے دیگر مدات میں انہیں استعمال کیا ہے۔ پیشگوئیاں شائع کرنے

کا دفاع کیا کیونکہ یہ ان کی شہرت کا سبب بن رہی تھیں۔ تاہم مولانا بٹالوی کے دلائل سے لاجواب ہو کر کہا ہے کہ آئندہ مجھے کوئی خط نہ لکھیں۔

☆ ۱۸۸۹ء کا ایک مکتوب

مرزا قادیانی اپنے حواری حکیم نورالدین کو لکھتے ہیں:

اس عاجز کا دماغ بہت ضعیف ہو گیا ہے۔ کوئی محنت کا کام نہیں کر سکتا۔ ایک خط کا لکھنا مشکل ہے۔ اللہ جل شانہ غائب سے قوت عطا فرمائے۔ مولوی محمد حسین بہت دور جا پڑے ہیں.... مولوی محمد حسین ایک مقام اور رائے پر ٹھہر گئے ہیں اور وہ مقام اور رائے انہیں پسند آ گیا ہے۔ لیکن میں سچ کہتا ہوں اگر اس پر ان کی موت ہو، تو اس طبقہ میں جانا پڑے گا جس میں محجوبین جایا کرتے ہیں۔ خدا تعالی صدق اور صادقین کی طلب ان میں پیدا کرے اور زنگ موجودہ سے انہیں نجات دے ورنہ ان کی حالت خطرناک ہے.... خاکسار غلام احمد۔ ۷ دسمبر ۱۸۸۹ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲۔ ص ۷۴۔۷۵)

☆ ۱۸۹۰ء کا ایک مکتوب

مرزا قادیانی اپنے حواری حکیم نورالدین کو لکھتے ہیں:

مولوی محمد حسین نے پختہ ارادہ مخالفانہ تحریر کا کر لیا ہے اور اس عاجز کے ضال ہونے کی نسبت زبانی طور پر اشاعت کر رہے ہیں۔ مرزا خدا بخش جو محمد علی خان صاحب کے ساتھ آئے ہیں ذکر کرتے ہیں کہ میں نے بھی ان کی زبانی ضال کا لفظ سنا ہے۔ کل بمشورہ مرزا خدا بخش و محمد علی خان صاحب ان کی طرف خط لکھا ہے کہ پہلے ملاقات کر کے اپنے شکوک پیش کرو۔ معلوم نہیں کیا جواب دیں۔ میں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر آپ نہ آ سکیں تو میں خود آ سکتا ہوں۔ مگر ان کے اس فقرہ سے سب کو تعجب آیا کہ میں عقلی طور پر مسیح کا آسمان سے اترنا ثابت کر دوں گا۔ غزنوی صاحبوں کا جوش اس قدر ہے کہ ناگفتہ بہ۔ ایک صاحب محی الدین نام لکھوکے میں ہیں انہوں نے اس بارے میں اپنے الہامات لکھے ہیں اور اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ کا نمونہ دکھایا۔ درحقیقت ان الہاموں سے اپنی پردہ دری کی ہے۔ ان کے یعنی محی الدین اور عبدالحق کے الہامات کا یہی خلاصہ ہے کہ یہ شخص ضال ہے، جہنمی ہے۔ اور میں نے سنا ہے کہ ان لوگوں نے کچھ دبی زبان سے کافر کہنا شروع کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالی ایک بڑے امر کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ ایک شخص محمد

علی نام شائد گوجرانوالہ کا رہنے والا ہے، مولوی تو نہیں مگر خوش الحان واعظ ہے۔ اس نے سنا ہے کہ بٹالہ میں بڑی بدزبانی شروع کی ہے۔ مولوی محمد حسین بدزبانی تو نہیں کرتے مگر ضال کہتے ہیں۔ اور تعجب یہ کہ بعض لوگ کافر کہتے ہیں وہ اپنے خط میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بھی لکھ دیتے ہیں حالانکہ کفار کو ایسے لفظ لکھنے نہیں چاہییں ... والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۵ جولائی ۱۸۹۰ء۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر۲ ص ۷۵)۔

☆ فروری ۱۸۹۱ء کے تین مکتوب بنام حکیم نورالدین

} مخدومی مکرمی اخویم السلام علیکم: آنمخدوم کے دو ورقہ کا انتظار ہے تا رسالہ ازالہ اوہام کا خاتمہ طبع ہو کر شائع کیا جائے۔ امرت سر کے غزنوی مولوی صاحبوں نے سنا گیا ہے کہ بہت شور کیا ہے۔ یہ بھی خبر سنی ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے مولوی محمد صاحب کے جو صاحبزادہ ہیں انہوں نے کچھ اپنے الہامات لکھ کر بجواب خط اخویم عبدالواحد صاحب جموں روانہ کئے ہیں۔ حامد علی ان الہامات کو سن آیا ہے مگر وہ اس کو یاد نہیں رہے۔ ایسے الفاظ ان میں ہیں کہ ضلّو و اضلّوا۔ اگر عبدالواحد (غزنوی) صاحب نے آنمخدوم کو ان سے اطلاع دی ہو تو مطلع فرماویں۔

خاکسار غلام احمد ۱۲ فروری ۱۸۹۱ء (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر۲ ص ۹۲-۹۳)

} مخدومی مکرمی اخویم۔ السلام علیکم ... کل آپ کی خدمت میں مولوی عبدالجبار صاحب اور میاں عبدالحق صاحب کے خط روانہ کر چکا ہوں۔ اور مجھے اس بات سے بہت خوشی ہے جس کا میں شکر ادا نہیں کر سکتا کہ مولی کریم اور میرا آقا و محسن عز اسمہ جل شانہ مجھے فتح و نصرت کی بشارت دیتا ہے اور ان لوگوں کے فیصلہ کے لئے مجھے ایک راہ بتاتا ہے جنہوں نے الہامات کا ادعا کر کے اس عاجز کو ضال ملحد اور جہنمی قرار دیا ہے اور جرأت کر کے اس مضمون کو شائع بھی کر دیا... جہنمی اور ضال کے لفظ میں سب قسم کے عیب بھرے ہوئے ہیں۔.. والسلام خاکسار مرزا غلام احمد ۱۶ فروری ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمدیہ جلد ششم۔ اشوک پریس حیدرآباد دکن۔ ص ۱۱۰-۱۱۱)

} مجی مخدومی اخویم السلام علیکم؛ آج مولوی محمد حسین صاحب نے صاف طور پر مخالفانہ خط بھیج دیا ہے جو آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں.... میرے نزدیک وہ نالائق جوش دکھلائیں

گے انہیں بہت کچھ اپنی علمیت پر ناز ہے مگر میں آپ کے لئے دعا کرونگا اور آپ کو اس کے ردّ کے لئے تکلیف دونگا۔..خاکسار غلام احمد ۱۹ فروری ۱۸۹۱ء (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۲۔ص ۹۳۔۹۴)

☆ ۱۸۹۱ء کے دو خط اور ازالہ اوہام میں قادیانی بیان

مرزا غلام احمد کے دعوی مسیحیت کے منظر عام پر آنے سے پہلے، جب کہ بات نجی محفلوں کی حد تک محدود تھی، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نے قادیانی کے کافر ہونے کا اعلان کر دیا تھا جس کا ذکر خود قادیانی کے اس خط میں ملتا ہے جو اس نے مولانا بٹالوی کو فروری ۱۸۹۱ء میں لکھا تھا۔ (دیکھئے حصہ چہارم کتاب ہذا)۔ نیز ازالہ اوہام کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے:

آج میں اس الہام کے معنی سمجھا جو اس سے کئی سال پہلے براہین میں درج ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ و جاعل الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی یہ مولوی صاحبان عبدالرحمٰن (لکھوی) وعبدالحق (غزنوی) تو مجھے اس وقت قطعی دوزخی بناتے ہیں لیکن ان کے بیان سے دس سال پہلے خدا تعالی مجھے جنتی ہونے کا وعدہ دے چکا ہے....

چونکہ وہ (خدا) جانتا تھا کہ چند سال کے بعد میاں عبدالحق اور میاں عبدالرحمٰن اسی طرح اس عاجز (مرزا) کو لعنتی ٹھہرائیں گے جس طرح یہودیوں نے حضرت مسیح کو ٹھہرایا تھا اسلئے اس نے پیش از وقوع اس پیش گوئی (یاعیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ) کو براہین میں درج کرا کر سارے جہان میں مشہور کر دیا (ازالہ اوہام ص ۳۹۰)

مولانا عبدالحق غزنوی کا مرزا صاحب کے دعاوی کی عام اشاعت سے پہلے انہیں کافر ملحد قرار دینا مرزا صاحب نے اس خط سے بھی ظاہر ہے جو انہوں نے مولانا بٹالوی کو فروری ۱۸۹۱ء میں لکھا تھا اور ہماری اس کتاب کے حصہ چہارم میں منقول ہے۔

اور مولانا عبدالجبار غزنوی کی جانب سے مخالفت کے بارے میں مرزا صاحب اپنے حواری حکیم نورالدین کو ایک خط میں لکھتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ میرے رسالہ کے دیکھنے سے مولوی عبدالجبار صاحب بہت برافروختہ ہوئے۔ خدا تعالی ان کو حقیقت کی طرف رہنمائی کرے۔ خاکسار غلام احمد ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء۔ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد ۵۔ نمبر ۲)

مباحثہ علی گڑھ

۱۸۸۹ء میں مرزا غلام احمد قادیانی، علی گڑھ گئے۔ چونکہ اس وقت ان کی شہرت ایک مناظر اسلام اور اسلامی مصنف کی تھی، مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی اور چند دیگر اصحاب نے آپ کو مسجد میں وعظ کرنے کی درخواست کی، مرزا صاحب نے یہ دعوت قبول فرمالی لیکن بعد ازاں مجلس وعظ میں تشریف لے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر وہاں اہل اسلام کو بڑی خفت کا سامنا کرنا پڑا اور مولوی محمد اسماعیل وغیرہ نے اس پر مرزا صاحب کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس واقعہ کو مرزا صاحب نے یوں بیان کیا ہے:

ایک دفعہ مجھے علی گڑھ جانے کا اتفاق ہوا.... (مولوی اسماعیل نے) غایت درجہ کی بدگمانی کر کے دروغ گوئی پر حمل کیا۔ چنانچہ ان کی ساری وہ تقریر جس کو ایک جمال الدین نام ان کے دوست نے ان کی اجازت سے تحریر کر کے لوگوں میں پھیلایا، ذیل میں معہ اس کے جواب کے لکھتا ہوں ...

{اسماعیل۔ مجھے فقرات الہام پر غور کرنے سے ہرگز یقین نہیں آتا کہ وہ الہام ہیں۔

}قادیانی۔ ان لوگوں کو بھی یقین نہیں آیا تھا جن کے حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

كذّبوا بآياتنا كذّاباً (النباء۔ ۲۹)

فرعون کو یقین نہ آیا، یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں کو یقین نہ آیا، ابوجہل اور ابولہب کو یقین نہ آیا۔ مگر ان کو آیا جو دل کے غریب اور نفس کے پاک تھے

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

{اسماعیل: مدعی ہونا کرامات کے خلاف ہے اور یہ کہنا کہ جسکو انکار ہو آکر دیکھے، یہ دعاوی باطلہ ہیں

}قادیانی: یہ باتیں انسان کی طرف سے نہیں بلکہ اسکی طرف سے ہیں جس کو ہر ایک دعوی پہنچتا ہے پھر کون حق پرست ان کو باطل کہہ سکتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ادعا کسی فوق القدرت بات کا کوئی نبی نہیں کر سکتا۔ مگر کیا ایسا ادعا بتوسط کسی نبی یا رسول یا محدث کے خدا کی طرف سے بھی جائز نہیں؟

{اسماعیل: میں ملاقات کرنے سے بالکل بے عقیدہ ہو گیا ہوں۔ میری رائے میں جو موحدان سے ملاقات کرے ان کا معتقد نہ رہیگا۔ نماز ان کی اخیر وقت ہوتی ہے جماعت کے پابند نہیں۔

}قادیانی: مولوی صاحب کی بے عقیدگی کی تو مجھے پرواہ نہیں ... ظاہر ہے کہ یہ عاجز چند روز تک مسافرانہ طور پر علی گڈھ شہر میں ٹھہرا تھا اور جو کچھ مسافروں کیلئے شریعت اسلام نے رخصتیں عطا کی ہیں، ان سے دائمی طور پر انحراف کرنا ایک الحاد کا طریق قرار دیا ہے۔ ان سب امور کی رعایت میرے لئے ایک ضروری امر تھا۔ سو میں نے وہی کیا، جو کرنا چاہیے تھا۔ اور میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ میں نے اس چند روزہ اقامت کی حالت میں بعض دفعہ مسنون طور پر دو نمازوں کو جمع کر لیا ہے اور کبھی ظہر کے اخیر وقت پر ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو اکٹھی کر کے پڑھا ہے مگر حضرات موحدین تو کبھی کبھی گھر میں بھی نمازوں کو جمع کر کے پڑھ لیتے ہیں اور بلا سفر ومطر پر عمل درآمد رہتا ہے۔ میں اس سے بھی انکار نہیں کرسکتا کہ میں نے ان چند دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے کا بکلی التزام نہیں کیا۔ مگر باوجود اپنی علالت طبع اور سفر کی حالت کے بکلی ترک بھی نہیں کیا۔ چنانچہ مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ ان کے پیچھے بھی جمعہ کی نماز پڑھی تھی جس کے ادا ہو جانے کا اب مجھے شک پڑ گیا ہے۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ میں ہمیشہ اپنے سفر کے دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے سے کراہت ہی کرتا ہوں۔ مگر معاذ اللہ اس کی وجہ کسل یا استخفاف احکام الٰہی نہیں، بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ہمارے ملک کی اکثر مساجد کا حال نہایت ابتر اور قابل افسوس ہو رہا ہے اگر ان مسجدوں میں جا کر آپ امامت کا ارادہ کیا جائے تو وہ جو امامت کا منصب رکھتے ہیں از بس ناراض اور نیلے پیلے ہو جاتے ہیں اور اگر ان کا اقتداء کیا جائے تو نماز کے ادا ہو جانے میں مجھے شبہ ہے کیونکہ علانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے امامت کا ایک پیشہ اختیار کر رکھا ہے اور وہ پانچ وقت جا کر نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک دکان ہے کہ ان وقتوں میں جا کر کھولتے ہیں اور اسی دکان پر ان کا اور ان کے عیال کا گذارا ہے.. پس یہ امامت نہیں، یہ حرام خوری کا ایک مکروہ طریقہ ہے۔ کیا آپ بھی ایسے نفسانی پیچ میں پھنسے ہوئے نہیں، پھر کیونکر کوئی شخص دیکھ بھال کر اپنا ایمان ضائع کرے۔ مساجد میں منافقین کا جمع ہونا احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کے حالات میں بیان کیا گیا ہے، وہ پیشگوئی انہیں ملّا صاحبوں کے متعلق ہے جو محراب میں کھڑے ہو کر زبان سے قرآن شریف پڑھتے اور دل میں روٹیاں گنتے ہیں۔ اور میں نہیں جانتا کہ ظہر اور عصر یا مغرب اور عشاء کو سفر کی حالت میں جمع کرنا کب سے منع ہو گیا اور کس نے تاخیر کی حرمت کا فتوی دیا۔ (فتح اسلام۔ص ۱۷۔ ۲۶ حاشیہ)

اس واقعہ کی روایت مولانا عبداللہ شاہجہان پوری نے یوں فرمائی ہے:

مرزا صاحب علی گڈھ آئے تو مولوی اسماعیل صاحب بھی خبر پا کر فوراً مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عجیب شوق و ذوق کے ساتھ مرزا صاحب سے ملاقات کی۔ مگر مولوی صاحب کی ادراک صحیح نے ہر چند مرزا صاحب کی زیارت میں مضمون اذا رأوا ذکر اللّٰہ کو تلاش کیا مگر ہرگز اس کا نشان نہ پایا۔ زبان فیض ترجمان کو بھی افادہ فیوض ربانی میں قاصر پایا۔ تو مجبور ہو کر مولوی صاحب نے مرزا صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی رونق افروزی اس دیار میں گویا نعمت غیر مترقبہ ہے، ہم لوگ چاہتے ہیں کہ کچھ آپ کے افادات سے مستفید ہوں، آپ کسی عام جلسہ میں کچھ مطالب توحید کچھ اسرار رسالت بیان فرماویں۔ مرزا صاحب نے اس کو قبول فرمایا اور قریب تھا کہ اس کی بابت منادی عام کی جائے کہ اسی اثنا میں مرزا صاحب کا عنایت نامہ مولوی صاحب کے پاس آیا۔ مرزا صاحب نے اس میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ مجھے آج صبح کی نماز میں میرے خدا نے منع کیا ہے کہ میں کچھ بیان کروں، مجھ کو اشارہ بمنع کا ہوا ہے۔ اس وقت مولوی صاحب اور تمام مشتاقان فیض و استفادہ کو نہایت صدمہ ہوا۔ اس عرصہ میں جوق جوق مردمان شہر مرزا صاحب کی خدمت میں حصول برکات کے واسطے حاضر ہوئے۔ مگر جو آیا اس نے کہا کہ مرزا صاحب نے اہل بدعت سے ان کے حسب تمنا گفتگو کی اور دوسرے جلسہ میں اہل سنت سے ان کی مرضی کے موافق باتیں کیں، تیسرے جلسہ میں اہل تشیع کو راضی رکھا، چوتھے جلسہ میں کچھ اور ہی فرمایا۔ مولوی صاحب نے اس کو بھی سکوت سے ٹال دیا۔ اس کے بعد یہ مرحلہ پیش آیا کہ مولوی صاحب نے مرزا صاحب کی دعوت کی اور جلسہ دعوت میں مرزا صاحب کے انگریزی الہامات کا کچھ ذکر آ گیا۔ مولوی صاحب نے مرزا صاحب سے عرض کیا:

الہام کو بحق ملہم اس وجہ سے حجت سمجھا جاتا ہے کہ ملہم واسطہ کا محتاج نہیں ہوتا اور جب ایسی زبان میں الہام ہو جس کو ملہم نہ جانتا ہو تو لامحالہ ایسی زبان سے مراد الٰہی کے سمجھنے میں ملہم بھی محتاج واسطہ کا ہوگا۔ اس تقدیر پر ملہم اور غیر ملہم دونوں کے حق میں یہ الہام بنظر احتیاج الی الواسطہ برابر ہو جائے گا۔ اور احتیاج واسطہ میں یہ مشکل محتمل ہے کہ بعض اوقات اگر واسطہ غیر معتبر ہو، یا مخالف معاند ہو اور الہام کی مراد بالکل خلاف منشاء ربانی سمجھا وے تو اس صورت میں بجائے ہدایت کے یہ الہام اسباب ضلالت میں سے ہو جاویگا۔ پس اول تو پہلے ہی یہ اطمینان نہیں کہ الہام ربانی

اور وسوسہ شیطانی میں آسانی سے فرق ممکن ہو، اور جب یہ احتمال پیش آ گیا اور ملہم خود ہی مراد الٰہی سمجھنے میں معذور ہوگیا تو بالکل ہی یہ الہامات بے کار ہو گئے۔

یہ خلاصہ اس بات کا ہے جو مرزا صاحب سے جلسہ دعوت میں ہوئی۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے غالباً حالت سکر میں یہ فرمایا کہ بعض عوام الناس کو خواب میں دوسری زبان کی دعائیں تلقین کی جاتی ہیں جس کے معنی وہ نہیں جانتے۔ مولوی صاحب اس جواب سے اور بھی متحیر ہوئے اور اسی پر کلام ختم کیا۔ اور یہ سمجھا کہ یہ جواب بھی کچھ کم الہام سے نہیں ہے۔

اس کے بعد روز جمعہ واقعہ ہوا۔ مولوی صاحب نے مرزا صاحب سے تواضع امامت کی نہیں کی۔ اس کے سبب سے مرزا صاحب کو سخت پیچ و تاب ہوا اور غالباً اسی غیظ و غضب میں مرزا صاحب نے نماز ادا فرمائی جو درحقیقت ادا نہیں ہوئی اور جس کو مرزا صاحب نے خود بھی لکھا ہے کہ ہماری نماز نہیں ہوئی، جسکا اصلی منشا یہ تھا جو بیان کیا گیا۔

نماز کے بعد مرزا صاحب مولوی اسماعیل صاحب کے مکان پر آئے۔ اس وقت اتفاق سے اسی جلسہ میں کنور محمد عبد العلی خاں صاحب رئیس چھتاری بھی موجود تھے۔ مرزا صاحب سے ان کی ملاقات کرائی گئی مگر اس وقت انکو دیکھ کر مرزا صاحب کا تغیر احوال قابل دید تھا، نہ قابل شنید۔ مرزا صاحب فوراً پریشان ہو کر مولوی اسماعیل صاحب کو علیحدہ لے گئے اور مضطربانہ فرمایا کہ ان کو مجھ سے بیعت کرادو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ خود درخواست کرنا اور اس عجلت کے ساتھ، کچھ مناسب نہیں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ خود مرید ہو جاویں گے۔ مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو حارج مطالب سمجھا اور رخصت ہو گئے۔

مولوی صاحب دوسرے روز کنور محمد عبد العلی خان کو ہمراہ لے کر مرزا صاحب کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئے کہ اس وقت مرزا صاحب سے سرسری ملاقات ہوئی تھی، اب ملاقات خاص میں کچھ بات چیت تفصیلی ہوگی۔ مگر مرزا صاحب پھر فوراً رئیس مذکور کو علیحدہ مکان میں لے گئے اور مولویصاحب سے مخفی ان سے کہا کہ تم کو خدا کا حکم ہے کہ مجھ سے بیعت ہو جاؤ۔ رئیس مذکور نے اس وقت بہ لطائف الحیل اس کو ٹال دیا اور مرزا صاحب اور رئیس مذکور دونوں باہر آئے۔ مولوی صاحب نے مرزا صاحب کے چہرہ مبارک پر کچھ آثار تشتت اور رئیس مذکور کے چہرہ پر کچھ آثار تبسم تکذیب آمیز پائے۔ رئیس مذکور نے علیحدہ ہو کر مولوی صاحب سے خفت آمیز ہنسی کے ساتھ کہا کہ مرزا صاحب بیعت ہو جانے کو فرماتے تھے۔ مولوی صاحب کو نہایت ندامت اس وجہ سے ہوئی

کہ اہل اللہ کی خفت اسلام کی تفضیح ہے۔

پھر اس کے بعد مولوی صاحب مرزا صاحب سے نہیں ملے اور وقت رخصت جو چندہ پچاس چالیس روپئے کا مرزا صاحب کے واسطے مسلمانوں سے مولوی تفضّل حسین صاحب نے کیا مولوی صاحب شریک نہ ہوئے۔

اور سنیئے، سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا۔یعنی ڈاکٹر جمال الدین وارد شہر علی گڈھ ہوئے اور مولوی اسماعیل سے ملاقات کی اور مرزا صاحب کے حالات دریافت کیئے۔مولوی صاحب نے جو کچھ دیکھا بمقتضائے الدّین نصیحة کے صاف صاف کہہ دیا اور جو سستی نماز اور اتباع سنت میں مشاہدہ کی تھی، اس کا ذکر کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مرزا صاحب جلسہ میں لوگوں کی طرف متوجہ تھے اور عصر کی نماز فوت ہوا چاہتی تھی کہ ان کے خادم نے کہا نماز پڑھ لیجئے وقت جاتا ہے۔مرزا صاحب نے فرمایا کہ کیا ابھی نماز نہیں پڑھی؟ اس نے کہا نہیں پڑھی۔تو مرزا صاحب نے اٹھ کر بہت تنگ وقت میں نماز ادا کی جو نمونہ نقرة الغراب تھی۔کیا یہ بھی رخصت سفر میں داخل تھا؟ غرض کہ یہ سب باتیں مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے بیان کردیں۔

اور مرزا صاحب کے الہامات کا حال مولوی صاحب سے ایک ثقہ شخص مولوی سید احمد عرب نے بیان کیا تھا کہ میں نے دو مہینے قادیان میں رہ کر اس شخص کے مخفی حالات دریافت کیئے ہیں۔ یہ شخص رمال اور رمالانہ پیش گوئیاں بذریعہ آلات نجوم کے نکالا کرتا ہے، اسی کا نام الہام رکھ لیا ہے۔ یہ شخص پرہیز کے لائق ہے۔ یہ بھی مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیا ڈاکٹر صاحب نے واپس ہو کر یہ قصہ اور بندگان الٰہی سے بیان کیا۔ جب مرزا صاحب کو اس کا پتہ لگا تو مولوی صاحب اول کافر ٹھہرے۔ (منقول از شفاء للناس)

مراسلت ۱۸۹۱ء

مابین بٹالوی وقادیانی

مولانا بٹالوی اور مرزا قادیانی کے مابین ۱۸۹۱ء میں جو مراسلت ہوئی اس کا ایک حصہ ہم اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ سے تحریک ختم نبوت حصہ چہارم میں درج کر چکے ہیں ۔ اشاعۃ السنہ کا متعلقہ شمارہ مکمل دستیاب نہ ہونے کے باعث تحریک ختم نبوت حصہ چہارم طبع دہلی کے صفحہ ۳۰ سطر ۱۳ (اور طبع لاہور ص ۳۲ سطر ۱۵) میں لفظ محمد حسین کے بعد کچھ عبارت حذف کر دی گئی تھی ۔ اب جلد ۱۲ مکمل حالت میں مل گئی ہے اسلئے اسکے صفحہ ۳۷۷ کے آغاز سے ۳۹۲ تک عبارت نقل جاتی ہے ۔لکھا ہے:

☆ جیسے مسافر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا اترتے ہیں (یہ تاویل نزول بھی صریح انکار حدیث نزول سے بدتر ہے۔نزول کے یہی معنی مراد ہیں تو آپ اس نزول کو اپنے لئے کیوں تجویز نہیں کرتے، کسی آئندہ مسیح سے اس نزول کو کیوں مخصوص کرتے ہیں۔آپ خود مسافرانہ طور پر دمشق میں جا کر اتر سکتے ہیں۔بہتر ہے دمشق سے ہو آیئے پھر سچ مچ کے مسیح کہلایئے ۔محمد حسین) کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانے میں کوئی دجال بھی ہو (اس میں آپ اپنی اس تاویل دجال پر کہ اس سے : دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا۔ فتح اسلام ص ۱۴۔ مراد ہے، پردہ ڈال کر یہ جتانا چاہتے ہیں کہ سچ مچ کے دجال سے بھی ہم کو انکار نہیں، شاید کوئی ہو۔مگر یہ خیال نہیں فرماتے کہ جس حالت میں ہم مسیح بن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے سے صاف انکار کر چکے ہیں، تو اب اس دجال کے ماننے سے کیا فائدہ؟ اس سے ہم اس حدیث کے، جس میں دجال کا اور مسیح ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے، اور اسی مسیح ابن مریم کے ہاتھ سے دجال کے مارے جانے کا ذکر ہے، کب مصدق بنتے ہیں۔ محمد حسین)، حضرت مہدی بھی ہوں اور پھر اسلام میں سیفی طاقت پیدا ہو جائے (اس لفظ سے آپ نے ہندوؤں اور عیسائیوں کے اس دعوی کو کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے، مدد دی۔ اور اہل اسلام کے ان بیانات کی طرف توجہ نہ کی کہ اسلام اپنی صداقت سے پھیلا ہے۔محمد حسین) اور تمام لوگ مسلمان ہو جاویں۔مگر جو خدا تعالی نے اس عاجز پر کھولا ہے

صرف اتنا ہے، کہ یہ عاجز روحانی طور پر مثیل مسیح ہے اور روحانی طور پر موعود بھی ہے۔ اور نیز یہ کہ کوئی مسیح آسمان سے خاکی وجود کے ساتھ اترنے والا نہیں (اس نفی کو ناظرین خیال میں رکھیں۔ اس نفی کے ساتھ آپ کسی اثبات سے جو حدیث مسیح کی نسبت ظاہر کریں، مثبت و مصدق نہیں ہو سکتے۔ اسی نفی کا ذکر اس سے پہلے تینوں حواشی میں ہوا ہے۔ محمد حسین)۔ ظلّی اور مثالی طور پر مسیح کے آنے سے مجھے انکار نہیں بلکہ ایک کیا ہزار مسیح بھی کہا جائے تو میرے نزدیک ممکن ہے۔ میرے نزدیک احادیث صحیحہ بھی حقیقی طور پر مسیح کے اترنے کے بارے میں وہ زور نہیں دیتیں جو آج کل کے علماء خیال کر رہے ہیں۔ مسیح کا اترنا سچ، مگر ظلی اور مثالی طور پر۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب اپنے الہامات کے حوالہ سے اس عاجز کو ضال و مضل قرار دے چکے ہیں۔ اور ایسا کافر جس کو کبھی ہدایت نہیں ہوگی۔ اور میاں عبدالحق غزنوی بھی اپنے الہام کے حوالہ سے اس عاجز کو جہنمی قرار دے چکے ہیں۔ اور مولوی عبدالجبار صاحب فرماتے ہیں کہ جو کچھ میاں عبدالحق صاحب کے الہام ہیں، میں ان پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ صحیح اور درست ہیں۔ اب آپ کے کہنے سے وہ کیا سمجھیں گے (میں نے سمجھانے کا وعدہ نہیں کیا۔ صرف یہ وعدہ کیا ہے کہ میرے مان لینے کے بعد وہ آپ پر معترض نہ رہیں گے اور معارضہ نہ کریں گے۔ محمد حسین) اور آپ انہیں کیا سمجھائیں گے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے جس طرح چاہے گا، اس کی راہ پیدا کرے گا۔ اگر آپ کی ملاقات ہو، تو میں خوشی سے چاہتا ہوں۔ مگر آپ کے آنے کا کرایہ میرے ذمے رہے۔ میں آپ کو مالی تکلیف نہیں دینی چاہتا۔ یہ بہتر ہے کہ آپ اس جگہ آجائیں۔ بہر حال ملاقات کی خوشی تو اس بیماری کی حالت میں ہوگی۔ ازالۃ الاوہام عنقریب طیار ہوتا ہے۔ بھیج دونگا۔ ابھی کچھ باقی ہے۔ والسلام۔ غلام احمد

☆ جواب از مولانا بٹالویؒ

لاہور ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرمی جناب میرزا صاحب

آپ کے خط کے جواب میں کوتاہ سخنی کرتا ہوں اور مکلّف ہوں کہ اگر آپ زیادہ بحث و کلام کی طاقت نہیں رکھتے اور مجھے جلد دیکھنا چاہتے ہیں تو صرف اتنا کریں کہ اپنے اس الہام کا جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کا، اور ابن مریم کے موعود نہ ہونے کا دعوی ہے، فیصلہ براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنہ کے ریویو براہین احمدیہ سے منظور کریں۔ اور یہ اقرار و وعدہ تحریری دیں کہ اگر براہین اور اس کے ریویو سے یہ الہام غلط ثابت ہوا تو ہم اس الہام کو غلط سمجھیں گے اور اس سے رجوع کا اشتہار دیں گے۔ یہ فیصلہ منظور ہو تو صرف اس عبارت کی تحریر پر اکتفا کریں، اس میں اور کوئی قید نہ

بڑھائیں ۔آپ خط سابق میں دعوی بھی کر چکے ہیں کہ ہم نے براہین احمدیہ سے بڑھ کر کچھ نہیں کہا، بلاکم وبیش وہی کہا جو اس میں کہا تھا اور تم (اے محمد حسین) اس کی تصدیق کر چکے ہو۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ میں براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنہ کے ریویو براہین کو حکم بناتا ہوں ۔آپ اس تحکیم کو منظور کریں گے، تو میں اس امر کے تصفیہ کیلئے آپ کے پاس انشاء اللہ پہنچونگا۔ اس سے بڑھ کر کوتاہ کلامی کیا ہوسکتی ہے اور انصاف پسندی کی کون سی حد باقی رہتی ہے۔

آپ نے اس تحکیم کو منظور نہ کیا تو میں بسم اللہ پڑھ کر آپ کے اس الہام کا جواب لکھنا شروع کرونگا۔ اور اس مراسلت کی نقل تمام وکمال چھاپ دوں گا۔ پھر آپ کسی وجہ سے شکایت کا حق نہ رکھیں گے اور استعجال کو میری طرف نسبت نہ کرسکیں گے۔

میرے وہاں جلد آنے کے لئے یہ بھی ایک شرط ہے کہ میں ازالۃ الاوہام کے اوراق جس قدر چھپ چکے ہیں، یہاں دیکھ لوں، باقی پھر سہی ۔ فتح اسلام اور توضیح المرام کی دو دو تین تین کا پیاں اور بھیجئے ۔ اکثر لوگ مانگتے ہیں ۔آپ کا ناصح مشفق ۔ ابوسعید محمد حسین

☆ مرزا قادیانی نے جواباً لکھا:

مخدومی مکرمی ...آپ کا خط آج کی ڈاک میں مجھ کو ملا اور اس کے پڑھنے سے مجھ کو بہت ہی افسوس ہوا کہ آپ مکالمات الٰہیہ کے امر کو لہو ولعب میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس عاجز (مرزا) نے براہین کے صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ میں اس ظاہری عقیدے کی پابندی سے جو مسلمانوں میں مشہور ہے، یہ عبارت لکھی ہے کہ : یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے۔ اور جب حضرت مسیحؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائے گا۔ چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے، اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک رکھا ہے۔ فقط۔ (اس لفظ فقط کا مطلب ہم نہیں سمجھتے کہ کیا ہے۔ اگر اس سے یہ ظاہری معنی مراد ہیں کہ بس اتنی ہی بات ہم نے براہین احمدیہ میں اس مضمون کے متعلق کہی ہے، تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اس کے متعلق کچھ اور بھی لکھا ہے جو ہمارے جواب آئندہ میں منقول ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے الہام سے لکھا ہے۔ اور اگر اس لفظ سے کچھ اور مطلب ہے تو وہ محتاج بیان ہے ۔ محمد حسین) لیکن ان عبارتوں کو اس امر کیلئے دستاویز ٹھیرانا کہ براہین میں اول یہ اقرار ہے، اور پھر اسکے مخالف یہ دعوی ۔ ایسا خیال سراسر غلط اور دور از حقیقت ہے اے میرے عزیز دوست اس عاجز کے اس دعوی کی جو فتح اسلام میں شائع کیا گیا ہے

اپنے علم اور عقل پر بِنا نہیں، تا ان دونوں بیانات میں بوجہ اتحادِ بِنا صورت تناقض پیدا ہو۔ بلکہ براہین کی مذکورہ بالا عبارتیں تو صرف اس ظاہری عقیدے کی رو سے ہیں۔ جو سرسری طور پر عام طور پر اس زمانہ کے مسلمان مانتے ہیں۔ اور دعوی کی بِنا الہام الٰہی اور وحی ربانی پر ہے پھر تناقض کے کیا معنی ہیں۔ میں خود یہ مانتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں کہ جب تک خدا تعالی کسی امر پر بذریعہ اپنے خاص الہام کے مجھے آگاہ نہ کرے میں خود بخود آگاہ نہیں ہوسکتا۔ اور یہ امر میرے لئے کچھ خاص نہیں۔ اس کی نظیریں انبیاء کی سوانح میں بہت ہیں۔ ملہم لوگ بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے۔ لا علم لی الّا ما علّمنی ربّی۔ بلکہ خدا تعالی کا سمجھانا بھی جب تک صاف طور پر نہ ہو، انسان ضعیف البنیان اس میں بھی دھوکہ کھا سکتا ہے۔ فذهب وهلی کی حدیث آپ کو یاد ہی ہوگی (یہ حدیث صحیح بخاری میں بصفحہ ۵۵۱ منقول ہے۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں آپکے دار الہجرۃ کی صورت دکھائی گئی کہ وہ ایک کھجوروں والی جگہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس خواب کی تعبیر سوچی تو آپ کا خیال یمامہ کی طرف گیا۔ مگر آخر وہ جگہ مدینہ نکلی۔ مگر اس حدیث سے آپ (مرزا) کے سابق اعتقاد نزول جسمانی مسیح کو کوئی تعلق نہیں۔ وہ اعتقاد آپ کے الہام کی تاویل سے نہ تھا بلکہ نصوص صحیحہ سے۔ محمد حسین)

اب خدا تعالی نے فتح اسلام کی تالیف کے وقت مجھے سمجھایا تب میں سمجھا اس سے پہلے کوئی اس بارے میں الہام نہیں ہوا کہ درحقیقت وہی مسیح آسمان سے اتر آئے گا۔ اگر ہے تو آپ کو پیش کرنا چاہیے (سیاق عبارت ۴۹۹ براہین احمدیہ اور اس کا ایک فقرہ اس بیان سامی کے الہامی ہونے پر شاہد ہے جو ہمارے آئندہ خط ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء کے آخر میں منقول ہے۔ مگر امید نہیں کہ آپ اس کو بلا تاویل مان لیں۔ محمد حسین)۔ ہاں یہ عاجز روحانی طور پر مثیل موعود ہونے کا براہین میں دعوی کر چکا ہے۔ جیسا کہ اسی صفحہ ۴۹۸ (براہین) میں موعود ہونے کی نسبت یہ اشارہ ہے صدق اللّٰہ و رسولہ چونکہ آپ نے اپنے ریویو میں اس دعوی کا ردّ نہیں کیا، اس لئے اپنے اس معرض بیان میں سکوت اختیار کر کے، اگرچہ ایمانی طور پر نہیں، مگر امکانی طور پر، مان لیا۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس عاجز نے خدا تعالی سے الہام پا کر براہین احمدیہ میں ابن مریم کے موعود یا غیر موعود ہونے کے بارے میں کچھ بھی ذکر نہیں کیا صرف ایک مشہور عقیدہ کے طور سے ذکر کر دیا تھا۔ آپ کو اس جگہ اوپر پیش کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ ہمارے نبی ﷺ بھی بعض اعمال میں جب وحی نازل نہیں ہوتی تھی، انبیاء بنی اسرائیل کی سنن مشہورہ کا اقتداء کیا کرتے تھے۔ اور وحی کے بعد جب کچھ ممانعت پاتے تھے، تو چھوڑ دیتے تھے۔ اس کو تو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا

ہے، آپ جیسے فاضل کیوں نہیں سمجھیں گے۔ مجھے نہایت تعجب ہے کہ آپ یہی طریق انصاف پسندی کا قرار دیتے ہیں، کیا اس عاجز نے کسی جگہ دعوی کیا ہے کہ میرا ہر ایک نطق وحی اور الہام میں داخل ہے۔ اگر آپ طریق فیصلہ اسی کو ٹھہراتے ہیں، تو بسم اللہ میرے رسالہ کا جواب لکھنا شروع کیجئے آخر حق کو فتح ہوگی۔

میں نے آپ کو ایک صلاح دی تھی کہ عام جلسہ علماء کا بمقام امرتسر منعقد ہو اور ہم دونوں حسبۃً للّٰہ و اظھاراً للحق اس جلسہ میں تحریری طور پر اپنی اپنی وجوہات بیان کریں اور پھر وہی وجوہات حاضرین کو پڑھ کو سنا دیں اور وہی آپ کے رسالہ میں چھپ جائیں۔ دور نزدیک کے لوگ خود دیکھ لیں گے۔ جس حالت میں آپ اس کام کے لئے ایسے سرگرم ہیں کہ کسی طرح رکنے میں نہیں آتے اور جب تک اشاعۃ السنہ میں عام طور پر اپنے مخالفانہ خیال کو شائع نہ کر دیں، صبر نہیں کر سکتے تو کیا اس تحریری مباحثہ میں کسی فریق کی کسر شان ہے۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس جلسہ میں خاک کی طرح متواضع ہو کر حاضر ہو جاؤنگا اور اگر کوئی ایسی سخت دشنامی بھی کرے جو انتہاء تک پہنچ گئی ہو، تو میں اس پر بھی صبر کرونگا۔ اور سراسر تہذیب اور نرمی سے تحریر کرونگا۔ خدا تعالی خوب جانتا ہے، جو اس نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔

(تواضع، صبر اور نرمی کا ایک نمونہ یہی پرائیویٹ اور دوستانہ مراسلت ہے جس میں آخر آپ ایسے گھبرا گئے ہیں کہ اپنے مخاطب، جس کی نیت اور علم اور تہذیب کی جا بجا تعریف بھی کرتے چلے آئے ہیں، کے خیال اور استدلال کی نسبت لہو ولعب کے الفاظ استعمال کر گئے ہیں۔ مجلس عام میں یہ الفاظ استعمال ہوتے تو خدا جانے کیسا اشتعال پیدا کرتے۔ یہی الفاظ آپ کے الہام وخیال ومقال کی نسبت فریق ثانی کی زبان سے نکلتے تو اس کا نتیجہ جو ظاہر ہوتا، وہ ظاہر ہے۔ آخری تحریر میں تو آپ نے کھلم کھلی گالیاں دی ہیں۔ اگلا خط ملاحظہ ہو۔ مجھ کو مرزا صاحب سے خط وکتابت کرنے کا دو دفعہ اتفاق ہوا ہے۔ ایک دفعہ حال میں، اور ایک دفعہ اس سے پہلے ۱۸۸۷ء میں۔ حال کی مراسلت تو ہدیہ ناظرین ہے۔ ۱۸۸۷ء کی مراسلت کو ہم ریویو کے ذیل میں نقل کریں گے انشاء اللہ تعالی۔ اس دو دفعہ کی مراسلت سے ہم کو تو یہی ثابت ہوا ہے کہ مرزا صاحب کا حوصلہ تھوڑا ہے۔ آپ گفتگو سے گھبرا جاتے ہیں۔ ایسا ہی ہم نے ان لوگوں سے سنا ہے جن کو آپ سے بالمشافہ گفتگو کا اتفاق رہا ہے کہ آپ گفتگو کرنے سے گھبرا جاتے ہیں۔ اور اپنے مخالف کے حق میں بے جا الفاظ کہہ دیا کرتے ہیں۔ ومع ہذا ہم کو مرزا صاحب سے مجمع عام میں گفتگو کرنے سے عذر نہیں وہ صبر اور نرمی نہ کریں گے تو انشاء اللہ ہم کریں گے، اور ان کی سخت باتیں سنیں گے۔ مگر اس جلسہ کا اہتمام اپنے ذمہ نہیں لے

سکتے۔ یہ اہتمام وہ اپنے ذمہ لیں جو اس مجمع کے شائق و خواستگار ہیں، ہم شریک جلسہ ہونے کو حاضر ہیں بشرطیکہ وہ اس میں جلد کریں۔ ماہ اپریل ۱۸۹۱ء میں سفر پیش آ گیا تو میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ اوائل اپریل میں انتظام جلسہ کر کے مجھے اطلاع دیں تو میں سفر ملتوی کر سکتا ہوں۔ محمد حسین)

اگر آپ مجھے اب بھی اجازت دیں تو میں اشتہارات سے اس جلسہ کیلئے عام طور پر خبر کر دوں۔ اب میری دانست میں خفیہ طور پر آپ کا مجھ سے ذکر کرنا مناسب نہیں۔ (خفیہ مذاکرہ کا کون خواستگار ہوا ہے۔ آپ کو اختیار ہے۔ اس پرائیویٹ گفتگو میں جو میں قبل از انعقاد جلسہ عام چاہتا ہوں جس قدر لوگوں کو چاہیں شامل کر لیں۔ الغرض جس قدر جلد ممکن ہو مجھے بات چیت کرنے کا موقع دیں۔ مجھ سے گفتگو کرنے کو جلسہ عام پر موقوف نہ رکھیں، وہ وقوع میں آتا نظر نہیں آتا۔ محمد حسین) جب آپ بہر حال اشاعت پر مستعد ہیں، تو محض للہ اس طریق کو منظور کریں۔ خاکسار غلام احمد از لودیانہ ۱۴ مارچ ۱۸۹۱ء

جناب بٹالوی نے یہ جواب لکھا:

لاہور ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب

آپ کے خط کو میں نے کمال افسوس سے پڑھا۔ اس کے شروع میں جو الفاظ لہو ولعب استعمال کئے گئے ہیں وہ بڑے موہم ہیں، اور ان کا اثر دور تک پہنچ سکتا ہے (یعنی ان آیات و احادیث تک جو نزول مسیح ابن مریم کے باب میں وارد ہیں۔ محمد حسین) ایسے الفاظ آپ اس شخص کے مقال و استدلال کی نسبت استعمال کر سکتے تھے، جو آپ کو ملہم سمجھے اور آپ کے الہام زیر بحث کو الہام رحمانی تسلیم کرے۔ اور پھر اس کا معارضہ صرف اپنے بے دلیل خیال سے کرے۔ اور جو شخص آپ کو اور آپ کے الہام کو ایسا نہ سمجھے اور آپ کے اس غلط خیال کو، جس کو آپ الہام سمجھتے ہیں، احادیث صحیحہ اور اصول مسلّمہ سے ردّ کرے اس کے مقال و استدلال کی نسبت آپ کو ان الفاظ کا استعمال کرنا کیا جائز ہے۔ ہر گز نہیں۔ آپ مجمع عام میں خاکساری اور تواضع کا وعدہ دیتے ہیں مگر ایک پرائیویٹ تحریر میں تو آپ سے یہ نہ ہو سکا۔ گزشتہ را صلوات آئندہ احتیاط۔ براہین احمدیہ کے مضمون نزول جسمانی مسیح کو آپ ایک غلط خیال جانتے تھے تو آپ نے ایک خط میں یہ کیوں لکھا تھا کہ

> درحقیقت ان رسالوں میں کوئی نیا دعوی نہیں کیا تھا۔ بلکہ بلا کم و بیش وہی دعوی ہے جس کا براہین احمدیہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے، جس کو آنمکرم اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں امکانی طور پر تصدیق کر چکے ہیں۔ پھر متعجب ہوں کہ اب پھر دوسری مرتبہ آنمکرم کو لکھنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ کیا وہی کافی نہیں جو پہلے آنمکرم اشاعۃ السنہ جلد سات میں تحریر فرما چکے ہیں۔ جبکہ اول

سے آخر تک وہی دعوی، وہی مضمون، وہی بات ہے، تو پھر آپ جیسے محقق کی نگاہ میں نیا معلوم ہو۔ کس قدر مقام تعجب ہے (مکتوب مرزا قادیانی ۲۳ فروری ۱۸۹۱ء)،

جس پر تحکیم براہین احمدیہ اور ریویو براہین احمدیہ کی طرف آپکو بلایا گیا تھا۔ آپ اگر ایسا نہ لکھتے بلکہ بجائے اس کے یوں لکھتے کہ براہین احمدیہ میں ہم نے غلطی کی ہے اور اس میں عوام جہال یا علماء اہل ضلال، جو مسیح کا جسمانی نزول مانتے ہیں، کی تقلید اختیار کر کے وہ بات لکھی تھی، اب ہم کو یہ حق سوجھا جو اور مسلمانوں کے کیا، ہمارے خیال میں بھی نہ گزرا تھا، تو آپ کو تحکیم براہین و ریویو براہین کی طرف نہ بلایا جاتا۔ اب آپ براہین کے مضمون مذکور کو غلط بتاتے ہیں لہذا میں بھی اب اسکو حکم نہیں بناتا کیونکہ اس الہام کی تغلیط مضمون براہین احمدیہ کی تسلیم پر موقوف نہیں۔ احادیث صحیحہ اور اصول مسلمہ اتفاقیہ سے اسکی تغلیط آسانی سے ممکن ہے۔ اگر آپ مجھے گفتگو کا موقع دیں۔

آپ اس گفتگو کے لئے انعقاد مجمع عام کو شرط ٹھیراتے ہیں جس سے گفتگو میں التواء ہوتا جاتا ہے۔ میری طرف سے آپ کو اختیار ہے آپ شوق سے مجمع کریں اور اس کا اہتمام اپنے ذمہ لیں۔ میں بھی اس مجمع میں اگر وطن میں رہا (اب میں نے عزم سفر فسخ کر دیا ہے، لہذا ماہ اپریل ۱۸۹۱ء تک یہ شرط بھی معاف۔ محمد حسین) تو شریک ہو جاؤنگا انشاء اللہ تعالی۔ مگر اس مجمع سے پہلے خاص مجھ سے ایک پرائیویٹ جلسہ میں اپنے خیال و مقال کی بابت گفتگو کرنے سے آپ کیوں رکتے ہیں۔ کیا وہ گفتگو انعقاد مجمع عام کیلئے ایک مانع اور روک ہو جائے گی؟ جس فائدہ کی آپ مجمع عام سے امید رکھتے ہیں وہ اس مجمع سے، جب وہ ہو، حاصل کریں اس سے پہلے مجھ سے تو دو حرفی بات کر لیں۔ اس خط کے جواب میں آپ نے مجھے بلایا تو میں پہلے چند اصول، جن پر ہمارا آپ کا فیصلہ ہوگا، آپ سے تسلیم کراؤنگا، اسکے بعد گفتگو کے لئے حاضر ہونگا۔ اور اگر آپ نے مجھے نہ بلایا تو میں اپنے خیال کا اظہار اشاعۃ السنہ میں کر دونگا۔ بالفعل اتنا ہوگا کہ اس تمام کارسپانڈنس کو جس سے میری رائے اور آپ کے خیالات و دلائل کا ناظرین کو اجمالی علم ہوسکتا ہے، میں چھاپ دونگا۔ آئندہ جو وقوع میں آئے گا، وقتاً فوقتاً مشتہر کیا جائے گا۔

آپ اعتقاد نزول جسمانی مسیح کو جو زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں آپ رکھتے تھے اور اس کے صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ میں ظاہر کر چکے ہیں، آنحضرت ﷺ کے اس فعل کی جو باقتداء سنن مشہورہ انبیاء بنی اسرائیل آپ نے کیا، پھر بحکم وحی اس کو چھوڑ دیا، یا اس خیال کی جو کسی الہام کے معنی سمجھنے میں آپ ﷺ کے دل میں گزرا پھر وہ غلط ثابت ہوا، نظیر ٹھہراتے ہیں اور یہ غور نہیں فرماتے کہ وہ

اعتقاد احادیث صحیحہ اور ان کے معانی قطعیہ اتفاقیہ سے آپ کے دل میں مستحکم تھا جس کو آپ نے کمال وضاحت سے بیان کیا اور اب اسکا خلاف ایک ایسے خیال سے کیا جس کا ان احادیث پر عرض کرنا اور درصورت اختلاف اس خیال کو غلط سمجھنا آپ کو واجب تھا اور اگر اب وہ اعتقاد آپ کے نزدیک سنن مشہورہ بنی اسرائیل یا الہام کی غلط تاویل کی نظیر ہو گیا تھا تو آپ پر اس امر کا اظہار واجب تھا اور اس مضمون کا اشتہار عین فرض کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ میں جو ہم نے حضرت مسیح علیہ السلام کا دنیا میں دوبارہ آنا اور جسمانی نزول فرمانا بیان کیا ہے وہ مطلب الہام کو غلط سمجھنے یا اس وقت کے گمراہ مسلمانوں (جن کو آپ یہودیوں سے ملا چکے ہیں، دیکھو فتح اسلام ص ۱۲، ۱۴، ۱۵ وغیرہ) کی تقلید سے تھا، اب ہم کو خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے کہ اس نزول جسمانی سے روحانی نزول مراد ہے اور ابن مریم سے غلام احمد بن غلام مرتضی مراد ہے اور یہ ہرگز جائز نہ تھا جیسا کہ آپ نے اپنے ایک خط (۲۳ فروری ۱۸۹۱ء) میں صاف لکھا ہے اور فتح اسلام میں بھی جتایا ہے کہ جو کچھ ہم نے اب دعوی کیا ہے یہ بلا کمی بیشی براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ میرے عزیز دوست آپ مضمون براہین احمدیہ اور اس نئے دعوی دونوں کو سچا کرنا چاہتے ہیں اور ناسخ و منسوخ دونوں کو تسلیم کراتے ہیں جو کمال درجہ کا مغالطہ ہے جس سے ادنی منصف کو احتراز واجب ہے، چہ جائے کہ آپ جیسا ملہم ہو۔ اب بھی وقت ہے اپنے سابق عقیدے کی غلطی یا منسوخیت کا اشتہار دیں ورنہ لوگ آپ کو مضمون براہین سے الزام دیں گے۔

روحانی طور پر آپ کے مسیح یا مثیل ہونے (جس کا بیان بصفحہ ۴۹۸ وغیرہ براہین احمدیہ کے ہے) کے امکان پر میرا سکوت کیا، اس کا صریح اقرار اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۷ میں بصفحہ ۱۹ موجود ہے۔ مگر اس سکوت یا اقرار سے آپ کے جدید دعوی کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ پھر آپ کس خیال سے بار بار میری کلام کا حوالہ دیتے ہیں اور رسالہ ازالۃ الاوہام میں اس کو نقل کرنے کا ذکر فرماتے ہیں۔

میرے پیارے دوست میرے مضمون ریویو کا ایک حرف آپ کے اس دعوی جدید کا مصدق نہیں ہے۔ نہ آپ نے براہین احمدیہ میں یہ دعوی صراحۃً یا اشارۃً کیا، نہ میں نے اس کی تصدیق و تائید میں کوئی کلمہ لکھا۔ آپ سخت غلطی کریں گے اگر میری عبارت ریویو سے اس جدید دعوی کے اثبات کے درپئے ہوں گے۔ میں کیونکر آپ کے اس دعوی پر، اگر وہ ہوتا، سکوت کر سکتا تھا جس حالت میں آپ خود اس کی تکذیب کر چکے ہیں اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ میں اس کے برخلاف یہ تصریح کر چکے ہیں:

. یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب وہ مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگانی کا نمونہ ہے (ان اوصاف میں سے ایک بھی وصف مسیح کا آپ میں نظر نہیں آتا۔ بلکہ ان اوصاف کا کلی خلاف آپ میں پایا جاتا ہے مسیح میں اور آپ میں ایسا فرق نظر آتا ہے جیسا زمین آسمان میں فرق ہے۔ محمد حسین) اور اس عاجز کی اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے، گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدّے اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ﷺ ۔ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا مورد ہے۔

اس عبارت کے سیاق سے اور اس کے ان الفاظ سے کہ . اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے . یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے اس مقام میں کہا ہے وہ الہام سے کہا ہے صرف یہودیوں (بزعم جناب مسلمانوں) کی تقلید سے نہیں کہا۔ بناء علیہ یہ جدید الہام اس الہام قدیم کے مخالف ہے مگر شاید اس میں آپ یہ عذر کریں کہ الہام کی عبارت ایک حد تک ختم ہو چکی ہے اور اس کی آخری عبارت جس میں مسیح کے جسمانی مصداق ہونے کا بیان ہے غیر الہامی ہے۔ لہذا میں اس عبارت کو الہامی ٹھہرا کر تناقض کا الزام نہیں دیتا، صرف یہی چاہتا ہوں کہ آپ مضمون عبارت مذکور کے غلط ہونے کا اشتہار دیں اور اس مضمون اور مضمون الہام جدید کو ایک نہ کہیں۔

مولوی نور الدین صاحب کے خط کی نسبت آپ نے اب تک رائے ظاہر نہیں کی۔ میں پھر اس کا مطالبہ کرتا ہوں (اب تک آپ نے اس خط کی نسبت رائے ظاہر نہ کی جس سے آپ کا بے ریا، باخدا ہونا جیسا ثابت ہے، ناظرین پر مخفی نہیں۔ محمد حسین) فتح اسلام اور توضیح المرام دونوں منگائے گئے تھے آپ نے ارسال نہیں کئے (بعد میں رسائل آ گئے)۔ آپ کا ناصح مشفق۔ ابو سعید محمد حسین

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس خط کے جواب میں ۲۹ مارچ کو لودہانہ سے ایک خط پہنچا جو نہ تو مرزا کے قلم کا لکھا ہوا تھا اور نہ اس پر ان کا دستخط ثبت تھا۔ اور اس کے ساتھ مرزا کا وہ اشتہار پہنچا جو ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو انہوں نے شائع کیا تھا۔ ہم نے اس خط کو اس پر یادداشت ذیل لکھ کر واپس کیا:

اس خط پر مرزا غلام احمد صاحب کا دستخط نہیں ہے لہذا واپس ہے وہ اس پر توجہ دلانا چاہتے ہیں تو اس پر دستخط کر کے واپس کریں۔

آج یکم اپریل (۱۸۹۱ء) کو اس خط کی نقل واپس آئی ہے جس پر مرزا صاحب کی قلم سے یہ عبارت ثبت ہے:

السلام علیکم۔ اس عاجز کی منشاء کے موافق ہے۔ خاکسار غلام احمد ۳۱ مارچ ۱۸۹۱ء۔

جس سے صاف ثابت ہے کہ اس خط کا راقم کوئی اور شخص ہے۔ مرزا صاحب صرف اس کے مصدق و موافق ہیں۔ لہذا ہم اس خط کو اس رسالہ میں نہیں دیتے۔ اور اس کے راقم کو (جس کو ہم پہچان گئے ہیں اور اس کے غیر مہذب اور بے ادب ہونے کے سبب جس کا ثبوت عنقریب اس کی ایک تحریر سے ناظرین کو ملے گا) اپنا مخاطب بنانا پسند نہیں کرتے۔ ہاں اس خط کے مضمون کا جس کے مرزا صاحب مصدق ہیں، جواب دینا ہمارا فرض ہے۔ سو ذیل میں معروض ہے:

اس خط میں ہمارے خط مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء کی کسی بات کا جواب نہیں ہے۔ صرف اسی پرانے دعوی کا اعادہ ہے کہ پرائیویٹ گفتگو میں کچھ فائدہ نہیں لہذا ہم جلسہ عام میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں جس کو آپ نے اشتہار ۲۶ مارچ میں طعن وطنز سبّ وشتم سے مجلی ومزین کر کے ادا فرمایا ہے (جیسے اپنے مخاطبین کے حق میں نام لے کر آپ کا یہ کہنا کہ وہ علم کی پردہ دری کراتے ہیں، اور ان کی یہ حرکت کہ وہ ان کے دعوی پر قبل از مباحثہ نکتہ چینی کرتے ہیں حیا اور ایمان کے مخالف ہے جو اس کہنے کے برابر ہے کہ وہ بے ایمان وبے حیا ہیں وغیرہ وغیرہ جو اصل اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں ملاحظہ کے لائق ہیں)۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس خط اور اس اشتہار سے آپ نے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات کو قطع کر دیا ہے اور مخاصمانہ مباحثہ کی بنا کو قائم ومستحکم کر دیا۔ لہذا ہم بھی آپ سے دوستانہ و برادرانہ بحث بلکہ پرائیویٹ ملاقات تک نہیں چاہتے اور مخاصمانہ مباحثہ کے لئے حاضر ومستعد ہیں آپ جس دن اور جس مقام مباحثہ کرنا چاہیں، ہم حاضر ہیں۔ ہماں میداں ہماں چوگاں ہمیں گو۔ انعقاد مجلس عام کا انتظام آپ کے ذمہ ہے کیونکہ پہلے آپ ہی اس کے مدعی بنے ہیں۔ اور بعد تقرری تاریخ ومقام وحسن انتظام حاضر ہونا ہمارے ذمہ (مگر قبل از مباحثہ ازالۃ الاوہام بھیج دیں۔ تمام نہیں، تو جس قدر چھپا

ہے اسی قدر سہی ۔محمد حسین)۔آپ جانتے ہیں کہ ماہ اپریل میں ہمارا عزم سفر تھا، اسی مباحثہ کے شوق سے ہم نے اس عزم کو فسخ کیا ہے (بحالت مجبوری سفر پیش آ گیا تو جہاں جاؤنگا وہیں سے پہنچونگا۔ جب آپ بلائیں گے۔سفر خرچ دینا تو آپ مان ہی چکے ہیں ۔محمد حسین)۔اب ماہ اپریل کو بھی آپ نے ٹلایا (جیسا کہ ۸ مارچ پھر ۲۳ مارچ کو مقرر کر کے ٹلایا اور اس کا ایفاء واہتمام نہ کیا) تو لوگ آپ کی طرف گریز کو منسوب کریں گے اور صاف کہیں گے کہ آپ جلسہ عام کے حیلے و بہانہ سے مباحثہ کو ٹلاتے ہیں۔

یہ اصل مدعا کا جواب ہے ۔رہا جواب سبّ وشتم وطعن وطنز۔سو ہماری طرف سے یہ ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی ہمیشہ یہی رہے گا

بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

یہ بدگوئی آپ جیسے مسیح ثانی الہامیوں کے لئے سزاوار ہے۔اور نورانی روحانی اشخاص کے اپنے بھائیوں سے ایسے ہی اخلاق ہونے چاہئیں۔آپ اپنے خط ۲۳ فروری اور باقی خطوط ..کو ملاحظہ فرمائیں اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر انصاف سے کہیں کہ آپ کے الفاظ اشتہار کی نسبت آپ کے وہ خطوط وفقرات کیا کہہ رہے ہیں۔اسی غرض سے ہم نے ان فقرات پر نوٹ لگائے تھے آپ نے ہم پر احسان کیا کہ ہمارے نوٹوں کی طرف ناظرین کو توجہ کرنے کا جلد موقع دیا۔اور ہمارے حاشیہ (مکتوب مرزا ۱۴؍۱ مارچ) کو بخوبی تصدیق کیا۔ان الفاظ کی تحریر سے آپ نے ایک احسان ہم پر یہ کیا ہے کہ ہماری ۱۸۸۷ء کے بعد کی رہی سہی حسن ظنی کو خیر باد کہلایا۔اور اس امکانی تصدیق کو جو ریویو براہین احمدیہ میں ہو چکی تھی وہ آپ کے جدید الہامات کی نسبت رائے ظاہر کرنے سے مانع تھی، آپ نے اٹھا دیا، لہذا ہم کو اس بدگوئی کے مقابلہ میں شکر یہ واجب ہے نہ اس کی جواب دہی ترکی بہ ترکی۔اس جواب کیلئے اور بہت لوگ ہیں۔اور کلوخ انداز را پاداش سنگ ست پر عمل کرنے کو مستعد۔بہتر ہے کہ آپ اس عادت کو جو ابتدائے زمانہ تالیف براہین احمدیہ سے آپ نے اختیار کر رکھی ہے چھوڑ دیں۔اور اس شعر کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں

دہن خویش بدشنام میالا صائب کیں زرقلب بہر کس کہ دہی باز آید

(اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۲۔ص ۳۷۷۔۳۸۸)

فتنہ قادیانی

ابھی فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہوگا

مولانا محمد حسین بٹالوی اشاعہ السنہ جلد۱۳ کے اداریئے میں رقم طراز ہیں:

ہمارے ناظرین اس دفعہ اشاعۃ السنہ میں صرف مرزا قادیانی کے متعلق ایک ہی مضمون سو بھی شخصی وجزئی بحث کا متضمن دیکھ کر متعجب ہونگے اور شائد زبان حال یا قال سے مجھ کو اس مصرع سے خطاب کریں: کجا بوداشہب کجا تاختی ۔ اور کہیں کہ اشاعۃ السنہ تو شخصی و جزئی مباحث سے قلم کو روک چکا اور مسلمانوں کی باہمی نزاع کی موقوفی کے درپئے، اور اتفاق واتحاد میں کوشاں تھا۔ اب اس کو کیا ہوگیا ہے کہ ایک مسلمان سو بھی کیسا؟ ولی، مجدد، ملہم، محدث سے جا لپٹا اور ایسا لپٹا کہ مسائل کلی واتفاقی زیر بحث کو یکلخت بھول گیا۔ ولیکن وہ مہربان اگر صبر وتحمل کو کام میں لاکر اس مضمون کو اور اس قسم کے مضامین آئندہ کو اول سے آخر تک پڑھ جائیں گے تو امید ہے کہ اشاعۃ السنہ کو اس روش کی تبدیلی اور موجودہ قیل وقال پر نہ صرف معذور رکھیں گے بلکہ مصیب وماجور قرار دیں گے۔ اور یہ یقین کرلیں گے کہ اس کے یہ مباحث جزئی وشخصی نہیں بلکہ کلی وقومی ہیں اور ان میں کسی مسلمان یا ملہم مجدد ومحدث کا مقابلہ نہیں بلکہ نیچریوں، آریوں، عیسائیوں اور فلسفیوں کی جماعتوں سے، جن میں درپردہ مخاطب (مرزا) بھی شامل وداخل ہے، مقابلہ ہے اور ان میں بحث ابھی کسی خاص مسئلہ جزئی میں نہیں ہوئی بلکہ ان کلیات وامہات مسائل پر بحث ہے جو اسلام اور جملہ ادیان سماویہ کے اصل اصول ہیں۔ اور وہ یہ جان لیں گے کہ میرزا قادیانی جو ایک وقت تک فرقہ ہائے مذکورہ بالا کا مقابل اور تائید اسلام کا مدعی تھا اب وہ اپنی نبوت کا مدعی ہوگیا ہے۔ اور اصول اسلام کے برخلاف نیچریہ، نصاریٰ، آریہ اور فلاسفہ کے اصول کو از سر نو زندہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر ازآنجا کہ اس کو اس امر کا خوب یقین ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج اور بانی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کا صریح مقابل ہوکر اپنی نبوت کا سلسلہ قائم نہیں کرسکتا اور اس صورت خروج ومقابلہ میں کوئی مسلمان اس کی دعوت قبول نہ کرے گا اور وہ مسلمانوں کو اپنے دام میں لانے اور دعویٰ کو ان سے قبول کرانے کی غرض سے

بظاہر اسلام اور اتباع خیر الا نام کا مدعی ہے اور خدا و رسول کی کلام کو پھیر پھار کر اپنے دعاوی باطلہ کے ثبوت پر دلیل ٹھیراتا اور واقفوں میں پھیلاتا اور اہل اسلام کی پبلک میں کہتا ہے کہ مسیح موعود جس کے قیامت سے پہلے آنے کی قرآن و حدیث میں خبر ہے، میں ہوں۔ اور حضرت مسیح ابن مریم نبی اللہ فوت ہو چکے ہیں وہ اب دنیا میں نہیں آسکتے۔ اور ان کے معجزات مشہورہ احیاء موتی وخلق طیور کو ماننا شرک ہے اور آنحضرت ﷺ کا معراج میں آسمان پر جانا اور حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر زندہ رہنا ایسے خوارق سے ہیں جن سے ایمان بالغیب ٹوٹ جاتا ہے۔ اور میرے لئے خدا تعالی نے خوارق کا دروازہ کھول دیا ہے۔ میں ہر شخص کو خوارق اور آسمانی نشان دکھا سکتا ہوں اور میں بطور استعارہ ابن اللہ کہلا سکتا ہوں اور میں مسلمانوں کا وہ امام ہوں جس کو وہ امام مہدی سمجھ رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور انکے پرائیویٹ جلسوں میں ایسی پیش گوئیاں سناتا ہے جن کی تفصیل کا یہ وقت نہیں ہے اور ان دعاوی وخیالات میں کامیابی ہی ظاہر کر رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ ساٹھ ہزار اشخاص اس کے پاس آچکے ہیں جن کی مہمان داری پر وہ دس ہزار روپئہ کے قریب خرچ کر چکا ہے اور بہت سے لوگوں نے اس کو مسیح موعود و امام وقت مان لیا ہے۔

اس کے ان دعاوی و بیانات سے مسلمانوں کے مذہب و امن میں جس قدر انقلاب واقع ہونے کا اندیشہ ہے، وہ مخفی و محتاج بیان نہیں ہے۔ اس صورت میں اشاعۃ السنہ کا خصوصیت کے ساتھ فرض ہے کہ وہ فتنہ کو روکے اور جملہ مضامین سابق کو چھوڑ کر بہمہ تن اسی کے دعاوی کے ردّ کے درپئے ہو۔ اس کے اصول باطلہ کا ابطال کرے اور اصول حقہ اسلامیہ کی حمایت عمل میں لاوے اس کی موجودہ جماعت و جمعیت کو تتر بتر کرنے میں کوشش کرے اور آئندہ مسلمانوں خصوصاً اہلحدیث کو جن کا یہ خادم ہے اس جماعت میں داخل ہونے سے بچاوے کیونکہ اسی (اشاعۃ السنہ) نے قادیانی کے سابق دعوی حمایت اسلام اور مقابلہ مخالفین اسلام و وعدہ تائید دین بنشا نہائے آسمانی و نصرت اصول اتفاقی اسلامی سے دھوکہ میں آکر ریویو براہین احمدیہ مندرجہ نمبر ۷ وغیرہ جلد ۷ میں اس کو امکانی ولی وملہم بنایا اور لوگوں میں اس کا اعتبار جمایا تھا جس کو یہ حضرات اپنے دعاوہ مستحدثہ کی تائید میں اب پیش کر رہے ہیں۔ اور اس کی عبارات اپنی تحریرات و رسائل میں نقل کر کے ان سے فائدہ اٹھا رہے اور اپنے دعاوی کی صحت ثابت کر رہے ہیں۔ اشاعۃ السنہ کا ریویو براہین احمدیہ اس کو امکانی ولی وملہم نہ بناتا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی نظروں میں بے اعتبار ہو جاتا کیونکہ بہت سے علماء مختلف دیار ہندوستان و پنجاب و عرب کا ان الہامات کے

سبب اس کی تکفیر وتفسیق وتبدیع پر اتفاق ہو چکا تھا۔صرف اشاعۃ السنہ کے ریویو نے فرقہ اہلحدیث اوراپنے خریداروں کے خیال میں اسکے الہام وولایت کا امکان جما رکھا اور اس کو حامی اسلام بنا رکھا تھا۔لہذا اسی (اشاعۃ السنہ) کا فرض اوراس کے ذمہ یہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا اس کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے اور تلافی مافات عمل میں لاوے۔اور جب تک یہ تلافی پوری نہ ہولے، تب تک بلاضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے۔

اسی وجہ سے نمبر۱۲ جلد۱۲ اوراس جلد۱۳ کے تین نمبروں میں اسی کے متعلق بحث ہوئی ہے اورآئندہ بھی انشاءاللہ تا انفصال مقال وانقطاع جدال حضرت قادیانی اس میں یہی بحث رہے گی۔

اس وقت تک تو صرف مراسلت فریقین طبع ہوئی ہے جس سے اہل بصیرت و انصاف کو بخوبی ثابت ہوگا کہ یہ شخص اپنے اقوال و بیانات میں صادق اور اپنے حال میں مستقیم اور اپنے دعاوی میں نیک نیت نہیں ہے اوران حالات کے ساتھ وہ کسی طرح ملہم نہیں ہوسکتا،اورجن پر یہ ثبوت مخفی رہے گا ان کو اشاعۃ السنہ نمبر۴ جلد۱۳ میں یہ امر مبرھن کر کے دکھایا جائے گا انشاءاللہ تعالی۔ اورآئندہ ریویو میں یہ ثابت کیا جائے گا کہ مرزا قادیانی ان دعاوی اوراعتقادات میں اصول اسلام کا مخالف ہے۔اوراصول نیچریہ، آریہ، نصاری وفلاسفہ کا مقلد وموافق ہے اورالہام موعود مسیحائی کجا یہ کسی الہام کے دعوی میں صادق نہیں ہے اوراس اعتقاد وعمل واخلاق کے شخص کا شرعاً وعقلاً ملہم ہونا ممکن ہی نہیں۔ایسا شخص ملہم وخطاب الہی کا مخاطب ہوتو الہام کا اعتبار اٹھ جاتا ہے۔اور جملہ ملہمین انبیاء اوراولیاء سابقین کے حق میں یہ ظن بد پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ بھی ایسے ہی تھے۔حاشا جنابھم عن ذلک۔اوراس ریویو میں یہ بیان ہوگا کہ قادیانی کا یہ دام الہام کیونکر پھیل گیا ہے اوراس کی کلام کا بعض لوگوں پر اثر کیوں پڑ جاتا ہے اور اشاعۃ السنہ کی کاروائی پر مرزا قادیانی اوراس کے حواریوں نے اب تک کیا سلوک کیا اورکیا آئندہ ہوگا۔ اوراس کا اثر فریقین پر کیا پڑے گا۔

اس وقت جوسلوک ان سے ہوا وہ یہ ہے:۔

ا۔خریداری اشاعۃ السنہ کوموقوف کرنا یا اسکی واجبی قیمت دبا رکھنا۔۲۔ رسائل و اخبارات میں عامیانہ گالیاں دینا۔۳۔گمنام خطوں کے ذریعہ گالیاں سنانا اور دھمکانا۔آئندہ اس سلوک سے ڈرانا اوردھمکانا کہ اگرتم مخالفت مرزا سے باز نہ آؤ گے تو ہم اوربھی گالیاں دیں گے۔

اس سلوک کا اثر وہ حضرات تو یہ سوچ بیٹھے ہیں کہ صاحب اشاعۃ السنہ گالیوں سے ڈرکر

ساری مخالفت چھوڑ دے گا۔مگران کا یہ خیال سودائے محال ہے۔صاحب اشاعۃ السنہ تمہاری مخالفت کواپنا دین وایمان سمجھتا ہےاور گالیوں کے خوف سے اپنے ایمان کو نہ چھوڑے گا،ان گالیوں کا اثر تم ہی پر پڑے گا۔اول: منصف اور مہذب لوگوں پر تمہارا کمزور ہونا ثابت ہوگا۔ دوم: اشاعۃ السنہ کا صبراور گالی کا جواب نہ دیناتم پر دنیا وآخرت میں ناگہانی بلا نازل کرے گا۔

بترس ازآہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

سوم: اشاعۃ السنہ کے دوست وحامی ان گالیوں کا ایسا جواب دیں گے کہ پھرتم گالیاں دینا بھول جاؤ گے۔وہ جواب دشنام بدشنام نہ ہوگا بلکہ اور ہی قسم کا جواب ہوگا جوسراسر تہذیب وعدل پر مبنی ہوگا۔ جولوگ خیر خواہ طرفین ہیں وہ ان حضرات کو سمجھاویں کہ وہ گالی گلوچ سے باز آویں ورنہ جوابی کاروائی پر جواس جانب سے ہو، ہم پر افسوس شکایت نہ کریں۔(اشاعۃ السنہ۔جلد۱۳ص ۲ تا ۴)

قادیانی اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء پر تبصرہ

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ءکوایک اشتہار شائع کیا جس میں علماء اسلام کو مناظرے کی دعوت دیتے ہوئے شرائط مناظرہ بیان کیں۔مولانا بٹالوی نے اس اشتہار پر جامع تبصرہ فرمایا جس کا ایک حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے(اور دوسرا حصہ اسی جلد میں ایک دوسرے مقام میں نقل ہوگا)۔مولانا بٹالوی، مرزا صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

اس اشتہار(۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء) میں جوآپ نے لکھا ہے کہ توضیح مرام کے اخیر میں نصیحۃً لکھا بھی گیا تھا کہ جب تک تینوں رسالوں (فتح اسلام،توضیح مرام، وازالہ اوہام) کو دیکھ نہ لیں کوئی رائے ظاہر نہ کریں (یعنی آپکے ان اقوال پرکوئی رائے ظاہر نہ کریں: ۱۔کسی بشر کا آسمان پر چڑھنا اور اترنا سنت اللہ اور فطرت، قانون قدرت یا نیچر، کے برخلاف ہے اور خدا کا دنیا میں ایسے خوارق دکھانا اپنی حکمت کواور ایمان بالغیب کوتلف کرنا ہے۔ توضیح المرام ص ۹۔۱۰؛ اور۔۲۔مطلق نبوت ختم ومحدود نہیں ہوئی۔صرف نبوت تامہ ختم ہوئی ہےاور نبوت جزئی،جس کا دوسرا نام محدثیت ہے،کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے جاری رہے گا۔توضیح۔ص ۱۹؛۔ اور۔۳۔ مسیح اورآپ (مرزا) کے دل میں جوقوی محبت ہےاس نے خدا کی محبت کواپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ان دونوں محبتوں کے ملنے سے، جودر حقیقت نرومادہ کا حکم رکھتی ہیں، تیسری چیز

پیدا ہوئی ہے، جس کا نام روح القدس ہے، وغیرہ) مگر وہ (علماء معترضین) آخر تک صبر نہ کر سکے۔

یہ عجیب مغالطہ ہے جو: چہ دلاور است دز دے کہ بکف چراغ دارد کا مصداق ہے۔ آپ خیالات فاسدہ ومقالات نیچریہ وفلا سفہ ونصاری کا علی رؤس الاشہاد اشتہار کریں اور ان کو اردو زبان میں چھاپ کر ملکوں میں پھیلا دیں اور پھر علمائے وقت سے یہ درخواست کریں کہ وہ اس پر کچھ نہ بولیں۔ اور اپنے ایمانی فرض، انکار وتغییر منکر، کے تارک رہیں اور آپکے پاس خاطر سے آگ کی لگام تھام کر اپنے منہ پر چڑھالیں۔ اور اس احمق کی نظیر بن جائیں جس نے ایک چالاک چور پکڑا تھا۔ اس چالاک چور نے اسے کہا کہ چھوڑ دے میرا پھوڑا دکھتا ہے، تو اس سادہ لوح نے اس کو چھوڑ دیا اور وہ شاطر رفو چکر ہو گیا۔ حضرت مرزا صاحب! اسی قسم کے مغالطات کے ذریعہ آپ نے غیر اقوام سے اپنا الو سیدھا کیا ہے۔ مسلمان اور ان کے حق گو علماء ایسے احمق نہیں ہیں کہ وہ آپ کے دھوکہ میں آئیں اور آپ کے رسالہ ازالہ اوہام کے انتظار میں ان خیالات ومعاملات پر جن کو وہ کفر سمجھتے ہیں ساکت ہو رہیں۔

مطالب فتح اسلام اور توضیح مرام کا سمجھ میں آنا دلائل ازالہ اوہام پر موقوف تھا تو آپ نے ازالہ اوہام سے پہلے ان کو شائع کیوں نہ کیا۔ دلیل اور مدعا کو اکٹھا مشتہر کیا ہوتا۔ کیا یہ بھی کسی منصف حق گو اور انصاف پژدہ کا دستور ہے کہ دعوی آج کرے اور اس کے دلائل اگلے سال یا چھٹے مہینے بیان کرے۔ ومعہذا اپنے معترض ومخالف سے یہ درخواست کرے کہ ایک سال یا چھ مہینے تک (جب وہ دلائل پیش نہ کرے) ساکت رہے۔

اس اشتہار میں جو آپ نے لکھا ہے کہ:

اختصار اور حفظ اوقات کی غرض سے (آپ ایسے اختصار پسند اور محافظ اوقات ہیں تو اپنی تصنیفات میں کیوں اس امر کی رعایت نہیں کرتے۔ براہین احمدیہ میں ایک صفحہ کے مطلب کو دس صفحہ میں ادا کیا ہے ایک مطلب کو کئی کئی دفعہ بیان کیا ہے۔ بایں ہمہ آپ مباحثہ کو دو ہی تحریروں میں محدود اور ختم کرنے کی وجہ اختصار اور حفظ اوقات بتاتے ہیں تو اس سے بجز اس کے کیا سمجھا جائے گا کہ یہ آپ کا عذر و بہانہ ہے اور حقیقت میں آپ کی نیت مغالطہ دہی ہے) کل دلائل اول پرچہ میں ہی پیش کر دیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی صرف ایک ہی پرچہ اسکے جواب میں ہوگا اور وہی دونوں پرچے سوالات وجوابات حاضرین کو سنائیں جائیں گے (جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ بجز ان دو پرچوں کے فریقین میں سے کوئی کچھ نہ کہے اور نہ زبان پر کوئی حرف لائے۔ اور ان دونوں ہی پرچوں کی تحریر سے مباحثہ ختم ہو اور معہذا

پہلی تحریر خصم کی ہو دوسری آپ کی چنانچہ خط نمبری ۸ میں منقول ہے۔ آپ نے اس مدعا کو خوب واضح و مشرح کر کے بیان کیا ہے) یہ ایک ایسا مغالطہ ہے کہ جس کی مخترع صرف آپ کی ذات ہے۔ آپ سے پہلے (ہمارے علم وگمان میں) یہ کسی مغالطہ دینے والے کو نہیں سوجھا۔ اسی قسم کے مغالطات آپ کی مدۃ العمری کی فتح مندی کے مدار ومناط ہیں۔

ہر شخص جس کو فہم وانصاف اور احقاق حق سے ادنی تعلق ہو۔ یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ امور عظام میں منازعت واقع ہو اور بحث ومناظرہ سے ان کا تصفیہ منظور ہو تو وہ صرف ایک سوال وجواب (یا یوں کہیں کہ ایک تحریر اور اس کے جواب سے) ہرگز ہرگز انفصال پذیر اور طے نہیں ہو سکتے اس تحریر کو پیش کرنے والا خواہ کیسا ہی اور یٹر (قوی التاثیر مقرر) وسیع النظر مستدل اور معقول ومنقول کا فاضل اجل ہو اور وہ اپنی تحریر میں خواہ کیسے ہی پر زور دلائل سے لکھے، اور اس میں دفع دخل مقدر کردے اور خصم کے دلائل کا کمال وسعت سے جواب دے مگر پھر بھی اسکی طاقت بشری علمی اور خوش تقریری سے یہ امر خارج ہے کہ دوسری تحریر پیش کرنے والے کو (جو اس کا مخاصم ہو) اپنی تحریر میں کوئی غلط اور بے جا بات نہ لکھنے دے اور وہ اس تحریر (ثانی) میں کوئی ایسی بات نہ لکھ سکے جس سے پہلی تحریر کے قوی دلائل اور صحیح بیان میں نافہم وکم علم ناظرین کو دھوکہ اور مغالطہ پیدا ہو سکے۔

کسی بشر سے (خواہ کیسا ہی عالم فاضل ہو) یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ خدا تعالی نے (جو ہر امر پر قادر ہے اور وہ ہر شخص کے سینہ کی باتوں کو، ماضیہ ہوں یا آتیہ، خوب جانتا ہے۔ اور جس سچائی کو چاہے لوگوں کے دلوں میں ڈال سکتا اور جس مغالطہ سے چاہے ان کو بچا سکتا ہے) اپنی کلام پاک (قرآن مجید وغیرہ کتب) میں ایسا نہیں کیا کہ اپنے صادق وبے عیب کلام میں نادان اور کم فہم لوگوں کے دھوکہ دینے اور شبہ ڈالنے کا امکان باقی نہ رکھا ہو۔

یہ ہوتا تو قرآن مجید پر کوئی مخالف اسلام کسی قسم کا اعتراض نہ کرتا اور بے انصافی اور عناد سے اس کی صحیح اور سچی باتوں میں تعارض وتناقض پیدا کر کے نادان اور نافہموں کو دھوکہ میں نہ ڈالتا اور کسی عالم خادم قرآن کو ان مغالطات کے جواب دینے کا موقع نہ ملتا، حالانکہ ہم صاف دیکھتے ہیں کہ ہزاروں ملحد اور اسلام کے مخالف قرآن کی بیسیوں باتوں پر بے جا اعتراض کرتے ہیں اور قرآن کے خادم دن رات ان کے اعتراضات کے جواب وردّ کے درپئے رہتے ہیں (یہ قرآن پر ایمان لانے والوں کیلئے مثال دی گئی ہے۔ اب ہم نئی روشنی پر جان قربان کرنے والوں کے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں: اعلی عدالتوں میں وکلاء مدعی اور مدعا علیہ میں مباحثہ ہوتا ہے، تو مدعی کا وکیل اپنے دعوی کے

دلائل بیان کرتا ہے، پھر مدعا علیہ کا وکیل اس کا جواب دیتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں اپنے دلائل بیان کرتا ہے۔ پھر مدعی کے وکیل کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اس جواب کا جواب دے اور اس کے دلائل کو توڑے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ صرف جانبین کا ایک ایک دفعہ بیان لے کر فیصلہ کیا جائے۔ ہمارے مرزا کا طرز سب سے نرالا ہے۔ نہ تو قرآن کے موافق ہے نہ قانون عدالت کے۔ بلکہ آپ کے ہاں صرف ایک ایک دفعہ کے بیان سے مباحثہ ختم ہو کر حکم اخیر صادر ہو جاتا ہے) اور جس حالت میں خداوند عالم قادر مطلق نے (باوجود قدرت و وسعت کے) ایسا نہیں کیا کہ اپنی صرف ایک دفعہ کی کلام سے بے انصاف خصوم کی دہان بندی کر دی ہو اور خادمان قرآن کیلئے اعادہ وتوضیح مرام کی خدمت باقی نہ چھوڑی ہو، تو پھر کوئی بشر اپنی ایک ہی تقریر وتحریر میں ایسا کب کر سکتا ہے؟

اس سے کس و ناکس کو، بشرطیکہ فہم و انصاف رکھتا ہو، یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جو شخص اظہار صواب واحقاق حق کے دعوی سے مباحثہ کرنا چاہے اور پھر اپنے خصم سے یہ شرط تسلیم کرائے کہ پہلے وہ صرف ایک تحریر میں اپنا ثبوت پیش کرے، اس کے بعد یہ اس کا جواب تحریر کرے گا اور پھر اس کو ایک لفظ یا ایک حرف بولنے یا کہنے کی اجازت نہ دے گا، وہ درحقیقت احقاق حق واظہار صواب کے لئے مناظرہ ومباحثہ کرنا نہیں چاہتا اور اس دعوی میں وہ نیک نیت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ صرف مجادل اور مفاخر اور بدنیت ہے جو حاضرین وسامعین کو دھوکہ دے کر اپنا بول بالا کرنا اور اپنے خصم پر کوئی مغالطہ دے کر الزام قائم کرنا چاہتا ہے۔ وبس۔

اس شخص کی حمایت میں اگر کوئی یہ عذر کرے کہ حضار مجلس کیا سبھی ایسے ہوں گے جو اس شخص کے دھوکہ میں آ جائیں گے، اور اگر ہوں بھی تو یہ دھوکہ اس تحریر کے اشتہار اور بعد مجلس اس کے مغالطہ کے اظہار سے رفع ہو سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی خاص مجلس کے سبھی لوگوں کا ایسا ہونا ممکن ہے کہ وہ اس تحریر کے مغالطات پر بلا اظہار واعلام غیر مطلع نہ ہوں۔ ممکن کیا بہت دفعہ ایسا واقع ہو چکا ہے خصوصاً ان مجالس میں جس کی میجارٹی میں پارٹی فیلنگ ہو (یعنی اکثر ارکان کو اپنی جماعت کی رائے کی بے وجہ حمایت کا خیال ہو)۔ رہا بعد مجلس بذریعہ تحریرات واخبارات اس مغالطہ کا اظہار و اشتہار، سو اگرچہ ممکن ہے مگر یہ اس مجلس کے خیال شکست اور الزام خصم کو اٹھا نہیں سکتا۔ ایک مجلس میں سامعین کے دھوکہ کھا جانے کے سبب جو الزام خصم پر قائم ہو جاتا ہے وہ : آن قطرہ باران رسید، کا مصداق بن جاتا ہے جس کی پوری تلافی اور اصلاح عادۃً محال ہے و لن یّصلح العطار ما افسده الدّهر۔ اور اگر وہی تحریرات خارج از مجلس مناظرہ اصلاح واحقاق حق کے

لئے کافی ہیں تو پہلے انعقاد مجلس اور بالمشافہ تحریری مباحثہ کی کیا ضرورت ہے، اور یہ کام جو آخر کار تحریر سے لینا پڑے پہلے ہی بذریعہ تحریر کیوں نہ لیا جائے؟

اس بیان سے واضح ہے کہ جو آپ نے جانبین سے ایک ایک تحریر ہونے اور پہلے تحریر اپنے خصم کی جانب سے وقوع پانیکی شرط لگائی ہے، یہ کمال درجہ کا مغالطہ ہے اور بدنیتی پر مبنی ہے۔

اور جو آپ فرماتے ہیں: میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا دعوی صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد عدل ہیں۔

مرزا صاحب آپ ایسا نہ کہیں تو آپ کی بات کون سنے؟ مگر ایسا کہنا ایک اور دلیرانہ اور بے باکانہ دھوکہ دینا ہے جس کو صدق وراستی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا آپ الحمد سے والناس تک ہر ایک آیت سے اپنا مسیح موعود ہونا ثابت کر سکتے ہیں؟ اس دعوی میں آپ سچے ہیں تو پہلے قرآن کی پہلی سورت فاتحہ، اور بخاری کی پہلی حدیث انّما الاعمال سے یہ دعوی ثابت کریں۔ پھر دوسری آیات واحادیث کو دیکھا جائے گا۔

اور اگر سارے قرآن اور تمام احادیث سے وہ بعض آیات واحادیث مراد ہیں جن سے آپ غلط فہمی سے متمسک ہوئے ہیں تو اس صورت میں سارا قرآن، اور تمام احادیث، کے الفاظ کیا معنی رکھتے ہیں؟ کیا الہامی اور راست بازوں کی یہ شان ہے کہ ایسی اٹکل پچو باتیں کہہ دیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ: اگر آپ لوگ جلسہ کیلئے تاریخ مقام مقرر کر کے ایک جلسہ عام میں مجھ سے تحریر نہ کریں گے تو آپ خدا کے نزدیک اور راست بازوں کی نظروں میں مخالف حق ٹھہرینگے۔

مرزا صاحب مباحثہ کے شائق اور پہلے مدعی آپ ہوئے ہیں لہذا یہ تقرر اور انتظام مجلس آپ کا فرض ہے۔ ومعہذا ہم اشاعۃ السنہ نمبر۱۲ جلد۱۲ کے صفحہ ۳۸۸ میں چھاپ چکے ہیں کہ آپ جس دن اور جس مقام میں مباحثہ کرنا چاہیں ہم حاضر ہیں۔ ہماں میداں ہماں چوگان ہمان گو۔ جو ایک عام تقرر ہے۔ اس کے بعد ہم بذریعہ تار آپ کو بلا چکے ہیں جس کے جواب میں آپ نے اس شرط کو پیش کیا جس کا بدنیتی اور فساد پر مبنی ہونا ابھی ثابت ہو چکا ہے۔ اس شرط کے ساتھ مباحثہ کا دعوی اور اقبال صریح انکار کے برابر ہے۔ اب فرمایئے خدا کے، نیز راست بازوں کی نظروں میں کون شخص مخالف حق ہے؟ اور مباحثہ سے گریز کرنے والا کون ہے؟ آپ کچھ نہ بولیں گے تو ناظرین اور خود انصاف کریں گے۔ زمانہ منصفین سے خالی نہیں ہے۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد۱۳۔ص ۵ تا ۱۲)

مباحثہ لاہور۔ اپریل ۱۸۹۱ء

مولانا محمد حسین بٹالوی اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ نمبر ایک میں منقول بالا تبصرہ کے بعد لکھتے ہیں:

اب ہم وہ گفتگو نقل کرتے ہیں جو ہم میں اور خیالی مسیح (مرزا قادیانی) کے ایک فرضی حواری میں ہوئی ہے۔ اس کے بعد وہ گفتگو نقل کریں گے جو خیالی مسیح سے دوبارہ ہوئی۔ اس کے بعد اس سب گفتگو کے نتائج بیان کریں گے جن سے ناظرین اور منصفین کو پورا یقین ہوگا کہ آپ اور آپ کے حواریوں کے سبھی دعاوی اور مقالات مغالطات پر مبنی ہیں۔

فرضی حواری سے ہمارے پرانے دوست مولوی حکیم نورالدین ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور مقیم و ملازم ریاست جموں مراد ہیں۔ وہ اپنے احباب کے سامنے اپنے حواری ہونے کا دعوی کر چکے ہیں ان کے اس ادعاء پر ہم نے ان کو فرضی حواری کہا ہے۔ آپ کے نام ہم نے ایک خط لکھا تھا جس کی نقل ذیل میں معروض ہے:

☆ لاہور۔ ۱۰ فروری ۱۸۹۱ء۔ (نمبر ۶۱)۔ مجی مولوی نورالدین صاحب السلام علیکم

اس کارسپانڈنس (یعنی خط وکتابت مرزا صاحب) کی نقل اس غرض سے آپ کے پاس بھیجی گئی ہے کہ آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہیں۔ میں مستعد ہوں کہ مرزا صاحب کے دعوی کی تغلیط کروں۔ آپ ہمیشہ اور لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں، مگر میں نے ایک دفعہ مرزا صاحب کی بابت آپ کو کچھ کہا تو آپ ناخوش ہوگئے (میں نے آپ کو صرف اس قدر کہا تھا کہ آپ قادیان گئے تھے، مرزا صاحب کو اتمام کتاب براہین احمدیہ کیلئے کیوں نہ کہا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں ان کی شان کو اس سے ارفع جانتا ہوں کہ ان کو ایسا کہوں۔ میں نے کہا اس میں کوئی گستاخی یا بے ادبی نہیں ہے، یہ تو صرف ایک نصیحت ہے۔ جس پر آپ خفا ہوگئے۔ اس کے بعد آپ ایک دفعہ لاہور تشریف لائے تو اپنی عادت قدیم مہربانی کے مطابق مجھے نہ ملے۔ اور اس کی وجہ میرے بھائی صاحب کے پاس یہ بیان کی کہ ہم ان کے پاس استفادہ کے لئے جاتے ہیں مگر وہ ہمارے پیر کی بدگوئی کرتے ہیں جس سے رنج پہنچتا ہے اور بجائے فائدہ نقصان حاصل ہوتا ہے۔ اسی نظر سے ہم نے اس خط میں لکھا تھا کہ حوصلہ ہو تو آئیے۔ یعنی

اپنے پیر مرزا پر اعتراض سننے کا حوصلہ ہے تو آیئے) ۔ اب بھی وہی حال ہے تو خیر، اور اگر ان کی بابت کچھ کہنے سننے کا حوصلہ ہے تو بہتر ہے لاہور میں تشریف لاویں اور ان کے معاملے میں گفتگو کریں۔ توضیح مرام اور ازالۃ الاوہام سے اس دعوی کی تصحیح نہ ہوگی ۔ آپ سے کچھ ہوسکتا ہے تو کریں ۔ ابھی وقت ہے۔ اب کی دفعہ لاہور میں آپ سے ملا تو جو کچھ آپ نے مجھ سے اور میں نے آپ سے ان کے باب میں کہا (یعنی مرزا صاحب کے باب میں اس استفسار کی وجہ یہ ہے کہ سیالکوٹ کے بعض علماء اور حکیم جی کے دوستوں سے میں نے سنا تھا کہ حکیم جی نے ان لوگوں کے پاس بیان کیا تھا کہ مولوی محمد حسین مجھے اب کی دفعہ لاہور میں ملے تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب کو آپ دیوانہ جانتے ہیں ۔ انہوں نے کہا نہیں ۔ پھر میں نے کہا جھوٹا جانتے ہیں ۔ انہوں نے کہا نہیں ۔ پھر میں نے کہا کہ اس دعوی مسیحیت کو کیوں نہیں مانتے ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں صرف یہی عذر ہے کہ وہ موعود مسیح نہیں ہو سکتے

اور چونکہ یہ بات خلاف واقعہ تھی، اور میں نے ان سے بجز ، اسکے کہ مرزا صاحب کو میری طرف سے یہ پیام پہنچا دیں کہ، آپ مسیح موعود کیونکر ہو سکتے ہیں؟ مرزا صاحب کے متعلق اور کچھ نہ کہا تھا۔ اس لئے یہ استفسار کیا تھا۔ میرے اس استفسار کا جواب آپ نے اسی وجہ سے نہ دیا کہ آپ کا بیان خلاف واقعہ تھا۔ اس سے انکار کریں گے تو اس کی تفصیل ہم قلم میں لائیں گے) ، اس کو بعینہ یا اس کا مضمون نقل کریں ۔ مجھے اس سے ایک مطلب نکالنا ہے۔ محمد حسین

☆ اس خط کا جواب جو حکیم صاحب نے دیا، وہ ذیل میں منقول ہے:

مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ جناب والا کو خاکسار بہت مدت سے مرزا جی کے خلاف پر مستعد یقین کرتا ہے ۔ جناب سورج کے سامنے نجوم کے شعاع کو کون دیکھتا ہے ۔ ابھی مرزا زندہ ہیں ۔ میں آپ کے دعاوی اور علم سے ناواقف نہیں ۔ اور یہ امر اب پبلک کے سامنے آ گیا ہے ۔ اب پرائیویٹ خط و کتابت بند کیجئے ۔ میں لوگوں سے مباحثہ کرونگا ۔ مجھے اختیار ہے ۔ مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عقائد کی اصلاح کروں ۔ اس سے زیادہ میں اس لئے نہیں لکھتا کہ میں آپ سے مایوس ہوں (آپ کے پیر جی تو مایوس نہیں ہیں ۔ وہ اب تک مجھ سے مباحثہ کرنے کا دم مار رہے ہیں ، اور اپنے خط نمبری ۵ منقولہ ص ۱۷۳ جلد ۱۲ ۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ میں اپنے تمام مخاطبین ومخاصمین سے اسی خاکسار کو گفتگو کیلئے منتخب کر چکے ہیں ۔ آپ کیسے ان کے با اخلاص مرید ہیں کہ آپ مایوس ہو بیٹھے ۔ حضرت حکیم صاحب آپ مایوس نہیں خائف ہیں ۔ اور آپ یقیناً جانتے ہیں کہ گفتگو سے آپ عہدہ برآ نہ ہوسکیں ۔ مسئلہ نسخ بعض آیات قرآن کے مباحثہ کے دن اور اشاعۃ السنہ کے مضامین

جن کی ثنا میں آپ ہمیشہ سے رطب اللسان رہے ہیں، چنانچہ آپ کے خطوط شاہد عدل موجود ہیں، آپ بھول نہ گئے ہوں گے)۔ نورالدین۔۳، پھاگن

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

اس خط کی تحریر سے حکیم صاحب نے تو مباحثہ کو ختم کیا۔ اور یہ جان لیا تھا کہ چلو چھٹی ہوئی، اس بلا سے جان بچی۔ مگر خدا نے نہ چاہا کہ اس سے ان کو بچاوے اور انکے انکار کا عجز پر مبنی ہونا چھپا رہنے دے، لہذا حق تعالیٰ نے حافظ محمد یوسف ضلعدار انہار کے دل میں اس خیال کا القاء کیا کہ جس طرح ہو سکے جانبین کو ایک جگہ جمع کریں اور ان کی باہم گفتگو کرا دیں۔ پس پہلے تو حافظ صاحب بہمراہی منشی عبدالحق، حکیم صاحب کے پاس جموں پہنچے۔ مگر وہاں سے واپس آئے تو مایوسی کے مظہر ہوئے۔ پھر جب حکیم صاحب بہ شمولیت راجگان جموں، لاہور میں آئے تو اس وقت حافظ صاحب لاہور میں نہ تھے۔ اس وجہ سے حکیم صاحب ہمارے قابو میں نہ آئے (ہر چند اور لوگوں کے ذریعہ ہم طالب مباحثہ ہوئے) اور حکیم صاحب اپنے مسیح کے پاس لودھانہ جا پہنچے۔ ۱۲۔ اپریل کو مولوی فضل الدین ساکن گجرات لودہانہ سے آکر خاکسار کو لاہور میں ملے تو مظہر ہوئے کہ آپ کے مقابلہ اور مباحثہ کیلئے مرزا صاحب تیاری کر رہے ہیں۔ کل مولوی نورالدین اور ان کے ایک شاگرد کو روانہ کریں گے۔ ۱۳، تاریخ اپریل کو حافظ محمد یوسف بھی لاہور پہنچ گئے اور ادھر سے حکیم صاحب رونق افروز لاہور ہو کر منشی امیر الدین کے مکان پر فروکش ہوئے۔ رات کے دس بجے منشی امیر الدین کے بھائی حاجی محمد دین، حافظ جی کا یہ پیغام لائے کہ حکیم صاحب تشریف لے آئے ہیں آپ صبح آویں اور ان سے گفتگو کریں۔ میں نے ان کے پیغام کا جواب یہ دیا کہ میں گفتگو کے لئے تب آؤنگا جب حکیم صاحب کا دستخطی رقعہ متضمن درخواست مباحثہ پاؤنگا کیونکہ وہ اپنے خط میں گفتگو سے انکار کر چکے ہیں۔ لہذا اگر میں بلا درخواست پہنچا تو وہ کہیں گے ہم تو مباحثہ سے انکار کر چکے ہیں پھر آپ کیوں آئے۔ حاجی صاحب میرے جواب سے آشفتہ خاطر ہوئے اور یہ مضمون زبان پر لائے کہ آپ نہ آئیں گے تو وہ لوگ (مسیحائی پارٹی) ہم لوگوں کو (جو آپ کے ہم خیال ہیں) گریز کی طرف منسوب کریں گے۔ اور اس بات کے مظہر ہوئے کہ حکیم صاحب اس مضمون کا رقعہ نہ لکھیں گے۔ اس پر میں نے کہا حکیم صاحب نہ لکھیں تو یہ بات حافظ صاحب تحریر کر کے میرے پاس بھیج دیں کہ حکیم صاحب آپ کے نام رقعہ لکھنے سے انکار کرتے ہیں، مگر ہم لوگ آپ کو ان سے گفتگو کیلئے بلاتے ہیں۔ یہ جواب لے کر حاجی صاحب خفگی کے ساتھ واپس ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد میاں

رجب دین کو لے کر میرے پاس آئے اور حافظ جی کا وہی پیام لائے ۔ میں نے اس کے جواب میں پھر وہی بات کہی ۔ مگر میاں رجب الدین نے میرے اس جواب کی مخالفت میں بہت زور دیا اور یہ کہا کہ اگر آپ نہ آئے تو ہم لوگوں پر گریز کا الزام قائم ہو جائے گا۔اور جب خط کا ذکر آیا تو انہوں نے ایک خط بھی حافظ صاحب کا جیب سے نکال کر پیش کیا (جس کا مضمون غالبًا وہی تھا جو اڈیٹر پنجاب گزٹ نے اپنے پرچہ ۲۵ ۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں مشتہر کیا ہے) مگر چونکہ اس خط کا مضمون وہ نہ تھا جو میرا مطلوب تھا، بلکہ وہ مضمونِ مطلوب اور قاصدوں کے زبانی پیام کے مخالف تھا، لہذا میں نے اس خط کو پڑھ کر واپس کیا اور اسکے ساتھ خوش طبعی سے یہ بھی کہا کہ اس خط کو آپ یا حافظ صاحب شہد لگا کر چاٹ لیں ۔ اس پر بھی میاں رجب دین نے اپنی بات پر اصرار نہ چھوڑا۔ آخر میں نے ان کے اصرار پر صبح کو مجلس میں حاضر ہونا قبول کیا۔

صبح کو پھر میاں رجب دین اور ان کے بعد میاں محمد چٹو میرے بلانے کو آئے ۔ میں ان کے ہمراہ صبح کے ساڑھے چھ بجے منشی امیر دین صاحب کے مکان پر پہنچا تو وہاں بڑا مجمع پایا جو میرے پہنچنے کے بعد اور زیادہ ہو گیا تھا۔ اس مجمع کے ارکان (سابق اور لاحق) سے خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر یہ اصحاب واحباب ہیں ۔ مولوی عبدالرحمٰن خلف الرشید مولوی محمد بن بارک اللہ ، مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور، فقیر سید جمال الدین جج عدالت خفیفہ لاہور، مولوی عبدالعزیز رکن انجمن حمایت اسلام وملازم سررشتہ تعلیم پنجاب ، وغیرہ ۔

خاکسار مجلس میں پہنچا تو بعد سلام ومزاج پرسی حضار سب سے پہلے جو کلمہ زبان پر لایا وہ یہ تھا کہ : حافظ صاحب آپ نے جو مجھے بلایا ہے تو کس غرض سے بلایا ہے؟ حافظ صاحب نے فرمایا کہ: اس غرض سے بلایا ہے کہ آپ مرزا صاحب کے متعلق حکیم صاحب سے گفتگو کریں ۔ اس کلمہ (یا جو اس کے ہم معنی ہو) کے سوا حافظ صاحب نے اس وقت ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا ۔ نہ مجھے کچھ کہا نہ حکیم صاحب سے ۔ پھر خاکسار نے حکیم صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے مولوی فضل الدین کی زبانی سنا ہے کہ آپ لودہانہ سے مجھ سے مباحثہ کرنے کو تشریف لائے ہیں ۔ حکیم صاحب نے کہا کہ یہ بات غلط ہے (ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ حکیم صاحب کا بیان غلط ہے یا مولوی فضل الدین کا۔اس سے ہم کو کچھ بحث نہیں ۔حکیم صاحب نے آخر حافظ یوسف کے حکم سے بحث کرنا قبول کرلیا، یہی ہمارے اس مدعا کیلئے کہ حکیم صاحب سے ہمارا مباحثہ ہوا، کافی ہے) مگر میں حافظ محمد یوسف کے حکم میں ہوں ۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں تو اب میں گفتگو کو حاضر ہوں ۔

پھر خاکسار نے کہا کہ قبل از بحث مقصود چند اصول آپ سے تسلیم کرانا چاہتا ہوں، کیونکہ بحث سے پہلے یہ اصول طے ہو جائیں گے تو اثناء بحث میں دلائل کے ردّ و قبول میں اختلاف نہ ہوگا۔ انہی اصول موضوعہ مسلّمہ کو دلائل میں پیش کیا جائے گا۔ حکیم صاحب نے اس امر کو منظور کیا اور حسب ذیل سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

{۱۔ محمد حسین : کتاب و سنت اتفاقی حجج شرعیہ ہیں (یعنی قرآن و حدیث کے شرعی دلائل ہونے میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں گو اجماع و قیاس کے دلیل شرعی ہونے میں بعض علماء کا اختلاف ہے)

} حکیم صاحب نے فرمایا: مسلّم ہے۔

{۲۔ محمد حسین۔ سنت سے وہ اقوال و افعال (لائق اقتداء) (یہ اسلئے کہا گیا ہے کہ بعض افعال آنحضرت ﷺ کے آپ ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ امت کو ان کی پیروی جائز نہیں، جیسے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح) و تقریرات نبویہ (تقریر سے وہ فعل یا قول مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے کسی نے کیا یا کہا۔ اور آنحضرت ﷺ نے اس سے منع نہ کیا) مراد ہیں جو کتب حدیث میں مروی ہیں۔

} حکیم صاحب: مسلّم ہے۔

{۳۔ محمد حسین : کتب حدیث سے صحیحین بلا وقفہ و نظر سنت نبویہ کی مثبت و شاہد ہیں۔

} حکیم صاحب: صحیحین کو میں بہت معتبر سمجھتا ہوں۔ بخاری کو اقدم جانتا ہوں۔

{۴۔ محمد حسین۔ اس تفاوت اور تقدیم مرتبہ بخاری کا اثر یہی ہوگا کہ عندالتعارض بخاری کی حدیث مقدم ہوگی۔ اور جو حدیث مسلم کی بخاری کے معارض نہ ہو وہ بھی بخاری کی طرح بلا وقفہ تسلیم کی جاوے گی۔

} حکیم صاحب: مسلّم ہے۔

{۵۔ محمد حسین : ان دو کتابوں میں جرح مدفوع ہے (یعنی ان کتب کی احادیث پر جو اعتراض کئے گئے ہیں، ان کو بعض محدثین نے اٹھا دیا ہے۔ اب ان کتب کی احادیث پر کسی کا اعتراض سنا نہیں جائے گا) اور ان کتابوں کی کسی حدیث کی توہین یا ردّ اہل بدعت کی شان ہے۔

} حکیم صاحب۔ مسلّم ہے

{۶۔ محمد حسین: آپ اپنی رائے سے جرح و تعدیل احادیث غیر صحیحین کا منصب رکھتے ہیں۔

} حکیم صاحب۔ نہیں۔

{۷۔ محمد حسین : حدیث کی روایت اور راوی کی رائے میں فرق ظاہر ہے (روایت وہ ہے جس کو

راوی آنخضرت ﷺ سے نقل کرتا ہے۔ رائے وہ بات ہے جو وہ اپنی سمجھ اور فکر سے کہتا ہے)

} حکیم صاحب: مسلّم ہے۔

{۸۔محمد حسین: الفاظ کتاب اللہ اور حدیث کو ظاہر معنی پر حمل کرنا واجب ہے اوران کی تاویل بلا مانع قوی اور حجت قطعی جائز نہیں کیونکہ یہ تاویل لغت اور شرع سے امان کی رافع ہے (یعنی اگر لفظ کے ظاہری معنی بلا وجہ ترک کر کے اس کے تاویلی معنی مراد لینا جائز کہے جائیں تو نہ شرع کا اعتبار رہتا ہے نہ عام بول چال کا۔اور ہر شخص کو اختیار ہو جاتا ہے کہ جس لفظ کے جو معنے چاہے مراد لے۔مثلاً لفظ صلوۃ یا نماز سے اپنی خواہش نفسانی کو روکنا مراد لے،اور معمولی نماز چھوڑ بیٹھے۔ اور لفظ پانی سے پیشاب مراد قرار دے اور لفظ روپیہ سے کوڑی مراد ٹھہرا لے ۔وبناء علیہ کوئی پانی مانگے تو پیشاب کر دے اور ہزار روپیہ کا اقرار کر کے یہ کہدے کہ ہم نے ایک ہزار کوڑی دینے کا اقرار کیا تھا)

} حکیم صاحب: رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور قرآن شریف کے کلمات طیبات ایسے معاملات میں جو عملی طور پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو کر کے دکھا دیا ہے، یا صحابہ کے زمانہ میں بلا انکار انہوں نے عمل میں لا کر دکھا دیا ہے انکے وہی معنے ہیں جو تعامل سے ثابت ہوئے۔باقی پیشگوئیوں یا اخبار میں ایسا کوئی مجازی استعارہ لینا قوی دلیل سے ممکن ہے۔(حکیم صاحب نے شروع تقریر میں تو ظاہری معنی مراد لینے کے لئے آنخضرت ﷺ اور صحابہ کے عمل کو شرط ٹھہرایا، جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ جو اقوال نبوی اور آیات قرآنیہ عقائد کے متعلق ہیں یا وہ اخبار و پیشین گوئیوں کے متعلق ہیں، ان کے ظاہری معنی مراد لینا ضروری نہیں، ان میں جو تاویل کوئی چاہے کرسکتا ہے، مگر آخر تقریر میں آپ نے اس شرط عمل کو اٹھا دیا اور صاف فرما دیا کہ پیش گوئیوں کے متضمن اخبار و آیات میں بھی، کوئی مجازی استعارہ مراد لینا قوی دلیل سے ممکن ہے جس کا صاف یہ مفہوم ہے کہ اگر اس استعارہ کے مراد ہونے پر قوی دلیل نہ ہو تو معنی حقیقی، جو ظاہری معنی ہیں، چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں ہیں۔ہم نے اس وقت حکیم صاحب کو اس اضطراب وتخالف کا الزام نہ دیا اور ان کی شروع تقریر کا کچھ لحاظ نہ کیا صرف ان کی تقریر کا آخری حصہ سے اپنا کام نکال لیا)

{محمد حسین: آپ کی تقریر سے یہ سمجھ میں آیا ہے کہ جن الفاظ نبوی یا کلمات قرآنی کے معنی عمل نبوی سے مفہوم نہ ہوئے ہوں ان الفاظ کے معنی لغوی میں تاویل جائز ہے اگر دلیل قوی ہو۔اس کا لازمہ یہ ہے کہ اگر اس تاویل پر کوئی دلیل نہ ہو تو وہ تاویل بھی ویسی ہی نا جائز ہے جیسے کہ عملی معنوں میں تاویل نا جائز ہے۔

} حکیم صاحب: بہرحال یہ میرا مسلّم ہے۔

{۹۔محمد حسین: حقیقت مجاز سے مقدم ہے۔اور حقیقت کی علامات یہ ہیں۔ ۱۔معنی کا متبادر ہونا (معنی کا قریب الفہم ہونا) ۲۔ایک امر جائز پر اس لفظ کا اطلاق (اطلاق جائز، ایک چیز پر ایسا لفظ بولنا جو بحکم عرف یا لغت اس پر بولا جاسکے جیسے زید کو انسان) ۳۔ اس کے نفی کی عدم صحت (یعنی نفی کا صحیح نہ ہونا جیسے زید کے تئیں یہ کہنا کہ وہ انسان نہیں ہے، جو صحیح نہیں ہے)

علامات مجاز اس کے مخالف یہ ہیں: ۱۔ قرینہ کا وجود ۲۔امر محال پر لفظ کا اطلاق ۳۔نفی کی صحت

} حکیم صاحب: مجھے کچھ معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے یہ اصطلاح سلف صالحین سے کہاں سے لی ہے (حکیم صاحب کے اس جواب کا یہ مطلب ہے کہ جو اصطلاح سلف صالحین صحابہ و تابعین سے منقول نہیں وہ لائق قبول واعتبار نہیں ہے۔ان کے اس جواب کو سن کر خاکسار کے علاوہ علماء حاضرین مجلس، مولوی محمد عبداللہ و مولوی عبدالرحمٰن لکھوی، بھی حکیم صاحب پر معترض ہوئے۔ ان کے اعتراض اسی وجہ سے قلم بند نہ ہوئے تھے کہ وہ حکیم صاحب سے مباحثہ ومناظرہ کرنے والے نہ تھے۔ہوتے تو وہ اعتراض بھی قلم بند ہو جاتے۔ان اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ پچھلی اصطلاحات علمیہ کا سلف صالحین صحابہ وتابعین سے منقول ہونا شرط قبولیت واعتبار ہے تو آپ ہی، حکیم صاحب، اصطلاحات اصول حدیث، مرفوع، موقوف وغیرہ، یا اصطلاحات نحویہ مثلاً فاعل مرفوع ہوتا ہے اور مفعول منصوب، جن کو آپ مانتے، سلف صالحین سے ثابت کریں۔اور جو آپ نے خود اصل ہشتم کے جواب میں لفظ مجاز واستعارہ کو استعمال کیا ہے، اسی کو سلف صالحین سے ثابت کر دکھائیں۔حکیم صاحب اس پر بہت گھبرائے اور اس اعتراض کے جواب میں پہلے تو وہ یہ بولے کہ میں اپنے الفاظ، مجاز واستعارہ، کو واپس لیتا ہوں۔مگر آخر خاکسار کی جوابی تقریر، جس میں بحث لفظی کو چھوڑ کر مضمون اصول نہم آپ سے تسلیم کرایا گیا ہے، کو سن کر اس واپسی کو بھول گئے۔اور ہمارے اصل نہم کا مضمون مان گئے۔یا شائد وہ عمداً یہ سمجھ کر کہ میں لفظ مجاز واستعارہ کو واپس لونگا، تو اپنے پیر مرزا کے الہامات وتاویلات کے تمام تار و پود کو جو صرف مجاز واستعارہ پر مبنی ہیں توڑنے والا بنوں گا۔ اس سخن پر آپ کی رائے قائم نہ رہی اور خاکسار کی جوابی تقریر کو مان گئے۔

حکیم صاحب کے اس جواب پر مولوی عبدالرحمٰن صوفی صافی جو اس سے پہلے چپ چاپ بیٹھے تھے بایں اعتراض معترض ہوئے کہ یہاں، مسئلہ حقیقت ومجاز میں، تو حکیم صاحب سلف صالحین کی نقل کے طالب ہوئے ہیں مگر آیات قرآن وحدیث نبویہ کی ان تاویلات میں جو مرزا غلام احمد کرتے ہیں، جیسے دجال سے مراد دنیا دار ہونا، اور ابن مریم سے مراد مثیل ابن مریم اور لیلۃ القدر سے زمانہ ظلمت وغیرہ، وہ

سلف صالحین سے نقل وشہادت کے کیوں طالب نہیں ہوتے۔ پھر مولوی صاحب نے دینی جوش میں آ کر یہ فرمایا کہ جو شخص الفاظ قرآن وحدیث کے ایسی تاویلی معنی کرے جو صحابہ وتابعین وغیرہ سلف صالحین نے نہ کیئے ہوں وہ بدعتی وگمراہ وملحد ہے۔ اور یہ کہہ کر آپ اس مجلس سے چلے گئے۔ جس کا ذکر مرزا صاحب کے خط نمبری ۸ وضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء ص ۳ میں ہوا ہے۔ مولوی صاحب کے جوش میں آنے اور مجلس سے اٹھ جانے کی وجہ ایک تو یہی تھی کہ جو بات حکیم صاحب نے اس جواب میں اختیار کی تھی، اس کے وہ خود پابند نہ تھے، لہٰذا انکا یہ بات کہنا صرف جدال پر مبنی تھا جس سے مولوی صاحب کو نفرت ہوئی، اور ان کو حکیم صاحب کی ہدایت سے مایوسی ہوئی۔ دوسری وجہ یہ کہ حکیم صاحب کے حق میں مولوی صاحب کو خدا تعالیٰ طرف سے ایک یہ الہام ہوا و ان تدعوھم الی الھدی فلن یھتدوا اذاً ابداً ،یعنی اگر تو ان کو ہدایت کی طرف بلائے گا تو وہ کبھی ہدایت پذیر نہ ہوں گے۔ دوسرا الہام یہ ہوا: و یضلّ اللّٰہ الظّا لمین و یفعل اللّٰہ ما یشاء یعنی خدا ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ان الہامات سے مولوی صاحب نے روانگی فیروز پور کے وقت مجھے خاص اپنی زبان سے اطلاع دی تھی اور خود ہی اس کی یہ تفسیر فرمائی تھی کہ جو شخص صحابہ وتابعین وغیرہ سلف صالحین کے اتفاق سے اختلاف کرتا ہے وہ ان پر ظلم کرتا ہے۔ اور فرمایا کہ ہم لوگ اہل سنت والجماعت اسی وجہ سے کہلاتے ہیں کہ ہم سنت یعنی آنحضرت ﷺ کے قول وفعل کے پابند ہیں اور جماعت یعنی صحابہ وتابعین کے پیرو ہیں۔ ہم اس جماعت کی اتباع چھوڑنے سے اہل سنت سے خارج ہو جاتے ہیں اور ظالم بنتے ہیں۔ اور خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے قائم رہنے کی بابت خدا تعالیٰ سے بطور استخارہ دعا کی تھی، اس کے جواب میں مجھے یہ الہام ہوا ہے لکلّ فرعون موسی۔ یعنی ہر فرعونے راموسی۔ لہٰذا آپ اس مقابلہ کے لئے قائم اور مستعد رہیں۔ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے۔ اس پر قائم ومستقیم رکھے)

{محمد حسین: میں لفظی بحث کو ترک کر کے صرف اس کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ آپ نے پچھلے جواب میں تسلیم کیا ہے کہ لفظ کے ایسے معنی جس کو استعارہ کہا جاتا ہے قوی دلیل سے لئے جائیں گے۔ بلادلیل ایسے معنی نہ لئے جائیں گے۔ پس میں انہیں معنی کو مجاز کہتا ہوں جن کو آپ نے استعارہ کہا ہے۔ اور آپ کے جواب سابق سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کوئی استعارہ بلادلیل قوی کسی لفظ سے مراد نہ ٹھہرائیں گے۔ میرے لئے یہی تسلیم آپ کی کافی ہے۔ اس معنی کو آپ مجاز کہیں یا نہ کہیں۔

}حکیم صاحب نے، اس کے جواب میں کوئی عذر وانکار پیش نہیں کیا اور سکوت سے اس کو تسلیم فرمایا

{١٠۔محمد حسین ۔محال اور مجہول الکنہ میں فرق ہے۔اول کی تسلیم جائز نہیں ، دوسرے کی جائز ہے۔

} حکیم صاحب : مسلّم ہے۔

{١١۔ محمد حسین : عادت کا خلاف جائز ہے ۔ بناء علیہ معجزات انبیاء وکرامات اولیاء جو عام عادات کے برخلاف معلوم ہوتے ہیں، واجب التسلیم ہیں اگر انکا ثبوت ہو۔

} حکیم صاحب : یہ بھی ایک خاص عادت اللہ ہے (آپ فرماتے ہیں کہ معجزہ وکرامت بھی خدا کی ایک خاص عادت ہے اس میں آپ نے معجزہ کو تو دبی زبان سے مانا ہے۔مگراس کے خوارق عادت ہونے سے انکار کیا۔ اور یہ خیال نہ فرمایا کہ مخاطب نے بھی اس کو مطلق عادت کا خارق نہیں کہا۔صرف عام عادت اللہ کا خارق قرار دیا ہے جس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ معجزہ خدا کی خاص عادت کا جو انبیاء کے ساتھ رہی ہے اسکے نزدیک بھی خارق نہیں۔ پھراس بات کہنے کی آپ کو کیا حاجت تھی)

{١٢۔محمد حسین : قانون قدرت جسکو بعض لوگ خدا کا قانون بنائے بیٹھے ہیں واقع میں خدا کی قدرت کا قانون و معیار نہیں ہے۔

} حکیم صاحب : ہاں انسان کے محدود تجربے اور مشاہدے قانون قدرت پر حاوی نہیں ہوسکتے۔

{١٣۔محمد حسین : آپ آنحضرت ﷺ کے معراج جسمانی کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ (اس میں آپ خوب قابو میں آ گئے ہیں۔جس قانون قدرت کی دست آویز سے آپ کے پیراورانکے مرید صحیح احادیث کو ردّ کررہے ہیں، اس سے آپ تمسک نہ کرسکیں گے اوران احادیث کو ردّ کرنے پر قادر نہ ہوں گے)

} حکیم صاحب : میں نے اس مسئلہ میں غور نہیں کیا کہ جسدی ہے یا روحانی۔نفس معراج کا اقرار ہے ۔ (اس میں آپ نے سفید جھوٹ سے کام لیا ہے۔آپ مدتوں سے کتب حدیث کی، جن میں معراج نبوی کا ذکر ہے، ورق گردانی کررہے ہیں۔اور عام مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ آنحضرت ﷺ کو جسمانی معراج ہوا ہے، جانتے ہیں۔اور خاص کراپنے استاد مولوی محمد سہارنپوری ثم المکی سے، جو پرانے خیالات کے آدمی ہیں، حدیث معراج کے یہی معنی سن چکے ہونگے کہ آنحضرت ﷺ اس جسم مبارک سے آسمانوں پر گئے۔اوراُدھراپنے پیرمرزا صاحب اوران کے مریدوں کے خیالات ومقالات پبلک میں شائع ہوتے دیکھ رہے ہیں۔پھرکیا ایسی حالت میں ممکن ہے کہ آپ نے اس مسئلہ میں کچھ نہ سوچا ہو کہ ہمارے پیر کا خیال صحیح ہے یا پرانے مسلمانوں کا۔ بلا عذر و تامل محض تقلیداً اپنے پیر کا یہ خیال کہ معراج صرف روحانی ہوا ہے مان لیا ہو؟ ہرگز نہیں۔آپ سچے ہیں تو اس پر قسم کھائیں۔مگر یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ قسم میں توریہ جائز نہیں اور قسم اسی معنی پر واقع ہوتی ہے جو اس کے معنی دوسرا سمجھے)

{۱۴۔ محمد حسین: غیر نبی کا الہام دوسرے شخص پر حجت شرعی ہے یا نہیں؟

} حکیم صاحب: غیر نبی کا الہام نبی کے صریح الہام کے خلاف ہو تو حجت نہیں اور اگر کسی ایسے معاملے میں ہو کہ اس میں صریح حکم نبی کا خلاف نہیں ہے تو ممکن ہے کہ کسی کے لئے حجت ہو مگر حجت شرعی نہیں ۔ (آپ کے جملہ ،ممکن ہے، اور پھر اسکے استثنی ،مگر حجت شرعی نہیں ،کو خیال میں لائیں ۔ یہ کیسے اضطراب پر مبنی ہیں؟ غیر نبی کا الہام شرعی حجت نہیں تو پھر کیسی حجت ہے؟ اور یہاں شرعی حجت کے سوا کس حجت سے بحث ہے)

{۱۵۔ محمد حسین: صحابی کی ایسی تفسیر آیات قرآن جس کے معنی سمجھنے میں محض رائے کا دخل نہ ہو، حکماً مرفوع ہے یا نہیں ۔

} حکیم صاحب: صحابی کی ایسی تفسیر کوئی حکماً حجت نہیں ۔ (اس جواب میں اور جواب سوال نمبر ۱۶ میں آپ نے سلف صالحین کا خلاف کیا ۔ اور اپنی اور اپنے پیر مرزا کی تاویلات بدعیہ مخالفہ سلف صالحین کے لئے راستہ نکالا ہے ۔ سلف صالحین تو ہر بات میں صحابہ کے اقوال و آثار کی پیروی کرتے اور ان کی آراء کو بھی اپنی آراء سے مقدم سمجھتے ۔ آپ ان کی ایسی تفسیر کو بھی نہیں مانتے جس کا آنحضرت ﷺ سے مسموع ہونا متعین ہے ،اور اس میں رائے محض کا دخل نہیں ہے)

{۱۶۔ محمد حسین: درصورت عدم حجیت وہ دوسروں کی تفسیر بالرائے سے مقدم ہے یا نہیں ۔

} حکیم صاحب: صحابی کی تفسیر کو مقدم کرنا کوئی ضرورت نہیں ۔

{۱۷۔ محمد حسین: نبوت ختم ہو چکی ہے یا نہیں ۔

} حکیم صاحب: نبوت تشریعی ختم ہو چکی ہے ۔ کوئی شخص شرع جدید نہیں لا سکتا ۔

{۱۸۔ محمد حسین: کوئی جدید نبی ہو سکتا ہے جو تشریع جدید نہ کرے ۔ شرع محمدی کے تابع ہو اور نبی کہلائے ۔ جیسے انبیاء بنی اسرائیل توریت کا اتباع کرتے تھے اور نبی کہلاتے تھے ۔

} حکیم صاحب: کوئی بعید نہیں ۔ ہو (اس میں تو آپ نے حد کر دی ۔ پیروی قرآن وحدیث اور اتباع سلف صالحین و عام مومنین سب کو بالائے طاق رکھ کر اپنے پیر مرزا کی تقلید اختیار کی ہے ۔ جس میں وہ سر سید احمد خان کے مقلد بنے ہیں جو ختم نبوت سے بتاویل انکار کر کے ،کالون ،لوتھر ،بابو کیشب ،چندر سین اور دیانند سرستی کو نبی یا پیغمبر قرار دے چکے ہیں)

{۱۹۔ محمد حسین: آیت خاتم النبیین نبوت کو ختم کرتی ہے ،آپ نبی جدید کی تجویز پر کیا دلیل رکھتے ہیں؟

} حکیم صاحب: خاتم النبیین کی آیت تشریعی انبیاء کے ختم کی دلیل ہے۔ نبی بلاتشریع کے وجود کی مانع نہیں ہے۔ ایسے نبی کے دلائل میں اس وقت پیش نہیں کرتا (مجلس مناظرہ کے بعد آپ کو اپنے اس جواب کی مضرت سوجھی تو آپ نے حافظ محمد یوسف مہتمم انعقاد جلسہ سے یہ بات کہی کہ اس جواب میں کہیں علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل درج کرا دو۔ حکیم صاحب کے لودہانہ روانہ ہو جانے کے بعد حافظ صاحب نے منشی عبداللہ نقشہ نویس اور میاں الہ بخش درائی فروش کے سامنے خاکسار سے اس امر کی درخواست کی۔ خاکسار نے اس کے جواب میں یہ بات کہی کہ اس جواب کے ساتھ یہ حدیث چسپاں نہیں ہوسکتی۔ ہاں وہ اس جواب کو واپس لیں اور بجائے اس کے یہ جواب دیں کہ اس وقت نبی تو کوئی نہیں ہوسکتا، اس وقت کے علماء مشابہ انبیاء ہیں، تو اس جواب کے ساتھ وہ حدیث بخوبی چسپاں ہوسکتی ہے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے، جس مقام میں چاہیں اس حدیث کو درج کر دیں۔ حافظ صاحب اپنے قلم سے اس حدیث کو درج نہ کر سکے، اور اپنی نوکری پر چلے گئے۔ پھر خاکسار نے بذریعہ ڈاک وہ کاغذ جس میں اصول وسوالات درج تھے ان کے پاس بھیج دیا اور ان کو اختیار دیا کہ جہاں چاہیں، اس حدیث کو درج کریں۔ انہوں نے وہاں سے بھی اس کاغذ کو بلاتصرف وتبدل واپس کیا، اور کہیں اس حدیث کو درج نہ فرمایا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی کہیں اس کا مساغ نہ پایا۔ ہم اب بھی حکیم صاحب کو اختیار دیتے ہیں کہ جہاں چاہیں اس حدیث کو چسپاں کر دیں، اگر گنجائش پاویں۔ ہمارے نزدیک تو یہ حدیث تب ہی ان کی متمسک ہوسکتی ہے جب کہ وہ اس جواب کو بدلدیں۔ اور یہ جواب دیں کہ اب نبی کوئی نہیں ہوسکتا، علماء امت، انبیاء بنی اسرائیل کے مشابہہ ہیں)

{۲۰۔ محمد حسین۔ لفظ عیسی بن مریم اور دجال کے اصلی معنی (جس کی تاویل محتاج دلیل ہو) آنحضرت ﷺ اور صحابہ وتابعین کے زمانہ میں اس وقت تک کیا سمجھے گئے۔

} حکیم صاحب: مجھے تمام لوگوں کے کل اقوال کی خبر نہیں۔

{۲۱۔ محمد حسین۔ میں نے نہ تمام لوگوں کے اقوال پوچھے ہیں، نہ کل اقوال۔ جن لوگوں کے اقوال پر آپ کو اطلاع ہے، ان کا کیا خیال تھا۔

} حکیم صاحب: ابن مریم سے قرآن میں عیسی نبی اللہ اسرائیلی مراد ہے اور دجال کی نسبت مختلف خیال ہیں۔ ابن صیاد کو حضرت عمرؓ دجال سمجھتے اور اس پر قسم کھاتے تھے (اس میں دھوکہ ہے جس کا بیان بابرہان تتمہ جواب نمبری ۲۴ میں عنقریب آئے گا)۔

{۲۲۔ محمد حسین: احادیث نبویہ میں جو ابن مریم کا لفظ وارد ہے اس کے معنی صحابہ وتابعین وغیرہ

مسلمین نے جہاں تک آپ کو علم ہے، کیا سمجھے ہیں ۔اور دجال کی نسبت جو آپ نے اختلاف بیان کیا ہے، اس کی ایک شق آپ نے بیان کی ہے دوسری نہیں کی ۔اب بیان فرماویں کہ سوائے ابن صیاد کے بھی صحابہ وتابعین نے کسی کو دجال سمجھا ہے۔

} حکیم صاحب: مجھے یاد نہیں کہ سوائے ابن صیاد کے کسی کو دجال کہا گیا ہو اور ابن مریم کے ساتھ کسی نے، جہاں تک مجھے یاد ہے، اسرائیلی کی قید نہیں لگائی۔

{۲۳۔محمد حسین: آنحضرت ﷺ کے وقت میں ابن مریم کا لفظ قرآن میں اور پھر آنحضرت ﷺ کے کلام میں اور عام لوگوں کی کلام میں جب کبھی بولا جاتا تھا تو اس لفظ کے اصل معنی کیا سمجھے جاتے تھے ۔آیا وہی حضرت عیسی ابن مریم اسرائیلی یا کوئی اور معنی بھی کسی کے خیال میں آئے تھے۔

} حکیم صاحب: قرآن شریف میں جہاں ابن مریم آیا ہے وہاں تو وہی عیسی ابن مریم سمجھے جاتے تھے اور احادیث میں بھی جو ابن مریم بولا گیا تھا اس کی تصریح صحابہ کی جانب سے میں نے نہیں دیکھی کہ آیا وہ اس کو مثیل مسیح سمجھتے تھے، یا واقعی نبی اللہ بنی اسرائیلی مراد لیتے تھے۔

{۲۴۔محمد حسین: آٹھویں اصول میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ احادیث اور اقوال کے اصلی معنی

....

مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ:

سوال نمبری ۲۴، اس حد تک پہنچا تھا کہ حکیم صاحب مجلس سے رخصت کے خواستگار ہوئے۔اس وقت جناب مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور نے فرمایا کہ ان اصول وسوالات وجوابات پر فریقین کے دستخط ثبت ہونے چاہییں ۔ وبناء علیہ وہ اصول وسوالات وجوابات اس مجلس میں اول سے آخر تک لفظ بلفظ پڑھے گئے ۔ پھر حکیم صاحب نے اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملاحظہ فرما کر تسلیم کیا، اور پہلے اس پر اپنا دستخط کرنا چاہا مگر پھر فرمایا کہ یہ دوسرے کاغذ پر صاف ہو جائیں گے تو اس پر دستخط کرونگا۔اور یہ کہہ کر مجلس سے کھڑے ہو گئے اور دوسرے جگہ کھانا کھا کر اپنے آقا راجہ صاحب کے پاس چلے گئے ۔اس کے بعد اکثر ارکان مجلس اپنے اپنے مکانات کو تشریف لے گئے۔صرف خاکسار اور جناب مولوی محمد عبداللہ اور چند دیگر احباب تقریباً ایک گھنٹہ تک وہاں ٹھہرے۔اور ان اصول وسوالات وجوابات کی دو نقلیں کرا کے اصل سے ان کا مقابلہ کرتے رہے ۔اس کے بعد ہم بھی وہاں سے مرخص ہوئے اور ان دو نقلوں میں سے ایک نقل پر خاکسار نے اپنے دستخط کر کے حکیم صاحب کا دستخط ثبت کرانے کی غرض سے اس کو حافظ جی کے سپرد

کیا اور یہ کہہ دیا کہ جس وقت حکیم صاحب واپس آئیں اور مباحثہ پورا کرنا چاہیں اس وقت ہم لوگوں کو بھی طلب کریں۔

تھوڑی دیر کے بعد حکیم صاحب اس مکان میں واپس آ گئے تو آپ نے اس صاف شدہ نقل کو ملاحظہ فرمایا اور مطابق اصل پا کر اس پر دستخط کرنا چاہا۔ مگر بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ محمد یوسف نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا، جس کی وجہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

اس نقل میں حکیم صاحب نے اس قدر اضافہ کرنا چاہا کہ جواب نمبری ۱۸ یا ۱۹ میں کہیں پر حدیث علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل کو درج کیا جائے جس کو حافظ صاحب نے منظور کر لیا، اور دوسرے دن کاغذ واپس دینے کے وقت اس کی تعمیل کیلئے مجھے مامور کیا۔ خاکسار اس وجہ سے جو قبل ازیں عرض کر چکا ہے، اس کو قبول نہ کر سکا۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۱۳ تا ۳۲)

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ

اس دن بارہ بجے دن سے رات کے چار بجے تک حکیم صاحب لاہور میں رہے اور اپنے پیر کے بعض نئے حواریوں کو (جن میں حافظ محمد یوسف صاحب، و منشی الٰہی بخش صاحب شامل و حاضر تھے) حضرت مسیح کے سولی پر چڑھائے جانے اور ہڈی نہ ٹوٹنے کے سبب سے سولی سے زندہ اتر آنے اور پھر اپنی موت سے وفات پانے کا حال، جیسا کہ سر سید احمد خان کی تفسیر میں درج ہے، سناتے رہے۔ مگر خاکسار سے مباحثہ کرنے کا حرف زبان پر نہ لائے۔ بلکہ باوجودیکہ میاں رجب الدین و میاں محمد چٹو نے ان کو بہتیرا اکسایا اور مباحثہ پر آمادہ کیا مگر وہ اپنے کمان افسر حافظ محمد یوسف کی ماتحتی اور پھر ان کی غیر حاضری کے عذر سے اس مباحثہ سے جان بچاتے رہے۔ اور ادھر حافظ صاحب، جو مباحثہ سے ان کی جان بچانے کا ان کو شاید وعدہ دے چکے تھے، کہیں مفقود الخبر ہو گئے۔ اور مزید تفحص و تفتیش کے بعد منشی محمد بخش کے ان کے پاس پہنچنے پر رات کے بارہ بجے کے قریب وہ اس مکان میں آئے۔

اس وقت حکیم صاحب نے حافظ یوسف صاحب اور دیگر حاضرین و معتقدین سے یہ عذر پیش کر کے کہ: جموں میں ہمارا بہت جلد جانا ضروری ہے اور درصورت توقف مسلمانوں کا حرج عظیم متصور ہے، رخصت کے خواستگار ہوئے۔ حاضرین مجلس پر ان کے عذر و تقریر کا ایسا اثر پڑا کہ ان کو رخصت دینے کے سوا کچھ نہ سوجھا۔ پھر آپ نے ایک شب کے لئے لودہانہ جانے، اور وہاں سے اسباب اور اہل بیت کو لانے کی ضرورت کو ظاہر کیا اور ۱۵ تاریخ کو پانچ بجے صبح کے لودہانہ کی

طرف کوچ کیا۔

وہاں جا کر آپ کو جموں کا وہ ضروری کام بھول گیا اور وہ عذر بھی آپ کے خیال سے جاتا رہا۔ وہاں آپ نے ۱۸۔ اپریل تک قیام و آرام فرمایا۔ دو پہر ۱۹۔ اپریل (۱۸۹۱ء) کو لاہور پہنچ کر جموں کی طرف منہ کیا۔

ہم لوگ جو حکیم صاحب کے شبینہ مشورہ اور دیرینہ ارادہ سے واقف نہ تھے ۱۴۔ اپریل کو تمام دن ان کے منتظر رہے۔ رات ہوئی تو ان کی یاد آوری اور طلبی سے مایوس ہو کر اس امر پر آمادہ ہو گئے کہ علی الصباح بلا طلب و اجازت حکیم صاحب کے فرودگاہ پر دھاوا کریں گے۔ اور بر طبق، تو مان نہ مان میں تیرا مہمان، خود جا کر خواستگار اتمام مباحثہ ہوں گے۔ یہ سوچ کر رات ہی کو رقعات اطلاعی و طلبی بنام شرکاء مجلس تحریر کئے جو نماز صبح کے بعد ان لوگوں کے مطالعہ میں آئے۔ ومنجملہ ان اصحاب و احباب مولوی محمد عبداللہ تو بعد نماز صبح اپنے مکان سے چل بھی پڑے تھے۔ اور بعض دیگر احباب کے رقعات متضمن وعدہ شمولیت پہنچ گئے تو ایک مخبر صاحب یہ منحوس خبر لائے کہ حکیم صاحب تو کچھ رات رہتے یعنی ۴ بجے کے بعد لاہور کو چھوڑ گئے۔ یہ سن کر ان حضرات عازمین شراکت مجلس کی خدمت میں اور قاصد روانہ کئے جو ان کو اس تکلیف تشریف آوری سے روکیں۔

اس کے بعد جو کاروائی ہم نے کی اور طرف ثانی سے ہوئی اس کا بیان ہم بعد میں کریں گے، اس سے پہلے ہم اس مباحثہ کے واقع ہونے، اور اس واقعہ کے صحیح ہونے اور ان سوالات و جوابات کے حکیم صاحب اور خاکسار کے مابین دائر ہونے پر اس مجلس کے ارکان و اعیان کی جن کے نام نامی ہم قبل ازیں درج کر چکے ہیں شہادت پیش کرتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب، خاکسار اور حکیم صاحب کے مباحثہ کرنے کا انکار کر چکے اور یہ فرما چکے کہ:

> آپ کا تو درمیان قدم ہی نہ تھا یعنی تو تو اس مجلس میں بطور وزیٹروں کے بلایا گیا تھا اور بات چیت جو ہوئی تھی سو حافظ محمد یوسف کی حکیم صاحب یا مولوی عبدالرحمٰن سے ہوئی تھی۔ تو کون ہے کہ لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوتا ہے اور خود بخود مبارز و مباحث بن بیٹھا ہے۔

ان تقریرات و بیانات صداقت آیات ان حضرات تقدس سمات سے (جو ضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں شائع و مشتہر کر چکے ہیں) ممکن بلکہ بظن غالب مظنون ہے کہ اصلی حقیقت سے ناواقفوں پر برا اثر ہو۔ اور وہ ان بیانات پر اعتماد کر کے دعوی مباحثہ کو غلط سمجھیں۔ لہذا ضرورت ہوئی کہ حضار مجلس سے ایسے اعیان کی شہادت کو جن کی وجاہت اور صداقت میں ان

حضرات کو جائے کلام نہ ہو پیش کیا جائے۔ اس کے بعد جواب نمبری ۲۴ کا تتمہ درج کیا جائے گا۔ اس کے بعد پچھلی کاروائی فریقین کا بیان ہوگا۔

شہادت اعیان ارکان مجلس:

☆ مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور کی شہادت

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ خاکسار اس گفتگو میں جو ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو منشی امیرالدین کے مکان پر مابین جناب مولوی حکیم نورالدین اور جناب مولوی ابوسعید محمد حسین ہوئی تھی اول سے آخر تک حاضر تھا۔ خاکسار کے سامنے یہ سوال و جواب مرقوم الصدر مابین مولوی صاحب و حکیم صاحب ممدوحین کے ہوئے۔ آخری تقریر نمبری ۲۴ کے بیان میں جناب مولوی ابو سعید محمد حسین نے اصول ممہدہ میں سے اصل نمبری ۸ کا حوالہ دیا۔ اس پر خاکسار نے عرض کی کہ اس تمام تحریر پر، جواب تک ہوئی ہے، فریقین کے دستخط ہو جانے مناسب ہیں تاکہ حوالہ کے وقت کسی کو اپنے مسلمات سے اعراض و انکار کی گنجائش نہ رہے۔ خاکسار کی یہ گذارش مقبول و منظور ہوئی اس پر منشی محمد دین (یہ سعادت مند نوجوان علی گڈھ کالج میں بی اے کی کلاس کے طالب علم ہیں اور لاہور کے باشندے ہیں اور ہمارے عزیز تلمیذ ہیں۔ محمد حسین) صاحب نے جو یہ سوال و جواب لکھتے جاتے تھے اول سے آخر تک تمام تقریر سنائی پھر جناب حکیم صاحب نے خود بھی اپنے ہاتھ میں لے کر اور اس تحریر کو پڑھ کر فرمایا کہ اسکو صاف کر لینا چاہیے، میں دستخط کر دونگا۔ اب منشی محمد امیرالدین اور حافظ محمد یوسف نے کسی قدر اصرار کے ساتھ جناب حکیم صاحب کو مجلس سے اٹھا لیا اور حکیم صاحب ان کے ہمراہ کہیں تشریف لے گئے۔ حکیم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد بہت سے اصحاب جن میں خاکسار بھی تھا قریباً ایک گھنٹہ یا اس سے کسی قدر زائد دیر تک اس مجلس میں حاضر رہے جب اس اثنا میں حکیم صاحب واپس تشریف نہ لائے تو خاکسار مولوی ابوسعید محمد حسین سے رخصت ہو کر اور یہ عرض کر کے چلا آیا کہ پھر گفتگو کے وقت سے آپ مجھے اطلاع دیجئے گا میں انشاء اللہ حاضر ہو جاؤنگا۔ چنانچہ میں اس روز تمام دن منتظر رہا۔ ۱۵۔ اپریل کو صبح کے وقت مولوی صاحب ممدوح کی طرف سے ایک رقعہ اس مضمون کا خاکسار کے پاس آیا کہ حکیم صاحب نے تو مباحثہ کے لئے نہیں بلایا مگر ہم چاہتے ہیں کہ خود وہاں جائیں اور ان سے مباحثہ پورا کرنے کی درخواست کریں لہذا آپ تشریف لے آویں، حسب وعدہ آپ کو مطلع کیا گیا۔ چنانچہ خاکسار یہ رقعہ دیکھنے کے بعد

مکان سے چلا۔ اثنائے راہ میں مولوی صاحب ممدوح کا ایک اور آدمی ملا جس نے مولوی صاحب کی طرف سے بیان کیا کہ اب آپ تکلیف نہ کریں۔ حکیم صاحب رات کے پانچ بجے لودہانہ چلے گئے۔ یہ پیام سن کر خاکسار راستہ سے واپس چلا آیا۔

العبد، محمد عبداللہ عفی عنہ اول مدرس عربی اورئینٹل کالج لاہور

☆ خان بہادر فقیر سید جمال الدین رئیس و آنریری اسسٹنٹ کمشنر لاہور کی شہادت

جب راقم وہاں گیا تو اس وقت حکیم صاحب اور مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کے مابین سوال و جواب ہو رہے تھے۔ اور راقم کے سامنے اخیر میں یہ سوالات و جوابات پڑھے گئے تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ صاف ہو جاویں تو پھر دستخط کردونگا۔ پھر حکیم صاحب کسی ضرورت کے واسطے تشریف لے گئے۔ راقم فقیر جمال الدین عفی عنہ

☆ شیخ خدا بخش جج عدالت خفیفہ لاہور کی شہادت

۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو میں مولوی محمد عبداللہ ٹونکی اور فقیر جمال الدین کے بعد اس مجلس میں گیا تھا، نہ اس خیال سے کہ میں مناظرہ میں شامل ہوں بلکہ مناظرہ کا مجھ کو علم بھی نہ تھا۔ میں وہاں مولوی نورالدین کے ساتھ کسی جگہ جانے کیلئے کسی اور معاملہ دنیاوی کی خاطر گیا تھا کہ وہ وقت مولوی نورالدین نے میرے ساتھ کہیں جانے کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ بہرحال میں نے گفتگو مابین مولوی محمد حسین اور مولوی نورالدین ہوتی سنی۔ آخر کار تنگی وقت کے سبب مولوی نورالدین کو بعض ان کے احباب نے اٹھایا اور گفتگو مذہبی کے واسطے آئندہ کے لئے التواء کرنا پڑا۔

پھر ۱۷۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو لودہانہ سے میرے نام خط مولوی نورالدین صاحب کا آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ مولوی محمد حسین کی خبر تار برقی لودہانہ میں بنام مرزا غلام احمد پہنچی ہے کہ مولوی نورالدین جو بحث شروع کر کے بھاگ گیا ہے اس کو واپس کرو، ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔ مولوی نورالدین نے مجھ کو لکھا کہ عام جلسہ کا انتظام ہو تو مع مرزا صاحب کے لاہور وہ پہنچیں اور مجھ کو نیز ایماء تھا کی مولوی محمد حسین کی خدمت میں عرض کی جاوے کہ ۱۴۔ اپریل کو قریب نو بجے دن کے جو ان کو یک لخت جانا پڑا کیسا ضروری امر تھا۔ میری رائے میں ۹ بجے جو مولوی نورالدین نے گفتگو ختم کی اس میں ضرورت واقعی تھی۔ بعد وصول رقعہ مولوی نورالدین کے منشی عبدالحق کے ساتھ بخدمت مولوی محمد حسین صاحب چپراسی روانہ کیا اور عبدالحق صاحب نے بخدمت مولوی محمد حسین خط مرزا غلام احمد کا پیش کیا۔ آخر ۱۷۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو منشی عبدالحق نے مجھ کو لکھا کہ مولوی محمد

حسین نے بجواب خط مرزا صاحب لکھ دیا ہے کہ بعد مطالعہ کتاب ازالہ اوہام بحث کے واسطے تاریخ مقرر کریں گے۔ الغرض ۹ بجے تک ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء گفتگو ہر دو صاحبان کی ہوتی میں نے سنی۔ آخر کار سوالات و جوابات میرے سامنے بمواجہ ہر دو فریق پڑھے گئے اور ان کو صحیح مانا گیا، مگر مولوی نورالدین نے کہا کہ بعد صفائی کے دستخط کریں گے۔ یکم مئی۔ احقر خدا بخش۔

☆ مولوی عبدالعزیز ملازم سررشتہ تعلیم و رکن انجمن حمایت اسلام کی شہادت

میں اس جلسے میں اول سے آخر تک موجود تھا اور جس قدر واقعہ مولوی محمد عبداللہ ٹونکی نے تحریر فرمایا ہے، میرا اس سے کلی اتفاق ہے۔ عبدالعزیز۔ ۲ مئی ۱۸۹۱ء

مرزا قادیانی اور ان کے حواری، ان شہادات کو دیدہ عبرت سے پڑھیں اور تھوڑی دیر کے لئے اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں۔ اور پھر خوف آخرت و ننگ دنیا کو پیش نظر رکھ کر انصاف سے کہیں کہ اس واقعہ کے بیان میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

ان شہادتوں کو وہ صادق اور کافی نہ سمجھیں تو ان اعیان سے یا انکے برابر صادق القول اور وجیہہ اشخاص کی شہادت سے یہ ثابت کریں کہ یہ مباحثہ حافظ محمد یوسف اور حکیم صاحب یا مولوی عبدالرحمٰن کے مابین ہوا تھا۔ اور ان سوالات و جوابات کا سلسلہ انہی حضرات میں جاری تھا۔ ابو سعید محمد حسین ایک گوشہ میں وزیٹروں کی لائن میں چپ چاپ بیٹھا تھا۔

ایسے اعیان ان کو شہادت کے لئے میسر نہ آئیں تو اپنے ہی حامیوں اور تسلی یافتہ حواریوں میں سے جن کے نام ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں مشتہر کر چکے ہیں تین اشخاص حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش، منشی عبدالحق سے اس مضمون کی شہادت دلوا دیں۔ مگر ان کی شہادت ہم حلف سے لیں گے اور خاص مجلس میں جن الفاظ سے چاہیں گے یہ مضمون کہلوائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات میں ایسے لوگ بھی ہیں جو دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز، عمل کر کے تاویل و توریہ کے ساتھ تھوڑا سا جھوٹ بولنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ ہم ان سے ایسے الفاظ سے حلفی شہادت لیں گے جن میں وہ تاویل و توریہ نہ کر سکیں گے۔ اور پہلے ان کو یہ مسئلہ سمجھا دیں گے کی حلف میں توریہ جائز نہیں، وہ دوسرے کی نیت پر واقع ہوتی ہے۔

تتمہ جواب نمبری ۲۴

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ اس جواب کے شروع میں، ایک سطر، کا اعادہ کر کے جواب کو پورا کیا جاتا ہے آٹھویں اصل ۔ (یا محاورہ عام کے مطابق آٹھواں اصول) ۔

{ محمد حسین : آپ (حکیم صاحب) تسلیم کر چکے ہیں کہ:

ا۔ احادیث وقرآن کے اصلی معنی (یعنی حقیقی) بلا دلیل قوی ترک کرنا اور اسکے مجازی معنی بلا وجہ قوی مراد لینا جائز نہیں ہے اور امید ہے کہ صحابہ کو بھی آپ اس قاعدہ سے ناواقف یا دیدہ دانستہ اس کے مخالف نہ قرار دیں گے کیونکہ وہ لوگ آپ سے اور اس وقت کے تمام لوگوں سے افقہ واورع تھے اور محاورات عرب اور خطابات سید العجم والعرب سے بخوبی واقف تھے اور اصول صحیحہ کے پابند۔

۲۔ اور جواب نمبری ۲۳ میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ، یہ لفظ (مسیح ابن مریم) قرآن میں آیا تو صحابہ نے اس سے حضرت عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھا ، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ کے اصلی معنی یہی (عیسی نبی اللہ) ہیں ۔ یہ معنی اصلی نہ ہوتے تو قرآن میں وہ اس لفظ سے یہ مراد نہ سمجھتے ۔

ان دونوں مقدمات مسلّمہ جناب کو ملانے سے صاف اور قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ لفظ حدیث میں وارد ہوا تو وہاں بھی صحابہ نے اس لفظ سے حضرت عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھا ۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان (صحابہ) سے اس کے برخلاف اس لفظ سے مثیل مسیح یا اور معنی مجازی مراد سمجھنا اب تک ثابت نہیں ہوا ، جس کا آپ نے بھی جواب نمبری ۲۳ میں اعتراف کر لیا ہے ۔ اس قطعی نتیجہ کے ابطال ومقابلہ میں اگر آپ یہ کہیں کہ قرآن میں اس لفظ کے نازل ہونے کے وقت تو اس کے اصلی معنی حضرت عیسی نبی اللہ تھے مگر حدیث میں اس لفظ کے استعمال کئے جانے کے وقت وہ معنی اصلی نہ رہے ۔ یا یہ کہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب اصلی معنی کو بلا وجہ ترک کرنے عدم جواز سے واقف نہ تھے ۔ یا وہ باوجود واقفیت اس قاعدہ صحیحہ کے پابند نہ تھے ، تو آپ کی بات کا کوئی جواب نہیں ہے ۔

این ست جوابت کہ جوابت ندہم

(لطیفہ اعتراضیہ) ۔ جواب نمبری ۲۱ و ۲۳ میں تو حکیم صاحب نے مسیح ابن مریم کے لفظ کا قرآن میں وارد ہونا تسلیم کر لیا تھا مگر اپنے پرائیویٹ جلسوں میں حضرت مسیح کا سولی دیا جانا ، اور پھر اپنی موت سے فوت ہو جانا ، تلقین فرماتے رہے تھے ، اس لفظ کو قرآن میں وارد ہونے سے انکار کیا تھا ، اور صاف فرما دیا کہ مولوی صاحب (یعنی محمد حسین) سخت غلطی کرتے ہیں کہ بار بار اس

لفظ کے قرآن میں وارد ہونے پر زور دے رہے ہیں۔

آپ کے اس اقرار کو ان حواریوں نے مان لیا۔ اور ایک مولوی حافظ بھی آپ کے اس انکار کا مصدق ہوا۔ دوسرے دن اس امر کا تذکرہ خاکسار کے پاس میاں رجب الدین اور خواجہ محمد دین نے کیا تو خاکسار نے اسی وقت قرآن سے ایسی آیات کا نشان دیا جن میں یہ لفظ وارد ہے۔ پھر مجمع عام وعظ جمعہ میں ان آیات قرآنیہ کو پڑھ کر سنا دیا (قرآن میں کئی جگہ لفظ عیسی بن مریم وارد ہے۔ دیکھو آل عمران۔ ع ۵۔ نساء ع ۲۲ وغیرہ۔ کئی جگہ لفظ مسیح ابن مریم۔ دیکھو مائدہ۔ ع ۳ و ۱۰، توبہ۔ ع ۵۔ کئی جگہ لفظ عیسی ابن مریم ہے، دیکھو بقرہ، ع ۱۱۔ مائدہ، ع ۵۔ مریم ع ۲۔ کئی جگہ صرف ابن مریم۔ دیکھو زخرف، ع ۶۔ مومنون ع ۳)۔ ہم کو ان حواریوں کی زود اعتقادی پر افسوس نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن سے ماہر نہیں اور بعض تو بالکل ان پڑھ ہیں۔ افسوس تو حکیم صاحب پر ہے جنہوں نے اس انکار میں غضب ڈھایا۔ اس میں آپ نے دیدہ دانستہ نئے حواریوں کو دھوکہ دیا تو محل افسوس ہے اور اگر یہ انکار ناواقفی پر مبنی ہے تو پھر آپ کا دعوی قرآن دانی محل تعجب ہے۔

جواب نمبر ۲۱ میں آپ نے اس لفظ کی مراد میں اختلاف ظاہر کیا ہے، اور اس اختلاف کی ایک شق کو کہ حضرت عمرؓ، ابن صیاد کو دجال کہتے اور اس پر قسم کھاتے تھے، بیان کیا۔ پھر سوال نمبری ۲۲ میں دوسرے شق اختلاف کے بیان کا آپ سے مطالبہ ہوا تو آپ نے یہ کہہ دیا کہ مجھے یاد نہیں کہ سوائے ابن صیاد کسی کو دجال کہا گیا ہو۔ اس سے آپ نے یہ جتایا کہ دجال صرف ابن صیاد بالاتفاق مراد ہے، اور ہماری یاد میں اس مراد کا کوئی مخالف نہیں۔ ان جوابات میں آپ نے کئی وجہ سے دجل (حق باطل کا خلط) اختیار کیا۔

وجہ اول یہ کہ حضرت عمر فاروق کا ابن صیاد کو دجال کہنا یہی معنی نہیں رکھتا کہ وہ آپ کے نزدیک دجال موعود تھے۔ کیوں یہ جائز نہیں کہ آپ نے اس کو منجملہ ان تیس دجالوں کے سمجھا ہو جن کے پیدا ہونے کی خبر حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے:

عن ابی ھریرہ عن النّبیّ ﷺ قال لا تقوم السّاعۃحتی یبعث دجّالون کذا بون قریباً من ثلا ثین کلّھم یزعم انہ رسو ل اللّٰہ، مسلم ص ۳۹۷۔

قیل لعل عمر اراد بذلک ان ابن صیاد من الدجّالین الّذین یخرجون فید عون النّبوّۃ او یضلون الناس و یلبسون الامر علیھم لا انہ المسیح الد جال۔ مرقاۃ حاشیہ مشکوۃ ص ۴۷۹۔ ملا علی قاری نے بعض علماء سے نقل کیا

ہے کہ شائد عمرؓ کے اس قول سے یہ مراد ہو کہ ابن صیاد ان دجالوں میں سے ہے جو نبوت کا دعویٰ کریں اور لوگوں کو بہکا دیں اور انکے دین کو گڈ مڈ کر دیں گے، نہ یہ کہ وہ مسیح دجال موعود ہے۔

اس وجہ سے معاملہ دجال و ابن صیاد کے متعلق ایک مغالطہ ثابت ہوا۔

وجہ دوم۔ یہ کہ فرض کیا اور مان لیا کہ حضرت عمر کا یہی خیال تھا کہ ابن صیاد (ابن صیاد مدینہ کا یہودی تھا۔ آنحضرت ﷺ کے وقت میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اس میں بعض ایسی عجیب باتیں موجود تھیں جو دجال میں ہونگی۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے حج بھی کیا۔ اس کے مسلمان یا دجال ہونے میں صحابہ میں اختلاف رہا) وہی دجال موعود تھا مگر جب اس فرضی خیال سے آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر کو روک دیا اور صاف فرما دیا۔

فقال عمر بن الخطاب ذرنی یا رسول اللّٰہ ا ضرب عنقه فقال له رسول اللّٰہ ﷺ ان یکن فلن تسلط علیه وان لم یکن فلا خیر لک فی قتله۔ مسلم ص ۳۹۸۔

فقال رسول اللّٰہ ﷺ ان یکن هو فلست صا حبه انّما صاحبه عیسی بن مر یم و الا یکن هو فلیس لک ان تقتل ر جلاً من اهل العهد ۔ مشکوۃ ص ۴۷۹۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں آیا ہے، کہ اے فاروق، یہ ابن صیاد وہی دجال (موعود) ہے تو تجھے اسکے قتل پر تسلط نہ ہوگا کیونکہ اس کا قاتل حضرت عیسیٰؑ ہوگا۔ اور اگر یہ اور دجال ہے تو اس کا قتل کرنا اچھا نہیں کیونکہ یہ ذمی (عہدی) ہے جن کا قتل کرنا جائز نہیں۔ ، تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت عمرؓ کا وہ فرضی خیال قائم رہتا؟ کیا یہ امر ممکن اور بلحاظ کمال حضرت عمرؓ کے اتباع و اتقاء میں جائز ہے کہ آنحضرت ﷺ آپ کو دجال موعود کی نسبت یہ خبر دیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے ہاتھ سے قتل کیا جائے اور پھر حضرت عمرؓ اسی کو دجال موعود سمجھیں۔ ہرگز نہیں۔ آپ نے قول فاروقی کے یہ معنی بتا کر اور اس کے مخالف قول نبوی سے چشم پوشی کر کے مسلمانوں کو سخت دھوکہ دیا ہے اور اس میں دجل سے خوب کام لیا ہے

وجہ سوم۔ سلف صحابہ میں جو اختلاف تھا، وہ ابن صیاد کے باب میں تھا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں، نہ دجال موعود کے باب میں (جس کی علامات وخواص صحیح حدیثوں میں یہ آئے ہیں کہ۔ ۱۔ وہ مردہ کو زندہ کرے گا، ۲۔ اس کے ساتھ دوزخ و بہشت ہوگا۔ ۳۔ اس کی پیشانی پر ک ف ر یعنی کافر

مکتوب ہوگا۔۴۔حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ سے مارا جائے گا، وغیرہ) کہ آیا وہ بجز ابن صیاد کوئی اور شخص ہے یا نہیں۔امام نوویؒ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ امام ابوسلیمان خطابی نے فرمایا کہ ابن صیاد کے باب میں جب وہ بڑا ہوا، سلف کا اختلاف ہے۔ایک روایت یہ ہے کہ وہ اپنے کفریات سے تائب و مسلمان ہوا اور مدینہ میں فوت ہوا۔اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو اس کا منہ کھول کر لوگوں کو دکھایا گیا اور ابن عمر و جابر قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ابن صیاد دجال ہے۔

قال الخطابی و اختلف السّلف فی امره بعد کبره فروی عنه انّه تاب من ذلک القول ومات بالمدینة و انّهم لما اردوا الصّلوة علیه کشفوا عن وجهه حتی رآه الناس و قیل لهم اشهدوا قال و کان ابن عمر وجابر فیما روی عنهما یحلفان ان ابن صیادهو الدّجال لا یشکان فیه فقیل لجابر انّه اسلم۔ فقال و ان سلم۔ فقیل انّه دخل مکه و کان فی المدینة، فقال و ان دخل ۔مسلم ص ۳۹۷

اور یہ اختلاف صحابہ یا تابعین کا ہم نے کہیں نہیں دیکھا کہ دجال جس کے خواص و علامات مذکورہ حدیث میں آئی ہیں وہ بجز ابن صیاد کوئی نہیں ہے۔

حکیم صاحب نے اس (اول) اختلاف کو یہ (دوم) اختلاف قرار دیا اور دجل اختیار کر کے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالا۔آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک صحابی یا ایک تابعی سے بنقل صحیح یہ ثابت کر دکھائیں کہ ابن صیاد کے سوا کوئی دجال نہیں جس میں علامات مذکورہ کتب حدیث پائی جائیں گی۔حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ و جابرؓ کے اقوال کو اپنے خیال کی تائید میں پیش کریں گے تو سخت پچھتائیں گے۔ان سے آپ یہ نفی ثابت نہ کر سکیں گے۔

بالجملہ دجال کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا ہے اس میں دجل سے پورا کام لیا ہے اور حق کو باطل سے ملا دیا ہے اور حق یہ ہے کہ دجال موعود اور اس کی صفات موجودہ کتب حدیث کسی خلاف کا محل نہیں گو بعض صحابہ نے دجال کی بعض صفات کا محل ابن صیاد کو بھی بنایا ہے، اور اس کو منجملہ دجاجلہ شمار کیا ہے۔ (اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۳۳ تا ۴۵)

مباحثہ لاہور سے جنم لینے والی مراسلت

مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ لکھتے ہیں:

حکیم نور الدین صاحب مباحثہ چھوڑ لاہور سے کرلو دہانہ چلے گئے تو خاکسار نے دوسرے دن اس پر اطلاع پا کر حافظ محمد یوسف اور میاں رجب الدین کو بلایا اور ان سے سبب تشریف بری حکیم صاحب دریافت کیا۔ حافظ صاحب نے بیان کیا کہ حکیم صاحب کو جموں میں جلد جانا ضروری تھا۔ وہ جلد نہ جاتے تو مسلمانوں کا سخت حرج ہوتا اسلئے ہم نے ان کو مرخص کیا۔ اور کہا کہ کاغذ اصول و جوابات پر حکیم صاحب نے دستخط کرنا چاہا تھا، ولیکن ہم نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا۔ اور کہا کہ حکیم صاحب یہی خوف کرتے تھے کہ اگر میں بلا اتمام مباحثہ چلا جاؤنگا تو مولوی جی (محمد حسین) کہیں گے کہ وہ شخص بھاگ گیا مگر ہم نے اس خوف سے ان کو مطمئن کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ جو الزام وہ آپ پر لگائیں گے وہ ہم اپنے ذمہ لیں گے، آپ اس الزام سے بری سمجھے جائینگے

پھر حافظ صاحب نے اپنے بیان کی تصدیق میاں رجب الدین اور خواجہ محمد دین سے، کہ وہ بھی ان کے ساتھ آئے تھے، کرا دی۔ اور خاکسار سے یہ درخواست کی کہ آپ حکیم صاحب کی اس کاروائی پر جو کہنا چاہتے ہیں ہم کو کہیں، حکیم صاحب پر کوئی الزام عائد نہ کریں۔

میں نے اس کے جواب میں حافظ جی سے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں اور جو آئندہ چاہتے ہیں وہ صرف آپ کی دوست پروری اور پردہ پوشی ہے۔ آپ نے جب حکیم صاحب کو دیکھا کہ وہ ان اصول و جوابات کی تسلیم سے بے دست و پا ہو گئے ہیں لہذا اب وہ مباحثہ کے لئے مجلس میں آئیں گے تو الزام کھائیں گے اور خفت اٹھائیں گے۔ اور یہ امر آپ پر نہایت شاق گذرا اور دوستی کے اور حکیم صاحب کی اس مروت کے کہ وہ آپ کے کہنے سے مباحثہ کے لئے مستعد ہوئے مخالف معلوم ہوا، لہذا آپ نے اس کاغذ پر ان کا دستخط نہ ہونے دیا اور ان کو یہ وعدہ دے کر کہ ہزیمت کا الزام ہم اپنے ذمہ لیں گے، ان کو بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔ مگر آپ کی اس کاروائی سے حکیم صاحب الزام ہزیمت سے بری نہیں ہو سکتے اگرچہ وہ آپ ہی کے کہنے سے خاکسار کے مخاطب و

مناظر ہوئے تھے مگر آخر مخاطب ہوئے اور مناظر بن گئے ۔ لہذا ان کا فرض تھا کہ وہ جاتے ہوئے خاکسار سے اجازت لیتے یا کم از کم یہ اطلاع دیتے کہ ہم نے صرف حافظ جی کے کہنے سے آپ سے مناظرہ شروع کیا تھا اب ہم حافظ جی کے حکم یا اجازت سے اس مناظرہ کو موقوف کر کے لودہانہ جاتے ہیں ۔ انہوں نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا، تو ہم ان کا تعاقب نہ چھوڑیں گے۔ اور ان کے نام تار دے کر ان کو اتمام مباحثہ کے لئے بلائیں گے ۔ جس پر ہم نے ۱۵۔ اپریل کو ۱۱ بجے دن کے مرزا غلام احمد کے نام اس مضمون کا ٹیلی گرام دیا:

۱۵۔ اپریل ۱۹۸۱ء ۔ تمہارے ڈی سائیپل (حواری) نور الدین نے مباحثہ شروع کیا اور بھاگ گیا۔ اس کو واپس کریں یا خود آویں ورنہ یہ متصور ہوگا کہ آپ نے شکست کھائی؛

اس تار کے جواب میں ہمارے مقدس اور شیر بہادر مرزا صاحب سے یہ نہ ہو سکا کہ فوراً تار کے ذریعہ مجلس مناظرہ میں حاضر ہو جانے کا وعدہ دیتے ۔ بلکہ دوسرے دن ۱۶۔ اپریل کو ۶ بجے کی ٹرین میں ایک آدمی کے ہاتھ اس تار کے جواب میں اپنا خط ذیل روانہ کیا جو ۱۷۔ اپریل کو ہمیں ملا ۔ اس خط میں پچھلے مباحثہ کو آپ نے کان لم یکن (گویا کہ وہ ہوا ہی نہ تھا) ٹھہرایا۔ اور نئے مباحثہ کے لئے ایسی فاسد شرائط کو پیش کیا جن سے مناظرہ کا وجود میں آنا محال تھا۔ ان شروط کو گویا انہوں نے سپر بنایا اور ان کے ذریعہ سے اپنے آپ کو اور اپنے حواری کو مباحثہ سے بچالیا۔

(اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۴۵۔ ۴۶)

☆ مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا مذکورہ بالا خط درج ذیل ہے:

بخدمت اخویم مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ۔

آپ کا تار، جس میں لکھا تھا کہ تمہارے وکیل بھاگ گئے ان کو لوٹاؤ یا آپ آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے، پہنچا۔ اے عزیز! شکست اور فتح خدا تعالی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے فتح مند کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے شکست دیتا ہے ۔ کون جانتا ہے کہ واقعی طور پر فتح مند کون ہونے والا ہے اور شکست کھانے والا کون ہے؟ جو آسمان پر قرار پا گیا ہے وہی زمین پر ہوگا گو دیر سے سہی ۔ لیکن اس عاجز کو تعجب ہے کہ آپ نے کیونکر یہ گمان کر لیا کہ حبی فی اللہ مولوی حکیم نور الدین آپ سے بھاگ کر چلے آئے ۔ آپ نے ان کو کب بلایا تھا کہ تا وہ آپ سے اجازت مانگ کر آتے (وہ بے بلائے آئے مگر حافظ یوسف کے کہنے پر مناظرہ میں پھنس گئے ۔ کیا پھر ان پر واجب نہ تھا کہ وہ مجھ

سے اجازت لیتے یا کم از کم اطلاع دیتے کہ میں جاتا ہوں ۔ محمد حسین)۔ اصل بات تو اس قدر تھی کہ حافظ محمد یوسف نے مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ مولوی عبد الرحمٰن اس جگہ آئے ہوئے ہیں، ہم نے ان کو دو تین روز کیلئے ٹھہرا لیا ہے (محض خلاف واقع ہے۔ مولوی عبد الرحمٰن لکھوی کو میں نے ٹھہرایا جس وقت حافظ جی کا لاہور میں سراغ بھی نہ تھا، وہ تو اس دن آئے جس دن حکیم صاحب آئے تھے۔ محمد حسین) تا ان کے روبرو ہم بعض شبہات اپنے آپ سے دور کرا لیں اور یہ بھی لکھا کہ ہم اس مجلس میں مولوی محمد حسین صاحب کو بھی بلا لیں گے (نہ حافظ جی نے مولوی عبد الرحمٰن کے سامنے حکیم صاحب کی خدمت میں کوئی شبہ پیش کیا اور نہ انہوں نے دور کیا۔ سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ کیا شبہ تھا جو پیش کیا اور حل ہوا۔ محمد حسین) چونکہ مولوی صاحب موصوف حافظ صاحب کے اصرار کی وجہ سے لاہور میں پہنچے اور منشی امیر الدین کے مکان پر اترے اور اس تقریب پر حافظ صاحب نے اپنی طرف سے آپ کو بھی بلا لیا۔ تب مولوی عبد الرحمٰن تو عین تذکرہ میں اٹھ کر چلے گئے اور جن صاحبوں نے آپ کو بلایا تھا انہوں نے مولوی صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی محمد حسین کا طریق بحث پسند نہیں آیا (میرا تو بقول آپ کے درمیان قدم ہی نہ تھا اور نہ میں نے مباحثہ کیا، پھر میری کون سی بحث کا طریق ناپسند ہوا۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ نفی مباحثہ کو بھول گئے ۔ محمد حسین) ۔ یہ سلسلہ تو دو برس تک بھی ختم نہیں ہوگا ۔ آپ خود ہمارے سوالات کا جواب دیجئے۔ ہم مولوی محمد حسین صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ انہوں نے آپ کو بلایا ہے (محض دروغ بے فروغ ہے۔ نہ حافظ جی نے مولوی عبد الرحمٰن کے سامنے یا ان کے پیچھے حکیم صاحب سے کوئی شبہ حل کرایا، نہ اس کا شکریہ ادا کیا اور نہ آواز بلند یا آہستہ سے کہا کہ میری تو من کلّ الوجوہ تسلی ہوگئی ہے اب میرے دل میں کوئی شبہ و اعتراض باقی نہیں ہے۔ جس وقت آپ مسیح کے سولی پر چڑھائے جانے اور موت سے وفات پانے کے دلائل نئے حواریوں کو سنا رہے تھے، اس وقت تو حافظ یوسف وہاں موجود ہی نہ تھے پھر وہ ان کے ختم ہونے پر مصدق کیونکر ہوئے۔ ہاں حافظ جی کے آنے پر جب وہ معہ منشی الٰہی بخش صاحب ۱۲ بجے رات کے قریب آئے تھے آپ نے وہ تقریر نقل کی تھی جو درباب عدم ثبوت قتل مسیح کے ریل گاڑی میں ایک انگریز کے ساتھ آپ کی ہوئی تھی۔ وہ تقریر سن کر بھی حافظ و منشی صاحب وغیرہ حاضرین بجز ایک شخص کے خاموش رہے، نہ اس کے مصدق ہوئے نہ مکذب۔ شکریہ کجا و آواز بلند کجا۔ آپ اپنے بیان میں سچے ہیں تو حافظ جی و منشی الٰہی بخش و منشی عبد الحق سے اس کی تصدیق کرا دیں۔ مگر یہ یاد رکھیں کہ ہم بھی انہی حضرات میں سے بعض کی تحریری شہادت اپنے بیان کی مصدق حاصل کر چکے ہیں ایسا نہ ہو کہ مقدس صوفیوں کی آپس میں جنگ ہو۔ وہ

حضرات اگر باہم مصالحت کرلیں گے اور بحکم دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔ اپنے بیان سابق کے برخلاف کذب پر آمادہ ہوکر آپ کے بیان کی تصدیق پر متفق ہو جائیں گے تو ہم تینوں کا علیحدہ علیحدہ حلفی اظہار لیں گے اور ان کی اختلاف بیانی سے، جو دروغ گوئی کیلئے لازمی ہے، انکی ناراستی ثابت کریں گے انشاء اللہ۔ اس بیان میں جو آپ نے ان لوگوں کا قول نقل کیا ہے کہ : ہم مولوی محمد حسین کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے۔ یہ صاف مشعر ہے کہ خاکسار کا دوبارہ آنا قرار پاچکا تھا اور اس سے پیشتر ضروری تسلیم کیا گیا تھا۔ وہ ضروری نہ مانا جاتا تو اس کی ضرورت کی نفی کی ضرورت نہ پڑتی۔ اس سے آپ کی اور آپ کے حواریوں کی ان باتوں کا کہ: آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔، اور تم ناحق لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوتے ہو؛۔ وغیرہ کا دروغ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس مکالمہ ومباحثہ میں میرا دخل نہ تھا تو پھر ان کو میرے آنے کا انتظار کیوں رہا۔ اور پھر اس کی ضرورت کی نفی کی ضرورت کیوں ہوئی۔ محمد حسین)۔ تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا مولوی صاحب موصوف نے بخوبی ان کی تسلی کردی یہاں تک کہ تقریر ختم ہونے کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب نے بانشراح صدر بلند آواز سے کہا کہ اے حاضرین! میری تو من کل الوجوہ تسلی ہوگئی اور میرے دل میں نہ کوئی شبہ اور نہ کوئی اعتراض باقی ہے۔ پھر بعد اس کے یہی تقریر منشی عبدالحق ومنشی الٰہی بخش ومنشی امیر دین اور مرزا امان اللہ نے کی اور بہت خوش ہوکر ان سب نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور تہ دل سے قائل ہوگئے کہ اب کوئی شک باقی نہیں اور مولوی صاحب کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ ہم نے محض اپنی تسلی کرانے کے لئے آپ کو تکلیف دی تھی، سو ہماری بکلی تسلی ہوگئی۔ آپ بلا جرح تشریف لے جایئے (محض دروغ ہے اور حافظ جی اور منشی الٰہی بخش وغیرہ اس وقت یہ بات نہ بالشرح زبان پر لائے نہ بانقباض خاطر نہ آواز بلند سے نہ آہستہ سے۔ بلکہ اس مجلس میں بجز ایک شخص کے جس کی تصدیق بقول صائب :

دو چیز مے شکند قدر شعر را تحسین ناشناس وسکوت سخن شناس

تکذیب کے برابر ہے، کسی نے لب نہیں ہلایا۔ اگر آپ سچے ہیں تو ان تین اشخاص سے جن کا ذکر ہوا ہے حلفی اظہار دلوادیں۔ محمد حسین)

سو انہوں نے ہی بلایا اور انہوں نے ہی رخصت کیا۔ آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا، پھر آپ کا یہ جوش جوتار سے ظاہر ہوتا ہے کس قدر بے محل ہے۔ آپ خود انصاف فرماویں جب کہ ان سب لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اب ہم مولوی محمد حسین کو بلانا نہیں چاہتے۔ ہماری تسلی ہوگئی اور وہی تو تھے جنہوں نے مولوی صاحب کو لدھیانہ سے بلایا تھا تو پھر مولوی صاحب آپ سے کیوں

اجازت مانگتے، کیا آپ نہیں سمجھتے۔

(دوسری طرف مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد، مولوی سرور شاہ قادیانی کی زبانی اس واقعہ کی ایک اور شکل بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں: بیان کیا مجھ سے مولوی سید سرور شاہ نے کہ جن دنوں مرزا صاحب نے شروع شروع میں مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا، میں طالب علم تھا اور لاہور میں پڑھتا تھا۔ ان دنوں میں مولوی نور الدین، مرزا صاحب کو ملنے کے لئے جموں سے آئے اور راستہ میں لاہور ٹھہرے۔... میں مولوی صاحب سے ملنے کے لئے گیا۔ مولوی صاحب ان دنوں نماز چونیاں کی مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ وہاں مولوی صاحب نماز پڑھنے گئے اور حوض پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے، تو ادھر سے مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آ گیا۔ اس نے مولوی صاحب کو دیکھتے ہی کہا کہ مولوی صاحب! تعجب ہے آپ جیسا شخص بھی مرزا کے ساتھ ہو گیا ہے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ مولوی صاحب میں نے تو مرزا صاحب کو صادق اور منجانب اللہ پایا ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے ان کو یونہی نہیں مانا بلکہ علی وجہ البصیرت مانا ہے۔ اس پر باہم بات ہوتی رہی۔ آخر مولوی محمد حسین نے کہا کہ اب میں آپ کو لاہور سے جانے نہیں دونگا حتی کہ آپ میرے ساتھ اس معاملہ میں بحث کر لیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اچھا میں تیار ہوں۔ اس پر اگلا دن بحث کے لئے مقرر ہو گیا۔ چنانچہ دوسرے دن مولوی صاحب کی مولوی محمد حسین کے ساتھ بحث ہوئی۔ لیکن ابھی بحث ختم نہ ہوئی تھی کہ مولوی صاحب کو جموں سے مہاراج کا تار آ گیا کہ فوراً چلے آؤ۔ چنانچہ مولوی صاحب فوراً بطرف لدھیانہ روانہ ہو گئے تا کہ حضرت صاحب سے ملاقات کر کے واپس تشریف لے جائیں۔ سیرۃ المہدی۔ جلد ا۔ ص ۲۷۹)

اور اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیے جیسا کہ آپ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں تو یہ عاجز بسر و چشم حاضر ہے مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے، صرف تحریری بحث چاہیے (تقریر کا تحریر میں آ جانا اور جو بات کسی فریق کے منہ سے نکلے اس کو فریق ثانی کا لکھ لینا مناسب ہے مگر اس میں یہ قید لگانا کہ بدون تحریر کے کوئی فریق ایک کلمہ زبان پر نہ لاوے، بالمشافہ گفتگو کو فضول ٹھہرانا ہے اور دائرہ گفتگو کو تنگ کرنا۔ یہ قید ہو تو فریقین کا گفتگو کیلئے ایک مجلس میں جمع ہونا اور بالمشافہ گفتگو کی کیا ضرورت ہے؟ ایسی تحریری گفتگو غائبانہ بذریعہ تحریرات بھی ہو سکتی ہے۔ محمد حسین) اور وہ یوں کہ مساوی طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو بآواز سنا دیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دے دیں۔ پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سنا دوں۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے (ان شروط کا بدنیتی اور دھوکہ پر مبنی ہونا

بیان ہو چکا ہے۔اس طرفہ پر آپ نے طرہ یہ چڑھایا ہے کہ اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں، جس کو ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء لکھا گیا ہے، ایسی ہی چند شرطیں اور بڑھا دیں۔ ۱۔مجلس بحث میں کوئی یورپین افسر یا ہندو مجسٹریٹ ہو اور چند دیسی پولیس مین بھی ہوں۔ ۲۔سوال جواب لکھنے والا کوئی ہندو خوش خط ہو۔ ۳۔ ہر ایک فریق کو ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ تک تحریر کا اختیار ہو۔ ۴۔آٹھ بجے سے دس بجے تک یہ جلسہ ختم ہو۔اس سے زیادہ ہو تو نماز ظہر تک۔ ایسی ہی اس میں بعض اور شروط ہیں۔ان شروط کو پیش کر کے آپ نے دائرہ مباحثہ کو اور بھی تنگ کر دیا اور ثابت کر دکھایا ہے کہ درحقیقت آپ کو مباحثہ منظور نہیں ہے۔ یہ صرف مباحثہ سے جان بچانے کے حیلے بنائے ہیں۔آپ نے یہ سوچ کر ایسی شروط کو پیش کیا ہے کہ ان شروط سے کسی نہ کسی شرط کا فوت ہو جانا ممکن ہے اور اس سے مباحثہ سے ہماری نجات کی امید ہے۔ مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یورپین افسر یا ہندو مجسٹریٹ، جو حاکم ہیں نہ کہ رعایا کے محکوم، اس مذہبی بحث کی مجلس میں شامل ہونا پسند نہ کریں، یا کوئی ہندو خوش خط جو فارسی اردو کے علاوہ عربی لکھنا، جو اس مذہبی بحث میں لازمی امر ہے، نہ جانتا ہو۔ شرط سوم و چہارم میں آپ نے یہ بھی جتایا ہے کہ اس بحث سے آپ کو اظہار حق مقصود نہیں صرف بزعم خود الزام خصم مدنظر ہے جو جدال کہلاتا ہے یا اپنے مخاطبوں کا امتحان علم و معلومات جیسے یونیورسٹی میں طلبا کو سوال دے کر حکم دیا جاتا ہے کہ اتنے گھنٹوں میں وہ ان کا جواب دیں تب وہ پاس ہو سکتے ہیں۔اور اگر اظہار حق مقصود ہو تو اس کے کیا معنی کہ وہ اظہار ایک گھنٹہ میں ہو یا آدھ گھنٹہ میں ہو، اور اس کے بعد کوئی حق کہے گا تو وہ زائد المیعاد سمجھ کر ردّ کیا جائے گا۔اس پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تحریر جوابات اور اختتام مباحثہ کے لئے کوئی حد و مدت مقرر نہ ہو تو سلسلہ فضول گوئی قطع نہ ہو۔ ہر شخص مخالف حق جب تک چاہے جو چاہے بکتا رہے۔اس میں اضاعت وقت کے علاوہ یہ بھی ایک نقصان ہے کہ حق ظاہر نہ ہو جو اصل مقصود مباحثہ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب خصم مخالف حق اس قسم کی واہیات کہنا شروع کرے تب طالب حق بعض باتوں کا واہی ہونا ظاہر کر کے اس سے اعراض و خاموشی اختیار کرے اور بحث کو موقوف کر دے۔اس سے فضول گوئی کا سلسلہ قطع ہو گا۔اور حق خود بخود سامعین و ناظرین پر ظاہر ہو جاوے گا۔اور اگر اس مجلس کی میجارٹی میں پارٹی فیلنگ ہو، یعنی اس کے جمہور ارکان کو ایک جانب طرف داری کا خیال ہو، تو اظہار حق و قطع سلسلہ فضول گوئی منصف مسلم الطرفین کی منصفی سے ہو سکتا ہے وہ جب خصم مخالف حق کو فضول باتوں کی طرف متوجہ ہوتا دیکھے گا، اس کو روک دے گا اور اس کے مخاطب حقانی کی حق گوئی کی داد دے گا۔ بالجملہ حق پژدہی و قطع سلسلہ فضول گوئی کا یہ طریق نہیں کہ تقریر حق کیلئے وقت اور مقدار اور اوراق مقرر کر دیں۔ اس کا طریق تو یہ ہے کہ کمال وسعت اور آزادی کے ساتھ حق کہدیں اور خصم کو بھی آزادی سے جواب کا اختیار دیں۔ پھر اس کا انصاف حاضرین و

منصفین سے کرالیں ۔ آپ نے اس ضروری اور لازمی شرط منصفی کو تو نظر انداز کیا اور بجائے اس کے فضول اور نا جائز شروط کو پیش کر دیا ۔ محمد حسین) اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارہ میں نہ کرے ، جو کچھ ہو تحریر میں ہو اور پرچے صرف دو ہوں ۔ اول آپ کی طرف سے ایک چو ورقہ پرچہ جس میں آپ میرے مشہور کردہ دعوی کا قرآن کریم اور حدیث کی رو سے رد لکھیں ۔ اور پھر دوسرا پرچہ چو ورقہ اسی تقطیع کا میری طرف سے جس میں میں اللہ جل شانہ کے فضل و توفیق سے ردّ الرد لکھوں اور انہی دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے ۔ اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور میں آسکتا ہوں اور انشاء اللہ تعالی امن قائم رکھنے کے لئے انتظام کرا دونگا ۔ یہی آپ کے رسالہ کا بھی جواب ہے ۔ اب اگر آپ نہ مانیں تو پھر آپ کی طرف سے گریز متصور ہوگی (ناظرین خود انصاف کریں کہ گریز کس کی طرف سے اور کون شخص ایسی شرائط پیش کرتا ہے جو لائق تسلیم اور سہل الوقوع نہیں ہیں ۔ اور عذر عدم فرصتی سے صاف انکار کس نے کیا ۔ آپ کا خط نمبری ۱۱ ملاحظہ ہو ۔ محمد حسین) ۔

راقم خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج ۔ اپریل ۱۸۹۱ء

مکرر یہ کہ جس قدر ورق لکھنے کیلئے آپ پسند کریں اسی قدر اوراق پر لکھنے کی مجھے اجازت دی جائے لیکن یہ پہلے سے جلسہ میں تصفیہ پا جانا چاہیے کہ آپ اس قدر اوراق لکھنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں ۔ اور آنمکرم اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچے صرف دو ہوں گے ۔ اول آپ کی طرف سے (نہیں نہیں اول آپ کی طرف سے تحریر ہونی چاہیے کیونکہ آپ مدعی ہیں اور بار ثبوت آپ پر ہے ۔ آپ کا خصم تو آپ کا معارضہ کرے گا یا مانع یا سائل بنے گا ۔ جس کی نوبت آپ کے بعد آنیوالی ہے کتب فن مناظرہ ، رشیدیہ وغیرہ ، نظر سے نہیں گزریں تو کسی اہل علم سے پوچھ لیں) میرے ان دونوں بیانات کا رد ہوگا جو میں نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں (صرف مثیل مسیح کیوں کہتے ہیں آنے والہ مسیح کہیں اور لوگوں کو دھوکہ نہ دیں ۔ صرف آپ کا مثیل مسیح ہونا محل نزاع نہیں ہے ۔ سخت نزاع اور شدید بحث کا محل تو آپ کا یہ دعوی ہے کہ مسیح موعود سے ، جس کے قیامت سے پہلے آنے کی خبر صحاح میں وارد ہے ، حضرت عیسی نبی اللہ مراد نہیں بلکہ آپ مراد ہیں جو مثیل مسیح ہونے کے مدعی ہیں ۔ یہاں تو آپ نے دعوی وفات مسیح میں بحث ہونے کی آڑ میں دعوی مسیح موعود ہونے کا ثبوت پیش کرنے سے گریز کیا ہے اور ایک سابق خط میں اپنے اس دعوی کا ثبوت پیش کرنے اور اس کے لائق بحث ہونے سے صاف انکار کر دیا ، ناظرین ان چالوں کو دیکھتے جائیں ۔ محمد حسین) اور نیز یہ کہ حضرت مسیح ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں ۔ پھر اس ردّ الرد کے لئے میری طرف سے تحریر ہوگی ۔ غرض پہلے آپ کا یہ حق ہوگا کہ جو کچھ ان دعاوی کے

بطلان کے لئے آپ کے پاس ذخیرہ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ موجود ہے وہ آپ پیش کریں پھر جس طرح خدا تعالی چاہے گا یہ عاجز اس کا جواب دے گا۔ اور بغیر اس طریق کے جس کی انصاف پر بنا اور نیز امن رہنے کے لئے احسن انتظام ہے اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ آخری تحریر تصور فرماویں (یہ بھی آپ کی دھوکہ آمیز دھمکی ہے جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ اگر مخاطب نے اس دھمکی میں آکر ہماری شرط فاسد کو قبول کر لیا تو وہ دام میں آیا اور اگر اس نے جواب سے انکار یا سکوت کیا تو یہ مشہور کیا جائے گا کہ مخاطب نے ہمارے خط کا جواب نہیں دیا اور وہ ہار گیا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ کا یہ دھوکہ ہمارے خیال میں آگیا۔ نہ ہم نے آپ کی شرط فاسد کو مانا، نہ جواب خط سے سکوت کیا۔ اور آپ کے اس خط کا جواب ایسا دیا جو آپ کی شرط کے موافق نہ تھا۔ و بایں ہمہ اس کو آپ نے وصول کر کے اپنے اس خط کا آخری ہونا توڑ دیا۔ اور ہمارے اس جواب کے جواب میں ایک اور خط بھی لکھ دیا۔ اس کا جواب ہم نے خط نمبری ۲۳۵ میں دیا اور پھر اس کی تاکید میں خط نمبر ۲۴۹ ارسال کیا تو ان خطوں کے جواب میں آپ سے کچھ بن نہ پڑا اور وہ الزام سکوت و عجز از جواب جو اس دھوکہ آمیز دھمکی سے آپ ہم پر لگانا چاہتے تھے خدا تعالی نے آپ پر لگا دیا اور آپ پر یہ مصرح صادق آگیا مرا خواندی وخود بدام آمدی۔ محمد حسین) اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روا نہ رکھیں اور بحالت انکار ہرگز کوئی تحریر یا کوئی خط میری طرف نہ لکھیں۔ اگر پورے اور کامل طور پر بلاکم وبیش میری ہی رائے منظور ہو تو صرف اس حالت میں ہی جواب تحریر فرماویں، ورنہ نہیں۔

آج بھوپال سے ایک کارڈ مرقومہ ۹۔ اپریل ۱۸۹۱ء اخویم مولوی محمد احسن مہتمم مصارف ریاست پڑھ کر آپ کے اخلاق کریمانہ اور مہذبانہ تحریر کا نمونہ معلوم ہو گیا (آپ کے اخلاق کریمانہ اور مہذبانہ مندرجہ اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کا نمونہ ملاحظہ فرماتے تو یہ کلمہ لکھتے ہوئے شرماتے اور یہ خیال فرماتے کہ جس کی آنکھ میں شہتیر ہو وہ دوسرے کی آنکھ کے تنکے پر کیا اعتراض کر سکتا ہے۔ اس کارڈ میں یہ الفاظ: اس کو: بصیغہ واحد، اور: یہ شخص ملہم نہیں،، جو آپ کو بالمواجہ نہیں لکھے گئے محل اعتراض وخلاف تہذیب واخلاق سمجھے گئے ہیں تو ان کا موازنہ، بے حیا و بے ایمان، سے جو آپ کے اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء سے مستفاد ہیں، اور الفاظ، دغا باز، حرامخور وغیرہ، جو آپ نے حواریوں سے کہلائے ہیں، سے کریں اور پھر انصاف سے کہیں کہ تہذیب واخلاق کا التزام کس جانب میں ہے۔ محمد حسین)۔ آپ اپنے کارڈ میں فرماتے ہیں کہ میں نے مرزا غلام احمد کے اس دعوی جدید کی اپنے ریویو میں تصدیق نہیں کی بلکہ اس کی تکذیب خود براہین میں موجود ہے۔ آپ بلا رؤیت مرزا پر ایمان لے آئے۔ آپ ذرا ایک دفعہ

آکراس کو دیکھ تو لیں۔ تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ ۔ اشاعۃ السنہ میں اب ثابت ہوتا رہے گا کہ یہ شخص ملہم نہیں ہے۔ فقط۔

حضرت مولوی صاحب! من آنم کہ من دانم، آپ جہاں تک ممکن ہو ایسے الفاظ استعمال کیجئے۔ میں کیا ہوں اور میری شان کیا، بے شک آپ جو چاہیں لکھیں اور اس وعدہ تہذیب کی پرواہ نہ رکھیں (یہاں اس وعدہ کا التزام برابر رہا اور رہے گا۔ انشاء اللہ تعالی۔ دیکھئے آپ نے اور آپ کے حکم رضا و علم سے آپ کے حواریوں نے ہم کو کس قدر برا کہا ہے۔ ہم نے کسی لفظ کا جواب دیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ آئندہ بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ ہم کو خدا تعالی سے امید ہے کہ ہمارا صبر اور آپ کا روز افزوں جور وجفا لوگوں پر اچھا اثر پیدا کرے گا۔ اس سے لوگ سمجھ جائیں گے کہ آپ الہامی نہیں ہیں؛ ایں شکل برائے اکل است۔ محمد حسین) جس کو آپ چھاپ چکے ہیں۔ ربّی یسمع و یری۔ و السلام علی من اتبع الھدی۔ خاکسار غلام احمد۔

آج ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو آپ کی خدمت میں خط بھیجا گیا ہے اور ۲۰۔ اپریل تک آپ کے جواب کے انتظار (میں) رہیں گے۔ اگر ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۱ء تک آپ کا خط نہ پہنچا تو یہی خط آپ کے رسالہ کے جواب میں کسی اخبار وغیرہ میں شائع کیا جائے گا۔ فقط مرزا غلام احمد۔ بقلم خود۔ ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ مع حواشی مولانا بٹالوی؛ اور مکتوبات احمد جلد اول، بغیر حواشی)

☆ مولانا بٹالوی بنام مرزا قادیانی

(مکتوب نمبر ۲۰۰)۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب۔ بعد سلام مسنون۔

۱۶۔ اپریل کے خط میں جو آپ نے اپنے حواری مولوی نور الدین کے عدم گریز کی وجہ بتائی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اس وجہ کی تفصیل میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ بھی مغالطہ سے خالی نہیں ہے۔ میں اس اجمال کی تفصیل اپنے رسالہ میں کرونگا۔ انشاء اللہ تعالی۔ اصل مطلب کا جواب یہ ہے کہ آپ نے تحریری بحث کے لئے دو شرطیں پیش کی ہیں۔ اول یہ کہ ایک ہی دفعہ فریقین اپنی اپنی تحریرات پیش کریں۔ دوسرے یہ کہ ان تحریروں کے اوراق محدود ہوں۔ ان میں سے جو آپ نے اپنی قدیم عادت تغلیط مخاطب کے مطابق مغالطہ دینا چاہا ہے میں اس کو تاڑ گیا ہوں جس کی تشریح اپنے رسالہ میں کروں گا مگر میں آپ کی قطع حجت کی غرض سے ان دونوں شرطوں کو منظور کرتا ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ میں ایک ہی دفعہ اپنی تحریر پیش کرونگا اور اس کے اوراق بھی محدود کر دونگا۔ مگر دو

شرطیں آپ میری بھی منظور کریں (جو نئی نہیں ہیں بلکہ پہلے بھی میرے خطوط میں معروض ہو چکی ہیں)۔
اول یہ کہ قبل از مباحثہ تحریری آپ رسالہ ازالہ اوہام میرے پاس بھیج دیں (تمام نہیں تو صرف اسی قدر جس قدر چھپ چکا ہے) تاکہ میں اپنی تحریر میں آپ کے جملہ دلائل کا جواب یک بارگی تحریر کرسکوں اور ان دلائل کو دیکھ کر یہ بھی اندازہ کرسکوں کہ میں ان کا جواب کس قدر اوراق میں ادا کرسکونگا۔ آپ کا وعدہ بھی ہے کہ وہ رسالہ آپ کے پاس بیس پچیس روز میں پہنچے گا اور آپ سے پہلے کسی کو نہ دیا جائے گا جو ایک دفعہ ٹوٹ بھی چکا ہے (جیسا کہ آپ کے ایک سابق خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکیم نور الدین کو بھیجا گیا ہے)۔
دوم یہ کہ میں قبل از مباحثہ چند اصول کی تمہید کروں اور آپ سے ان کو تسلیم کراؤں جیسے کہ آپ کے حواری مولوی نور الدین سے تسلیم کرا چکا ہوں۔
ان دونوں شرطوں کے تسلیم وتعمیل کے بعد آپ جس تاریخ میں اپریل کی چاہیں، لاہور تشریف لائیں میں حاضر ہوں۔ ماہ اپریل میں آپ رسالہ ازالہ اوہام نہ بھیج سکیں تو ماہ مئی میں سہی۔ اس مہینے میں مجھے سفر در پیش آگیا (جس کو میں بارہا ظاہر کر چکا ہوں) تو میں جہاں ہونگا وہاں سے تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچونگا انشاء اللہ تعالی۔ چنانچہ اپنے خط نمبری ۱۲۰ میں عرض کر چکا ہوں۔ میرے کارڈ اسمی مولوی محمد احسن صاحب بھوپال میں جو الفاظ لکھے گئے ہیں ان کا موازنہ اپنے الفاظ اشتہار ۲۶ مارچ سے کریں اور انصاف سے کہیں کہ تہذیب کا التزام کس جانب ہے۔ اس کی توضیح بھی رسالہ میں ہوگی۔ ابوسعید محمد حسین

☆ ضمیمہ خط نمبری ۲۰۰۔

لاہور ۱۸۔ اپریل ۱۸۹۱ء۔ خیالی مسیح مرزا غلام احمد قادیانی ھداہ اللہ الصراط المستقیم سلام علی من اتبع الہدی۔

کل آپ کے خط ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء کا جواب ہمدست حامل خط مذکور ارسال کر چکا ہوں آج اس خیال سے کہ شاید اس خط کے وصول سے آپ انکار کریں جیسے کہ آپ نے میرے مقابلہ میں اپنے حواری کے مباحث ہونے سے انکار کیا ہے اس خط کی نقل بذریعہ رجسٹری ارسال کرتا ہوں علاوہ براں دو باتیں (جن سے آپ کو ڈھیل دینا اور آپ کی حجت قطع کرنا مقصود ہے) میں اور لکھتا ہوں ان باتوں کو آپ خط سابق کا ضمیمہ قرار دیں۔
اول یہ کہ اگر آپ مباحثہ کی مجلس میں اصول کی تمہید وتسلیم سے ڈریں اور یہ خیال کریں کہ خدا جانے

وہ اصول جو ہم سے تسلیم کرائے جائیں، کیسے سخت مشکل اور ہمارے فہم اور علم سے اجنبی ہوں گے اور بناء علیہ آپ یہ کہیں (جیسے کہ آپ کے حواری نے مجلس مباحثہ میں کہا تھا) کہ خدا جانے ان اصول کی تسلیم سے ہم پر کیا پتھر پڑیں گے، تو میں ان اصول کو آپ کے پاس وہاں بھیج دیتا ہوں، بشرطیکہ آپ تمہیدا اصول کو تسلیم کریں۔ اس سے آپ کو ان اصول کے سمجھنے اور ان میں غور کرنے کیلئے کافی مہلت مل جائے گی۔ اور اس ناگہانی ابتلاء سے جس میں آپ کے حواری صاحب مبتلا ہو گئے اور اس سبب سے وہ مباحثہ چھوڑ کر بھاگ گئے نجات ہو گی۔

دوم یہ کہ اگر آپ میری شرط اول کو تسلیم نہ کریں اور مباحثہ سے پہلے ازالہ اوہام میرے پاس بھیج نہ سکیں تو میں اس شرط کی تسلیم سے آپ کو بری کرتا ہوں بشرطیکہ آپ اپنی شرط فاسد (مبنی بر مغالطہ) میں اتنی ترمیم کر دیں کہ پہلے تحریر آپ کی ہو۔ جس میں آپ اپنے دعاوی کے جملہ دلائل درج کریں اس کے بعد میری تحریر ہو جس میں آپ کے دلائل کا جواب ہو۔ اور اگر آپ اپنی اس شرط فاسد میں اتنی ترمیم بھی روا نہیں رکھتے تو اس کی ایسی وجہ معقول بیان کریں جس کو آپ کے مخالف اور موافق سب قبول کر سکیں۔ یا آپ یہ ثابت کر دکھائیں کہ آپ میں ایسی مزیت و فوقیت پائی جاتی ہے کہ آپ جو کہیں اس کو اور لوگ کالوحی من السّماء بلا دلیل مان لیں اور جو بات کوئی دوسرا کہے اس کی تسلیم آپ کیلئے جائز نہ ہو، چہ جائے واجب! جو لوگ آپ کو ملہم مانتے ہیں صرف وہی آپ کے خیال و مقال کی نسبت یہ کہتے ہیں آمنّا کلّ من عند ربّنا ۔ میں تو آپ کا مرید نہیں ہوں کہ جو آپ کہیں بلا دلیل مان لوں۔ میں نے جو تار دیا تھا وہ اسی مباحثہ کے سلسلہ میں تھا جو آپ کے حواری نے شروع کیا تھا۔ جس کا منشاء صاف یہ تھا کہ جو مباحثہ شروع ہے اس کو پورا کرنے کے لئے اپنے حواری کو واپس کریں یا خود تشریف لائیں، نہ یہ کہ آپ نئے مباحثہ کیلئے نئی شروط قائم کریں اور پھر اس کے مقابلہ میں جو شرط خصم پیش کرے اسے تسلیم نہ کریں۔ ان خطوط کا جواب ۲۱ ماہ حال تک نہ پہنچا تو ان خطوں کو رسالہ میں چھاپ دیا جائے گا اور اس پر ناظرین خود غور و انصاف کر لیں گے کہ واجبی بات ماننے سے کس کو انکار ہے اور گریز از مباحثہ کس نے کیا۔ ابو سعید محمد حسین

(اشاعۃ السنہ جلد ج ۱۳۔ ص ۵۷۔ ۵۹)

☆ مرزا قادیانی بنام مولانا بٹالوی

بخدمت اخویم مکرم مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا، باعث تعجب ہوا۔ آپ نہ تو اظہار حق کی

غرض سے بحث کرنا چاہتے ہیں (ناظرین پر مخفی نہیں ہے کہ بحث کون نہیں چاہتا اور کون شخص ناجائز شروط پیش کر کے اس سے جان چھوڑاتا ہے اور اگر اس سے یہ مقصود ہے کہ بحث تو چاہتے ہیں مگر نہ بغرض اظہار حق بلکہ بغرض الزام خصم، تو یہ امر مضمر ہے اس کا تصفیہ بجز اس کے کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم اور آپ قسم کھائیں اور جھوٹے پر لعنت سنائیں اور آیت مباہلہ پر عمل کریں، اگر آپ جائز سمجھیں۔محمد حسین) اور نہ اس جوش بے اصل سے باز رہ سکتے ہیں۔عزیز من (اس لفظ میں اپنی بزرگی کا ادعا ہے مگر معلوم نہیں کہ کس وصف میں آپ بزرگ بنتے ہیں۔عمر میں یا علم میں یا زہد و تقوی میں جو دعوی نا زیبا ہے اور ثناء خویش خود گفتن ... الخ کا مصداق۔محمد حسین) رحمکم اللہ۔ یہ عاجز آپ کو کوئی الزام دینا نہیں چاہتا (آپ کا تو دلی منشاء یہی ہے، مگر خدا پورا نہیں کرتا۔ جو الزام آپ دوسروں پر قائم کرنا چاہتے ہیں وہ آپ پر عائد ہو جاتا ہے کما قیل:

میں الزام اس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔محمد حسین) مگر آپ ہی کا قول و فعل آپ کو الزام دے رہا ہے آپ کا آدھی رات کو تار پہنچا کہ ابھی آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔کس قدر آپکی اس تار پود سے مخالف ہے جو آپ اب پھیلا رہے ہیں۔افسوس کہ آپ نے بحث کرنے کے لئے بذریعہ تار بلایا پھر آپ گریز کر گئے (گریز اس شخص کی طرف سے ہوا ہے جس نے مباحثہ سے جان بچانے کیلئے ناجائز شروط کو پیش کیا اور مخاطب کی جائز شروط کو نہ مانا۔اب اس امر کا تصفیہ ناظرین خود کر لیں گے کہ ایسا کس نے کیا۔آپ چاہیں اس امر میں کسی منصف کے سامنے بحث کر لیں آپ کا گریز ثابت نہ ہوا اور منصف مسلّم الطرفین نے اس کو تسلیم نہ کیا تو ہم آئندہ آپ کے ساتھ معارضہ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ لیجئے ایک بات میں میدان ہاتھ میں آتا ہے اور کیا چاہتے ہیں۔محمد حسین) اور اب آپ کا خط مشت بعد از جنگ کا نمونہ ہے (یہ آپ کی تہذیب، انصاف پسندی، حق طلبی، روحانیت اور انکسار کا نمونہ ہے۔کوئی پوچھے جنگ کب ہوئی اور ختم کب ہوئی، آپ نے جنگ کیلئے ناجائز شروط پیش کیں ادھر سے بھی بعرض چند شروط مقابلہ کیا گیا۔آپ نے نہ شروط کو مانا نہ ان سے انکار کیا بلکہ جواب خط دینا ترک کر دیا، اس کا نام اختتام جنگ ہے تو یہ آپ کی طرف سے ہوا، گریز ہے تو آپ نے کیا ہے برطبق مثل الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، الزام گریز دوسروں پر لگایا۔سوایسے الفاظ سے جس کو ادنی اہل تہذیب و صاحب اخلاق استعمال نہیں کر سکتا چہ جائے مدعیان روحانیت و انکسار و ایثار و انوار وغیرہ۔محمد حسین)۔فضول باتوں کو پیش کر کے اور بھی تعجب میں ڈالتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں آپ کے اقوال کا جواب دیتا ہوں۔

قولہ۔دو باتیں جن سے آپ کو ڈھیل دیتا ہوں، لکھتا ہوں۔

اقول: حضرت! یہ تو آپ حیلہ حوالہ سے اپنے تئیں ڈھیل دے رہے ہیں۔ میں نے کب کہا تھا کہ مجھے

ڈھیل دیں۔آپ کی آدھی رات کو تار آئی ۔ میں تیار ہو گیا۔آپ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے خرچ دے کر بلا توقف اپنا آدمی روانہ کیا۔ بحث منظور کر لی ۔سب انتظام مجلس اپنے ذمہ لے لیا مگر آپ تیاری کا نام سنتے ہی کنارہ کش ہو گئے (دل سے پوچھئے ۔اور خدا سے ،لوگوں سے، کسی سے تو شرمایئے ۔شروط فاسد کی آڑ بنا کر کون کنارہ کش ہوا اور اب تک کون کنارہ کش ہے۔ میں تو آپ کے گھر کے قریب بھی پہنچا اور آپ کو مناظرہ کے لئے بلایا پھر آپ نے نج کے کام کا بہانہ پیش کر کے کنارہ کشی کو اختیار کیا۔ بایں ہمہ یہ الزام دوسروں پر لگانا آپ ہی کا کام ہے محمد حسین)۔اب سوچیں کہ کیا میں نے بحث کو ڈھیل میں ڈال دیا یا آپ نے؟ اگر میں آپ ہی لاہور میں پہنچتا تو کس قدر تکلیف ہوتی ۔ آپ کی اس حرکت نے نہ صرف آپ کو شرمندہ کیا بلکہ آپ کی تمام عقلمند پارٹی کو خجالت کا حصہ دیا۔ اس کنارہ کشی کا آپ پر بڑا بار ہے کہ جو بودے عذروں سے دور نہیں ہوسکتا۔آپ نے ناگوار طریقہ سے مقابل آنے کی دھمکی تو دی مگر آخر آپ ہی نہ ٹھہر سکے۔کیا اس دعوی کے ساتھ جو آپ کو ہے، یہ گریز آپ کی علمی وجاہت پر دھبہ نہیں لگاتے؟

قولہ: اگر آپ عین مباحثہ کے جلسہ میں اصول کی تمہید وتسلیم سے ڈریں تو میں ان اصول کو آپ کے پاس وہاں بھیج دیتا ہوں تاکہ آپ کو ان کے سمجھنے کے لئے کافی مہلت مل جائے۔ ناگہانی ابتلاء سے بچ جائیں اور وہ حال نہ ہو جو آپ کے حواری کا ہوا۔

اقول ۔حضرت آپ کو خود مناسب ہے کہ آپ ان اصولوں سے ڈریں۔کوئی عقل مند ان بیہودہ باتوں سے ڈر نہیں سکتا اور میں تو آپ کے ان اصولوں کو محض لغو سمجھتا ہوں (یہاں تو آپ نے اصول اسلام کو لغو کہہ دیا مگر اپنے خط نمبری ۱۱ و ۱۴ میں ان اصول کی تمہید کو تسلیم کو منظور کر لیا۔معلوم نہیں اس خط میں آپ اس خیال لغویت کو بحکم آنکہ، دروغ گورا حافظہ نہ باشد، بھول گئے ۔ یا جو اس خط میں لکھتے ہیں وہ دل سے نہیں کہتے ۔اور آپ کے مذہب کا کوئی اصول نہیں ۔ بہرحال آپ نے یہ بات دل سے کہی ہے تو آپ کی تسلیم خط نمبری ۱۱ و ۱۴ لغو ہے اور آپ پر آیت والّذین ھم عن اللّغو معرضون ،اور آیت لم تقولون ما لا تفعلون کے خلاف الزام قائم ہے اور اگر وہ تسلیم دل سے ہے تو آپ کا ان اصول کو لغو کہنا اصول اسلام کو لغو کہنا ہے۔ زیادہ ہم کیا لکھیں ۔محمد حسین) اور ایسے لغویات کی طرف سے مجھے یہ آیت روکتی ہے جو اللہ جلشانہ فرماتا ہے والّذین ھم عن اللّغو معرضون ، نیز یہ حدیث نبوی کہ من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه۔

یہ بات ظاہر ہے کہ جو بات ضرورت سے خارج ہے وہ لغو ہے۔اب دیکھنا چاہیے کہ اس

بحث کے لئے شرعی طور پر آپ کو کس بات کی ضرورت ہے۔ سوادنی تامل سے ظاہر ہوگا کہ آپ صرف اس بات کے مستحق ہیں کہ مجھ سے تشخیص دعوی کرادیں (یعنی اس دعوی کے دلائل نہ پوچھیں۔ یہ مسئلہ نہ شریعت اسلام کا ہے نہ فن مناظرہ کا ہے۔ آپ سچے ہیں تو بتائیں کہ شرع یا فن مناظرہ کی کس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ مدعی سے صرف تشخیص دعوی کرائی جائے، اس دعوی پر دلیل اس سے طلب نہ ہو۔ محمد حسین)۔ سو میں نے بذریعہ فتح اسلام وتوضیح مرام اور بذریعہ اس حصہ ازالہ اوہام کے جو قول فصیح میں شائع ہو چکا ہے، اچھی طرح اپنا دعوی بیان کیا ہے اور بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ اور کوئی میرا دعوی نہیں جو آپ پر مخفی ہو اور وہ دعوی یہی ہے کہ میں الہام کی بنا پر مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت مسیح ابن مریم درحقیقت فوت ہوگئے ہیں۔ سو اس عاجز کا مثیل مسیح ہونا تو آپ اشاعۃ السنہ میں امکانی طور پر مان چکے ہیں اور میں اس سے زیادہ آپ سے تسلیم بھی نہیں کراتا۔ اگر میں حق پر ہوں تو خود اللہ جل شانہ میری مدد کرے گا اور اپنے زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کردے گا۔

رہا ابن مریم کا فوت ہونا، سو فوت ہونے کے دلائل لکھنا میرے ذمہ پر کچھ فرض نہیں (کسی دعوی کے مدعی پر دلائل لکھنا فرض نہیں تو پھر کیا اس کے منکر پر فرض ہے۔ اس امر کی نہ شریعت مصدق ہے نہ فن مناظرہ۔ کتب شریعت میں اتفاقی مسئلہ ہے البیّنۃ علی المدّعی، اور رشید یہ کتاب فن مناظرہ میں بھی المدّعی من نصب نفسہ لا ثبات الحکم بالدّلیل او البیّنۃ محمد حسین) کیونکہ میں نے کوئی ایسا دعوی نہیں کیا جو خدا تعالی کی سنت قدیمہ کے مخالف ہو (یہ آپ کا ایک اور دعوی ہے جو خصم کے نزدیک مسلّم نہیں چنانچہ اس خط کے جواب میں بیان کیا گیا کہ اس میں آپ نے دھوکہ دیا ہے لہذا اس کی دلیل بھی آپ کے ذمہ ہے۔ محمد حسین) بلکہ مسلسل طور پر ابتدائے حضرت آدم سے یہی طریق جاری ہے، جو پیدا ہوا وہ آخر ایک دن جوانی کی حالت میں یا بڈھا ہو کر مرے گا۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے و منکم من یتوفّی و منکم من یردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً۔ پس جب کہ میرے پر یہ فرض ہی نہیں کہ میں مسیح کے فوت ہونے کے دلائل لکھوں، اور ان کا فوت ہونا تو میں بیان کر ہی چکا تو اب اگر میں آپ سے پہلے لکھوں تو فرمایئے کیا لکھوں؟ (اپنے دعوی کے دلائل لکھئے۔ محمد حسین) یہ تو آپ کا حق ہے کہ میرے ابطال کیلئے پہلے آپ قلم اٹھائیں اور آیات اور احادیث سے ثابت کر دکھائیں کہ سارا جہان تو اس دنیا سے رخصت ہوتا گیا اور ہمارے نبی کریم ﷺ بھی وفات پا گئے مگر مسیح وفات پانے سے اب تک باقی رہا

ہوا ہے۔ کسی مناظر کو پوچھ کر دیکھ لیں کہ داب مناظرہ کیا ہے؟ (آپ ہی بتلا دیجئے مگر کتاب کے حوالہ سے، ہم نے تو کتب مناظرہ میں یہی پڑھا ہے کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے نہ کہ منکر و مانع کے۔ محمد حسین)

اب یہ بھی یاد رہے کہ آپ کی دوسری سب بحثیں مسیح کے زندہ مع الجسد اٹھائے جانے کی فرع ہیں (فرع اب بن گئی۔ فتح اسلام، توضیح مرام اور دیگر ابتدائی تحریروں میں اور خط سابق نمبر ۸ وغیرہ میں تو آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعوی اصل ہے۔ مسیح کے فوت ہو جانے کا ذکر تو ان میں تبعاً وضمناً ہے۔ رسالہ توضیح مرام و رسالہ فتح اسلام کو ایک دفعہ پھر دیکھ جایئے اگر بھول گئے ہیں۔..اس کی مزید توضیح ہمارے خط نمبری ۱۷۳ کے حواشی میں ہوگی۔ محمد حسین)۔ اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ مسیح زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھایا گیا تو پھر آپ نے سب کچھ ثابت کر دیا۔ غرض پہلے تحریر کرنا آپ کا حق ہے۔ اگر اب بھی آپ مانتے نہیں تو چند غیر قوموں کے آدمیوں کو منصف مقرر کر کے دیکھ لو (اس میں آپ یہ جتاتے ہیں کہ آپ کسی مسلمان سے حق گوئی کی امید نہیں رکھتے۔ تب ہی غیر مسلم ثالث کی منصفی تجویز کرتے ہیں۔ اس صورت میں آپ کو و من یشاقق الرّسول من بعد ما تبیّن له الهدی و یتّبع غیر سبیل المومنین نولّه ما تولّی و نصله جهنم و ساء ت مصیراً سے ڈرنا مناسب ہے۔ محمد حسین)

اور اخویم حکیم مولوی نور الدین صاحب کب آپ کے بلائے لاہور میں گئے تھے (یہ دعوی میں نے کب کیا ہے اور مناظرہ واقع ہونے کے لئے میرا بلانا کہاں شرط ہے۔ حافظ یوسف کے کہنے سے وہ آئے اور ان ہی کے کہنے سے وہ مناظرہ میں پھنس گئے۔ پھر ان کا بلا اطلاع خاکسار جانا فرار نہیں تو کیا ہے؟ محمد حسین)۔ جنہوں نے بلایا انہوں نے مولوی صاحب موصوف سے اپنی پوری تسلی کرا لی اور آپ کے ان لغو اصولوں سے بیزاری ظاہر کی تو پھر اگر مولوی صاحب آپ سے اعراض نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟ اعراض کا نام آپ نے فرار رکھا۔ اس لئے خدا تعالی نے دست بدست آپ کو دکھا دیا کہ فرار کس سے ظہور میں آیا۔ یہ مولوی صاحب کی راست بازی کی کرامت ہے جس نے یہ مصرعہ سچا کر دیا: مرا خواندی وخود بدام آمدی

قولہ: اگر آپ میری اس شرط کو قبول نہ کریں اور مباحثہ سے پہلے ازالہ اوہام نہ بھیج سکیں تو میں اس شرط کی تسلیم سے آپ کو بری کرتا ہوں بشرطیکہ پہلی تحریرات آپ کی ہوں اور بعد میں میری۔

اقول: حضرت آپ ازالہ اوہام کے اکثر اوراق دیکھ چکے (محض دروغ ہے۔ ازالہ اوہام پچیس جزء سے زیادہ بتایا جاتا ہے اور قول فصیح میں جو میں نے دیکھا ہے اس کا ایک جزو بھی پورا منقول نہیں ہوا۔ پھر اکثر

مقابل اقل کہاں صادق آیا۔ سبحان اللہ یہ دعوی تقدس اور یہ سفید جھوٹ اور دھوکہ دہی۔ محمد حسین) ۔ اب مجھے کس شرط سے بری کرتے ہو۔ اور میں ابھی ثابت کر چکا ہوں کہ پہلے تحریر کرنا آپ کا ذمہ ہے۔ اب دیکھئے یہ آپ کا آخری ہتھیار بھی خطا گیا۔ عنقریب یہ آپ کا خط بھی بذریعہ اخبارات پبلک کے سامنے پیش کیا جاوے گا۔ لوگ دیکھ لیں گے کہ آپ کی تحریرات میں کہاں تک راستی اور حق پسندی اور حق طلبی ہے۔

بالآخر ایک مثال بھی سنئیے ۔ زید ایک مفقود الخبر ہے۔ جس کے گم ہونے پر مثلاً دو سو برس گذر گیا۔ خالد اور ولید کا اس کی حیات اور موت کی نسبت تنازع ہے اور خالد کو ایک خبر دینے والے نے خبر دی کہ درحقیقت زید فوت ہوگیا لیکن ولید اس خبر کا منکر ہے۔ اب آپ کی کیا رائے ہے؟ بار ثبوت کس کے ذمہ ہے؟ کیا خالد کو موافق اپنے دعوی کے زید کا مرجانا ثابت کرنا چاہیے یا ولید زید کا اس مدت تک زندہ رہنا ثابت کرے؟ کیا فتوی ہے؟

راقم خاکسار۔ غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج۔ ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۱ء

نوٹ اس مثال سے یہ غرض ہے کہ جس پر بار ثبوت ہے اس کی طرف سے ثبوت دینے کے لئے پہلے تحریر کرنا چاہیے۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ص ۵۹ تا ۶۵ مع حواشی؛ مکتوبات احمد۔ ج ا۔ص ۳۲۶۔۳۲۹۔ مکتوب نمبر ۱۳۔ بغیر حواشی)

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں:

اس خط کو مرزا صاحب اور ان کے حواریوں نے ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ مطبوعہ ۲ مئی ۱۸۹۱ء میں شائع کیا۔ مگر خاکسار کے خط نمبری ۲۰۷ کو جس کا یہ خط جواب ہے، شائع و مشتہر نہ کیا۔ شائد الہامیوں کو جائز ہوگا۔ عام انصاف کا تو یہی قانون ہے کہ جس تحریر مخاطب کا جواب دیں اس کو بھی نقل کریں تاکہ ناظرین کو دونوں میں موازنہ وانصاف کا موقع ملے (اشاعۃ السنہ ج ۱۳ص ۶۵)

☆ مولانا بٹالوی بنام مرزا قادیانی

(مکتوب نمبر ۲۲۵) لاہور ۲۲۔ اپریل ۱۸۹۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب عافاہ اللہ وہداہ ۔ سلام علی من اتبع الہدی۔ آپ کا خط ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں نے مسرت سے پڑھا اور اس سے میں از بس ممنون ہوا۔ آپ کی اس قسم کی مجادلانہ ومعاندانہ اور مغالطہ آمیز تحریرات مجھے یہ یقین دلاتی جاتی ہیں کہ آپ اپنے دعاوی جدیدہ کے اظہار و اشتہار میں خطا اجتہادی نہیں کرتے بلکہ دیدہ دانستہ حق کا خلاف

کرتے اور عمداً لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور یہ تار و پود جو ایک مدت سے آپ نے پھیلا رکھا ہے اس سے مقصود صرف نام آوری و دنیا طلبی ہے۔ ایں ہمہ از پئے آنست کہ زرمے طلبی۔ حق گوئی اور حق پژدہی آپ کا اصلی فرض اور اقصی غرض نہیں ہے لہذا آپ آئندہ بھی ایسی ہی تحریرات کے ارسال سے مجھے سرفراز فرمائیں گے تو میرے اس یقین کو اور بڑھائیں گے اور مجھے اپنا ممنون بنائیں گے۔ اس اجمال کی تفصیل میں اپنے رسالہ میں کرونگا انشاء اللہ تعالی۔ اس خط میں بطور تمثیل آپ کے چند مغالطات معاندانہ کو ذکر کرتا ہوں۔

آپ لکھتے ہیں: میں آپ کے ان اصول کو محض لغو سمجھتا ہوں۔

اس میں اپنے عناد وجدال کو ایسا مبرھن کیا ہے کہ اس میں کسی اہل علم و طالب حق کے لئے مجال مقال نہیں رکھی۔ کوئی اہل علم جس کو حق طلبی سے ادنی تعلق ہو اور پابندی اسلام کا دعوی، ان اصول کو (۱۔ کتاب وسنت حجج اتفاقیہ ہیں۔ ۲۔ ظواہر نصوص سے بلا دلیل عدول کرنا جائز نہیں۔ ۳۔ محسوس نیچر، جس کو نیچری لوگ خدا کی قدرت کا قانون سمجھتے ہیں، واقعی خدا کی قدرت کا قانون و معیار نہیں، ایسے ہی اور وہ اصول جو آپ کے حواری سے مجلس مباحثہ میں تسلیم کرائے گئے ہیں) لغو نہیں کہہ سکتا اور نہ امور متنازعہ فیہا سے بے تعلق یا غیر ضروری ٹھہرا سکتا ہے۔ ان اصولوں کو لغو اور ضرورت سے خارج کہنا اس شخص کا کام ہے جس کو حق اور اصول اسلام سے کام نہ ہو بلکہ اپنے اوہام باطلہ اور خیالات فاسدہ کو دین قویم بنانا چاہتا ہو۔ آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو کم سے کم ایک مسلمان سے، جو عالم ہو اور آپ کا مرید نہ ہو، اس دعوی کی تصدیق کرا دیں۔

آپ لکھتے ہیں: میں نے اپنا دعوی بیان کر دیا کہ میں مثیل المسیح ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت ابن مریم درحقیقت فوت ہو گئے ہیں، سو اس عاجز کا مثیل مسیح ہونا تو آپ امکانی طور پر مان چکے ہیں۔ رہا ابن مریم کا فوت ہونا، سو فوت ہونے کے دلائل لکھنا میرے پر فرض نہیں کیونکہ میں نے کوئی ایسا دعوی نہیں کیا جو خدا تعالی کی سنت قدیمہ کے مخالف ہو بلکہ مسلسل طور پر حضرت آدم سے یہ طریق جاری ہے کہ جو پیدا ہوگا ایک دن مرے گا۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ اب میں آپ سے پہلے کیا لکھوں۔

اس میں آپ نے کئی وجہ سے حق کا خلاف کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔

اول دھوکہ یہ دیا کہ خاکسار کو آپ نے اپنے مثیل مسیح ہونے کا قائل بنا دیا حالانکہ میں نے آپ کے مثیل مسیح ہونے کو امکانی طور پر بھی تسلیم نہیں کیا۔ صرف آپ کے بعض الہامات کا، جن میں مثیل مسیح ہونے کا الہام شامل نہیں ہے، امکان تسلیم کیا ہے۔ (گو میں اب اس امکان کا بھی قائل

نہیں رہا۔ آپ کی مجادلانہ ومعاندانہ تحریرات نے وہ امکان میرے خیال سے اٹھا دیا ہے۔ محمد حسین)۔
آپ اپنے قول میں سچے ہیں تو میرا وہ قول نقل کریں جس میں میں نے آپ کا مثیل مسیح ہونا امکانی طور پر مانا ہے۔

دوسرا دھوکہ یہ کہ صرف تسلیم امکان کو مثبت مدعا سمجھ لیا، حالانکہ کوئی عاقل صرف امکان سے وجود ثابت نہیں کرسکتا۔ مثلاً زید اگر یہ دعوی کرے کہ میں بادشاہ یا فلاسفر ہوں اور کوئی شخص اس کا امکان مان لے، تو اس سے اس کا بادشاہ یا فلاسفر ہونا ثابت نہیں ہوسکتا اور وہ اس تسلیم امکان کے سبب اپنے دعوی کے ثبوت سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

تیسرا دھوکہ یہ کہ ابن مریم کے فوت ہونے کا اعتقاد بحکم سنت اللہ اور بہ شہادت کتاب اللہ مسلّم ٹھہرا کر اس کو ثبوت سے مستغنی قرار دیا۔ اس سے اگر آپ کا یہ مقصود ہے کہ یہ اعتقاد صرف ہمارے نزدیک مسلّم ہے، گو اور مسلمانوں کے نزدیک مسلّم نہیں، تو ایسی حالت میں آپ اس دعوی کا ثبوت پیش کرنے سے بری نہیں ہوسکتے، کیونکہ آپ کا اعتقاد دوسرے مسلمانوں کا مسلّمہ نہیں ہے اور اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ تمام مسلمان اس اعتقاد کو مانتے ہیں تو یہ محض خلاف واقعہ ہے۔ صحابہ و تابعین اور ان کے اتباع سلف صالحین سے اس وقت تک کوئی مسلمان ایسا اعتقاد نہیں رکھتا۔ آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک شخص کا سلف صالحین سے نام لیں جو یہ اعتقاد رکھتا ہو۔ پھر اس انوکھے دعوی کے ثبوت میں دلائل پیش کرنا آپ کا فرض کیوں نہیں ہے؟ اور فن مناظرہ کی کون سی کتاب ہے جو آپ کو اس دعوی کے ثبوت پیش کرنے سے سبک دوش کرتی ہے؟ آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک کتاب کی شہادت پیش کریں۔ اپنے دعوی کا ثبوت پہلے پیش کرنے کی درخواست آپ سے اسی صورت میں ہوئی ہے کہ آپ اپنی ناجائز شروط کو (کہ تحریرات مباحثہ جانبین سے صرف دو ہی ہوں۔ پہلے ہماری طرف سے ہو پھر آپ کی طرف سے) قائم رکھیں۔ اب اگر آپ ان شروط فاسد کو واپس لیں اور منصب ادعاء چھوڑ کر سائل یا مانع بنیں تو میں اس دعوی کا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اور وہ وجود عنصری کے ساتھ آسمان سے اتریں گے، ثبوت پیش کرنے کو تیار ہوں۔

چوتھا دھوکہ یہ کہ سنت اللہ اور آیت کتاب اللہ کو موت مسیح پر دلیل ٹھہرایا ہے۔ سنت سے مراد آپ کی نیچر ہے اور اس تقریر سے آپ کا مسلمان کو یہ جتانا مدنظر ہے کہ ایک شخص کا اٹھارہ سو برس تک زندہ رہنا نیچر کے برخلاف ہے۔ لفظ نیچر آپ نے اسلئے نہیں کہا کہ آپ کا چھپا اعتقاد نیچریت لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔ اس تقریر میں آپ نے یہ دھوکہ بھی دیا ہے کہ خدا کی ایک سنت کو جو اموات میں

جاری ہے آپ نے ظاہر کیا اور اس سنت کو جو اس نے مسیح کے زندہ رکھنے میں قائم کی ہے نظر انداز فرمایا۔ آیت کے ذکر میں بھی دھوکہ دیا ہے۔ اس آیت میں یہ بیان ہرگز نہیں کہ اس وقت تک جو پیدا ہوا وہ فوت ہو چکا۔ اس میں تو صرف یہ بیان ہے کہ ہر شخص کے لئے موت کا ہونا لازمی ہے، جو حضرت مسیح کو جب وہ دنیا میں آئیں گے، نیز شامل ہوگا۔

خط حال و سابق میں آپ لکھتے ہیں کہ: حکیم صاحب آپ کے بلانے سے کب لاہور میں آئے کہ پھر بلا اجازت جانے سے فراری متصور ہوئے اور آپکا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔

یہ تو میں نے بھی نہیں کہا کہ وہ میرے بلانے سے لاہور میں آئے۔ صرف اسی مضمون کا تار دیا تھا کہ وہ مجھ سے گفتگو شروع کر کے بھاگے۔ اگر میرا یہ بیان غلط ہے اور گفتگو میں میرا قدم ہی نہ تھا تو آپ کے راست باز ہونے میں کیا شک ہے۔ آپ سچے تو ہیں، ذرا اس پر قسم بھی کھالیں اور وہ آیت مباہلہ پڑھیں جو مولوی محمد اسماعیل ساکن علی گڈھ کے مقابلہ میں لکھ چکے ہیں۔

مرزا صاحب! آپ کی ایسی ہی باتوں نے جو محض خلاف واقعہ ہیں مجھ کو یقین دلایا ہے کہ آپ ملہم نہیں ہیں۔

آپ لکھتے ہیں کہ: آدھی رات کو تار آیا تو بلا توقف آدمی روانہ کیا اور ازالہ اوہام کے اکثر اوراق آپ دیکھ چکے ہیں۔

ان فقرات میں ایک بھی سچا ہے تو اس پر قسم کھائیں اور جھوٹے کو لعنت سنائیں۔ فرمائیے تار کس وقت آپ کو ملا اور آدمی کس وقت روانہ ہوا؟ اور ازالہ اوہام کے اوراق کس قدر ہیں؟ اور قول فصیح میں جو میں نے دیکھا ہے کس قدر اوراق منقول ہیں؟ اکثر یا اقل؟ کیا ملہمین یا صادق القول مومنین کی یہ شان ہے کہ ایسی خلاف واقع باتیں ان کے منہ سے نکلیں۔

اخیر میں جو آپ نے مثال لکھی ہے، اس میں بھی آپ دھوکہ دینے سے رک نہیں سکے۔ حضرت مسیح باتفاق اہل اسلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں ان کے وجود و حیات میں کسی قدیم مسلمان کا اختلاف نہیں صرف آپ بہ تقلید ملاحدہ یورپ جو مسیح کی دوبارہ زندگی سے ان کے مقاصد کی زندگی مراد لیتے ہیں، یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور ان کی دوبارہ زندگی سے ان کے مقاصد کی زندگی مراد ہے۔ پھر یہ دعوی زندگی اس مفقود الخبر کی حیات کی نظیر کیونکر ہوسکتا ہے۔ اس مثال میں آپ کئی صورت سے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

اول: مسیح علیہ السلام کا معلوم الوجود والحیات کو مفقود الخبر شخص کی نظیر قرار دینا۔

دوم۔ان کی حیات کو جو متفق علیہ اہل اسلام ہے محل اختلاف قرار دینا۔

سوم۔انکی موت کی تجویز کو ایک معمولی اور قابل تسلیم موت کی مانند ٹھہرانا۔

حضرت مسیح کی سچی مثال یہ ہے کہ ایک شخص دس برس سے زندہ و موجود اور بحکم مشاہدہ مسلّم الحیاۃ چلا آیا ہے۔ اس کی نسبت ایک شخص نے خبر دی کہ پانچ برس ہوئے کہ وہ مرگیا ہے۔اس شخص کا دعوی ان لوگوں کے سامنے جو دس برس سے اس کو زندہ دیکھتے چلے آئے ہیں لائق سماعت نہیں اور اس شخص کا فرض ہے کہ اس کی موت کو بدلائل ثابت کرے جن سے ان لوگوں کی رویت و مشاہدہ کی غلطی ثابت ہو۔

یہ تو آپ کے جدال وعناد کا ثبوت اور مخالطات کا جواب ہے۔اب میں اپنے خط نمبری ۲۰۷ کی اس بات کی طرف آپ کو متوجہ کرتا اور اس کا جواب چاہتا ہوں جس سے آپ نے چشم پوشی کی ہے۔آپ میرے تار کے مضمون کو غور سے پڑھیں اور اس مباحثہ کو جس کے سلسلہ میں تار دیا گیا ہے پورا کریں اور اپنے حواری کو واپس بھیجیں یا خود تشریف لا کر اس کا اتمام کریں۔نئی شروط فاسدہ پیش کر کے نیا مباحثہ قائم نہ کریں۔شروط فاسدہ کی تسلیم وتحقق محال ہے اور ایسی شروط والے مباحثہ کا وجود بھی ناممکن ہے۔آپ کی ان شروط کو پیش کرنے سے لوگ یقیناً جان لیں گے کہ درحقیقت آپ کو مباحثہ منظور نہیں ہے۔اسی وجہ سے آپ ان شروط کو پیش کرتے اور ان کی آڑ میں مباحثہ سے جان بچاتے ہیں۔آپ کا ناصح ابوسعید محمد حسین ۔(اشاعۃ السنہ۔جلد۱۳۔ص ۶۵ تا ۷۰)

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں:

اس خط کا مرزا صاحب نے کچھ جواب نہ دیا اور ہمارے خطاب و جواب سے سکوت اختیار کیا جس سے عام نظروں میں آپ کا عجز و ہزیمت کا الزام قائم ہوگیا۔مگر اس سکوت پر آپ سے صبر نہ ہوسکا اور آپ نے

آنانکہ چشم بر گل تحقیق واکنند   از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند
در مبحثے کہ غیر خموشی علاج نیست   بر ہرزہ است تکیہ بچوں و چرا کنند

پر عمل نہ کیا اور اپنی جگہ اپنے حواریوں کو، جو برا نہ کہنے سے اندیشہ رکھتے ہیں، نہ برا سننے سے، کھڑا کر دیا اور اپنے خط نمبری ۸ کو مع اس کے جواب من جانب خاکسار نمبری ۲۲۵ کے ضمیمہ اخبار پنجاب سیالکوٹ ۲۵۔ اپریل میں چھپوایا۔اور اس پر اڈیٹر کی قلم سے خوب نمک مرچ چھڑکوایا۔اس پر خاکسار نے مرزا صاحب کے نام رقیمہ ذیل لکھا:

☆ مولانا بٹالوی بنام مرزا قادیانی

(نمبر ۱۴۹) لاہور ۲۶۔ اپریل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب عافاہ اللہ وہداہ۔ سلام علی من اتبع الہدی۔

۱۔ میرے خط نمبری ۲۲۵ مورخہ ۲۲۔ اپریل ۱۸۹۱ء کا جواب دیجئے۔ منتظر ہوں۔

۲۔ آج ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ مطبوعہ ۲۵۔ اپریل میری نظر سے گذرا۔ اس میں آپ کا خط مورخہ ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء منقول ہے اور اس پر اعتماد کر کے آپ کے وکیل اڈیٹر نے یہ لکھا ہے کہ:

مولوی محمد حسین صاحب کو اگر اپنی بات پر اس قدر اصرار ہے تو وہ اس مضمون کی حافظ محمد یوسف ، منشی امیر الدین، منشی عبدالحق، منشی الٰہی بخش ، اور مرزا امان اللہ کی دستخطی تحریر شائع کریں کہ مولوی نورالدین ان سے شکست کھا کر بھاگ گئے۔

میں اس کے جواب میں آپ کے وکیل اڈیٹر کو مخاطب نہیں کرتا اور نہ آئندہ ان کو یا کسی اور نئے وکیل کو کسی امر میں مخاطب کرونگا۔ انشاء اللہ تعالی۔ صرف آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں اور انہی حضرات کی شہادت پر آپ کے دعوی کی بنا اور آپ کے وکیل کا اعتماد ہے تو آپ ہی ان حضرات میں سے تین شخصوں حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش اور منشی عبدالحق سے میرے سوالات ذیل کا حلفی جواب لے کر ارسال کریں۔ اسی سے مقدمہ شکست و ہزیمت کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔ اگر ان حضرات ثلاثہ نے بالاتفاق میرے سوالوں کا جواب اثبات (لفظ ہاں یا نعم) سے دیا تو میں آپ کے بیان کو صحیح مان لوں گا اور اپنے دعوی شکست دہی سے دست بردار ہو جاؤنگا۔

۱۔ حکیم نورالدین صاحب نے رخصت کی رات جو تقریر در باب وفات مسیح کی تھی، اس تقریر میں اول سے آخر تک یہ تینوں صاحب موجود تھے۔

۲۔ اس تقریر کے اختتام پر ان تینوں صاحبوں نے حکیم صاحب کا شکریہ ادا کیا اور یہ کہا تھا کہ ہماری من کل الوجوہ تسلی ہوگئی ہے۔ اور اب ہمارے دل میں کوئی شبہ و اعتراض باقی نہیں رہا۔

۳۔ ان تینوں صاحبوں کا اب یہ اعتقاد ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اور یہ کہ وہ دنیا میں بذات خود تشریف نہیں لائیں گے جیسا کہ تم مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ اور موعود مسیح جن کے آنے کی قرآن و حدیث میں خبر ہے آپ ہی ہیں۔

۴۔ ان سوالات کے جواب کے ساتھ آپ حافظ محمد یوسف صاحب کے اس خط کی نقل بھی ارسال

فرماویں جس کا ذکر آپ کے خط ۱۶۔ اپریل (۱۸۹۱ء) میں ہے اور اس کا مضمون آپ نے یہ نقل کیا ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن اس جگہ آئے ہوئے ہیں ہم نے ان کو دو تین روز کے لئے ٹھہرا لیا ہے تا ان کے روبرو ہم بعض شبہات اپنے آپ سے دور کرا لیں اور اس مجلس میں ہم مولوی محمد حسین کو بھی بلا لیں گے۔ ابوسعید محمد حسین۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۷۱۔ ۷۲)

مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں:

اس کے جواب میں آپ نے پھر وہی سکوت اختیار کیا اور ہماری کسی بات کا جواب نہ دیا مہربانی فرما کر لکھا، تو اس مضمون کا کارڈ لکھا جس سے جواب خط سے انکار اور آئندہ کے لئے گفتگو سے اعراض وفرار پایا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے:

☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؛ (نمبر ۱۰)۔

مجی اخویم مولوی صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ اس عاجز کو کوئی نئی بات معلوم نہیں ہوتی جس کا جواب لکھا جائے۔ اس عاجز کے دعوی کی بناء الہام پر تھی مگر آپ ثابت کرتے کہ قرآن اور حدیث اس دعوی کے مخالف ہے اور پھر یہ عاجز آپ کے ان دلائل کو اپنی تحریر سے توڑ نہ سکتا تو آپ تمام حاضرین کے نزدیک سچے ہو جاتے اور بقول آپ کے میں اس الہام سے توبہ کرتا۔ لیکن خدا جانے آپ کو کیا فکر تھی جو آپ نے اس راہ راست کو منظور نہ کیا خیر اب ازالہ اوہام کا رد لکھنا شروع کیجئے۔ لوگ خود دیکھ لیں گے۔ والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ

(مکتوبات احمد جلد اول۔ ص ۳۳۰؛ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳)

مرزا قادیانی کے مکتوبات کے مرتب نے لکھا ہے:

اس کارڈ کے بعد مرزا صاحب نے اس سلسلہ میں خط وکتابت کو گونہ بند کر دیا تھا۔ اس لئے کہ مولوی محمد حسین صاحب اصل مطلب کی طرف آتے نہ تھے۔ آپ نے اتمام حجت کے لئے اشتہار ۳۰ مئی میں علماء لدھیانہ کو خطاب کیا اور اس میں مولوی محمد حسن کو بھی مخاطب فرمایا۔ مولوی محمد حسین صاحب نے مولوی محمد حسن صاحب کو آڑ بنا کر پھر خط وکتابت کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر چند وہ خطوط مولوی محمد حسن صاحب کے ہاتھ کے تھے لیکن دراصل ان کی تہہ میں مولوی محمد حسین صاحب کا ہاتھ اور قلم تھا، اسلئے جو خطوط اس موقعہ پر مرزا صاحب نے لکھے انہیں بھی درج سلسلہ کرتا ہوں۔

(مکتوبات احمد۔ ج ۱۔ ص ۳۳۰)

اور مولانا بٹالوی اس خط (نمبر ۱۰) کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس کارڈ کے ذریعہ ہم سے تو آپ نے پیچھا چھوڑایا اور سلسلہ مباحثہ ومراسلہ کو بزعم خود قطع کیا۔ مگر از آنجا کہ جدال ...آپ کی طینت میں کوٹ کوٹ کر بھر رہا ہے لہذا اس قطع وتفصی (خلاصی) پر آپ سے صبر نہ ہوسکا اور نچلا نہ بیٹھا گیا اور بقول اسد:

چھیڑ خوبوں سے چلی جائے   گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

لودہانہ کے علماء سے آپ نے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کیا اور اس کو چند روز کا مشغلہ سمجھ کر اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں ان کو مدعو مباحثہ کیا (یہ وہی اشتہار ہے جس کی شروط کا خلاصہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ محمد حسین)۔ اس میں میرے دوست مولوی محمد حسن رئیس لدھانہ کو بھی مخاطب کیا۔ ان کے خطاب میں بدقسمتی سے آپ کے قلم سے یہ فقرہ بھی نکل گیا کہ ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین کو بحث کے لئے وکیل مقرر کردیں۔ ہر چند یہ اشتہار آپ نے میرے پاس نہ بھجوایا بلکہ تمام لاہور والوں میں صرف اس کا ایک قطعہ پہونچا اور کانفی ڈنشل (مخفی) رہا۔ مگر آخر حاجی محمد دین کے ذریعہ سے وہ اشتہار خاکسار کی نظر سے بھی گذر گیا جس پر یہ شعر عاجز کے خیال میں آیا۔

دیدار می نمائی و پرہیز مے کنی   بازار خویش وآتش ما تیز مے کنی

اس اشتہار نے اس شعر کے مطابق خاکسار کے نائرہ اشتیاق مباحثہ کو جو مرزاجی کے خط نمبری ۱۰ سے وہ دب گیا تھا مشتعل کردیا اور اس وقت مجھے وہ سفر ہندوستان جس کا ذکر بارہا ہو چکا ہے نیز درپیش تھا بناء علیہ خاکسار نے مولوی محمد حسن صاحب کے نام رقعہ مندرجہ ذیل تحریر کیا۔

☆ مولانا بٹالوی بنام محمد حسن لدھیانوی

(خط نمبر ۳۲۳)۔ لاہور ۸۔ مئی ۱۸۹۱ء۔ مجی مولوی محمد حسن صاحب۔ السلام علیکم

آج میں نے مرزا کا آخری اشتہار دیکھا۔ اس میں آپ کو لکھا ہے کہ چاہو تو مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کو وکیل بنا کر پیش کرو۔ اور اس کے ساتھ ایسی شرطیں بھی لگادی ہیں جو جلد وقوع میں نہ آئیں۔ میری رائے ہے کہ آپ ان کو (مرزاجی کو) اس مضمون کا رقعہ لکھیں کہ ۹ مئی کی صباح کو ابوسعید محمد حسین بارادہ پٹیالہ لودہانہ پہنچیں گے۔ آپ ان سے بات چیت کرسکیں گے تو آپ میرے مکان پر تشریف لے آویں۔ آپ نہ آسکیں تو ہم ان کو آپ کے مکان پر لے آویں گے اور اس مجلس میں جس کو آپ چاہیں شامل کرلیں اور شروط کو جن کا تحقق سردست دشوار ہے پیش نہ کریں

وہ اس امر کو منظور کریں تو بندہ گفتگو کے لئے حاضر ہے۔ابو سعید محمد حسین ۔

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس خط کے لودھانہ پہنچ جانے کے بعد خاکسار بھی ۹ مئی کی صبح کو لدھیانہ پہنچ گیا اور جاتے ہی مولوی محمد حسن صاحب کو مرزا جی کے پاس بطور سفارت بھجوایا۔ اورانہی کی طرف رقعہ مندرجہ ذیل لکھوا کر ان کے ہاتھ میں دیا (خاکسار نے اپنی طرف سے اسلئے نہ لکھا کہ مرزا جی خاکسار سے سلسلہ مراسلت ومخاطبت قطع کر چکے تھے۔محمد حسین)اور یہ کہدیا کہ آپکی سفارت کے جواب میں جو کچھ مرزا صاحب کہیں وہ تحریر میں لاویں، زبانی کوئی پیام وکلام مسموع نہ ہوگا۔

وہ رقعہ چونکہ خاکسار ہی نے لکھوایا تھا لہذا اپنے رجسٹر خطوط کا نمبر اس پر لگایا اور جو خط اس کے جواب میں مرزا کا آیا اس پر بھی انکے سلسلہ خطوط کا نمبر لگایا گیا۔وہ خط یہ ہے:

☆ لودہانہ۔۹مئی ۱۸۹۱ء۔(نمبر ۳۶۹)

بخدمت شریف مرزا صاحب ۔ بعد سلام مسنون کے گزارش ہے کہ آپ نے اشتہار مطبوعہ ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں مجھے مخاطب فرمایا ہے کہ آپ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے جناب مولوی ابوسعید محمد حسین کو بحث کے لئے وکیل کریں ۔ بناء علیہ میں مکلّف ہوں کہ جناب مولوی ابوسعید محمد حسین حسب اتفاق وارد لدھیانہ ہیں جو آج ہی ۱۱ بجے کی ٹرین میں پٹیالہ تشریف لے جائیں گے۔آپ اس وقت ان سے مباحثہ کرنا چاہیں تو میرے مکان پر تشریف لاویں اور ان سے گفتگو کریں اور باقی شروط کو جو متعلق انتظام ہیں آپ جانے دیں کیونکہ اپنے مکان پر انتظام کا ذمہ دار میں خود ہوں ۔مگر یہ واضح رہے کہ جناب مولوی صاحب گفتگو سے پہلے چند اصول آپ سے تسلیم کرائیں گے جناب کو بھی اختیار ہے جو اصول چاہیں ان سے تسلیم کرالیں ۔اور متنازعہ فیہ آپ کا یہ دعوی ہوگا کہ مسیح جس کے آنے کی احادیث میں خبر ہے وہ آپ ہیں۔خاکسار محمد حسن ۔

(اشاعۃ السنہ۔ج ۱۳۔ص۷۴۔۷۵)

☆ مرزا قادیانی بنام محمد حسن لدھیانوی

مخدومی ومکرمی مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ عاجز بسر وچشم تحریری گفتگو کے لئے موجود ہے۔اصول پیش کرنے کو بھی مانتا ہوں (اب تمہیدا اصول کو آپ مان گئے حالانکہ ایک سابقہ خط میں اس کو لغو قرار دے چکے تھے۔ یہ تسلیم صحیح اور دل سے ہے تو انکار سابق سے آپ کا عناد اور استخفاف اصول اسلام ثابت ہوتا ہے۔اور اگر وہ انکار صحیح اور دل

سے تھا تو اس تسلیم سے آپ پر التزام لغو کا الزام قائم ہوتا ہے۔ محمد حسین)۔ چند سوال آپ کی طرف سے، چند سوال میری طرف سے ہوں اور امر مجوث عنہ وفات یا حیات مسیح ہو گا۔ کیونکہ اس عاجز کا دعوی اسی بنا پر ہے (الہام وفات مسیح کے مبنی اور اصل ہونے کے معنی در بطن قائل ہیں۔ اصل ومبنی ہونے سے اگر یہ مراد ہے کہ دعوی مسیح موعود ہونے کا اس الہام وفات مسیح سے نکالا گیا ہے تو یہ محض بناوٹ ہے۔ آپ کو صرف وفات مسیح کا الہام ہوتا اور اس الہام سے اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی نکالتے تو آپ یہ بات کہہ سکتے تھے۔ اور جس حالت میں ان دونوں امر کی نسبت آپ الہام کے مدعی ہیں، اور یہ دونوں امر از قسم اخبار ہیں، جن میں ایک پسین گوئی دوسرا پیشین گوئی، نہ از قسم انشاء، امر یا نہی، تو امر دوم کا امر اول پر مبنی اور اول کا اصل اور دوم کا فرع ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ تو دونوں جداگانہ اور مستقل الہام ہیں جن میں سے ایک میں ایک امر گزشتہ کے وقوع کی خبر دی گئی ہے، کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں، دوسرے میں امر آئندہ کی نسبت خبر ہے کہ آنے والا مسیح جس کی خبر احادیث میں وارد ہے، تو (یعنی مرزا) ہے۔ یا ایک زمانہ کے بعد ہوگا، جب مسلمان تجھے تسلیم کر لیں گے، جن میں نفیاً و اثباتاً تلازم نہیں ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح بن مریم کی وفات ثابت ومسلّم ہو تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پھر مسیح موعود آپ ہیں۔ کیوں جائز نہیں کہ درصورت وفات مسیح ابن مریم، مسیح موعود کوئی اور ہو۔ اس صورت میں آپ کو مسیح موعود ہونے کیلئے دلائل قائم کرنے پڑیں گے۔ صرف وفات مسیح سے آپ اپنا مسیح ہونا ثابت نہ کر سکیں گے۔ اور اگر مسیح کا زندہ ہونا ثابت ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کا یہ الہام کہ آنے والے مسیح آپ ہیں، غلط ہو۔ اس صورت میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ ہیں تو رہیں وہ کسی اور کام کیلئے ہونگے۔ جس مسیح کے نزول کا احادیث صحاح ستہ میں ذکر ہے اور ان کے عالی شان کارناموں، قطع صلیب، وضع جزیہ، قتل خنازیر وغیرہ، کا ان احادیث میں بیان ہے اس سے میں ہی مراد ہوں۔ آپ یہ بات نہ بھی کہیں تو کوئی اور نیچری آپ کا حواری یہ بات کہہ سکتا ہے و بناء علیہ صرف حیات مسیح کے ثبوت سے اس دعوی کا، آپ کریں یا کوئی اور نیچری، ابطال نہیں ہو سکتا بلکہ اس دعوی کے ابطال کیلئے دلائل پیش کرنے کی حاجت رہتی ہے۔ اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ ان دونوں الہامات اور دعاوی میں نفیاً و اثباتاً تلازم نہیں ہے۔ اور ایک دوسرے کی فرع نہیں ہو سکتا مگر اس بات کے سمجھنے کیلئے علوم عقلیہ میں مداخلت بکار ہے۔ صرف جعلی اور خیالی الہاموں کے زور سے یہ سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ اور اگر الہام وفات مسیح کے اصل ومبنی ہونے سے یہ مراد ہے کہ الہام وفات الہام مسیح موعود ہونے کی شرط ہے جیسا کہ آپ کے خط نمبر ۱۲ میں آپ کے قلم سے نکل گیا ہے تو اس پر اس خط کے حواشی میں بحث ہو گی انشاء اللہ۔ محمد حسین)۔ جب یہ بناء ٹوٹ جاوے گی تو یہ دعوی خود ٹوٹ جاویگا

اصل امر وہی ہے۔

اس وقت بارہ بجے تک مجھے بباعث بعض نج کے کاموں کے بالکل فرصت نہیں۔ بہتر ہے کہ آنمکرم عید کے بعد یعنی شنبہ کے دن کو بحث کے لئے مقرر کریں تا فرصت اور فراغت سے ہر یک شخص حاضر ہو سکے (کیوں حضرت! یہ گریز نہیں، کنارہ کشی نہیں، فرار نہیں، ہزیمت نہیں، تو اور کیا ہے؟ اور اس کام سے بڑھ کر اہم اور ضروری کون سا کام آپ کو اس دن پیش آ گیا تھا؟ مسیح ہو جانے، اور اس کا ثبوت پیش کرنے سے بڑھ کر کوئی کام آپ کے لئے تھا تو آپ اس کو بیان کریں تا کہ ناظرین کو آپکے اس عذر کا محض حیلہ و بہانہ نہ ہونا ثابت ہو۔ بعد عید شنبہ کا دن آپ نے اس لئے مقرر کرانا چاہا تھا کہ آپ کو یہ علم ہو چکا تھا کہ ہمارا مناظر، یہ خاکسار، بٹیالہ کو تیار ہے اور وہ شنبہ تک لدھیانہ میں رہ نہیں سکتا۔ محمد حسین)۔ خاکسار غلام احمد۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمد ج اص ۳۳۱؛ اشاعۃ السنہ خط کا نمبر ۱۱،ص ۷۵۔۷۶، جلد ۱۳)

مولانا بٹالوی کہتے ہیں: اس کا جواب خاکسار نے مولوی محمد حسن کی طرف سے لکھوایا:

☆ محمد حسن لدھیانوی بنام مرزا قادیانی

لودہانہ۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء (نمبر ۳۷۰)

جناب مکرم مرزا صاحب۔ بعد سلام مسنون گزارش ہے۔ آپ کے اشتہار میں دونوں دعوی ہیں۔ مسیح کے فوت ہونے کا دعوی، اور آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعوی۔ ان دونوں دعاوی میں ایسا تلازم نہیں ہے کہ ایک کے ثبوت سے دوسرا دعوی ثابت ہو جائے جیسا کہ آپ کے خط میں مرقوم ہے۔ لہذا میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے میں بحث ہو، پھر حضرت ابن مریم کے فوت ہونے میں۔ آپ اشتہار میں یہ دونوں دعوی کر چکے ہیں تو اب دوسرے دعوی کی بحث سے کیوں اعراض فرماتے ہیں۔ آپ کو لازم ہے کہ بیان اشتہار کے مطابق دونوں دعاوی میں بحث کرنے کو مستعد رہیں اور ہماری اس تجویز کو، کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے میں بحث ہو، منظور کر لیں کیونکہ بحکم اصول مناظرہ ہم کو اختیار ہے کہ آپ کے جس دعوی پر چاہیں بحث کریں۔ ہاں آپ اپنے دوسرے دعوی سے دست بردار ہو جائیں اور اس امر کو بذریعہ تحریر ظاہر کریں تو ہم آپ کے اسی اول دعوی پر بحث کرنے کو تیار ہیں۔ مورخہ ۹ مئی ۱۸۹۱ء۔ احقر محمد حسن عفا اللہ عنہ

(اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ صفحہ ۷۸)

 مرزا قادیانی بنام محمد حسن لدھیانوی

مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب آپ خوب جانتے ہیں کہ اصلی امر اس بحث میں جناب مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات ہے اور میرے الہام میں بھی یہی اصل قرار دیا گیا ہے کیونکہ الہام یہ ہے کہ:

مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے (تذکرہ اڈیشن چہارم ص ۱۴۸) ۔ (مولانا بٹالوی لکھتے ہیں: یہ الہام ابھی گھڑا گیا ہے۔ اس سے پہلے تحریروں میں اس کا نام ونشان نہیں۔ اصل الہام یہ ہوتا تو فتح اسلام، توضیح مرام، جواب مباہلہ صوفی عبدالحق غزنوی مشتہرہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۸ فروری ۱۸۹۱ء، اور آپ کے جملہ خطوط اسمی خاکسار میں اسکا ذکر کیا جاتا۔ ان تحریرات میں تو پہلا اور اصل الہام یہی بیان کیا گیا ہے کہ: آنیوالا، یا موعود مسیح، میں ہوں۔ وفات حضرت مسیح کا ذکر تو منجملہ تحریرات مذکورہ بعض تحریرات میں اس کے بعد ضمناً وتبعاً ہوا ہے اور بعض میں اس سے تعرض ہی نہیں۔ چنانچہ حاشیہ خط نمبری ۱۷، ۳ میں بہ نقل عبارت سامی ثابت کیا جائے گا۔ یہ الہام اصل تھا تو ان تحریرات میں اس کو اصل و اول کیوں قرار نہیں دیا گیا۔ کہیں اس کو اصل قرار دیا گیا ہے تو بتائیں کس تحریر میں؟ اور کب؟ حضرت! یہ من گھڑت الہام مشت بعد از جنگ کا نمونہ ہے۔ آپ نے ہم پر ناحق یہ الزام لگایا تھا۔ خدا تعالی نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ بدلہ دے دیا کہ آپ نے دعوی مسیحائی اور اسکے دلائل سابقہ کو مشتہر کرنے کے ایک مدت کے سکوت کے بعد یہ ایک نیا ہتھیار اٹھایا جس میں آپ کا وار خطا گیا۔ ہم نے اس کے مقابلہ میں یہ بات ثابت کر دکھائی کہ یہ اصل الہام نہیں ہے۔ من گھڑت ہے۔ محمد حسین) سو پہلا اور اصل امر الہام میں بھی یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ اب ظاہر ہے اور ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اگر آپ حضرت مسیح کا زندہ ہونا ثابت کر دیں گے تو جیسا کہ پہلا فقرہ الہام کا اس سے باطل ہوگا ایسا ہی دوسرا فقرہ بھی باطل ہو جائے گا کیونکہ خدا تعالی نے میرے دعوی کی شرط صحت مسیح کا فوت ہونا بیان فرمایا ہے (یہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کا یہ الہام خدا کی طرف سے نہیں، ابھی گھڑا گیا ہے اور اگر ہم اس من گھڑت کو الہام فرض کریں اور خدا کی طرف سے مان لیں تو بھی اس سے وفات مسیح کا شرط اور آپ کے دعوی یا الہام مسیح موعود ہونے کا مشروط ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس الہام میں کوئی ایسا حرف شرط مذکور نہیں ہے اور نہ مقدر ہوسکتا ہے جس سے یہ شرطیت ثابت ہو اور اگر ترتیب عبارت سے اور خبر وفات مسیح کے اولاً پیشگوئی مسیح موعود ہونے ثانیاً مذکور ہونے سے یہ شرطیت نکالی گئی ہے تو محض بے خبری و ناواقفی پر مبنی ہے۔ ترتیب ذکری سے مذکور اول کا شرط اور مذکور دوم کا مشروط

ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اور حرف ،اور ، یا ، واو ، عاطفہ اس ترتیب کے مثبت نہیں ہوتے۔ کسی اہل علم سے پوچھ لیں اگر اس بات کو سمجھ نہ سکیں۔ اس شرطیت کو ثابت کرنے کے لئے اور الہام ہے تو اس کو پیش کریں مگر یاد رکھیں کہ جو من گھڑت الہام اس شرطیت کے ثبوت میں پیش کریں گے اس سے ہم بحول اللہ وقوتہ شرطیت ثابت نہ ہونے دیں گے آپ جو مثال چاہیں پیش کر کے دیکھ لیں ۔ یہ ہماری لیاقت کا اثر نہیں بلکہ آپ ہی کے ان الہامات کی کرامت ہے۔ آپ کے دونوں الہام اس قسم سے ہیں کہ ان میں ایک کا دوسرے کے لئے شرط ہونا بحکم عقل ممکن نہیں اور کوئی عاقل سلیم الحواس اول کو دوسرے کے لئے شرط نہیں ٹھہرا سکتا۔ اس کی وجہ صاف اور صریح یہ ہے کہ شرط ، جس سے کسی امر کے وقوع کو مشروط کیا جائے ، کا متکلم یا مخاطب کے نزدیک شکی ہونا ضروری ہے۔ اور جو امر یقیناً واقع اور موجود ہو اس کے وجود سے کسی واقعی امر کو مشروط و معلق نہیں کیا جا سکتا۔ اور آپ کا وہ الہام جس کو آپ نے پہلا الہام قرار دیا ہے ایک ایسے امر کے متعلق ہے جو اس الہام کی رو سے یقیناً واقع اور متحقق ہو چکا ہے اور اس کے وقوع اور وجود میں اس الہام کے ملہم ، بزعم جناب خدا تعالی ، اور اس کے مخاطب ، خود بدولت ، کو شک نہیں ہے ، لہذا اس امر واقعی اور متحقق الوقوع سے دوسرے الہام کو جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کی پیش گوئی ہے مشروط و معلق کرنا اور مثلاً یوں کہہ دینا ، کہ اگر مسیح فوت ہو چکے ہیں تو پھر مسیح موعود تو ہے یا ہو جائیگا ، جب مسلمانوں میں تسلیم کیا جائے گا ، جائز نہیں ہے اور کسی عاقل سلیم الحواس سے اس کا صدور ممکن نہیں۔ کوئی عاقل سلیم الحواس آفتاب کے نصف النہار کو پہنچنے کے وقت ، اگر مخاطب و متکلم دونوں شپر چشم نہ ہوں اور آفتاب کی رؤیت و وجود میں شک نہ رکھتے ہوں ، یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر آفتاب نکلا ہے تو فلاں امر واقع ہے یا ہو جائے گا۔ کوئی ایسا کہے تو اس کو مالیخولیا یا... ہسٹیریا میں مبتلا سمجھا جائے گا۔ آپ علوم عقلیہ کو مری ہوئی کیڑی کی مانند جانتے ہیں چنانچہ فتح اسلام کے صفحہ ۳۳ میں لکھ چکے ہیں ، و بناء علیہ ان علوم سے واقف نہیں تو کیا کتب نحو میں بھی نظر نہیں رکھتے یا بھول گئے ہیں ۔ محمد حسین) اور بحکم اذا فات الشرط فات المشروط مسیح کی زندگی کے ثبوت سے دوسرا دعوی میرا خود ہی ٹوٹ جائے گا۔ ماسوا اس کے میرے دعوی مثیل مسیح میں کسی پر جبر و اکراہ تو نہیں کہ خواہ نخواہ اس کو قبول کرو۔ صرف یہ کہا جاتا ہے کہ جس پر مسیح بن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہو جائے پھر وہ خدا تعالی سے ڈر کر میری صحبت میں رہ کر میرے دعوی کی آزمائش کرے (فتح اسلام میں اپنے مسیح موعود ہونے کو آپ نے جبراً قبول کرانا چاہا اور اس سے انکار کرنے والوں کو خوب ڈرایا دھمکایا ہے۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۱۰ میں آپ اپنا مسیح موعود ہونا بیان کر کے صفحہ ۱۱ میں فرماتے ہیں :

پس ہر ایک (اس میں آپ نے یہ قید نہیں لگائی کہ جس پر حضرت مسیح کا فوت ہو جانا ثابت ہو) کو

چاہیے کہ اس سے (یعنی آپ کے مسیح موعود ہونے سے) انکار کرنے میں جلدی نہ کرے تا خدا سے لڑنے والا نہ ٹھہرے۔ دنیا کے لوگ جو تاریک اور اپنے پرانے خیالات پر جمے ہوئے ہیں وہ اس کو قبول نہیں کریں گے مگر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جو ان کی غلطی ان پر ظاہر کردے گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا تعالی اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔

اسی سلسلہ میں اور اسی دعوی مسیحائی کے بعد آپ صفحہ ۵۷۔۵۸ میں اسی رسالہ کے لکھتے ہیں:

جو مجھے چھوڑتا ہے، وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اسکو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔،

مگر اس مقام میں آپ لوگوں کو اپنے مسیح ہونے کی تسلیم و عدم تسلیم میں آزادی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اپنے مسیح موعود ہونے کے تسلیم و قبول پر کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ صرف یہ کہتا ہوں کہ جس پر مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہو وہ میری صحبت اختیار کرکے میرے دعوی مسیح موعود ہونے کی آزمائش کرے۔،

جو تخویف و ترہیب فتح الاسلام کے بالکل مخالف ہے۔ اب اگر اس آزادی کو دل سے سمجھا جائے تو وہ دھمکی فتح الاسلام کی لغو بلکہ کذب ٹھہرتی ہے اور اگر وہ دھمکی دل سے ہے اور کچھ صحت واصلیت رکھتی ہے تو یہ آزادی صرف دھوکہ دہی ہے۔ بہرحال وہ دھمکی اور یہ آزادی دونوں صحیح نہیں ہوسکتیں۔ اور دونوں میں سے ایک ضرور آپ کے صدق مقال اور استقامت حال کو بٹہ لگاتی ہے۔ ہاں اگر آپ ایک میں غلطی یا خطا کا اقبال کرلیں تو اس الزام سے آپ بری ہوسکتے ہیں۔ مگر یہ آپ سے نہ کبھی ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا کیونکہ اس سے آپ کے خیال باطل وادعا عاطل، قطعیت الہامات، کو بٹہ لگتا ہے۔ اور یہ ہم سے نہیں ہوسکتا اور نہ ہوگا کہ آپ کی اس قسم کے مغالطات پر خاموش رہیں اور آپ کے دھوکے لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔ محمد حسین۔ ص۸۲۔۸۳۔ اشاعة السنہ ج ۱۳ حاشیہ)۔ اب ظاہر ہے کہ پھر وفات وحیات پر قرعہ پڑا (یہ تب ہوتا جب آپ کا مسیح موعود ہونا الہام وفات مسیح سے مستنبط ہوتا یا وہ اس کے فرع اور یہ اس کی شرط

ہوسکتا۔ان باتوں کا بطلان حواشی سابق میں ظاہر ہو چکا ہے۔محمد حسین) ۔ بہرحال یہی امر حقیقی اور طبعی طور پر مجوث عنہ اور متنازعہ فیہ ٹھہرتا ہے (ایسا تھا تو پہلے تحریرات میں کیوں اس کو مجوث عنہ قرار نہ دیا۔ مشتے کہ بعداز جنگ یاد آید) ۔ ماسوااس کے آپ کی غرض دوسری بحث سے، جو آپ کے دل میں ہے وہ اس بحث سے بھی بخوبی حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ میں اقرار کرتا ہوں اور حلفاً کہتا ہوں کہ اگر آپ مسیح کا زندہ ہونا کلام الٰہی سے ثابت کردیں تو میں اپنے دعوی سے دست بردار ہو جاؤنگا اور الہام کو شیطانی القاء سمجھ لونگا اور توبہ کرونگا (حضرت توبہ تو آپ مدت کی کر چکے ہیں اور بنا بر بیان حافظ محمد یوسف اس دعوی مسیح موعود ہونے پر خلوت میں پچھتاتے اور افسوس ظاہر کر چکے ہیں مگر برطبق:

استاد مرا گفتی کہ تو توبہ مکن   من کنم دل نکند من چہ کنم

آپ کا دل نہیں مانتا کہ اس توبہ کا اظہار و عام اشتہار دیں۔ کیونکہ اس میں کساد بازاری متصور ہے اور دکان بند ہوتی ہے ۔ یہی سوچ کر آپ اپنے خط نمبری ۳ و نمبری ۵ میں فرما چکے ہیں کہ یہ عاجز اس بصیرت اور علم سے اپنے تئیں نابینا نہیں کرسکتا جو حضرت احدیت جل شانہ نے بخشا ہے ۔ ، پھر اس مقام میں اس علم و اعتقاد سے توبہ کرنے کا وعدہ فقرہ بازی اور دھوکہ دہی نہیں تو کیا ہوا؟ محمد حسین)۔اب حضرت! اس سے زیادہ کیا کہوں ۔خدا تعالی آپ کے دل کو آپ سمجھاوے۔

مکرر یہ کہ اول قرآن کریم کی رو سے دیکھا جائے گا کہ کس کس آیت کو آپ حضرت مسیح ابن مریم کے زندہ ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور اگر بغیر کسی جرح قدح کے وہ ثبوت آپ کا مسلّم ٹھہرے گا تو بھلا پھر کس کی مجال ہے کہ اس سے انکار کر جائے ۔لیکن اگر قرآن شریف سے آپ ثابت نہ کریں گے تو پھر آپ کو اختیار ہوگا کہ بعد تحریری اقرار اس بات کے کہ قرآنی ثبوت پیش کرنے سے ہم عاجز ہیں اور احادیث صحیحہ غیر متعارضہ کو اس ثبوت کیلئے آپ پیش کریں (یہ قید آپ نے ان احادیث صحیحہ کی ردّ و انکار کے لئے لگائی ہے جن میں حضرت مسیح کے حلیہ میں کسی قدر لفظی اختلاف وظاہری تعارض پایا جاتا ہے جیسے ایک حدیث میں آپ کا رنگ گندم گوں ہونا مذکور ہے دوسری میں سرخ ہونا، مگر آپ کو یہ معلوم نہیں، اور کیونکر معلوم ہو جب آپ حدیث کے کوچہ سے آشنا نہیں، کہ یہ تعارض اٹھایا گیا ہے۔ اور گندم گوں ہونا اور سرخ رنگ ہونا باہم یوں متوافق ہوسکتے ہیں کہ گندم گونی سرخی کے ساتھ ہو، چنانچہ لاکھوں اشخاص ایسے نظر آتے ہیں کہ گندم گوں ہونے کے ساتھ سرخ رنگ بھی ہیں ۔آپ نے امام الائمہ ابن خزیمہ کا یہ قول نہیں سنا کہ میں ایسی کوئی دو حدیثیں نہیں دیکھتا جو صحیح اسناد کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے مروی ہوں اور وہ آپس میں متعارض رہیں یعنی جمع نہ ہوسکیں ۔جس کے پاس ایسی دو

حدیثیں ہوں وہ میرے پاس لائے۔ میں ان کو باہم متوافق کردوں۔ و قد روینا عن محمد بن اسحاق ابن خزمه الامام انّه قال لا اعرف انه روی حدیثان عن النّبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیثان باسنادین صحیحین متضادین فمن کان عنده فیاتینی به لالف بینهما۔ علوم الحدیث المشھور بمقدمہ ابن الصلاح) اور جب آپ ایسا ثبوت دے چکیں تو منصفین ترازوئے انصاف لے کر خود جانچ لیں گے کہ کس طرف پلہ ثبوت بھاری ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔ راقم میرزا غلام احمد ۹ مئی ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمد ج ۱ ص ۳۳۲؛ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص ۷۹۔ ۸۵)

☆ محمد حسن لدھیانوی بنام مرزا قادیانی

مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ اسکا جواب خاکسار نے مولوی محمد حسن کی طرف سے لکھوایا:

(نمبر ۱۷۳) لودہانہ ۹ مئی۔ مکرمی جناب مرزا صاحب۔ بعد از سلام مسنون گزارش ہے:

۱۔ آپ نے یہ الہام کسی رسالہ میں بایں الفاظ وترتیب نقل نہیں کیا۔ کہیں منقول ہے تو بتایئے۔

۲۔ اس الہام کے الفاظ سے اگر اس کو تسلیم کر لیا جاوے تو نہ شرطیت ثابت ہے، نہ دونوں الہاموں کا تلازم۔

۳۔ آپ نے جملہ تحریرات واشتہارات میں یہ دونوں مستقل دعوی کئے ہیں (اپنے رسالہ فتح الاسلام میں جو آپ کے دعوی کا مفتح ہے چار صفحات، نمبر ۱۰، ۱۵، ۱۷، ۲۳، میں آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے۔ ان چاروں صفحات میں کہیں آپ نے یہ دعوی نہیں کیا، جس کو اب اصل دعوی بتایا جاتا ہے، کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ اس رسالہ میں صرف ایک اور جگہ، ص ۳۵، میں حضرت مسیح کے فوت ہونے کا ذکر ہے سو بھی نہ بطور مستقل دعوی بلکہ اس اجنبی بیان کے ضمن میں کہ لوگ میرے ساتھ باستھزاء پیش آویں تو کوئی افسوس کا مقام نہیں کیونکہ مجھ سے پہلے نبیوں سے بھی ٹھٹھا ہوا ہے۔ اور اس کی تنظیر میں ذکر ہوا اور یہ کہا گیا ہے کہ ایک دفعہ اس کو اپنے زعم میں صلیب پر چڑھا کر قتل کر دیا مگر چونکہ ہڈی نہیں توڑی گئی تھی اس لئے وہ ایک خوش اعتقاد اور نیک آدمی کی حمایت سے بچ گیا اور بقیہ ایام زندگی بسر کر کے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اور اس سے پہلے صفحہ ۱۰ میں بھی ایک تمثیل کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ مسیح کی روح ہیرودیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیف کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔ مگر اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ روح بلا جسم اٹھائی گئی یا معہ جسم اور نہ اس میں اور بیان صفحہ ۲۵ میں کہیں یہ تصریح ہے کہ ان دو مقاموں میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ الہام ہے یا الہام مسیح موعود ہونے کی شرط یا اس کا مبنی واصل ہے۔ ان دو مقاموں کے سوا اس

رسالہ میں حضرت مسیح کی موت کا کہیں ضمنی اور تبعی و تمثیلی ذکر بھی نہیں ہے۔ اور آپ کے دوسرے رسالہ توضیح مرام میں ایک جگہ بصفحہ ۸ حضرت مسیح کے فوت ہو جانے کا ذکر ہے سو بھی نہ بطور بیان الہام اور نہ بطور دعوی بلکہ دعوی عدم نزول حضرت مسیح ابن مریم کے ثبوت پر ایک دلیل کے ضمن میں بیان ہوا ہے چنانچہ پہلے بصفحہ ۷ عیسائیوں پر ان کے قرار داد اور ان کے اعتقاد کے مطابق یہ الزام قائم کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بہشت میں داخل ہو چکے ہیں اور جو بہشت میں داخل ہوتا ہے وہ پھر اس سے خارج نہیں ہوتا۔ پھر بصفحہ ۸ لکھا ہے کہ قرآن شریف میں اگر چہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونے کا بہ تصریح کہیں ذکر نہیں ہے لیکن ان کے وفات پا جانے کا تین جگہ ذکر ہے اور مقدس بندوں کے لئے وفات پانا اور بہشت میں داخل ہونا ایک ہی حکم میں ہے۔، اور اس کے مقابل دعوی مسیح ہونے کو بالاستقلال بیان کیا اور اس کو الہام قرار دیا ہے چنانچہ شروع رسالہ میں بصفحہ ا پر لکھا ہے: اور نیز یہ بھی میں بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے درحقیقت مسیح ابن مریم کا نزول مراد نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جسکا مصداق حسب الہام و اعلام الٰہی یہی عاجز ہے۔، ان دونوں مقام کے بیان کو ادنی توجہ و انصاف کے ساتھ دیکھنے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ دعوی مسیحائی آپ کا اصل اور پہلا اور مستقل دعوی ہے اور دعوی وفات مسیح دعوی عدم نزول حضرت مسیح کی دلیل کا ایک جزو یا مقدمہ ہے وبس۔ اور آپ کی تیسری تحریر، جواب مباہلہ صوفی عبدالحق غزنوی جو پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۸ فروری ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی ہے، میں بھی اصل اور پہلا الہام اسی دعوی مسیح موعود ہونے کو قرار دیا گیا ہے۔ اور دعوی وفات مسیح کو اس الہام کے بعد بیان کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: یہ بات سچ ہے کہ اللہ جل شانہ کی وحی والہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے اور یہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارہ میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے۔ سو میں الہام کی بنا پر اپنے تئیں وہ موعود مسیح سمجھتا ہوں جس کو دوسرے غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے ہیں...لیکن میرے پر کھول دیا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی تھی فوت ہو چکا ہے ۔ ، اور اپنی چوتھی تحریر، اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں اور پانچویں تحریر، اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں گو دعوی وفات حضرت مسیح کو آپ نے اولاً، اور دعوی مسیح موعود ہونے کو ثانیاً ذکر کیا ہے مگر اس ذکر و بیان میں ایسا کوئی لفظ یا حرف آپ کی قلم سے نہیں نکلا جس سے دعوی اول کا اصل یا شرط ہونا اور دعوی دوم کا فرع یا مشروط ہونا ثابت ہو، بلکہ ان دونوں تحریروں میں یہ دونوں دعوے آپ نے مستقل طور پر کئے ہیں۔ اور دونوں کی نسبت الہام ہونے کا دعوی آپ کی کلام میں موجود ہے۔ اور آپ کے جملہ خطوط میں جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ میں شائع ہوئے ہیں حضرت مسیح کی وفات کا ذکر و نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ بلکہ ہمارے اس استفہام انکاری کے

مقابلہ میں کہ کیا آپ مسیح موعود ہیں؟ آپکا یہی دعوی واقرار مستمر رہا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں ۔ اپنے خط نمبر اول میں آپ نے یہ مجمل اقرار کیا ہے ۔ اور خط نمبری ۶ میں آپ نے یہ فرمایا ہے: مگر جو خدا تعالی نے اس عاجز پر کھولا ہے صرف اتنا ہے کہ یہ عاجز روحانی طور پر مثیل مسیح ہے اور روحانی طور پر موعود بھی ہے ۔ اور نیز یہ کہ کوئی مسیح آسمان سے خاکی وجود کے ساتھ اترنے والا نہیں ۔ ، اور آپ کے خط نمبر ۸ و ۹ میں جو نمبر ۳ جلد ۱۳ میں منقول ہیں، گو وفات حضرت مسیح کا ذکر بھی ہوا ہے مگر اس کو بھی آپ نے اصل اور پہلا دعوی قرار نہیں دیا ۔ بلکہ پہلا دعوی آپ کا وہی مسیحائی ہے ۔ اور دعوی وفات مسیح دوسرا دعوی جو علاوہ یا ضمیمہ جس کو بلفظ نیز، اور ، ساتھ ہی اس کے ، شروع کیا ہے، ہے ۔ خط نمبر ۸ میں آپ یہ کہتے ہیں: میں مثیل مسیح ہوں اور نیز حضرت مسیح بن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں ۔ ، اور خط نمبر ۹ میں لکھتے ہیں ؛ میں مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوں اور ساتھ اس کے یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت مسیح بن مریم درحقیقت فوت ہو چکے ہیں ۔ ، آپ کی ان تصریحات وعبارات کو جن کا خلاف پہلے کہیں نہیں پایا گیا ۔ احمق سے احمق اور بلید سے بلید، بشرطیکہ وہ کچھ انصاف وایمان رکھتا ہو اور آپ کی حبّ میں اندھا نہ ہو گیا ہو، سمجھ سکتا ہے کہ دعوی مسیحائی آپ کا پہلا اور اصل اور مستقل دعوی ہے اور دعوی وفات مسیح اصل اور اول دعوی نہیں ہے ۔ اور جو الہام اس مقام میں گھڑ لیا اور اس کو اصل قرار دیا ہے، تحریرات سابقہ میں اس کا کہیں نام ونشان نہیں ہے ۔ محمد حسین) بلکہ اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی آپ کا پہلا دعوی ہے ۔ اب آپ اس دعوی کو پہلے دعوی کی فرع اور اس کے تابع قرار دیتے ہیں تو صاف الفاظ سے کہیں کہ ہم نے اس دعوی کو مستقل ٹھہرانے میں غلطی کی ہے ۔ اس اقرار کے بعد آپ کا فرض ہوگا کہ اولاً آپ دعوی وفات مسیح کو دلائل سے ثابت کریں ۔ پھر ہم اس دعوی میں کلام کریں گے انشاء اللہ ۔ خاکسار محمد حسن (اشاعۃ السنہ ۔ جلد ۱۳ ۔ ص ۸۵ تا ۸۸)

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

اس خط کا جواب دینے سے مرزا صاحب نے صاف انکار کر دیا اور یہ کہا کہ میں بار بار کیا لکھوں ۔ اور ایک ہی بات کا اعادہ کہاں تک کروں ۔ اور ۹ مئی سے ۲۷ مئی تک ہمارے جواب و خطاب سے سکوت کیا جس سے اکثر احباب اولی الالباب فریقین کو یقین ہو گیا کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوی مسیحائی سے گریز ، اور ادعاء مباحثہ سے فرار اختیار کیا لہذا آئندہ مباحثہ موقوف ہوا ۔ آخر جب بعض احباب سکنائے ریاست پٹیالہ نے آپ کے پاس پہونچ کر اس گریز وفرار کے سبب آپ کو منفعل کر کے مباحثہ پر مجبور کیا تو آپ نے کرہاً وجبراً پھر مباحثہ پر اپنے آپ کو آمادہ کیا ۔ اور ۲۷ مئی کو مولوی محمد حسن صاحب رئیس لودہانہ کے نام ایک خط لکھا جس میں دعوی مسیحائی میں مباحثہ

کرنے کو منظور کیا۔مگر اس میں بھی ایک راستہ گریز کا رکھ لیا اور یہ تحریر کر دیا کہ درمیانی شروط کا تصفیہ مباحثہ سے ایک روز پیشتر ہوگا۔اور اپنی مراسلت ماقبل ۲۷ مئی کو اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۳۰ مئی ۱۸۹۱ء کے ضمیمہ میں چھپوا دیا اور اس میں ایک تو دیانت و امانت کا کام کیا کہ ہمارے آخری خط نمبری ۳۷۱ کو نہ چھپوایا۔دوسرا تہذیب و روحانیت کا کام کیا کہ اڈیٹر اخبار سے خوب تبرا کہلایا اور آئندہ کی مخالفت پر زیادہ تبرہ کہنے کا ڈر سنایا۔

ہر چند آپ کے دو دفعہ کے فرار (پہلی دفعہ آپ نے خط نمبری ۱۰ میں فرار اختیار کیا، دوسری دفعہ ہمارے خط نمبر ۳۷۱ کے جواب میں اعراض فرما کر اور حامل رقعہ کو یہ کہہ کر کہ ایک ہی بات کا میں کہاں تک اعادہ کروں ۔محمد حسین) اور تین ہی دفعہ کی تبرا بازی (پہلی دفعہ اشتہار ۲۶ مارچ میں، دوسری دفعہ رسالہ قول فصیح میں، دیکھو اس کا صفحہ ۳ و ۵ وغیرہ۔تیسری دفعہ ضمیمہ اخبار سیالکوٹ میں۔محمد حسین) پر آپ اس امر کے مستحق نہ تھے کہ آپ کے دعوی مباحثہ کی اجابت کی جاتی یا کسی مضمون کی آپ سے خط و کتابت عمل میں آتی مگر صرف مسلمانوں کی نصیحت اور ہدایت اور آپ کے مغالطات سے ان کی صیانت کی نیت سے آپ کی دعوت مباحثہ کو قبول کیا گیا۔اور ۲۹ مئی کو خط متضمن منظوری مولوی محمد حسن کے نام لکھا گیا۔اور اس میں آپ کے گریز کا راستہ بھی بند کر دیا گیا۔اور یہ معروض ہوا کہ جو شرائط اب مباحثہ سے ایک دن پہلے طے کرنا چاہتے ہیں وہ آپ سے طے کر لیں ایسا نہ ہو کہ عین موقع پر کسی شرط کی نامنظوری کے عذر سے پھر فرار وقوع میں آوے۔(اشاعۃ السنہ ج ۱۳ ص ۸۹۔۹۰)

☆ وہ خط مرزا صاحب اسی مولوی محمد حسن کا یہ ہے:

مخدومی مکرمی اخویم حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس عاجز کی گذارش یہ ہے کہ اب فتنہ مخالفت ہر جگہ بڑھتا جاتا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب جس جگہ پہنچتے ہیں یہی وعظ شروع کی ہے کہ یہ شخص ملحد اور دین سے خارج اور کذاب اور دجال ہے۔میں نے اول نرمی سے یہ عرض کیا تھا (محض دروغ ہے۔سچے ہو تو بتاؤ کس خط میں، کس تحریر میں؟ محمد حسین) کہ میرا مسیح ہونے کا دعوی مبنی بر الہام ہے اور جو امور محض الہام پر مبنی ہوں وہ زیر بحث نہیں آسکتے بلکہ خدا تعالی ان کی سچائی آپ ظاہر کرتا ہے۔ہاں! مسیح کی وفات وحیات کا مسئلہ گو میرے الہام کا اصل الاصول ہے (مطلبش دربطن قائل) مگر بباعث ایک شرعی امر ہونے کے زیر بحث آسکتا ہے (یعنی مسیح ہونے کا دعوی شرعی نہیں ہے۔پھر اس کی دین میں کیا اہمیت؟ کوئی مانے نہ مانے، اور کیوں مانے۔بہاء) اور اگر مسیح کی زندگی ثابت ہو جائے تو میرا دعوی مؤخر الذکر خود ہی ٹوٹ جاتا ہے (بالکل غلط اور

مغالطہ ہے۔محمد حسین) لیکن یہ عرض میری منظور نہیں کی گئی اور اصل حقیقت کو محرف کر کے منشی سعد اللہ صاحب نے جو چاہا چھپوا دیا اور لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔اور میرے پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ لیلۃ القدر سے منکر ہیں اور اس کے خلافِ اجماع معنی کرتے ہیں۔اور یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ ملائکہ کے وجود کے منکر ہیں اور ملائکہ کو صرف قوتیں سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سارے الزام محض بہتان ہیں (جو کچھ مجی منشی سعد اللہ نے لکھا ہے آپ کی کلام میں موجود ہے۔پھر دعوی بہتان سراسر طوفان نہیں تو کیا ہے۔محمد حسین)۔یہ عاجز اسی طرح ان سب باتوں پر ایمان رکھتا ہے جو قال اللہ و قال الرسول سے ثابت ہیں اور سلف صالحین کا گروہ ان کو مانتا ہے (محض کذب وصریح مغالطہ ہے۔سلف صالحین سے ایک شخص بھی آپ کے مخترعات کا قائل نہیں۔محمد حسین) سو اس وقت مجھے خیال ہے کہ میرا ہر حال میں خدا ناصر ہے (نہیں نہیں، آپ کے مخترعات کا خدا ناصر نہیں ہے وہ اپنے دین کا ناصر ہے۔محمد حسین)۔مجھے ہر طرح سے اتمام حجت کرنا چاہیے۔لہذا مکلّف ہوں کہ میں نے مولوی محمد حسین صاحب کی یہ درخواست بھی منظور کی کہ مسیح موعود میں بحث کی جائے (آنچہ دانا کند کند ناداں۔لیک بعد از خرابی بسیار۔محمد حسین) مگر بحث تحریری ہوگی اور تحریر میں کسی دوسرے کا ہرگز دخل نہیں ہوگا کیونکہ اب میں ایک مہجور کی طرح آدمی ہوں۔میرے ہاتھوں کی طرح کسی دوسرے کے ہاتھ یہ کام نہیں کریں گے۔مولوی محمد حسین صاحب بھی اپنے ہاتھ سے لکھیں اور میں اپنے ہاتھ سے لکھوں گا۔درمیانی شرائط کا تصفیہ بحث سے ایک دن پہلے ہو جائے لیکن بحث سے دس روز پہلے مجھے خبر ملنی چاہیے تا کہ لوگ جو شکوک شبہات میں غرق ہو گئے ہیں ان کو بذریعہ خطوط و اشتہارات میں بلالوں اور تا اس بحث سے ایک عام نفع مترتب ہو اور ہر روز کا جھگڑا طے ہو جائے۔آپ پر یہ فرض ہے کہ آپ براہ مہربانی آج مولوی محمد حسین صاحب کو اطلاع دے دیں اور بحث سے دس دن پہلے مجھے بھی مطلع فرما دیں۔والسلام۔خاکسار غلام احمد۔۲۷ مئی ۱۸۹۱ء۔

(مکتوبات احمد۔ج ۱۔ص ۳۳۳۔۳۳۴ مکتوب نمبر ۱۷؛ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص ۹۱۔۹۳ مکتوب نمبر ۱۳)

☆ محمد حسن لدھیانوی بنام مرزا قادیانی

مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ اس خط کا جواب خاکسار نے مجی مولوی محمد حسن سے لکھوایا:

مکرمی جناب مرزا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔جناب کے خط مورخہ ۲۷ مئی (۱۸۹۱ء) سے جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو اطلاع دی گئی۔مباحثے کیلئے آپ جو

تاریخ مقرر کریں گے اس پر مولوی صاحب کو تیار سمجھیں۔ لیکن شرائط کیلئے جو آپ نے لکھا ہے کہ، درمیانی شرائط کا تصفیہ ایک دن پہلے ہو جائے، وہ اس کو منظور نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ شرائط کا تصفیہ بھی پہلے ہو جانا چاہیے اور ابھی بذریعہ تحریر شرائط کو ٹھیک کر لینا چاہیے۔ اسلئے گزارش ہے کہ: ۱۔ میرے مکان پر بحث ہو۔ اپنے مکان پر انتظام کا میں خود ذمہ ہوں۔ ۲۔ تحریر طرفین اپنے اپنے ہاتھ سے کریں یا کوئی نویسندہ مقرر کریں اس میں اختیار رہے۔ ۳۔ اپنا دعوی مع دلائل پیش کریں، اور اس پر جانب ثانی جو جواب دینا چاہیں دیں۔ ۴۔ ختم بحث وکلام کیلئے کوئی حاضرین سے منصف ہو جائے کسی کی منصفی منظور نہ ہو تو جو فریق چاہے کلام قطع کر دے اور منصفی کو ناظرین پر چھوڑ دے۔

آپ جو شرائط اور مناسب سمجھیں، اس سے اطلاع دیں یا ان میں کوئی تغیر وتبدل چاہیں تو لکھیں۔

۵ جون ۱۸۹۱ء خاکسار محمد حسن عفا اللہ عنہ۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۹۴۔۹۵)

☆ مرزا قادیانی بنام محمد حسن

مخدومی مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ پہنچا۔ شرائط مندرجہ ذیل ہونی چاہییں۔

۱۔ جلسہ بحث آپ کے مکان پر ہو اور امن قائم رکھنے کے لئے تمام انتظامات آپ کے ذمہ ہوگا۔ یہ بات قریب یقین کے ہے کہ چھ سات ہزار آدمی تک اس جلسہ میں جمع ہو جاویں گے۔ ایسا مکان تجویز کرنا آپ ہی کے ذمہ ہوگا۔ میرے نزدیک یہ بات نہایت ضروری ہوگی کہ کوئی یورپیئن افسر اس جلسے میں ضرور تشریف رکھتے ہوں کیونکہ اس طرف چند آدمی اور دوسری طرف صدہا آدمی ہوں گے اور اکثر بدزبان اور مکفر ہوں گے۔ بغیر حاضری کسی یورپیئن کے ہرگز انتظام نہیں ہوسکتا لیکن اگر آپ کے نزدیک یورپیئن افسر کی ضرورت نہیں تو اول مجھے اپنی دستخطی تحریر سے مطلع فرما دیجئے کہ میں کامل انتظام گروہ مفسد خیال لوگوں کا کرلونگا اور ان کا منہ بند رہے گا اور کسی یورپیئن افسر کی کچھ ضرورت نہیں ہوگی۔ اس صورت میں میں یہ شرط چھوڑ دونگا پھر اس تحریر کے بعد ہر ایک نتیجہ کے آپ ہی ذمہ دار ہوں گے۔

۲۔ بحث تحریری ہو، ہر ایک فریق کے اپنے ہاتھ سے لکھے اور جو لکھنے سے عاجز ہو وہ اول یہ عذر ظاہر کر کے کہ میں لکھنے سے عاجز ہوں، دوسرے کو لکھا دیوے۔ کیونکہ اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا اول درجے پر سند کے لائق ہوتا ہے اور دوسروں کی تحریریں اگرچہ تصدیق کی جائیں مگر پھر بھی اس درجے پر نہیں

پہنچتیں کیونکہ ان میں تحریف کاتب کا عذر ہوسکتا ہے (بعد تصدیق وملاحظہ یہ عذر ناممکن ہے۔محمد حسین)

۳۔ پرچے پانچ ہونے چاہییں ۔ جو صاحب اول لکھے ایک زائد پرچہ ان کا حق ہے اور مولوی محمد حسین صاحب کو اختیار ہوگا چاہیں وہ پہلا پرچہ لکھنا منظور کرلیں یا اس عاجز کا لکھنا منظور رکھیں (یہ امر آپ نے اب منظور کیا۔خط نمبری ۹ میں اس سے اصرار کے ساتھ انکار تھا۔ یہاں سے آپ کی وقعت رائے کا اندازہ ہوسکتا ہے۔محمد حسین)۔جس طرح پسند کریں مجھے منظور ہے۔

۴۔ ہر ایک پرچہ فریقین کی ، ایک ایک نقل بعد دستخط صاحب راقم فریق ثانی کو اسی وقت بلا توقف دی جاوے (جب تحریر کا دستخطی ہونا قرار پایا تو پھر شرط دستخط کے کیا معنی ۔آپ کی رائے کو ناظرین دیکھیں۔محمد حسین)اور پھر جلسہ عام میں وہ پرچہ باآواز بلند سنا دیا جاوے۔

۵۔اس بحث میں تقریراً یا تحریراً کسی تیسرے آدمی کا دخل نہ ہوگا ۔ نہ تصریحاً ،نہ اشارۃً ،نہ کنایۃً ۔اور جلسہ بحث میں کسی کتاب سے مدد نہ لی جائے بلکہ جو کچھ فریقین کو زبانی یاد ہے وہ لکھا جاوے تاکہ تصنع اور تکلف کو اس میں دخل نہ ہو (یہ صرف بہانہ اور بناوٹی علت ہے۔کتاب سے نقل پیش کرنے میں تکلف کیا ہے اور تصنع کیسا؟ منصفین انصاف کریں۔محمد حسین)۔لیکن اگر کوئی فریق یہ ظاہر کرے کہ میں بغیر کتابوں کے کچھ نہیں لکھ سکتا تو پہلے یہ تحریری اقرار اپنی عجز بیانی کا دے کر پھر اسے کتاب سے مدد لینے کا اختیار ہوگا۔

۶۔اگر کوئی فریق بعض امور تمہیدی قبل از بحث پیش کرنا چاہے تو فریق ثانی کا بھی اختیار ہوگا کہ ایسے ہی تمہیدی امور وہ بھی پیش کرے (یہ بھی بعد از خرابی بسیار منظور ہوا۔خط نمبر ۹ میں تو آپ اصول تمہیدی کو لغو کہہ چکے ہیں ۔آپ کی متانت اور استقلال رائے کو دیکھنا چاہیے۔محمد حسین) ۔مگر دونوں کی طرف سے یہ تمہیدی امور ایک ایک پرچہ پر تحریری طور پر پیش ہونگے ۔ایسے پرچہ کی نسبت فریقین کو اختیار ہوگا کہ جو پہلے لکھ رکھا وہی پیش کردے لیکن دوسری تمام تحریر روبرو جلسہ کے ہوگی ۔کوئی تحریر اپنے گھر سے لکھی ہوئی پیش نہیں کی جائے گی۔

۷۔ بحث صبح کے چھ بجے سے دن کے گیارہ بجے تک ہوگی اور اگر ایک جلسہ کافی نہ ہوگا تو پھر دوسرے جلسے میں اور اگر دوسرا بھی کافی نہ ہو تو تیسرے دن تک ہوسکتی ہے۔

۸۔ پرچوں کی تحریر کا وقت مساوی ہونا چاہیے۔

۹۔ بحث کے دن سے دس روز پہلے ہمیں اطلاع ہونی چاہیے کیونکہ اس بحث کے دیکھنے کے لئے دور دور سے لوگ آنے والے ہیں۔

۱۰۔ بحث جلسہ عام میں ہو گی (یہ عبث تکرار ہے شرط اول میں عموم جلسہ آ گیا ہے۔محمد حسین) اور یہ عاجز اپنے دوستوں کو اطلاع دینے کے لئے ایک اشتہار چھاپ کر شائع کرے گا اور فریق ثانی کا اختیار ہوگا، چاہے وہ بھی اشتہار شائع کرے یا نہ کرے۔

۱۱۔ حاضرین کی منصفی کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ ہو سکتی ہے بلکہ دونوں فریق کی تحریریں اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ سے پبلک کے سامنے رکھی جائیں گی۔تب عام طور پر خود انصاف کر لیں گے ۔ راقم ۔ مرزا غلام احمد عفی عنہ از لودھیانہ محلّہ اقبال گنج ۔ ۶ جون ۱۸۹۱ء (مکتوبات احمد ج ا ص ۳۳۵۔۳۳۶۔مکتوب نمبر ۱۸؛ اشاعۃ السنہ ج ۱۳ ص ۹۶ تا ۹۷ مکتوب نمبر ۱۴)

☆ محمد حسن بنام مرزا قادیانی

مولانا بٹالوی بتاتے ہیں اس کا جواب خاکسار نے مولوی محمد حسن سے یہ لکھوایا:

مکرمی جناب مرزا صاحب سلمہ اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔خط مورخہ ۶ جون ۱۸۹۱ء میں جو شروط جناب نے پیش کی ہیں ان میں سے اکثر شروط فاسدہ ہیں (جن سے آپ کا مناظرہ سے گریز ثابت ہوتا ہے۔آپ کو مناظرہ منظور نہیں تو ٹٹی کی آڑ میں کیوں شکار کھیلتے ہیں صاف انکار کیوں نہیں کرتے۔محمد حسین)

آپ کی پہلی شرط کہ مکان چھ سات ہزار آدمی کے لائق ہو اور پھر ذمہ داری خاکسار کی طرف سے ہو، ناقابل قبول شرط ہے۔ میں نے صرف اپنے مکان میں ذمہ داری کا وعدہ کیا ہے اور میرے مکان میں جس قدر آدمیوں کی گنجائش ہے جناب کو معلوم ہے۔ پھر میں اس شرط کو کیونکر قبول کر سکتا ہوں۔ آپ میری تحریر سابق کے خلاف یہ شرط بڑھاتے اور چھ سات ہزار کی جمعیت کا مکان تجویز کرنا چاہتے ہیں تو خود کریں اور خود ہی ذمہ دار امن اس اژدہام کے بنیں۔ یورپین افسر کو بلاویں یا پولیس سے کام لیں، اور اگر خاکسار کی ذمہ داری منظور خاطر سامی ہے تو آپ اس بے فائدہ اور عسیر الوقوع شرط کو جانے دیں اور صرف چند آدمی (جیسا کہ جناب خط میں لکھتے ہیں) ہمراہ لے کر خاکسار کے مکان پر آنا منظور فرماویں۔مگر پہلے ان آدمیوں کی فہرست مرتب کر کے میرے پاس بھیج دیں یا (اگر منظور نہ ہو) تو خاص ان کی طرف سے فساد وقوع میں نہ آنے کے آپ ذمہ دار ہوں۔ جانب ثانی کی جمعیت کا مجھے اختیار ہے، میں چاہوں اور مطمئن نہ ہوں تو ایک کو بھی اپنے مکان میں نہ آنے دوں اور چاہوں تو چند معزز ذی وقار اشخاص کو جن کی طرف سے مطمئن ہوں آنے دوں۔اس صورت میں جناب کو اس مضمون کی دستاویز دے سکتا ہوں کہ اس جانب سے کوئی شخص شر و فساد نہ کریگا۔

شرط نمبر دوم میں جب کہ فریقین کی تحریرات کا پڑھا جانا اور ان پر فریقین کے دستخطوں کا ثبت ہونا آپ نے تجویز کیا ہے، تو پھر تحریف کا امکان کہاں رہتا ہے۔ ومعہذا حسب درخواست آپ کی یہ شرط منظور ہے۔ (یہ شرط بھی ایک گریز کا بہانہ تھا مگر ہم نے ڈھیل دینے کی غرض سے اس کو منظور کرلیا۔ محمد حسین)

آپ کی تیسری اور ساتویں شرط کسی طرح قابل تسلیم نہیں۔ اور کوئی اہل علم قبول نہ کرے گا (کیونکہ وہ صریح مغالطے پر مبنی ہیں اور گریز کا ایک بہانہ۔ ایسی شروط کو وہ شخص پیش کرے گا جس کو مباحثہ منظور نہ ہوگا۔ محمد حسین)۔ جناب من ایسے مشکل مسائل کی بحث کا دو دو سوال و جواب میں اور محدود اوقات و ایام میں طے ہونا عادتاً محال ہے۔ مباحثہ سے مقصود تحقیق و اظہار حق ہے نہ مغالطہ۔ ہمارے اور ہر ایک منصف طالب تحقیق کے نزدیک نہ ایام کی تعیین ہونی چاہیے نہ تعداد سوالات و جوابات۔ بلکہ جس قدر سوال و جواب فریقین چاہیں اور جس قدر ایام میں مباحثہ تمام ہو، کیا جاوے جب تک کوئی فریق کہنے سننے کی گنجائش پاوے کہتا سنتا جائے۔ اور جب وہ دیکھے کہ فریق ثانی کج بحثی کرنے لگا ہے، جس کے جواب سے تعرض ضروری نہیں تو وہ اس وقت اپنی کلام کو قطع کردے اور انصاف کو سامعین و ناظرین پر چھوڑ دے۔

شرط پنجم میں جو آپ نے لکھا ہے کہ فریقین جو کچھ لکھیں زبانی یاد سے لکھیں، کتاب کی طرف رجوع نہ کریں، قابل قبول نہیں (یہ شرط آپ کے گریز پر روشن دلیل ہے۔ آپ سے اس شرط کا ایفاء ممکن ہے کیونکہ آپ کا علم صرف خیالی ہے۔ لہذا جو کچھ آپ کے خیال میں آتا ہے اس کو آپ تحریرات میں درج کر دیتے ہیں اور کسی کتاب سے شہادت پیش نہیں کرتے۔ چنانچہ آپ کے رسائل فتح الاسلام و توضیح المرام اس پر شاہد ہیں۔ آپ کے مقابل اس امر کو جائز نہیں سمجھتے اور کوئی بات ایسی پیش کرنا نہیں چاہتے جس پر عبارت کتاب کی شہادت نہ ہو۔ وہ اس شرط کو کیونکر پورا کرسکتے ہیں۔ محمد حسین)۔ مقابل اپنی تحریر میں کوئی ایسی بات لکھنا نہیں چاہتے جس میں ان کا سلف سے کوئی امام نہ ہو۔ لہذا ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ہر ایک بات پر شہادت کتب پیش کریں اور ان کتابوں کی عبارتیں نقل کریں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ بجز قرآن مجید بڑی بڑی کتب حدیث وتفسیر وفقہ واصول کو اول سے آخر تک کوئی شخص برزبان یاد نہیں رکھتا۔ پس وہ آپ کی اس شرط کو کیونکر منظور کریں۔ آپ اس شرط پر اصرار کریں گے تو کافہ اہل علم کے نزدیک جو ثبوت دعوی کے لئے کتب سلف کی عبارات کی شہادت ضروری سمجھتے ہیں اور تحریری وتقریری مناظرات میں عبارتیں نقل کرتے چلے آئے ہیں، مصرعلی خلاف

الحق متصور ہونگے کیونکہ علم منقول یعنی دین میں نقل بکار ہے نہ محض خیالی اور عقلی باتیں۔

آپ کی شرط ہشتم محض تحکم ہے۔ جناب من! یہ کسی یونیورسٹی کا امتحان نہیں کہ چند سوالات کئے گئے اور ان کیلئے وقت مقرر کیا جائے۔ مباحثہ اور مناظرہ میں ایک شخص مدعی ہو تو اس کو اثبات دعوی میں پرزور دلائل کیلئے اس قدر وقت بکار ہے کہ اسکے مقابل مانع کو جو صرف لا نسلم کہہ کر سکوت اختیار کر سکتا ہے اس وقت کا عشر عشیر بھی بکار نہیں اور دو مدعیوں میں سے بھی ممکن ہے کہ ایک کا دعوی تھوڑے ثبوت کا محتاج ہو اور دوسرے کا زیادہ ثبوت طلب ہو۔ بنظر انصاف دیکھیں گے تو خود بھی اس شرط کو ترک فرماویں گے۔

شرط یاز دہم بھی خلاف انصاف ہے۔ مجلس مناظرہ میں اگر کوئی منصف نہ ہو تو کم از کم شروط مسلمہ کی پابندی کرانے والا کوئی حکم تو ضرور چاہیے۔... صرف آپ کی خاطر ہم اس شرط کو منظور کرتے ہیں۔

شروط فاسدہ کو جناب واپس لیں اور بجائے ان کے شرائط صحیحہ کو تسلیم کر لیں تو اس امر کو ... خط اسمی جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ظاہر کریں اور وہ خط خاکسار کے پاس بھیج دیں۔ جس پر جناب مولوی صاحب تاریخ مناسب مقرر فرما کر میری معرفت جناب کو اطلاع دیں گے۔ ۱۳ جون ۱۸۹۱ء لودہانہ خاکسار محمد حسن عفی اللہ عنہ)۔ (اشاعۃ السنہ ج ۱۳ صفحہ ۹۷۔۱۰۰)

مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ اس خط کا جو جواب مرزا صاحب نے مولوی محمد حسن کو دیا ہے اس میں شرط اول کی ترمیم سے انکار کیا اور اپنی اسی شرط پر اصرار کا اظہار فرمایا۔ باقی شرائط کی ترمیمات کی نسبت سکوت اختیار کیا اور یہ بہانہ پیش کر دیا کہ باقی .... جس قدر اس عاجز سے کیں وہ آن مکرم سے نہیں بلکہ مولوی محمد حسین سے ہیں، ان کو منظور ہوں یا نا منظور ہوں وہ اپنی قلم سے اطلاع دیں اور جب تک وہ خود اطلاع ...... (کاغذ کرم خوردہ ہونی وجہ سے اس صفحہ ۱۰۰، اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ کی عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ اس لئے یہ نقل نامکمل ہے۔ بہاء) (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۱۰۰)۔

یاد رہے کہ اس ساری خط وکتابت کا انجام مباحثہ لدھیانہ کی صورت میں سامنے آیا تھا جسے ہم اپنی کتاب کے حصہ چہارم میں صفحہ ۴۳ تا ۲۸۳ پر نقل کر چکے ہیں۔

بیان للنّاس

مشتمل بر خط وکتابت فیما بین مولانا محمد عبدالمجید دہلوی و مولوی محمد احسن امروہی

مرزا غلام احمد قادیانی نے دہلی جا کر اکتوبر ۱۸۹۱ء میں علماء اسلام کو مخاطب کر کے اشتہار بازی کی تو انجام کار مولانا محمد بشیر سہسوانی سے ان کا تحریری مباحثہ ہوا جسے وہ نا تمام چھوڑ کر پنجاب واپس چلے گئے۔ یہ مباحثہ ہم تحریک ختم نبوت کے حصہ ششم میں نقل کر چکے ہیں۔ مولوی محمد احسن امروہی قادیانی مقیم بھوپال نے مباحثے تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد بشیر پر تنقید کی۔ نیز مرزا صاحب کے دعاوی کی تائید میں اعلام الناس کے عنوان سے ایک کتاب بھی شائع فرمائی۔ مولانا عبدالمجید نے دہلی سے بھوپال جا کر مولوی محمد احسن امروہی کے ساتھ اعلام الناس وغیرہ پر خط وکتابت کی اور انہیں دعوت مباحثہ دی۔ بعد ازاں یہ مراسلت انہوں نے بیان للناس کے عنوان سے شائع کرائی۔ ہم بیان للناس کو ذیل میں نقل کر رہے ہیں کیونکہ یہ تحریک ختم نبوت کے بالکل ابتدائی دور کا گراں قدر لٹریچر ہے۔ مولانا عبدالمجید نے اس رسالے میں اشعار کا بے تحاشا استعمال کیا تھا جنہیں ہم نے بڑی حد تک حذف کر دیا۔ اس طرح کئی دوسری عبارات بھی عدم ضرورت کے باعث حذف کی ہیں۔ اور کہیں کہیں باریک خط میں بین القوسین حواشی لکھے ہیں نیز مناسب مقامات پر عنوانات بھی لگائے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

خطبہ اور تمہید کے بعد مولانا عبدالمجید دہلوی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی اول ولایت کے مدعی ہوئے.. پھر کبھی مثیل آدم اور کبھی مثیل نوح، کبھی مثیل ابراہیم و یوسف اور کبھی مثیل موسی و داؤد علیہم الصلوۃ والسلام ہوئے، یہاں تک کہ درجہ بدرجہ مدت تک مثیل عیسی رہے۔ اب حضرت کے خیال نے اور ترقی کی کہ حضرت عیسی کو مار کر انکے عہدہ پر ہاتھ بڑھایا اور مسیح موعود بن بیٹھے۔ لیکن یہ نہ سمجھے کہ جسکو خدا نہ بنائے وہ کیا بن سکتا ہے

یہ سب دعوے مرزا صاحب کے اشتہارات و رسائل سے ظاہر ہیں (دیکھو ازالہ اوہام ص ۲۵۳، وتوضیح مرام ص ۱۸، ۱۹۔ وفتح اسلام ص ۱۵۔۱۹)

چونکہ مرزا صاحب ترکیب اور تدریج سے چلے ہیں اسلئے فرماتے ہیں کہ مسیح موعود ہونے کا میرا دعوی نیا نہیں ہے، براہین احمدیہ میں اس کی تمہید میں کر چکا تھا، لوگ نہیں سمجھے تھے۔ اب ازالہ اوہام حصہ اول میں ایک اور دعوی کی تمہید آپ نے ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر اللہ تعالی نے (مرزا کو) مثیل سید الانبیاء وامام الاصفیاء حضرت مقدس ﷺ قرار دیا (صفحہ ۲۵۳۔۲۵۴۔ ازالہ اوہام)

پھر ازالہ اوہام حصہ دوم میں فرماتے ہیں:

اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی راہ سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد (یعنی اس آیت میں مرزا صاحب ہی کا ذکر ہے)۔ (صفحہ ۶۷۳۔ ازالہ اوہام)۔

چنانچہ صفحہ ۶۷۵ میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحقّ لیظھرہ علی الدّین کلّہ، اسی مسیح ابن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے، یعنی مرزا صاحب ہی کے حق میں ہے۔

تو مرزا صاحب کی یہ ایک اور نئی تمہید ہے، اس کے متعلق یہ کشف کہ:

تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن مجید میں لیا گیا ہے: مکہ مدینہ اور قادیان۔
(حاشیہ صفحہ ۷۷، ازالہ حصہ اول)

اور اسی کے متعلق یہ الہام اور اس قسم کے دیگر الہام ہیں جیسے:

انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان۔ (ایضاً ص ۷۵)۔

جناب مرزا صاحب نے ایک کمال اور کیا ہے کہ صرف اپنے ہی حق میں ان مراتب کو تمام نہیں کیا بلکہ اپنی اولاد کو اس میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

خدا تعالی نے ایک قطعی اور یقینی پیش گوئی میں میرے پر ظاہر کیا ہے کہ میری ذریت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی اور وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا، وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور ان کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا، فرزند دلبند گرامی و ارجمند مظھر الحقّ و العلاء کان اللّٰہ نزل من السّماء۔ لیکن یہ عاجز ایک

خاص پیش گوئی کے مطابق جو خدا تعالی کی مقدس کتابوں میں پائی جاتی ہے مسیح موعود کے نام پر آیا ہے۔

مرزا صاحب نے ان دعوؤں کو بذریعہ رسائل واشتہارات بارہ سال کے عرصہ میں بہت کچھ شائع کیا مگران کا ذکر خیر ملک پنجاب سے بہت ہی کم باہر نکلا۔ جب اس طرح کام نہ چلا تو مرزا صاحب خود نکلے اور پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں دورہ کرنے لگے۔ گو پنجاب میں مرزا صاحب کے کچھ لوگ معتقد ہیں مگر باوجود کوشش بسیار اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں مرزا صاحب کا نمبر ناکامیابی کے بہت ہی قریب رہا اور ہے وما تشاؤن الا ان یّشاء اللّٰہ ۔

شہر دہلی جس طرح ایک مدت بادشاہان سلف کا دارالخلافہ رہا ہے اسی طرح بیت العلوم بھی اس کا نام ہے، اور واقعی یہ وہ مقام ہے کہ بڑے بڑے دور دراز سفر کر کے لوگ صرف اس کو دیکھنے آتے ہیں اور جن علماء کی لیاقت چار دانگ ہندوستان میں دھاک اور کمال ہنر وفنون کے تمام عالم میں دھوم ہے وہ اسی خاک میں سوتے ہیں۔ مبارک یہ زمین جس میں رنگ برنگ کے گل پھول لگے اور اپنے رنگ و بو سے عالم کو معطر کر گئے۔ حقیقت میں یہ وہ جگہ ہے جس کے در و دیوار سے یہ صدا آتی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار ۔ اور جس کے ہر ہر برگ شجر پر یہ نظر آتا ہے فانظروا یا اھل الانظار۔

ہندوستان میں جس قدر علوم کی خاص کر علم دین کی ندیاں جاری ہیں اگر چشم غور سے دیکھو ان کا چشمہ ضرور دہلی کو پاؤ گے۔ مرزا صاحب نے جس قدر اور جتنا پڑھا، گل علی شاہ سے پڑھا، اور وہ بھی ایک مدت دہلی میں رہے اور جو کچھ پڑھا یہیں پڑھا۔

انہیں وجوہ سے مرزا صاحب کو یہ خیال ہوا کہ اس نامور شہر میں چل کر چند روز ھل من مناظر کا ڈنکا بترکیب بجایئے، اگر وہاں کچھ بھی کامیابی ہوگئی تو گویا مدینۃ المقصود کا فتح الباب ہے۔ یہ خیال مرزا صاحب کو دہلی لے گیا، مگر افسوس کہ اس ارادہ میں وہ بالکل کامیاب نہ ہوئے، اور گو انہوں نے دہلی میں پہلا اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بہت ہی سوچ سمجھ کر بنام شیخ الکل جناب مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب دیا، جن کی عمر قریب سو برس کی ہے اور بسبب پیرانہ سالی کسی طرح مرزا صاحب کو یہ امید نہ تھی کہ وہ مناظرہ کے لئے تیار ہو جائیں گے، مگر خلاف امید وہ بڑی مستعدی سے اپنی جوان ہمت کے ساتھ تیار ہو گئے۔ چنانچہ ان کے مطبوعہ خطوط سے ظاہر ہے۔

دوسری غلطی مرزا صاحب سے یہ ہوئی، جس کا ان کو ۸۔ اکتوبر کے اشتہار میں خود اقرار

کرنا پڑا کہ ۲۔ اکتوبر کے اشتہار میں مولوی ابو محمد عبدالحق (مؤلف تفسیر حقانی) کو بھی شریک کر دیا، جس کے عوض مرزا صاحب کو ان کے مکان پر جا کر بیحد خوش آمد کرنی پڑی، پھر بھی مولوی صاحب نے مرزا صاحب کا پیچھا نہ چھوڑا۔..

اب مرزا صاحب نے اپنے حواریوں کو بھی (دہلی) بلا لیا اور کسی کے مشورہ یا اپنی رائے سے کل اہل دہلی خاص کر مولانا (شیخ الکل) صاحب پر بے حد سبّ وشتم کرنا شروع کیا۔ ۱۷۔ اکتوبر کے اشتہار میں ایسے ۸۲ لفظ ہیں جو کوئی شریف کسی کو نہیں کہہ سکتا، مگر واہ جناب مولانا (سید نذیر حسین) صاحب آپ کا تحمل کہ ان سب گالیوں کے جواب میں یہ ایک شعر لکھ دیا

دشنام خلق را نہ دہم جز دعا جواب　　　ابرم کہ تلخ گیرم وشیریں عوض دہم

مرزا صاحب اور ان کے اتباع نے یہ پالیسی کہ، اہل دہلی پر سبّ وشتم کیا جائے، شاید اس واسطے اختیار کی تھی... کہ ان کے فرقے کی نظر میں اہل دہلی کی وقعت کم ہو جاوے اور مرزا صاحب کی ناکامی بڑی چیز دکھائی نہ دے۔ اور جہاں تک غور کرو یہ پہلو اچھا سوجھا، مگر واقعی یہ ناکامی اتنی بڑی چیز ہے کہ مرزا کی ہر تحریر سے اس کا افسوس ٹپک رہا ہے اور ہر فقرہ سے حسرت برس رہی ہے اور عاجز کے خیال میں مرزا صاحب اور انکے اتباع کا عام اہل دہلی پر اور خاص کر مولانا ممدوح پر تبرا کرنا ایک حکمت الٰہی کا تقاضا تھا جس نے ان کو اس درجہ سبّ وشتم پر لا ڈالا، اور وہ یہ ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

مرزا صاحب نے بہت سے مسائل کو الٹ پلٹ کیا ہے مگر ان میں سے دو پر بہت زور دیا ہے۔ ایک وفات حضرت عیسیٰ ابن مریم، دوسرے مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا۔ مسئلہ اول کی نسبت رسالہ، الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح، جس کا اول حصہ مولانا محمد بشیر بھوپالی صاحب نے بہت کافی ثبوت کے ساتھ لکھا ہے مطبع انصاری میں چھپ کر تیار ہو گیا ہے، اور دوسرا حصہ مؤلفہ مولوی جمیل احمد صاحب زیر طبع ہے۔ اور مسیح موعود ہونے کی بحث مجمل طور سے عاجز کے خط نمبر ۴ کے جواب الجواب نمبر ۸ میں ملاحظہ ہو اور مفصل شفاء للناس جواب اعلام الناس میں ہے جو عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ (جو ۱۳۰۹ھ میں شائع ہوا)۔

(مولانا عبدالمجید بتاتے ہیں کہ) اس تحریر کا یہ باعث ہوا کہ جب مرزا صاحب دہلی تشریف لائے تو عاجز ان کی خدمت میں گیا اور کمال عجز سے دوستانہ طور پر یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر جناب کو صرف تحقیق مسائل منظور ہے تو یہ عاجز حاضر ہے اور اگر مولانا ممدوح (سید نذیر حسین) سے

گفتگو کی خواہش ہے تو یہ امر بھی بہت آسان ہے۔ اشتہار وغیرہ دینے اور دھوم مچانے کی حاجت نہیں۔ مگر مرزا صاحب کی اصلی غرض چونکہ سوائے شہرت کچھ نہ تھی، اس وجہ سے عاجز کی رائے منظور نہ ہوئی، کوئی بات نہ مانی، اشتہار پر اشتہار دینے شروع کر دیئے اور اہل دہلی کی طرف سے اس کے جواب چھپے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مرزا صاحب کے ایک معتقد نے مثنوی دعوت دہلی لکھی جس کا جواب کسی نے صداقت دہلی لکھا ہے۔ یہ سب تحریریں مطبع انصاری دہلی میں ملتی ہیں جن سے مفصل حال معلوم ہو سکتا ہے۔

اس اثنا میں خاکسار نے نوٹس نمبر ایک لکھا اور اس میں مولوی محمد احسن (امروہی) اور مولوی حکیم نور الدین کو اسلئے مخاطب کیا کہ مرزا صاحب کے مشن کے یہ دونوں صاحب اعلی درجہ کے ممبر ہیں۔ مرزا صاحب نے عاجز کے نوٹس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اسی خیال سے یہ عاجز بھوپال گیا اور احسن المناظرین (امروہی) سے جو تحریر ہوئی وہ آپ (آئندہ صفحات میں) دیکھ ہی لو گے۔

☆ حکیم نور الدین کا مباحثہ سے اعراض

(مولانا عبدالمجید لکھتے ہیں) بھوپال سے عاجز آکر بہ تقریب جلسہ انجمن حمایت اسلام لاہور گیا اور وہاں نوٹس نمبر۲ (جو آئندہ درج ہوگا) شائع کیا۔ اتفاقاً جناب مولوی حکیم نور الدین بھی لاہور میں آ گئے اور نوٹس نمبر۲ عاجز کا ان کو پہنچ گیا اور عاجز خود بھی ان کی خدمت میں کئی مرتبہ حاضر ہوا، مگر خوبی اتفاق سے ان کو فرصت بالکل نہ ہوئی جو گفتگو ہوتی۔ چنانچہ ایک روز زبدۃ الحکماء حکیم غلام نبی کے مکان پر حکیم نور الدین کی دعوت تھی، عاجز بھی بعد وقت اکل طعام وہاں حاضر ہوا۔ کرنل عطاء اللہ خاں نے عاجز سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولوی صاحب کا غذی گھوڑے تو آپ نے بہت دوڑائے، ہم نے آپ کے نوٹس بھی دیکھے، اس وقت اتفاق سے آپ دونوں یہاں موجود ہیں، حکیم صاحب سے کچھ گفتگو کیجئے۔ میں نے عرض کیا کہ جس بات کو میں حق جانتا ہوں اس کے بیان کرنے اور اس میں کلام کرنے سے مجھے کب تامل ہے، مگر حکیم صاحب کی اجازت ضروری ہے۔ آپ انہیں راضی کریں، مجھے کچھ عذر نہیں۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ میں بھی مرزا صاحب کے کلام کو حق جانتا ہوں اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ ان کا کوئی ارشاد غلط نہیں ہے، مگر مولوی (عبدالمجید) صاحب کو فرصت ہے، مجھے فرصت نہیں، اور نہ میں تقریر کو پسند کرتا ہوں۔ جانبین سے تحریریں ہو رہی ہیں آپ لوگ تامل کریں اور طرفین کی تحریروں کو ملاحظہ فرمائیں۔

عاجز کو اس امر کے اظہار میں تامل نہیں ہے کہ حکیم نور الدین نہایت درجہ وسیع الاخلاق اور لائق آدمی ہیں۔ جس طرح مرزا صاحب و مولوی محمد احسن کی کج اخلاقی اور درشتی کا میں شاکی ہوں، اسی طرح حکیم صاحب کے اخلاق کی شکر گزاری بھی میرا ذمہ ہے۔ حکیم صاحب عاجز سے اچھی طرح خندہ پیشانی سے ملے اور کمال مہربانی سے پیش آئے جیسا کہ شرافت کا مقتضا ہے اور ان کی مجلس کا رنگ بھی ایسا نہ تھا جیسا کہ دہلی میں مرزا صاحب کی مجلس کا رنگ دیکھا کہ جب کوئی ان کے پاس گیا ادھر ادھر سے حواریوں نے آوازے کسنے شروع کئے اور تبرے اڑانے لگے۔ جو شریف گیا، افسردہ ہی ہو کر آیا۔ اور جو ذرا کوئی بولا، مجلس سے نکلوا دیا۔ چنانچہ مولوی محمد مصحح مطبع انصاری کے ساتھ جو بے تہذیبی برتی گئی وہ مرزا صاحب کی مجلس کا ایک ادنی نمونہ ہے۔ مرزا صاحب کی مجلس میں کئی شخص تو ایسے تھے جن کی زبان قابو سے باہر تھی۔ جہاں کوئی شریف گیا اور ٹانگ لی وہ اپنی شرافت سے چپ ہوا اور انہوں نے قہقہہ اڑایا کہ ہم نے شرمندہ کر دیا۔ آخر کار اس کا نتیجہ کسی قدر اپنے ہم پلہ لوگوں سے ان کو مل گیا۔

مجھے یاد آیا کہ بھوپال سے نواب ممتاز الدولہ مولوی سید عبدالحی خان صاحب انہیں ایام میں تشریف لائے تھے، انہوں نے مرزا صاحب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ میں ان کو لے گیا۔ ان کے ہمراہ جناب حکیم حاتم علی صاحب رئیس آگرہ اور جناب منشی عبدالعزیز رئیس دھولپور بھی تھے۔ جس وقت یہ صاحبان مرزا صاحب کے مکان پر پہنچے حواریوں نے اپنی عادت کے موافق آوازے کسنے اور تبرے کرنے شروع کئے اور ان کے سامنے ایسے نا ملائم اور بے جا الفاظ کہے کہ وہ حیرت سے منہ دیکھ کر رہ گئے اور مجھے مفت شرمندہ ہونا پڑا۔ آخر میں نے مرزا صاحب سے عرض کیا کہ حضرت مورد عتاب تو اہل دہلی ہیں، یہ لوگ تو مسافر آپ کی زیارت کو آئے ہیں، ان سے تو براہ مہربانی دو باتیں کر لیجئے۔ اس وقت جناب کو ہوش آیا اور فرمایا کہ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں۔ مگر حواری اس وقت بھی خاموش نہ ہوئے۔ میں کئی بار حکیم صاحب کی مجلس میں گیا، کبھی کوئی لفظ کسی سے ایسا نہ سنا جو باعث ملال ہوتا یا طبیعت کو ناگوار گذرتا۔ حکیم صاحب کی مجلس میں کبھی کوئی گفتگو کسی کی زبان پر ایسی نہیں آئی جس سے بوئے ملال آتی۔ عاجز کی رائے ناقص میں مرزا صاحب کے مشن میں اگر کوئی آدمی ہے تو حکیم نور الدین صاحب ہیں اور اگر کوئی لائق گفتگو ہے تو حکیم صاحب۔ افسوس کہ ان کو فرصت نہ ملی ورنہ گفتگو کا لطف آتا۔

چونکہ حکیم صاحب سے بھی بالفعل گفتگو کی امید قطع ہوئی لہذا اس عاجز نے اپنے خطوں کو

طبع کر دینا مناسب سمجھا۔ یا اللہ تیرا یہ عاجز بندہ نہایت عاجزی سے تیرے حضور میں بکمال ادب اس دل سے عرض کر رہا ہے جس کو تو دیکھ رہا ہے کہ میرے قلم و زبان سے وہ الفاظ نہ نکلیں جن سے مجھے تیرے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ الٰہی مجھ کو تو اور تیری رضا مطلوب ہے، تو میری اس تحریر میں مدد کر۔ آمین و اللّٰہ المستعان وعلیہ التکلان ، علی کلّ امرٍ بہ استعین ، ھو المستعان فنعم المعین

☆ مرزا قادیانی کو یک ہزاری چیلنج

نوٹس اتمام حجت نمبرا

مرزا غلام احمد قادیانی اور انکے معتقد مولوی حکیم نور الدین بھیروی اور مولوی محمد احسن امروہی وغیرھم کے نام خاکسار محمد عبدالمجید مالک مطبع انصاری دہلی کا نوٹس

مرزا صاحب کے یہ دعوی ہیں:

۱۔ میں مسیح موعود ہوں۔

۲۔ عیسی ابن مریم کا نزول یعنی دوبارہ دنیا میں آنے کا خیال غلط ہے۔

۳۔ عیسی بن مریم مر کر جنت میں داخل ہو گئے۔

۴۔ مر کر کوئی زندہ نہیں ہوتا۔

۵۔ جنت میں داخل ہو کر پھر کوئی باہر نہیں آسکتا۔

باوجود ان دعووں کے مرزا صاحب اقرار کرتے ہیں کہ میں مسلمان اہل سنت و الجماعت ہوں اور اہل سنت کی تمام کتابوں کو مانتا ہوں۔ اور ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

میرے مسیح موعود ہونے کا سارا قرآن مجید مصدق ہے اور تمام احادیث صحیحہ اس کے صحت کے شاہد ہیں۔

لہذا یہ عاجز بذریعہ نوٹس ہذا مرزا صاحب اور انکے اتباع کو اطلاع دیتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کو اپنے دعووں کی صداقت پر کامل اطمینان ہے اور وہ جانتے ہیں کہ میں سچ کہتا ہوں تو بسم اللہ، درکار خیر حاجت استخارہ نیست۔

آپ تو فرماتے ہیں کہ سارا قرآن میرے دعووں کا مصدق اور تمام احادیث صحیحہ شاہد

ہیں، میں عرض کرتا ہوں کہ اگر ایک آیت صریح الدلالت اور بتائید اس کے حدیث صحیح سے اپنے دعووں کو مجمع علماء میں بطریق اہل سنت والجماعت ثابت کر دیں گے، تو میں مبلغ ایک ہزار روپئہ نقد ان کی خدمت میں پیش کرونگا اور ایک سال تک ہر روز بشرط صحت وحیات مرزا صاحب کی صداقت کا اپنے وعظ میں اظہار کیا کرونگا۔

اور جس ادب وعزت کے ساتھ مرزا صاحب فرمائیں گے ان کے ساتھ گفتگو کی جائے گی۔ مرزا صاحب اس ثبوت کے لئے مناظرہ کرنے کو تیار ہو جائیں۔ مکان اور پولیس کے انتظام اور امن کے آپ خود ذمہ دار ہو چکے ہیں۔ اور اگر مرزا صاحب ایک ہفتہ میں اس مناظرہ کے لئے تیار نہ ہوئے تو ضرور یقین کر لیا جائے گا کہ مرزا صاحب خود اپنے دعووں کی صداقت پر مطمئن نہیں ہیں اور ان کا دل ان کی تکذیب کرتا ہے۔ فقط

انعام: بحالت پوری کرنے شرط کے مرزا صاحب کو مبلغ ایک ہزار روپئہ نقد دیا جائے گا اور ایک سال ان کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔

اطلاع: آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ ایک ہفتہ کی میعاد میں کوئی تاریخ مقرر کر کے دو روز پہلے مجھے اطلاع دیں۔ اگر آپ نے اطلاع نہ دی اور ثبوت کے لئے تیار نہ ہوئے تو آپ کے دعوی کی تکذیب کے لئے یہ کافی ثبوت ہے۔

۱۳ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ۔ راقم خاکسار محمد عبدالمجید عفی عنہ مالک مطبع انصاری دہلی

☆ محمد احسن امروہی کو دعوت مباحثہ

خط نمبر ۱۔ ازفقیر عبدالمجید بخدمت جناب مولوی محمد احسن زادعنایتہٗ

بعد سلام کہ سنت الاسلام ہے واضح رائے ہو کہ یہ نوٹس جو اس خط کی پشت پر ہے، آپ کے مرزا صاحب نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا جو ان کے سرمایہ علم وحجت کی ایک کافی وافی دلیل ہے۔ چونکہ اس میں احقر کا خطاب آپ سے بھی ہے، لہذا بذریعہ اس دستی تحریر کے آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ مسافر دور دراز سفر کر کے آپ کے پاس (بھوپال) بارادہ طلب دلیل حاضر ہوا ہے۔ تم کو قسم ہے اس خدا بزرگ و برتر کی جس نے تم کو پیدا کیا ہے کہ اگر تمہارے علم میں تمہارے مسیحا کی صداقت پر کوئی دلیل شرعی ہے تو اسے میرے سامنے مجمع اہل اسلام میں بیان کر دیجئے، ہرگز نہ چھپایئے۔ و من

یکتمھا فانّہ آ ثم قلبہ ، اور السّاکت عن الحقّ شیطان ا خرس کی وعید کو خیال فرمایئے ۔ اور اگر آپ بغیر دلیل ان پر ایمان لائے ہیں تو یہ امر آخر ہے ۔ پھر عذر اور حیلہ کیا، ضرور صاف صاف فرما دیجئے ۔

و السّلام علی من اتّبع الھدی ۔ یکم جمادی الاول ۱۳۰۹ھ

☆ جواب : از سید محمد احسن امروہی

بخدمت محبّ مکرم حضرت مولوی عبدالمجید صاحب

بعد السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ ۔ آنکہ ہیچمدان کو جو جناب نے اس نوٹس میں مخاطب فرمایا ہے اس سے مجھ کو نہایت درجہ کا تعجب لاحق ہوا کیونکہ احقر نے تو کسی تحریر میں اپنی جناب کو مخاطب نہیں کیا، اور نہ احقر کسی امر کا مدعی ۔ البتہ یہ اپنا شعار ہے کہ کسی اپنے مومن بھائی کو غیبت وغیرہ سے یاد نہیں کرتا اور جملہ اپنے مومنین اخوان کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے لولا ظنّ المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیراً ۔ و الغیبۃ اشدّ من الزّنا ۔ ہاں البتہ مرزا صاحب کو جو ہمہ تن تائید اسلام میں اپنے اوقات کو صرف کر رہے ہیں اور بعض صاحب جو ان کی تکفیر و تضلیل کرتے ہیں، احقر نے اپنے رسائل میں ان کی طرف سے ذب و دفع کیا ہے ۔ اگر وہ ذب و دفع آپ کے نزدیک ایک اپنے مومن بھائی سے صحیح نہیں ہے تو آپ کو اختیار ہے ۔ اور طلب دلیل تو مدعی سے ہوا کرتی ہے، نہ حسن ظن رکھنے والے سے ۔ اگر آپ کو طلب دلیل منظور ہے تو خود مرزا صاحب سے طلب فرمایئے ، خاکسار کو مخاطب نہ کیجئے اور نہ میں آپ کا مخاطب ہوں ۔ والسلام خیر ختام ۔ یکم جمادی الاولی ۱۳۰۹ھ

مکرر، اور نہ ہیچمدان کو جناب سے مباحثہ منظور ہے ۔ فقط ۔

☆ جواب الجواب ۔ خط نمبر ۲

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

زائل بہار حسن ہوئی خط یار سے | اس باغ میں خزاں نظر آئی بہار سے

ازحقیر فقیر عبدالمجید بخدمت جناب مولوی محمد احسن نزیل بھوپال زاد عنایۃً

بعد سلام کہ سنت الاسلام ہے واضح رائے ہو کہ نامہ گرامی آن سامی موصول ہو کر باعث استعجاب ہوا ۔ اور یہ استعجاب شائد اسی نہایت درجہ تعجب کا اثر ہے جو جناب کو

لاحق ہوا اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ جناب نے انکار مناظرہ کا اول سبب یہی فرمایا، باقی اس کے دلائل۔ لہذا بعد ردّ دلائل تعجب مجھے امید ہے کہ آپ اپنے دعوی کے موافق مناظرہ کو ضرور تیار ہوں گے۔

قولہ: ہیچمدان کو جو جناب نے اس نوٹس میں مخاطب فرمایا ہے اس سے مجھ کو نہایت درجہ کا تعجب لاحق ہوا کیونکہ احقر نے تو کسی تحریر میں اپنی، آپ کو مخاطب نہیں کیا اور نہ احقر کسی امر کا مدعی۔

جواب: حضرت مولوی صاحب آپ نے دعوی بھی کیا ہے اور خطاب بھی۔ شائد آپ کو یاد نہیں رہا، لہذا یہ فقیر آپ کو یاد دلا کر امید کرتا ہے کہ آپ حسب وعدہ اس عاجز مسافر کے حال پر توجہ فرمائیں گے۔

(مولوی محمد احسن کے وہ اقوال جن سے ان کا دعوی وخطاب عام ثابت ہے):

۱۔آپ کی کتاب کا نام اعلام الناس ہے۔

۲۔ یہ بندہ سید محمد احسن امروہی نزیل بھوپال بخدمت فیض درجت علماء ذوا لالباب عرض کرتا ہے۔ (اعلام الناس حصہ اول ص ۲)

۳۔ اشتہار بخدمت علماء امصار و دیار، المشتہر خاکسار محمد احسن امروہی نزیل بھوپال۔ (ایضاً حصہ دوم۔ص ۹۲)۔

۴۔ اور حصہ دوم صفحہ ۱۱ پر آپ نے فرمایا: میں اظہار حق میں مجبور ہوں

مری آہ وفغاں سے بے مزہ نہ ہو تو اے گل رو
کہ پڑ جاتا ہے اک حسن گل میں شور بلبل سے

۵۔ اگر مرزا (غلام احمد) صاحب ایسی بحث کی طرف توجہ نہ فرمائیں گے تو یہ خاکسار احسن المناظرین آموجود ہوگا۔ (ص ۱۳)

(مولانا عبدالمجید فرماتے ہیں) اے جناب احسن المناظرین صاحب اگر آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ یہ خطاب میرا علماء سے ہے اور تو ایک بے نوا فقیر حقیر، تجھے اس سے کیا، تو علم سے دور، سلسلہ علماء سے مہجور۔ تو میں عرض کرونگا، خیر مگر الحمد للہ کہ میں مسلمان ہوں اور اہل اسلام کے سلسلہ میں شامل اور آپ کا خطاب تمام اہل اسلام سے ہے۔

۶۔سب اہل اسلام کو لازم ہے کہ اس نعمت کی ناشکری نہ کریں (اعلام الناس حصہ اول ص ۲)

مولانا عبد المجید کہتے ہیں کہ اگر آپ اس سے بھی انکار کریں (کیونکہ آپ کے مرزا صاحب نے تو یہ غضب ڈھایا ہے کہ کل اہل اسلام کو مشرک اور خارج از اسلام بتلا دیا، اور آپکا یہ حسن ظن کہ وہ جو کچھ فرمائیں سب ٹھیک و درست ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام حصہ اول حاشیہ ص ۲۹۸) تو نوع انسان میں تو سب ہی انسان شامل ہیں اور آپکا خطاب بایں الفاظ ہے:

۷۔ ایّھا النّاس ... الخ۔ دیکھو اعلام الناس حصہ اول صفحہ ۵۱

۸۔ حصہ دوم صفحہ ۷۱ پر فرمایا: تو بشرط نہ مکدر ہونے کے یہ عاجز موجود ہے

تو مکدر نہ ہو تو عشق میں ہم　　ایک آندھی ہیں خاک اڑانے کو

۹۔ اور حصہ دوم صفحہ ۴۱ پر آپ نے فرمایا:

جوئے شیر بھی میں ہی لایا تھا　　میں ہی دشت میں تھا برہنہ پا

میں ہی کوہکن میں ہی قیس تھا　　تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مولانا عبدالمجید فرماتے ہیں: ہاں جناب احسن المناظرین مجھے بھی خوب یاد ہے۔ آپ سے بہت پہلے میری مرزا صاحب سے ملاقات ہے۔ ان کی حقیقت تو میں خوب جانتا ہوں، وہ تو کچھ بھی نہیں، واقعی جو کچھ ہیں وہ آپ ہی ہیں۔ پیران نمے پرند۔ مریداں می پرانند، پرانا مقولہ ہے۔ آپ سچ فرماتے ہیں، جوئے شیر بھی میں ہی لایا تھا..الخ۔ اور اسی واسطے یہ خاکسار بھی آپ ہی کے پاس حاضر ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید کامیابی ہے۔ علیه توکّلت و هو حسبی

۱۰۔ یہ ہیچمدان آپ کو گفتگو اور مناظرہ میں سب طرح کی آزادی دیتا ہے۔ یعنی تقریراً و تحریراً، جس طرح پر آپ چاہیں اور جس مسئلہ میں منظور ہو آپ مجھ سے گفتگو و مناظرہ کر لیں۔ (اعلام الناس حصہ دوم ص ۹۹)

(مولانا عبدالمجید کہتے ہیں) کیوں جناب احسن المناظرین صاحب یہ آزادی انہیں کے واسطے ہے جو آپ تک نہ آسکیں یا جو آپ اشتہاروں کو دیکھ کر طالب و جویا ہو کر دور دراز سفر طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو، اس میں اس کا بھی حصہ ہے۔ پیٹ بھروں کو دعوت کا اشتہار دینا اور گھر پر آئے ہوئے بھوکے کو کھدیڑنا، یہ کیا انصاف ہے افسوس کہ میں اس قدر دور دراز سفر کر کے آپ کے دروازہ پر آؤں اور آپ گھر سے باہر نکلنے کی بھی تکلیف نہ فرمائیں۔

اور اگر آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ میرے ان اقوال میں کہیں دعوی کا لفظ نہیں ہے تو میرا ہی قول صحیح ہے کہ نہ احقر کسی امر کا مدعی۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ آپ کی تحریر میں دعوی کا لفظ بھی موجود ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

۱۱۔ یہ دعوی میرا بلا بیّنہ نہیں .(الی قولہ).اگر کسی کی آنکھوں میں کچھ فتور ہو تو کحل الجواہر بھی حاضر ہے۔

حضرت احسن المناظرین صاحب میدان مناظرہ میں حسب اقرار خود تشریف لایئے، اور وہ بیّنہ بیان فرمایئے اور کحل الجواہر کی ڈبیہ بھی کھولیئے۔ یہ فقیر انہیں بیّنہ کا طالب اور اسی کحل الجواہر کا مشتاق ہو کر آیا ہے۔ دل آرزومند کو ان بیّنہ سے اور دیدہ مشتاق کو اس کحل الجواہر سے محروم رکھنا نا انصافی نہیں تو کیا ہے؟

اب رہی یہ بات کہ آپ کا شعار کسی مومن بھائی کی غیبت کرنا نہیں ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: قولہ : البتہ یہ اپنا شعار ہے کہ کسی اپنے مومن بھائی کو غیبت وغیرہ سے یاد نہیں کرتا اور جملہ اپنے مومنین اخوان کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے۔

جواب : کیا جملہ اخوان میں مولوی عبدالحق (غزنوی امرتسری) نہیں ہیں جن کے الہام پر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر ایک ہزار الہام کا دعوی کریں گے تو بلا بیّنہ و برہان اس کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ (اعلام الناس حصہ اول ص ۵۱)

اور اگر یہی حسن ظن ہے تو سرسید احمد بھی تو مسلمان ہے اس کے ساتھ بدظنی کا کیا سبب؟

اب میں آپ کے مسیح (قادیانی) کے چند اقوال پیش کر کے آپ سے جواب کا طالب ہوں کہ یہ کس کا شعار ہے:

۱۔ اے نفسانی مولویو! اور خشک زاہدو! تم پر افسوس .(الی قولہ)..تم ان فقیہوں اور فریسیوں سے کچھ کم ہو جو حضرت مسیح کے وقت میں دن رات نفس پرستی میں لگے ہوئے تھے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر کا مومن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۵)۔

۲۔ اس جگہ حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ مسیح نے یہودیوں کے ان معزز بزرگوں کے حق میں جو قیصر کے دربار میں بڑی عزت کے ساتھ خاص رئیسوں میں بٹھائے جاتے تھے نہایت غیر مہذب الفاظ استعمال

کئے ۔(ملخصاً از صفحہ ۹۔۱۰ حاشیہ ازالہ اوہام حصہ اول)

۳۔تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے(ص ۱۳۔۱۴۔ ازالہ اوہام)۔افسوس اب غیر قومیں کیا کہیں گی۔

۴۔قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔(صفحہ ۲۵ حاشیہ ازالہ اوہام)۔

پھر آیت اذ تخلق من الطّین کھیئة الطّیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی و تبرئ الاکمه و الابرص باذنی و اذ تخرج الموتی باذنی .. بیان کر کے احسن المناظرین صاحب آپ کے مسیح فرماتے ہیں:

۵۔قولہ :یہ اعتقاد مشرکانہ خیال ہے اور ایسا خیال رکھنے والا بلا شبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔یہ سراسر مشرکانہ باتیں ہیں اور کفر سے بدتر (صفحہ ۲۹۷۔۲۹۸۔ازالہ اوہام)

۶۔حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں ،اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا کام ہے جس میں کلوں کی ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔ (حاشیہ ص ۳۰۲۔ازالہ اوہام حصہ اول)(اسی کا نام حسنِ ظن ہے؟)

پھر مسیح کے معجزات کی نسبت ایک نیا حسن ظن ہے اور وہ یہ ہے:

۷۔قولہ: بہر حال مسیح کی یہ تربی کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔اگر (عاجز مرزا قادیانی) اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا۔(دیکھو حاشیہ ص ۳۰۹۔ازالہ حصہ اول)

(جواب) کیوں حضرت احسن المناظرین صاحب اس آیت کے نزول کے وقت سے لے کر اس وقت تک کہ ۱۳۰۹ھ میں ہر طبقہ میں دس دس ،بیس بیس،نہیں تو دو دو ،چار چار، تو ایسے مسلمان گنوا دیجئے جن کا معاذ اللہ یہ عقیدہ ہو کہ حضرت عیسیٰؑ معاذ اللہ شعبدہ باز تھے۔اور آیت تخلق لکم .. الخ کا یہ مطلب ہے کہ مسیح نجاری کی قوت سے چڑیاں

بناتے تھے اور ان کا باپ یوسف تھا۔ اور اگر آپ نہ گنوا سکے تو پھر ان سب مسلمانوں کو بلا شبہ خارج از دائرہ اسلام کہنا اور اس آیت پر اعتقاد رکھنے والوں کو کافر اور مشرک سے بدتر سمجھنا، کیسا شعار ہے، اور (کیا) اسی کا نام حسن ظن ہے؟۔ (کیا) یہی اپنے بھائی کی غیبت نہ کرنا ہے؟ اور ایمان سے فرمایئے کہ قبل از ایمان لانے ان مسیح قادیانی کے کیا آپ کا یہ ہی اعتقاد تھا کہ عیسیٰؑ، یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ اور وہ شعبدہ باز اور ان کے یہ معجزے جن کا ذکر قرآن کی آیت مذکورہ بالا میں ذکر ہے، مکروہ اور قابل نفرت ہیں۔ معاذ اللہ۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم۔

حضرت مولوی صاحب! آپ تو آپ، آپ کے قادیانی مسیح صاحب اپنے ایک اظہار میں جو ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دستخط شدہ میرے پاس موجود ہے، اپنے ہاتھ سے تحریر فرماتے ہیں کہ دس بارہ برس قبل میرا بھی یہی اعتقاد اور خیال تھا جو سب مسلمانوں کا ہے۔ دس بارہ برس سے میں نے مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے مگر اعلان کئے ہوئے دو چار برس ہوئے۔ اور پھر اس سوال کے جواب میں کہ تم مقلد ہو یا غیر مقلد؟ مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں میرا مذہب بین بین ہے۔

اب فرمایئے یہ کیا ہوا، اور کیسا شعار ہوا؟ اے محمد احسن امروہی صاحب! آپ تو احسن المناظرین بن گئے۔ ذرا حسن خاتمہ کا بھی فکر کیجیئے اور بھولئے مت۔ دیکھئے حضرت عیسی کون ہیں و جیھاً فی الدّنیا والآخرہ و من المقرّبین اور ایسے مقرب کے حق میں آپ اپنے مسیح کے اقوال ملاحظہ فرمایئے۔ حوالہ کے طور پر بھی ان الفاظ کے لکھنے سے میرا قلب کانپتا ہے۔ لکھا نہیں جاتا جو زیادہ لکھوں۔ آپ نے تمام ازالہ اوہام ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ کیوں حضرت! اس بزرگ پیغمبر کے مقابلہ میں جس کو اللہ تعالی وجیہہ فرماتا ہے، آپ کے مسیح کا یہ فرمانا بے ادبی نہیں ہے۔

۸۔ اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسی کجاست تا بہ نہد پا بمنبرم

دیکھو قصیدہ الہامیہ و ازالہ اوہام

قولہ۔ اور طلب دلیل تو مدعی سے ہوا کرتی ہے، نہ کہ حسن ظن رکھنے والے سے۔ اگر آپ کو دلیل منظور ہے تو خود مرزا صاحب سے طلب فرمایئے، خاکسار کو مخاطب نہ کیجیئے۔

جواب: اب تو آپ کو بھی یاد آ گیا ہوگا کہ آپ نے لکھا ہے کہ میرا دعوی بلا بینہ نہیں ہے

اور آپ احسن المناظرین بھی ہیں ۔ لہذا اب کوئی عذر آپ کو انعقاد جلسہ مناظرہ میں باقی نہیں رہا۔ مرزا سے بھی دلیل طلب کی تھی چنانچہ اس کا شاہد میرا یہی نوٹس ہے جو آپ کو بھیجا تھا۔ اور میرے خطوط مطبوعہ ۱۳، اور ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء جن کے جواب میں مرزا صاحب کا حال مطابق اس شعر کے ہے جو آپ نے اعلام الناس حصہ دوم میں لکھا ہے

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لے کر　　چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو مسیحا لے کر

اب آپ بموجب اپنے وعدہ کے جس کو میں مکرر یاد دلاتا ہوں مناظرہ کے لئے میدان میں آیئے اور کوئی عذر وحیلہ نفرمایئے۔

قولہ: اگر مرزا صاحب ایسی بحث کی طرف توجہ نہ فرماویں گے تو یہ خاکسار احسن المناظرین آموجود ہوگا۔ (دیکھو اپنا اعلام الناس حصہ ۲ ص ۱۳)

اب آپ تشریف لایئے مہربانی فرمایئے۔ یہ عاجز شکر گزار ہوگا۔

جاؤ تم تنہا کہیں ایسا تو ہو سکتا نہیں　　اور نہ میں پہنچوں وہیں ایسا تو ہو سکتا نہیں

یاد کر لیجئے۔ والسّلام علی من اتّبع الھدی

☆ قادیانی، بھیروی، امروہی کو دعوت مباحثہ

خط نمبر ۳۔ بہ طلب مناظرہ و بتاکید جواب خط نمبر ۲

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی قسم دے کر مولوی محمد احسن امروہی اور حکیم نور الدین بھیروی و مرزا غلام احمد قادیانی مصنوعی مسیح کی خدمات میں بحث کی درخواست

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار　　ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

اے حضرات آپ لوگوں نے دنیا میں شور ڈال دیا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود اور نبی ہیں کسی درجہ کے۔ اور اہل اسلام کو دھوکہ میں ڈالنے کی غرض سے بڑے بڑے لمبے چوڑے اشتہار اور رسائل طبع کر کے ایک آفت برپا کر دی ہے، اور شور مچا رکھا ہے کہ ہمارے دعوی پر قرآن وحدیث گواہ ہے۔ اور جس کا جی چاہے ہم سے بحث ومناظرہ کر لے۔ جس کی وجہ سے ہزارہا مسلمانوں میں فتنہ برپا ہوگیا ہے۔ لہذا آپ پر فرض ہے کہ اس فقیر سے اس بات کا تصفیہ کر لیں۔ میں نے بار بار آپ کے مرزا صاحب کو بھی

لکھا اور کئی مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوا۔ اور آپ تینوں صاحبوں کے نام نوٹس بھی دیا اور اب اس قدر سفر دور دراز طے کر کے آپ کے پاس بھوپال میں حاضر ہوں اور آپ کو دو خط بھی لکھے۔ ایک ماہ کامل مجھے انتظار جواب میں یہاں بیٹھے ہوئے گزرا، مگر آپ نے جواب نہیں دیا۔ آپ کو چاہیے کہ اپنے دعوی اور تحریر کا خیال اور لم تقولون ما لا تفعلون پر غور کر کے بحث کو تیار ہو جایئے۔ میں آپ کو اس ذات وحدہ لاشریک تعالی و تقدس کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو پیدا کر کے اپنی بے حد و بیشمار نعمتوں سے سرفراز کیا ہے، کہ اگر آپکا یہی مذہب ہے کہ قرآن مجید کی آیات صریحہ بینہ قطعیۃ الدلالت مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے پر اور حضرت عیسی ابن مریم کا عہدہ رسالت مرزا صاحب کو مل جانے پر موجود ہیں، اور اس کی تائید میں احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ اپنے منطوق سے شہادت دیتی ہیں جس کی وجہ سے آپ کو اپنے مومنانہ عقیدہ کو الوداع کہہ کر طریق اسلام سلف صالح سے سخت انکار کرنا پڑا ہے، تو اسی خداوند کریم کے ڈر سے، جس کی میں نے ابھی آپ کو قسم دی ہے، میرے ساتھ اظھاراً للحق بحث کیجئے۔ آپ کو اس بحث میں انشاء اللہ تعالی کچھ بھی تکلیف نہ ہوگی۔

اگر آج کوئی عدالت کسی دنیوی مقدمہ میں آپ سے اظہار لینا چاہے تو آپ جس قدر وہ چاہے مبسوط بیان لکھوا سکتے ہیں۔ بلکہ ایک اطلاع سے بلاتوقف تاریخ مقررہ پر عدالت میں حاضر ہو جاؤ گے۔ اور بڑی شد و مد سے اظہار دو گے۔

اے حضرات! اپنے دنیوی کام آپ سب کرتے ہو، نوکری پر ہر روز حاضر ہوتے ہو، آواز بلند، ظریف ہو، احسن المناظرین ہو، طاقتیں سب قائم ہیں، بقول مرزا صاحب آپ فرشتہ ہو اور مرزا صاحب کی مدد کو بقول ان کے ہزاروں فرشتے حاضر رہتے ہیں۔ ہر وقت الہام ہوتا، اور ماشاء اللہ آپ لوگوں کو اپنے علم اور اپنے قرآن و حدیث دانی کا بھی بڑا دعوی ہے۔ اور جو کہ آپ اور آپ کے مصنوعی مسیح کئی رسالے بھی اس باب میں لکھ چکے ہیں تو اس بحث میں کچھ فکر و سوچ کا کام بھی نہیں ہے، تو پھر خدا تعالی کی حقیقی عدالت سے کیوں نہیں ڈرتے اور سچی شہادت کو عام جلسہ میں کیوں نہیں ظاہر کرتے، اور کیوں کچے عذر اور غلط بہانے کر رہے ہو۔

اور خاص آپ کا یہ عذر کہ بھوپال میں سرکار عالیہ دام اقبالھا کے بے جا تعصب کا

خوف ہے، بالکل ہیچ ہے۔ حضرت مجھے آپ کا وہ خط دیکھ کر کہ میں بحث کرنا نہیں چاہتا، مرزا صاحب سے ان کی دعوے کی دلیل طلب کرو، بہت خوف آیا کہ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے۔ آپ احسن المناظرین بن گئے۔ آدمی سے فرشتہ ہو گئے، غلام احمد کو حضرت عیسیٰؑ کا عہدہ رسالت دلوا دیا، امتی سے نبی بنا دیا۔ افسوس فتنہ ڈالنے کے لئے تو آگے اور اصلاح کے کاموں میں پیچھے ہٹتے ہو، جن کا نمک کھاتے ہو ان پر بے جا تعصب کا الزام لگاتے ہو۔ آپ ایمان سے تو کہو سرکار عالیہ نے کبھی کسی اہل مذہب سے کوئی بیجا تعصب کیا ہے جو آپ ہر ایک کے سامنے یہ غلط عذر کرتے ہو۔ حضور سرکار کی رعایا میں تو نصرانی اور ہنود سب آباد ہیں اور نوکر بھی ہیں۔ افسوس کہ وہ سرکار عالیہ کو متعصب نہ سمجھیں اور آپ مولوی کہلا کر بلکہ فرشتہ بن کر ناحق ان کی نسبت بے جا تعصب کے گمان فاسد کو اپنے دل میں رکھیں۔ آپ کے اس گمان پر افسوس۔...

اے حضرات! آپ لوگوں کا دعویٰ کچھ چھوٹا سا دعویٰ نہیں ہے۔ گویا آپ سارے جہان پر سبقت لے گئے، کوئی آپ میں سے نبی و مسیح و ابن اللہ بنا، کوئی فرشتہ، کسی نے اپنا خطاب احسن المناظرین رکھا۔ کیا خوب تمام دنیا کے عہدے آپ ہی بانٹ لئے۔..

لیکن اپنے ان عہدوں پر اگر آپ لوگوں کو خود بھی اطمینان ہے تو اپنی اس قوت اور وسیع معلومات سے جلسہ عام میں مناظرہ کر کے تمام خلق خدا کو فائدہ کیوں نہیں پہنچاتے؟ کیا یہ معلومات اور قوت صرف عوام ہی کے دھمکانے اور دھوکہ دینے کیلئے ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ مسلمان جس نازک حالت میں آج کل مبتلا ہیں اہل علم کو اس سے خوف اور عبرت اور مسلمانوں پر رحم کرنا چاہیے۔ ان کی سچی خیر خواہی کرنی اور ان کو سنبھالنا چاہیے نہ کہ ان کے حمقاء کے حمق سے فائدہ اٹھانا اور ان کو مغالطہ اور دھوکے میں ڈالنا۔ میں نے اچھی طرح تحقیق کیا مرزا صاحب نے مسلمانوں کی یہ ابتر حالت دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ ان میں بعض حمقاء بھی ہیں ان کے حمق سے فائدہ اٹھانا چاہا ہے۔ کیا یہ آپ لوگوں کا صاف اور صریح دھوکہ نہیں ہے کہ بڑے بڑے اشتہار اور رسائل طبع اور مشتہر کر دیئے کہ ہم گفتگو میں ہر طرح کی آزادی دیتے ہیں، تقریراً و تحریراً جس مسئلہ میں منظور ہو ہم سے گفتگو اور مناظرہ کر لو کیونکہ مناظرہ اور مباحثہ تو ایک بہت بڑا آلہ تحقیق علوم اور تعلیم مسائل غیر علوم کا ہے اس سے ترقی علوم ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ملک بے

سیاست اور مال بے تجارت اور علم بے بحث ہیچ کارہ ہے۔ اور اشتہاروں میں انعام بھی مقرر کر دیئے۔ مگر جب کوئی آپ کو بحث و مناظرہ کے لئے طلب کرتا ہے تو گھر میں مہندی لگا کر مائیوں بیٹھ جاتے ہو۔

کیوں جناب احسن المناظرین صاحب! یہ اشتہار صرف عوام ہی کے دیکھنے اور دکھانے اور سنانے کے لئے ہیں کہ بے وقوف لوگ سمجھیں کہ حضرت سے کوئی مناظرہ نہیں کر سکتا، یا کچھ خدا کا خوف کر کے اس پر عمل بھی کرنا چاہیے۔ آپ لوگوں کے دل میں کچھ اظہار حق کا خیال ہوتا تو ضرور مناظرہ کرنے کو تیار ہو جاتے۔

اور مرزا صاحب نے تو غضب یہ کیا کہ دہلی کے واقعہ کو جس کے ہزار ہا مسلمان گواہ ہیں بالکل عکس خلاف واقعہ، صریح کذب و بہتان کے ساتھ (بیان کر کے) اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔

ذرا اپنے پیر بھائی محمد اسلم کا الحق مرّ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ اچھا آپ کا حسن ظن ہے کہ ہزار ہا مسلمانوں کے سامنے جو واقعہ گذرا ہو، اس کو ایک شخص خلاف اور بالکل غلط لکھے اور ایک عالم سید محدث پر بہتان باندھے۔ اس کو سینکڑوں گندی گالیاں دے، مگر آپ اپنے حسن ظن سے اس کو الہام سمجھے جائیں۔ اگر چہ مرزا صاحب کی حقیقت بالکل کھل چکی ہے مگر عاجز کو چونکہ تحقیق حق اور اظہار باطل منظور ہے اسلئے بہ نظر اتمام حجت آپ کو بحث کے لئے بلاتا ہوں۔ جب ہر طرح کی حجت تمام ہو جائے گی تو آپ کے اعلام کا جواب اور آپ کے مصنوعی مسیح کے ازالہ کا ازالہ بفضلہ تعالیٰ تیار ہے وہ طبع کیا جائے گا۔ مگر بہتر ہے کہ آپ سے اول تصفیہ کرا لیا جائے۔

واللہ باللہ مجھ کو اظہار حق کے سوا کوئی اور خیال نہیں ہے مگر آپ اس طرف توجہ فرماتے ہی نہیں۔ ناحق مسلمانوں کا وہ وقت عزیز اور روپیہ اس ناکارہ جھگڑے میں صرف کراتے ہو، جو غیر قوموں کے رد میں صرف ہوتا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

خیر اللہ تعالیٰ کافی ہے اور مسلمانوں کا وہی حامی و والی ہے، جو چاہیں آپ طبع کریں اور جو چاہیں بنیں اور مرزا صاحب کو بنائیں۔ پہلے بھی بہت لوگ بہت کچھ بن چکے ہیں اور جو کچھ ان کا انجام ہوا اس سے آپ بھی بے خبر نہیں ہیں۔ مرزا صاحب نے وقت اور موقع اور مسلمانوں کی ابتری کا حال دیکھ کر یہ ڈھنگ سوچا اور یہ رنگ جمایا ہے۔ مگر اللہ

تعالی جو اسلام اور مسلمانوں کا حافظ و ناصر ہے وہ اب بھی ویسا ہی قدرت والا ہے جیسا ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ الآن کما کان۔ مگر حضرات آپ خوب سمجھ لو کہ اگر آپ نے اس بارہ میں مناظرہ ومباحثہ نہ کیا تو ضرور اللہ تعالی کی طرف سے اگر آپ اپنے خیال میں ٹھیک بھی کہتے ہو تو پوچھے جاؤ گے۔ یا حضرت لب بام کی حالت ہے۔ اللہ تعالی سے ڈرو، سفر آخرت نزدیک ہے، اگر حق جان کر اس کو چھپاؤ گے تو اب منتقم حقیقی کے اخذ شدید سے ہرگز نہ بچو گے۔

بھلا یہ کیسی ایمان داری ہے کہ مصنوعی طور پر مشتہر کر دیا اور اپنے ہم طریق لوگوں کو خبریں پہنچا دیں کہ مولوی محمد حسین مناظرہ نہ کر سکے، مولوی سلامت اللہ کو میں نے ساکت کر دیا، مولوی محمد بشیر کسی قدر میرے ہم خیال ہو گئے ہیں۔ میں نے تمام امصار و دیار کے علماء کو اشتہار دیا، کوئی مقابل نہ آیا۔ حضرت! حیا شعبہ ایمان ہے۔ اگر دیانت و راست بازی کا کچھ خیال ہوتا تو ایسے فرضی ومصنوعی دعوے آپ لوگ مطبوع ومشہور نہ کرتے اور اگر کئے بھی تھے تو ضرور مناظرہ کے لئے تیار ہو جاتے، اور اظہار حق میں کوئی عذر وحیلہ نہ کرتے۔ پہلے صفائی اور راست بازی سے مناظرہ و بحث کر لیتے۔ اگر کامیاب ہو جاتے تو شہرت دیتے۔

حضرت احسن المناظرین صاحب! یہ عاجز اس قدر سفر کی دقت اٹھا کر صرف اسی غرض سے آیا ہے اور آپ کے مکان پر بھی حاضر ہوا اور آپ کے مرزا صاحب اور دیگر آپ کے ہم طریق لوگوں کی گالیوں اور لعن طعن کی برداشت کر کے محض آپ سے بحث کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہوا ہے۔ اور جب آپ سے حجت تمام کر چکے گا تو پنجاب میں آپ کے ہم مشرب جناب حکیم نورالدین صاحب کی خدمت میں جائے گا۔ اگر انکا حال بھی ایسا ہی ہو گا جیسا کہ آپ کا اور مرزا صاحب کا ہے، تو پھر انشاء اللہ تعالی آپ کے رسائل کے رد کا طبع کرنا شروع کریگا۔

اے حضرات اگر آپ لوگ حق پر ہیں اور آپ کو اس بات کا واقعی طور پر یقین ہے کہ درحقیقت آپ کے مرزا صاحب مسیح موعود ہیں اور آپ لوگوں کا دعوی قرآن مجید کی آیات صریحہ قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے منطوق سے متحقق اور ثابت شدہ امر ہے تو پھر ایسے رکیک عذر اور بہانے کر کے مناظرہ سے گریز کرنا کیسی بزدلی کی

بات ہے۔ بسم اللہ آیئے اور اپنا وہ عجیب ثبوت دکھلایئے۔

اگر آپ اس صورت میں کہ میں آپ کے مصنوعی مسیح اور ان کے حواریوں یا بقول مرزا ان کے فرشتوں کو نوٹس دے کر ایک عالم میں مشتہر کر چکا ہوں جس سے اچھی طرح یہ بات اشاعت پا چکی ہے کہ درحقیقت آپ کے مرزا صاحب کا دعوی قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اور جو شخص مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے وہ بالکل مفتری علی اللہ والرسول ہے، میدان میں آکر مصنوعی مسیح کا کچھ ثبوت نہیں دیں گے، تو پھر آپ کس مرض کی دوا ہیں؟ اور اپنا خطاب احسن المناظرین کیوں رکھا ہے۔ حضرت بحث کرنے کے لئے تشریف لایئے کہ میں بحث کے لئے تیار بیٹھا ہوں۔ آپ کیوں باوجود احسن المناظرین ہونے کے بحث کرنے سے کنارہ کرتے ہیں اور حق الامر کو چھپاتے ہیں اور حق کو اس کے ظہور سے روکتے ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ حق کھل جائے۔ آپ لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ آپ یصدّون عن سبیل اللّٰہ کے مصداق نہ ہو جائیں کیونکہ جس حالت میں آپ کے مقابل آنے سے حق کھلتا ہے اور آپ مائیوں کوٹھڑی میں چھپے بیٹھے ہیں تو پھر یصدّون عن سبیل اللّٰہ کے مصداق ہوئے یا کچھ اور ہوئے، بتایئے۔ آپ اللہ تعالی سے ڈریں اور بحث کے لئے میدان میں آکر یہ کوشش کریں کہ حق کھل جائے اور گریز وفرار اختیار نہ کریں اور یصدّون عن سبیل اللّٰہ کے مصداق نہ بنیں اور میں تو اے حضرات اس عظیم الشان بحث کے لئے ہر وقت حاضر ہوں اور ہرگز آپ لوگوں کی طرح تخلف نہ کرونگا۔ لعنۃ اللّٰہ علی من تخلّف و صدّد عن سبیل اللہ۔

اب میں پھر آپ کو اور آپ کے مصنوعی مسیح یا نبی کو یا جو کچھ وہ بنے ہیں اور آپ کے تمام ہم مذہب اور ہم مشرب لوگوں کو بحث کیلئے بلاتا ہوں ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ و ادعوا شھداء کم من دون اللّٰہ ان کنتم صا دقین۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتّقوا... کا ڈنکا بجاتا ہوں۔ آپ جب تیار ہوں میں حاضر ہوں۔ دہلی، لاہور، بمبئی، کلکتہ، جہاں بلاؤ، آجاؤں۔

آپ لوگ یقیناً یاد رکھیں کہ یہ آپ کا غلط اور سراسر غلط اور واقعی غلط خیال ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود یا کسی درجہ کے نبی ہیں۔ جس دن آپ یا آپ میں سے کوئی بحث

کیلئے میرے سامنے آئے گا، اس دن انشاء اللہ تعالی آپ کے خیالات سب مبدل ہو جائیں گے اور سخت افسوس و ندامت کے ساتھ آپ کو اپنے اس خیال سے رجوع کرنا پڑے گا، سامنے آنے کے بعد آپ پر اپنے وہم کی حقیقت کھل جائے گی اور پھر آپ کو اپنا یہ خیال اور وہم سخت مذموم اور باعث رسوائی معلوم ہوگا۔ آپ کو شرم کرنی چاہیے کہ احسن المناظرین ہونے کا دعوی اور مناظرہ سے اس قدر اور اس درجہ گریز اور فرار۔ لا حول ولا قوة الّا باللّٰه العلیّ العظیم۔

اگر آپ کو اور آپ کے مرزا صاحب کو کچھ شرم ہے تو اب بلا توقف بحث کے لئے میدان میں آجایئے، تا سیہ روشود ہر کہ دروغش باشد۔

اگر آپ بحث کرنے کے لئے نہ آئے اور کوٹھڑی میں چھپے مائیوں بیٹھے رہے، تو یاد رکھو کہ تمام ہندوستان و پنجاب میں بدنامی کے ساتھ آپ مشہور ہو جائیں گے اور آپ کے مرزا صاحب کی مسیحائی اور آپ کی احسن المناظرین ہونے کی تمام رونق جاتی رہے گی۔ میں متعجب ہوں کہ آپ کیسے احسن المناظرین ہیں اور آپ کے مرزا صاحب کیسے مسیح بنے ہیں جن کو شرم نہیں۔ قرائن سے اس بات یقین ہوتا ہے کہ آپ ہی نے مرزا صاحب کو اس غلط وہم میں دلیر کر دیا ہے اور پھر آپ ہی پیچھے ہٹے جاتے ہو۔

اور آپ پر واضح رہے کہ کسی قدر درشت الفاظ جو اس خط میں تحریر ہوئے ہیں یہ اندکے از بسیار آپ کے مرزا صاحب کے الہامی الفاظ کا چربہ ہے اور جو جو گندے اور درشت الفاظ مرزا صاحب نے استعمال کئے ہیں وہ تو پورے پورے نہ میری زبان سے نکل سکیں گے نہ قلم سے، کیونکہ سفہاء کی طرح سبّ وشتم میری فطرت کے مخالف ہے۔ یہ شیوہ تو آپ کے مرزا صاحب اور ان کے معتقدوں ہی کے لئے موزوں ہے۔ میں اللہ تعالی کے فضل عمیم اور رحمت وسیع سے جوش نفسی سے محفوظ ہوں اور اس کی تصدیق میرے وہ مناظرے ہیں جو دہلی، لاہور، بمبئی، مدراس، لکھنؤ وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں ہوئے ہیں اور بفضلہ تعالی میرے پاس اس امر میں مخالفین کی شہادتیں موجود ہیں۔ اور اس تحریر میں بھی میرے ہر ایک لفظ کی صحت نیت پر بنا ہے۔ آپ کے جگانے کے لئے کسی قدر بلند آواز کی ضرورت پڑی ورنہ مجھے مرزا صاحب اور انکی امت کی گالیوں پر نظر نہیں۔ کلّ یعمل علی شاکلته

مجھے اسکا بھی اظہار کرنا ضرور ہے کہ اگر آپ کو مرزا صاحب کی درشت کلامی اور سخت زبانی اور گالیوں کی بوچھاڑ کا یقین نہ ہو، تو مرزا صاحب کا اشتہار ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ مطبع جو ہر ہند دہلی اور تقریر واجب الاعلان جلسہ بحث ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ مطبع افتخار دہلی کو ملاحظہ فرمالیں۔ بعد ملاحظہ آپ خود جان لیں گے کہ کس قدر مکروہ اور قابل نفرت الفاظ کا مرزا صاحب نے استعمال کیا ہے۔ اور یہ بھی روشن ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کا یہ الہام بھی ان کے بھائی کی طرح لال بیگی الہام ہے۔

اعوذ بربّ النّاس۔ ملک النّاس۔ اله النّاس۔ من شرّ الوسواس الخنّاس۔ الّذی یوسوس فی صدور النّاس من الجنّة والنّاس۔ ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنامن لّدنک رحمةً انک انت الوهاب

(مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں کہ امام الدین، نظام الدین اور کمال الدین، مرزا غلام احمد صاحب کے حقیقی چچا غلام محی الدین کے لڑکے تھے اور ان کی سگی بہن جو ہماری تائی ہیں ہمارے تایا غلام قادر کے عقد میں آئی تھیں۔ مگر باوجود ایسی قریبی رشتہ داری کے مرزا صاحب سے ان کو سخت مخالفت تھی...مرزا امام الدین جو سرگروہ مخالفت تھا اسلام سے ٹھٹھا کیا کرتا تھا۔ سیرۃ المھدی۔ ج اص ۱۳۱۔

بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ایک دن میں نے سنا کہ مرزا امام دین اپنے مکان میں کسی کو مخاطب کر کے بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ بھئی (یعنی بھائی) لوگ (مرزا غلام احمد کی طرف اشارہ تھا) دوکانیں چلا کر نفع اٹھا رہے ہیں، ہم بھی کوئی دوکان چلاتے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اصل اور بڑا مخالف مرزا امام دین ہی تھا...مرزا امام دین کی لڑکی مرزا سلطان احمد کے عقد میں ہے۔ سیرۃ المھدی۔ ج اص ۳۲۔

بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں مرزا صاحب تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا۔ پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ مرزا صاحب اس شرم سے گھر واپس نہیں آئے اور چونکہ تمہارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں اس لئے سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے۔ سیرۃ المھدی جلد اول ص ۴۳۔

نیز مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں: والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ مرزا صاحب کو مائی صاحب جان زوجہ مرزا غلام حیدر نے دودھ پلایا تھا، مرزا غلام حیدر، مرزا غلام احمد کے حقیقی چچا تھے مگر جب مرزا نظام الدین اوران کے بھائی مرزا صاحب کے مخالف ہو گئے تو مائی صاحب جان بھی مخالف ہوگئی تھیں۔ اور والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ اس زمانہ میں وہ اس قدر مخالف تھیں کہ مجھے دیکھ کر چھپ جایا کرتی تھیں اور سامنے نہیں آتی تھیں۔ نیز مجھ سے والدہ عزیزم رشید احمد نے بیان کیا کہ مرزا صاحب کو ماں کے سوا دوسرے کا دودھ پلانے کی اس لئے ضرورت پیش آئی تھی کہ آپ جوڑا پیدا ہوئے تھے اور چونکہ آپ کی والدہ کا دودھ دونوں بچوں کیلئے مکتفی نہیں ہوتا تھا اسلئے مائی صاحب جان نے دودھ پلانا شروع کیا (سیرۃ المہدی ص ۱۸۶ جلد ۳)

سراج الحق نعمانی قادیانی نے لکھا ہے:

مرزا امام دین بیگ ساکن قادیان نے بھنگیوں خاکروبوں کا پیشوا ہونے کا دعوی کیا تھا لیکن تھا دہریہ۔ اس کا سارا جلسہ ساری کاروائی شروع سے عین موت کے وقت تک میں نے بھی دیکھی ہے اور میری اس سے ملاقات تھی۔ خدا کو نہیں مانتا تھا، رسول کا تو کیا ذکر ہے۔ شروع بات یہ ہوئی کہ جب حضرت مرزا کا دعوی مجددیت کا اعلان ہوا اور لوگ دور دور سے آنے لگے تو اس کے بھی جی میں آئی کہ ہم بھی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائیں۔ جیسے کہ حضرت اقدس مشہور ومعروف ہوگئے ہم بھی ہو جاویں گویا خدائی میں اندھیر سمجھا کہ اندھا راجہ پھوٹی نگری۔ پس اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اور سوچا کہ ہندو مسلمان عیسائی تو اہل علم ہیں، عقل مند ہیں۔ رہے چمار سو وہ بھی ہندوؤں میں شامل ہیں ایک قوم خاکروبوں کی ہے شائد ان میں پڑی جم جائے۔ بس اس نے جھٹ پٹ ایک اشتہار دے دیا جس میں اپنے آپ کو لال گرو کا پیرو بتایا خاکروب بے چارے بے عقل تو تھے ہی وہ معتقد ہوگئے اور نذر نیز آنے لگی (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ مرزا کا دعوی مسیحیت مہدویت اس کے بعد ہوا ہے۔ اور امام دین کا دعوی اس دور کی بات ہے جب مرزا کا دعوی صرف مجددیت کا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب امام دین کو اپنے دعوی سے آمدنی ہونے لگی تو مرزا نے بھی ترقی کر کے مہدی اور مسیح ہونے کا دعوی کیا۔ بہاء) ان کو دس احکام کی تعلیم دی جو توریت میں حضرت موسی کو ملے تھے۔ اس وقت کھلم کھلا دہریہ نہیں تھا کہ بلکہ وجودی تھا ایک درویش ضعیف العمر جس کو میں نے دیکھا ہے وہ سخت وجودی تھا اور ایک پستہ قد چگی ڈاڑھی پتلا دبلا بے علم تھا اس کی صحبت اس نے اختیار کی۔

رفتہ رفتہ دہریہ ہوگیا۔ چنانچہ اس کے آخری رسالوں سے ثابت ہے ۔ایک روز مولوی امام علی اکسٹرا اسسٹنٹ نے ایک خاکروب سے دریافت کیا کہ تم خاکروب ہو، خاکروبوں میں سے تمہارا پیشوا ہونا چاہیے تھا۔ اس نے کہا جی پہلے بھی لال بیگ مغل تھا اور اب مغل ہونا چاہیے جو یہ امام بیگ ہے۔ یہ تو مغلوں کا ہی حق ہے۔ جب خاکروب زیادہ آنے لگے، مردار خوری ان سے چھڑانی چاہی۔ چند شخصوں نے چندروز کے لئے چھوڑ دی تھی ۔ جب کام نہ چلا تو پھر کھانے لگے۔ پھر اس نے گول چبوترہ بنایا وہ مسجد لال بیگیاں قرار پائی اور یہ حکم دیا کہ دووقت عبادت کے طلوع وغروب آفتاب ہیں۔ بس دوبارا نہی وقتوں میں نماز پڑھنی چاہیے۔ اس گول چبوترہ کے بیچ میں ایک جھاڑ ونصب کیا اسکے پاس امام کھڑا ہوتا تھا اور چاروں طرف گول حلقہ باندھ کر مقتدی کھڑے ہوتے تھے۔ امام کا منہ جانب شرق ہوتا اور امام کا نام ناقوس رکھا۔ پس وہ ناقوس پہلے زور سے کہتا کہ یا ھو یا من ھو۔ پھر سب مقتدی اس لفظ کو کہتے ۔ پھر وہ ناقوس جانب شمال منہ کرتا اور کہتا : چاروں طرف دسیندا ڈھول مہیندا۔ یعنی چاروں طرف دکھائی دیتا ہے معشوق ہمارا۔ ڈھول دولہ کا بگاڑا ہوا لفظ پنجابی ہے۔ پھر مغرب کی طرف منہ کر کے کہتا، وہ پنجابی جملہ میرے یاد نہیں رہا۔ پھر دکن کی طرف منہ کر کے کوئی ادا کرتا۔ بس یہ نماز تھی ۔اسلام سے سخت نفرت دلاتا تھا۔ کئی شہروں گاؤں میں دورہ کرتا تھا۔ بہت خاکروب جمع ہوتے ۔ایک دفعہ میں فیروز پور میں تھا اور یہ امام دین بیگ بھی وہاں بھنگیوں کے مجمع میں بیٹھا ہوا تھا پھر اس کی سواری چلی ۔آگے آگے ڈھول تاشے بجتے تھے۔ لیکن اپنا پکوا کر کھاتا۔ صرف ان سے نقد لے لیتا۔ مجھے دیکھ لیا کہنے لگا : او پیرا قادیان چلا ایں، مرزا غلام احمد کول ۔ میں نے کہا کہ میں ابھی تو آیا ہوں ۔ایک مہینہ کے بعد جاؤنگا۔ تذکرۃ المہدی ۔ص ۲۰۲۔۲۰۴)

اللہ تعالی آپ لوگوں کو بھی توبہ کی ہدایت نصیب کرے اور اپنے رسول کے خلاف سے بچائے۔ واللہ باللہ مجھے مرزا صاحب کے حال پر افسوس اور بہت افسوس ہے

ورنہ مرزا آدمی تھے کام کے　　وہم باطل نے نکما کر دیا

چونکہ آپ کو نظم سے ایک تعلق ہے اس لئے آپ کے ایک بھائی کا تحفہ آپ کے مذاق کے موافق اس وقت بعد تھوڑی اصلاح کے پیش کرتا ہوں گر قبول افتد

مرزا صاحب کج ادائی آپ کی　　اور یوں بے اعتنائی آپ کی

خلق کو دھوکہ میں ڈالا سر بسر　　واہ! طرز رہنمائی آپ کی

افتراء پر افتراء کرتے رہے　　بڑھ گئی ہرزہ سرائی آپ کی
سینہ صافوں کو مکدر کر دیا　　ہو چکی حق سے صفائی آپ کی
ہو سکے کب ابن مریم کے مثیل　　دیکھ لی ہم نے بڑائی آپ کی
آیتِ قرآن نہ لائے تم دلیل　　کھل گئی بس بے نوائی آپ کی
لاؤ گے جب تک نہ آیت یا حدیث　　کس طرح ہو گی رہائی آپ کی
کر کے تاویلیں لکھو گے گر جواب　　خوب ہو گی جگ ہنسائی آپ کی
بحث میں بنتے ہو مغلوب الغضب　　بحث ہے گویا لڑائی آپ کی
یوں الجھنا میرجی اچھا نہیں　　کیا کرے گی ہاتھا پائی آپ کی
آپ سے ظاہر ہوا بغض و فساد　　کوئی کیا مانے گواہی آپ کی
حامیء دیں شیخِ کل کے سامنے　　حق نے یوں عزت گھٹائی آپ کی
دلی والوں کے نہ آگے چل سکی　　عیسویت اور خدائی آپ کی

و السّلام علی من اتّبع الھدی

فہرست کا غذات جو اس خط کے ساتھ خدمت عالی میں مرسل ہیں، مطبوعہ مطبع انصاری دہلی: اجواب اشتہار ۔۲ ۔ اکتوبر؛ اعلام عام اہل اسلام؛ اشتہار صدق آثار ؛اشتہار ۱۲ ۔ اکتوبر ۱۸۹۱؛ کیفیت مناظرہ ۲۰ ۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء؛ مسیح موعود دہلوی کا تیسرا اشتہار؛ نوٹس اتمام حجت؛ اعلام من جانب جمیع اہل اسلام؛ اطلاع برائے اہل اسلام؛ اعلان مجدد علی خان صاحب؛ اشتہار مولوی عبد المجید؛ اشتہار قربان علیخان لکھنوی

اگر مہربانی کر کے اپنے اعلام کے تینوں حصے بھیج دیں بقیمت یا بے قیمت، تو بعید از عنایت نہ ہو گا۔　　آپ کا خادم عبد المجید عفی عنہ ۵ جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

از احقر الزمن ۔ بخدمت فیض درجت مکرم بندہ محمد سردار حسین خان السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آنکہ جس قدر اشتہارات جناب والا نے سوائے خط قلمی اس احقر کو عطا فرمائے ہیں وہ سب اس خاکسار کے پاس موجود ہیں مگر بہ تعمیل حکم ان کو لے کر رسید پیش کرتا ہوں ۔ مورخہ ہفتم جمادی الثانی ۱۳۰۹ء ۔ محمد احسن مہتمم مصارف

☆ امروہی مکتوب پر تبصرہ

خط نمبر۴ (جواب الجواب خط نمبر۲)

مولانا عبدالمجید کے خط کے جواب میں جناب امروہی کا خط آیا تو مولانا نے لکھا:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

ایک مدت سے جس کا انتظار دل کو تڑپا رہا تھا اور بے اختیار زبان پر یہ آرہا تھا:

دل تڑپتا ہے صبح وشام پڑا　　　　یا الٰہی یہ کس سے کام پڑا

شکر اور صد ہزار شکر کہ وہ تمنا بر آئی۔ شاہد مقصود نے صورت دکھائی۔ اعنی جناب مولوی محمد احسن کا وہ مضمون جو موصوف نے اس عاجز مسافر کے جواب میں لکھا ہے سردار حسین خان کپتان ملکی کی معرفت احقر تک آیا۔ آنکھوں سے لگایا... میں مشکور ہوں کہ مولوی صاحب نے اس جواب سے خاکسار کی عزت بڑھادی، مگر ساتھ ہی نامہ بر نے یہ افسوس ناک خبر سنادی کہ جناب موصوف مجھ سے ملنا نہیں چاہتے۔ گو میں نے بہت سمجھایا مگر وہ کسی طرح ڈھب پر نہیں آتے۔ مناظرہ کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس عاجز نے اس سفر کا بار اسی لئے اٹھایا تھا اور یہاں تک آیا تھا مگر مولوی صاحب کو رحم نہ آیا۔ خیر یا قسمت یا نصیب۔

نہ صرف نامہ بر ہی نے یہ پیغام سنایا بلکہ مولویصاحب کے تمام مضمون کا حاصل ہی یہ ہی ہے۔ کیوں جناب مولوی صاحب! باوجود دعوت کوئی کسی کو یوں صاف جواب دیتا ہے۔ کیا یہ اس عاجز مسافر پر صریح ظلم نہیں ہے..

ہر چند کہ مجھے اس کے جواب دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں نے تو احسن المناظرین صاحب کو مناظرہ کے لئے طلب کیا تھا جس کے وہ داعی تھے، انہوں نے اس سے صاف انکار کیا۔ دوسری بات قابل جواب یہ تھی کہ وہ اپنے مصنوعی مسیح کے مسیح موعود ہونے کا کچھ ثبوت دیتے، یہ بھی نہ کرسکے۔ تیسری بات یہ تھی کہ وہ ہر طبقہ میں دس دس، بیس بیس نہیں تو دو دو، چار چار تو ایسے مسلمان بتا اور گنوا دیتے جن کے خیالات اور اعتقادات ایسے ہی ہوتے جو مرزا صاحب اور ان کے اتباع کے ہیں۔ مگر ان باتوں کا جواب مولوی صاحب دے ہی نہیں سکتے، دیتے کیا ان کے پاس جواب کے سوا جواب ہی کیا ہے...

اب رہی جناب احسن المناظرین کی بے جا تعلّی اور لاف زنی، اس سے مجھے کیا؟.. مجھ

سے چند احباب نے ذکر کیا کہ مولوی صاحب نے اس مضمون کو طبع کروایا ہے یا کروانا چاہتے ہیں اس لئے ناظرین کو جواب کا انتظار ہوگا بپاس خاطر انتظار ناظرین جواب الجواب لکھے دیتا ہوں۔ مگر اس سے پہلے مجھے ناظرین کی خدمت میں اتنا عرض کر دینا ضرور ہے کہ مجھ سے مولوی صاحب کے ایک دوست نے فرمایا کہ مولوی محمد احسن امروہی بے مثل فاضل جامع جمیع علوم عقلیہ ونقلیہ ہیں۔ احسن المناظرین ان کا خطاب ہے۔ مولانا مولوی محمد بشیر کے مقابل انہوں نے اپنے کس قدر علوم کا اظہار وافتخار کیا ہے۔ ایسا لائق و فائق بے عدیل و بے نظیر فاضل تجھ جیسے بے علم آدمی سے خطاب کرے، یہ کب ہوسکتا ہے۔

جواب: یہ فخر وتعلّٰی عنداللہ وعندالرسول ناپسند ہے۔ انّ اللّٰہ لا یحبّ کلّ مختالٍ فخور۔

اور اہل علم وعقل کے نزدیک مذموم اور مولوی صاحب فرضی مسیحوں میں بے مثل ہیں نہ تمام اہل اسلام میں، اور ان کا خطاب بھی شائد خود ساختہ ہے، کسی نے آپ کو یہ خطاب نہیں دیا اپنے منہ آپ میاں مٹھو کی مثل صادق ہے اور عاجز تو سائل ہے و امّا السّائل فلا تنھر حکم خالق ہے، اور مخاطب تو مولوی صاحب عاجز کو اپنا بنا چکے ہیں مثل مشہور ہے ساتھ کھا کے ذات پوچھنا فعل عبث ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ عاجز کو جناب مولوی صاحب کا سا علم نہیں ہے، مگر مولوی صاحب کو بھی مولانا محمد بشیر کی ہم سری کا دعوی خیال غلط ہے۔ اس لئے کہ مدتوں مولانا موصوف سے استفادہ کرتے رہے ہیں جس سے اگر سچ بولیں تو انکار نہیں کر سکتے۔ پس جن سے برسوں استفادہ کیا ہو آج اس کے مقابل ہم سری کیسی، بلکہ تمردی کرنا کہ مجھ سے مولانا صاحب مناظرہ کی درخواست کرتے ہیں، یہ کیسی شرم کی بات ہے۔ سچ فرمایا سعدی نے

کس نیاموخت علم تیراز من — کہ مراعاقبت نشانہ نکرد

اور احسن المناظرین کی لیاقت کا حال تو بطور نمونہ یہ ہیچمدان ظاہر کئے دیتا ہے کچھ مولانا صاحب کو تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں

گو کہ ہم صفحہ ہستی پہ ایک حرف غلط — لیک اٹھے بھی تو ایک نقش بٹھا کے اٹھے

امروہی علم وفضل کے چند نمونے

از رسالہ الحق جلد اول ۔ پنجاب پریس سیالکوٹ

ہر چند جناب امروہی صاحب کی تحریر اس درجہ لیاقت سے بھری ہوئی ہے کہ اگر قرآن مجید کی کوئی آیت بھی آپ نے نقل کی ہے تو خوبی قسمت سے سہو کاتب اس میں بھی ہو گیا ہے اور دوسری عبارتوں کا تو کیا ذکر، اور فہم معانی اور مطالب میں ماشاء اللہ جو خدام والا کے ذہن کو رسائی ہے اس کا حال تو بطریق مشتے نمونہ از خروارے واندکے از بسیارے ملاحظہ ہی فرما لیجئے۔۔

۱۔ اصول فقہ میں امروہی لیاقت

(الحق مذکور کے) صفحہ ۱۰۶ میں آپ نہایت فخر اور بے حد تعلّی کے ساتھ فرماتے ہیں کہ مولوی (محمد بشیر) صاحب نے اس علم کی طرف بالکل توجہ نہیں فرمائی۔ اگر چہ احقر کا منصب مدعی کا نہیں ہے لیکن اس غرض سے کہ مولوی صاحب اس طرف توجہ فرمائیں کچھ عرض کرتا ہوں کہ وفات عیسی ابن مریم آیت انّی متوفّیک سے حسب روایت صحیح بخاری ابن عباس اعنّی ممیتک کے بطور عبارت النص کے ثابت ہے۔ پھر صفحہ ۱۰۷ میں فرماتے ہیں کہ آیت انّی متوفّیک حسب روایت صحیح بخاری کی وفات عیسی ابن مریم میں محکم ہے۔ انتہی

اس سے جناب احسن المناظرین کی لیاقت اور فن اصول فقہ میں یہ کمال ظاہر ہوا کہ آپ نے اس جگہ نص اور محکم کو جمع کر دیا ہے۔ حالانکہ علم اصول فقہ میں یہ دونوں قسمیں جدا جدا اور متباین ہیں، دیکھو مسلّم الثبوت:

النظر ان ظهر معناه فان لم یسق له وهو الظاهر و ان سیق له فان احتمل التخصیص والتاویل فهو النّص و یقال ایضاً لکل سمعيٍ فان لم یحتمل فان احتمل النّسخ فهو المفسّر فهو مما لا شبه فیه و لهذا یحرم التفسیر بالرأی دون التاویل و یقال ایضاً لکلّ مبیّنٍ بقطعي و لمبیّن بظنی ماوّل وما لا یحتمل النّسخ فهو المحکم۔

۲۔ اصول فقہ میں امروہی لیاقت

(الحق مذکور کے) صفحہ ۱۰۶ میں نہایت زور کے ساتھ آپ کی تحریر ہے کہ آیت

و ان مّن اھل الکتاب ...کی دلالت اگر حیات مسیح بن مریم پر تسلیم کی جاوے تو یہ دلالت بطور اشارۃ النص کے ہے۔

اور صفحہ ۱۰۷ میں آپ لکھتے ہیں:

اور بفرض تسلیم قبل موتہ حیات پر دلالت بھی کرے تو یہ دلالت واضح نہیں ہے کیونکہ اس میں ضمائر وغیرہ ذوالوجوہ ہیں اور روایتاً و درایتاً مفسرین کا ان میں بہت سے کچھ اختلاف ہے اور اس کو متشابہ کہتے ہیں ۔انتہی

واہ جناب احسن المناظرین صاحب یہ تو اصول فقہ میں خدام والا کی عجیب لیاقت اور نیا کمال ظاہر ہوا کہ اشارۃ النص اور متشابہ کو آپ نے جمع کر دیا حالانکہ اتباع اشارۃ النص کا حرام نہیں اور متشابہ کا اتباع مطلقاً حرام ہے لقولہ تعالی:

فامّا الّذ ین فی قلوبھم زیغ فیتّبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ۔

اور اس لیاقت پر یہ افتخار کہ جناب تحریر فرماتے ہیں کہ:

اگر دیگر قواعد علم اصول کی طرف رجوع کی جائے تو مباحثہ چار پانچ سطروں میں ختم ہوسکتا ہے

اے جناب ہو کیا سکتا ہے،حضور کی طرف سے تو خاتمہ ہو گیا بلکہ ساتھ ہی ساتھ خدام والا کی لیاقت ہی ختم ہوگئی ۔

۳۔ فہم عالی کا تیسرا نمونہ

آپ کے نزدیک جب آیت و ان مّن اھل الکتاب ...حیات مسیح پر دلالت کرنے میں متشابہ ہے تو نہ صرف مولانا محمد بشیر صاحب بلکہ وہ سب اکابر جنہوں نے اس آیت سے حیات عیسی سمجھی ہے، جیسے ابو ہریرہؓ، و ابن عباسؓ، و ابو مالک، و حسن بصریؒ ، و قتادہؒ ، وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور ابن جریر و ابن کثیر وغیرھم یہ سب متشابہ کا اتباع کرنے والے ہوئے ،اور معاذ اللہ سب

آپ کے نزدیک مرتکب حرام ٹھہرے کیونکہ اتباع متشابہ کا بنص قطعی حرام ہے۔ لا حول ولا قوّۃ الّا باللّٰہ۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم

نہ وے آتش پئے یک شیر ظالم نیستانے را　　　غرض دل بود بے جا سوختے ہر استخوانے را

اور جوش تعلّی میں جناب محمد احسن یہ بھی بھول گئے کہ ان کے مصنوعی مسیح نے بھی وفات عیسیٰؑ پر اس آیت سے استدلال کیا ہے، تو وہ ضرور ہی مرتکب حرام کے ٹھہر گئے، اس لئے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ان کا مسلّم ہے۔ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

۴۔　منطق میں امروہی لیاقت

صفحہ ۱۰۳ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

اجتماع الضدین یا ارتفاع الضدین تو محالات سے ہے۔ انتہی

(واضح ہو کہ مطبوعہ میں لفظ ارتفاع الضدین کا سہو کاتب سے رہ گیا ہے مگر مولوی صاحب کے دستخطی خط میں موجود ہے اور وہ خط مولانا صاحب کے پاس ہے اور عبارت مطبوعہ بھی کہہ رہی ہے)۔

اس سے علم منطق میں آپ کی لیاقت کا اندازہ اور کمال کا اظہار ہو گیا۔ اس لئے کہ اجتماع الضدین تو سب کے نزدیک محال ہے مگر ارتفاع الضدین کسی کے نزدیک محال نہیں۔ دیکھو سواد و بیاض دونوں ضدین ہیں مگر ارتفاع ان کا ممکن ہے اس طرح پر کہ سواد ہو نہ بیاض، بلکہ مثلاً حمرت ہو۔ البتہ ارتفاع النقیضین محال ہے۔ لیکن ارتفاع النقیضین اور ارتفاع الضدین میں فرق بیّن ہے۔ دونوں کو متحد ماننا آپ کے کمال تبحر کی دلیل ہے۔

۵۔　پانچواں نمونہ

صفحہ ۱۰۷ میں آپ فرماتے ہیں کہ

مولوی صاحب نے اس مباحثہ میں علم منطق سے بھی کام نہیں لیا۔ ورنہ شکل اول کے انتاج سے ایک دو سطر میں فیصلہ ہو جاتا۔ مگر یاد رہے کہ میں مدعی نہیں ہوں۔ بطور نمونہ کے اس کی تقریر یہ ہے:

عیسی بن مریم کان نبیّا من النّاس و مات النّاس حتّی الانبیاء یعنی کلّھم ماتوا فعیسی ابن مریم ایضاً مات۔

مقدمہ صغریٰ تو مسلّم ہی ہے اور مقدمہ کبریٰ ایسا مشہور ہے کہ اطفال مکتب لفظ حتی کی

مثال میں پڑھا کرتے ہیں۔

اس سے اور کوئی فیصلہ ہو یا نہ ہو مگر آپ کی لیاقت کا تو فیصلہ ہو گیا۔ اور آپ کا کمال منطق خوب معلوم ہو گیا کیونکہ صغری کبری پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ شکل اول کے انتاج کی شرط کلیہ کبری سے ہے اور و مات الناس کلّھم عموماً کسی زمانہ میں اور خصوصاً حضرت عیسیٰؑ کے وقت سے اب تک کبھی صادق نہیں آیا کیونکہ حاصل اس کا یہ ہے: کلّ انسا ن قد ما ت فی الزّ ما ن الما ضی۔ اور یہ قضیہ کاذب ہے اور اجتماع النقیضین بالبداہت باطل۔ ہاں یہ کلیہ نفخ صور کے بعد جب سب انسان مر جائیں گے البتہ صادق آ جائے گا۔

۶۔ علم بلاغت میں امروہی لیاقت

صفحہ ۱۰۸ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس علم کی طرف بھی مولوی صاحب نے رخ تک نہیں کیا ورنہ بہت آسانی سے فیصلہ ہو سکتا تھا۔ مطول اور اس کے حواشی میں لکھا ہے۔ بعد اس کے آپ نے مطول کی عبارات نقل کی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ مضارع سے کبھی دوام تجددی مراد ہوتا ہے اور دو مثالیں ان میں مذکور ہیں۔

اول: الزا ھد یشر ب و یطرب اور دوسری مثال اللّٰہ یستھزیء بھم و یمدّ ھم ۔
پھر آپ فرماتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب نے حسب مقتضائے مقامات قرآن مجید میں مستقبل کے معنی دوام تجددی کے مراد لئے تو کون سا محذور لازم آیا۔ انتہی۔

اسی سے احسن المناظرین کی کمال لیاقت علم بلاغت میں ثابت ہوگئی کہ آپ کو یہ بھی خیال نہیں آیا کہ ان دونوں مثالوں میں جو دوام تجددی مراد لیا گیا ہے ان میں نون ثقیلہ کہاں ہے، اور مرزا صاحب قرآن مجید میں جہاں دوام تجددی مراد لیتے ہیں وہاں نون ثقیلہ موجود ہے فقیاس احدھما علی الآخر قیاس مع الفارق ۔ علاوہ اس کے دوام تجددی کا مضارع کے لئے معنی حقیقی ہونا عبارات مذکورہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔ غایت ما فی الباب یہ ہے کہ یہ معنی مجازی ہوں جیسا کہ لفظ قد اس پر صاف دلالت کرتا ہے اور مجاز پر حمل جائز نہیں ہے جب تک کہ قرینہ صارفہ حقیقت سے پایا نہ جاوے۔ و من یّد عی فعلیہ البیا ن

۷۔ زبان اردو میں امروہی لیاقت

صفحہ۱۱۲ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

اردو میں لفظ، ابھی، کا جو خالص حال کے واسطے آتا ہے مولوی صاحب نے اس کو ترجمہ شاہ رفیع الدین میں یعنی، ابھی جلادیں گے ہم اس کو، خالص استقبال کے واسطے مقرر فرمایا ہے۔

جب اردو میں خدام والا کی لیاقت اس درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے تو فارسی اور عربی میں جو کچھ ارشاد ہو سب درست ہے۔ جناب من! آپ کو یہ خیال نہیں رہا کہ، گا، اور، گے، اردو میں استقبال کی علامت ہے۔ اگر کبرسنی کی وجہ سے خیال نہیں رہا تو مصدر فیوض میں بحث فعل مستقبل ملاحظہ فرمالیجیئے۔ رہا لفظ، ابھی، وہ حال اور استقبال قریب دونوں کے لئے آتا ہے یہاں چونکہ استقبال کی علامت موجود ہے اسلئے استقبال کے واسطے معین ہوا۔

۸۔ علم نحو میں امروہی لیاقت

صفحہ۱۱۴ میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

اگر فقہ حدیث کی طرف مولوی (محمد بشیر) صاحب توجہ فرماتے تو فیصلہ اس مباحثہ کا بہت آسان تھا۔ بیان اسکا یہ ہے کہ صاحب صحیح مسلم نے روایتاً اور درایتاً اس امر کا فیصلہ کر دیا ہے و امامکم منکم جو صحیحین کی حدیث میں واقع ہے اس سے کوئی دوسرا امام سوائے ابن مریم کے مراد نہیں ہے بلکہ یہ جملہ تو بطور صفت کے اسی ابن مریم کا وصف واقع ہوا ہے۔

اس سے احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال علم نحو میں ثابت ہوتا ہے۔ نحو میر پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ موصوف اور صفت کے درمیان واؤ عاطفہ نہیں آتا ہے اور یہاں ابن مریم اور امامکم منکم کے درمیان واؤ عاطفہ موجود ہے۔ شائد جناب کو شرح جامی کی اس عبارت سے دھوکہ ہوا جہاں قیل کے لفظ سے لکھا ہے کہ واؤ کا آنا درمیان صفت اور موصوف کے زمخشری نے تجویز کیا ہے۔ اگر واقعی آپ کی اس غلطی کا یہی سبب ہے تو آپ جس وقت اس بات کو پیش کریں گے اس کا جواب بھی انشاء اللہ اس وقت سن لیں گے، اور اگر و اما مکم منکم کے جملہ کو صفت ابن مریم کی قرار دیں تو اس پر علاوہ اعتراض مذکور ایک یہ بھی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابن مریم معرفہ ہے اور جملہ حکم میں نکرہ کے ہوتا ہے۔ پس مطابقت درمیان صفت و موصوف کے نہ پائی گئی۔

۹۔ علم قرأت میں امروہی لیاقت

صفحہ۱۱۰ میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

اس علم کی طرف مولوی صاحب نے بالکل توجہ نہیں فرمائی ورنہ چند سطور میں فیصلہ ہو جاتا۔ اگر تسلیم کیا جاوے کہ قرأت مندرجہ مصحف ابی بن کعب قرأۃ شاذہ ہے تو قرأت مشہورہ کے لئے اس کے مبین اور مفسر ہونے میں کیا کلام ہے۔ یہ مسئلہ بھی قراء وغیرہ کے نزدیک مسلّم ہے۔ اتقان وغیرہ میں لکھا ہے و قال ابو عبیدہ فی فضا ئل القرآن .. الخ۔

سبحان اللہ! احسن المناظرین صاحب کیا کہنے ہیں

چہ خوش گفت ست سعدی درزلیخا   الا یا ایھا الساقی ادرکاساً وناولھا

حضرت! اتقان میں قراء نے فضائل القرآن میں لکھا ہوگا مگر اتقان کوئی قرأت کی کتاب نہیں ہے، بلکہ علم تفسیر کی کتاب ہے۔ اور اس مسئلہ کو کہ قرأۃ شاذہ، قرأت مشہورہ کی مبین ومفسر ہوتی ہے، علم قرأت کا مسئلہ قرار دینا محل نظر ہے۔ ہاں اگر مسئلہ علم تفسیر یا اصول فقہ کہا جائے تو مستبعد نہیں مگر اس مسئلہ میں تو یہ بات عموماً غیر مسلّم ہے کہ ہر قرأت شاذہ مبین ومفسر ہو سکے کیونکہ اصول فقہ میں حکم قرأت شاذہ کا حکم خبر احاد کا ہے جن شروط سے خبر احاد مبین ومفسر ہو سکتے ہیں انہیں شروط سے قرأت شاذہ بھی مبین ومفسر ہو سکتی ہے اور یہاں ان سب شروط کا تحقق غیر مسلّم ہے اور ایک جماعت اہل تحقیق کی خلاف حنفیہ وغیرہ کے اس طرف گئی ہے کہ روایت شاذہ اگر بسند صحیح بھی ثابت ہو، تو بھی مبین ومفسر نہیں ہو سکتی ہے۔

۱۰۔ علم نحو وعلم تفسیر میں امروہی لیاقت

صفحہ۱۱۶ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

انہیں کتابوں میں لکھا ہے کہ

نون التّا کید لا یؤکد الّا مطلوباً و المطلوب لا یکون ما ضیاً ولا حالاً و لا خبراً مستقبلاً۔

اس سے ثابت ہوا کہ لیؤمننّ بہ قبل موتہ جملہ خبریہ نہیں ہے بلکہ جملہ قسمیہ انشائیہ ہے چنانچہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں و اللّٰہ کو پہلے لیؤمننّ کے مقدر مانا ہے اور جملہ انشائیہ ہی قرار دیا ہے اور جبکہ جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا تو پیش گوئی یعنی خبر مستقبل کیونکر ہو سکتا ہے۔ کجا جملہ خبریہ اور کجا جملہ انشائیہ۔ انتہی

اس سے آپ کا کمال اورلیاقت علم نحو اورعلم تفسیر میں ظاہر ہوگئی۔

اماّ علم نحو: پس بیان اس کا یہ ہے کہ اس فن کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ

نون التا کید لا یؤکد الا مطلوباً و المطلوب لا یکون ما ضیاً ولا حالاً ولا خبراً مستقبلاً

اس سے یہ غرض نہیں ہے کہ نو ن تا کید غیر مطلوب کیلئے نہیں آ تا صرف مطلوب کی تا کید کیلئے آ تا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وضع تو نو ن تا کید کی مطلوب کی تا کید کیلئے ہے، اور غیر مطلوب کی تا کید کیلئے بھی بسبب دیگر وجوہ کے آ جا تا ہے۔ تکملہ میں ہے

ای لا یوکد النّون الا مطلوباً کان وضعه لتاکید طلب حصول شیء امّا فی الخارج او فی الذّهن و المطلوب لا یکو ن ماضیاً ولا حالاً ولا خبراً مستقبلاً۔

اور یہ بھی تکملہ میں ہے:

و امّا فی دلالة القسم علی الطلب ففیه تامل لانّ الانسان قد یقسم علی ما یعلمه مما هو لیس مطلوبه کقول من اتی بکبیرة و الله لا عاقبن الا ان یقال الغا لب ان یقسم المتکلم علی ما هو مطلوبه او حمل بقیة البا ب علیه ۔

شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتا ہے:

والمستقبل الّذی هو خبر محض لا تلحق نون التّاکید بآخره الّا بعد ان یّدخل علی اوّل الفعل مایدلّ علی التّاکید کلام القسم وان لم یکن فیه معنی الطّلب لانّ الغالب انّ المتکلّم یقسم علی مطلوبه ۔

تمام کتب نحو میں غیر مطلوب کی تا کید کی تین صورتیں لکھی ہیں، عبارت کا فیہ کی یہ ہے :

و قلّت فی النفی و لزِ مت فی مثبت القسم و کثرت فی مثل اما تفعلنّ

و امّا علم التفسیر: پس بیان اس کا یہ ہے کہ اہل تفسیر نے جس جملہ کو انشا ئیہ کہا ہے اسکو مولانا صاحب پیش گوئی نہیں فرماتے ۔ اور جس کو مولا نا صاحب پیش گوئی فرماتے ہیں اس کو اہل تفسیر نے انشا ئیہ نہیں کہا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اہل تفسیر نے لیؤمننّ به قبل موته کو جو جملہ انشا ئیہ قرار دیا ہے، مراد اس سے و اللّه لیؤمننّ به قبل موته ہے ۔ اور پیشگو ئی صرف

لیؤمنن به قبل موته ہے جو جواب قسم ہے اور وہ جملہ خبریہ ہے اور قسم کا جواب جملہ خبریہ ہونا تمام کتب نحو سے ثابت ہے اور قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں بہت واقع ہوا ہے۔ جیسے لتد خلنّ المسجد الحرا م اور لیستخلفنّھم فی الارض وغیرہ۔

اور علاوہ اس کے یہ اعتراض اس تقدیر پر بھی وارد ہوسکتا ہے کہ ضمیر قبل موته کی طرف کتابی کے عائد کی جائے جیسا کہ مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں کیونکہ اس تقدیر پر بھی اہل تفسیر نے اس جملہ کو خبریہ انشائیہ ہی لکھا ہے۔

اور سب سے بڑی قباحت اس اعتراض سے یہ پیش آئی کہ شیخ چلی کی طرح جناب مرزا صاحب کا تو بنا بنایا گھر ہی بگڑ گیا۔ واہ احسن المناظرین صاحب آپ نے اچھی مرزا صاحب کی تائید کی۔ اس طرح آنکھیں بند کر کے منہ کھولا اور اعتراض کا گولہ اندھا دھند پھینکا کہ غریب مرزا کی تمام بنی بنائی عمارت اڑ گئی۔ حضرت آپ کو کچھ خبر بھی ہے یہ گولہ کہاں جا کے لگا۔ کیا ہوا، ذرا آنکھیں کھولئے ملاحظہ فرمایئے۔ جس قدر پیش گوئیاں قرآن مجید و احادیث شریف کی مؤکد بقسم ہیں ان سب ہی پر آپ کا یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اور آپ کے مسیح کی مسیحائی کی جو بنیاد ہے یعنی جس حدیث سے مرزا صاحب نے اپنے مسیح موعود ہونے کا استدلال کیا ہے وہ حدیث یہ ہے:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ و الّذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم .. الحدیث۔

پس اور تو جو کچھ ہوگا وہ ہوتا رہے گا، آپ مرزا صاحب کا گھر تو سنبھالیئے۔ فما ھو جوا بکم فھو جوا بنا

۱۱۔ علم نحو میں امروہی لیاقت

صفحہ ۱۱۹ میں احسن المناظرین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

یہ جو بعض کتب نحو میں لکھا گیا ہے کہ زمانہ حال کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل واقع ہوسکے اور اس بنا پر مولوی صاحب نے زمانہ استقبال کی دو قسمیں کی ہیں، اول استقبال قریب، دوم استقبال بعید۔ انتہی

یہاں سے بھی امروہی صاحب کی لیاقت کا کمال علم نحو میں ثابت ہوتا ہے کیونکہ زمانہ استقبال کی تقسیم جو استقبال قریب اور استقبال بعید کی طرف کی گئی ہے اس سے حضرت یہ سمجھ گئے

ہیں کہ زمانہ حال کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل واقع ہو سکے حالانکہ تقسیم مذکور اس پر مبنی نہیں ہے دیکھو عامہ نحاۃ استقبال کی دو قسمیں کرتے ہیں حالانکہ وہ اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ زمانہ حال کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل واقع ہو سکے شرح جامی میں ہے :

و دخول السّین و سوف لدلالۃ الاوّل علی الاستقبال القریب و الثا نی علی الاستقبال البعید۔

اور تمام بصریین کا یہی مذہب ہے۔

۱۲۔ نمونہ لیاقت فہم و کمال علم

صفحہ ۱۲۱ میں آپ لکھتے ہیں کہ:

ازہری وغیرہ نے تصریح میں تصریح کی ہے کہ لام تاکید کا حال کے واسطے آتا ہے۔

اب تسلیم کیا کہ فقط نون تاکید صرف استقبال کے واسطے ہے لیکن جبکہ کسی صیغہ میں لام تاکید بھی ہو جو حال کے واسطے آتا ہے اور نون تاکید بھی ہو چنانچہ ما نحن فیہ میں ہے، تو وہاں پر خالص استقبال بالضرور ہونے کی کیا وجہ؟ مانا کہ صرف نون تاکید استقبال کے واسطے نحو میں لکھا ہے ، امر، نہی، تمنی، عرض وغیرہ ان میں صرف نون تاکید ہوتا ہے بغیر لام تاکید کے۔ پس ان صیغوں میں صرف استقبال ضرور مراد ہوسکتا ہے لیکن جس صیغہ میں لام تاکید بھی ہو اور نون تاکید بھی اس میں خالص ہونے استقبال کی کیا دلیل ہے۔ انتہی ملخصاً۔

یہاں تو احسن المناظرین نے کمال ہی لیاقت خرچ کر دی۔ اے حضرت ذرا سمجھ کے بات کیا کیجئے۔ جس کے ہاتھ میں کتاب ہو وہ ایسے بے تکی ہانکے ، یہ عقل سے بعید ہے۔ مولوی صاحب انتم تتلو ن الکتا ب ا فلا تعقلو ن۔ سچ کہو دیکھا سمجھا ہی نہیں، یا تجاہل عارفانہ کرتے ہو۔ اپنے گروہ میں احسن المناظرین تو بن گئے۔ ذرا خدا سے ڈرو مسلمانوں کو دھوکہ مت دو جناب! جہاں یہ لکھا ہے کہ وہ نون تاکید جو امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض میں آتا ہے وہ خالص استقبال کے ہوتا ہے، وہیں تو یہ بھی لکھا ہے کہ جس صیغہ میں نون تاکید لام تاکید کے ساتھ جمع ہوتا ہے وہ بھی خالص استقبال کیلئے ہوتا ہے۔ شرح جامی آپکے پاس موجود ہے جس میں لکھا ہے

تختصّ بالفعل المستقبل فی الامر والنّھی والاستفھام و التمنی و العرض و القسم نحو و اللہ لا فعلنّ ۔

کیوں جناب و العرض تک تو آپ نے ملاحظہ فرما لیا اور لفظ و القسم نحو و اللّٰہ لا فعلن پر سے دشمنوں کی نگاہ خطا کر گئی۔ کیا یہی تقوی اور دیانت اور اظہار حق وصواب ہے

حضرات ناظرین آپ نے امروہی صاحب کی دیانت کو ملاحظہ فرمایا۔ کیا اس جگہ صاف نہیں لکھا ہوا ہے کہ جیسا نون تاکید امر ونہی ،استفہام ،عرض، تمنی میں خاص مستقبل کے ساتھ ہے ویسا ہی قسم میں بھی خاص مستقبل کے لئے ہے اور قسم کی بھی وہی مثال لکھی ہے جس میں نون تاکید لام تاکید کے ساتھ آیا ہے۔ کیا احسن المناظرین کا یہ ارشاد لا تقربوا الصلوۃ سے کچھ آگے بڑھا ہوا نہیں ہے۔

اور یہاں فعل مستقبل سے مراد یقیناً وہ فعل ہے جو مقابلہ میں ماضی وحال کے آتا ہے نہ فعل مضارع۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ احسن المناظرین خود اقرار کرتے ہیں کہ وہ نون تاکید جو امر، نہی ،استفہام، تمنی، عرض میں ہوتا ہے وہ صرف مستقبل کے لئے ہوتا ہے اور مراد مستقبل سے آپ نے بھی یہاں مقابل ماضی وحال کا لیا ہے نہ مضارع، اور انہیں چیزوں کے ساتھ قسم کا بھی ذکر ہے، اوراس کی مثال میں نون ولام دونوں موجود ہیں۔ پس یہاں بھی مراد مستقبل سے مقابل ماضی وحال کا لینا چاہیے، نہ مضارع۔ علاوہ اس کے شرح جامی میں اس مقابلہ کی تصریح بھی موجود ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے:

و انّما اختصّت هذه النّون بهذه المذكورات الدّالة على الطّلب دون الماضى و الحال

اور ایسا ہی ازہری نے بھی لکھا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

لانّهما تختصان مد خولهما للاستقبال

اور خوب سمجھ لیجئے اور سمجھے تو ہو مگر چندراتے ہو کہ استقبال سے وہی استقبال مراد ہے جو مقابلہ میں ماضی اور حال کے بولا جاتا ہے اور آپ کا وہ قول کس قدر محل افسوس ہے اور تعجب خیز ہے کہ باوجود مطالعہ ان کتب کے آپ یہ فرماتے ہیں کہ اگر مراد ازہری کی خالص زمانہ استقبال ہوتی تو کہتا و ذلک ینافی المضیّ والحال۔

مولوی صاحب آپ کا یہ فرمانا سخت حیرت اور نہایت عبرت کا مقام ہے اگر واقعی آپ سمجھے اسی طرح ہیں تو حیرت ہے کہ آپ نے یہ کیا سمجھا اور کہاں پڑھا اور کس سے پڑھا؟ اور عبرت اس لئے ہے کہ مصنوعی مسیح کا یہ کیسا اثر آپ پر پڑا کہ جو پڑھا لکھا تھا اس کے سمجھنے میں بھی آپ کا فہم

حد درجہ قاصر ہوگیا انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون ۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ جن کو دس دس، گیارہ گیارہ برس کے بچے بھی بخوبی سمجھتے ہیں۔

اے حضرت کیا آپ واقعی اس قدر بھی نہیں سمجھتے کہ اس جگہ ازہری کا مقصود صرف اثبات اس امر کا ہے کہ یہ دونوں نون ماضی کی تاکید کے لئے نہیں آتے ہیں اور یہ مطلب صرف اس کہنے سے و ذلک ینا فی المضیّ حاصل ہوجاتا ہے و الحال کے لفظ کو اس جگہ بڑھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہاں اگر اس کو یہ خبر ہوتی کہ چودھویں صدی میں ایک ایسے مصنوعی مسیح اور ان کی امت میں ایسے عالی فہم احسن المناظرین پیدا ہوں گے تو گو بے ضرورت بلکہ زائد اور محض بے فائدہ بات تھی، شائد اس طرف توجہ کرتا، اگر اپنے کلام میں زوائد کے عیب سے اس کو مضائقہ نہ ہوتا۔ اور صورت ہذا میں تو ادنی استعداد والا بھی سمجھتا ہے کہ زیادۃ و الحال کی محض لغو ہے۔ واسطے ملاحظہ طلبا کے پوری عبارت ازہری نقل کی جاتی ہے۔

ولا یؤکّد بھما الما ضی لفظاً و معنی مطلقاً لانھما یخلصان مدخولھما للا ستقبال و ذلک ینافی المضی۔

اگر اس سے بھی اطمینان نہیں ہوا تو دوسری عبارت ازہری کی اور ملاحظہ ہو

اوکان المضارع حالاً کقرأۃ ابن کثیر۔لاقسم بیوم القیامۃ۔ وقول الشا عر

یمینا لابغض کلّ امر ی یزخر ف قولاً و لا نفعل

فاقسم فی الآیۃ و ابغض فی البیت معناھما الحال لدخول اللام علیھما و انّما لم یؤکّد با لنّو ن لکونھما تخلص الفعل الاستقبا ل و ذلک ینا فی الحال

چونکہ اس جگہ مقصود صرف اثبات اس امر کا تھا کہ نون تاکید حال کی تاکید کیلئے نہیں آتا ہے اس لئے و ذلک ینا فی الحال کہا، ماضی کا ذکر نہیں کیا۔ اب دونوں عبارتوں کے لانے سے آفتاب نیم روز کی طرح روشن وظاہر ہوگیا کہ مراد مستقبل سے وہ مستقبل ہے جو مقابل ماضی و حال ہے، نہ مضارع جیسا کہ جناب احسن المناظرین کا خیال ہے۔ اگر واقعی احسن المناظرین سمجھے ہی نہیں تو افسوس، اور اگر سمجھ کر محض اپنے ہم مذہب اور ہم طریق لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے یوں چندراتے ہیں تو افسوس، افسوس بلکہ صد افسوس

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ و ان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

اور جناب نے عبدالحکیم کے تکملہ کا ذکر تو اپنی تحریر میں فرمایا ہے اور یہ عبارت بھی ملاحظہ کی ہوگی (اے جناب حکیم نورالدین! ذرا آپ بھی ملاحظہ فرمایئے گا):

لان النّون تخلص المضارع للاستقبال فکرھوا الجمع بین حرفین لمعنی واحد فی کلمة واحدة

کیوں حضرات ناظرین خاص کر حکیم نورالدین صاحب کیا یہ عبارت صاف اس پر دلالت نہیں کرتی کہ مراد استقبال سے مضارع نہیں ہے ورنہ یہ عبارت ہی لغو ہوتی ہے۔ ضرور دلالت کرتی ہے کیونکہ جناب حکیم صاحب مولوی صاحب کا مطلب اگر صحیح ہو تو اس تقدیر پر اس عبارت کے یہ معنی ہوں گے: لانّ النّون تخلص المضارع و ھذا لغو ایّ لغوٍ۔

جناب محمد احسن امروہی! یہ مغنی کی عبارت بھی ملاحظہ فرمایئے، جناب حکیم صاحب براہ مہربانی آپ بھی ادھر توجہ فرمائیں:

و لا یؤکد بھما الماضی مطلقاً و امّا المضارع فان کان حالاً لم یؤکد بھما و ان کان مستقبلاً اکد بھما و جوباً فی نحو تا للہ لا کیدنّ اصنامکم۔

ملاحظہ فرمایا یہ عبارت کیسی صاف دلالت کرتی ہے اس پر کہ مراد مستقبل سے مضارع نہیں ہے، اسلئے کہ مقابل حال کا واقع ہوا ہے۔ اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو شیخ زادہ کی عبارت بغور ملاحظہ فرمایئے اور توبہ کر کے بیت اللہ شریف چلے جایئے۔ ففرّوا الی اللہ انی لکم نذیر مبین ۔ اگر یہ ارادہ ہو جائے تو خرچ راہ کا ذمہ دار عاجز ہے۔ انشاء اللہ تعالی بشرط خلوص ارادت بہت بہتر ہے۔ عبارت شیخ زادہ یوں ہے:

و اختصّ المستقبل لانّ الطّلب انّما یتعلّق بما لم یحصل بعد لیحصل وھو المستقبل بخلاف الحال و الماضی لحصولھما۔

جناب یہ دو خطائیں تو اس مسئلہ میں آپ کی ثابت ہو چکیں، اب تیسری خطا سنئے:

شرح جامی کی عبارت منقولہ سے یہ بات عموماً ثابت ہو چکی ہے کہ نون جو قسم میں آتا ہے وہ نون استقبال کیلئے خاص ہوتا ہے جیسا کہ وہ نون جو امر و نہی و استفہام و تمنی و عرض میں آتا ہے استقبال کے لئے خاص ہوتا ہے اور مغنی کی عبارت سے خصوصاً یہ بات ثابت ہوگئی کہ قسم کے جواب مثبت میں استقبال شرط ہے اور اگر اس پر بھی تشفی خاطر نہ ہو تو مغنی کی ایک اور عبارت سنیں:

و تارةً یجیئان و ذلک فیما بقی نحو: تا للّٰہ لا کید نّ اصنا مکم

دسوقی اس کے تحت میں لکھتا ہے :

ای بان کان مضارع مثبت و لم یفصل عنه و بین اللام فا صل و لم یرد فیه الحال بل الاستقبال ففی هذه الحالةتجب النون و اللام عند الجمهور ۔

اب تصریح، تصریح کی بھی ملاحظہ فرمایئے :

وامّا المضارع فله حالات۔ احدها ان یکون توکیده بهما ای لابدّ منه و ذلک اذا کان مثبتاً مستقبلاً جواباً بالقسم غیر مفصول من لامه ای لام القسم بفا صل نحو : تاللّٰه لا کیدنّ اصنا مکم ۔

اسی طرح ابن عقیل بھی شرح الفیہ میں لکھتے ہیں:

ای تلحق نون التاکید لفعل المضارع الواقع جواب قسم مثبتاً مستقبلاً نحو و اللّٰه لتضربن زیداً فان لم یکن مثبتاً لم یؤکد بالنّون نحو واللّٰه لا تفعل کذا و کذا ان کان حالاً نحو و اللّٰه لیقوم زید ا لآن

کیوں جناب امروہی صاحب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان سب علماءئے نحاۃ نے قسم کے جواب مثبت میں شرط استقبال کی لگائی ہے۔ اب آپ خلاف اس کے ان آئمہ کبار نحو میں سے کسی ایک سے بھی اس کا خلاف ثابت کر دکھایئے جن کے نام نامی لے کر آپ نے بے حد تعلّٰی کی ہے اور بے انتہاء شیخی بگھاری ہے کہ:

اول تو مولوی صاحب نے اس مسئلہ کو ایسی کتابوں سے نقل فرمایا ہے کہ ان سے ہر ایک طالب علم نقل کر سکتا ہے، مولوی صاحب کو اس میں کوئی ما بہ الامتیاز خصوصیت جیسا کہ ان کی شان عالی ہے، حاصل نہیں ہوئی۔ کاش اگر آئمہ کبار نحو میں مثل زجاج، جوہری، سیرافی، ابوعلی فارسی، خلیل ابن احمد، اخفش ثلثہ، اصمعی، کسائی، سیبویہ، مبرد، زمخشری وغیرہ سے کچھ اقوال اس بارہ میں نقل فرماتے تو یہ مباحثہ نحوی مولوی (محمد بشیر) صاحب کا کسی قدر ما بہ الامتیاز ہو جاتا۔ اگر چہ بالمقابل حضرت اقدس مرزا صاحب جیسے مؤید من اللہ کے ان آئمہ کے نقول اقوال بھی کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ ملاحظہ فرماؤ کتب قراء، اگر میسر نہ ہوں تو مطالعہ کرو کتب مولانا شاہ ولی اللہ اگر وہ بھی بالفعل نہ ملیں تو دیکھو فوز الکبیر۔ انتہی

اب اگر آپ ان آئمہ کے اقوال سے خلاف ثابت نہ کر سکے اور ضرور نہ کر سکو گے۔ اور آپ کیا آپ کا تمام گروہ اور آپ کے مصنوعی مسیح جوفہم وموسوس من الجنۃ والناس ہیں سب مل کر بھی اس کا خلاف ثابت نہ کر سکو گے، تو پھر اس بے جا تعلیٰ سے کیا حاصل ہوا؟ اگر فقط نام گنوا دینے سے کچھ فخر ہو تو ایک بچہ آپ سے دو چار نام زیادہ گنوا دے گا، پھر اس سے فائدہ۔ کچھ اس کے خلاف ان آئمہ کے اقوال سے ثابت کر کے دکھاؤ، کوئی ایک قول تو ان آئمہ کا نقل کر دو۔ ورنہ خدا سے ڈرو اور اس غلطی سے توبہ کرو۔

ناظرین! اب یہ ناچیز آپ کو امروہی صاحب کی ایک عجیب لیاقت اور کمال فہم، اور غایت تبحر کا حال بتاتا ہے چونکہ آپ علاوہ فہم عالی کے مؤید بالہام بھی ہیں اس وجہ سے حضرت شرح جامی کی عبارت سے دھوکہ کھا بیٹھے ہیں جواب میں نقل کرتا ہوں:

و لزمت ای نون التّاکید فی مثبت القسم ای فی جوابہ المثبت لانّ القسم محل التّاکید۔

مگر امروہی صاحب حضور کے خیال میں یہ نہیں آیا کہ شرح جامی والے کو اس شرط کے لگانے سے اس وجہ سے غنا ہو گیا کہ وہ پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ نون تاکید جو امر و نہی واستفہام و تمنی وعرض و قسم میں آتا ہے وہ مستقبل کے ساتھ خاص ہے۔ اب فرمائیے کہ بعد اس تصریح کے شرط لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ ..اب آپ لوگوں کو علمی بحث کو ترک کرنا چاہیے، ایک ہی کہے جاؤ کہ یوں ہی الہام ہوا ہے، کوئی مانو یا نہ مانو، اسکا جواب کوئی بھی نہ دے سکے گا۔ عبارت تکملہ:

و ان کان مضارعاً استقبالیاً یلزمھا اللام مع النّون التّاکید ان دخلت اللام علی نفس المضارع الّا نادراً ولا یکتفی عن اللام بالنون الّا فی ضرورۃ الشعر و اذا لم یدخل اللام علی نفس المضارع یکفی باللام نحو لئن متّم او قتلتم لالی اللّٰہ تحشرون و ان کان مضارعاً حالیاً یکون باللام من غیر النّون

اب تو خدام والا کو خود بھی اپنے فہم کی رسائی اور لیاقت علمی اور کمال تدبر کا علم ہو گیا ہو گا لہذا عاجز نہایت عجز سے عرض کرتا ہے کہ کچھ جواب عنایت ہو۔

امروہی مکتوب کا جواب

مولانا عبدالمجید دہلوی فرماتے ہیں:

اب مولوی محمد احسن امروہی کے خط کا جواب شروع ہوتا ہے بحول اللّٰہ تعالی و قوّتہ۔ (قولہ سے مراد محمد احسن کی بات ہے۔ اوراقول سے مراد مولوی عبدالمجید بات ہے۔ بہاء)

} قولہ: (یعنی مولوی محمد احسن امروہی کا کلام) آپ نے تمام شہر (بھوپال) میں ...الخ

{ اقول: (یعنی عبدالمجید کا کلام) حضرت نہ میں نے جناب کی اہانت کی، نہ آبروریزی کی، نہ اتہام لگایا، نہ افترا باندھا۔ مگر آپ کے سامنے کسی آپ کے ہم خیال نے یہ افتراء پردازی کی ہو تو عجب نہیں، اس کا علاج میرے پاس کچھ نہیں جو لوگ مفتری علی اللہ والرسول ہیں اگر عاجز پر افتراء کریں تو کیا عجب ہے۔ ہاں اگر جناب کو تحقیق منظور ہے تو جامع مسجد (بھوپال) میں جمعہ پڑھیں، بعد نماز دریافت فرمائیں۔ اگر ہزاروں میں سے دو چار معتبر آدمی بھی آپ کے ارشاد کو درست کہدیں گے تو میں ملزم۔ آپ کو تشریف لانے میں کچھ عذر ہو تو اپنے کسی معتمد کو بھیج دیجئے، وہ تحقیق کر لے۔ میں نے ایک لفظ بھی آپ کی نسبت اہانت کا نہیں کہا۔ ہاں اگر آپ کا ہر بات میں یہی طریق ہے کہ بلا تحقیق جو جس نے کہا مان لیا تو میری عرض جس کو میں بعد تحقیق منوانا چاہتا ہوں آپ کب مانیں گے۔

} قولہ: مولوی (عبدالمجید) صاحب نے جس قدر اشعار اردو لکھے ہیں وہ سب (میرے) اعلام الناس میں مندرج ہو چکے ہیں۔ احقر کو اس کے ساتھ کچھ فخر نہیں یہاں پر مولوی صاحب کو ہمہ دانی جتانی منظور تھی وبس۔

{ اقول: خیر ہوگئی حضرت کے وہ اشعار جن کو میں نے اپنے خط میں لکھا ہے آپ کے طبع زاد نہ تھے ورنہ سخت نالائق سمجھا جاتا اور شائد مجھ پر حق تالیف کا دعوی ہو جاتا اور ہمہ دانی تو عاجز کی اس پر کھل گئی کہ آپ کے اعلام الناس میں وہ اشعار مندرج تھے گو کسی کے تھے اور جناب کو بھی کوئی خاص حق ان کے مندرج کرنے کا ایسا حاصل نہ تھا جو اس عاجز کو نہیں۔ اور یہ تو ماشاء اللہ اگر آپ سمجھ بھی گئے ہوں گے تو کیوں فرمانے لگے کہ اس میں رمز کیا تھی جو وہی اشعار عاجز نے نقل کئے اور بعد نقل اکثر جگہ نشان بھی بتا دیا کہ اعلام الناس صفحہ فلاں، اور پھر اس پر یہ فخریہ اظہار کہ احقر کو اس

کے ساتھ فخر نہیں ۔ اگر فخر نہ ہوتا تو اس کا ذکر ہی کیا ضروری تھا۔

جناب مولوی صاحب اگر یہ قصور ہے تو جناب نے تاریخ قوم برامکہ کا نام اعلام الناس کیوں غصب کرلیا اور آپ کے جناب مرزا صاحب نے مولوی رحمت اللہ کی کتاب ازالہ اوہام کا نام کیوں چھین لیا۔ اور آپ نے جو اشعار مناجات عربی میں لکھے ہیں وہ تو فرمایئے کہ کس کے ہیں ۔

} قولہ: نامہ نامی ہمدست چند صاحبان اہل علم مع بعض صاحبان اہل قلم صادر ہوا۔

{ اقول: جناب مولوی صاحب عاجز نے اہل علم کو جناب کی خدمت میں بھیجا اور نہ کسی اہل قلم کو، اور نہ عاجز خود صاحب حشم جو اس کے پاس اہل علم و اہل قلم ہوں ۔ جناب مولوی نواب سید علی حسن کے ایک خادم کو خط دے کر آپ کے پاس بھیجا تھا کہ آپ نے کسی حیثیت سے شائد اہل علم بنا دیا اور کسی حیثیت سے اہل قلم ۔ نہ وہ غریب اہل قلم ، نہ صاحب علم ۔ ایسی باتوں میں وقت ضائع کرنا نہیں معلوم جناب کو کیوں پسند خاطر ہے ۔ وہ بات بنا کر چند الزام عاجز پر گھڑ دیئے ، یہ بات کہہ کر چند طعن کر دیئے ۔ نہ اس سے کچھ فائدہ نہ اس سے کچھ حاصل ۔ جناب کو چونکہ گھر میں زیادہ تشریف رکھنے کی عادت ہے ، یہی علت اس طعنے مینے کی معلوم ہوتی ہے مگر عاجز اس کا جواب جناب کو کیا دے کہ جناب بزرگ اور عاجز خورد ۔ اور پھر طبیعت ہی اس کے مناسب نہیں۔

رہا یہ ارشاد جناب کا کہ: پھر اگر خلوت سے کام نہ چلے تو جلسہ جلوت بھی کیا جاتا۔

اس کے جواب میں عاجز پھر اعلام الناس حصہ دوم صفحہ ۹۹ سے ۱۰۰ تک کو پیش کرتا ہے اور بجواب شرط ضمانت پنجاہ روپئے کے المضاعف جناب مولانا کے پاس نقود رکھوا دیتا ہے۔

} قولہ: مثل مشہور ہے اول پند بعدہ بند

{ اقول: حضرت کو اگر واقعی یہ منظور ہے کہ عاجز تنہا حاضر ہو کر کچھ عرض کرے تو اب کیا گیا ہے جب اور جس وقت ارشاد ہو۔ اور یہ دریافت بھی اس لئے ہے کہ عاجز نے کبھی ملنا چاہا تو حضور نے وقت ٹال دیا اور تحریر بھی فرمایا ہے کہ مجھے فرصت کم ہے ورنہ بے تامل حاضر ہوتا۔

} قولہ: تو جناب والا ان رسائل کا جواب شافی و کافی مشتہر فرماتے ۔

{ اقول: جواب تیار ہے، اب طبع بھی ہوا جاتا ہے، مگر عاجز نے یہ سنا ہوا تھا کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان ، اسی شوق میں یہاں (بھوپال) چلا آیا ۔ اور اب تو آ گیا اگر آپ مہربانی فرمائیں اور نامہربانی کو دل سے اٹھائیں ۔ عاجز نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور اب مکرر عرض کرتا ہوں کہ کسی روز آپ تشریف لے آئیں یا عاجز کو بلالیں مگر جناب نے توجہ نہ فرمائی ۔ یہ تو عاجز پر کمال

نامہربانی ہے جیسے ہر طرح کی آزادی عطا فرمانا کمال مہربانی تھی افسوس یا وہ عنایت یا یہ عتاب۔ یا وہ عنائت اوروں ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور عاجز اس سے محروم۔ جناب ایسا نہ چاہیے۔ آپ تو مسیح کے پیرو ہیں، جناب کو تو سب کو ایک آنکھ سے دیکھنا چاہیے نہ یہ کہ کسی سے کچھ برتاؤ اور کسی سے کچھ۔

} قولہ: جیسا کہ داب مناظرین دین کا ہے۔

{ اقول: ہاں جناب مولوی صاحب دینداری اس کا نام ہے کہ اپنی طرف سے بہتان گھڑ کر خلق میں اپنے ایک مومن بھائی کو بدنام کرے، بلا تحقیق بدظن ہو جائے، گھر میں بیٹھا باتیں بنائے، دل کے بخار نکالے، ہرگز تحقیق نہ کرے، سبحان اللہ! یہی تو داب مناظرین دین اور اس پر عمل کرنا بھی جناب کا حصہ ہے۔

} قولہ: لہذا اس عاجز نے اپنے دل نیاز مند کو بہت سا صبر کر کے سنبھالا اور تھاما۔

{ اقول۔ مولوی صاحب میں نہیں جانتا وہ کون سے جناب کے دشمنوں کے بیری تھے جنہوں نے محض بے اصل خبریں سنا کر جناب کو اس قدر رنج میں ڈالا کہ حضور کے دماغ میں حواس تحقیق ہی باقی نہ رہے۔ اے مولوی صاحب میں نے جس وعظ میں ازالہ اوہام اور اعلام الناس کے چند مقام سنائے ہیں خوب جتلا جتلا کر اول یہ کہہ دیا کہ میں اپنی طرف سے ایک لفظ نہ کہوں گا اور ایسا ہی کیا۔ اور میں شرعی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے نہ جناب کو، نہ جناب کے مسیح مرزا صاحب کو کسی خلوت وجلوت میں کبھی لفظ کافر یا مشرک یا کوئی لفظ گندہ نہیں کہا اور نہ کہتا ہوں (یاد رہے کہ یہ فتوی تکفیر جاری ہونے سے پہلے کی تحریر ہے۔ بہاء)۔ ہاں اگر نقل عبارت بھی گناہ ہے، تو اس میں اول مرزا صاحب کا حصہ ہے پھر جناب کا، بعد میں عاجز کا۔ بہرصورت عاجز تو پیچھے ہے۔ مولوی صاحب غضب تو یہ ہے کہ نہ مجھے بلاتے ہو نہ آپ تشریف لاتے ہو۔ جس طرح بے دیکھے، بے ملے، بغیر تحقیق مرزا صاحب کے معتقد ہو گئے اسی طرح عاجز سے ناراض ہو گئے ہیں۔ اس قدر سفر طے کر کے (دہلی سے بھوپال) آیا خدا کے واسطے دو چار قدم کی تکلیف تو آپ بھی گوارا فرمائیں، اپنی کہیں میری سنیں۔

} قولہ: جو دلائل جناب والا نے اس عاجز کے مدعی ہونے کے ایک اور ایک گیارہ تحریر فرمائے ہیں ان کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ خدام جناب کو فن مناظرہ میں بڑا دخل ہے۔

{ اقول: جناب مولوی صاحب، آپ تو احسن المناظرین ہیں، عاجز کی کیا لیاقت کہ جناب کے سامنے مناظرہ کا نام لے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اول تو فرط تعلّی اور افراط فخر سے درگاہ والا

میں عاجز کے کلام کو وقعت ہی کہاں جو توجہ ہو، ہاں : کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم ، کے طور پر محض بہ نیت اظہار حق عرض کئے دیتا ہوں آپ سنیں یا نہ سنیں۔

دوسرے یہ کہ افراط محبت اور فرط غضب ایسی بلا ہے جس سے آدمی بدحواس بے بہرہ بلکہ گونگا اور بہرا ہو جاتا ہے حبّک الشّیء یعمی و یصمّ اور حضور میں اس وقت یہ دونوں صفتیں موجود ہیں۔ جیسے مرزا صاحب پر افراط محبت سے نظر ہے ویسے ہی عاجز پر فرط غضب سے۔ ایسی حالت میں اگر خدام والا میری تحریر کو نہ سمجھے یا اپنے لکھے کو بھول گئے تو نہ مقام شکایت ہے نہ محل استعجاب۔ جناب کا مقام ہی یہ ٹھہرا۔ لہذا جناب کی اور اپنی تحریر کو دوبارہ نقل کر کے نہایت ہی عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ دوبارہ ملاحظہ فرمالیجئے:

نمبرا۔ احسن المناظرین صاحب کے خط کی اول عبارت:

(کیونکہ احقر نے تو کسی تحریر میں آپ کو مخاطب نہیں کیا اور نہ احقر کسی امر کا مدعی)

نمبر۲۔ عاجز کے دوسرے خط کی وہ سرخی جس کے تحت میں احسن المناظرین کے گیارہ قول نقل کئے ہیں اور جناب موصوف نے خطاب عام کے لفظ کو قصداً یا سہواً نظر انداز کر کے دعوی کا لفظ پکڑ لیا ہے:

(نزیل بھوپال مولوی محمد احسن، احسن المناظرین کے وہ اقوال جنسے انکا دعوی اور خطاب عام ثابت ہے)

جناب مولوی صاحب اب حضور سمجھے اور یاد آیا کہ یہ ایک اور ایک گیاہ دلائل حضور کے مدعی ہونے کے نہ تھے بلکہ ان سے جناب کا خطاب عام یاد دلایا تھا اور ثبوت دعوی میں تو لفظ دعوی کا موجود ہے جس کا جناب کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ شائد حضور دوبارہ بھی بھول گئے اور ابھی تو اور بھولئے گا اور ضرور بھولئے گا کیونکہ دشمنوں کا حافظہ بھی صحیح نہیں رہا۔

} قولہ: لہذا وہ سب دلائل اس عاجز کے قلب وجگر میں مثل زخم کاری کے لگے۔ اب ان زخموں کو اخفا کرتا رہتا ہوں اور کسی پر ظاہر نہیں کرتا، کیوں ظاہر نہیں کرتا، اس لئے

نظر لگے نہ کہیں ان کے دست و بازو کو ۔۔۔ یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

{ اقول: ناظرین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولوی صاحب کس قدر مطلب سے الگ الگ عبث اور بے سود باتوں میں طول دیتے جاتے ہیں اور چونکہ خدام والا کی یہ فطرت ہے اسی لئے کچھ سوچ سمجھ کر عام جلسہ میں گفتگو سے انکار فرما دیا کہ مواجہ میں یہ بے کار طعن وطنزیہ اشارے یہ ٹھٹھول جناب کیونکر کر سکتے تھے۔ اور جناب کے احسن المناظرین ہونے کی حقیقت تو پہلے ہی کھل چکی ہے۔ اب مرد میدان بننا اور مواجہ میں گفتگو کے لئے آنا معلوم۔

} قولہ: سب سے اول کوئی رسالہ صغیر یا کبیر فن مناظرہ کا ہیچمدان کو پڑھا دیا جاوے۔

{ اقول: اگر چہ مسافر اور کثیر الاشتغال ہوں مگر آپ کی درخواست منظور۔ جناب مولوی صاحب کسی طرح ہو مجھے تو آپ سے ایک مرتبہ ملنا ہے۔ استادی سے، شاگردی سے، دوستی سے، مہربانی سے، عنایت سے، اخلاق سے، کج اخلاقی سے، ایک مرتبہ ملئے۔ اگر جناب کا یہ خیال ہے کہ اسی طرح، تو جب اور جس وقت جی چاہے بے تامل اور بے تکلف تشریف لائیے۔

} قولہ: مگر شرط یہ ہے کہ شب کو مکان احقر پر آپ تشریف لایا کیجئے اور سب کو نہ لایا کیجئے۔ یعنی آپ تنہا آویں، بہ تن ہا نہ آویں۔

{ اقول: جناب من اگر چہ یہ درخواست محض بوجہ امتحان علم یا تعلم ہے تو یہ شرط خلاف ہے اور اگر بلانے میں جناب کو خلاف اس کے کوئی اور علت ہے جس کے لئے شب اور تنہائی کی شرط ضروری ہے تو اس عاجز کو معاف فرمایا جائے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔

{ قولہ: کیونکہ اگر اس جماعت فوج اور گروہ موج کے ساتھ ورود ہوگا تو اس ناچیز پر اس قدر ہراس غالب ہو جاوے گا کہ ان کی اوج موج کو دیکھ کر مجھ سے پڑھا بھی نہ جاوے گا۔

{ اقول: کیوں جناب مولوی صاحب ایک عاجز مسافر پر یہ باتیں بناتے ہو اور خدا سے نہیں ڈرتے۔ ڈرو اس خدا سے جس کا یہ ارشاد ہے ما یلفظ من قولٍ الا لدیہ رقیب عتید میں نہیں سمجھتا کہ اس رفتار سے کیا فائدہ آپ کے سمجھ میں آیا ہے اور آپ کے جی میں کیا سمایا ہے

وہ چال چلو جس سے کہ دنیا رہے قائم　کچھ فرض یہی ہے کہ قیامت ہی بپا ہو

اور اگر واقعی جناب پر کوئی خوف غالب ہو گیا ہو تو یہ منجانب اللہ ہے و قذف فی قلوبھم الرعب ہیبت حق است ایں صاحب دلق نیست۔ اور اگر کوئی فوج بھی میرے ساتھ آپ کو دکھائی دیتی ہے اور آپ اس بیان میں سچے ہیں تو وہ ملائکہ منزلین ہوں گے جس کا واللہ عاجز کو علم نہیں ہے اور یہ عاجز ایک حقیر فقیر مسافر ہے۔ نہ یہ مسکین صاحب اوج، نہ اس کے پاس فوج ظفر موج۔ ہاں سیف لسانی اور فوج حق بیانی نعمت خدا داد ہے۔ وللہ الحمد

} قولہ: تقریری مباحثہ ہیچمدان کو اب کسی سے منظور نہیں۔

{ اقول: حضور میں کب اور کس دن یہ جرأت ہوئی تھی کہ کسی سے زبانی گفتگو کی ہو، جو اب ارشاد ہوا کہ منظور نہیں۔ یہ نامنظوری تو حضور کے حق میں ازلی ابدی اور امر فطری ہے۔

} قولہ: کیونکہ بسبب شیوع تعصّبات نفسانیہ کی تہذیب بھی قائم نہیں رہ سکتی بلکہ منجر

بتباغض وتحاسد ہوجاتا ہے..(الی) .... من جرّب المجرّب فقد حلّت به النّدا مة

{ اقول: ذرااس وقت سچ بولئے گا حضور کو کب اور کہاں تقریری مباحثہ کا اتفاق ہوا جو تجربہ کار ہو گئے خاص کر اس اشتہار کے بعد جو اعلام الناس کے حصہ ۲ صفحہ ۹۹ تا ۱۰۰ میں ہے کبھی کسی مجمع میں گفتگو کا اتفاق ہوا ہو، تو اس سے عاجز کو بھی مطلع فرما دیجئے کہ کہاں ایسا مجمع ہوا اور کس سے جناب کی گفتگو ہوئی، اور کیا خرابی اس میں پیش آئی۔ اور اس عاجز کو تو بارہا یہ موقع پیش آیا ہے اور سال گذشتہ میں بھی چارہ ماہ تک ہفتہ وار پادری جی اے نصرائی سے گفتگو ہوتی رہی جو اپنے مذہب کا ایک جلیل القدر فاضل ہے اور ہر جلسہ میں تخمیناً تین چار ہزار آدمی ہوتے تھے اور اگرچہ یو رپئن افسر بھی دوستانہ طور پر گفتگو سننے کو کئی ایک آجاتے تھے مگر پولیس وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا، اور نہ کبھی کسی جلسے میں باہم مناظرہ کی بدمزگی تک نہ ہوئی، جھگڑا اور فساد تو کیسا۔ اور اسی طرح بمبئی اور مدراس وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے مجمعوں میں عاجز کو گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا، کبھی درشتی تک نوبت نہیں آئی۔ فساد تو کیسا۔ ہاں آپ اپنی حالت کے موافق جو کچھ چاہیں خیال فرمالیں مگر عاجز کا تجربہ تو اس کے خلاف ہے۔ جناب مولوی صاحب یہ تو باتیں ہیں، صاف یہ ہے کہ کبھی جناب کو ایسا اتفاق ہی نہیں ہوا ہمیشہ گھر میں بیٹھے باتیں بنایا کرتے ہو۔ اس وقت یہ حیلے گھڑ لئے اور بہانے کرنے لگے

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا   تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

ناظرین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امروی صاحب کی تحریر کا بڑا حصہ صرف بے جا اور خلاف واقع اور غلط شکایت یا ظرافت میں اور بہت ہی کم نا درست اور اصل مطلب میں ضائع ہوا ہے اگر مجھ کو یہ خیال نہ ہوتا کہ اکثر احباب کو اسکے جواب کا انتظار ہوگا تو ہرگز اپنی اوقات عزیز کو اس بیکار اور بے سود تقریر کے جواب میں ضائع نہ کرتا۔ بات یہ ہے کہ لمبے چوڑے اشتہار دے کر عوام کو دام میں لانے کیلئے مرزا صاحب کی یہ ایک چال ہے اور یہی طریقہ حضرت نے بھی اختیار کیا ہے ورنہ کیسا مباحثہ تقریری اور کیسا تحریری۔ تقریری کا تو حوصلہ ہی مشکل ہے اور تحریر کا حال بھی ظاہر ہے

اٹھ جا کہاں تلک کوئی باتیں اٹھائے گا   ناصح تو خود غلط، تری رفتار ہے غلط

} قولہ: آگے رہا تحریری مباحثہ سو وہ بھی ہیچمدان جناب سے کرنا نہیں چاہتا۔ مولوی محمد حسین صاحب لاہوری احقر کے پورے مخاطب ہیں اور نیز مولانا محمد بشیر صاحب درخواست مکرر فرمارہے ہیں، لیکن یہ ہیچمدان پورے طور پر راضی نہیں ہوا، کچھ نیم راضی سا ہو گیا ہے۔

{ اقول: مولوی صاحب عاجز تو آپ کے اشتہار کے موافق تقریر مع تحریر کے لئے حاضر ہوا تھا، یہ علم نہ ہوا کہ آپ کے اشتہار بھی مثل اشتہارات مرزا صاحب کے محض کاغذی گھوڑے ہیں جو ہوا باندھنے کی غرض سے ہوا پر اڑا دیئے جاتے ہیں، ورنہ مباحثہ سے آپ صاحبوں کو کیا کام۔ مگر یہ یاد رہے کہ آپ کا خطاب عام ثابت ہے اور یہ فرمانا آپ کا کہ پورے مخاطب اس کے مولوی محمد حسین صاحب ہیں، کون جان سکتا ہے؟ آپ کی نیت کی کس کو خبر ہے؟ ہاں اس قدر عرض خدمت عالی میں ہے اگر قبول ہو جائے کہ مولوی محمد حسین صاحب پر اس وجہ سے کہ وہ یہاں (بھوپال میں) نہیں ہیں اور ان کا آنا بھی مشکل ہے، پوری عنایت ہے تو عاجز چونکہ حضور کے پاس حاضر و موجود ہے ادھوری تو اس پر بھی عنایت ہونی چاہیے۔

اور چونکہ مولانا محمد بشیر بھی یہاں (بھوپال میں) تشریف رکھتے ہیں اس لئے باوجود مکرر درخواست کے وہ بھی ناکام ہی رہتے معلوم ہوتے ہیں۔

} قولہ: بحکم آنکہ مان نہ مان میں تیرا مہمان، آپ اصرار ہی فرماتے ہیں۔

{ اقول: مولوی صاحب مہمان بلایا ہوا پیچھے لگایا ہوا ہے، اب آپ انکار کریں یا نہ مانیں تو یہ امر دیگر ہے۔ کیا آپ کا اشتہار نسبت علماء امصار و دیار نہیں ہے اور کیا آپ کے اعلام میں خطاب عام نہیں ہے۔

} قولہ: کیا جنگ و جدل سبّ و شتم ہمز و لمز قتل ناحق کا نام مباحثہ ہے۔

{ اقول: مولوی صاحب آپ کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے آپ میری طرف ایسے جرم کی نسبت کرتے ہوئے خدا سے نہیں ڈرتے جس کا واللہ میں مکتسب اور مرتکب نہیں ہوں۔

انّ الذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما کتسبوا فقد احتملوا بھتاناً و اثماً مبیناً کی وعید آپ کے دل سے بالکل نکل گئی۔ اگر کسی نے آپ سے کہا وہ آپ کا اور میرا دشمن جھوٹا ہے۔ آپ کو بھی بغیر تحقیق کے اس قدر خلاف واقع بیان کرنا بالکل نازیبا ہے۔

} قولہ: جس امر سے احقر کو فراغت ہو چکی ہے پھر دوبارہ اس امر کے واسطے کیوں طلب کیا جاتا ہوں۔

{ اقول: فراغت ہو چکی تھی تو آخر میں اشتہار کیوں دیئے۔ اس وقت سمجھے نہ تھے یا اس وقت بھول گئے۔ دوسری وجہ آپکے بلانے کی یہ بھی ہے کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ مولوی صاحب خود کردہ را علاجے نیست۔ اگر جناب کی ایسی ہلکی طبیعت تھی تو ہرگز اشتہار نہ دینا چاہیے تھا

} قولہ: اگر آپ اعلام الناس کا جواب کسی سے تحریر کرائیں گے۔

{ اقول: یہ عادت تو آپ کے جناب مرزا کی ہے کہ وہ آپ سے اور اپنے مریدوں سے بھی تحریر کروایا کرتے ہیں اور عاجز کو تو جو کچھ آتا ہے خود ہی تحریر کر دیتا ہے مگر آپ نے ناواقفیت کی وجہ سے ایسا فرما دیا تو کچھ مضائقہ نہیں۔

} قولہ: جس بحث میں اس ہیچمدان کی خطا ہوگی بعد تصفیہ ایسے ثالثوں کے جن کو علوم رسمیہ میں پورا دخل ہو، دو اس کے طرف ہوں اور دو اس طرف کے، میں ضرور بالضرور اس خطا سے رجوع کرونگا۔ اللہ تعالی کو اس پر گواہ کرتا ہوں۔ کفی باللّٰہ شہیداً

{ اقول: الحمد للہ کہ آپ اس طرف آئے۔ خدا کرے جو زبان سے کہا آپ کے دل میں بھی ہو اور اگر واقعی یہ بات آپ نے سچ کہی ہے اور آپ کے دل میں بھی ہے تو اپنی طرف سے دونوں ثالثوں کا نام بیان فرمایئے اگر وہ ثالث بالخیر ہوں گے تو میں بھی انہیں پر حصر کر دونگا

اس حال کو پہنچے ترے قصہ سے کہ اب ہم　　راضی ہیں اگر اعداء بھی کریں فیصلہ اپنا

لیجئے اب بات بڑھانی کچھ ضرور نہیں آپ ثالثوں کے نام بتا دیجئے، مجھے منظور ہے۔

} قولہ: حضرت مولوی صاحب اعلام الناس کا جواب دو اور ضرور جواب دو۔ یہی مباحثہ ہو جاوے گا۔ اور پھر دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ وہی مباحثہ ہے، دگر ہیچ۔

{ اقول: جناب محمد احسن امروہی صاحب آپ تو یہیں سے چوکڑی بھولے۔ اعلام الناس کا جواب تو تیار ہے۔ اگر وہ کافی نہ ہوا، تو میں بھی حاضر ہوں۔ مگر آپ کو تو ثالثوں ہی پر قائم رہنا چاہیے۔ ثالثوں کے نام بتایئے اور ضرور بتایئے تا کہ صورت تصفیہ کی ہو جائے۔ اور تحریرات تو اب جانبین سے تا حیات جاری رہیں گی، اس سے کیا ہوتا ہے۔ کوئی سوال بے جواب اور کوئی جواب، بے جواب الجواب نہیں رہ سکتا۔ تصفیہ کی وہی صورت ہے جو جناب نے اول بیان فرمائی ہے اور یہ صورت عاجز کو بدل منظور ہے۔

} قولہ: منبروں پر بیٹھ کر مجالس وعظ میں غیبت و شتم آبروریزی مومن مسلمان کی کرنے سے کچھ کامیابی نہ ہوگی۔

{ اقول: یہ بات تو درحقیقت ٹھیک ہے لیکن اس کی نسبت عاجز کی طرف غلط ہے۔ اگر ذرا بھی غور کیجئے گا تو جناب کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کا مصداق کون ہے۔ عاجز یا جناب؟ کیونکہ میں بحلف عرض کر چکا ہوں مگر آپ بار بار یہ بے جا شکایت، جو محض بہتان ہے، کئے جاتے ہیں۔ اب

اس کا فیصلہ انشاء اللہ تعالی فیصلے کے دن ہو جائے گا ترکت حسابی لیوم الحساب ،مگر بہتر ہے کہ آپ غصہ سے درگزر کر کے کچھ عاجز کی بھی سنیں۔

} قولہ: اب چند گزارش در بارہ ادلّہ یازدہ گانہ جناب کے مختصر عرض کرتا ہوں۔

{ اقول: بہتر ہے عاجز بھی اسی کو پسند کرتا ہے۔

} قولہ: نمبرا۔۴۔ الفاظ اعلام اور دعوی میں منجملہ نسبت اربعہ کے کون سی نسبت ہے..الخ

{ اقول نمبرا۔۴۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ جناب مولوی صاحب اگر حضور گرہ کی نہیں رکھتے تو جواب کے وقت تھوڑی دیر کے لئے کسی سے ادھار ہی لے لیا کیجئے کہ دوسرے کی بات تو سمجھ میں آ جائے۔ عاجز نے اعلام اور دعوی میں کب نسبت مساوات ولفظ اعلام سے آپ کا دعوی ثابت کیا ہے۔ بلکہ نمبرا تا ۴ ثبوت خطاب عام میں نقل ہوئے ہیں اور وہ اظہر من الشّمس ہے، نہ ثبوت دعوی میں۔ لہذا گزارش ہے کہ نمبر ا تا ۴ واپس لے کر اپنے اول اور عاجز کے دوسرے خط کو دوبارہ ملاحظہ کیجئے اور اب سوچ سمجھ کر جواب عنایت فرمایئے۔

} قولہ۔نمبر۵۔ یہ خطاب کس سے ہے ،آپ سے یا مولوی محمد حسین صاحب سے؟ پھر اس میں دعوی کہاں ہے؟

{ اقول: جب خطاب عام کا آپ اقرار کر چکے تو اس باب میں اب زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں۔ علاوہ اس کے احسن المناظرین ہونے کا تو آپ کا اقرار ہی ہے تو مولوی محمد حسین صاحب کی کیا خصوصیت ہے، جو جویائے حق آپ کے پاس آئے ،آپ کو اس کی طمانیت لازم ہے۔ اور مدعی بنانے میں مجھے اور کسی قاعدے کے بتانے کی ضرورت نہیں، مرزا صاحب کا الہام آپ کے واسطے کافی ہے۔ دیکھو اشتہار ۱۷۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو۔ پس جس قاعدہ سے مرزا صاحب نے شیخ الکل سید نذیر حسین محدث کو مدعی بیان فرمایا ہے وہ جناب ملاحظہ کرلیں۔ یہی جواب کافی ہے۔

} قولہ: نمبر۶ تا ۹

{ اقول: اس کو بھی تامل کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے اور عاجز کے خطوط غور سے دیکھئے۔ خاص کر اس خط کا جواب الجواب نمبر ۵ ،اچھی طرح ملاحظہ ہو۔ بعد ملاحظہ کے آپ خود دوبارہ جواب کی تکلیف فرمائیں گے اس میں عاجز کو زیادہ گزارش کی ضرورت نہیں۔

} قولہ: مولوی محمد حسین کے خطاب میں عرض کیا تھا، نہ کہ جناب کے۔

{ اقول: ناظرین اب میرے خط نمبر۲ میں مولوی صاحب کے فقرہ نمبر۱۰ کو اور میری اس

جگہ کی گزارش کو اور مولوی صاحب کے اس جواب کو مکرر ملاحظہ فرما کر ذرا انصاف فرمائیں کہ مولوی صاحب کے جواب کو اس عاجز کی گزارش سے کچھ بھی تعلق ہے۔ عاجز کیا گذارش کرتا ہے مولوی صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

} قولہ: لیکن بسبب اصرار بار بار کے جناب کو بھی پوری آزادی دی جاتی ہے کہ جواب اعلام الناس کا تحریر کرائیں اور ضرور تحریر کرائیں۔

{ اقول: حضرات ناظرین اب مولوی صاحب سے تو انصاف کی امید معلوم۔ آپ ہی انصاف کریں اور عنقریب جواب اعلام الناس بھی شائع ہوا جاتا ہے پھر دیکھیں مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں۔

} قولہ: لیکن جو کوئی صاحب بھوپال میں تشریف لا کر اس فقیر کی آبروریزی کریں..الخ

{ اقول: مولوی صاحب نے پھر ڈیڑھ صفحہ اس شکایت بے جا سے بھر دیا مگر میں اس کے جواب میں سوا اس کے اور کچھ نہیں عرض کرتا کہ و اللّٰہ المستعان علی ما تصفون مولوی صاحب جو لوگ آپ کی باتوں کو بلا تحقیق باور کرلیں گے ان کے سامنے تو آپ نے انکار مناظرہ کی ایک صورت دکھا دی مگر جب یہ معاملہ علیم وخبیر کے سامنے پیش ہوگا وہاں کے واسطے بھی کوئی جواب سوچ لیجئے وہاں کیا جواب دو گے۔

} قولہ: باوجود ممانعت اپنی سرکار دامت اقبالہا کیونکر قدم رکھ سکتا ہوں۔ الخ

{ اقول: مولوی صاحب جس سرکار عالیہ کا نمک کھاتے ہو اس پر یہ تعصب کی بے جا تہمت لگاتے ہوئے آپ کو خدا کا خوف نہیں آتا؟ سرکار عالیہ بھوپال نے کب مجھ کو یا آپ کو ممانعت کی ہے اور کب ایسا ہوسکتا ہے کہ میں اس ریاست میں آزاد ہوں اور آپ نہیں۔ جس طرح تمام رعایا برٹش گورنمنٹ مذہبی معاملات میں آزاد ہے اسی طرح تمام رعایا گورنمنٹ بھوپال بھی آزاد ہے۔ درباب آزادی مذہب رعایا ملکہ انگلستان اور رعایا ملکہ بھوپال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ آپکا صاف اور صریح بہتان ہے اپنی منعمہ ملکہ پر۔ اگر سچے ہو تو تصدیق کراؤ۔

} قولہ: جناب من میں آپ سے ہارا اور پھر ہارا۔

{ اقول: اے حضرت مولوی صاحب یہ مذہبی مذاکرہ ہے یا رندوں کا پھڑ، یا کلب گھر، اس گفتگو میں ہار جیت کا کیا کام؟

} قولہ: میدان اور اکھاڑوں کی یاد و تذکار جناب کے ہی خیال میں بسی ہوئی ہے۔

{ اقول: ہاتھوں مہندی، پیروں مہندی، اپنے لچھن اور دن دیندی

جناب عالی جادو وہ جوسر پہ بولے جس کے خیال میں بسی ہوئی ہے اسی کی زبان پر بھی آیا

} قولہ: دہلی میں ایسے میدان اور اکھاڑے بہت کثرت سے ہو چکے ہیں ..الخ

{ اقول: حضرت مولوی صاحب دہلی کو امروہے سے کیا نسبت۔ دہلی امروہے اور قادیان کے مقابل کیونکر نیک نام ہو کہ آج تک نہ کوئی دہلی میں جاہل نبی بنا، نہ کوئی عالم اس کا فرشتہ بنا (گو فرشتہ سیرت بہت ہوئے)، نہ دہلی کے حق میں مثل قادیان کوئی آیت قرآن مجید میں نازل ہوئی (دیکھو ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۷۷)۔ واقع میں نیک نام تو اول قادیان ہے اس کے بعد امروہہ کیونکہ وہاں شیخ سدو صاحب کا مقام ہے۔ مگر جناب من سزاوار عتاب تو عاجز ہے دہلی نے کیا قصور کیا جو اس پر یہ عتاب ہورہا ہے۔

} قولہ۔۱۱۔اس دعوی کے لئے دو بینوں کا پتہ نشان دے دیا گیا ہے..الخ

{ اقول: چونکہ جناب نے آگے تجارت کا ذکر کیا ہے عاجز کو دو بنیوں کا شبہ ہوا۔ خیر ہوئی کہ فوراً خیال میں آگیا بیّنوں ہے۔ حضرت اگر اس بیان میں سچے ہو تو قربان علی لکھنوی کے ایک ہزار روپئے تو مرزا صاحب سے دلوا دیجئے کہ مجھے بھی دس ہزار کی امید ہو۔ اگر پورے نہ دلوا سکو، آدھے پونوں ہی پر معاملہ کرا دیجئے۔ ان کا اشتہار میں نے آپ کو بھیج دیا ہے۔ ورنہ اس بے جا تعلّی سے کیوں خلق کی نظر میں سبک ہوتے ہو۔ غیر قومیں تم پر ٹھٹھے مارتی ہیں اور تمہیں شرم نہیں آتی۔

} قولہ: یہ دس ہزار پانچ سو روپئہ ہو گیا آپ کی تجارت کی بھی بڑی ترقی ہو جاوے گی اور اگر اطمینان نہ ہو تو حضرت اقدس مرزا صاحب تمسک لکھنے کو بھی کہتے ہیں۔تمسک لکھوا لیجئے وہ ایک رئیس اور تعلقہ دار ہیں اور حارث آدمی ہیں کسی اپنی جائیداد کو مکفول کر دیں گے۔ الخ۔

{ اقول: معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کو ایک رئیس اور مالدار آدمی سمجھ کر آپ ان پر ایمان لائے ہیں اور اپنی طبیعت کے موافق عاجز کو بھی یہ لالچ دلاتے ہیں اعوذ باللّٰہ السّمیع العلیم من وسوسۃ الشّیطان الرّجیم ۔ جناب من! میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ یہ سب مرزا صاحب کے ڈھونگ اور ڈھکوسلے ہیں۔ اگر انہوں نے آپ سے کوئی وعدہ کیا ہے تو اپنا اطمینان کر لیجئے ورنہ پچھتایئے گا۔ وہاں سوائے چکنی چپڑی باتوں کے کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ حکیم نورالدین کی عمر اور روزگار میں برکت دے کہ مبلغ بیس روپئہ ماہوار کے علاوہ سینکڑوں روپئے سے مرزا کی مدد کرتے ہیں۔ کیسا تعلقہ، کس کی جاگیر، کہاں کے رئیس، کیسے حارث؟ یہ سب حارث ہی کی سی باتیں

ہیں۔ ذرا ازالہ کے صفحہ ۷۷۷، ۷۷۸، ۹۴۴ کو ملاحظہ فرمایئے مرزا صاحب کیا لکھتے ہیں:

جبی فی اللہ مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی۔ مولوی صاحب ممدوح کا حال کسی قدر رسالہ فتح الاسلام میں لکھ آیا ہوں لیکن ان کے مال سے جس قدر مدد مجھے پہنچی ہے کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔..

لیکن پھر بھی انہوں نے بارہ سو روپیہ نقد متفرق حاجتوں کے وقت اس سلسلہ کی تائید میں دیا اور اب بیس روپیہ ماہواری دینا اپنے اوپر واجب کرلیا۔ اور اس کے سوا اور بھی ان کی مالی خدمات ہیں جو طرح طرح کے رنگوں میں ان کا سلسلہ جاری ہے۔

عالی ہمت دوستوں کی خدمت میں گذارش۔ چونکہ طبع کتاب ازالہ اوہام میں معمول سے زیادہ مصارف ہوگئے ہیں اور مالک مطبع اور کاتب کا حساب بے باق کرنے کے لئے روپے کی ضرورت ہے لہذا بخدمت جمیع مخلص دوستوں کے التماس ہے کہ حتی الوسع اس کتاب کی خریداری سے بہت جلد مدد دیں جو صاحب چند نسخے خرید سکتے ہوں وہ بجائے ایک کے اس قدر نسخے خرید لیں جس قدر ان کو خریدنے کی خدا داد مقدرت حاصل ہے۔ اور اس جگہ اخویم مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب معالج ریاست جموں کی نئی امداد جو انہوں نے کئی نوٹ اس وقت بھیجے قابل اظہار ہے خدا تعالی ان کو جزائے خیر بخشے۔ ایسا ہی اخویم مکرم فضل دین صاحب بھیروی نے علاوہ اس تین سو روپے کے جو پہلے بھیجا تھا اب ایک سو روپے اور بھیجدیا

مجھے اس امر پر اعتراض نہیں ہے کہ یہ لوگ مرزا صاحب کو دیتے ہیں یا وہ ان سے کیوں لیتے ہیں۔ اس کا دینا ان کے اعتقاد کے موافق سعادت ہے مگر مولوی صاحب کی تعلیٰ اور لالچ دہی کا جواب ہے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ ازالہ اوہام کی کل لاگت تخمیناً چار سو روپیہ کی ہے اور چار سو روپیہ فضل دین سے آچکے اور حکیم نورالدین کے نوٹ علاوہ رہے اور فی جلد تین روپے اس کی قیمت رکھی ہے جس کے حساب سے اکیس سو روپے ہوئے۔ اب فرمایئے کہ یہ لالچی کون ہے اور کیسے رئیس اور تعلقہ دار ہیں۔ اگر اس ریاست پر یہ حال ہے تو اور تو میں کچھ نہیں کہتا مگر آپ کے حال پر انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون پڑھتا ہوں۔

} قولہ: پھر گزارش ہے کہ احقر نے کون سے الہام کو بلا بیّنہ تسلیم کرلیا ہے۔

{ اقول: گزارش یہ ہے کہ جناب نے مرزا صاحب کے الہام کو جن بیّنہ سے تسلیم کیا ہے مہربانی فرما کر ان کو بیان کر دیجیئے اور براہین احمدیہ کے الہاموں کا حال اکثر تو ظاہر ہوگیا اور ظاہر

ہوتا جاتا ہے اور عنقریب ان شاء اللہ تعالی ظاہر ہو جائے گا۔ اور تاویل بعیدہ تو ہر شخص اپنے کلام کی کر لیتا ہے اس میں مرزا صاحب کی کیا خصوصیت ہے۔

} قولہ: حسن ظن کی تعریف سے ہیچمدان کو آگاہ کیا جائے۔

{ اقول: مرزا صاحب کو جو الہام ہو وہ صحیح ،اگر چہ قرآن وحدیث کے خلاف ہو۔ مرزا صاحب کے مقابل خدا کا کلام ہو یا رسول کا ،اسکی تحریف کرنی، اس کا نام تاویل رکھنا، تمام مسلمانوں کو خلف سے سلف تک غلطی پر بلکہ گمراہ جاننا، مرزا صاحب کی حمایت میں مسلمانوں کو جھوٹا سمجھنا، یہی تعریف حسن ظن کی ہے۔

} قولہ: چند اقوال مولانا اسماعیل شہید کے تقویۃ الایمان سے نقل کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ جناب ان اقوال کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ نمبر ۱ تا ۶ ۔ الی قولہ ... یہ چند اقوال لکھے گئے اور بھی بہت ایسے اقوال تقویۃ الایمان میں ہیں۔

{ اقول: آپ کے بہت سے برادر وہ سب اقوال بھی، جو آپ نے چھوڑ دیئے ہیں، لکھ کر طبع کر چکے ہیں اور اس کے جواب بھی چھپ چکے ہیں۔ دیکھو۔

اور عاجز کو ان اقوال و دیگر آپ کے برادران کے اقوال کے باب میں جو کچھ عرض کرنا تھا وہ رسالہ ہدایت المومنین میں عرض کر چکا ہوں۔ آپ اس کا جواب دیجئے اور ضرور دیجئے عاجز بھی جواب الجواب لکھے گا۔ انشاء اللہ تعالی

دوسری عرض اس باب میں یہ ہے کہ مولانا اسماعیل شہید کو میں کسی درجہ کا بھی نبی نہیں جانتا اور ان کے کلام کو انبیاء کی وحی کی طرح دخل شیطان سے منزہ نہیں مانتا۔ اور آپ کا اعتقاد مرزا صاحب کی نسبت یہی ہے کیونکہ مرزا صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

عاجز اس امت پر محدث بامر اللہ ہے اور محدث بھی ایک نبی ہی ہوتا ہے اور اس کی وحی بھی انبیاء کی طرح دخل شیطان سے منزہ ہوتی ہے۔ انتہی (دیکھو توضیح مرام ص ۱۸۔۱۹)

لہذا اس صورت میں مرزا صاحب کا کلام آپ پر حجت ہے اور مولانا اسماعیل صاحب کا کلام عاجز پر حجت نہیں۔ میں ان کے کلام کو مثل وحی اور وہ بھی مثل وحی انبیاء کے دخل شیطان سے منزہ ہرگز ہرگز نہیں مانتا بلکہ میرے اعتقاد میں مولانا اسماعیل غیر معصوم تھے اور ان کے کلام میں بھی غلطی کا امکان ہے۔

} قولہ: اور صراط مستقیم میں لکھا ہے.. الخ

اقول: جوابہ مرّ آنفاً ۔ جو اقوال صوفیہ کے آپ نے نقل فرمائے ہیں وہ اور ان کے علاوہ اور بہت سے اقوال پادری فانڈر نے مفتاح الاسرار میں نقل کیے ہیں آپ جواب مفتاح الاسرار کو ملاحظہ فرمالیجئے اور اگر حوصلہ ہو تو اس کا جواب لکھیے۔ عاجز جواب الجواب لکھے گا۔ انشاء اللہ

} قولہ: جو اقوال ثمانیہ جناب نے مرزا صاحب کے ازالہ سے نقل فرمائے ہیں وہ یا تو جناب کی خوش فہمی ہے یا محض خلاف نفس الامر ...الخ

{ اقول: ناظرین مولوی محمد احسن صاحب کے اس قول کو ضرور یاد رکھیں (یا محض خلاف نفس الامر)، اب اگر مولوی صاحب قصداً جھوٹ نہیں بولے تو ان اقوال ثمانیہ میں سے ایک تو خلاف نفس الامر بتلادیں گے اور اگر ان میں سے ایک کو بھی مولوی صاحب خلاف نفس الامر نہ فرمائیں گے تو تمہید میں محض خلاف نفس الامر کہہ دینے سے مولوی صاحب کو اپنا جھوٹا ہونا خود قبول کرنا پڑے گا۔

} قولہ: نمبر ا۔ یہ خطاب نفسانی مولویوں اور خشک زاہدوں سے ہے جو آسمانی دروازوں کو بند کرنا چاہتے ہیں..الخ

{ اقول: یہ اول ارشاد ہو کہ یہ عرض میری محض خلاف نفس الامر تو نہیں ہے؟ جب واقعی ہے تو مجھے کچھ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں آپ جیسے خوش فہم لوگوں کے لئے کسی قدر تشریح کی ضرورت ہے۔

کیوں جناب مولوی محمد احسن صاحب، وہ کون سے مولوی صاحبان ہیں جن کی نسبت مرزا صاحب ایسا فرماتے ہیں:۔

وہ ہی جو مرزا صاحب کو کسی درجہ کا بھی نبی نہیں جانتے۔

وہ ہی جو مرزا صاحب کی وحی کو انبیاء کی وحی کی طرح دخل شیطان سے منزہ نہیں مانتے۔

وہ ہی جو حضرت محمد ﷺ کی جسمی معراج کے غلط خیال میں پڑے ہوئے ہیں۔

وہ ہی جو حضرت عیسی کے معجزوں کو شعبدہ نہیں کہتے۔

وہ ہی جو مرزا کو استعارہ کے طور پر تثلیث میں شریک نہیں سمجھتے اور نہ مرزا کو ابن اللہ کہتے ہیں۔

وہ ہی جو حضرت جبریل کا حضرت ﷺ کے پاس آنا بموجب حدیث متفق علیہ بروایت عمر بن الخطاب مانتے ہیں اور ملائکہ کو ارواح کواکب نہیں جانتے۔

وہ ہی جو لیلۃ القدر کو درحقیقت ایک رات مانتے ہیں اور آیت متضمن ذکر سجدہ آدم کو حضرت آدم ہی

کے حق میں جانتے ہیں۔

وہ ہی جو قادیان کی عزت مثل مکہ شریف اور مدینہ منورہ کے قبول نہیں کرتے۔

وہ ہی جو مرزا صاحب کو مسیح موعود نہیں کہتے بلکہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے ابھی تک منتظر ہیں۔

وہ ہی جو انگریزوں کو دجال نہیں کہتے بلکہ دجال کے حال کو بموجب احادیث صحیحہ کے مانتے ہیں۔ اور ریل کو بموجب ارشاد مرزا صاحب دجال کا گدھا نہیں کہتے جس پر حضرت مرزا صاحب اقدس سفر کیا کرتے ہیں۔

شائد انہیں عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب ان علماء کے حق میں فرماتے ہیں کہ:

میں سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر مومن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے۔ (دیکھو ازالہ اوہام حصہ اول ص ٦)۔

اور آیت و اذ تخلق من الطّین ۔الآیۃ کے ماننے والوں کو تھوڑا سا ہیر پھیر کر کے مرزا صاب نے صاف فرما ہی دیا کہ:

ایسے خیال رکھنے والے بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں (ازالہ اوہام۔ص ۲۹۷۔۲۹۸)

اسی واسطے تو عاجز نے عرض کیا تھا کہ ہر طبقہ میں دس دس، بیس بیس نہیں تو دو دو، چار چار، تو ایسے مسلمان گنوا دیجئے جو جناب مرزا صاحب کے ہم اعتقاد اور ہم خیال ہوں، تو ماسوا کو پھر دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے۔ مگر افسوس ہے کہ جناب تو دو چار نام بھی ایسے نہیں بتا سکے کیونکہ ایسے اعتقاد کا ایک مسلمان بھی اس تیرہ سو برس میں نہیں گزرا۔ تو اس صورت میں مرزا صاحب اور ان کے دو چار مخلصوں کے علاوہ سبھی کو کافر سمجھنا پڑے گا، نعوذ باللہ منھا۔ اور پھر باوجود اس کے کیسی سادگی سے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

مرزا صاحب نے تو کسی مسلمان کو کافر یا مشرک نہیں کہا اور ایک لفظ بھی دشنام کا استعمال نہیں کیا۔ مولوی اسماعیل شہید نے مسلمانوں کو مشرک لکھا ہے، تقویۃ الایمان کو دیکھو۔

} قولہ: آپ کے وعظ میں تو کہیں اس سے زیادہ سخت تر الفاظ ہوتے ہیں.. الخ

} اقول: اگر سچے ہو تو تحقیق کراؤ ورنہ اس قدر جواب میری طرف سے کافی ہے لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین

} قولہ: پھر اس پر طرہ یہ کہ خاص خاص اشخاص کا نام لے کر۔

} اقول: اگر سچے ہو تو خود آ کر یا کسی معتبر کو بھیج کر جامع مسجد (بھوپال) میں کسی معتبر کی

گواہی سے اس کی تصدیق کروا دیتے اور اب سہی۔ مگر مرزا صاحب کا خاص خاص اشخاص کو نام لے کر برا کہنا تو میں ثابت کئے دیتا ہوں اگر ایمان ہے تو شرماؤ گے کیونکہ حیا شعبہ ایمان ہے۔ دیکھو اشتہار ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء جس میں حضرت شیخ الکل کی نسبت لاف وگزاف بکا ہے اور دیکھو تقریر واجب الاعلان ۲۳۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء جس میں علاوہ درشتی کوئی دقیقہ کذب بھی اٹھا نہیں رکھا اور کتاب سجلناہ من عندنا کو بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ اور مولوی اسماعیل علی گڈھی کی نسبت رسالہ فتح الاسلام میں دیکھو کیا لکھا ہے، اور مولوی عبدالرحمٰن لکھوکے والے اور مولوی عبدالحق وغیرھم کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اس سب حال سے آپ خبردار ہیں۔ کیوں جناب مولوی صاحب یہی انصاف ہے، یہی حسن ظن ہے، یہی داب مناظرین دین ہے، اسی کا نام تقوی ہے؟ کبر مقتاً عند اللّٰہ ان تقولوا ما لا تفعلون

} قولہ: بعض صاحبوں نے اس کے استغاثہ کا مجھ کو مشورہ دیا.. الخ

{ اقول: اگر اللہ تعالی کے مواخذہ پر چھوڑتے تو اس قدر اس بے جا اور غلط شکایت میں اوراق سیاہ نہ کرتے کیونکہ عند اللہ اگر وہ اقوال قابل مواخذہ ہیں تو بغیر آپ کی طول بیانی کے بھی اللہ تعالی مواخذہ کریگا۔ اللہ تعالی ہر شخص کے بیان اور نیت سے واقف ہے ہماری شکایت سے کچھ نہیں ہوتا، وہ ارحم الراحمین مجھ پر اور آپ پر رحم فرمائے، ورنہ ہر بات ہماری قابل مواخذہ ہے۔ وما ابرّی نفسی انّ النفس لامّارة بالسّوء .. (الی) .. انّ ربّی لغفور رحیم۔

مولوی صاحب اگر یہ ارشاد آپ کا سچ ہے تو بے شک مواخذہ کے قابل ہے اور اگر آپ نے گریز مناظرہ کے حیلہ کیلئے عاجز پر تہمت لگائی ہے تو میری حمایت کو اللہ کافی ہے آپ ضرور استغاثہ کریں، خرچ مجھ سے منگالیں۔ بے حجت وتکرار پیش کرونگا اور عاجز تو کچھ عرض نہیں کرسکتا۔

جو کچھ آپ فرماتے ہیں اگرچہ یہ بالکل غلط ہے مگر نہ اس کا استغاثہ کرنے کو جی چاہتا ہے نہ یہ منظور ہے کہ میری وجہ سے آپ اللہ تعالی کے مواخذہ میں گرفتار ہوں، یا کوئی کلمہ گو جو مجھ کو کچھ کہتا ہے یا کوئی بدسلوکی کرتا ہے میری یہ خواہش نہیں کہ یوم حساب اس سے مواخذہ ہو۔ اللہ تعالی سب پر رحم فرمائے اور مجھ پر بھی اور اللہ کی حکمت لاملئنّ جھنّم پر میرا ایمان ضرور ہے مگر دل نہیں چاہتا کہ ایک شخص بھی اللہ تعالی کے عذاب میں گرفتار رہو ان تعذّبھم فانّھم عبادک و ان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم۔

} قولہ: نمبر۲۔ مولوی صاحب ذرا اللہ تعالی سے بھی خوف کرنا چاہیے، یہ تقریر تو کسی

معترض کے اعتراض کی ہے جو مرزا صاحب نے واسطے جواب دینے کے ازالہ میں نقل کی ہے، نہ اس واسطے کہ مرزا کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ بن مریم فی الحقیقت اس اعتراض کے مورد ہیں۔

{ اقول: مولوی صاحب یہ نصیحت تو آپ کی بہت پسندیدہ ہے، اللہ تعالیٰ مجھ کو توفیق عنایت کرے۔ مگر یہ ارشاد آپ کا بالکل غلط ہے، یہ تقریر کسی معترض کے اعتراض کی نہیں ہے۔ اگر آپ کو کچھ بھی حمیت اسلام باقی ہے تو مرزا صاحب سے دریافت کر کے اس کتاب اور معترض کا نام تحریر فرمایئے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتّقوا ..

} قولہ: اے مولوی صاحب اتق اللّٰہ .. الخ

{ اقول: اے جناب احسن المناظرین صاحب اگر واقعی آپ کو قیامت پر ایمان ہے اور اللہ و رسول سے شرم، تو اول اس معترض اور کتاب کا نام بحوالہ سنہ طبع وصفحہ بتا دیجئے جس میں بقول جناب کے کسی معترض نے حضرت عیسیٰ بن مریم پر یہ اعتراض کیا ہے۔ بعد تصحیح نقل کے جو کچھ لام کاف جناب نے عاجز کے حق میں تحریر فرمایا ہے اور دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں اور بخار نکالا ہے سب بجا اور درست ہے، ورنہ میری طرف سے یہی جواب ہے اتق اللّٰہ

} قولہ: حضرت میں آپ سے ہارا اور پھر ہارا۔

{ اقول: واہ جناب صدقے جایئے آپ کے معلم کے کہ اس سفید ریش پر کیا مناسب الفاظ منہ سے نکلتے ہیں گویا پھول جھڑتے ہیں۔ صحیح عرض کرتا ہوں جناب کے یہ جا و بے جا طعن طنز یہ ٹھٹھول وظرافت عاجز کو کچھ نہ ابھارتی ہے نہ اشتعال کا سبب ہوتی ہے۔ پھر اس سے کیا فائدہ اور یہ جو کہیں کہیں عاجز کے قلم سے کوئی بات نکل گئی ہے یہ جناب ہی کی تقریر کا اعجاز ہے ورنہ عاجز کو اس سے پہلے کبھی اس شکایت وظرافت لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

مردے کو جلاتی ہے تری تازگی تقریر　　　اعجاز کا اعجاز ہے تقریر کی تقریر

} قولہ۔ نمبر۳۔ یہ اعتراض بھی لا تقربوا الصّلوۃ سے آگے بڑھا ہوا ہے .. الخ

{ اقول: اے حضرات ناظرین باتمکین اللہ مجھ کو اور آپکو اپنی رحمت عام سے اپنی رضا جوئی کی توفیق دے اور میرے بھائی فرضی مسیحیوں کو بھی قلب سلیم اور دماغ روشن عنایت فرمائے کہ وہ حق و باطل میں تمیز کریں۔ بات یہ ہے کہ میرے مخاطب چونکہ ایک مولوی صاحب ہیں اور وہ بھی فرضی مسیحیوں میں احسن المناظرین اور اپنے مسیح کی تمام تصانیف دیکھے بھالے، اس وجہ سے میرے فہم نے قصور کیا کہ تفصیل کو ضرورت نہ سمجھا۔ مولوی صاحب اب میں حضور کے ذہن کے موافق تفصیل

کہے دیتا ہوں اچھی طرح سن لیں۔

اے ناظرین اس گروہ کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی پر اعتراض کرنا، یا کسی کو برا کہنا، یا اس پر سبّ وشتم کرنا چاہتے ہیں، تو اپنے دل کے بخار نکالنے کیلئے یہ ذریعہ گھڑ لیتے ہیں کہ اول کوئی اعتراض اس کی طرف سے اپنے اوپر گھڑتے ہیں، پھر دل کھول کر اس پر سبّ وشتم کرتے ہیں۔ اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ سامعین کے دل میں اس شخص یا اس کے کلام کی وقعت مرزا صاحب سے یا مرزا صاحب کے کلام سے زیادہ نہ دکھائی دے، یا بالکل جاتی رہے۔

چنانچہ مرزا صاحب نے ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شیخ الکل سید محمد نذیر حسین محدث کی نسبت لکھا۔ مولانا صاحب نے ایک لفظ بھی سخت مرزا صاحب کو اپنے کسی خط میں نہیں لکھا تھا۔ خواہ مخواہ مولانا صاحب کی طرف سے اپنی نسبت چند بے جا باتیں تراش کر جناب موصوف پر سبّ وشتم سے اپنا اشتہار بھر دیا۔ پھر اس پر بھی صبر نہ کیا۔ ۲۳۔ اکتوبر کو ایک اور تقریر ان کی نسبت چھاپ دی جس سے مرزا صاحب نے ان کی وقعت کو اپنے زعم باطل اور خیال فاسد میں خلق کے دل سے بالکل اٹھا دینا چاہا تا کہ مرزا صاحب کے مقابل میں مولانا صاحب کی کسی تقریر یا تحریر یا کسی فتوی کا اثر نہ رہے۔ ایسا ہی جناب احسن المناظرین نے عاجز کے مقابل اس بہتان بندی اور افترا پردازی سے خیال کر لیا ہے کہ نصف سے زائد مضمون حضرت کا رنگ برنگ سے اسی میں رنگا ہوا ہے۔ افسوس یہ بھول گئے فللّٰہ العزّۃ جمیعاً ۔ اور و تعزّ من تشاء و تذلّ من تشاء ، اور فللّٰہ العزّۃ و لرسولہ و للمؤمنین ۔

چونکہ مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے اور اپنے کلام و الہام کو مثل وحی انبیاء کے دخل شیطان سے منزہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں اس وجہ سے مرزا صاحب نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آپ مسیح موعود ہیں تو مثل مسیح کوئی معجزہ دکھلایئے۔ اس بنا پر چند اعتراض اپنی طرف سے تراش کر اپنے بیان میں حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کی ایسی صورت دکھائی کہ وہ بالکل بے کار و بے وقعت معلوم ہوں۔ چنانچہ نتیجہ اپنی لمبی چوڑی تقریر کا یہی نکالا ہے کہ یہ عاجز اگر مسیح کے اس فعل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ اور یہ کام مسیح کے ایسے قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام خیال کرتے ہیں، اس کی تفصیل عاجز آگے بیان کرتا ہے انشاء اللہ تعالی۔

اسی طرح جب مرزا صاحب نے اپنی اخلاقی حالت کو اچھا نہ پایا تو اپنے اوپر چند

اعتراض فرضی گھڑ کے حضرت عیسیٰؑ پر ایسے اعتراض کئے جن سے عیسیٰؑ کی اس اخلاقی حالت پر، جو قرآن مجید ان کی بیان فرماتا ہے، دھبہ لگ جائے اور بے وقعت معلوم ہو۔

اسی طرح جب اپنی وحی پر غور کی اور اچھا نہ دیکھا تو چند اعتراض فرضی اپنے اوپر کر کے قرآن مجید کے طرز بیان کی اپنے بیان میں ایسی صورت دکھائی کہ مرزا صاحب کی وحی سے اس میں کوئی بہت زیادہ خوبصورتی اور عظمت نہ معلوم ہو۔

گویا یہ دکھایا ہے کہ جو اعتراض مرزا صاحب کے الہام پر اور جو اعتراض مرزا پر ہوتے ہیں وہی حضرت عیسیٰؑ پر بھی ہوتے ہیں۔ اور معجزات تو حضرت عیسیٰؑ کے مکروہ اور قابل نفرت ہیں، مرزا صاحب کی شان اس سے بالا ہے کہ وہ کیوں ایسے مکروہ کام کی طرف توجہ فرمائیں۔

اب بعد اس تمہید کے عاجز مرزا صاحب کے کلام کی تفصیل اور اپنے اعتراض اور مولوی صاحب کا جواب اور اپنا جواب الجواب پیش کر کے ناظرین سے انصاف چاہتا ہے کہ یہ خوش فہمی یا نادانی عاجز کی ہے یا جناب احسن المناظرین کی حسن لیاقت ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنے مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے (دیکھو ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۲-۱۳)

حقیقت میں یہ نکتہ چینی جناب مرزا کی نسبت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو مگر مرزا نے اس بنا پر قرآن مجید اور عیسیٰؑ اور ان کے کلام پر اعتراضوں کی بوچھاڑ کر دی، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

کہ اگر ہر ایک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذاء رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔ (حصہ اول ازالہ اوہام صفحہ ۹-۱۰)

پھر انجیل شریف کی نسبت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ کسی نبی کے کلام میں ایسے سخت اور آزاردہ الفاظ نہیں ہیں جیسے انجیل میں ہیں۔ (صفحہ ۱۶ حصہ اول ازالہ اوہام)

حاصل یہ کہ ازالہ حصہ اول کے صفحہ ۲ سے ۳۶ تک برابر یہی مذکور ہے جس میں سے کل تو میں نہیں بیان کر سکتا مگر نمونے کے طور پر کچھ تھوڑا سا عرض کرنا بھی ضروری جانتا ہوں۔

مرزا صاحب کے بعض اقوال بطور نمونہ

قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے

نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ ایسا ہی کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے، لیکن قرآن شریف نہ صرف حیوان بلکہ کفار اور منکرین کو دنیا کے تمام حیوانات سے بدتر قرار دیتا ہے۔ ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی خاص آدمی کا نام لے کر یا اشارہ کے طور پر اس کو نشانہ بنا کر گالی دینا زمانہ حال کی تہذیب کے خلاف ہے، لیکن قرآن شریف میں بعض کا نام ابولہب اور بعض کا کلب اور خنزیر رکھنا اور ابوجہل تو خود مشہور، ایسا ہی ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کئے ہیں۔ (حاشیہ صفحہ ۲۵۔۲۶۔۲۷ حصہ اول ازالہ اوہام)

پھر ارشاد فرماتے ہیں: اور اس جگہ ایک نہایت عمدہ لطیفہ یہ ہے کہ ولید مغیرہ نے نرمی اختیار کر کے چاہا کہ ہم سے نرمی کا برتاؤ کیا جائے اس کے جواب میں اس کے تمام پردے کھولے گئے۔ (حصہ اول ازالہ اوہام۔ حاشیہ ص ۲۹)

ناظرین آپ کو یاد ہوگا کہ محمد احسن امروہی نے فرمایا تھا کہ یہ تو کسی معترض کی تقریر مرزا صاحب نے جواب دینے کے لئے نقل کی ہے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ مولوی صاحب اس کا نام بتلائیں کہ کس کافر نے کون سی کتاب میں یہ تقریر کی ہے۔ ہرگز مولوی صاحب نہ بتا سکیں گے۔ تو اب ناظرین آپ غور کریں کہ جناب امروہی نے یہ کیسا دھوکہ دینا چاہا ہے کہ جس کی ایک ذرہ اصل نہیں ہے۔ حضرات! مرزا صاحب نے اس لمبی چوڑی تقریر کا یہ نتیجہ نکالا ہے:

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومنین سے مداہنت کی امید مت رکھو (ازالہ حاشیہ ص ۳۳)

اس نتیجہ سے بھی صاف یہ بات نکلتی ہے کہ یہ کسی معترض کی تقریر مرزا صاحب نے نقل نہیں کی، اصل بات وہی ہے جو عاجز نے عرض کی ہے۔ چونکہ مرزا کا بھی یہ دعوی ہے کہ میرا کلام بھی مثل قرآن مجید بے مثل و بے مانند ہے اس لئے مرزا صاحب پر جو نکتہ چینی کی گئی انہوں نے بتلا دیا کہ یہ اعتراض نعوذ باللہ قرآن شریف پر بھی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں آیا۔ (دیکھو ازالہ اوہام حصہ اول ص ۲۔۳)

یہ ارشاد مرزا صاحب کا مقابل اس آیت کریمہ کے ہے و ان کنتم فی ریبٍ مّمّا نزّلنا علی عبد نا فأتوا بسورةٍ من مثلہ ۔ یہ دعوی مرزا صاحب کا بالکل اس مصرع کے مطابق ہے: مینڈکی کو بھی لو زکام ہوا

اب چونکہ جناب مرزا صاحب مسیح موعود یا ان کا مثیل بننا چاہتے ہیں تو اسی طرح اپنی طرف سے اپنے اوپر ایک اعتراض گھڑ کے عیسیٰؑ کے اخلاق اور کلام اور معجزات پر ایسے اعتراض کئے ہیں کہ جس سے یہ نتیجہ پیدا ہو کہ حضرت عیسیٰؑ میں ایسی کوئی بات نہ تھی جو مرزا صاحب میں نہیں ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

مشابہت کیلئے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کئے جاتے ہیں اس بارہ میں، میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں۔ احیاء روحانی کیلئے یہ عاجز آیا ہے اور اس کا ظہور ہوگا، ماسوا اسکے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا (ازالہ۔ ص ۶)

پھر فرماتے ہیں: کہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مریگا (ازالہ حصہ اول ص ۲)

اب اسی اول نکتہ چینی کی بنا پر جو باتیں مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰؑ کی نسبت بتلائی ہیں۔ وہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ کے اخلاق کی نسبت مرزا صاحب کا بیان:

اس جگہ حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ متی باب ۲۳ میں وہ فرماتے ہیں کہ فقیہ اور فریسی موسیٰؑ کی گدی پر بیٹھے ہوئے ہیں یعنی بڑے بزرگ ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہ لوگ یہودیوں کے مقتداء کہلاتے تھے اور قیصر کے دربار میں بڑی عزت کے ساتھ خاص رئیسوں میں بٹھائے جاتے تھے پھر باوجود ان سب باتوں کے انہیں فقیہوں اور فریسیوں کو مخاطب کر کے حضرت مسیح نے نہایت غیر مہذب الفاظ استعمال کئے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ان یہودیوں کے معزز بزرگوں نے نہایت نرم اور مؤدبانہ الفاظ سے سراسر انکساری کے طور پر حضرت مسیح کی خدمت میں یوں عرض کی ....الی قولہ....اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ وہ ان معزز لوگوں کو ہمیشہ دشنام دہی کے طور پر یاد کرتے رہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ: مسیح کا یہ کہنا سچ ہے کہ میں نیک نہیں ہوں۔

پھر لکھتے ہیں: مسیح کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے اور انجیل سے ثابت ہے کہ اس سخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے مارنے کیلئے پتھرا ٹھائے اور سردار کاہن کی بے ادبی سے حضرت مسیح نے اپنے منہ پر طمانچے بھی کھائے (ازالہ حاشیہ ص ۹۔۱۶)

عاجز نے مرزا صاحب کے ان تمام بیانات کی نسبت اپنے خط نمبر۲ میں صرف یہ لکھا ہے کہ افسوس اب غیر قومیں کیا کہیں گی۔ میری غرض ان الفاظ سے صرف اسی قدر ہے کہ جس رنگ سے مرزا صاحب نے بیان فرمایا ہے اس سے غیر قومیں فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ مثلاً ایک منکر قرآن کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کی سخت بیانی کی نسبت مرزا صاحب، جو مسلمان ہیں، نے یہ بیان ہے (یاد رہے کہ یہ مرزا پر فتوی تکفیر سے قبل کی تحریر ہے۔ بہاء)، یہودی کہہ سکتا ہے کہ ایک مسلمان کا مسیح کے معجزات اور ان کی اخلاقی حالت کی نسبت یہ بیان ہے۔ اب ناظرین غور فرما سکتے ہیں کہ اس قدر اس محل پر اس عاجز کا عرض کرنا بے جا ہے یا بجا۔ اور مولوی صاحب کا اس موقع پر عاجز کی نسبت یہ غصہ اور طول کلامی درست ہے یا سراسر تحکم۔

} قولہ: ایّھا النّاظرون ذرا ازالہ کو دیکھنا چاہیے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کیا لکھتے ہیں۔ واضح ہو کہ کوئی معترض حضرت اقدس مرزا صاحب پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ تمہارے کلام میں سبّ وشتم ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب اس کا جواب یہ دیتے ہیں..الخ

{ اقول: اے جناب محمد احسن صاحب ذرا ہوش میں آ کر بات کرو۔ دوبارہ میرے خط نمبر۲ کو ملاحظہ فرماؤ۔ عاجز نے یہ کب لکھا ہے کہ مرزا صاحب کسی کے جواب میں نہیں لکھتے۔ میرا اعتراض تو مرزا کی طرز ادا پر ہے۔ کیا جب کوئی ہم کو کہے کہ تم گالیاں بہت بکتے ہو تو معاذ اللہ ہم کو یہ جواب دینا چاہیے کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے بھرا ہوا ہے لا حول ولا قوّۃ الّا باللّٰہ۔

مجھے یاد آیا کہ دہلی میں ایک صاحبِ مطبع پر لذت النساء کے چھاپنے پر مقدمہ فوجداری قائم ہوا۔ فرد جرم قرار داد لگائی گئی۔ بحث کے وقت اس بے حیا ملزم نے مجسٹریٹ کے روبرو آیہء حرث بیان کر کے کہا کہ قرآن مجید میں بھی فرج اور آسنوں کا ذکر ہے۔ مجسٹریٹ نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ سو روپئے جرمانہ اصل جرم کی سزا میں اور بیس روپئے جرمانہ بابت اس جرم کے کہ ملزم نے ہمارے مواجہ میں قرآن شریف کی نسبت گستاخی کی۔

ناظرین اس نصرانی مجسٹریٹ کے انصاف کو ملاحظہ فرمایئے اور مولوی صاحب کی دلیری کو کہ کس جوش کے ساتھ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: مرزا صاحب پر کوئی معترض اعتراض کرتا ہے کہ تمہارے کلام میں سبّ وشتم ہے۔ مرزا صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔، استغفر اللہ! خوش اعتقادی اور خوش فہمی احسن المناظرین کی کس حد تک پہنچی ہے۔

} قولہ: نمبر۴۔ یہ بھی بجواب معترض کہا گیا ہے۔

} اقول ۔ جوابہ مرّ آنفاً

} قولہ: نمبر ۵ ۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ جو شخص بحوالہ آیت انّی اخلق لکم من الطّین کے یہ اعتقاد رکھے ...الخ

} اقول: مولوی صاحب بحوالہ آیت کسی مسلمان، خاص کر کسی موحد، نے کسی کتاب میں یہ اعتقاد اپنا یا کسی کا بیان کیا ہو، تو اس کا حوالہ صحیح دیجئے۔ یہ تو آپ کی اور آپ کے مرزا کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ کسی تاریخ ہی سے یہ ثابت کر دو کہ کبھی کسی زمانہ میں موحدین کا بحوالہ اس آیت کے یہ اعتقاد تھا۔ ورنہ ان گپوں کے لگانے سے کیا حاصل ۔ اصل مقصود آپ کے مرزا کا حضرت عیسیٰؑ کے معجزات پر حملہ کرنا ہے ۔ اب کوئی بہانہ تو ضرور چاہیے لہذا خوئے بدرا بہانہ بسیار ، یہ بات گھڑ لی جس کی کوئی اصل دنیا کے تمام اہل اسلام میں خاص کر موحدین کی ذات میں تو ان شاء اللہ تعالی آپ قیامت تک ثابت نہ کر سکیں گے ۔ جب یہ بات غلط ہوئی تو آپ کا اس آیت کریمہ پر اور معجزات حضرت عیسیٰؑ پر اعتراض غلط بر غلط، اور اس بنا پر مسلمانوں کو بحوالہ آیت مشرک اور خارج از دائرہ اسلام کہنا بھی غلط۔ اور مولوی محمد اسماعیل شہید نے جن کو مشرک فرمایا ہے ایسے تو لاکھوں ہندوستان میں تھے اور اب بھی ہیں ۔ شیخ سدو کے ماننے والے تو آپ ہی کے وطن میں ہزاروں موجود ہیں۔ اور اس پر بھی میں عرض کر چکا ہوں کہ مولوی اسماعیلؒ کو میں کسی درجہ کا بھی نبی نہیں جانتا ، انکے کلام کو وحی بھی نہیں سمجھتا ، چہ جائیکہ اس وحی کو دخل شیطان سے منزہ سمجھوں ۔ پھر ان کا قول مجھ پر کیونکر حجت ہو سکتا ہے۔ آپ ناحق بار بار انکے حوالہ کی تکلیف فرماتے ہیں۔

ناظرین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا صاحب نے خود ہی اعتراض گھڑ کے اہل اسلام پر اور آیت قرآن پر اور حضرت عیسیٰؑ کے معجزات پر حملہ کر دیا، تا کہ یہ آیت اور اس کے ماننے والے اور یہ معجزات، جن کا اس آیت میں ذکر ہے، سب بے وقعت معلوم ہونے لگیں۔ اور مرزا صاحب کے مقابل کوئی شخص یہ آیت پیش نہ کر سکے ۔ چنانچہ اس کا جواب کسی قدر تفصیل سے عاجز مولوی صاحب کے جواب الجواب نمبر ۶ میں بیان کرتا ہے ۔ یہاں اس قدر کافی ہے کہ مرزا صاحب کا مطلب دیگر ہے اللّٰھم اھدنا الصّراط المستقیم

} قولہ :۶ ۔ کیا مجازی طور پر اور عرفاً کسی مربّی کو باپ نہیں کہہ دیا کرتے ۔ یہ کیا ضرور ہے کہ باپ کے لفظ سے حقیقی باپ مراد ہو...(الی قولہ) ....مرزا صاحب نے مجازاً یوسف نجار کو عیسیٰؑ کا باپ لکھ دیا ہے۔

{ اقول: آپ اس قدر تکلیف کیوں فرماتے ہیں۔ میرے نمبر ۷ کو ملاحظہ فرمالیجئے جس میں آپ کے مسیح کا اظہار میں نے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

دس بارہ برس پہلے میرا بھی یہی اعتقاد اور خیال تھا جو سب مسلمانوں کا ہے۔

بس اب جناب مولوی صاحب آپ کو مرزا صاحب کے دوسرے اقوال نقل کرنے اور زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں، یہ جواب کافی ہے جو مرزا صاحب نے اپنے اظہار میں اپنے قلم سے لکھا ہے کہ دس بارہ سال پہلے یہی اعتقاد تھا، اب بدل گیا۔ اس میں کسی کا کیا زور کیونکہ ازالہ مرزا صاحب کا اب تیار ہوا ہے۔

اور ایک یہ بھی جواب ہے کہ نیچریوں، آریوں، یہودیوں وغیرہ کے سمجھانے کو یہ بات لکھ دی ہے کہ مسیح یوسف نجار کا بیٹا ہے اور کوئی مسلمان دریافت کرے تو کہہ دیا کہ مجازی طور پر لکھا ہے۔ دوسرے مقاموں میں دیکھ لو۔ چنانچہ خواجہ یوسف صاحب وکیل علی گڈھ سے ۲۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کی شب کو جو زبانی گفتگو مرزا صاحب کی ہوئی اس کے سننے والے ابھی زندہ ہیں۔

لیجئے مولوی صاحب دو جواب تو میں نے بتا دیئے۔ اب حضور کو عاجز کے مقابل تو جواب لکھنے کی تکلیف اٹھانی عبث ہے، ہاں بہت سے بھولے ناواقف ایسے بھی ہوں گے جو آپ کے ان ابلہ فریب باتوں پر فریفتہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالی اپنے فضل و توفیق سے بچائے۔

} قولہ: آگے رہی بحث معجزات کی کہ فن نجاری میں بھی کوئی معجزہ واقع ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سو گذارش یہ ہے کہ فن نجاری کوئی معیوب فن نہیں ہے۔

{ اقول: عاجز نے تو معیوب نہیں لکھا بلکہ معناً یہ لکھا ہے کہ جو اسے معیوب سمجھے اور کسی کی عزت پر یہ لفظ کہہ کر داغ لگانا چاہے کہ فلاں بڑھئی کا لڑکا ہے، اس کی کیا عزت؟ تو یہ کہنے والا خارج از عقل و دین ہے۔ خاص کر اس صورت میں کہ وہ بڑھئی کا لڑکا ہو بھی نہیں، تو اس شخص نے جھوٹ بھی بولا۔ یہ تو جناب کی عبارت اردو میں، اور وہ بھی ایسی موٹی بات میں، خوش فہمی ہے کہ آپ یہ فرماتے ہیں کہ فن نجاری معیوب نہیں۔

ناظرین اب میں آپ کو مرزا کی عبارت سناتا ہوں اور مولوی محمد احسن کو اس اللہ تعالی بزرگ و برتر کی قسم دے کر، جس کے قبضہ قدرت میں ہدایت و ضلالت عزت و ذلت ہے، یہ کہتا ہوں کہ میرے وہ الفاظ نقل کر کے بتائیں جن سے میں نے فن نجاری کے معیوب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہو، یا ان سے ضمناً یہ اشارہ پیدا ہوتا ہو۔ اگر مولوی صاحب نقل نہ کر سکے، اور ضرور نقل نہیں

کرسکیں گے، تو آپ کو میری تمہید بالا کے یقین کرنے میں کوئی شبہ کا موقع نہ رہے گا، اوراس گروہ کی عادت سے واقف ہو جاؤ گے اور میرے خط نمبر۲ میں مرزا صاحب کے فقرہ نمبر ۶ کواور وہاں جو کچھ میں نے اپنی رائے لکھی ہو آپ خود ملاحظہ کرلو، پھر مولوی صاحب کے جواب اور عاجز کے جواب الجواب کو دیکھواور انصاف کرو۔

ہاں اب میں چند اعتراض کرتا ہوں، مولوی صاحب ان اعتراضوں کو اٹھائیں۔

قرآن میں اللہ نے عیسیٰؑ کا یہ قول نقل فرمایا ہے انّی اخلق لکم من الطّین کھیئۃِ الطّیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن اللّٰه (میں بنا دیتا ہوں تم کو مٹی سے صورت جانور کی پھراس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جائے اڑتا ہوا جانور اللہ کے حکم سے)(آل عمران)۔

حضرت عیسیٰؑ کے اس قولی کی نسبت مرزا صاحب کا عرفان یہ ہے:

ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید نہیں کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور یورپ اورامریکہ کے ملکوں میں کثرت سے ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں ...(الی قولہ) .... ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزم طریق سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت، ظہور میں آسکیں۔(ازالہ صفحہ ۳۰۴۔۳۰۵ حصہ اول) (اب لہو ولعب کل معجزوں کی نسبت فرما دیا)

ناظرین آپ نے سمجھا کہ اس تقریر سے مرزا صاحب کا مقصد صرف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات جس کا وہ دعوی فرماتے ہیں ایسی وقعت کے قابل نہیں کہ مرزا صاحب اس طرف توجہ فرمائیں کیونکہ لہو ولعب سے اور مرزا صاحب سے کیا تعلق۔ مرزا کی شان تو اس سے بالا واعلی ہے اسی محل پر واسطے بے وقعت دکھانے ان معجزات کے ایک یہ تقریر بھی مرزا صاحب فرماتے ہیں:

تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنیوالے تھے

(ازالہ اوہام۔ ص ۳۰۲)

اوراسی موقع پر مرزا صاحب نے یہ بھی تقریر اپنی غرض کے ثبوت میں گھڑ دی:

حضرت مسیح بن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی

کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے کہ جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے (ازالہ ص ۳۰۳)

حاصل ان تمام تقریروں کا مرزا صاحب نے یہ نکالا ہے :

بہرحال مسیح کی یہ تربی کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں ہے جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا ہوں کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا۔ (ازالہ اوہام)

ناظرین! اب تو آپ کو راز دلی اور مقصد اصلی مرزا صاحب کا معلوم ہو گیا۔ لو حضرت مولوی صاحب! جب تو کوئی اعتراض میں نے نہیں کیا تھا، اب جناب کے دل بہلانے کے لئے کچھ عرض کرتا ہوں اور اب کے جواب الجواب میں انشاء اللہ پوری تفصیل کر دونگا۔

اعتراض اول: مسیحؑ کو یوسف نجار کا بیٹا کہنا جھوٹ ہے اور خلاف کتاب وسنت ہے خواہ کسی نیت سے کہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی کنیت ابو عیسی مت رکھو۔ جب حضرت ﷺ اس قدر بھی منع کریں تو مرزا صاحب کا مجازاً یہ کہنا اور آپ کا ان کی حمایت کرنا سب مردود ہے۔

اعتراض دوم: حضرت عیسیٰؑ کو بڑھئی کہنا خلاف کتاب وسنت ہے۔ اگر سچے ہو تو کتاب و سنت سے ثابت کرو۔ ورنہ خدا سے شرماؤ۔

اعتراض سوم: بڑھئی کا کام کاٹ اور لوہے سے متعلق ہے اور حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں کہ میں مٹی کی چڑیا اڑتی ہوئی بناتا ہوں۔ اگر کمہار کے کام سے زیادہ مشابہت کے سبب سے یہ الزام حضرت عیسیٰؑ پر مرزا صاحب لگاتے تو زیادہ بیوقوفی نہ ظاہر ہوتی، کجا نجاری اور کجا مٹی کا کام؟ قادیان اور امروہے میں ایسے بڑھئی ہوں گے جو کمہار کا کام بھی جانتے ہوں۔ اصل بات یہ ہے:

دروغ گورا حافظہ نباشد

اعتراض چہارم: کسی تاریخ سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کے وقت شعبدہ بازی اور صنعتوں کا زور تھا، اگر سچے ہو تو اس تاریخ کا حوالہ مع سنہ طبع وصفحہ وسطر بتلا دو ورنہ افتراء سے توبہ کرو۔

اعتراض پنجم: مرزا صاحب کا یہ قول واعتقاد کہ کل کے ذریعہ سے یا صنعت وحرفت کے طور پر یا شعبدہ اور نیرنجات کے ذریعہ بطور لہو ولعب حضرت عیسیٰؑ یہ معجزات دکھاتے تھے، بالکل

غلط اور مخالف کتاب اللہ ہے۔تمہارے مرزا صاحب کی اس ساری تقریر کا اللہ تعالی رد فرماتا ہے کہ مرزا غلط کہتا ہے۔مسیح کے معجزات میں جس قدر صورتیں مرزا نے بیان کی ہیں وہ سب غلط ہیں۔عیسیٰؑ نہ صنعت وحرفت جانتا تھا، نہ شعبدہ باز تھا، نہ نیرنجات کے طور پر نہ مسمریزمی طریق پر بطور لہو ولعب یہ کام کرتا تھا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ وہ کام کرتا تھا ہمارے فضل اور ہماری قوت سے کرتا تھا۔اور وہ کیا کرتا تھا اور کیا کرسکتا تھا؟ جو کچھ کرتے تھے ہم کرتے تھے۔ عیسی ہمارا ایک خاص بندہ تھا جس کو ہم نے سرفراز کیا اور اپنے خزانہ سے یہ نعمت عنایت کی جو کوئی اس کے خلاف کچھ کہتا ہے وہ ہمارا مخالف ہے اور جھوٹا ہے۔ قال اللہ تعالی جل شانہ :

اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک و علی وا لدتک ۔ اذ ایّدتک بروح القدس، تکلّم النّاس فی المھد و کھلا ، و اذ علّمتک الکتاب و الحکمة و التّوراة و الانجیل، واذ تخلق من الطّین کھیئة الطّیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی و تبرئ الاکمه و الابرص باذنی ۔ واذ تخرج الموتی باذنی ۔ و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنک اذ جئتھم با لبیّنات فقال الّذ ین کفروا منھم ان ھذا الّا سحر مّبین (جب کہے گا اللہ اے عیسی، مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب مدد کی میں تجھ کو روح پاک سے۔تو کلام کرتا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور پکی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر دم مارتا تو اس میں تو ہو جاتا جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ کے اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب تو نکال کھڑے کرتا مردے میرے حکم سے اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو انکے پاس نشانیاں لایا تو جو ان میں کافر تھے کہنے لگے کہ اور کچھ نہیں یہ تو جادو صریح ہے۔ مائدہ)

اعتراض ششم: اللہ تعالی فرماتا ہے کہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ماسوا اس کے کوئی بات نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات سحر ہیں۔ ذرا اچھی طرح پھر سن لو:

فقا ل الذین کفروا منھم ان ھذا الّا سحر مّبین

اور مرزا کی حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کی نسبت ایک یہ بھی رائے ہے:

ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق

سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت، ظہور میں آسکیں۔ (ازالہ اوہام ص ۳۰۵)

اب کان کھول کر سنیئے! مسمر یزم سحر کو کہتے ہیں۔ دیکھو طلسمات فرنگ و تاثیر الانظار و تاثیر القلوب، کتب علم مسمر یزم سب متفق ہیں کہ مسمر یزم سحر ہے اور اس کے آلہ کا نام کرسٹل جادو ہے اور اس کے بہت اقسام ہیں اور بہت طریقے ہیں اب کے جواب الجواب میں ان شاء اللہ تفصیل کروں گا۔ جناب احسن المناظرین صاحب! مرزا صاحب کی حمایت میں ہتھیار باندھئے اور اللہ ورسول سے لڑائی کی تیاری کیجئے۔ اب فقط باتوں سے مرزا صاحب کی حمایت نہ ہو سکے گی۔

} قولہ۔ مولوی صاحب گستاخی معاف، آپ کو حقیقت خوارق عادت کی معلوم ہی نہیں کہ کیا چیز ہیں۔

{ اقول: مولوی صاحب معلوم کہاں سے ہوں؟ نہ دہلی میں کوئی نبی بنا، نہ کسی پر وحی آئی۔ ہاں اہل سنت کے علماء نے جو عقائد کی کتابیں لکھی ہیں شاید چھوٹی بڑی ۲۳، عاجز کی نظر سے گذری ہیں۔ ان میں جو کچھ لکھا تھا دیکھ لیا۔ اور چھوٹی بڑی کوئی چالیس تفسیریں بھی عاجز کے پاس ہیں، ان میں بھی جہاں کہیں جس موقع پر جس تفسیر میں یہ بحث آگئی دیکھ لی۔ تفسیر کبیر میں تحت آیت یعلّمون النّاس السّحر، جو کچھ امام رازیؒ نے خوارق عادت کا حال لکھا ہے یا اس موقع پر فتح العزیز میں مولانا شاہ عبدالعزیز نے لکھا ہے یا جو مدارک میں السّحر حقیقة عند اهل السنّة کثر هم اللّه تعالی ... الی آخره، لکھا ہے دیکھ لیا۔ ان کے سوا سرّ مکتوم وغیرہ بھی دیکھی ہیں مگر مرزا صاحب کی طرح نہ مجھ کو الہام ہوا نہ ایسا کشف ہوا پھر حقیقت معلوم ہو تو کیونکر۔

} قولہ: تمام کمل اولیاء اور صلحاء کے نزدیک خوارق عادات کشوف اسرار شرعیہ والہامات عینیہ ومکالمات الہیہ کے بڑی نفرت کی چیز ہیں.. الخ

{ اقول: تصوف میں نفحات، رشحات، انہار اربعہ، فتوح الغیب، کشف المحجوب، مرآۃ الاسرار، درمنظوم، علم الکتاب، سرچشمہ رحمت، سلسلة الذهب، فصوص، نصوص اور اکثر بزرگوں کے ملفوظات ومکتوبات وغیرہ عاجز کی نظر سے گزرے ہیں مگر واقعی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کا الہام نرالی چیز ہے۔ افسوس کہ جناب نے بھی بہت سا زور مارا مگر کوئی عبارت ایسی پیش نہ کی جس سے مرزا صاحب کے مضمون کی کچھ تائید ہوتی۔ اور جو عبارت مجالس الابرار کی آپ نے لکھی ہے وہ نہ آپ کے لئے مفید اور نہ عاجز کے لئے مضر۔ اور منصب امامت کی عبارت تو سراسر عاجز کے لئے مفید ہے، نہیں معلوم اس کی عبارت سے دو صفحے آپ نے کیوں بھر دیئے۔ حضرت! آپ جواب

الجواب نمبر ۶ کو آپ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں مرزا صاحب پر جو اعتراض ہیں ان کو اٹھائیں۔ یہ ساری تقریر تو آپ کیلئے مفید اور عاجز کے لئے مضر اس وقت ہوتی اگر یہ عاجز کہتا کہ نبی کیلئے معجزہ اور ولی کیلئے کرامت لازی اور ضروری چیز ہے۔ میں نے تو یہ عرض کیا ہے اور کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کو شعبدہ کہنا، یا یہ کہنا کہ وہ آلات وادوات کے ذریعہ سے ایسے معجزے دکھاتے تھے جو خرق عادت نہ تھے اور یہ کہنا کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کے یہ معجزات مکروہ اور قابل نفرت نہ ہوتے تو یہ عاجز ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا، قابل اعتراض ہے۔ آپ کمل اولیاء یا صلحاء کے اقوال میں سے ایک قول بھی ایسا نقل کر دیتے جیسا کہ مرزا صاحب کا ارشاد ہے تو البتہ قابل التفات ہوتا۔ منصب امامت کی عبارت جو آپ نے نقل فرمائی ہے اس کا مطلب تو صاف یہ ہے کہ افعال باستعانت ادوات وآلات ہوں وہ خرق عادت میں داخل نہیں ہو سکتے اور یہ ظاہر ہے کہ جو افعال انبیاء یا اولیاء سے صادر ہوتے ہیں اسی قسم کے بلکہ اس سے بھی اقوی واکمل ارباب سحر و اصحاب طلسم سے بھی ممکن الوقوع ہیں مگر ظہور ان کا مقبولین سے از قبیل خرق عادت ہے اس لئے کہ ظہور ان کا بغیر ادوات وآلات محض بقدرت الٰہی بنا بر تصدیق مقبولان بارگاہی ہوتا ہے اور ارباب سحر واصحاب طلسم کے وہ افعال بذریعہ ادوات وآلات ہوتے ہیں۔ اور مرزا کا یہی بیان ہے کہ وہ نجاری کرتے تھے اس لئے بقوت نجاری یا کسی کل کے ذریعے سے چڑیاں بنا دی ہوں گی یا بطریق شعبدہ مسمریزم کی قوت سے ایسا کیا ہوگا تو اس عبارت سے آپ نے پورا پورا مرزا کو ملزم ٹھہرا دیا اور میرے اعتراضوں کی تائید کر دی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس عبارت کو بخیال ملاحظہ ناظرین میں بھی نقل کئے دیتا ہوں۔ وھو ھذا (یہ فارسی عبارت حذف کر دی گئی ہے۔ بہاء)

} قولہ: اور عمل الترب یا تربی کارروائی کا ترجمہ جو جناب نے بین السطور میں شعبدہ لکھا ہے یہ ایک محض افتراء بہت اور اتہام ہے۔ آپ پر لازم ہے کہ یا تو حضرت اقدس مرزا صاحب کے کلام میں کسی جگہ یہ ثابت کریں ورنہ ایسے افتراؤں سے کیا ہوتا ہے۔

{ اقول: جناب مولوی صاحب یوں لکھنا چاہیے تھا کہ اگر ثابت نہ کیا تو تم پر افتراء و اتہام کا الزام عائد ہوگا۔ نہ یہ کہ بے تحقیق پہلے ہی ملزم ٹھہرا دیا۔ ہاں حضرت میں بھولا، تحقیق کرنا تو جناب کے قاعدہ کے خلاف ہے۔ لیجئے حضرت مرزا کے کلام سے ثبوت لیجئے۔ آپ تو ایسے بھولے بن جاتے ہو کہ گویا مرزا صاحب کا کلام دیکھا ہی نہیں۔ خیر ملاحظہ فرمائیے:

اب جاننا چاہیے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ

کی طرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے ان کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے ان کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے ...الی قولہ...سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے سے کسی طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو کیونکہ مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔ (حصہ اول ازالہ اوہام حاشیہ ص۳۰۲۔۳۰۳)

مولوی صاحب ذرا ان الفاظ کو غور سے دیکھئے (کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے، اور، دراصل بے سود، اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے) اور پھر اس کی تصریح کو بھی غور فرمائیے گا (حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے ..الخ)۔اب ذرا ازالہ اوہام کو اوپر نیچے سے اچھی طرح دیکھ کر آپ ہی فرما دیجئے کہ کیا اس سے زیادہ ثبوت کی ضرورت ہے؟

} قولہ: اگر آپ نے ترب بالکسر پڑھا ہے تو اس کے معنی بھی ہرگز شعبدہ کے نہیں ہیں۔ لغت میں تو اس کے معنی ہم زاد و ہم عمر کے ہیں ..الی قولہ ... اگر عمل الترب بالضم آپ نے پڑھا ہے تو اندریں صورت سب نزاع فیصل ہو گیا۔

} اقول: مولوی صاحب واقعی آپ ایسے ہی بھولے ہو، جیسے باتیں کر رہے ہو یا اس ناچیز کو بے حقیقت سمجھ کر یہ بھلا وا دیتے ہو یا ظرافت کرتے ہو۔ حضرت ازالہ اوہام آپ کے پاس ہے مرزا صاحب نے اس پر موٹے موٹے اعراب لگا دیئے ہیں اور اس کے معنی بھی وہیں بتا دیئے ہیں اندریں صورت ان باتوں کی کیا ضرورت ہے صفحہ ۳۰۵ حاشیہ حصہ اول ازالہ پھر ملاحظہ فرمالیجئے۔

} قولہ: عوام الناس بلکہ بعض خواص اہل اسلام کے دلوں میں یہ اعتقاد راسخ ہے کہ حضرت

مسیح کے معجزات حضرت خاتم النبیین افضل المرسلین ﷺ کے معجزات سے بڑھے ہوئے ہیں۔

{ اقول: ھذا بھتان عظیم ۔ اگر آپ سچے ہو، تو بتاؤ کس نے لکھا ہے اور کہاں لکھا ہے اور اس کتاب کا نام کیا ہے؟

} قولہ: اور نصاریٰ تو انہیں معجزات کے سبب حضرت مسیح کو صفات الوہیت میں شریک کرتے ہیں اور اسی معنی کی رو سے ابن اللہ کہتے ہیں۔

{ اقول: یہ بھی غلط ہے، اور اگر نصاریٰ کا ایسا غلط خیال ہو بھی تو کیا اس کا یہ جواب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ان معجزات کی نفی کر دی جائے۔

} قولہ: اور تیسرا فرقہ نیچریہ اور آریہ سماج وغیرہ معجزات انبیاء سے محض منکر ہے۔

{ اقول: تو ان کے انکار کی وجہ سے معجزات کو ایسا بیان کرنا کہ ان کا اعجاز جاتا رہے، تو سمجھانے کی خوبی کیا ہوئی۔

{ قولہ: اگر حقیقت معجزات کو ایسا کشف فرما دیا جو سب کے گلے اتر جائے اور کوئی بھی انکار نہ کر سکے تو کیا مظنہ طعن ہے۔

{ اقول: حضرت مرزا صاحب نے حقیقت معجزات کو ان کے گلے کیا اتارا بلکہ ان کا انکار مرزا صاحب کے گلے اتر گیا۔

} قولہ: اول آپ تقویۃ الایمان وغیرہ کا ردّ فرما لیجئے۔

{ اقول: کیوں حضرت یہ کیا سوجھی؟ تقویۃ الایمان نے کیا قصور کیا ہے۔ پہلے آپ اس کے اقوال کو خلاف کتاب وسنت ثابت کر دیجئے، پھر ردّ کرنے کی درخواست کیجئے گا۔

} قولہ۔ نمبر ۸

{ اقول: اس نمبر کے جواب میں چونکہ عاجز کو کچھ بحث متعلق باحادیث شریف کرنی ہے لہذا یہاں سے مولوی صاحب اس بحث کو روکھا پھیکا سمجھیں یا اپنے مذاق کے خلاف اور متوجہ ہوں یا نہ ہوں مگر میں خیال ادب آپکے مذاق کے موافق عبارت لکھنے سے معذور ہوں، معاف کیا جائے۔

} قولہ: احادیث متفقہ علیہ سے اعلام حصص سابقہ میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مسیح ابن مریم جو آنے والا ہے وہ اس امت میں سے ایک امام ہو گا۔

{ اقول: پہلے اس سے کہ آپ کا جواب لکھا جائے توضیح مطلوب کے لئے عاجز آپ کی نظر مباحثہ دہلی کے صفحہ ۱۶۹ کی عبارت نقل کرتا ہے و ھو ھذا:

پس ثابت ہوا کہ مخبر صادق نے یہ خبر ہی نہیں دی کہ مسیح ابن مریم جو اس امت میں آنے والا ہے وہی عیسی بن مریم بنی اسرائیلی آوے گا جو نبی و رسول بنی اسرائیل کا تھا بلکہ یہ خبر دی ہے کہ وہ مسیح آنے والا تم میں سے ایک ایسا اور ایسا امام ہوگا اور اس کی امامت کتاب اللہ کے معارف و اسرار اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بیان دقائق و حقائق میں ہوگی جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کی بحث واقع ہو چکی۔

بعد اس کے یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ آپ کی اس تقریر میں نظر ہے، بچند وجوہ:

اول: حضرت عیسیٰ جو بنی اسرائیل پر نبی ہوئے تھے دوبارہ بھی وہی آئیں گے۔ آپ کا انکار اگرچہ بموجب الہام مرزا صاحب کے ہو، خلاف ہے قرآن مجید کے۔ اور آپ کا خیال اور مرزا صاحب کا یہ الہام کہ ان کے باپ یوسف تھے، کتاب اللہ کے مقابل دونوں مردود ہیں۔

دوم: جب آپ نے خود اقرار کرلیا کہ، مسیح ابن مریم آنے والا ہے، تو اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ غلام احمد، ابن مریم نہیں ہوسکتا۔

سوم: یہ کہ یہ دعوی آپ کا حصص سابقہ اعلام سے ہرگز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ چنانچہ معاینہ جواب حصص سابقہ سے آپ خود معلوم کرلیں گے، جو عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ انشاء اللہ تعالی۔

چہارم: یہ کہ بعد فرض تسلیم اس امر کے کہ آنیوالا مسیح اس امت میں سے ایک امام آپ ثابت بھی کریں، تو بھی یہ کہاں سے ثابت کر سکتے ہو کہ وہ مثیل عیسی بن مریم ہوگا نہ خود عیسی بن مریم۔ ہو سکتا ہے کہ عیسی بن مریم ہو، بلکہ یہی متعین ہے کہ خود ابن مریم ہوں۔ کما سیظھر عنقریبٍ۔

اب رہا آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ ان کا امام اور امتی ہونا ان کی شان نبوت کا مٹانا ہے جیسا کہ القول الفصیح وازالہ اوہام میں ہے، تو یہ اعتراض آپ کا قرآن وحدیث سے بے خبری پر محمول ہے۔ اگر آپ قرآن مجید اور احادیث کی طرف توجہ کریں تو ہرگز ایسی بے معنی اور بے تکی نہ ہانکا کریں۔ ہرگز ہرگز شان نبوت میں امام اور امتی ہونے سے فرق نہیں آسکتا۔ نہ کہ منافی ہونا شان نبوت کے۔ یہ تو آپ لوگوں کا سراسر جہل یا تجاہل ہے۔ امامت کا شان نبوت کے منافی نہ ہونا تو اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالی نے ابراہیم خلیل اللہ کو انی جا علک للناس اماماً (میں بناؤنگا تجھ کو سب لوگوں کا امام) اور امتی ہونا شان نبوت کے اس لئے منافی نہیں ہے کہ فرمایا اللہ تعالی نے سورہ آل عمران میں

و اذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیّین لما آتیتکم من کتابٍ و حکمةٍ ثمّ جاء کم رسول مّصدّق لّما معکم لتؤمننّ بہ ۔ و لتنصرنّہ قال اقررتم و

اخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا و انا معکم من الشّاھدین۔ فمن تولّی بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون (اور جب لیا اللہ نے اقرار نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم، پھر آوے تم پاس کوئی رسول کہ سچ بتاوے تمہارے پاس والے کو، تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کہ تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر لیا میرا ذمہ بولے ہم نے اقرار کیا۔ تو فرمایا تو اب شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہد ہوں۔ پھر جو کوئی پھر جاوے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں بے حکم)

آپ نے بھی مباحثہ دہلی میں صفحہ ۱۲۰ میں لکھا ہے کہ: آنحضرت ﷺ کا تو وہ مرتبہ ہے کہ تمام انبیاء کو بتاکید حکم ہوا ہے اور ان سے اقرار و میثاق لیا گیا ہے کہ وہ سب حضرت ﷺ پر ایمان لاویں اور اس کے ثبوت میں یہی آیت آپ نے لکھی ہے۔

و عن جابر عن النّبیّ ﷺ ولو کان موسی حیّاً ما وسعہ الّا اتباعی رواہ احمد و البھیقی فی شعب الایمان۔ (جابر سے روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ میرے وقت میں زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا اور داری میں جابرؓ حضرت رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ میری نبوت کا زمانہ پاتے تو میری اتباع کرتے۔

اور جب نص قرآنی سے حضرت موسیٰ کا بحکم الٰہی اتباع حضرت خضر، کہ وہ نبی نہ تھے، کرنا ثابت ہے، تو حضرت عیسیٰ اگر خاتم النبیین کا اتباع کریں گے اور ان کے امتی ہو جاویں تو کیا محل استعجاب ہے؟

بالجملہ بعد تسلیم اس تقریر کے جو آپ نے اعلام الناس میں حدیث واماکم منکم کے متعلق لکھی ہے ثبوت اس امر کا مسلّم ہے کہ مسیح موعود اس امت میں سے ایک امام ہوگا۔ مگر نہ یہ ہمارے لئے مضر ہے اور نہ مرزا صاحب کیلئے مفید۔ اور جو امر مرزا صاحب کیلئے مفید اور ہمارے لئے مضر ہے، یعنی مسیح کا نبی بنی اسرائیل نہ ہونا اور صرف اس امت میں سے ایک امام ہونا، وہ تقریر مذکور سے ثابت نہیں۔

پنجم: وہ حدیث جس سے آپ اپنے زعم میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ مسیح بن مریم جو آنے والا ہے وہ اس امت میں سے ایک امام ہوگا، وہ صرف ایک حدیث ہے یعنی حدیث الزھری عن نافع مولی ابی قتادہ عن ابی ہریرہ جس میں لفظ و اماکم منکم یا فامّکم منکم وارد ہے۔ پس ایراد لفظ

احادیث متفق علیہ کہ لفظ جمع ہے کوئی وجہ صحت نہیں رکھتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ چونکہ یہ حدیث تین طرق سے مروی ہے: ایک وہ جس میں یونس زہری سے روایت کرتا ہے، دوسرا وہ طریق جس میں ابن اخی الزہری سے روائت کرتا ہے، تیسرا وہ طریق جس میں ابن ابی ذئب زہری سے روایت کرتا ہے۔ چنانچہ یہ سب طرق صحیح مسلم میں مذکور ہیں، پس باعتبار تعدد طرق کے اس حدیث پر اطلاق لفظ جمع درست ہوا، تو جواب اس کا

اول: یہ کہ حدیث بدلتی ہے صحابی کے یا اصل مضمون کے بدلنے سے اور یہاں صحابی اور اصل مضمون ایک ہے۔

دوم: اس تاویل پر متفق علیہ کہنا صحیح نہیں ہوتا ہے کیونکہ متفق علیہ صرف طریق یونس ہے نہ طریق ابن اخی الزہری اور طریق ابن ابی ذئب۔ یہ دونوں طریق تو صرف مسلم میں ہیں، نہ کہ صحیح بخاری میں۔

سوم: دوسرے طریق میں لفظ منکم نہیں ہے اس لئے وہ آپ کے لئے کچھ مفید نہیں ہے۔

اگر کہا جاوے کہ ایک حدیث اور ہے جس میں لفظ اماماً آیا ہے یعنی حدیث الزھری عن ابن المسیّب انّہ سمع ابا ھریرۃ یقول قال رسول اللّٰہ ﷺ و الّذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم۔ ابن عینیہ کی روایت میں اس حدیث میں لفظ اماما مقسطاً و حکماً عدلاً آیا ہے کما فی صحیح مسلم۔ تو جواب یہ ہے کہ اول تو روایت ابن عینیہ متفق علیہ نہیں ہے۔ دوم لفظ منکم یہاں نہیں ہے جس سے آپ کا مدعا حاصل ہو۔

} قولہ: اول تو یہ احتمال کسی ترکیب نحوی سے درست نہیں ہوسکتا۔ }

{ اقول: آپ نے وجہ عدم صحت ترکیب نحوی کی ارشاد نہیں فرمائی اس کو ارشاد کیجئے تا کہ اس میں نظر کی جاوے۔ اس وقت جو اس عاجز کے ذہن میں وجہ آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ یہ سمجھے ہیں کہ واما مکم منکم میں اگر مراد امام سے غیر مسیح بن مریم لیا جاوے گا تو حال ذوالحال میں رابطہ نہ پایا جائے گا، بخلاف اس کے کہ مراد امام سے مسیح ابن مریم ہو تو اس صورت میں وضع مضمر کا موضع مضمر کے ہوگا۔ پس لفظ اما مکم بجائے ھو کے تو رابطہ موجود ہوگا اگر یہی وجہ ہے تو اس جواب سن لیجئے کہ یہ وجہ مبنی ہے قواعد نحو سے ذہول پر۔ مختصرات نحو میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جب جملہ اسمیہ حال واقع ہو تو رابطہ اس میں یا واؤ اور ضمیر دونوں ہوتے ہیں یا فقط واؤ، اور فقط ضمیر کا رابطہ ہونا ضعیف ہے۔ یہاں اگرچہ ضمیر نہیں ہے لیکن واؤ موجود ہے اس کے شواہد بہت ہیں:۔

حدیث جابر متفق علیہ میں ہے:

كا ن يصلّى الظّهر با لها جرة و العصر و الشمس حيّه

اور اثر حضرت عمرؓ میں ہے: والصّبح والنجوم با دية مشتبكه ۔ رواه مالک

و عن ابى هريره قال قالوا يا رسول اللّه متى و جبت لک النّبؤة

قال و آدم بين الرّوح و الجسد ۔ رواه التر مذى ۔

اور اگر فرض کیا جاوے کہ ضمیر کا ہونا ضروری ہے تو بھی ترکیب درست ہوسکتی ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ جملہ و اما مکم منکم ابن مریم سے حال نہ ہو بلکہ فیکم کی ضمیر مجرور سے حال ہو۔

} قولہ: دوم صحیح مسلم میں اس احتمال کو باطل کردیا ہے۔

{ اقول: اس میں کلام ہے بچند وجوہ:

اول یہ کہ مسلم کے روایات جن کو مبطل اس احتمال کا آپ نے تصور فرمایا ہے وہ تین ہیں: ایک روایت ابن عینیہ کی جس میں لفظ اما ماً مقسطاً کا وارد ہے۔ دوسری روایت ابن اخی الزہری کی جس کا لفظ یہ ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فا مکم تیسری روایت ابن ابی ذئب کی جس کا لفظ یہ ہے کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم ۔

فا مکم منکم، پہلی روائت میں یہ جمع ہے کہ سفیان بن عینیہ نے دیگر ثقات کے خلاف اما ماً کا لفظ زہری سے روایت کیا ہے لیث و یونس و صالح بن کیسان کی روایت میں یہ لفظ نہیں ہے جیسا کہ صحیح مسلم سے ظاہر ہے اور محمد بن ابی جعفر کی روایت میں بھی یہ لفظ نہیں ہے، تفسیر ابن کثیر میں ہے:

و رواه ابن مردويه من طريق محمد بن ابى حفصه عن الزّهرى عن سعيد بن المسيّب عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ يو شک ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً ۔ الحد يث۔

اور لیث نے غیر زہری یعنی سعید بن ابی سعید سے جو اس حدیث کی روایت کی ہے اس میں بھی لفظ اماماً نہیں ہے۔ مسلم شریف میں ہے:

و حد ثنيه قتيبه بن سعيد ثنا ليث عن سعيد بن ابى سعيد عن عطا بن ميناء عن ابى هريره انّه قال قال رسول الله ﷺ و اللّه لينزلن ابن مريم حكماً عد لاً .. الحد يث ۔

رجال اس روایت کے رجال شیخین ہیں۔ سفیان بن عینیہ اگرچہ ثقات اعلام میں سے

ہے مگر مخطی ہے۔بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے۔میزان میں ہے:

قال احمد فرجعت فاذا ما اخطا فیه سفیان بن عینیه اکثر من عشرین حدیثاً

اور خطا مخالفت ثقات اثبات سے ثابت ہوتی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ لفظ اما ماً میں اس نے خطا کی ہے اور موضع استدلال یہی لفظ ہے۔

دوسری روایت میں دو جرحیں ہیں۔اول یہ کہ مسلم نے اس حدیث کو محمد بن حاتم بن میمون سے روایت کیا ہے اس میں بہت کلام ہے یہاں تک کہ بعض نے کذاب لکھا ہے۔

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں: قال القلاص لیس بشئی وقال یحی و ابن المدینی ھو کذاب۔انتھی ملخصاً۔

تقریب میں ہے: ربما وھم۔

دارقطنی وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے۔

قول فیصل اس میں یہ ہے جو حافظ نے تقریب میں لکھا ہے یعنی صدوق صاحب اوھام ہے، اس حدیث کی روایت میں جو تین اوہام ہیں یا تو اسی راوی سے ہوئے ہیں یا ابن اخی الزہری سے۔وہ تین اوہام یہ ہیں۔اول: بجائے واؤ کے فا لایا ہے۔دوسرے بجائے امامکم کے امکم کہا ہے۔تیسرے لفظ منکم کو حذف کر دیا ہے۔

دوسری جرح اس سند میں یہ ہے:

راوی اس میں ابن اخی الزہری ہے نام اس کا محمد بن عبداللہ بن مسلم ہے ذہبی میزان میں لکھتے ہیں:

قال ابن معین وابو حاتم لیس بالقویّ و فی روایة الدارمی عن ابن معین ضعیف و جعله محمد بن یحی الذھلی فی اصحاب الزھری مع اسامة بن زید اللیثی و ابن اسحاق و فلیح۔

حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

ذکرہ محمد بن یحی الزھلی فی الطبقة الثانیة من اصحاب الزھری من محمد بن اسحاق و فیلح و قال انه وجد له ثلاثه احادیث لا اصل لھا احدھا حدیثه عن عمر عن سالم عن ابی ھریرہ مرفوعاً

کل امتی معافی الّا المجا ھر ین ۔ ثا نیھا بھذا الاسناد کان ا ذا خطب قال کل ما ھو آتٍ قریب مو قوف ۔ ثا لثھا عن امرأته ام الحجاج بنت الزھری عن ابیھا انّ النبی ﷺ کان یا کل بکفه ۔ کلّھا مرسل و قال السا جی تفرد عن عمر باحادیث لم یتابع علیھا کا نه یعنی ھذه

اور حافظ ابن حجر نے مقدمہ میں تین احادیث بخاری کے ذکر کئے ہیں جن میں یہ راوی واقع ہوا ہے اور ہر ایک میں متابعت ثابت کی ہے اور اس کے بعد کہا ہے: و له عنده غیر ھذه مما توبع علیه موصولاً و معلقاً ۔ اور اس کی ایک جماعت نے توثیق بھی کی ہے۔ اعدل الاقوال اس کے باب میں وہ ہے جو حافظ نے تقریب میں لکھا ہے صدوق له اوھام ۔

عبارت مذکورہ سے واضح ہوا کہ تفرد اس کا مقبول نہیں ہے اور روایت مذکورہ کے ساتھ یہ متفرد ہوا ہے۔

تین اوہام اس روایت میں ہیں کما مرّ آ نفاً ، یہ تینوں اوہام یا تو اسی راوی کے ہیں یا محمد بن حاتم بن میمون کے۔ غالباً بخاری اپنی صحیح میں اسی واسطے اس روایت کو نہیں لایا ہے۔

اور تیسری روایت میں یہ جرح ہے کہ اس کا راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب زہری میں ضعیف ہے :قال الحافظ فی المقدمة قال ابن المد ینی کا نوا یوھنونه فی الزھری و کذا و ثقه احمد و لم یرضه فی الزھری و حد یثه عن الزھری فی المتا بعا ت ۔ انتھی ملخصاً

اور یہاں زہری سے روایت کرتا ہے مخالف ثقات کے، تو ثابت ہوا کہ اس سے اس روایت میں دو وہم ہو گئے ہیں۔ اول بجائے واؤ کے فا لایا۔ دوم امامکم کی جگہ امکم کہا ہے علاوہ اس کے ابن ابی ذئب کی روایت میں اضطراب ہے۔ ایک روایت میں ابن ابی ذئب نے بھی و امامکم منکم موافق جمہور کے کہا ہے تفسیر ابن کثیر میں بعد نقل روایت یونس کے لکھا ہے و ھکذا رواه الامام احمد عن عبد الرزاق عن معمر و عن عثما ن بن عمر عن ابی ذئب کلاھما عن الزھری به اگر کوئی کہے کہ صحیح مسلم کی روایت میں وہم و خطا کا ہونا محل استبعاد ہے، جواب یہ ہے کہ وہم و خطا تو بخاری میں بھی واقع ہوا ہے یہ کچھ محل استبعاد نہیں۔ بخاری و مسلم کے رواۃ اعلیٰ درجہ کے ثقات ہیں مگر وہم و خطا سے معصوم نہیں ہیں اور ضابطہ وہم و خطا کی شناخت کا یہی ہے کہ وہ روایت مخالف ہو جمہور ثقات اثبات کے۔

مخفی نہ رہے کہ روایت و اما مکم منکم کو ان دونوں روایتوں پر ترجیح ہے بچند وجوہ:

اول: تو یہ لفظ متفق علیہ ہے بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے اور علماء نے اتفاق کیا ہے اس پر کہ اصحّ الاحادیث ما اتّفقا علیہ

دوم: یہ کہ یہاں زہری سے یونس روایت کرتا ہے اور یونس زہری میں اثبت النّاس ہے۔ حافظ ابن حجر مقدمہ میں لکھتے ہیں:

قال ابن ابی حاتم عن عباس الدوری قال قال ابن معین اثبت النّاس فی الزھری مالک و معمر و یونس وعقیل و شعیب وقال عثمان الدارمی عن احمد بن صالح نحن لا نقدم علی یونس فی الزھری احداً قال و سمعت احمد بن حنبل یقول سمعت احادیث یونس عن الزھری فوجدت الحدیث الواحد ربما سمعه مراراً وکان الزّھری اذا قدم ایلة ینزل علیه وقال علی بن المدینی عن ابن مھدی کان ابن المبارک یقول کتابه عن الزھری صحیح قال ابن مھدی و کذا اقول۔

سوم: یہ کہ عقیل واوزاعی ومعمر وابن ابی ذئب نے ایک روایت میں یونس کی متابعت کی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے تابعه عقیل و الاوزاعی، اور متابعت معمر وابن ابی ذئب کی روایت امام احمد سے ثابت ہو چکی۔ فتذکر

وجہ دوم: وجوہ اصل سے یہ ہے کہ تیسری روایت کے موافق ایسے معنی اس حدیث کے ہو سکتے ہیں کہ جس کی بنا پر مسیح بن مریم کے غیر کا امام ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس وقت ہم کہہ سکتے ہیں کہ من بمعنی بعض کے ہے اور وہ ام کا فاعل واقع ہوا ہے یا من تبیین کا ہے اور خاص اس کا بسبب قائم ہونے لفظ منکم کے مقام اس کے محذوف ہے جیسا کہ جمہور نے قد کان من مطر میں تاویل کی ہے ای قام بعضکم او احد منکم۔ اگر کہا جائے کہ حذف فاعل جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ عدم جواز مقید ہے ساتھ نہ قائم ہونے کسی شئے کے مقام فاعل کے اور جب فاعل کے مقام پر کوئی چیز قائم ہو تو بالاتفاق حذف فاعل جائز ہے۔ فوائد ضیائیہ میں بحث تنازع میں ہے:

دون الحذف لانّه یجوز حذف الفاعل الّا اذا سدّ شی مسدہ۔

یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ ام اس روایت میں صیغہ فعل ماضی کا نہ ہو بلکہ ام بالضم اسم ہو اور وہ معنی امام لغت میں آیا ہے۔ قاموس میں ہے:

و الامة بکسر الحالة و الشرعة و الدین و بضم النعمة و الھیة و الشان و غفارة العیش والسنة وتضم و الطریقة و الامامة و الایتما م بالامام و بالضم الرجل الجامع للخیر والاما م و جماعة ار سل الیھم رسول و الجیل من کل حیّ و الجنس کا لام فیھا۔

اور بھی قاموس میں ہے: و ام کل شئی اصله و عماده و للقوم رئیسھم

اور بھی اسی میں ہے: و امّ القری مکة لانّھا توسطت الارض فیما زعموا ولانھا قبلة الناس یؤموا۔

اور مؤید اس کی یہ بات ہے کہ بر تقدیر فعل ماضی لفظ منکم بعد امکم کے محض بے ربط ہوتا ہے اس وقت فصیح عبارت یہ تھی: کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم منکم فا مکم

اور یہ دونوں تاویلیں دوسری روایت میں بھی ہوسکتی ہیں اس لئے کہ بقرینہ تیسری روایت کے دوسری میں بھی لفظ منکم مقدر مانا جاوے گا۔

اب اس بیان کے موافق مطلب ان روایتوں کا بھی وہی ہوگا جو امامکم منکم سے ظاہر ہے۔ پس ان روایتوں سے ابطال اس معنی کا جس کے ابطال کے آپ درپئے تھے، حاصل نہ ہوا۔ رہی روایت ابن عینیہ کی، سو بعد تسلیم اس کی صحت کے وہ منافی امامت غیر عیسیٰ بن مریم کے نہیں ہے کیونکہ روایت ابن عینیہ میں جو لفظ اماماً مقسطاً کا آیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ بمعنی حکماً عدلاً کے ہو اور لفظ حکماً عدلاً اس کی تفسیر واقع ہو جیسا کہ جمہور کی روایت میں ہے پس امامت شرعی نماز وغیرہ میں تو غیر عیسیٰ کیلئے ہو اور حکومت وعدالت حضرت عیسیٰ کیلئے ہو اور اس میں کچھ محذور نہیں ہے۔..ہوسکتا ہے کہ امام مہدی کے زمانہ میں اصل امام حضرت مہدی ہوں اور حضرت عیسیٰ حکام عادلین میں سے ہوں۔ اور مؤید اس کے ہیں وہ احادیث صحیحہ جو دلالت کرتی ہیں اس پر کہ خلافت وامامت مختص ہے ساتھ قریش کے، اور حدیث جابر بن عبداللہ جس میں یہ لفظ ہے فیقول لا انّ بعضکم علی بعضٍ امراء تکرمة اللّٰه ھذه الامة

وجہ سوم: صحیح مسلم میں باب نزول عیسیٰ ابن مریم میں ایک حدیث اعلیٰ درجہ کی ایسی صحیح موجود ہے کہ آپ کے معنی کو بالکل باطل کرتی ہے اور جو معنی جمہور کہتے ہیں اس کی تعیین کرتی ہے وہ یہ ہے:

حدثنا الولید بن شجاع و ھارون بن عبد اللہ و حجاج بن الشاعر قالوا ثنا حجاج و ھو ابن محمد عن ابن جریج اخبرنی ابو الزبیر انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول سمعت النبی ﷺ یقول لا تزال طائفۃ من امّتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیامۃ قال فینزل عیسی ابن مریم فیقول امیرھم تعال صلّ لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللّٰہ ھذہ الامۃ۔

راوی اول اس کا ولید بن شجاع ہے۔ اس کی نسبت تقریب میں ہے: ثقۃ من العاشرۃ۔ اس کی متابعت ہارون بن عبداللہ نے کی ہے اس کی نسبت تقریب میں ہے:

ثقۃ من العاشرۃ۔ کاشف میں ہے: ثقۃ۔ خلاصہ اور اس کے حاشیہ میں ہے:

وثقہ الدّارقطنی و النّسائی۔ یہ ایسا ثقہ ہے کہ کسی نے اس میں جرح نہیں کی اسی لئے ذہبی نے میزان میں اس کا ذکر نہیں کیا۔

اور دوسرا متابع اس کا حجاج بن ابی یعقوب او سفیان بن حجاج الثقفی بغدادی ہے اس کی نسبت تقریب میں ہے: ثقہ حافظ۔

میزان میں ہے:

حجاج بن یوسف ابومحمد الثقفی البغدادی ابن الشاعرثقۃ مشھور حافظ روی عنہ مسلم والقاضی المحاملی و خلق

خلاصہ میں ہے: قال ابن ابی حاتم ثقۃ۔

ولید بن شجاع میں اگرچہ تھوڑا سا کلام ہے مگر وہ مضر نہیں ہے کیونکہ ہارون بن عبداللہ اور حجاج بن الشاعر نے، جو ثقات میں سے ہیں، یہاں اس کی متابعت کی ہے۔

دوسرا راوی حجاج بن محمد الاعور المصیصی ہے۔ حافظ مقدمہ میں لکھتے ہیں:

احد الاثبات اجمعوا علی توثیقہ و ذکرہ ابو ایوب العقیلی فی الضعفاء بسبب انہ تغیر فی آخر عمرہ و اختلط لکن ما ضرّہ الاختلاط فان ابراھیم العربی حکی ان یحی بن معین منع ابنہ ان یدخل علیہ احداً بعد اختلاطہ روی لہ الجماعۃ۔

یہ راوی رجال شیخین سے ہے۔

تیسرا راوی عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج الاموی ہے۔ تقریب میں ہے:

ثقه فقیه فاضل و کان یدلس و یرسل۔

یہ راوی رجال شیخین سے ہے، اس میں علت تدلیس کی ہے مگر یہاں اس نے اخبرنی کہا، اس لئے علت تدلیس زائل ہوگئی۔

چوتھا راوی محمد بن مسلم ابوالزبیر مکی ہے تقریب میں ہے: صدوق الّا انّه یدلس

مقدمہ میں ہے: احد التّابعین مشهور و ثقه الجمهور۔

اس میں بھی بعض نے تدلیس کا ذکر کیا ہے لیکن تدلیس یہاں کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ اس نے انّه سمع جابر بن عبد اللّٰه کہا ہے۔ یہ راوی بھی رجال شیخین میں سے ہے اور موید اس کی وہ دو حدیثیں ہیں جن کا ذکر فتح الباری میں ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے:

و عند احمد من حدیث جابر فی قصّة الدّجّال و نزول عیسی و اذا هم بعیسی فقال تقدم یا روح اللّٰه فیقول لیقدم امامکم فلیصل بکم و لابن ماجه فی حدیث ابی امامة الطویل فی الدّجال قال و کلّهم ای المسلمون ببیت المقدس و امامهم رجل صالح قد تقدم لیصلیهم اذ نزل عیسی فرجع الامام ینکص لیتقدم عیسی فیقف عیسی بین کتفیه ثم یقول تقدم فانّها لک اقیمت و قال ابو الحسن الجشمی الآمدی فی مناقب الشّافعی تواترت الاخبار بان المهدی من هذه الامة و ان عیسی یصلی خلفه

میں کہتا ہوں کہ مسند احمد میں ایک حدیث عثمان بن ابی العاص سے مروی ہے، وہ بھی اس کی موید ہے۔ اور تفسیر ابن کثیر میں ہے:

قال الامام احمد حدثنا یزید بن هارون حدثنا حماد بن سلمه عن علی بن زید عن ابی نضرة قال اتینا عثمان بن ابی العاص فی یوم الجمعة لنعرض علیه. مصحفان علی مصحفه. فلما حضرت الجمعة امرنا فاغتسلنا ثم اتانا بطیب فتطیبنا ثمّ جئنا المسجد فجلسنا الی رجل فحدثنا عن الدجال ثم جاء عثمان بن ابی العاص فقمنا الیه فجلسنا فقال سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول یکون

للمسمين ثلا ثه امصار

اس حدیث میں یہ لفظ ہے: فبینما هم کذ لک اذ نادی مناد من البحر یا ایّها النّاس اتا کم الغوث ثلا ثاً فیقول بعضهم لبعض ان هذا الصّو ت رجل شبعان و ینزل عیسی بن مر یم عند صلوة الفجر فیقول له امیرهم یا روح اللّه تقدم صل فیقول هذه الامة امراء بعضهم علی بعض فیقدم امیرهم فیصلی حتی اذا قضی صلاته اخذ عیسی حر بته فیذ هب نحو الدّ جال

اس حدیث کے راوی بعض شیخین کی شرط پر ہیں اور بعض مسلم کی شرط پر، سوائے علی بن زید بن جدعان کے کہ وہ رجال مسلم میں سے ہے لیکن مسلم نے مقرونا لغیرہ اس سے روایت کی ہے۔ اس راوی کی اگرچہ بعض نے تضعیف کی ہے مگر منصور بن زاذان وحماد بن سلمہ ویحی وابوحاتم وترمذی ودارقطنی ویعقوب بن شیبہ وذہبی نے توثیق کردی ہے۔ میزان میں ہے:

و قال منصور بن زا ذا ن لمّا ما ت الحسن البصری قلنا لعلی بن زید اجلس مجلسه قال موسی بن اسماعیل قلت لحماد بن سلمه زعم وهیب ان علی بن زید کان لا یحفظ قال و من این کان و هیب یقدر علی مجالسة علی انّما کان یجالسه وجوه النّاس و روی عباس عن .... هو احب الیّ من ابن عقیل و من عاصم بن عبد اللّه قال ابو حاتم یکتب حدیثه هو احبّ الیّ من یز ید بن ابی زیادة قال الترمذی صدوق و قال الدارقطنی لا یترک عندی فیه لین۔ انتہی ملخصاً

تہذیب میں ہے: قال یعقو ب بن شیبه ثقة

ذہبی، ذکر من عرف بابیه میں لکھتے ہیں:

ابن جدعان من صغار التابعین هو علی بن زید بن جدعان بصری

حافظ عبدالعظیم منذری ترغیب والترہیب میں لکھتے ہیں:

و صحّ الترمذی له حدیثاً فی السلام و حسن له غیرها حد یث

کاشف میں ہے: احد الحفا ظ بالبصرة

بالجملہ حدیث علی بن زید بن جدعان کی حسن ہے علی شرط الترمذی، خصوصاً تائید کے

لئے کافی ہونے میں تو کلام نہیں۔

} قولہ: اور متعدد اسانید سے قطعی فیصلہ کر دیا کہ امامکم منکم اسی مسیح بن مریم کی صفت واقع ہوئی ہے یا اس سے حال واقع ہوا ہے۔

{ اقول: اس میں کلام ہے بچند وجوہ:

اول: یہ کہ اما مکم منکم کو جو آپ صفت مسیح بن مریم کی لکھتے ہیں تو اس سے اگر یہ مطلب ہے کہ جملہ بن کر یہ صفت مسیح بن مریم کی واقع ہوا ہے تو صریح غلط ہے کیونکہ ابن معرفہ ہے اور جملہ حکم میں نکرہ کے ہوتا ہے۔ پس مطابقت موصوف وصفت کے درمیان نہ پائی گئی اور اگر یہ مطلب ہے کہ و اما مکم منکم بغیر جملہ بنائے صفت واقع ہے تو اس میں یہ قباحت ہے کہ موصوف اور صفت کے درمیان واؤ نہیں آتا ہے اور یہاں موجود ہے۔ اور اگر آپ کو شرح جامی کی اس عبارت سے دھوکہ ہوا ہے جو اس نے قیل کے لفظ سے نقل کی ہے کہ زمخشری نے وقوع واؤ کا درمیان موصوف صفت کے تجویز کیا ہے تو اس کا جواب، جب آپ اسے پیش کریں گے ان شاء اللہ تعالی اس وقت، ایسا دیا جائے گا جس سے آپ کو اپنے فہم کی قلعی کھل جائے گی۔

دوم اما مکم منکم کا مسیح بن مریم سے حال ہونا اس پر موقوف نہیں ہے کہ مسیح بن مریم جو آنے والا ہے وہ اس امت میں سے ایک امام ہو بلکہ اما مکم منکم مسیح ابن مریم سے اس وقت بھی حال ہوسکتا ہے کہ امامکم منکم میں جو امام ہے وہ سوائے مسیح ابن مریم کے کوئی اور ہو اور یہ شبہ کہ رابطہ یہاں نہیں ہے اس کا جواب اوپر گزرا۔ فتذکر

سوم: آپ کے معنی پر جب اما مکم منکم کو مسیح بن مریم سے حال کہا جائے گا تو صرف نص کا ظاہر ہونا لازم آئے گا کیونکہ وضع مظہر موضع مضمر کا قائل ہونا پڑے گا اس تقدیر پر اصل عبارت یوں ہونی چاہیے و ھو اما مکم اور وضع مظہر، موضع مضمر کے خلاف ظاہر ہے اور نص کا صرف (پھیرنا) ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں ہے۔

چہارم: روایتوں میں مسلم کی ایسے معنی بھی ہو سکتے ہیں جن سے غیر مسیح بن مریم کا امام ہونا پایا جاتا ہے۔

پنجم: مسلم کی روایتوں میں وہم کا ہونا ہم نے ثابت کر دیا۔ و قد فصل آنفا

ششم: حدیث جابر جو مسلم میں ہے اور اعلی درجہ کی صحیح ہے اس نے فیصلہ کر دیا کہ امام غیر مسیح بن مریم ہوگا۔

} قولہ: صحیح مسلم میں اسانید متعددہ سے ثابت کردیا کہ امامکم منکم کے معنی یہ ہیں کہ فامکم منکم بکتاب ربکم تبارک وتعالی وسنۃ نبیّکم

{ اقول: اس میں کلام ہے بچند وجوہ:

اول مسلم نے ایک سند کے بھی یہ معنی نہیں بیان کئے جو آپ نے لکھے ہیں۔آپ نے لفظ منکم زیادہ کردیا ہے۔لفظ مسلم کا یہ ہے:

قال ابن ابی ذئب اتدری ما امکم منکم قلت تخبرنی قال فامکم بکتاب ربکم تبارک وتعالی وسنۃ نبیّکم صلی اللہ علیہ وسلم

اس جگہ زیادت لفظ منکم خطا بیّن ہے کیونکہ بکتاب ربکم تبارک وتعالی وسنۃ نبیّکم تفسیر منکم کی ہے۔پس جمع بین المفسِر والمفسّر لازم آتا ہے۔مطلب ابن ابی ذئب کا یہ ہے امکم منکم کے معنی یہ ہیں کہ ابن مریم تمہاری امامت کرے گا تم میں سے ہو کر یعنی تمہارے دین میں ہو کر نہ بحیثیت نبوت، اور تمہارے دین میں ہو کر امامت کریں گے کے معنی یہی ہیں کہ کتاب وسنت کے ساتھ امامت کرے گا۔

دوم: مسلم نے معنی مذکور ایک سند سے بیان کئے ہیں نہ اسانید متعددہ سے۔پس اطلاق لفظ جمع کا یہاں پر کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔

سوم: یہ معنی صرف ابن ابی ذئب کا، جو ایک تبع تابعین سے ہے، فہم ہے نہ کہ حدیث مرفوع۔اور جب فہم صحابہ کا حجت نہیں ہے تو تبع تابعی کا فہم کس طرح حجت ہوسکتا ہے خاص کر جب حدیث صحیح جابر کی اس کے معارض موجود ہے۔

چہارم: برتقدیر تسلیم اس معنی کے، جو ابن ابی ذئب نے بیان کئے ہیں، بھی آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ آپ کا مدعا تو یہ ہے کہ ابن مریم جو نبی بنی اسرائیل تھے نہیں آویں گے بلکہ امت محمدیہ میں سے ان کا ایک مثیل آوے گا اور ابن ابی ذئب کے معنی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہی ابن مریم جو بنی اسرائیل کے نبی تھے آویں گے مگر بحیثیت نبی تم پر امامت نہ کریں گے بلکہ امت محمدیہ میں ہو کر تمہارے امام ہوں گے۔وشتّان بینهما۔

علاوہ اس کے اگر ان دونوں روایات کی صحت تسلیم کرلی جاوے تو بھی آپ کا مدعا اس سے حاصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس میں لفظ منکم کا نہیں ہے جس پر مدار آپ کے دعوی کے اثبات کا ہے اور اوپر یہ بھی معلوم ہوا کہ جس میں لفظ منکم ہے اس سے بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا

امامکم منکم کا لفظ جس روایت میں ہے اس سے تو ظاہر غیر عیسی کا امام ہونا مراد ہے اور صرف عن الظاہر بغیر صارف کے جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی صارف موجود نہیں ہے۔ اور امکم منکم جس میں ہے اس کے معنی میں ایک احتمال ہم نے ایسا بیان کر دیا ہے جس سے حضرت عیسیٰؑ کا امام ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اور اگر وہ معنی بھی تسلیم کر لئے جاویں جس سے حضرت عیسیٰؑ کا امام ہونا ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ ابن ابی ذئب نے کہا ہے، تو بھی آپ کا مدعا (یعنی آنے والا مسیح خود ابن مریم نہیں ہے بلکہ مثیل اس کا ہے) ثابت نہیں ہوتا ہے، کما مرّ تقریرہ۔

} قولہ: جب کہ صحیحین سے ثابت ہو چکا ہے کہ آنیوالا مسیح اسی امت میں سے ایک امام ہوگا

{ اقول: صحیحین سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی، کما مرّ آنفاً۔

اب رہا یہ امر کہ آنے والا مسیح وہی عیسی بن مریم نبی بنی اسرائیل ہے نہ کوئی اس کا مثیل، اگرچہ ہم کو اس پر دلیل قائم کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے کیونکہ بعض احادیث صحیحہ میں ابن مریم کا لفظ واقع ہوا ہے اور بعض احادیث صحیحہ میں عیسی بن مریم اور بعض احادیث صحیحہ میں مسیح بن مریم، اور یہ تینوں الفاظ قرآن وحدیث میں جب بولے جاتے ہیں تو ان سے سب جگہ وہی مسیح نبی بنی اسرائیل مراد ہوتا ہے، ایک جگہ بھی مثیل مراد نہیں ہے۔ پس ظاہر نصوص قرآنیہ وحدیثیہ یہی ہے، اور صارف اس ظاہر سے کوئی پایا نہیں جاتا ہے، مگر تبرعاً زیادت اطمینان کے لئے ہم لکھتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ آنے والا مسیح مرزا غلام احمد قادیانی ہرگز نہیں ہوسکتا۔

دلیل اول: احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مسیح آنے والا بعد دجال کے آئے گا اور دجال بعد فتح قسطنطنیہ کے اور فتح قسطنطنیہ بعد ملحمہ کبری کے۔ مثبت امر اول کی یہ حدیث مسلم کی ہے:

حد ثنا عبید اللّٰہ بن معاذ العنبری ثنا ابی شعبة عن النّعمان بن سالم قال سمعت یعقوب بن عاصم ابن عروة بن مسعود الثقفی یقول سمعت عبد اللّٰہ بن عمرو و جاء رجل فقال ما ھذا الحدیث الّذی تحدث به تقول ان السّاعة تقوم الی کذا و کذا فقال سبحان اللّٰہ، او لا اله الّا اللّٰہ، او کلمة نحوھا، لقد ھممت ان لا احدث احداً شیئاً ابداً انّما قلت انکم سترون بعد قلیل امراً عظیماً یحرق البیت و یکون و یکون ثم قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ یخرج الدّجّال فی امّتی

فیمکث اربعین لا ادری اربعین یوماً او اربعین شهراً او اربعین عاماً فیبعث اللّٰہ تعالی عیسی بن مریم کانّہ عروۃ بن مسعود فیطلبہ فیھلکہ (یعنی خروج دجال کے بعد اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا کہ عروہ بن مسعود کی شکل کے مشابہ ہوں گے اور دجال کو تلاش کر کے ہلاک کریں گے)

اس حدیث کے سب رواۃ رجال شیخین ہیں سوائے نعمان بن سالم طائفی ویعقوب بن عاصم بن عروہ ابن مسعود ثقفی کے۔ اور یہ دونوں ایسے ثقہ ہیں کہ ان میں کوئی جرح نہیں اسی لئے میزان میں ان کا ذکر نہیں۔

اس باب میں کہ عیسیٰؑ ، دجال کو قتل کریں گے بہت احادیث وارد ہیں۔ ترمذی میں ہے:

حدثنا قتیبۃ نا اللیث عن ابن شھاب انہ سمع عبید اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن ثعلبۃ الانصاری یحدث عن عبد الرحمن بن یزید الانصاری من بنی عمرو بن عوف قال سمعت عمّی مجمع بن جاریۃ الانصاری یقول سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول یقتل ابن مریم الدّجال بباب لدّ (خلاصہ مطلب یہ کہ ابن مریم، دجال کو باب لد میں قتل کریں)

وفی الباب عن عمران بن حصین ونافع بن عتبۃ وابی برزۃ و حذیفہ بن اسید و ابی ھریرہ وکیسان و عثمان بن ابی العاص و جابر و ابی امامۃ و ابن مسعود وعبد اللہ بن عمرو و سمرۃ بن جندب و النواس بن سمعان و عمرو بن عوف و حذیفہ بن الیمان ھذا حدیث صحیح

مثبت امر دوم وسوم کی یہ حدیث ہے:

عن عبد اللہ بن مسعود قال انّ السّاعۃ لا تقوم حتّی لا یقسم میراث ولا یفرح بغنیمۃ ثمّ قال عدو یجمعون لا ھل الشام و یجمع اھل الاسلام یعنی الروم فیتشرط المسلمون شرطۃ للموت لا ترجع الاغالبۃ فیقتلون حتّی یحجز بینھم اللیل فیفنی ھئولاء وھئولاء کل غیر غالب و تفنی الشرطۃ ثم یتشرط المسلمون شرطۃ للموت لا ترجع الاغالبۃ فیقتلون حتی یجحز بینھم اللیل فیفنی ھئولاء وھئولاء کل غیر غاب و تفنی الشرطۃ ثم یتشرط

المسلمو ن شر طة للموت لا ترجع الاغالبة فيقتلون حتى يمسوا فيفنى هئولاء هئولاء كل غير غالب و تفنى الشرطة فاذا كان يوم الرابع نهد اليهم تقية اهل ا لاسلام فجعل الله الد برة عليهم فيقتلو ن مقتلة لم ير مثلها حتّى ان الطّائر ليمرّ بجنباتهم فلا يخلقهم حتى يخر ميتاً فيتعاد بنو الاب كانوا مأة فلا يجدونه بقى منهم الا الرّجل الواحد فباى غنيمة يفرح او اى ميرا ث يقسم فبينما هم كذ لك اذا سمعوا بباس هو اكبر من ذلك فجاء هم الصريخ ان الدجّال قد خلفهم فى ذرار يهم فيرفضون ما فى ايديهم و يقبلون فيبعثون عشر فوارس طليعة قال رسول الله ﷺ انى لا اعرف اسماء هم و اسماء آ باء هم و الوان خيولهم هم خير فوارس او من خير فوا رس على ظهر الار ض يومئذ ۔ رواه مسلم (حاصل ترجمہ: رومیوں سے مسلمانوں کی چار دفعہ لڑائی ہوئی آخر مسلمان فتح یاب ہوں گے اسی حالت میں ہوں گے کہ ایک آواز سنیں گے کہ دجال ظاہر ہو گیا تو مسلمان غنیمت وغیرہ چھوڑ کر اس کے ساتھ لڑائی کو آمادہ ہوں گے)

اس حدیث کے سب راوی علی شرط الشیخین ہیں، سوائے ابوقتادہ عدوی کے کہ وہ رواۃ مسلم وابوداؤد ونسائی سے ہے۔ یہ ایسا ثقہ ہے کہ کسی نے اس میں جرح نہیں کی، اسی لئے میزان میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

اس باب میں اور احادیث بھی مسلم میں موجود ہیں، بعض میں قسطنطنیہ کا نام ہے۔ اور اس ترتیب پر کہ پہلے خروج ملحمہ ہے پھر فتح قسطنطنیہ پھر خروج دجال یہ حدیث ابوداؤد کی دال ہے:

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ عمران بيت المقدس خراب يثرب و خرا ب يثرب خروج الملحمة و خروج الملحمه فتح قسطنطنيه وفتح قسطنطنيه خروج الدّجال (یعنی بیت المقدس آباد ہوگا تو مدینہ ویران ہوگا، پھر خروج ملحمہ یعنی قتال ہونگے پھر فتح قسطنطنیہ ہوگی پھر خروج دجال ہوگا)

اس حدیث کے سب رجال اعلیٰ درجہ کے ثقات ہیں کہ ان میں کوئی جرح نہیں ہے اس لئے میزان میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ سوائے عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان عنبسی کے کہ وہ مختلف فیہ

ہے ایک جماعت کثیرہ نے اس کی توثیق کی ہے۔ میزان میں ہے:

و ثقه دحيم و قال ابن معين ليس به باس و قال ابو داؤد كان فيه سلامة و كان مجاب الدعوة و قال ابو حاتم ثقة و قال صالح جزرة قدری صدوق حسن الترمذی حديثه و قد وثق الغلاس ابن ثوبان۔

ترغیب ترہیب میں ہے: وثقه ابن المدينی و صح له الترمذی وغيره

میں کہتا ہوں ترمذی نے جن احادیث کی تصحیح کی ہے ان میں سے ایک یہ ہے۔

حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن نا محمد بن يوسف عن ابن ثوبان عن ابيه عن مكحول عن جبير بن نفير ان عبادة الصامت حدثهم انّ رسول اللّه ﷺ قال ما علی الارض مسلم يدعوا اللّه تعالی بدعوة الّا اتاه اللّه اياها او صرف عنه من السّوء مثلها ما لم يدع بمأثم او قطعية رحم فقال رجل من القوم اذا تكثر قال الله اكثرو هذا حديث حسن غريب صحيح من هذا الوجه

پس عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان کی حدیث ترمذی کے شرط پر ضرور صحیح ہے اور سوائے مکحول شامی کے کہ یہ بھی مختلف فیہ ہے۔ اس کی توثیق کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ رجال مسلم سے ہے اور اس کی غیر واحد نے توثیق کی ہے۔ میزان میں ہے:

و ثقه غير واحد و قال ابن سعد ضعفه جماعة قلت هو صاحب تدليس و قد رمی بالقدرة و اللّه اعلم۔ يروی بالارسال عن ابی و عباده بن الصامت وعائشه و ابی هريره و روی عن واثلة و ابی امامةو عدة و عنه ثور بن يزيدو الاوزاعی و سعيد بن عبد العزيز و خلق قال يحی بن معين كان قدرياً ثم رجع وقال الاوزاعی لم يبلغنا ان احداً من التابعين تكلم فی القدر الا الحسن و مكحول فكشفنا عن ذلك فاذا هو باطل۔ انتهی ملخصا

اس عبارت سے معلوم ہوا کی مکحول میں تین جرحیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ مدلس ہے۔ دوم یہ کہ قدر کے ساتھ متہم کیا گیا ہے۔ سوم یہ کہ کثیر الارسال عن الصحابہ ہے۔

جرح اخیر تو اس حدیث میں ساقط ہے، اسلئے کہ یہاں صحابی سے روایت نہیں کرتا ہے

بلکہ جبیر بن نفیر سے۔ اور جرح دوم، یحیٰ بن معین اور اوزاعی کے کلام سے باطل ہوگئی۔ رہی جرح تدلیس، پس یہ جرح سوائے میزان کے کسی کتاب میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ نہ تقریب میں، نہ کاشف میں، نہ خلاصہ میں۔ حدیث عبادہ بن الصامت فلا تفعلوا الّا بفا تحة الکتا ب فانّه لا صلوة لمن لّم یقرء ھا میں مکحول واقع ہے اور وہ محمود بن الربیع سے ساتھ لفظ عن کے روایت کرتا ہے اور بخاری نے جزء القرأة میں اس کی تصحیح کی ہے تلخیص الحبیر میں ہے:

احمد و البخاری فی جزء القرأة و صححه و ابو دا ؤد و الترمذی و الدارقطنی وابن حبان و الحاکم و البیهقی من طریق ابن اسحاق حدثنی مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادة و تابعه زید بن واقد وغیره عن مکحو ل ۔

بیہقی نے بھی تصحیح کی ہے:

قال البیهقی و رواه ابرا هیم بن سعد عن محمدبن اسحاق فذکر فیه سماع ابن اسحاق من مکحول فصار الحد یث موصولاً صحیحاً ۔

اہلحدیث اس حدیث میں علت تدلیس ابن اسحاق کی بیان کرتے ہیں اوراس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ دوسری روایت میں تحدیث کی تصریح ہے ایک بھی تدلیس مکحول کی بیان نہیں کرتا ہے نیل الاوطار میں ہے: ومحمد بن اسحاق قد صرح بالتحدیث فذهب مظنة تدلیسه

تخریج احادیث وسیط میں ہے:

و هو حدیث صحیح رواه ابو دا ؤد و الترمذی و الدارقطنی وابن حبان و الحاکم و البیهقی من روایة عبادة بن الصامت قال الترمذی حسن وقال الدارقطنی اسناده حسن و رجاله ثقات و قال الخطابی اسناده جید لا مطعن فیه و قال الحاکم اسناده مستقیم و قال البیهقی صحیح قلت ولا یضر کو ن عنعنة ابن اسحاق فی بعض اسا نیده فقد صرح فی بعضها بالتحد یث فزا ل المحذور۔

ترمذی نے حدیث مکحول کی تصحیح کی ہے۔ باب ما جاء فی سجدتی السهو میں لکھتے ہیں:

حد ثنا محمد بن بشار نا محمد بن خالد بن غنمة نا ابرا هیم بن سعد قال حد ثنی محمد بن اسحاق عن مکحول عن کریب عن ابن

عباس عن عبد الرحمن بن عوف قال سمعت النبی ﷺ یقول اذا سہا احدکم فی صلوتہ... الحدیث۔ قال ابو عیسی ہذا حدیث حسن صحیح۔

جب کہ بخاری وترمذی وبیہقی، مکحول کا عنعنہ قبول کرتے ہیں اور حدیث عبادہ مذکور میں کوئی شخص تدلیس مکحول کو علت قرار نہیں دیتا ہے تو یہ امر دالّ دلیل ہے اس پر کہ مکحول ان مدلسین میں سے نہیں ہے کہ جس کا عنعنہ معتبر نہ ہو۔

اور یہ حدیث بھی ترتیب مذکور پر دال ہے:

عن عبد اللّٰہ بن بسر انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال بین الملحمۃ و فتح المدینۃ ستّ سنین و یخرج الدّجال فی السابعۃ رواہ ابو داؤد و قال ہذا اصحّ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فتح قسطنطنیہ چھ برس قتال کے بعد ہوگی ساتویں برس دجال ظاہر ہوگا)

مخفی نہ رہے کہ شہر قسطنطنیہ ابھی تک (یعنی ۱۸۹۱ء میں) بفضل خدا اہل اسلام کے قبضہ میں ہے۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کفار کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اس کے بعد ملحمہ کبری واقع ہوگا۔ اس کے بعد فتح قسطنطنیہ ہوگی۔ اسکے بعد خروج دجال ہوگا۔ اس کے بعد مسیح موعود تشریف لائیں گے مرزا جو مسیح موعود ہونے کا دعوی کرتا ہے اور ابھی تک وقائع مذکورہ وقوع میں نہیں آئے، تو یہ امر دلیل ہے مرزا کے کاذب ہونے پر۔

دلیل اول، دوم، سوم، چہارم۔ پنجم، ششم، حدیث نواس بن سمعان ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے۔ (یہ طویل حدیث مع ترجمہ تحریک ختم نبوت جلد ۶ میں نقل ہو چکی ہے۔ بہاء)۔ یہ حدیث چند وجوہ سے مرزا کا مسیح موعود ہونا باطل کرتی ہے:

اول یہ کہ حدیث سے صاف ثابت ہے کہ نزول مسیح موعود سے پہلے دجال آئے گا جس کے وہ صفات ہوں جو اس حدیث اور دیگر احادیث میں مذکور ہوئے۔ ابھی تک دجال نہیں آیا۔ اور مرزا صاحب جو پادریوں کو دجال کا مصداق بناتے ہیں، سو یہ صریح باطل ہے کیونکہ اس حدیث اور دوسری احادیث صحیحہ میں بصراحت موجود ہے کہ وہ دجال ایک مرد معین ہے۔ کافر، یہودی، جسیم، سرخ، جوان، بہت گھنگر والے بال، داہنی آنکھ کا کانا، آنکھ اس کی اونچی گویا انگور ہے عبد العزی بن قطن کے مشابہ، اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ک ف ر لکھا ہے۔ ہر مومن کاتب وغیر

کاتب اس کو پڑھ لے گا۔ اس کے ساتھ جنت و دوزخ ہوگی۔ بانجھ ہوگا اسکے اولاد نہ ہوگی، مکہ میں نہ داخل ہوگا، وہ کہے گا میں تمہارا رب ہوں اور رب کو نہ دیکھو گے جب تک کہ نہ مرو گے، چالیس دن زمین میں رہے گا۔ ایک دن ایک سال کے برابر اور ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن تمہارے دنوں کی طرح۔ چال اس کی ابر کی سی ہوگی۔ ایک قوم کے پاس آئے گا پھر ان کو بلائے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے۔ پس حکم کرے گا آسمان کو تو آسمان مینہ برسائے گا، اور حکم کرے گا زمین کو تو وہ اگائے گی۔ پھر ان کے مواشی بہت موٹے اور بہت دودھ دینے والے اور سیر ہو جائیں گے۔ پھر آئے گا دوسری قوم کے پاس پھر ان کو بلائے گا تو وہ اس کی بات نہ مانیں گے تو پھر جائے گا وہ ان سے پھر ان سے مینہ برسنا موقوف ہو جائے گا۔ اور زمین خشک ہو جائے گی ان کے ہاتھ میں کچھ مال نہ رہے گا۔ اور گزرے گا ویرانہ پر، پھر اس سے کہے گا نکال اپنے خزانے۔ پس خزانے پیچھے اس کے ہو جائیں گے جیسا کہ شہد کی مکھیاں اپنے بادشاہ کے پیچھے چلتی ہیں۔ پھر بلائے گا ایک مرد جوان کو پھر تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر کے تیر کے نشانہ کے فاصلہ پر پھینک دے گا۔ پھر اسکو بلائے گا تو وہ زندہ ہو کر آئیگا کہ چہرہ اسکا روشن ہوگا ہنستا ہوا۔

حدیث متفق علیہ میں ہے کہ اس کے پاس ایک مرد آئے گا اور وہ بہترین مردم ہوگا اور دجال سے کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تو دجال ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے ہم کو دی ہے۔ دجال لوگوں کو مخاطب کر کے کہے گا، بھلا بتاؤ تو اگر میں اس کو مار ڈالوں پھر زندہ کروں تو میرے خدا ہونے میں اسکو شک رہے گا۔ لوگ کہیں گے نہیں۔ پس مار ڈالے گا وہ اس کو، پھر اس کو زندہ کرے گا، پھر وہ شخص کہے گا کہ اب تو مجھ کو تیرے دجال ہونے پر اور بصیرت ہوگئی۔ پھر دجال اس کے قتل کا ارادہ کرے گا، تو قتل نہ کر سکے گا۔

ان سب امور پر حدیث مذکور (نواس) اور احادیث ذیل دلالت کرتی ہیں۔

عن انس قال قال رسول اللّٰہ ما من نبیّ الّا قد انذر امّتہ الاعور الکذاب۔ الا انّہ اعور و انّ ربّکم لیس باعور مکتوب بین عینیہ ک ف ر، متفق علیہ

و عن عبد اللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انّ اللّٰہ لایخفی علیکم انّ اللّٰہ تعالی لیس باعور و انّ المسیح الدجال اعور عین تمنی کانّ عینہ عنبۃ طافئۃ متفق علیہ

و عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللّٰہ الا ا حدثکم حدیثاً عن الدجال ما حد ث بہ نبی قومہ انّہ اعور و انّہ یجیء معہ بمثل الجنۃ و النار فا لتی یقول انّھا الجنّۃ ھی النّار و انی ا نذر کم کما انذر بہ نو ح قو مہ ۔متفق علیہ

وعن حذیفہ عن النّبی ﷺ قال مکتوب بین عینہ کافر یقرأہ کلّ مومنٍ کا تبٍ و غیرکا تبٍ (مسلم)

و عن ابی سعید الخد ری قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یا تی الدّ جال و ھو محرم علیہ ان یدخل نقاب المد ینۃ فینزل بعض السبا خ الّتی تلی المد ینۃ فیخر ج الیہ ر جل و ھو خیر النّاس او من خیار النّاس فیقول اشھد انک الد جال الّذی حد ثنا رسول اللّٰہ ﷺ حد یثہ فیقول الد جال ار أیتم ان قتلت ھذا ثم احییتہ ھل تشکو ن فی الامر فیرید الد جال ان یقتلہ فلا یسلط علیہ متفق علیہ

و عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ ﷺ قال یاتی المسیح منقبل المشرق ھمتہ المد ینۃ حتی ینزل دبر احد ثم تصرف الملائکۃ وجھہ قبل الشا م و ھنا لک یھلک۔ متفق علیہ

و فی حد یث فاطمۃ بنت قیس فاذا فیہ اعظم انسان ما رأیناہ قط خلقاً و فیہ فلا ادع قر یۃ الا ھبطھا فی اربعین لیلۃ غیر مکہ و طیبۃ ھما محرمتان علی کلتا ھما رواہ مسلم،

و فی حد یث عبد اللہ بن عمر انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال الحدیث و فیہ ثم اذا انا برجل جعد قطط اعور العین الیمنی کانّ عینہ عنبۃ طافئۃ کاشبہ من رأیت من النّاس بابن قطن واضعاً یدیہ علی منکبے رجلین یطوف بالبیت فسا لت عن ھذا فقا لوا ھذا المسیح الد جال۔ متفق علیہ

و فی روا یۃ قال فی الدّجال ر جل احمر جسیم و قال ابن شھاب و اخبر نی عمر بن ثابت الانصاری انہ ا خبرہ بعض اصحاب رسول

اللّٰہ ﷺ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال یوم حذّ ر النّاس الدّجال انّہ مکتوب بین عینیہ کافر یقرؤہ من کرہ عملہ، او یقرؤہ کل مومن و قال تعلّموا انّہ لن یّری ا حد منکم ر بّہ عز و جل حتی یمو ت رواہ مسلم

و فی حد یث ابی سعید الخدری قال صحِبت ابن صیاد الی مکہ فقال لی اما لقیت من النّاس یزعمون انّی الدّجال الست سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول انہ لا یو لد لہ قال قلت بلی قال فقد ولد لی ، او لیس سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لا ید خل المد ینۃ و لا مکۃ قلت بلی قال فقد و لد ت بالمد ینۃ و ھذا انا ار ید مکہ ۔روا ہ مسلم ۔

و فی روا یۃ الم یقل نبی اللّٰہ ﷺ انّہ یھودی و قد اسلمت

و فی روا یۃ الیس قد قال رسو ل اللّٰہ ﷺ ھو کا فر و انا مسلم او لیس قد قال رسول اللّٰہ ھو عقیم لا یو لد لہ و قد ترکت و لدی بالمد ینۃ

وجہ دوم: حدیث نواس ابن سمعان کے یہ الفاظ:

اذ بعث اللّٰہ المسیح بن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھروذتین واضعا کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طاطأ رأسہ قطر و اذا رفعہ تحدر منہ مثل جمان کا للؤلؤ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الّا مات و نفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لدّ فیقتلہ (ان سب حد یثو ں میں علا مات دجال مذکورہ بالا کا ذکر ہوا ہے اس لئے تر جمہ کر نے کی ضرورت نہ سمجھی)

یہ سب مرزا غلام احمد کا مصداق مسیح بن مریم ہونا باطل کرتے ہیں۔

وجہ سوم: اس حدیث مذکور سے حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں خروج یا جوج ما جوج بصفت خاصہ ثابت ہوتا ہے ۔ یہ بات بھی مرزا صاحب کے زمانہ میں اب تک مفقود ہے اور نہ انکے زمانہ میں اس کے وقوع کی امید ہے۔

وجہ چہارم ۔ اس حدیث میں چار مقام پر مسیح موعود کے لئے لفظ نبی اللہ کا آیا ہے ۔ پس اگر اپنے آپ کو نبی اللہ کہتا ہے، تو یہ مخالف ہے آیت کریمہ ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیّین اورحدیث و انا خا تم النّبیّین کے کہ متفق علیہ ہے ۔اور اگر اپنے آپ کو نبی اللہ نہیں

کہتا تو مسیح موعود کا مصداق نہ ہوا۔

دلیل ہفتم، ہشتم، نہم۔ مرزا قادیانی کے مسیح موعود نہ ہونے کی یہ حدیث ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

قال الامام احمد حدّ ثنا عفان حد ثنا همام انبا نا قتاده عن عبد الرّحمن عن ابی هریره انّ النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوة العلات امهاتم شتّی و دینهم واحد و انّی اولی النّاس بعیسی بن مریم لانّه لم یکن نبیّ بینی و بینه و انّه نازل فاذا رأیتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة و البیاض علیه ثوبان ممصّران کانّ رأسه یقطر و ان لم یصبه بلل فیدق الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یدعوالنّاس الی الاسلام و یهلک الله فی زمانه الملل کلّها الّا الاسلام و یهلک اللّه فی زمانه المسیح الدّجّال ثم تقع الامانة علی الارض حتّی ترتع الاسود مع الابل و النّمار مع البقر و الذّئاب مع الغنم و یلعب الصّبیان بالحیات لا تضرهم فیکمث اربعین ثمّ یتوفّی و یصلّی علیه المسلمون

(اس حدیث کے سب رواۃ رجال صحیحین ہیں سوائے عبدالرحمٰن بن آدم کے، کہ وہ بھی ایسا ثقہ ہے کہ کسی نے اس میں جرح نہیں کی، اسی لئے میزان میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اور قتادہ بن دعامہ اگرچہ مدلس ہے لیکن اس سے حجت پر سب اصحاب جرح نے اجماع کیا ہے۔ میزان میں ہے احتج به اصحاب الصحاح . (مما).. اذا قال حد ثنا ، حافظ نے فتح الباری میں اس حدیث ابوداؤ کو صحیح کہا ہے)

و کذا رواه ابو داؤد عن هد به بن خالد عن همام بن یحی انتهی

و قال الحافظ فی فتح الباری رواه ابو داؤد باسناد صحیح (ترجمہ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب انبیاء علاتی بھائی ہیں کہ ان کی مائیں یعنی فروعی احکام ان کے مختلف ہیں اور اصل دین ان کا ایک ہی ہے یعنی توحید و ایمانیات و دعوت الی الحق میں متفق ہیں اور میں قریب تر ہوں عیسیٰ بن مریم کے اسلئے کہ میرے اور انکے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں جب تم ان کو دیکھو تو ان کی پہچان یہ ہے کہ

ایک مرد، میانہ قد، گندم گوں، رنگین کپڑے پہنے ہوئے، گویا ان کے سر سے قطرے ٹپکتے ہوں گے اگر چہ تری نہیں پہنچی۔ پس صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو ہلاک کریں گے اور جزیہ کو اٹھا دیں گے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے اور اللہ ان کے زمانہ میں سوائے اسلام کے سب مذاہب کو نیست و نابود کر دے گا اور اللہ ان کے ہی زمانہ میں مسیح دجال کو ہلاک کرے گا تو کل زمین میں امن ہو جائے گا یہاں تک کہ شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتا گائے کے ساتھ اور بھیڑیا بکری کے ساتھ مل کر ایک جگہ چریں گے۔ اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے تو ان کو کچھ گزند نہیں پہنچائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ چالیس برس کی (عمر) میں وفات پائیں گے اور ان پر مسلمان جنازے کی نماز پڑھیں گے)

یہ حدیث تین وجوہ سے علاوہ وجوہ مذکورہ کے مرزا کا مسیح موعود ہونا باطل کرتی ہے۔

اول: یہ کہ اس حدیث میں تصریح اس امر کی ہے کہ آنے والا مسیح وہی نبی بنی اسرائیل عیسی ہیں جن کے اور ہمارے حضرت ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا، نہ کوئی مثیل۔

دوم: یہ کہ مسیح موعود کے زمانے میں سب مذاہب سوائے اسلام کے ہلاک ہو جائیں گے اور مرزا قادیانی کے زمانہ میں دوسرے مذاہب بھی بڑے شد و مد کے ساتھ موجود ہیں۔

سوم: مسیح موعود کے زمانہ میں شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے سانپ ان کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔ مرزا قادیانی کے زمانہ میں یہ امر مفقود ہے۔

دلیل دہم: یہ حدیث ہے:

قال احمد حد ثنا هشيم عن العوا م بن حو شب عن جبلة بن سحيم عن موثر بن غفاره عن ابن مسعود عن رسول الله ﷺ قال لقيت ليلة اسرى بى ابرا هيم و موسى و عيسى عليهم السلام فتذاكروا امر السّاعة فردوا امرهم الى ابرا هيم فقال لا علم لى بها فردوا امرهم الى موسى فقال لا علم لى بها فردوا امر هم الى عيسى فقال اما و جبتها فلا يعلم بها ا حد الا الله و فيما عهد الىّ ابى عز و جل انّ الد جال خار ج و معى قضيبان فا ذا ر أنى ذا ب كما يذو ب .... الحد يث ۔ و فيه ففيما عهد الى ر بى عز وجل ان ذلك اذا كان

کذلک ان الساعة کا لحا مل المتم لا یدری اھلھا متی تفاجئھم لولادھا لیلا او نھاراً و رواہ ابن ماجه عن محمد بن بشار عن یز ید ابن ھارون عن العوام بن حو شب به نحوہ۔

(ترجمہ۔ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سے میری ملاقات ہوئی تو قیام قیامت کا ذکر آ گیا کہ کب ہوگی سب نے اس سوال کو ابراہیم کی خدمت میں پیش کیا تو ابراہیم نے کہا کہ مجھ کو قیامت کے وقت کا کچھ علم نہیں پھر اس سوال کو حضرت موسی پر پیش کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ اس کا مجھ کو علم نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰؑ پر پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ قیامت کا عین وقت وقوع تو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا لیکن اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے اور میرے ہاتھ میں دو چھڑی ہونگی پس جب وہ مجھ کو دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے (آخر حدیث تک)۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ مجھ سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ جب یہ واقعات ہوچکیں گے تب قیامت ایسی جلدی آئے گی جیسے پورے دنوں کی حاملہ کو اس کے گھر والے نہیں جانتے کہ رات یا دن کس وقت ناگاہ بچہ پیدا ہوجائے گا)۔

اس حدیث کے سب رجال، رجال شیخین ہیں سوائے موثر بن غفارہ کے، کہ وہ ایسا ثقہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی لئے میزان میں اسکا ذکر نہیں ہے۔ ہاں ایک علت اس میں ہے وہ یہ ہے کہ ھیشم مدلس ہے اور یہاں عن کے ساتھ روایت کی ہے لیکن چونکہ متابع اس کا یزید بن ہارون ہے اس لئے تدلیس کچھ ضرر نہیں کرتی ہے۔

اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح جو آنے والے ہیں وہ وہی عیسیٰؑ نبی بنی اسرائیل ہیں، نہ کوئی مثیل۔

دلیل یازدہم :

عن ابی ھریرہ قال قال رسو ل اللّٰه ﷺ و الّذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتی لا یقبل ا حد حتی تکون السجدة الوا حدة خیراً من الد نیا و ما فیھا ۔ متفق علیه

(ترجمہ۔ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو اس ذات پاک کی قسم ہے

جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ عنقریب ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے، اور خنزیر کو ہلاک کریں گے، اور جزیہ کو اٹھا دیں گے، اور مال کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا، یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہوگا۔ روایت کیا اس کو امام بخاری و مسلم نے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے زمانے میں مال اس قدر کثرت سے ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا اور ایک سجدہ بہتر ہوگا دنیا و مافیھا سے۔ یہ دونوں باتیں مرزا غلام احمد کے زمانے میں اب تک نہیں پائی گئیں اور نہ ان کے زمانے میں پائی جانے کی امید ہے۔

ابو ہریرہؓ کی ایک متفق علیہ حدیث میں یہ لفظ ہے:

و حتی یکثر فیکم المال فیفیض.. (الی) ..حتی یعرضه فیقول الذی یعرضه علیه لا ارب لی۔

مسلم کی ایک روایت کے یہ لفظ ہیں: لا تقوم السّاعة حتی یکثر المال و یفیض حتی یخرج الرجل زکوة ماله فلا یجد احداً یقبلها

مسلم کی دوسری روایت میں ہے:

تقیء الارض افلاذ کبدها امثال الاسطوانة من الذهب و الفضّة فیجیء القاتل فیقول فی هذا قتلت و یجیء القاطع فیقول فی هذا قطعت رحمی و یجیء السّارق فیقول فی هذا قطِعت یدی ثم یدعونه فلا یاخذون منها شیئاً۔

و عن حارثة بن وهب قال قال رسول اللّٰه ﷺ تصدقوا فانه یاتی علیکم زمان یمشی الرّجل بصدقته فلا یجد من یقبلها یقول الرّجل لو جئت بها بالامس لقبلتها فامّا الیوم فلا حاجة لی۔ متفق علیه

(حاصل ترجمہ ان حدیثوں کا یہ ہے کہ تم میں مال کی کثرت ہوگی کہ زمین اپنے خزانے سونے چاندی کے ٹکڑے اگل دے گی اور صاحب مال اپنے صدقے اور زکوۃ کو اس پر پیش کرے گا وہ کہے گا مجھے حاجت نہیں اگر تم کل لاتے تو میں لے لیتا)

یہ سب حدیثیں، حدیث اول کی تفسیر واقع ہوئی ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مرزا کے مریدوں کی یہ تاویلیں کہ علم کے خزانے بہیں گے، یا مال سے وہ روپیہ مراد ہے جو مرزا صاحب کے

اشتہارات میں مذکور ہے کہ جو کوئی براہین احمدیہ یا سرمہ چشم آریہ وغیرہ کا جواب لکھے ان کو اس قدر روپیہ دیا جائے گا، کس قدر پوچ، لچر و بے ہودہ ہیں۔

دلیل دوازدہم: صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

و لیترکن القلاص فلا یسعی علیھا و لتذھبن الشحناء و التباغض و التحاسد۔ (ابن مریم کے زمانے میں) جوان اونٹ چھوڑ دیئے جائیں گے پس ان سے کوئی کام نہ لیا جائے گا، کینہ اور بغض اور حسد نہ رہے گا)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود کے زمانے میں اونٹ چھوڑ دیئے جاویں گے۔ نہ ان پر سواری کی جائے گی اور نہ کسی اور کام میں لگائے جائیں گے اور عداوت و بغض اور حسد باقی نہ رہے گا۔ یہ بات بھی مرزا کے زمانے میں پائی نہیں جاتی ہے۔

دلیل سیزدہم: ابن سمعان کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے زمانے میں اس قدر برکت ہوگی کہ ایک انار ایک جماعت کے لئے کافی ہوگا اور اس کے چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت سایہ لے گی اور دودھ میں اس قدر برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگی اور ایک گائے ایک بڑے قبیلہ کے لئے اور ایک بکری ایک چھوٹے قبیلہ کے لئے۔ اور مرزا صاحب نے زمانے میں ان میں سے کچھ بھی نہیں۔

} قولہ: پس بموجب حکم ان سب مقدمات مسلّمہ کے...

{ اقول: یہ سب مقدمات تو آپ کے تارعنکبوت تھے، ہباءً منثوراً ہو گئے۔ اب بموجب اپنے وعدہ کے ثالث مقرر کرکے یا خود خوف خدا کرکے رجوع فرمایئے۔

} قولہ: پس بموجب اس تاویل صحیح اور تفسیر حقہ کے اس شعر کا مضمون بہت راست و درست معلوم ہوتا ہے.

{ اقول: اب تو معلوم ہوگیا کہ وہ تاویل آپ کی غلط اور تفسیر مردود ہے تو مضمون شعر ہی گستاخی اور بے ادبی رہا۔ بلکہ دوسری گستاخی اور بے ادبی آپ کی ثابت ہوگئی اور مرزا صاحب کا اس میں حصہ بھی ہوگیا اور عاجز نہایت درجہ فروتنی سے اپنے کو اپنے خدا کا بہت کمزور اور ادنی درجہ کا ذلیل بندہ گن و جان کر، اور اللہ تعالی نے جو احقر کو خبر دی ہے اس کا اللہ تعالی ہی پر بھروسہ کرکے اور اپنے مولا کی خبر پر یقین کامل کرکے، آپ کو بشارت سناتا ہوں کہ آپ کے فرضی مسیح کو مولانا سید محمد نذیر حسین کی سبّ وشتم اور حضرت عیسیٰؑ کی اس گستاخی کا عوض بہت جلد ملنے والا ہے اور

جہاں تک اس عاجز کواس کے مولا نے علم دیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ کسی سخت بلائے جسمی میں مبتلا ہو وے اور جلد ہووے۔

☆ قادیانی کو دعوت مناظرہ ومباہلہ

نوٹس من جانب خاکسار (عبدالمجید دہلوی)

....جس وقت مرزا صاحب دہلی میں آئے تھے (ستمبر۔اکتوبر۱۸۹۱ء) اس وقت میں نے بہت چاہا کہ مرزا دوستانہ گفتگو کر کے اس امر کا فیصلہ کریں مگر مرزا صاحب نے سوائے ناجائز عذراور ترکیبی ٹال مٹول اور بے سود چالوں کے کوئی بات نہ کی۔ باوجودیکہ میں بار باران کی خدمت میں گیا اور مکرر سہ کرر نوٹس بھی دیئے مگر مرزا صاحب کو گفتگو کی جرأت نہ ہوئی۔ ناچار ان کی خدمت کرنی پڑی چنانچہ بفضلہٖ تعالی وتقدس ان کے تمام رسائل کے جواب سے اہل اسلام سبکدوش ہوئے اور طبع ہونے بھی شروع ہو گئے۔ مگر قبل از اشاعت پھراس کے ذریعہ سے تمام اتباع ومعتقدین مرزا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ کوئی بھی تم میں ایسا ہو کہ باہمی گفتگو اخلاق کے ساتھ کچھ دنوں کر سکے یا ابن ہود کی طرح مرزا صاحب کو مناظرہ یا مباہلہ پر آمادہ کر سکے۔ الیس منکم رجل رشید

(مولانا عبدالمجید دہلوی کے تفصیلی حالات نہیں مل سکے۔ تاہم ان کی ایک کتاب ہدایت المومنین کا ذکر بیان للناس میں ہے جس میں انہوں نے تقویۃ الایمان کی متنازعہ عبارات کا شائد دفاع کیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالمجید نے پادری فانڈر کی مفتاح الاسرار کا جواب بھی لکھا اور بمبئ مدراس دہلی وغیرہ میں عیسائیوں سے کامیاب مناظرے کئے۔ اور بیان للناس سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مرزا قادیانی کو مناظرے اور مباہلے کی دعوت دی تھی جن سے مرزا صاحب نے اعراض کیا۔ اور حکیم نورالدین کو لاہور میں مباحثے کی دعوت دی جس سے حکیم صاحب نے اعراض کیا۔ اور مولوی محمد احسن امروہی قادیانی کو بھوپال جا کر مباحثے کی دعوت دی اور ایک ماہ سے زائد عرصہ تک ان سے خط وکتابت کرتے رہے۔ تاہم امروہی صاحب نے مناظرے سے انکار کیا۔ آپ نے امروہی صاحب کو حج پر جانیکی دعوت بھی دی اور اس سلسلے کے اخراجات ادا کرنیکا وعدہ کیا۔ اور امروہی صاحب کو اپنے اوپر استغاثہ کرنے کی دعوت بھی دی اور استغاثہ کے اخراجات ادا کرنے کا وعدہ بھی کیا)۔ تمّت

شفاء للناس

جناب سراج الحق نعمانی قادیانی نے لکھا ہے:

جب مرزا صاحب نے اپنے دعوی مسیح موعود میں صرف ایک اشتہار مختصر نکالا تھا وہ مولوی محمد احسن کے پاس بھوپال پہنچ گیا اور مولوی صاحب نے تصدیق کی اور ایک کتاب اعلام الناس حضرت مرزا کے دعوی کے ثبوت میں لکھی اور چھپ کر لدھیانہ حضرت مرزا کی خدمت میں پہنچی تو مرزا صاحب نے مجھے فرمایا کہ پڑھ کر سناؤ۔ چند اوراق تو میں نے سنا دیئے اور کچھ حصہ منشی ظفر احمد ساکن کپورتھلہ نے سنایا اور باقی مولوی محمود حسن دہلوی مدرس پٹیالہ نے سنایا۔ مرزا نے سن کر فرمایا اس مضمون میں ہمارا اور مولوی صاحب کا توارد ہو گیا اور جو ہم نے لکھا ہے وہی مولوی صاحب نے لکھا ہے۔ دیکھو کیسی فراست ہے اور مولوی صاحب کیسے راسخ العلم ہیں کہ جو ہمیں خدا نے سمجھایا وہ مولوی صاحب بھی سمجھ گئے حالانکہ نہ ابھی ہماری طرف سے کوئی کتاب شائع ہوئی، نہ کوئی اشتہار مدلل نکلا اور نہ کوئی اس بارے میں ہماری تصنیف دیکھی ہے۔ یہ صرف روح القدس کی تائید ہے۔ (تذکرۃ المہدی۔ ص ۱۵)

یعنی محمد احسن امروہی کی اعلام الناس بقول مرزا قادیانی روح القدس کی تائید سے لکھی گئی اور اس میں مرزا صاحب کے خیالات کی عکاسی ہے۔ یہ کتاب شائع ہوئی تو قادیانی حضرات اس پر فخر کرتے ہوئے کہتے پھرتے تھے کہ اس کتاب کا جواب لکھو۔ تب مولانا عبداللہ شاہجہانپوری نے اس کا جواب لکھا اور مولانا جمیل احمد نے بھی اس کا جواب لکھا اور طبع ہوا۔ مولانا جمیل احمد کی مصنفہ کتاب ہمیں دست یاب نہیں ہوسکی، تاہم مولانا شاہجہان پوری کی شفاء للناس جامعہ سلفیہ بنارس کی لائبریری سے مل گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۹ھ میں شائع ہوئی اور معلوم ہوتا ہے کہ ازالہ اوہام کی تصنیف، مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء، اور مباحثہ دہلی ۱۸۹۱ کے بعد لکھی گئی جو مرزا صاحب کے دعاوی کا ابتدائی زمانہ تھا۔ ان کی ابھی دو تین ہی کتابیں سامنے آئی ہیں، پیش گوئیوں کی بھی ابھی بھرمار نہیں ہوئی تھی اور ان پر متفقہ فتوی تکفیر بھی جاری نہیں ہوا تھا۔ تحریک ختم نبوت کے بالکل ابتدائی دور

کی اس اہم تصنیف کو ذیل میں نقل کرتے ہوئے ہم نے چند عبارات حذف کر دی ہیں ،بعض جگہ عبارت کو لباس جدید پہنایا ہے ۔اور یاد رہے کہ صفحات آئندہ میں منشی محمد جعفر تھانیسری کی، تائید آسمانی، تک شفاء للناس ہی کے مضامین مختلف عنوانات سے نقل ہوئے ہیں ۔

حمد وصلوۃ پر مبنی خطبہ کتاب کے بعد مولانا عبداللہ شاہ جہان پوری لکھتے ہیں :

یہ عاجز احقر عباد اللہ عبد اللہ بن العالم الالمعی ...مولوی محمد کفایت اللہ شاہجہانپوری، خدمت میں اخوان مومنین کے عرض پرداز ہے کہ اس وقت میں ہوا پرستی اور احکام الٰہی کے بجالانے میں سستی ایسی آگئی ہے کہ بیان سے باہر ہے اور تقوی اور دیانت سے دوری اور صدق وامانت سے مہجوری ایسی ہوگئی ہے کہ حد سے بڑھ کر۔ اور شر وفساد اور فتن وعناد کا ایسا دروازہ کھلا ہے کہ جس سے شیاطین جن کو چنداں حاجت تکلیف اٹھانے کی نہ رہی اور ایسے دجل پیشہ اور تضلیل وتلبیس شیوہ لوگ ہونے لگے جس سے ابلیس کو بھی راحت ہوگئی ۔ دجالین پیدا ہو کر خلق اللہ کو گمراہ کرنے لگے دعاوی باطلہ کا دم بھرنے لگے۔ جھوٹی جھوٹی باتوں کو شائع کرنے لگے ۔ یہ وہی وقت معلوم ہوتا ہے جس کی خبر مخبر صادق ﷺ نے پہلے ہی سے دی ہے :

یکون فی آخر الزّمان دجّالون کذّابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباء کم فایّا کم و ایّاھم لا یضلّو نکم و لا یفتنونکم۔ اخرجه مسلم عن ابی ھریرہ مرفوعاً ۔(یعنی آخر زمانہ میں دجالین کذابین ہوں گے،تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ کبھی تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادوں نے،تو تم ان سے بچے رہنا،کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں اور آفت میں نہ ڈال دیں)۔

اور ایک حدیث میں یوں فرمایا:

سیکون فی امّتی کذّابون ثلاثون کلّھم یزعم انّه نبیّ و انا خاتم النّبیین لانبیّ بعدی۔ اخرجه ابو داؤد والترمذی و صححه ابن حبان کما فی الفتح ۔یعنی میری امت میں تیس بڑے جھوٹے ہوں گے ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا اور میں خاتم النبیین ہوں،کوئی میرے بعد نبی نہیں ۔اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا۔

چنانچہ اس وقت میری نظر سے ایک رسالہ ضلالت کا مقالہ مسمی باعلام الناس گزرا کہ

ازسرتا پا پر از تضلیل ہے اور اس میں کلام رب الجلیل کی خوب ہی باطل تاویل اور اقوال نبوی کی پوری پوری تحریف وتبدیل ہے۔ صاحب رسالہ نے اس رسالہ کو تائید میں ایک پنجابی کے لکھا ہے جس نے کلام اللہ اور کلام رسول کو تاویل فاسد اور تحریف باطل کرتے کرتے درجہ اہمال اور تعطیل کو پہنچا دیا (جو تاویلیں مرزاجی نے قرآن وحدیث میں کی اگر وہ تاویلیں درست ہوں تو کبھی قرآن وحدیث سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوگا بلکہ سب بالکل مہمل اور بے کار ہو جاوے گا) اور اپنے آپ کو مسیح کا مثیل بنا لیا، پس وہ اپنے زعم میں مسیح بن مریم کا مثیل ہے اور بحکم شرع ایسے شخص کو کہہ سکتے ہیں کہ دراصل مسیح دجال کا مثیل ہے..رسول مقبول ﷺ نے اور تمام انبیاء سابقین نے ایک بڑے دجال سے تحذیر کی، لوگوں کے دل میں اس سے پرہیز ڈلوایا، اور اہل اسلام کے دل میں اس کی طرف سے ایک نفرت قومی جم رہی تھی اس کو اس شخص نے اس دجال موعود کا انکار کر کے نکال دیا (چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۷ میں لکھتے ہیں: اس سوال کا جواب بغیر اس صورت کے اور کسی طور سے دے نہیں سکتے کہ آخری زمانہ میں دجال موعود کا آنا سراسر غلط ہے) اور لوگوں کے دل میں اپنی خوئے خناسی سے یہ ڈالا کہ وہ کوئی چیز نہیں یہ صرف استعارات ہیں۔ جب وہ دجال موعود موافق فرمان ہمارے نبی آخرالزمان اور تمام انبیاء کے خروج کرے گا اور اس شخص نے جو اس کا واقع میں بڑا حامی اور میر سامان کہ راستہ صاف کرنے کو اس کیلئے آیا ہے، فرمان انبیاء کے برعکس جما کر وہ سب نفرت قلوب سے سلب کر لی، تو اب اس کی تضلیل کا کچھ حاجب اور مانع نہ رہا، بلکہ اس کے انواع انواع کے دجل اور خوارق دیکھ کر لوگ بہت جلد تسلیم کر لیں گے کیونکہ جو اللہ جل شانہ نے بلسان انبیاء کے اس کے دجل کی حقیقت مومنین کے اوپر کھول دی تھی اس کو اس شخص نے بھلا دی۔ پس یہ اصل میں مسیح دجال کا مثیل ہے اور حامی ان کی تضلیل کا۔ عیسی بن مریم کا مثیل نہیں، بلکہ ان کا دشمن ہے۔ اور ساعی ہے ان کی تذلیل کا، اور مومنین کا عدو اور مجاہد ان کی تذلیل کا، کیونکہ جس نزول کو شارع نے بالفاظ صریح والصنیع تاکید فرما دیا، اہل اسلام کو اس کا انکاری بنانے والا، اور حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے وقت مومنوں کو ان کا منکر اور کافر بنانے والا (کیونکہ جب انکے نزول کا انکار کیا تو جب وہ موافق فرمان شارع کے نزول فرمائیں گے تو لوگوں کے دل میں یہ بات جم جائے گی کہ مسیح کا نزول نہ ہوگا تو لامحالہ اس کو جھوٹا کہیں گے ان کا انکار کریں گے اور تکذیب کریں گے) اور خاص ان کو کاذب ٹھہرانے والا اور مکذب بنانے والا اللّٰھم احفظنا من شرورہ۔

تو اس رسالہ (اعلام الناس) میں اس کی تائید کیلئے نصوص کی تحریف وتمویہ کر کے لوگوں

کو بہکانا شروع کیا تھا۔ پس اس عاجز نے بوجہ حمیت اسلامی کے اس کا جواب لکھنا شروع کیا۔ مستعیناً باللّٰہ فانّہ ولیّ التّوفیق

} قولہ:(قولہ سے مراد اعلام الناس کے مؤلف محمد احسن امروہی کا کلام ہے۔ بہاء) وجود حضرت مرزا صاحب کا...الی آخر مدحہ

{ اقول۔(اقول سے مراد مولانا عبداللہ شاہجہانپوری کا کلام ہے۔ بہاء) ممدوح وہی شخص ہے کہ اس کے افعال واقوال شریعت غرا کے موافق ہوں اور مطیع ہو اللہ کا اور اس کے رسول کا۔ نہ وہ کہ دجل پیشہ اور تضلیل شیوہ ہو اور مفتری ہو اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ پس ایسی مدح کچھ فائدہ بخش نہیں بلکہ موجب وبال ہے اور ایسا مادح لائق ہوا اس فرمان نبوی کے:

و اذا رأیتم المدّاحین فاحثوا فی وجوھھم التّراب۔ اخرجہ مسلم وابوداؤد والتّرمذی۔

} قولہ: یہ دعوی میرا بلا بیّنہ نہیں بلکہ براہین احمدیہ سے ثابت وظاہر ہے۔ اگر کسی کی آنکھوں میں کچھ فتور ہو تو کحل الجواہر بھی حاضر ہے۔

{ اقول: براہین احمدیہ اور کحل الجواہر تمہارے مطلب فاسد کو مفید نہیں اور اس وقت تمہارے پیر کی حقیت اور مجددیت کی دلیل نہیں (خاص کر یہ دعاوی جو کئے گئے ہیں براہین کے خلاف ہیں اور اس میں جو اقرار کئے گئے نزول جسمانی مسیحؑ کے، اسکے معارض) کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

انّ اللّٰہ لیؤید ھذا الدّین بالرّجل الفاجر۔ اخرجہ البخاری (یعنی اللہ تعالی اس دین کی مدد فاجر آدمی سے بھی کرالیتا ہے)

قصہ ورود اس حدیث کا یہ ہے کہ غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے واسطے، جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا، فرمایا کہ یہ اہل نار سے ہے۔ جب کفار سے مقاتلہ ہوا تو اس شخص نے مسلمانوں کی طرف سے بہت قتال کیا اور بہت کفار کے ساتھ لڑا۔ تو ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ شخص تو بہت قتال کرتا ہے اور اس کے سبب زخمی بھی بہت ہو گیا اور اس کو آپ نے دوزخی فرمایا۔ اس بات سے بعض آدمیوں کے دل میں شک آ گیا۔ اتنے میں اسی شخص کو ایک زخم سے تکلیف ہوئی تو اس نے ایک تیر لے کر اس سے اپنے آپ کو قتل کر دیا تو لوگوں نے دوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر کی، تو آپ نے ایک حدیث فرمائی جس کا ٹکڑا یہ حدیث ہے جو ذکر کی۔ (واضح رہے کہ عبارات کا ترجمہ حاصل معنی کے ساتھ کیا جائے گا، لفظی

معنی کا لحاظ نہیں کیونکہ اس میں یا تطویل زائد ہوتی یا مطلب عوام کے سمجھ میں نہیں آتا۔ مگر یہ بھی واضح رہے کہ اپنی طرف سے بھی کوئی لفظ نہ بڑھایا جاوے گا بلکہ جو لفظوں سے نکلے گا اس کا حاصل لکھا جاوے گا)

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سے اسلام کی مدد کا کام ہو جاوے تو یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ بس سب اس کی باتیں حق ہیں جیسا کہ یہاں پر ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہی اس کی دجالیت کی دلیل ہے کہ اول دجل اور دھوکے سے مسلمانوں کو ان کی طبیعت کے موافق ایک کام بڑا کر کے اور حمیت اسلامی کا نام کر کے اپنی طرف گرویدہ کیا اور پھر اپنا مقصد اصلی کھولا۔ چنانچہ طریقہ دجال موعود اکبر کا بھی حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے:

عن عبد اللّٰہ بن المعتمر عن النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال: الدّجّال لیس بہ خفا یجیء من قبل المشرق فیدعوا الی الدین فیتبع و یظہر فلا یزال حتّی یقدم الکوفہ فیظہر الدّین و یعمل بہ فیتبع و یحث علی ذلک ثم یدعی انّہ نبیّ فیقرع من ذلک کل ذی لبّ و یفارقہ فیمکث بعد ذلک فیقول انا اللّٰہ فتتنشی عینہ و تقطع اذنہ و یکتب بین عینیہ کافر فلا یخفی علی کل مسلم۔ اخرجہ الطبرانی بسند ضعیف کما فی الفتح الباری۔ یعنی نبی پاک نے فرمایا کہ دجال کی بات پوشیدہ نہیں مشرق کی جانب سے آوے گا تو لوگوں کو دین کی طرف بلائے گا تو لوگ اس کے تابع ہو جائیں گے اور غالب ہو جاوے گا اسی حال میں رہے گا کہ کوفہ میں آوے گا اور دین کو زور دے گا اور دین کے موافق عمل کرے گا تو لوگ اس کے تابع ہو جائیں گے اور لوگوں کو دین کا شوق دلائے گا، بعد میں نبوت کا دعوی کرے گا تو سمجھدار لوگ اس سے الگ ہو جائیں گے پھر خدائی کا دعوی کرنے لگے گا تو اس کی آنکھ چھپ جائے گی اور کان کٹ جائے گا اور دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھ دیا جائے گا تو کسی مسلمان سے چھپا نہ رہے گا۔

تمہارے یہاں بھی دعوی نبوت پر تو نوبت آ گئی ہے۔ آگے دیکھئے

یار ما امسال دعوی نبوۃ کردہ است ۔۔۔ سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

دوسری وجہ براہین احمدیہ اور کحل الجواہر کی تمہارے مدعائے اصلی کے مفید نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ ایک شخص کی بعض بات حق ہونے سے اس کی سب باتوں کی حقیت لازم نہیں آتی ہے۔

تیسری یہ کہ پہلے جو اس کو اچھا جانا گیا تھا تو اسی وجہ سے کہ اللہ تعالی اور رسول کے دین

کی تائید کی بات کی تھی۔ پس جب قول رسول ﷺ کی توہین اور قرآن وحدیث کی جو، بیّن الدلالۃ صحیح الثبوت بلکہ قطعی الثبوت تھے، تحریف کی تو اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔ جو وجہ قبول کی تھی ویسی ہی وجہ عدم قبولیت کی بھی پیش آ گئی۔ پھر ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح کیوں؟ اتبع الحق و لا تتّبع الھوی۔ خذ ما صفا و دع ما کدر

} قولہ: حاصل یہ کہ مولوی محمد حسین صاحبِ اشاعۃ السنہ نے اس وقت میں ...الخ

{ اقول: حاصل یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب پہلے مرزا صاحب کے بہت مداح تھے بسبب رفع کسی قدر حجاب کے، اور اب بڑے ان کے منکر مکذب ہو گئے بسبب انواع حجب کے۔ چونکہ عبارت صاحب اعلام الناس کی طویل تھی اور اسکے نقل میں عسرت تھی اور بغیر نقل خلاصہ مطلب نہ کھلتا، لہذا حاصل بیان کر دیا۔ اب ان کی غرض اس قصہ کے نقل سے سنو۔

} قولہ: میں نے یہ عبارات ان کے رسالہ کی اس واسطے نقل کئے ہیں کہ مرزا صاحب کو ایک الہام ہوا تھا کہ جحدوا بھا و استیقنتھا انفسھم۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں یہ الہام بشرح وتفسیر مندرج ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ بعض لوگ میری تصدیق کر کے بعد تصدیق کے بھی منکر ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے پورے پورے مصداق، بسبب عظمت شان اپنی کے، مولوی (محمد حسین) صاحب ہی ہیں۔

{ اقول: جحدوا بھا ... الخ کے معنی تو یہ ہیں کہ باوجود دل میں یقین ہونے کے انکار کریں گے۔ پس یہ اقرار کے بعد انکار کرنے کے معنی اگر مرزا صاحب نے لئے ہیں تو وہ اپنے الہام کو نہیں سمجھے۔ اگر تم نے یہ اس کے معنی لئے ہیں تو تم مرزا کے الہام کو نہیں سمجھے کیونکہ جو الہام کے لفظ ہیں بزعم مرزا اس کے معنی تو یہ ہیں کہ: دل میں یقین ہے اور ظاہر میں انکار ہے۔

اور اگر تصدیق کے بعد منکر ہو جانے سے یہ غرض ہے کہ باوجود دل میں یقین ہونے کے انکار کریں گے تو تمہارا اس اقرار وانکار مولوی صاحب کو اس الہام کا مصداق بنانا بڑی نادانی کی دلیل ہے کیونکہ یہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ اب حالت انکار میں مولوی صاحب کے دل میں مرزا کی حقیت کا یقین ہے اور پھر انکار کرتے ہیں۔

دوسرا فساد اس قول میں یہ ہے کہ مولوی صاحب کے اقرار کا زمانہ اور ہے اور انکار کا اور، اور الفاظ چاہتے ہیں اتحاد زمانہ کیونکہ استیقنتھا حال ہے۔

تیسرا یہ کہ یہ الفاظ الہام صیغہ ماضی ہیں اور مولوی صاحب کا انکار مستقبل میں ہے۔

پس اس انکار کو مصداق بنانا صحیح نہ ہوگا الاّ بالتاویل۔

} قولہ: پس انکار الہام سے بھی ملہم ہونا حضرت مرزا صاحب کا ثابت ہو گیا۔

{ اقول: کیا خوب ثابت ہو گیا اور اسکے ساتھ تمہاری خوش فہمی بھی ثابت ہوگئی۔...

} قولہ: الحاصل اور بھی بہت سے علماء وفضلاء مرزا صاحب کی ولایت اور محدث ہونے اور ملہم ہونے کی تصدیق فرماتے ہیں، بلکہ ان کے فیضان سے مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔ اگر ان سب کا کلام نقل کروں تو ایک دفتر طویل ہو جائے۔ ان دو صاحبوں کا کلام اس واسطے نقل کیا ہے کہ یہ دونوں تلامذہ سید محمد نذیر حسین کے ہیں جو دریں زمانہ علوم ظاہر دینیہ میں ہمارے مقتداء ہیں۔

{ اقول: وہ کون علماء وفضلاء ہیں جو اب مرزا صاحب کے محدث وغیرہ ہونے کے قائل ہیں۔ دو جو تم نے پیش کیے، تو ایک تو رات دن ان کے ردّ میں مشغول رہتے ہیں (یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی) اور دوسرے کے حال سے میں واقف نہیں کہ اب ان کا کیا عقیدہ ہے۔ اور نہ آپ واقف ہیں چنانچہ آپ نے یہ بات زبانی فرمائی (جس کی خبر مجھ کو معتبر طور پر ہے) کہ اب مجھ کو ان کی خبر نہیں کہ مرزا صاحب کے بارہ میں ان کا کیا عقیدہ ہے۔ بہر حال ان قولوں سے جن کو تم نے نقل کیا اس وقت تمہارا مطلب دلی ثابت نہیں ہوتا۔ اور یہ مدحیں اب کی نہیں کہ تمہارے مفید مطلب ہوں۔

واضح رہے کہ مؤلف اعلام الناس نے اس جگہ عوام کے دھوکہ کے ساتھ کام نکالا ہے کہ حضرت مولانا ومقتدانا شیخنا وشیخ الکل محی السنہ قامع البدعۃ امام الوقت استاذی حاجی الحرمین مولانا مولوی سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی تعریف کی کہ ان کے دو شاگردوں کے قول سے مرزا کی مدح لکھی ہے، اور اس کا اظہار کیا تاکہ عوام لوگ پھسلیں کہ ایسے بڑے عالم کے شاگرد یہ بات کہتے ہیں تو حق معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ اگر اسی شاگردی پر معاملہ ہے تو اور جو ہزاروں مولانا ممدوح کے شاگرد مخالف مرزا کے ہیں تو کیا ان ہزاروں کا اعتبار نہ کیا جاوے گا، اور ان دو کا کیا جاوے گا کہ ان سے بڑے بڑے اس کے رد میں مشغول ہیں۔ دوسرے، ان دو میں کے جو ان دیار میں مشاہیر سے ہیں (یعنی محمد حسین بٹالوی) وہ خود اس وقت بڑے مخالفین سے ہیں۔ تیسرے، جو سب کے استاد ہیں انہیں سے پوچھ لو وہ کیا فرماتے ہیں۔ چوتھے، کسی بڑے کے شاگرد ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ شاگرد سب باتوں میں مصیب ہو۔ پانچویں: شاگردی اور استادی کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ قرآن وحدیث دیکھنا چاہیے جو اس میں ہے وہی ٹھیک ہے، باقی سب ہیچ۔

الحادات مرزا

} قولہ: اب عاجز بخدمت ان علماء فضلاء کے جو مرزا صاحب کے مکذب ہیں اور ان کے وجود کو اسباب ضلال سے جانتے ہیں بلکہ نوبت بایں رسید کہ الحاد و زندقہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ استفسار کرتا ہے کہ مرزا صاحب میں وہ کون سا امر الحاد و زندقہ کا ہے؟ بیان کیا جائے۔

{ اقول: جو امور کہ مرزا کے موجب زندقہ والحاد ہیں ان کے تفصیلی بیان کی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ کیا کم الحاد ہے کہ دعوی مثلیت میں قرآن و حدیث کی ایسی تاویل وتحریف کی کہ معطل و بے کار کر دیا، اور صرف نصوص کا ظاہر سے بغیر صارف صحیح و بے وجہ وجیہ الحاد ہے، اور انہوں نے تو ایسا صرف کیا کہ اس سے اوپر اور درجہ متصور نہیں۔ مگر چند اقوال و عقائد بطور تمثیل کے ان کی تحریرات سے بعینہ عبارات کے ساتھ (قطع نظر ان اقوال و عقائد سے کہ جو مجھ کو اخبار ثقات سے پہنچی ہیں) نقل کرتا ہوں کہ جس سے ناظرین خود غور کر سکتے ہیں اور اس وقت ان کے ردّ سے بخوف تطویل سکوت کیا (ان کے رسائل کے جواب میں انشاء اللہ تعالی جواب کافی ان کا ہو جائے گا) و نیز مخالفت ان کی قرآن و حدیث سے ظاہر ہے۔

ایک عقیدہ ان کا یہ ہے کہ میں نبی ہوں اور نبوت مطلقاً ختم نہیں ہوئی۔ توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ میں لکھتے ہیں:

ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالی کی طرف سے امت کیلئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اسکی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوۃ کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔ اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوۃ مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے، میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب

نبوۃ مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ انتہی بلفظہ

اور توضیح مرام کے صفحہ ۱۹ میں کہا : انّ النّبی محدّث والمحدّث نبیّ باعتبار حصول نوع من انواع النّبوّۃ ۔

اور یہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ میں محدث ہوں ۔ اور توضیح المرام کے صفحے ۳۳ سے ۶۷ تک قابل دیکھنے کے ہیں ۔ حقیقت ملائکہ میں جس قدر واہیات بھرے ہیں کہ کیا بیان کیا جاوے۔ عبارت طویل ہے اس واسطے نقل نہیں کر سکتا، بعض مختصر جملوں کو بطور نمونہ ذکر کرتا ہوں۔ توضیح مرام کے صفحہ ۳۳ میں ملائکہ کے بارے میں کہتے ہیں:

اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں، یا دساتیر اور وید کے اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا ان کو لقب دیں ۔ انتہی

اور توضیح مرام کے صفحہ ۳۸ میں لکھتے ہیں:

انہیں نفوس کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام ستارے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں اور جیسے خدا تعالی تمام عالم کے لئے بطور جان کے ہے ایسے ہی (مگر اس جگہ تشبیہہ کامل مراد نہیں) وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان ہی کا حکم رکھتے ہیں۔

اور توضیح مرام کے صفحہ ۶۷ میں یوں کہا:

بلکہ ہر ایک فرشتہ علیحدہ علیحدہ کاموں کے انجام دینے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ دنیا میں اس قدر تم تغیرات وانقلابات دیکھتے ہو یا جو کچھ ممکن قوۃ سے حیّز فعل میں آتا ہے یا جس قدر ارواح و اجسام اپنے کمالات مطلوبہ تک پہنچتے ہیں ان سب پر تاثیرات سماویہ کام کر رہے ہیں اور کبھی ایک ہی فرشتہ مختلف طور کے استعاروں میں مختلف طور کے اثر ڈالتا ہے۔

غور کرو یہ کن عقاید کفریہ کو (جن کا ردّ بکلی قرآن وحدیث میں ہو چکا ہے) تعلیم کیا جاتا ہے اور کس دجل کے ساتھ مخلوق کو گمراہ کیا جاتا ہے؟ اب بھی کچھ زندقہ اور الحاد میں شک رہ گیا؟

پھر اس کے بعد ایک طویل عبارت میں یہ بھی مضمون ادا کیا گیا ہے، تصریح کے ساتھ کہ کوئی فرشتہ بذات خود زمین پر نہیں آتا اور اپنے مقام سے جدا نہیں ہوتا بلکہ صرف اس کی تاثیر نازل ہوتی اور اس کی عکسی تصویر انبیاء کے دل میں منقوش ہو جاتی ہے۔ دیکھو صفحہ ۶۸، اور ۷۰، اور ۸۵۔

اور پھر ذات باری تعالی کے ساتھ یہ کیا کم گستاخی ہے کہ مجازاً ہی سہی اپنے آپ کو اور

حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کے بیٹے کے ساتھ تعبیر کیا چنانچہ توضیح مرام کے صفحہ ۲۷ میں ہے :

مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں ۔ الخ

یعنی ابن اللہ کہہ سکتے ہیں نعوذ باللّٰہ من ذلک ۔ ایسے ہی صفحہ ۲۲ میں تثلیث ثابت کی گئی ہے عبارت طویلہ کے بعد کہا :

اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالی کی روح سے جو نافخ المحبت ہے، استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے اور چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے ..الخ

بھلا یہ عقاید کفریہ کو عوام میں پھیلانا ہے کہ نہیں اور یہ اسلام کے ساتھ دشمنی ہے کہ نہیں ۔

پھر فتح الاسلام کے صفحہ ۵۴ میں لیلۃ القدر کو زمانہ ظلمانی بنایا ہے کہ اس سے رات مراد نہیں ، یہ بھی قابل دید ہے اور جو توضیح کے صفحہ ۴۹ میں بیان معنی آیت متضمن ذکر سجدہ آدم اپنے آپکو مسجود و مخدوم ملائکہ ثابت کرنا چاہا ہے ، وہ بھی لائق غور ہے بخوف طول عبارت نہیں نقل کی گئی ۔ کیسے کیسے الحادیات بیان کئے ہیں ۔ اور عیسیٰؑ کی توہین اور منقصت شان ان کی کتب میں تو اسقدر ہیں کہ کیا بیان کیا جائے ۔ ازالہ کے صفحہ ۶ سے حصہ اول میں جو شروع کی ہے تو کہیں صراحۃً اور کہیں اشارۃً نہ معلوم کہاں تک چلی گئی ۔ بعض جگہ کے الفاظ کو لکھتا ہوں ۔ صفحہ ۶ ، اور ۷ میں لکھتے ہیں :

ماسوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان کے حواشی سے الگ کر کے دیکھا جاوے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیش گوئیوں پر جس قدر اعتراض وشکوک پیدا ہوتے ہیں، نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں، کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا اور پیش گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے ۔

پھر لکھتے ہیں : اور اس سے بھی زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں ۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۸ میں لکھتے ہیں :

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسی کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم

اور اسی کے صفحہ ۱۵ میں ہے : کیونکہ حضرت مسیح کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی

ہوئی ہے اور انجیل سے ثابت ہے کہ اس سخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے مارنے کے لئے پتھر اٹھائے ..الخ

اور حضرت مسیح کے معجزات کے بارہ میں (جو صریح کلام مجید سے ثابت ہیں)، ازالہ اوہام کے صفحات ۲۹۵ تا ۳۲۲ کس قدر خرافات بھرے ہیں اور ان سے انکار اور کیسی ہجو کی ہے، نقل کرنے سے شرم آتی ہے۔ صفحہ ۳۰۴ میں لکھتے ہیں:

اور ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید نہیں کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنالیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں ...الخ

آگے صفحہ ۳۰۵ میں لکھتے ہیں:

ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت، ظہور میں آسکیں کیونکہ عمل الترب میں، جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں، ایسے ایسے عجائبات ہیں ...الخ

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں لکھتے ہیں:

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۲ میں لکھتے ہیں:

غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اس میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا، بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہوگیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کیلئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔

مرزا جی کے ان عقاید میں غور کر کے اہل حق معلوم کر سکتے ہیں کہ حق پر کون ہے، اور ان عقاید کا معتقد بددین اور ملحد ہے کہ نہیں؟ واللّٰہ اعلم و علمہ اتمّ واحکم

بحث مباہلہ

} قولہ : مولوی عبدالحق غزنوی کہتے ہیں کہ مباہلہ ایک قسم کی قسم ہے اور یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے کہ دونوں طرف اپنی جان اور اولاد سے حاضر ہوں اور دعا کریں کہ جوکوئی ہم میں جھوٹا ہے اس پر لعنت اور عذاب پڑے، تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ۔ الآیہ ۔ان دنوں مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گرداسپور واقع پنجاب نے دعوی عیسی ہونے کا کیا ہے اور جو آیتیں اور حدیثیں عیسیؑ کے بارہ میں وارد ہیں ان کا مصداق اپنی ذات کوقرار دیا ہے۔

مولف اعلام الناس، کہتا ہے ابھی تک مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اس درخواست مباہلہ کا کیا جواب دیا ہے۔ دو حال سے خالی نہیں ۔ یا تو بشرائط مفید طرفین مباہلہ کرنا منظور فرماویں گے ۔ یا اس وجہ سے کہ میاں عبدالحق کچھ ایسے اکابر اور مشاہیر میں سے نہیں، جن سے مباہلہ کرنے میں اثر تام اور نفع عام پہنچے، منظور نہ فرماویں گے.. الخ۔

تو پھر ایسے مباہلوں کا ثمرہ مفید عام اور نتیجہ معتد بہا اور نفع تمام کیا ہو کہ جس کا اثر ایک ملک ہند پر بھی نہ پڑے گا.. الی آخر القول

{ اقول: یہ امور کہ جوتم نے مباہلہ کے واسطے بیان کیا، آیا یہ شرط ہیں مباہلہ کے واسطے یا نہیں ۔ درصورت شق ثانی کیوں مباہلہ کے واسطے نہ کھڑے ہوئے اور حق کو (جوتمہارے زعم میں ہے) چھپا گئے ۔ اور درصورت شق اول یعنی یہ امور مباہلہ کے شروط سے ہیں (اور تمہاری عبارت رسالہ کی اسی کومقتضی ہے) تو اسپر دلائل شرعیہ سے دلیل لاؤ۔ اور قرآن وحدیث سے ان کی شرطیت کو بیان کرو۔ و ان لم تفعلو ولن تفعلوا فاتقوا النّار الّتی وقودھا النّاس و الحجارة

اور یہ جو کہتے ہیں کہ جانب مخالف سے کوئی بڑا شخص ہونا چاہیے کہ اس کے غالب یا مغلوب ہونے کا اثر تمام اہل اسلام کو پہنچے، ورنہ ایسے مباہلوں کا ثمرہ مفید علم اور نتیجہ معتد بہا کیا ہوگا؟ تو ہم کہتے ہیں کچھ بہت بڑے ہونے کی ضرورت نہیں، اگر ایسے آدمی بھی مباہلہ کریں گے تو ان کی غالبی مغلوبی ایسی مقصور رہنے والی نہیں۔ ادنی ادنی بات تو چھپتی نہیں ، اس قدر بڑی بات چھپ جائے اور لوگوں پر اس کا اثر نہ پڑے؟ یہ بات خلاف عقل ہے۔ اس قدر میں بھی فائدہ عام اور نتیجہ معتد بہا ہوسکتا ہے۔ اور تمام اہل اسلام کوکسی صورت ممکنہ میں نظر نہیں آتا، یہ محض بہانہ ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من حاجک فیہ من بعد ماجاء ک من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا ... الآیہ ۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے من کے ساتھ فرمایا جو عام ہے۔ اعلیٰ، ادنیٰ سب کو۔ یعنی کوئی اس میں جھگڑا کرے اس سے مباہلہ کرو۔ پھر تم نے یہ خاص کیسے کرلیا۔ لاؤ کوئی مخصص۔ والا اللہ کے کلام کے مقابلہ سے ڈرو اور باز آؤ۔

تیسرے یہ کہ قصہ وفد نجران کو دیکھو جب نصاریٰ نجران کے قاصد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے آیات، جو در بارہ مسیح کے ہیں، پڑھیں تو وہ لوگ اس کے ماننے سے انکاری ہوئے۔ تب رسول اللہ ﷺ مباہلہ کے لئے تیار ہوئے اور نکلے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ نہ پوچھا کہ تم لوگ بہت بڑے آدمی ہو یا نہیں؟ اور تمہارے ساتھ مباہلہ کرنے کا اثر تمام اہل عرب کو پہنچے گا یا نہیں؟ بلکہ روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ یہ لوگ نجران والوں کے بھی سردار و مقتداء ہیں کہ نہیں، اور تمام نصاریٰ کا ہونا تو کیا۔ چنانچہ بیہقی کی روایت میں اس طرح ہے:

قال فتلقی شر حبیل رسول اللّٰہ ﷺ فقال لہ انی قد رأیت خیرا من ملاعنتک فقال ما ھو فقال حکمک الیوم الی اللّیل و لیلتک الی الصباح فمھما حکمت فینا فھو جائز فقال رسول اللّٰہ ﷺ لعلّ ورائک احد یثرب علیک فقال شرحبیل سل صاحبی فسالھما فقالا ما یروا الوادی و لا یصدر الّا عن رأی شرحبیل فرجع رسول اللّٰہ ﷺ فلم یلا عنھم؛ الحدیث

دیکھو جب نبی ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ سردار ہیں تب آپ لوٹے اور اس کی بات کا اعتبار کیا۔ تو معلوم ہوا کہ پہلے سے آپ اس کو نہ جانتے تھے۔ پس اگر بڑا آدمی شرط ہوتا تو کیوں آپ ﷺ پہلے سے مباہلہ کے لئے مستعد ہو جاتے اور مباہلہ کے نکل کھڑے ہوتے۔

چوتھے یہ کہ تمہارے پیر (مرزا غلام احمد) اسی درخواست مباہلہ کے جواب میں کیا فرماتے ہیں۔ دیکھو اشتہار استدعا مباہلہ بار دیگر جو منجانب مولوی عبدالحق غزنوی مطبوعہ ۱۷ شعبان ۱۳۰۸ھ کہ اس میں ان کا جواب بھی نقل کیا ہے:

عبدالحق کون ہے، کسی گروہ کا مقتدا ہے یا مقتدی۔ اور عبدالحق مباہلہ میں اکیلا ہے یا کوئی اور بھی اس کے ساتھ ہے۔ بہر حال میں مباہلہ کے لئے مستعد کھڑا ہوں مگر اس شرط پر کہ مولوی

نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی احمد اللہ امرتسری بالاتفاق یہ فتوی لکھ دیں کہ مسلمانوں کا آپس میں فیصلہ مباہلہ سے جائز ہے۔

دیکھو تمہارے پیر کہیں جانب مخالف میں بڑے آدمی ہونے کی شرط لگاتے ہیں؟ وہ تو بہر حال مستعد اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ چاہے عبدالحق مقتدی ہو یا مقتدا، اکیلے ہوں یا اور کسی کے ساتھ۔ اگر شرط ہوتا تو وہ یہ کیسے کہتے۔ مگر یہاں تو اندھنا دھند کچھ بولنا چاہیے، ٹھیک پڑے یا نہ پڑے، بڑے پیر کے برابر پڑے یا ان سے بھی دو ہاتھ اونچے۔ یہ تو کہہ کے جھوٹے اور ان کے پیر بہانہ فتوی علماء ثلاثہ کا لائے، یہ عجیب بات ہے جس وقت مسیح کی گدی پر بیٹھے اور متصرف عالم کا کواکب بنایا وغیرھا من الالحادیات، تب کسی عالم سے فتوی نہ پوچھا۔ اب جب قلعی کھلنے لگی تو مولوی صاحبوں کو پکارنا شروع کیا۔ کیا جب مولوی محمد اسماعیل علی گڈھی سے مباہلہ طلب کیا تھا اس وقت وہ مسلمان تھے یا تم مسلمان نہ تھے؟

اصل تو یہ ہے کہ خود بھی اپنے آپ کو دل میں سچا نہیں جانتے کیونکہ اگر سچا اور حق پر جانتے تو پھر مباہلہ میں (کہ جس میں ان کا اس قدر فائدہ تھا کہ نہ کسی وعظ میں متصور ہے نہ کسی مناظرہ میں) ایسے واہیات بہانے کیوں لاتے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرح مباہلہ کے نام سے میدان میں نکل کھڑے ہوتے، نصاری نجران کی طرح کیوں بھاگتے۔..

بحث نزول

} قولہ: مولوی عبدالحق غزنوی کہتے ہیں، جیسا کہ حدیث صحیحین میں ہے لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ مرزا تو ابن مریم نہیں۔ میں (محمد احسن مؤلف اعلام الناس) کہتا ہوں مرزا صاحب کب کہتے ہیں کہ میں حقیقتاً ابن مریم ہوں بلکہ جن احادیث صحاح میں پیش گوئی نزول ابن مریم کی نبی ﷺ نے فرمائی ہے اس میں تاویل کرتے ہیں جو بموجب قواعد عربیہ کے صحیح معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ وہ تاویل ہے جس کی نسبت اللہ فرماتا ہے:

یوم یاتی تاویلہ یقول الّذین نسوہ من قبل قد جاء ت رسل ربّنا بالحق

اب صحت تاویل بموجب محاورہ عربیہ کے بیان کی جاتی ہے واضح ہو کہ بموجب محاورہ عرب کے معنی نزول من السّماء وغیرہ میں یہ کچھ ضرور نہیں کہ سماء سے نزول بجسم عنصری و خاکی ہی ہو، دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہے:

و انزلنا الحدید فیه باس شدید و منافع للنّاس ۔

اب کوئی بیان کرے کی حدید بوجود عنصری آسمان سے اتارا گیا ہے۔

{ اقول: جب مرزا صاحب خود کہتے ہیں کہ میں حقیقتاً ابن مریم نہیں ہوں پھر نصوص شرعیہ کو کیوں بلا وجہ حقیقت سے صرف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو پیش گوئیوں کا مصداق بناتے ہیں اور حقیقت کو بدل کر مجاز لاتے ہیں۔ مگر یہ وہی تبدیل ہے جس کی نسبت اللہ تعالی فرماتا ہے:

یحرّفون الکلم عن مواضعه و نسوا حظاً ممّا ذکّروا به ۔

اور یہ وہ تاویل نہیں جس کی نسبت اللہ تعالی فرماتا ہے:

یوم یاتی تاویله... الآیه

اس کو اس سے کیا نسبت ہے؟

اب جو صحت تاویل بیان کی گئی ہے اس کو سنو:

واضح ہو کہ بلا شبہ نزول، صفات اجسام سے ہے اور اس میں جسم کے ساتھ ہونا پڑا ہوا ہے جیسا کہ مجمع البحار میں ہے:

النّزول و الصّعود و الحرکات من صفات الاجسام ۔

اور قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

و الانزال نقل الشیء من الاعلی الی الاسفل و هو انّما یلحق المعانی بتوسط لحوقه الذوات الحاملة لها ۔

تو جس وقت اس کی نسبت اجسام عنصریہ و خاکیہ کی طرف کی جاوے گی تو بلا شبہ اس کے معنی نزول بجسمہ العنصری و خاکی ہی کے ہوں گے۔ یہ بات ایسی ظاہر ہے کہ بیان کی چنداں حاجت نہیں۔ چنانچہ موضع تنازع فیہ میں بھی ہے کہ نسبت نزول کی حضرت عیسیٰؑ کی طرف کی گئی ہے، تو اس جگہ پر بھی یہی معنی ہوں گے کہ وہ اپنے شریف جسم عنصری کے ساتھ نزول فرمائیں گے، تو معنی حقیقی نزول کے یہی ہوئے۔

علاوہ اسکے ایک بات اور سن لینے کے قابل ہے، وہ یہ کہ ظاہر بات ہے کہ نزول کے معنی اعلی سے اسفل کی طرف نقل کے ہیں (چنانچہ میں کسی کتاب لغت کو گمان نہیں کرتا کہ اس میں یہ معنی نہ ہوں، میں نے جہاں تک کتب لغت دیکھے ہیں سب میں یہ بات موجود پائی) پس جس وقت نزول کی نسبت کسی جسم کی طرف کی جاویگی تو بے شک اس کے معنی اسی جسم کی نقل کے ہوں گے۔ مثلاً کہیں کہ

اٹاری سے پتھر گرایا، کوٹھے پر سے زید اترا، آسمان سے اولے برسے۔

تو سوائے اس کے اور کوئی معنی نہ ہوں گے کہ وہ اپنے جسم ذاتی عنصری کے ساتھ اوپر سے نیچے آئے۔ اصلی اور حقیقی معنی اس کے یہی ہوں گے۔

پھر واضح رہے کہ معنی حقیقی مقدم ہوتے ہیں اور معنی مجازی اسی وقت مراد ہوتے ہیں کہ جب معنی حقیقی سے تعذر ہو اور معنی حقیقی لینا ممکن نہ ہوں اور بن نہ سکیں۔ یہ قاعدہ ایسا مسلّم ہر اہل علم کا ہے اور مشہور ہے کہ جس میں کسی علم والے کو شک نہیں اور کسی زبان کا ادیب اس کا منکر نہیں، لہذا حاجت استشہاد کی نہیں۔ کتب فن معانی والبیان، اصول اور ادب وغیرہ کی اس سے مملو ہیں۔ پس معنی حقیقی ہوتے ہوئے معنی مجازی مراد لینا نصوص شرعیہ کو تحریف کرنا ہے۔ حدیث مذکورہ بالا لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم (یعنی قریب ہے کہ تم میں ابن مریم نزول فرمائیں گے) میں معنی حقیقی لینے سے کون مانع ہے کہ جسکے سبب سے معنی حقیقی چھوڑ کر باطل معنی مجازی لئے گئے۔

پھر دوسری روایت میں لفظ ہبوط کے ساتھ وارد ہے وہاں کس طرح پر تحریف کی صورت نکلے گی۔ بڑی جائے تعجب ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کس کثرت سے نزول اور کہیں ہبوط کے ساتھ عیسیٰؑ کا بیان فرمایا۔ اگر نبی ﷺ کا یہی مقصود ہوتا جو مرزا کا مطلب ہے تو کیا رسول اللہ ﷺ پر ویسا لفظ فرمانا ایسا مشکل تھا اور اس کی تعبیر وتفسیر پر قادر نہ تھے کہ اس کثرت سے نزول وہبوط کے لفظ کے ساتھ فرمایا جو صریح مرزا کے مطلب دلی کو مبطل ہے۔ میری غرض یہ نہیں کہ مجاز کوئی چیز نہیں اور استعمال مجاز کہیں ٹھیک نہیں (کیونکہ بہت جگہ مجاز ہی احسن اور حقیقت سے ابلغ ہوتی ہے کہ اس سے مناسبات لطیفہ پیدا کی جاتی ہے، وغیرھا من الفوائد، مگر جہاں کہیں حقیقت کا ارادہ متعذر ہو اور سامع کو فتنہ میں ڈالنے والی نہ ہو اور مخل بالمقصود نہ ہو) بلکہ میری غرض یہ ہے کہ ایسے مجاز استعمال کرنا کہ مقصود اصلی اور مراد دلی کو فوت کردے اور بالکل بے قرائن ہو اور ایسی جگہ استعمال میں لاوے کہ معنی حقیقی لینے سے کوئی مانع نہ ہو اور معنی مجازی دل میں لے کر بولے بالکل قبیح ہے اور عقل ونقل کے خلاف۔ اور طرفہ اس پر یہ کہ اکثر جب بولے تو اسی لفظ مجازی کے ساتھ بولے، بلکہ اور الفاظ دیگر بھی کہ جو مباین ہوں اسکے مجاز کے اور معنی حقیقی کی طرف مضطر کرنے والے ہوں، اور طرہ اس پر یہ کہ ایسے بڑے امر میں ہو کہ جس پر ایک جہان کا دارومدار ہے کہ شریعت کے ارکان سے ہیں اور عقاید سے، اور پھر ایک کارخانہ خیالات کا بنا کر کھڑا کردے۔ ایسے مجاز کہیں کلام عاقل میں نہیں اور کوئی عاقل ایسے مجاز کے استعمال کو پسند نہ کرے گا۔ یہ مجاز کیا ہے بلکہ دھوکہ دہی اور

فریب ہے۔ ایسے مجاز ہرگز کلام شارع نہیں ہو سکتے حاشا وکلا۔ شارع کو ہرگز دھوکہ دہی اور فتنہ میں ڈالنا منظور نہیں اور تضلیل خلائق مقصود نہیں۔ وہ تو امیّین کی ہدایت کے واسطے ہیں، نہ شعبدہ بازوں کے باطل عقیدہ کھولنے کی جگہ۔ چنانچہ یہ پیش گوئی نزول عیسی بن مریم کی ایسی ہی ہے کہ چھوٹا طالب علم بھی الفاظ روایات صحاح پر نظر کر کے معلوم کر سکتا ہے (بعض روایات کا ذکر آتا ہے)۔ اگر میری یہ بات صحیح نہیں، تو بتاؤ کہ ہبوط کے کیا معنی ہیں اور نزول کے ارادہ معنی حقیقی سے کون مانع ہے؟ اصل تو یہ ہے کہ مانع کوئی نہیں، اپنے آپ کو عیسی موعود بنانے کو دل چاہتا ہے۔ اگر احادیث کا صریح انکار کریں تو کافر مطلق کہلاویں تو تدبیر سے کام نکالیں۔

مخفی نہ رہے کہ اس جگہ دجل سے کام لیا گیا ہے وہ یہ کہ دھوکہ دہی عوام کے واسطے لفظ محاورہ عرب کا بول کر (جو حقیقت ومجاز کو عام ہے) چند شواہد مجاز کے پیش کر دیئے اور کہدیا کہ محاورہ عرب میں بغیر جسم عنصری وخاکی کے بھی نزول کا استعمال آیا ہے (جس کی حقیقت آگے کھولی جائیگی) حالانکہ یہ عوام کو بڑے دھوکا دینے کی بات کہی، کیونکہ وہ یہ بات تو خیال نہ کریں گے کہ استعمال اگر ہے تو استعمال معنی مجازی کا بھی ہوتا ہے، تو ان مثالوں سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جگہ مجازی ہو جاسکیں اور جہاں چاہیں معنی مجازی لے لیا کریں، چاہے تعذر معنی حقیقی کا ہو، چاہے نہ ہو۔

اور یہ جو کہا کہ انزلنا الحدید .. میں اب کوئی بیان کرے کہ حدید بوجود عنصری آسمان سے اتارا گیا؟ تو میں کہتا ہوں کہ کیا عجب ہے کہ اولاً اللہ تبارک وتعالی نے لوہے کو اوپر سے اتارا ہو۔ چنانچہ ظاہر لفظ قرآن مجید اسی کے مقتضی ہیں اور مؤید اسی کا ہے جو ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ہے جس کو حافظ ابن کثیر نے نقل کیا:

عن ابن عباس قال ثلاثة اشياء نزلت مع آدم السندان و الكبتان والميقعة يعنى المطرقة۔

ایسا ہی جامع البیان اور وجیز میں ہے۔ پس تمہارا استشہاد اس سے صحیح نہیں، والّا استحالہ ثابت کرو لوہے کا بجسدہ اوپر سے اترنے کا۔

اور جب استحالہ ثابت کر دو گے تو ہم کہیں گے کہ بسبب استحالہ معنی حقیقی کے معنی مجازی مراد لئے گئے ہیں۔ پس تب بھی تمہارا مطلب ثابت نہ ہوگا کیونکہ نزول بجسدہ ابن مریم کا محال نہیں والّا نزول بجسدہ ابن مریم کا استحالہ ثابت کرو۔ اگر کہو کہ حضرت عیسیؑ وفات پا چکے، جب وفات پا چکے تو جنت میں داخل ہو گئے کیونکہ وہ برگزیدہ نبی تھے۔ قال اللہ تعالی:

قیل ادخل الجنّۃ ، وادخلی جنّتی

اور جو جنت میں داخل ہوا وہ وہاں سے نہ نکلے گا، قال اللہ تعالیٰ:

وما ھم منھا بمخرجین۔

پس حضرت عیسیٰؑ کیونکر بذات خود دنیا میں آسکتے ہیں؟

تو جواب اس کا یہ ہے کہ ثبوت اس امر کا تین مقدموں پر موقوف ہے:۔ اول، وفات عیسیٰؑ، دوسرے موت کے بعد ہی جنت میں داخل ہو جانا، تیسرے، اس دخول کے بعد پھر وہاں سے نکلنا نہیں۔ جب تک یہ تینوں مقدمے ثابت نہ ہوں تب تک یہ مطلب ثابت نہیں ہو سکتا اور ایک مقدمہ کی انتفاء سے بھی مقصود کا انتفاء ہو جاوے گا۔

تو میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں مقدمے غیر صحیح اور باطل ہیں عدم صحت و بطلان مقدمہ اولی کا تو رسالہ کے اختتام کے قریب آوے گا اور صحیح نہ ہونا مقدمہ ثانی اور ثالث کا کئی وجوہ سے ہے:

وجہ اول یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دخول جنت حشر کے بعد ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے:

و نفخ فی الصّور فصعق من فی السّماوات و من فی الارض.. (الی قولہ).وسیق الّذین اتقوا ربّھم الی الجنّۃ زمراً حتّی اذا جاؤھا و فتحت ابوابھا و قال لھم خزنتھا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین

اور فرمایا:ھل ینظرون الا الساعۃ ان تاتیھم بغتۃ وھم لا یشعرون ... (الی قولہ) .... ادخلوا الجنّۃ انتم و ازواجکم تحبرون

اور فرمایا: و نفخ فی الصّور ذلک یوم الوعید ... (الی قولہ) ... ادخلوھا بسلام ذلک یوم الخلود

اور احادیث میں تو بہت کثرت سے اس کا بیان ہے اور ان میں بتصریح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دخول جنت حشر کے روز ہوگا، پس ضرور ہے کہ قبل اس کے وہ بہشت سے باہر ہوں کیونکہ داخل کے واسطے پھر دخول کیسا۔ اور یہ بات ظاہر ہے دیکھو شرح جامی میں بھی لکھدیا ہے:

فانّہ اذا قال الداخل فی البلد دخلت الدّار لا یصحّ ان یّقول دخلت البلد

تو یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ پہلے کبھی دخول ہوا ہی نہ ہو یا ہوا ہو مگر پھر خروج ہوا۔ در صورت اول مقدمہ ثانی باطل ہوگیا اور در صورت دوم مقدمہ ثالث باطل ہوگیا۔

وجہ ثانی: یہ کہ میدان حشر میں سب انبیاء صلحاء حاضر ہوں گے۔ حضرت آدمؑ اور ابراہیمؑ وموسیٰؑ اور عیسیٰؑ، سب موجود ہوں گے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی طویل حدیث باب شفاعت میں بتصریح مذکور ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وجیء بالنّبیین والشّھداء وقضی بینھم بالحقّ وھم لا یظلمون

اور فرمایا: یومئذٍ تعرضون لا تخفی منکم خافیہ (حاقہ:۱۸)

اگر دخول ان کا جنت میں ہو چکا ہے تو پھر کیوں نکالے جاویں گے۔ اگر نکالے گئے تو بطلان مقدمہ ثالث لازم آیا۔

وجہ ثالث: یہ کہ اگر موت کے بعد ہی سے دخول جنت ہو جاوے تو لازم آویگا قیامت میں خروج جنت سے اور خروج جنت سے ممتنع ہے لقولہ تعالیٰ: وما ھم منھا بمخرجین اور مستلزم ممتنع کا ممتنع ہے پس دخول جنت، موت کے بعد ہی ممتنع ہے۔ لہٰذا مقدمہ ثانی باطل ہو گیا۔

وجہ رابع: یہ کہ سرور کائنات جناب حضرت محمد ﷺ نے فرمایا

اوّل من یقرع باب الجنّۃ انا۔ اخرجہ مسلم۔

اور فرمایا:

آتی باب الجنّۃ یوم القیامۃ فاستفتح فیقول الخازن من انت؟ فاقول محمد۔ فیقول بک امرت لا افتح لاحد قبلک۔ اخرجہ مسلم

یعنی سب سے پہلے جو دروازہ جنت کا کھٹکھٹائے گا وہ میں ہی ہوں۔ قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آکر دروازہ کھلواؤنگا تو اسکا داروغہ کہے گا: تم کون ہو؟ تو میں کہونگا محمد۔ تو وہ کہے گا تیرے ہی واسطے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ تجھ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کسی کے واسطے دخول جنت نہیں۔ پس مقدمہ ثانی باطل ہو گیا۔

وجہ خامس: یہ کہ شب معراج میں حضرت محمد ﷺ حضرت عیسیٰؑ سے دوسرے آسمان پر ملے اور کلام کیا۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بتصریح موجود ہے اور عیسیٰؑ نے اپنے نزول کا بھی ذکر کیا۔ چنانچہ احمد اور ابن ماجہ کی صحیح روایت میں ہے (جس کا ذکر آگے آتا ہے)۔ پھر رسول اللہ ﷺ تیسرے آسمان پر گئے۔ پھر چوتھے آسمان پر، ایسے ہی پانچویں چھٹے ساتویں پر۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ جا کر جنت میں داخل ہوئے۔ چنانچہ صحیحین و دیگر کتب حدیث میں موجود ہے دیکھو حضرت عیسیٰؑ جنت میں نہ تھے، بلکہ باہر تھے، وھذا ھو المطلوب

اور یہ جو کہا قیل ادخل الجنّۃ تو اول تو یہ ایک شخص خاص کے واسطے خطاب ہے، یہ کوئی حکم عام نہیں، پھر حضرت عیسیٰ کے واسطے یہ بات کیونکر اس سے ثابت ہوئی۔ دوسرے یہ کہ یہ شخص شہید کر دیا گیا تھا، چنانچہ روایات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ کو اس پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے اس واسطے کہ انبیاء شہداء سے افضل ہیں۔ مگر شہید کے واسطے خصوصیات بھی ہیں کہ دوسرے کیلئے نہیں۔ ذرا سی بات ہے دیکھو شہداء کو اموات کہنا ناجائز ہے:

قال اللہ تعالیٰ: ولا تقولوا لمن یّقتل فی سبیل اللّٰہ اموات،

اور انبیاء کے اوپر اطلاق اموات کا جائز ہے: انک میّت و انّھم میّتون۔

اور وما محمّد الّا رسول۔ قد خلت من قبلہ الرّسل افان مات ... الآیۃ۔

پس اس آیت سے حضرت عیسیٰ کا دخول جنت کیونکر ثابت ہو سکتا ہے؟

اور یہ جو کہا: وادخلی جنتی، تو سیاق و سباق کلام سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حشر کے روز کا مقولہ ہے کلّا اذا دکّت الارض دکاً دکّاً سے پڑھ کر دیکھو۔ چنانچہ ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ پس اس آیت سے اور موت کے بعد دخول جنت سے کیا تعلق ہے؟

اور اگر مان بھی لیں کہ یہ آیت اور ایسی ہی آیت سابق بعد موت کے دخول جنت پر دال ہیں، تو میں کہتا ہوں کہ اس سے دخول خلدی جنت میں لازم نہیں آتا۔ یعنی اس سے مراد دخول خلدی نہیں، بلکہ مراد دخول روحی ہے نہ دخول جسدی کہ ہمیشہ رہنے کے واسطے داخل ہوں۔ اور دلیل اس پر وہی محظورات مسطور بالا ہیں۔ اور آیت فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی دیکھو خطاب خاص نفس کے ساتھ ہے اور اس بات کو احادیث بھی بتصریح بیان کر رہی ہیں چنانچہ مالک اور احمد اور نسائی نے بسند صحیح کعب بن مالک سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انّما نسمۃ المؤمن طائر یعلق فی شجر الجنّۃ حتی یرجعہ اللّٰہ تعالی الی جسدہ لیوم القیامۃ

اور احمد اور طبرانی نے بسند حسن، ام ہانی سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

تکون النسم طیراً تعلق بالشجر حتی اذا کان یوم القیامۃ دخلت کلّ نفس فی جسدھا۔

ایسے ہی اور بہت سی روایات میں آیا ہے۔ تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ اس وقت

میں جو جنت میں داخل بھی ہوتا ہے تو وہ دخول روحی ہوتا ہے نہ جسدی۔ وہ تو قیامت ہی کے روز ہو گا کہ پھر وہاں سے نہ نکالے جاویں گے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ ارواح مومنین کے رہنے کے واسطے برزخ میں اماکن مختلفہ روایات میں وارد ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا کہ ارواح مومنین کی جنت میں پھر کر عرش کے نیچے قنادیل لٹکتی ہیں اس میں آ کر رہتی ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں آسمان میں جمع ہوتی ہیں تو بعض روایات میں ہے کہ زمین پر جابیہ میں آ کر جمع ہوتی ہیں اور بعض میں چاہ زمزم کا بھی آیا ہے۔ وغیرھا

اور بڑے بڑے ذی شان عالی مراتب نبی، جناب رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں آسمانوں پر موجود پائے۔ کوئی پہلے آسمان پر کوئی دوسرے پر، و قس علی ھذا۔ دیکھو حضرت عیسیٰؑ دوسرے آسمان پر موجود تھے اور اگر فرضاً تسلیم بھی کر لیں کہ مرنے کے بعد سے دخول خلدی ہو جاتا ہے تب بھی ہم کہتے ہیں کہ خلود کو اللہ جلشانہ نے اپنی مشیت پر رکھا ہے چنانچہ فرمایا:

و امّا الّذین سعدوا ففی الجنّۃ خالدین فیھا ما دامت السّماء و الارض الّا ما شاء ربّک۔

(اس آیت کے معنی میں مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے مگر معنی اقرب کو اختیار کرنا چاہیے)۔ دیکھو خلود سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا استثناء کیا ہے، اور اپنے چاہنے کی قدر اس وعدہ سے نکال لیا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے واسطے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور اس کی مشیت اس بات کے ساتھ متعلق ہو چکی ہے کہ ان کو پھر دنیا میں بھیجے۔ چنانچہ شب معراج میں خود انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر زمانہ میں، جب دجال خروج کرے گا، مجھ کو دنیا میں اتارنے کا وعدہ دیا ہے (یہ ایک صحیح حدیث کا مضمون ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے) پھر بھلا اس میں کیا استبعاد ہے اور کونسا محذور لازم آتا ہے۔

پھر دیکھو جناب رسول اللہ ﷺ شب معراج میں جنت کے اندر تشریف لے گئے پھر وہاں سے نکل کر دنیا میں تشریف لائے۔ اور دیکھو حضرت آدمؑ جنت میں داخل ہوئے اور اس میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے اتارے گئے، تو اگر یہ دخول، خروجِ جنت سے ممتنع ہوتا تو یہ کیسے باہر آتے۔ بہر حال کسی صورت سے مطلب محمد احسن امروہی اور ان کے ہم خیالوں کا ثابت نہیں ہوتا، اور کسی طور سے استحالہ نزول ابن مریم کا بجسدہ العنصری پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ پھر بلا وجہ کیوں صرف نصوص کا ظاہر سے کیا جاتا ہے؟ اور کس لئے معنی حقیقی چھوڑ کر مجاز کو اختیار کیا جاتا ہے اور

تحریف کا دروازہ کیوں کھولا جاتا ہے اور الحاد کے طریقوں کو کیوں رواج دیا جاتا ہے؟ اللہ جبار وقہار سے ڈرو اور طریق حق کو اختیار کرو۔..

اسی طرح اور بھی انکے دلائل کا، جن پر فخر کرتے ہیں اوران کو اپنے براہین قویہ سے سمجھ کر بے شمار جگہ اپنی تحریرات میں لاتے ہیں، موقع موقع جواب باصواب لکھا جاوے گا اگرچہ اعلام الناس میں نہ موجود ہو، تاکہ ناظرین کو فائدہ تامہ حاصل ہو۔

} قولہ : اور دیکھو یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یّواری سوء اتکم و ریشاً ۔کسی نے دیکھا ہے کہ پارچہ اور ملبوسات ...الخ

{ اقول ۔معنی انزال کے یہاں پر وہی اتارنا جسم کے ساتھ ہیں (اس کا جواب ہے جو اوپر کہا کہ نزول کے معنی میں یہ ضرورنہیں کہ نزول بجسم عنصری ہوا، اور اس کے لئے یہ دلیل پیش کی)، البتہ مجاز یہاں پر اسناد میں ہے ۔یعنی انزال کی نسبت حقیقی نہیں، مسبب کو بجائے سبب کے بول دیا کہ پانی ہے مثلاً معنی یہ ہوئے کہ اتارا ہم نے پیدائشِ لباس کے سببوں مثلاً پانی ہے کہ بوجودہ العنصری اترتا ہے ۔پس لفظ اپنے اصلی معنی میں مستعمل ہو، الہذا اس سے محمد احسن امروہی کا اشتشہاد صحیح نہ ہوا۔ اور اگر فرضاً مانیں بھی تو اسی وجہ سے کہ معنی حقیقی متعذر ہیں اور مستشہد لہ میں متعذر نہیں، کما مرّ، پس تب بھی استشہاد صحیح نہیں۔

} قولہ : اور فرمایا قد انزلنا الیکم ذکراً رسولا یتلوا علیکم آیات اللّٰہ مبینا تٍ ۔ کیا آنحضرت ﷺ بوجود عنصری آسمان سے نازل ہوئے تھے۔

{ اقول: اس آیت سے استشہاد کے واسطے اولاً اس بات کا ثابت کرنا ضروری ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں ۔ہم کہتے ہیں مراد اس سے جبریل ہیں اور نسبت یتلوا کی ان کی طرف بلا واسطہ ہے یا بواسطہ محمد رسول اللہ ﷺ کے کہ ان کے پڑھنے کو جبریل کا پڑھنا کہہ دیا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا و اذا قرأ ناہ فاتّبع قرآنہ ۔ پس انزال اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے اور تمہارا استشہاد صحیح نہ ہوا۔ اور قرآن مجید بھی مراد ہوسکتا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو مراد لیں، تب بھی انزال اپنے ہی معنی میں رہے گا ۔انزال کی نسبت آپ کی طرف ترشیحا کی گئی ۔پس یہ مجاز نسبت میں ہے نہ لفظ انزال میں ۔ فاین المدعی ۔اگر مجاز مانی بھی جائے تو اس وجہ سے کہ حقیقت متعذر ہے اور شاھد لہ میں متعذر نہیں۔ کما مرّ ۔ فلا تلبسوا الحقّ بالباطل

} قولہ: اور دیکھو حدیث میں ہے انزل الدّواء الّذی انزل الدّاء ۔کسی شفاخانہ میں

یا عطار کی دکان پر کوئی دوا کسی نے دیکھی کہ آسمان سے بوجود عنصری اتری ہو۔

{ اقول: اس میں بھی وہی وجوہ جواب کے، جو پہلے ذکر کئے گئے، جاری ہیں کہ ظاہر ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ بہر حال مقصود محمد احسن امروہی صاحب کا ثابت نہیں ہوتا۔

} قولہ: اور فرمایا: انزل النّاس منازلھم

اور آیا ہے: لمّا نزلت بنو قریظه۔

اور آیا ہے: خرج من مکه و نزل یثرب۔

{ اقول: چونکہ صاحب رسالہ نے ان تینوں شاہدوں سے وجہ استدلال کو بیان نہیں کیا لہذا ہم بھی بیان جواب سے اعراض کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے ظہور کے سبب چھوڑ دیا تو ہم بھی جواب ظاہر سمجھ کے چھوڑتے ہیں۔

} قولہ: اگر مرزا صاحب نے نزول کے معنی میں بموجب محاورہ کتاب وسنت کے یہ کہا کہ نزول سے مراد نزول من السّماء بوجود عنصری نہیں تو کیا قصور کیا اور کیا الحاد ہے۔

{ اقول: مرزا صاحب نصوص شرعیہ کو اپنے معنی سے خلاف لغت وقواعد جمیع اہل عربیہ کے تحریف کر کے مصداق قول اللہ: یحرّفون الکلم عن مواضعه کے ہو گئے اور فرمایا:

انّ الّذین یلحدون فی آیاتنا لا یخفون علینا۔ افمن یّلقی فی النّار خیر ام من یاتی آمناً یوم القیامة۔ (حم سجدہ:۴۰)

} قولہ: اور لفظ ابن مریم کی نسبت یہ عرض ہے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ مسافر کو ابن السبیل بطور استعارہ کے فرمایا ہے۔ اب دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا ایک مسافر راہ کا بیٹا ہوتا ہے حقیقتاً۔ یا چاند کو جو عرب میں ابن اللیل کہتے ہیں، کیا چاند، رات کا بیٹا حقیقی ہوتا ہے ..الخ۔ اگر کنیت بلفظ ابن کتب حدیث وغیرہ میں تفحص کیا جائے تو بہت کثرت سے ایسی نکلے گی جو صرف بطور استعارہ کے کسی مناسبت کی وجہ سے وہاں ابن کا لفظ لگا دیا گیا ہو گا، نہ یہ کہ بیٹا حقیقی وہاں مراد ہو۔ اگر مرزا صاحب نے بطور استعارہ لطیفہ کے ابن مریم سے ایسا شخص مراد لیا ہے جو بلا واسطہ آباء ہے، مشائخ زمان کے اس کو علوم لدنیہ حاصل ہوئے ہیں اور بغیر داخل ہونے کے کسی سلسلہ میں سلاسل اولیاء اللہ ماسبق سے اس کو کشوف والہامات اور معارف کتاب وسنت منجانب اللہ اس کو دیئے گئے ہیں، تو کون سا استحالہ لازم آیا ..الخ

{ اقول: ابن کا لفظ استعارہ بیان کرنے سے اگر آپ کی یہ غرض ہے کہ مرزا پر ابن مریم

بغیر حذف و مثل حذف کے مانے ہوئے صادق آ جاوے، تو یہ ہرگز ممکن نہیں کیونکہ اسی خبر کی بعض روایات میں تو لفظ عیسی بن مریم کا وارد ہے جیسا کہ مسلم کی روایت ہے، اور بعض میں مسیح بن مریم کا آیا ہے چنانچہ احمد کی روایت میں، اور بعض میں روح اللہ عیسی ہے جیسا کہ مستدرک حاکم میں واقع ہے، اور بعض روایات میں لفظ نبی اللہ کا بھی وارد ہے، و الحدیث یفسّر بعضها بعضاً۔ پس ان الفاظ کو مرزا پر بغیر حذف مانے کیونکر صادق کر سکتے ہو؟ اور اگر تمہاری یہ غرض نہیں کہ بغیر حذف مانے مرزا صاحب پر صادق آتا ہے بلکہ حذف کرنا پڑے گا، پس اس وقت میں یہ استعارہ بیان کرنا بالکل لغو ہے اور بے محل، کیونکہ جب حذف مانو گے تو اس وقت ابن اپنے استعمال حقیقی پر رہے گا نہ مجازی پر، جس کیلئے تم نے اپنی اس قدر علمیت صرف کی۔

دوسرے یہ کہ ابن کا لفظ جو استعمال استعارۃً ہوتا ہے تو اس طرح پر ہوتا ہے کہ ابن کے مصداق کو اس کے مضاف الیہ کے ساتھ ایک مناسبت ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے ابن فلان بول دیتے ہیں، مثلاً ابن السّبیل کہ ابن کے مصداق یعنی مسافر کو اس کے مضاف الیہ یعنی سبیل کے ساتھ ایک مناسبت ہے۔ ایسی ہی ابن اللّیل میں چاندکو رات کے ساتھ مناسبت ہے۔ جس کے سبب سے ابن السّبیل اور ابن اللّیل بول دیتے ہیں اور محمد احسن امروہی نے جو وجہ مناسبت بیان کی یعنی (اگر مرزا صاحب نے بطور استعارہ لطیفہ کے ابن مریم سے ایسا شخص مراد لیا ہو جو بلا واسطہ آیا...) تو وجہ مناسبت کی بقول ان کے ساتھ ابن مریم کے ہے نہ مصداق ابن کے ساتھ مریم کے۔ کما لا یخفی فتفکر فانّ فیه ما فیه

بہرصورت تمہارا مطلب فاسد بغیر حذف کے ثابت نہیں ہوتا۔ اور بغیر وجہ محذوف وغیرہ ماننا کس قدر نصوص شرعیہ کی تحریف ہے۔ اللہ جبار و قہار سے ڈرو۔ اگر ایسے ہی جہاں چاہیں حذف مان لیا کریں تو ہرگز کسی نص سے کوئی مسئلہ شرعیہ ثابت نہ ہو سکے گا، حتی کہ توحید باری عز اسمہ اور رسالت رسول اللہ ﷺ کی بھی۔ جو نصوص کہ در بارہ نزول حضرت عیسیؑ کے وارد ہیں ان سے اور اس مرزا سے بالکل مناسبت نہیں اور سر موئے موافقت نہیں۔ بڑی بے حیائی کی بات ہے ان کا اپنے آپ کو مصداق کہنا۔ اذا لم تستحی فا صنع ما شئت۔ اگر کوئی دوسرا دعوی کر بیٹھتے تو شائد کچھ چل بھی جاتا، ایسی کھلی بات کے جھوٹ مصداق بنے۔

احادیث درباره مسیحؑ اور دجال

ہر چند کہ احصاء ان احادیث کا، جو دربارہ نزول مسیح و دجال کے وارد ہیں، محال عادی ہے مگر میں یہاں چند احادیث واسطے افادہ عوام کے مع حاصل ترجمہ کے لکھتا ہوں:

۱۔ اخرج البخاری و مسلم و ابو داؤد و الترمذی عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و الّذی نفسی بیده لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتی لا یقبله احد حتّی تکون السّجدة الواحدة خیراً مّن الدّنیا و ما فیها ثم یقول ابو هریره فاقرؤا ان شئتم و ان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته ۔

بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بے شک قریب ہے کہ ابن مریم تم میں اتریں منصف حاکم ہوکر، تو صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو ماریں گے اور جزیہ کو اتاریں گے اور مال کی یہاں تک کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے اور ایک سجدہ اس وقت میں دنیا و مافیہ سے بہتر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہؓ بولے، اگر چاہو تو (قرآن سے اس بات کی تصدیق کیلئے) اس آیت کو پڑھ لو و ان من اهل الکتاب ... ۔

ابو ہریرہؓ کی غرض یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے نزول کا قصہ قرآن میں فرماتا ہے کہ جو فرقہ کتاب والوں میں سے ہے اس پر یقین لاوے گا اس کی موت سے پہلے یعنی جب وہ نزول فرماویں گے اس وقت اس پیشین کا ظہور ہوگا ورنہ پہلے تو ہوا نہیں۔

۲۔ اخرج مسلم عن جابر قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفة من امّتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیامة فینزل عیسی بن مریم فیقول امیر هم تعال صلّ لنا فیقول لا انّ بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللّٰه تعالی لهذه الامّة ۔

صحیح مسلم میں جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ قتل کرتا رہے گا حق پر غالب رہے گا قیامت تک پس عیسی بن مریم اتریں گے پس کہے گا حاکم ان کا آیئے نماز پڑھایئے، تو وہ جواب دیں گے، نہیں تمہی ایک دوسرے کے سردار ہو، اللہ تعالی کے بزرگی دینے کے سبب سے اس امت کو۔

۳۔ اخرج ابو داؤد عن ابی ہریرہ مرفوعاً لیس بینی و بین عیسی نبی و انّه نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرة و البیاض ینزل بین ممصرتین کان رأسه یقطر و ان لم یصبه بلل فیقاتل النّاس علی الاسلام فیدق الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یهلک اللّٰه فی زمانه الملل کلّها الّا الاسلام و یهلک اللّٰه فی زمانه المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثمّ یتوفّی فیصلّی علیه المسلمون۔

ابوداؤد میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بیشک وہ اترنے والے ہیں سوان کو پہچان لینا میانہ قد، سرخی اور سفیدی کے درمیان، اتریں گے دو رنگین کپڑوں میں گویا کہ ان کے سر کے بال ٹپک رہے ہیں اگرچہ ان میں تری نہ پہنچی ہو، تو لوگوں سے اسلام کے لئے لڑیں گے سو صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو اٹھا دیں گے اور اللہ جل شانہ ان کے وقت میں سوا ملت اسلام کے سب ملتوں کو کھو دے گا اور اللہ تعالی ان کے وقت میں مسیح دجال کو ہلاک کرے گا، سو وہ زمین پر چالیس برس رہیں گے پھر وفات پائیں گے تو ان پر مسلمان نماز پڑھیں گے۔

ایسے ہی امام احمدؒ نے بھی روایت کیا ہے مگر بعض لفظ کا فرق ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا چنانچہ اکثر الفاظ اس حدیث کے بیان کئے اور کہا روی احمدو ابو داؤد باسناد صحیح

اور اس عاجز نے بھی جو رجال اسناد کی طرف مراجعت کی تو سب راوی اس کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی پائے سوائے عبدالرحمٰن بن آدم کے، وہ صرف مسلم کے رواۃ سے ہیں تو ان کا بھی محتج بہ ہونا اور ثقاہت یقینی ہے۔

۴۔ اخرج الحاکم فی المستدرک بلفظ ان روح اللّٰه عیسی نازل

فیکم فاذا رأیتموه فاعرفوه فانّه رجل مربوع الی الحمرة و البیا ض علیه ثوبان ممصرا ن کانّ رأسه یقطر و ان لم یصبه بلل فیدقّ الصّلیب و یقتل الخنزیر ویضع الجزیة و یدعوا النّاس الی الاسلام فیهلک اللّه فی زما نه المسیح الد جّال و تقع الامنة علی اهل الارض حتی ترعی الاسود مع الابل و النمور مع البقر و الذّئاب مع الغنم و یلعب الصّبیان مع الحیات فیمکث اربعین سنة ثمّ یتوفّی و یصلّی علیه المسلمو ن۔

حاکمؒ نے اپنی کتاب مستدرک میں ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روح اللہ عیسیٰؑ تم میں نزول فرمانے والے ہیں سو جب تم ان کو دیکھنا پہچان لینا میانہ قد، سرخی سفیدی کے درمیان، ان پر دو کپڑے رنگین ہوں گے، گویا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہو اگرچہ تری نہ پہنچی ہو۔ تو صلیب کو توڑ دیں گے، اور خنزیر کو مار دیں گے، اور جزیہ اٹھا دیں گے۔ اور لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلائیں گے تو ان کے وقت میں اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو ہلاک کرے گا اور اہل زمین میں امن ہو جاوے گا کہ شیر اونٹ کے ساتھ چیتے گائے کے ساتھ بھیڑیئے بکری کے ساتھ چرنے لگیں گے اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے ۔سو زمین میں چالیس برس رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان پر نماز پڑھیں گے۔

۵۔ اخرج احمد و ابن ماجه و صححه الحاکم (کما فی الفتح) وهذا لفظ احمد : عن ابن مسعود عن رسول اللّه ﷺ قال لقیت لیلة اسری بی ابراهیم و موسی و عیسی فتذاکروا امر السّاعة فردوا امر هم الی ابرا هیم فقال لا علم لی بها فردوا امرهم الی موسی فقال لا علم لی بها فردوا امرهم الی عیسی فقال اما وجبتها فلا یعلم بها ا حد الّا اللّه و فیما عهد الیّ ربّی عز وجل انّ الدّجال خارج ومعی قضیبان فاذا رآ نی ذا ب کما یذ وب الر صا ص

(و لفظ ابن ماجه مکان هذا اللّفظ هکذا) فذکر خرو ج الدّجّال قال فانزل فا قتله فر جع الناس الی بلا دهم۔ الخ.

قال فیهلکه اللّه اذا ر أنی حتّی انّ الحجر و الشّجر یقول یا مسلم

انّ تحتی کافراً فتعال فا قتله۔ قال فیلکهم اللّه ثم یر جع النّاس الی بلادهم و اوطانهم فعند ذلک یخرج یا جوج و ماجوج و هم من کلّ حدبٍ ینسلون فیطؤن بلادهم فلا یا تو ن علی شئی ا لا اهلکوه و لا یمرون علی ماءٍ الّا شر بوه قال ثم یرجع النّاس یشکونهم فادعوا الله علیهم فیلکهم و یمیتهم حتی تجوی الارض من نتن ر یحهم و ینزل الله المطر فیحترف اجسادهم حتی یقذ فهم فی البحر ففیما عهد الیّ ربی عز وجل ان ذلک اذا کان کذلک انّ السّاعة کالحامل المتم لا یدری اهلها متی تفاجئهم بولادها لیلاً او نهاراً

امام احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات میں ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سے ملا تو انہوں نے قیامت کا ذکر کیا تو پہلے ابراہیم پر چھوڑا سو ابراہیمؑ نے کہا مجھ کو اس کا علم نہیں (یعنی کب ہوگی) پھر موسیٰؑ پر چھوڑا تو انہوں نے کہا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں۔ پھر عیسیٰؑ پر چھوڑا تو عیسیٰ نے کہا کہ وقت وقوع کا تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ دجال نکلے گا اور میرے ساتھ دو قضیب ہوں گی جب مجھ کو دیکھے گا تو سیسہ کی طرح پگھلنے لگے گا (اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے) کہ عیسیٰ نے دجال کے نکلنے کا کہہ کر کہا کہ پھر میں اترونگا تو اس کو قتل کرونگا، کہا حضرت عیسیٰ نے کہ پس اللہ ہلاک کرے گا اس کو جب مجھے دیکھے گا یہاں تک کہ پتھر اور درخت کہیں گے کہ اے مسلمان میرے نیچے کافر چھپا ہے سو اس کو آکر قتل کرو۔ تو اللہ سب کفار کو ہلاک کر دے گا پھر لوگ اپنی اپنی بستیوں اور گھروں کو لوٹیں گے تو اب یاجوج ماجوج نکلیں گے اور وہ اونچائی سے پھسلتے آویں گے تو ان کی بستیوں کو روندیں گے جس چیز پر جاویں گے اس کو ہلاک کر دیں گے اور جس پانی پر پڑیں گے اس کو پی جائیں گے۔ تو پھر لوگ آکر ان کی شکایت کریں گے تو میں اللہ سے ان کے لئے بددعا کرونگا تو ان سب کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا اور ان سب کو موت دے گا یہاں تک کہ ان کی بدبو تمام زمین میں بھر جائے گی تو اللہ پانی برسائے گا جس سے وہ تمام دریا میں بہہ جائیں گے، تو اللہ کے اس وعدہ میں یہ ہے کہ جب ایسا ہوگا اس وقت قیامت کا حال ایسا ہوگا جیسے پورے دنوں حاملہ کو معلوم نہیں ہوتا کس وقت رات یا دن میں اچانک بچے کو جنم دیدے۔

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس عاجز نے بھی جو رواۃ اس حدیث کے دیکھے، احمد اور ابن ماجہ دونوں کے، تو سب راوی اس کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی پائے سوائے جبلہ کے اور موثر بن عفارہ کے کہ وہ دونوں بھی ثقہ ہیں جیسا کہ خلاصہ اور تقریب میں ہے۔

۶۔: اخرج مسلم عن النواس بن سمعان ..(یہ حدیث تحریک ختم نبوت حصہ ششم میں مع ترجمہ نقل ہو چکی ہے۔ بہا)

۷: اخرج الحاکم عن ابی ہریرہ مرفوعاً لیھبطن عیسی بن مریم حکماً واماماً مقسطاً و لیسلکن فیھا حاجاً او معتمراً ولیا تین قبری حتی یسلم علی و لاردن علیه۔

امام حاکم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک عیسیٰؑ بن مریم اتریں گے حاکم اور انصاف والے پیشوا اور البتہ چلیں گے راستہ میں حج کرتے یا عمرہ کرتے اور البتہ آویں گے میری قبر پر کہ سلام کریں گے مجھ پر اور میں جواب دونگا۔

۸: اخرج مسلم عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تقوم السّاعة حتّی ینزل الرّوم بالاعماق او بدابق فیخرج الیھم جیش من المدینة من خیار اھل الارض یومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بیننا و بین الذین سبوا منّا نقاتلھم فیقول المسلمون لا و اللّٰہ لا تخلی بینکم و بین اخواننا فیقاتلونھم فیھزم ثلث لایتوب اللّٰہ علیھم ابداً و یقتل ثلثھم افضل الشھداء عند اللہ و یفتح الثلث لا یفتنون ابداً فیفتحون قسطنطنیه فبینماھم یقسمون الغنائم قدعلقوا سیوفھم بالزّیتون اذ صاح فیھم الشیطان انّ المسیح قد خلفکم فی اھلیکم فیخرجون و ذلک باطل فاذا جاؤا الشّام خرج فبینما ھم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصّلوة فینزل عیسی بن مریم فامھم فاذا رآہ عدو اللّٰہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لانذاب حتی یھلک ولکن یقتله اللّٰہ بیده فیریھم دمه فی حربته۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہ آوے

گی جب تک رومی لوگ (یعنی نصاری) اعماق یا وابق میں نہ اتریں تو ان کی طرف لشکر مدینہ سے نکلے گا جو اپنے زمانہ کے بہترین لوگوں سے ہوں گے تو جب صف باندھیں گے تو رومی کہیں گے کہ ہم میں کے جو لوگ قید کئے ہیں، یعنی غلام جو مسلمان ہو گئے ہیں وہ ہم کو دو ہم ان سے لڑیں (اور یوں بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جنہوں نے ہمارے لوگوں کو قید کیا ہے ان کو ہم سے لڑنا ہے) تو مسلمان کہیں گے کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا وہ ہمارے بھائی ہیں۔ تو ان سے مقابلہ ہو گا پس تہائی لوگ (مسلمانوں کے) بھاگ جاویں گے، کبھی ان کی طرف اللہ متوجہ نہ ہوگا۔ اور تہائی شہید ہو جائیں گے اور وہ اللہ کے نزدیک افضل الشھداء ہیں اور تہائی فتح کریں گے، کبھی وہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں گے۔ تو قسطنطنیہ کو فتح کرلیں گے سو وہ غنائم کو تقسیم کرتے ہوں گے کہ شیطان پکارے گا کہ مسیح (یعنی دجال) تمہارے اہل میں تمہارے پیچھے آ گیا تو وہ نکلیں گے اور یہ بات شیطان کی جھوٹی ہوگی۔ پس وہ شام میں آویں گے تو وہ نکلے گا تو جس وقت وہ قتال کے لئے تیار ہوں گے اور صفیں درست کرتے ہوں گے کہ نماز کے لئے تکبیر ہوگی پس عیسی بن مریم نزول فرمائیں گے تو ان کے امام ہوں گے سو جب ان کو اللہ کا دشمن (یعنی دجال) دیکھے گا تو جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے گھلنے لگے گا۔ سو اگر حضرت عیسیٰؑ اسے چھوڑ دیں تو گھلتے گھلتے ہی ہلاک ہو جاوے، مگر اللہ تعالی ان کے ہاتھ سے اسکو قتل کروائے گا۔ پس حضرت عیسیٰؑ اس کا خون بھالے میں لگوا کر لوگوں کو دکھاویں گے۔

۹: اخرج التّرمذی و احمد عن مجمع بن جاریه عن رسول اللّٰه ﷺ قال یقتل ابن مریم الدجال بباب لدّ۔ وقال الترمذی هذا حدیث صحیح۔ قال و فی الباب عن عمران بن حصین و نافع بن عینیه و ابی برزه و حذیفة بن اسید و ابی هریره و کیسان و عثمان بن ابی العاص و جابر و ابی امامة و ابن مسعود و عبد اللّٰه بن عمر و سمره بن جندب و النواس بن سمعان و عمرو بن عوف و حذیفه بن الیمان

امام احمد اور ترمذی نے مجمع بن جاریہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابن مریم، دجال کو باب لد میں قتل کریں گے۔ ترمذی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کہا کہ اس بارہ میں اتنے صحابیوں سے روایت ہے: عمران بن حصین، نافع بن عینیہ۔ ابی برزہ، حذیفہ ابن اسید، ابی ہریرہ، کیسان، عثمان بن ابی العاص، جابر، ابی امامہ، ابن مسعود، عبداللہ بن عمرو،

سمرہ بن جندب اورنواس بن سمعان، عمرو بن عوف اور حذیفہ بن الیمان، رضوان اللہ علیہم۔

احادیث جو نزول حضرت عیسیٰ میں وارد ہیں اس کثرت سے ہیں کہ جوان میں کے سہل الوصول اور موجود ہیں ان کے لئے ایک بڑا دفتر چاہیے۔ ان چند احادیث کو بطور نمونہ کے سنایا۔ ناظرین منصفین ان احادیث کو دیکھ کر غور کر سکتے ہیں کہ الفاظ رسول ﷺ کیا کہتے ہیں اور منتحل مسیحیت کیسی کیسی تحریف کرتا ہے اور کیسی کیسی صریح احادیث کا پیرایہ تاویل میں انکار کرتا ہے۔ اے اہل اسلام ایسے دعوے جھوٹے کرنے والا تم لوگوں کا نہانی دشمن ہے اس سے بچتے رہو، اپنے نبی رحمت کی کھلی تعلیم کو (جو ان پڑھوں کی تعلیم کے لئے بھیجے گئے تھے) چھوڑ کر دشمن دغا دینے والے کے تابع نہ ہو۔ اللہ کی طرف سے جانچ کا وقت معلوم ہوتا ہے کہ کون اپنی عقل کو شرع کے تابع کرتا ہے اور کون شیطانی وسوسہ کی طرف جاتا ہے ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لّدنک رحمۃ۔ انک انت الوھّاب

علامہ شوکانی بعد نقل احادیث کے اپنی کتاب توضیح میں کہتے ہیں:

و جمیع ما سقناہ بالغ حدّ التواتر کما لا یخفی علی من لہ فضل اطلاع فتقرر بجمیع ما سقناہ فی ھذا الجواب ان الاحادیث الواردۃ فی المھدی المنتظر متواترۃ و الاحادیث الواردۃ فی الدجال متواترۃ و الاحادیث الواردۃ فی نزول عیسی متواترۃ فی ھذا المقدار کفایۃ لمن لہ ھدایۃ و اللّٰہ ولی التوفیق۔

نبوی پیشگوئیوں کا وقوع

} قولہ: اگر کہا جاوے کہ مرزا صاحب اگر ایسا استعارہ اپنے کلام میں استعمال کرتے تو کوئی قباحت نہ تھی کلام رسول مقبول میں انہوں نے ایسی تاویل کی جو تمام علماء سلف وخلف کو معلوم نہ ہوئی اور صرف مرزا صاحب کو ہی سوجھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جتنے امور مستقبلہ کی خبر مخبر صادق نے دی ہے ان کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت جب تک کہ وہ واقع نہ ہولیں صرف علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتی، البتہ ان پر ایمان لانا جیسا کہ ان کے الفاظ اور معانی ظاہرہ سے مفہوم ہوتا ہے، ضروری ہے۔ اس کی چند نظیریں بطور شواہد کے پیش کرتا ہوں تا کہ اصل مدعا ہر شخص منصف کے سمجھ

میں آجاوے اور اس مقدمہ کا ثبوت بھی اس سے ہو جاوے۔

{ اقول: صاحب رسالہ محمد احسن کی بات کا حاصل یہ ہے کہ نزول ابن مریم کا ان امور مستقبلہ سے ہے کہ جن کی خبر مخبر صادق نے دی ہے اور جتنے امور مستقبلہ کی خبر مخبر صادق نے دی ان کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت جب تک کہ وہ واقع نہ ہولیں صرف علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتی۔ پس نزول ابن مریم کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت جب تک واقع نہ ہولے، صرف علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتی۔ تو واضح رہے کہ اس کلام میں کئی وجوہ سے فساد ہے۔

اول یہ کہ کبریٰ قیاس مسلّم نہیں مطالب بالبرہان ہے یعنی اس بات کا دعویٰ کہ جتنے امور مستقبلہ کی خبر مخبر صادق نے دی ہے ان کی حقیقت بغیر وقوع کے علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتی، بغیر دلیل مسلّم نہیں۔ اس کی دلیل بیان کرنا چاہیے۔ اور جو شواہد بیان کئے تو اول تو وہ تمہارے مدعا کے موافق نہیں یا خود ان کے ثبوت میں کلام ہے چنانچہ آگے انشاء اللہ ظاہر ہو جاویگا۔

دوسرے یہ کہ بعض افراد پر حکم سے کل افراد پر وہ حکم لازم نہیں آتا کما لا یخفی کہ تمہارا یہ کلیہ ٹھیک ہو جاوے۔ لہذا قیاس منتج نہ ہوگا۔ پس آپ کا مدعا بھی ثابت نہ ہوگا۔

دوسری وجہ فساد کی یہ ہے کہ حقیقت اور پوری پوری ماہیت معلوم نہ ہونے سے دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ غرض ہے کہ طریق وقوع کا علم حاصل نہیں ہوتا کہ جس طرح ظاہر الفاظ خبر کے مقتضی ہیں اسی طرح واقع ہوگی یا دوسری طرح کہ قول مخبر ماول ہو۔ یہ غرض کہ اس کا علم تو ہو جاتا ہے مگر اس کی صورت کما ھی ھی اور پوری پوری حالت بعینہا جو ظہور میں آوے گی بتما مہا معلوم نہیں ہوتی۔

شق ثانی مسلّم ہے کہ جہاں تک خبر نہیں دی گئی اس کی صورت تفصیلی کا حال کیونکر قبل وقوع معلوم ہو جاوے مگر اس کی خصوصیت اخبار مستقبلہ کے ساتھ کیا ہے؟ بلکہ جو اخبار ماضیہ یا موجودہ غیر مشاہد ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔

دوسرے یہ بات تمہارے مدعا کو بالکل مفید نہیں کیونکہ اس سے تو اس قدر نکلتا ہے کہ نزول حضرت عیسیٰؑ روح اللہ نبی اللہ ابن مریم کی صورت کما ھی ھی تفصیلی اور حالت بعینہا معلوم نہیں جب تک کہ وقوع میں نہ آوے اور نزول ان کا بذات خود یقینی ہے، نہ یہ کہ ان کے ذاتی نزول میں شک ہے۔ اور درصورت شق اول یہ قاعدہ مسلّم نہیں کیونکہ جہاں پر الفاظ اخبار مستقبلہ کے باعتبار قواعد عربیہ کے محتمل کئی معانی کے ہیں مثلاً کئی معنی کو مشترک ہیں اور کوئی قرینہ قوی مرجحہ نہیں یا

کوئی مجاز اس لفظ میں ایسی مشہور ہو کہ قریب حقیقت کے ہو مثلاً طویل الید کے معنی سخی کے مشہور ہیں اور وہاں پر کوئی وجہ وجیہ اور سبب قوی اطلاق مجاز پر قائم ہو، تو البتہ وہاں قبل وقوع علم یقینی حاصل نہیں ہوتا۔ اور جہاں پر یہ بات نہیں بلکہ الفاظ قطعی الدلالۃ ہیں تو وہاں پر کوئی شک وشبہ نہیں کیونکہ جب مخبر صادق ﷺ نے ایسے الفاظ فرمائے کہ جن کے معنی میں کسی طرح کا شک اور کسی نوع کا احتمال نہیں باعتبار قواعد عربیہ کے (جو محاورہ اہل زبان کو بتانیوالے اور خادم ہیں کتاب وسنت کے)، پھر اس میں شک کرنا نادانی اور وسوسہ شیطانی ہے، کیونکہ اگر مخبر صادق کو دوسرے معنی مقصود ہوتے تو جو الفاظ صاف قطعی الدلالۃ غیر معنی مقصود ہیں ان کو بول کر، خاص کر معظم امور میں کہ جن سے ایک تختہ دین کا بدلتا ہو، امت کو فتنہ میں ڈالنا ہے اور لوگوں کو حق کا منکر بنانا۔ حاشا وکلا ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ تو یہ پیشینگوئی نزول نبی اللہ عیسی بن مریم کی اسی قبیل سے ہے کہ کس کثرت سے شارع نے اور کیسی کیسی تفصیل اور تاکیدوں اور تشریحوں کے ساتھ صاف الفاظ صریح الدلالۃ کے ساتھ بیان فرما دیا (چنانچہ یہ بات الفاظ احادیث دیکھ کر کم استعداد آدمی پر بھی کھل سکتی ہے) اب اس میں شارع کا کیا قصور؟

پس اس میں باب تحریف باطل اور تاویل فاسد کا کھولنا بڑے الحاد کی بات ہے اللّٰھم احفظنا منہ۔ پس قاعدہ موضوعہ تمہارے مقصود فاسد کو مفید نہ ہوا۔

تیسری وجہ فساد یہ ہے کہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا کہ حقیقت پیشین گوئی کی قبل وقوع کے علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہوسکتی تو تمہارے پیر جی جو اس پیشین گوئی کے معنی مثیل کے کرتے ہیں، تو ہم اس کو کس طرح تسلیم کریں؟ کیونکہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا کہ قبل وقوع کے پوری حقیقت نہیں معلوم ہوسکتی تو پھر قطعاً یہ کیسے تسلیم کیا جائے کہ اسکے معنی مثیل کے ہیں۔

اگر کہو کہ مرزا صاحب اس کے مصداق ہو گئے اور پیشین گوئی واقع ہوگئی تو ہم کہیں گے کہ مرزا کا اس پیشین گوئی کا مصداق ہونا موقوف ہے اس پر کہ اس پیشین گوئی کے معنی مثیل کے ہیں۔ اور یہ معنی معلوم ہونا موقوف ہے مرزا کے مصداق ہونے پر (کیونکہ موافق قاعدہ مفروضہ کے معنی معلوم ہونا موقوف ہیں وقوع پر اور وقوع فرض کیا گیا مرزا پر، پس مرزا کا مصداق ہونا موقوف علیہ معنی جاننے کا رہا۔ واللہ اعلم)۔ پس دور لازم آیا، اور وہ باطل ہے اور مستلزم باطل کا باطل ہے۔ پس مرزا صاحب کے یہ معنی کرنا یا تمہارا یہ قاعدہ باندھنا باطل ہے۔

اگر کہو کہ ہمارے پیر جی کو الہام اور علوم باطنیہ سے معلوم ہوا، تو ہم کہیں گے کہ یہ انکے الہامات اور بطنیات ان کی ہی واسطے ہیں دوسروں پر حجت نہیں۔

اگر کہو خارجاً دوسرے طور سے مرزا کا مصداق ہونا معلوم ہوا، تو ہم کہیں گے لاؤ وہ کیا ہے۔ بسبب امکان معنی حقیقی کے اور وسعت زمانی کے واقع ہونا پیشین گوئی کا اپنے معنی اصلی میں خوب ممکن ہے، مجبوری نہیں کہ خواہ مخواہ معنی مجازی لئے جائیں۔ عادل منصف کے لئے اس قدر کافی ہے اور سمجھ دار پر خوب ظاہر ہو گیا کہ منشاء ومبنی جو صاحب رسالہ کا تھا وہ باطل ہو گیا۔ اب چنداں ضرورت جواب شواہد کی نہ تھی مگر اتماماً للحجّۃ اور ایضاحاً للحق ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بیان کر کے جواب دیتا ہوں۔

تو واضح رہے کہ غرض محمد احسن امروہی کی ان شواہد کے بیان کرنے سے دو ہیں:

ایک یہ کہ یہ قاعدہ ثابت ہو جاوے کہ پیش گوئی کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت قبل وقوع کے علوم ظاہر سے نہیں معلوم ہو سکتی۔

دوسرے یہ کہ اصل مدعا ہر شخص منصف کے سمجھ میں آجاوے یعنی یہ بات معلوم ہو جاوے کہ اس پیشین گوئی نزول ابن مریم میں معنی حقیقی مراد نہیں۔

یہ دونوں باتیں انکی عبارت سے ظاہر ہیں مگر بسبب اجمال کے تفصیل کی ضرورت پڑی۔

و نیز یاد رہے کہ ان ہی دو پر جواب شواہد میں بحث کی جاوے گی۔

} قولہ: انجاح الحاجۃ شرح ابن ماجہ میں لکھا ہے:

انّ عثمان لما جمع المصاحف روی له ابو هريره انه سمع النّبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول ان اشد امتی جها لی قوم يا تو ن من بعدی يومنون بی و لم يرو نی يعملون بما فی الورق قال ابو هر يره فقلت ای ورق حتی رأيت المصاحف فصرح بذ لک عثمان و اجاز ابا هريره بعشرة آلاف درهم وقال انک لتحفظ علينا حديث نبينا ۔ دیکھو حضرت ابو ہریرہؓ کو حقیقت و ماہیت ورق معلوم نہ ہوئی۔ الخ

{ اقول: یہ روایت انجاح الحاجۃ شرح ابن ماجہ میں نہیں اگر محمد احسن صاحب انجاح الحاجۃ میں نکال دیں، ابھی ہم ان کی علمیت کے قائل ہو جاویں گے بلکہ یہ روایت صباح الزجاجۃ حاشیہ ابن ماجہ میں بیان نزول عیسیٰؑ میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب رسالہ رموز حواشی کی تمیز نہیں رکھتے بھلا یہ رطب و یابس روایتیں مطلب کو کیونکر مفید ہو سکتی ہیں۔ اول قابل احتجاج ہونا روایت کا بیان کرتے، پیچھے اس سے نتیجہ نکالتے۔ نتیجہ فرع ہے روایت کا، جب روایت کا ثبوت نہیں تو نتیجہ کا کیا

ذکر؟ صاحب مصباح الزجاجۃ نے نہ مخرج روایت کا بیان کیا، نہ خود سند بیان کی ۔ پھر بے سند بات کیونکر قبول ہوسکتی ہے؟ ابھی ہمیں صحت روایت مسلّم نہیں تو دوسرے جواب کی کیا ضرورت، جب وہ روایت کا ثبوت دیں گے اس وقت ہم بھی جواب اسکا دیں گے ۔

} قولہ: عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ھلکۃ امّتی علی یدی غلمۃ من قریش۔ رواہ البخاری ۔

باتفاق شارحین حدیث یہ پیش گوئی واقع ہوچکی ۔ مراد امت سے صحابہ اور اہل بیت ہیں اور مراد غلمہ قریش سے یزید اور عبداللہ بن زیاد وغیرھما ہیں ۔ اب جو شخص غلمہ من قریش کی حقیقی مراد لے اور لفظ امت سے جو معنی متعارف ہیں وہ مراد لئے جاویں تو اس کے نزدیک یہ پیشین گوئی اب تک واقع نہیں ہوئی ۔

{ اقول: واضح رہے کہ محمد احسن صاحب نے ان شواہد کو دو غرض سے بیان کیا جیسا کہ اوپر ظاہر ہوا۔ تو غرض اول (یعنی قبل وقوع کے حقیقت پیش گوئی کی معلوم نہیں ہوتی) اس روایت سے ذرا بھی ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ اصحاب کو قبل وقوع کے اس کی حقیقت معلوم نہ تھی ۔ بلکہ دیکھو ابو ہریرہؓ کہتے ہیں جو صحیح بخاری میں اسی روایت کے ساتھ موجود ہے:

فقال ابو ھریرہ لو شئت ان اقول بنی فلان و بنی فلا ن لقلت

یعنی ابو ہریرہؓ بعد بیان اس حدیث کے کہتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو بتا دوں وہ فلانے فلانے کی اولاد ہیں ۔ اور ابن ابی شیبہ میں ہے:

انّ اباھریرہ کان یمشی فی السّوق و یقول اللّٰھمّ لا تدرکنی سنۃ ستین و لا امارۃ الصّبیان ۔(یعنی ابو ہریرہؓ بازار میں چلتے ہوئے کہتے تھے اے اللہ میں سنہ ساٹھ تک نہ پہنچوں اور نہ لڑکوں کی امارت تک) ۔

قال الحافظ ابن حجر و فی ھذا اشارۃ الی ان اوّل الاغلیمۃ کان فی سنۃ ستین...(الی). فان یزید بن معاویہ استخلف فیھا .. الخ ۔

ان اقوال ابو ہریرہؓ سے یہ بات کھل گئی کہ حقیقت پیش گوئی کی ابو ہریرہؓ کو پہلے سے معلوم تھی اور وہ اس کے مصداق و معنی سے قبل وقوع خوب واقف تھے ۔ پس اس سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قبل وقوع حقیقت پیش گوئی کی معلوم نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا کہ

دیکھو قبل وقوع کے خوب معلوم تھی اور اس کی ماہیت سے پورے طور پر واقف تھے۔

ثبوت غرض اول کا تو معلوم ہوا، اب غرض ثانی کا حال سنو (یعنی اس پیش گوئی میں مجاز ہونے سے نزول ابن مریم مجاز مانا جاوے):

اقوال ابو ہریرہؓ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جناب نبی ﷺ نے بالتصریح ان کو حقیقت پیشین گوئی پر مطلع فرما دیا تھا ورنہ وہ عالم الغیب تو تھے نہیں، یہ بات کیسے کہتے کہ میں ہر ایک کا نام لیکر بتا سکتا ہوں۔ مگر ابو ہریرہؓ نے مصلحت سے کلمہ مجمل کے ساتھ روایت کی۔ اب آپ بتایئے کب رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا کہ یہ جو ساری علامات اور تشریحات نزول عیسی بن مریم کی بیان کی گئی ہیں ان سے یہ ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ مطلب دوسرا ہے۔ پس یہ کیسا قیاس مع الفارق کرتے ہو۔

حاصل یہ کہ نبی ﷺ نے مجاز غلام کے ساتھ تحقیر کے واسطے بولی۔ چونکہ اس میں ابہام دیکھا تو اپنی مراد سے مطلع فرما دیا۔ اس پیش گوئی نزول عیسی بن مریم میں اگر مجاز مراد ہوتی تو یہاں پر، کہ اس سے زائد ابہام ہے، درصورت ارادہ مجاز کے کہ سب قرائن مقتضی حقیقت کے ہیں، کیوں نہ مطلع فرما دیتے، اور اپنی مراد سے کہ جس کا بغیر اطلاع سمجھنا موافق قواعد کے متعذر رہے، مفصل خبر دے دیتے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ اس پیش گوئی نزول میں مجاز مراد نہیں، اس سے تو خلاف تمہارے مطلوب ثابت ہوا، نہ کہ موافق۔

دوسرے یہ کہ غلام کا استعمال جوان کے معنی میں کلام عرب میں بہت شائع و جاری ہے

قال فی مصباح المنیر وسمعتھم یقولون للکھل غلام وھو فاش فی کلامھم

تم اپنے مجازات میں جو ہزاروں الفاظ حدیثیہ میں تحریف کرتے ہو، ثابت کرو شیوع ان کے استعمال کا ان باطل معنی میں۔

تیسرے یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ غلمہ اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے۔ مراد غلمہ سے اولاد ہیں امراء وقت کی، دیکھو فتح الباری میں ہے: الا ان یکون المراد بالاغیلمۃ اولاد بعض من استخلف فوقع الفساد لسببھم فنسب الیھم۔

یہ ترجمہ باب کی شرح میں لکھا ہے اور آگے لفظ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قولہ فاذا رأیتم غلمانا .. الخ۔ ھذا یقوی الاحتمال الماضی و ان المراد اولاد من استخلف منھم

یعنی یہ لفظ روایت اذا رآھم غلمانا .. الخ۔ پچھلے احتمال کو قوی کرتے ہیں اور

یہ کہ مراد غلمہ سے ان خلفاء کی اولاد ہے۔

تو اب پیشین گوئی اپنے معنی حقیقی میں ہی رہی اور لفظ غلمہ اپنے اصلی معنی میں مستعمل ہوا۔ پھر تمہارا مطلب کدھر گیا۔

امت کے معنی متعارف بیان نہیں کئے گئے۔ نہ معلوم وہ کیا سمجھ بیٹھے ہیں جس سے یہ گمراہی کا دروازہ کھولنا چاہا ہے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود بھی اس میں متردد تھے لہذا زبان پر نہیں لائے مگر اپنا پیشہ چھوڑا نہیں جاتا۔ واللہ اعلم

} قولہ:

عن عائشةؓ ان بعض ازواج النّبی صلی اللہ علیہ وسلم قلن للنبیّ. (الی).. اسرع بک لحوقاً قال اطولکن یداً فاخذنا القضبة (الی).. فعلمنا بعد انّما کان طول یدھا الصدقة کانت اسرعنا لحوقاً به زینب و کانت تحبّ الصّدقة۔ متفق علیه ولفظه للبخاری

مولوی محمد بشیر صاحب نے مجھ سے یہ حدیث بیان کر کے کہا کہ دیکھو اس پیش گوئی کی تاویل قبل وقوع صحابہ کو معلوم نہ ہوئی..الخ۔

{ اقول: سلمنا کہ اس پیش گوئی کی تاویل قبل وقوع کے ازواج کو معلوم نہ ہوئی مگر طویل الید سخی کے معنی میں بھی مشہور ہے۔ (مسلم شریف میں یہ حدیث یوں ہے: عن عائشه ام المؤمنین قالت قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اسرعکنّ لحاقاً بی اطولکنّ یداً۔ قالت۔ فکنّ یتطاولن ایتھنّ اطول یداً۔ قالت فکانت اطولنا یداً زینب لانّھا کانت تعمل بیده و تصدّق۔ مسلم)

دیکھو امام نوویؒ لکھتے ہیں: قال اھل اللغة یقال فلان طویل الید و الباع اذا کان سمحاً جواداً و ضدّه قصیر الید و الباع۔

اسی کے مثل ہے جو اللہ نے فرمایا: و قالت الیھود ید اللّه مغلولة غلّت ایدیھم و لعنوا بما قالوا بل یداه مبسوطتان ینفق کیف یشاء۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے مغلولة ای بخیلة اور انہوں نے شان نزول بھی اس آیت کا یہی کہا ہے کہ یہود نے کہا تھا کہ اللہ بخیل ہے خرچ نہیں کرسکتا چنانچہ اپنے موقع میں مبین ہے اور فرمایا: و لا تجعل یدک مغلولةً الی عنقک و لا تبسطھا کلّ البسط

تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس معنی مشہور کے اعتبار سے فرمایا اور ازواج کا خیال دوسری طرف گیا۔ چونکہ یہ بات احکام تکلیفیہ میں سے نہ تھی اور اس کے عدم علم سے کوئی موجب فساد دینی کا نہ تھا، بلکہ ایسے امور سے کہ جن کے اظہار کو اللہ تعالی نے مناسب نہ سمجھا اور اس کی تفصیلی کیفیت سے کسی کو مطلع نہ فرمایا، لہذا رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے مجمل الفاظ سے فرمایا کہ وہ بات مبہم رہی۔ اور رزین بن منیر نے یوں کہا ہے:

لما کان السوال عن آجال مقدرۃ لا تعلم الّا بالوحی اجابھن بلفظ غیر صریح واحالھن علی ما لا یتبیّن الا بآخرہ وساغ ذلک لکونہ لیس من الاحکام التکلیفیہ۔ انتہی من فتح الباری۔

پھر بھی لحاظ اس میں اس بات کا رکھا کہ ایسے لفظ کے ساتھ بولے کہ جو معنی مقصود میں مشہور بھی ہیں، نہ یہ کہ ایسی بے تکی بولیں جس سے کلام فہم عقلاء سے خارج ہو جائے جیسا کہ محمد احسن امروہی اوران کے پیر نے اس پیش گوئی نزول ابن مریم کو سینکڑوں الفاظ حدیثیہ میں مجاز بنا کر اور تاویل باطل کر کے کر دیا، اور ان تنصیصات کو جن کو شارع نے عقاید اور معظم امور اور ایک بڑی دین کی بات جان کر طرح طرح سے تشریح اور صاف علامات کے ساتھ تصریح کر کے فرمادیا تھا، ان کو بے جا تاویلیں اور فاسد مجازیں بنا بنا کر کلام عقلاء وخطاب بلغاء سے خارج کر دیا پس اس پیشین گوئی کو تمہارے مدعا اصلی سے کیا نسبت۔ انتہاء درجہ یہ ہے (موافق رائے بعض علماء کے، جس میں ابھی ہم کو کلام باقی ہے) کہ مجاز کا ایسی جگہ استعمال بلاقرینہ درست ہے جہاں موجب خرابی کا نہ ہو

قال فی الفتح وفیہ جواز اطلاق لفظ المشترک بین الحقیقۃ والمجاز بغیر قرینۃ وھولفظ اطولکنّ اذا لم یکن محذور

اور موضع متنازع فیہ میں جو کچھ محذور ہے اہل علم پر مخفی نہیں، اور کہیں کہیں یہ عاجز بھی تصریح کرتا جاتا ہے۔

تو واضح ہو کہ فرمانا جامع علوم، حاوی فنون، ناصر دین منیر جناب مولوی محمد بشیر صاحب کا صحیح ہے، مگر محمد احسن صاحب کے مطلب کو بالکل مفید نہیں۔ اور محمد احسن صاحب کا ان کے اس قول کو اس جگہ ذکر کرنا عوام کو دھوکہ دہی سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم

} قولہ: میں کہتا ہوں مسلک سلف صالح کا یہی تھا کہ قبل وقوع واقعہ کے کسی مسئلہ میں تحقیق اور چھان بین نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اول بخطاب سائل ھل وقعت دریافت کر کے جواب دیتے

تھے پس جب کہ امور احکامیہ کا یہ حال تھا تو پیشین گوئیوں مستقبلہ کی کرید کرنے کی کیا ضرورت تھی بجز اس کے کہ ان کے الفاظ ظاہرہ پر ایمان لایا جائے۔

{ اقول: میں کہتا ہے کہ مسلک سلف صالح کا یہی تھا کہ کسی نص شرعیہ میں تاویل بے جا کر کے اپنی ہوا و خواہش کے موافق نہ بناتے تھے بلکہ جس بات کو محاورہ کے موافق کلام شارع سے پاتے تھے اس کے موافق عمل درآمد کرتے تھے جب نصوص عملیہ میں یہ حال تھا تو جو نصوص عقائد کے ساتھ متعلق ہیں اور جن پر مدار دین کا ہے اس میں تحریف کرنے کی ان کو کیا ضرورت تھی اور کیوں تحریف کر کے ملحد بنتے، پھر اس کے الفاظ و معانی ظاہرہ جو ان سے مستفید ہوتے ہیں ان پر ایمان لاویں۔ و من اضلّ ممّن اتبع هواه بغیر هدی من اللّٰه

} قولہ: ایضاً فرمایا اللہ تعالی نے لقد صدق اللّٰه رسوله الرّؤیا بالحقّ لتدخلنّ المسجد الحرام ان شاء اللّٰه ۔ الآیہ۔ اس آیت کی شان نزول میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ساتھ اصحاب کے آپ مکہ کو تشریف لے گئے اور وہاں بفراغ خاطر عمرہ کیا.. الخ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس پیشین گوئی کی تعیین وقت میں صحابہ کرام سے بھی خطا واقع ہوئی اور آنحضرت ﷺ کی رائے عالی بھی اولاً صحابہ کے ہی موافق رہی، لیکن اصل حال یہ تھا کہ خواب بے شک سچا تھا لیکن اس میں کچھ اسی سال کی تعیین نہ تھی۔

{ اقول: آپ نے جو اس شاہد کو اس واسطے پیش کیا کہ قبل وقوع کے پیشین گوئی کی حقیقت نہیں معلوم ہوتی، تو حقیقت نہ معلوم ہونے سے اگر آپ کی یہ غرض ہے کہ وقت وقوع معین طور پر نہیں معلوم ہوتا تو سلّمنا ۔ اگر شارع و مخبر کی جانب سے تعیین وقت نہ ہوتی تو وقت معین کیونکر معلوم ہوسکتا ہے، تو یہ مطلب آپ کے کچھ مفید نہیں۔ کیونکہ یہ قاعدہ آپ نے اس قائل کے جواب میں بیان کیا جس کا اعتراض معنی نہ معلوم ہونے میں ہے نہ کہ تعیین وقت میں ۔ و نیز آپ کے مقصد اصلی کو بھی مفید نہیں کیونکہ یہ کون کہتا ہے کہ وقت معین معلوم ہو گیا۔ نزول ابن مریم کا اگر قیاس کرتے ہو معنی نہ معلوم ہونے کو وقت نہ معلوم ہونے پر، تو یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ وقت نہ معلوم ہونے کی وجہ تو یہ ہے کہ مخبر صادق نے کوئی وقت معین نہیں کیا، بخلاف معنی کے۔ جب الفاظ صریح المعنی قطعی الدلالۃ بتا دیئے تو پھر معنی میں کیا شک رہا۔ اور اگر حقیقت نہ معلوم ہونے سے یہ غرض ہے کہ معنی اصلی معلوم نہیں ہوتے تو اس پیشگوئی کو اس مطلب سے کچھ تعلق نہیں، کیونکہ یہ کہاں

سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ نفس معنی پیشگوئی کو نہ جانتے تھے، بلکہ یہ پیشگوئی تمہارے اس قاعدہ کو توڑتی ہے۔ دو وجہ سے:

وجہ اول یہ کہ دیکھو اصحاب کو قبل وقوع کے حقیقت پیش گوئی کی معلوم ہوگئی تھی کہ اس سے مکہ کو جانا مراد ہے اور کچھ نہیں۔ اسی بنا پر جب آئندہ سال کے واسطے مصالحت ہوگئی (چنانچہ تفصیلی قصہ صحیح بخاری میں مذکور ہے) تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ نے تو فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کو جاویں گے اور وہیں خانہ کعبہ کا طواف کریں گے۔ دیکھو حضرت عمرؓ نے پیشین گوئی کے معنی میں بالکل شک نہیں کیا کہ شاید اس کی کچھ اور حقیقت ہو بلکہ اس کے معنی میں یقین کر کے اور جزماً اس معنی کو مان کر اپنی نظر میں خلف وعدہ دیکھ کر عرض کیا۔

وجہ ثانی: یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ پیشین گوئی کی حقیقت قبل وقوع کے علوم ظاہر سے نہیں معلوم ہوسکتی، تم ابھی کیوں اعتراض کرتے ہو؟ بلکہ ان کے جان لینے کو قبل وقوع کے مسلّم رکھ کر فرمایا کہ کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال میں جاویں گے؟ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ بس جانا ہوگا اور طواف بھی کریں گے۔ تو اس قصہ اور تقریر نبوی سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قبل وقوع کے حقیقت پیشین گوئی معلوم ہو جاتی ہے۔ پس یہ حدیث قاعدہ مطلب محمد احسن امروہی کو مبطل ہے نہ کہ مثبت۔ اس کو محمد احسن امروہی کا اپنا شاہد بنانا بڑے تعجب کی بات ہے۔

پھر واضح رہے کہ محمد احسن امروہی کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ کی رائے عالی بھی اولاً صحابہ کرام کے ہی موافق رہی، جب تک کہ اس کا ثبوت کسی روایت صحیح سے نہ دیں رسول اللہ ﷺ پر افتراء باندھنے میں داخل ہوگا۔ بھلا یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ بھی صحابہ کے ساتھ خطا میں شریک تھے۔ دیکھو نبی ﷺ تو حضرت عمرؓ کے جواب میں فرماتے ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا اولیس کنت تحد ثنا انا سناتی البیت فنطوف بہ (یعنی آپ تو فرماتے تھے کہ ہم لوگ بیت اللہ جاویں گے اور اسکا طواف کریں گے)۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا بلی فاخبرتک انا ناتیہ العام؟ قلت لا قال فانک آتہ و مطوف بہ۔ دیکھو رسول اللہ ﷺ تو فرماویں کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال میں جاویں گے، اور تم کہو کہ پہلے تو رسول اللہ ﷺ کی بھی یہی رائے تھی جو صحابہ کی تھی۔ اگر آپ ﷺ کو بھی یہی خیال ہوتا تو فرما دیتے کہ پہلے میں بھی یہی سمجھا تھا۔ واللہ اعلم

} قولہ: امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے مشکوۃ میں موجود ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عثمانؓ سے فرمایا کہ بیشک اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا، پھر اگر منافقین چاہیں کہ وہ قمیص تم اتارو، تو تم مت اتارنا یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو۔ اس پیشینگوئی میں اگر قمیص کے معنی حقیقی لئے جائیں تو یہ پیش گوئی واقع نہیں ہوئی..الخ

{ اقول: اول الفاظ روایت نقل کرتا ہوں جس سے محمد احسن امروہی کا تصرف ظاہر ہو۔

ابن ماجہ کا لفظ اس طرح ہے:

عن عا ئشه قا لت قال رسول الله ﷺ يا عثمان ان ولاک اللّه هذا الامر يوماً فارادک المنافقون ان تخلع قميصک الّذى قمصک اللّه فلا تخلعه يقول ذلک ثلا ث مرّا ت ۔

اور لفظ ترمذی کا یوں ہے: يا عثما ن انه لعلّ اللّه يقصمک قميصاً فان ارادوک على خلعه فلا تخلعه لهم

تو واضح رہے کہ غرض اول محمد احسن صاحب کی (کہ قبل وقوع حقیقت پیش گوئی کی معلوم نہیں ہوسکتی) بالکل اس سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس سے کہاں یہ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کو قبل وقوع کے حقیقت پیش گوئی معلوم نہ تھی۔ بلکہ اس کے خلاف پر ہم قرینہ سے بتاتے ہیں کہ ان کو معلوم تھی، چنانچہ ابن ماجہ میں اسی روایت کے بعد دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ سے موجود ہے:

فجاء عثمان فخلا به فجعل النّبىّ ﷺ يكلّمه و وجه عثمان يتغيّر

اور یہ ہے: انّ عثمان بن عفان قال يوم الدّار انّ رسول اللّه عهد الىّ عهداً فا نا صا ئر اليه

اور اس کو بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں ذکر کیا اور بعض روایت کو ترمذی نے بھی ذکر کیا اور کہا هذا حديث حسن صحيح

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ سے رسول اللہ ﷺ اپنے مرض موت میں خلوت میں کچھ فرماتے تھے اور حضرت عثمانؓ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا جب حضرت عثمانؓ کو منافقوں نے گھر میں محبوس کر دیا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد لیا ہے تو میں ویسے ہی کروں گا۔ ابن ماجہ میں ہے قال قيس كا نوا يرونه ذلک اليوم ۔قیس نے کہا لوگ وہ اسی دن کو سمجھے تھے۔

مثل اس کے اور بھی روایتیں آئی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ روایتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عثمانؓ اور دوسرے لوگ بھی پہلے سے اس کو خوب جانتے تھے۔ دور جانے کی کیا ضرورت ہے اسی روایت کو دیکھو جس کو محمد احسن امروہی اپنی دلیل قرار دیتے ہیں۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے ان ولاک اللّٰہ هذا الامر فرما دیا تھا، تو پھر کیا شبہ رہ گیا۔

پس معلوم ہو گیا کہ اس شاہد سے غرض اول تو ثابت نہیں ہوتی۔ رہی غرض ثانی تو اس کو سنو۔ جب نبی ﷺ نے صاف لفظ ان ولاک اللّٰہ هذا الامر فرما دیا تو اب مجاز لینے کی کیا ضرورت رہ گئی؟ فرما دیا کہ ادنی درجہ اگر ایک کرتہ جو اللہ تم کو پہنائے وہ بھی اگر منافقین اتارنا چاہیں، تو نہ دینا، تو خلافت چھوڑنا تو بڑی بات ہے۔ پس باوجودیکہ قمیص کے معنی حقیقی مراد لئے گئے پیشین گوئی واقع ہوگئی، تو یہ قول محمد احسن صاحب کا (اگر قمیص کے معنی حقیقی مراد لئے جائیں، پیش گوئی واقع نہ ہوگی) غلط ہے۔

قطع نظر اس سے موافق فہم محمد احسن کے میں کہتا ہوں کہ حسب ترجمہ آپ کے پیشگوئی تو اسی قدر ہے کہ اللہ تعالی تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔ تو ایک کیا اللہ تعالی نے انہیں بیسیوں قمیص پہنائے۔ پھر آگے حکم فرمایا کہ اگر منافقین اتارنا چاہیں تو نہ اتارنا۔ پس قمیص کے معنی حقیقی لے کر پیشینگوئی کیوں نہ واقع ہوئی۔ پھر ہم کہتے ہیں اگر مجاز مان بھی لیں تو قرینہ صارفہ کیسا قوی (یعنی ان ولاک اللّٰہ هذا الامر اور دوسری تصریحات) موجود ہے۔ آپ کوئی قرینہ صارفہ ضعیفہ ہی پیش کیجئے۔ پس یہ کیا قیاس مع الفارق ہے ولا تلبسوا الحقّ بالباطل و تکتموا الحقّ

} قولہ: تحریر الشہادتین میں لکھا ہے کہ ابن عساکر نے محمد بن عمر بن حسن سے روایت کی ہے کہ ہم کربلا میں حضرت امام حسین کے ساتھ تھے، سو انہوں نے سمرہ کو دیکھ کر فرمایا...الخ

{ اقول: بعد تسلیم صحت نقل کے اس روایت کا صحیح ہونا مسلّم نہیں۔ محمد احسن صاحب کا نفس استشہاد جب تک صحت روایت کو ثابت نہ کرلیں صحیح نہیں۔ وجہ استشہاد پر تو نظر پیچھے کی جاوے گی۔ بلکہ اہل علم نے احادیث ابن عساکر کو طبقہ رابعہ سے خیال کیا جن کی اصلح روایت ضعیف محتمل اور اسوء موضوع وغیرہ ہوتی ہیں قال فی حجۃ اللہ البالغہ

و الطّبقة الرابعة كتب قصد مصنفوها بعد قرون متطا ولة جمع ما لم يوجد فى الطبقتين الاوليين وكانت فى المجاميع و المسانيد المختفية فتوهوا بامرها، وكانت على السنة من لم يكتب حديثه

المحد ثو ن ککثیر من الوعاظ المتشد قین و اهل الاهواء و الضعفاء ،او کانت من آثار ا لصحابة و التّابعین ،او من ا خبار بنی اسرا ئیل، او من کلام الحکماء و الوعاظ خلطها الرواة بحدیث النبی ﷺ سهوا او عمداً، او کا نت من محتملا ت القرآن و الحد یث الصحیح ۔ فروا ها بالمعنی قوم صالحو ن لا یعرفو ن غوا مض الروا یة، فجعلوا المعانی ا حادیث مرفوعة ۔ او کانت معانی مفهومة من اشارات الکتا ب والسنة جعلوها ا حادیث مستبدة (ای مستقلة) براسها عمداً ، او کانت جملاً شتی فی ا حادیث مختلفة جعلوها حدیثاً واحداً بنسق وا حد ، و مظنة هذه ا لاحادیث کتاب الضعفاء لابن حبان و کامل ابن عدی وکتب الخطیب وابی نعیم والجوزقانی و ابن عسا کر و ابن النجار و الد یلمی وکاد مسند الخوا رزمی یکون من هذه الطبقة ، و اصلح هذه الطبقة ما کا ن ضعیفاً محتملاً و اسوٰها ما کا ن مو ضوعاً او مقلوباً شدید النکارة ۔ (و هذه الطبقة مادة کتاب المو ضوعات لا بن الجوزی)

طبقہ رابعہ کی وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفوں نے بہت مدت کے بعدان روایات کوجمع کرنا چاہا جو پہلے دوطبقوں میں نہ تھیں اور پوشیدہ تھیں ایسے لوگوں کی زبانوں پرتھیں جنکی روایات محدثین لکھتے بھی نہیں جیسے بہت سارے واعظین ہوتے ہیں بڑھا کر بات کہنے والے اور ہوا پرست اور غیرمعتبر یا وہ روایتیں اقوال صحابہ تھیں یا اقوال تابعین یا بنی اسرائیل کے اخبار یا عقلمندوں کا کلام یا واعظوں کا ،تو اس کو نبی ﷺ کی حدیث کے ساتھ ملا دیا، دھوکے سے یا قصداً یا کوئی احتمالی معنی قرآن یا صحیح حدیث کے تھے یا کوئی اشارہ تھا کہ قرآن یا حدیث سے نکلتا تھا اس کو حدیث بنا دیا یا مختلف مضمون کی حدیثیں تھیں ان کو ایک کر دیا مظنہ اس طرح کی روایات کا ابن حبان کی کتاب الضعفاء اور کامل ابن عدی اور کتب خطیب اور ابی نعیم اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی ہیں اور مسند خوارزمی بھی اسکے قریب ہے اور اس طبقہ کی اصلح روایت وہ ہوتی ہے جو ضعیف محتمل ہوتی ہے اور بدتر وہ جو موضوع یا مقلوب بڑی منکر ہوتی ہے۔

اور اسی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ہے :

و اما الرّابعة فالاشتغال بجمعها او الاستنباط منها نوع تعمق من المتاخّرين ، و ان شئت الحق فطوائف المبتدعين من الرّافضة و المعتزلة وغيرهم يتمكنون بادنی عنایة ان یلخصوا منها شواهد مذاهبهم،فالانتصاربها غیر صحیح فی معارک العلماء بالحدیث ۔

یعنی طبقہ رابعہ کی روایتوں میں اشتغال اس کے جمع کرنے اور ان سے استنباط کرنے میں متاخرین کے اوپر بہت مشکل ہے اور حق یہ ہے کہ بدعتیوں کے فرقے جیسے رافضی ،معتزلی وغیرہ ، ذرا موقع پاکر ان سے اپنے مذہب کا شواہد بنا کر کھڑا کر دیتے ہیں ۔ پس ایسی روایتوں سے مدد لینا علماء کے مقابلہ میں صحیح نہیں ۔

چنانچہ یہ حضرت بھی انہیں میں ہیں جب تک اثبات صحتِ روایت کا نہ کرو گے، کامیاب نہ ہوگے ۔ پس ابھی ہمیں دوسرے جوابات سے تطویل کی حاجت نہیں ۔ واللہ اعلم

} قولہ: نسیم الریاض میں لکھا ہے : بیہقی اور طبرانی اور ابن حکیم جنی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک گھر میں ہم دس آدمی تھے جناب نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو تم میں سے پیچھے مرے گا، نار میں ہوگا ..الخ

{ اقول: اس میں بھی وہی جواب ہے، مستشہد پر اثبات مستشہد منہ کا ضرور ہے۔ مانع کے لئے اس قدر کافی ہے کہ یہ کتب ایسی نہیں جن کی احادیث سب صحیح ہوں ۔ بلکہ طبقہ ثالثہ کی روایات سے ہیں جن کی روایتیں صحیح ،حسن ،ضعیف ،کمزور ،غریب ،شاذ ،منکر ،خطا ،صواب ،ثابت ، مقلوب ،سبھی طرح کی ہوتی ہیں ، چنانچہ حجۃ اللہ وغیرہ میں ہے ۔ پس مستدل پر ایسی روایتوں میں اول نفس ثبوت روایت بیان کرنا ضروری ہے ۔

} قولہ : تحریر الشہادتین میں لکھا ہے قال الحسینؑ انی سمعت ابی ...

{ اقول : اس کا بھی وہی جواب ہے جو پہلے ذکر کیا ۔ بیان نفس ثبوت روایت ضرور ہے بعد ثبوت روایت کے وجہ استدلال میں نظر کی جائے گی ۔ ابھی تطویل کی ضرورت نہیں ۔

} قولہ : بیہقی نے عروہ اور سعید بن مسیّب سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ابی بن خلف سے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کرونگا ...الخ ۔

آپ ﷺ نے اس کے حلق پر ایک جگہ زرہ سے خالی دیکھ کر ایک نیزہ ماردیا ایک زخم پوست خراش لگا کر کہ اس میں سے خون بھی نہ نکلا ، مگر وہ گھوڑے سے گر پڑا اور پھر بھاگ کر قریش میں جاملا ۔

لوگوں نے کہا تجھے کچھ اندیشہ کی بات نہیں۔لیکن بالآخراسی زخم سے مکہ کو پھرتے ہوئے واصل جہنم ہوا..الخ
اور ایک شخص کہتا ہے کہ اسے پانی مت دو، یہ مقتول رسول اللہ ﷺ کا ہے ابی بن خلف۔
اس پیشگوئی کے لکھنے سے میری یہ غرض ہے کہ جو معنی ظاہر قتل کے ہیں وہ یہاں پر نہیں پائے گئے۔الخ

} اقول: اس کا بھی وہی جواب سابق ہے، مگر بڑی جائے تعجب ہے کہ محمد احسن صاحب قتل کے معنی کیا سمجھے ہیں کہ کہتے ہیں کہ ظاہری معنی قتل کے نہیں پائے گئے، باوجودیکہ خود لکھتے ہیں کہ اسی زخم سے جو رسول اللہ ﷺ نے مارا تھا وہ مرگیا۔کیا معاً مارنے کے مرے، تب ہی اسکا قتل کہلاوے؟ اگر کچھ دیر لگ جائے جان نکلنے میں، تاہم مرے اسی مار کے سبب سے، تو اس کا قتل نہ کہلاوے گا؟ قال اهل اللّغة قتلة قتلاً ازهقت روحه اور پھر قصہ ابن عمرؓ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ مقتول رسول اللہ ﷺ کا ہے۔دوسرے اخبار میں بھی اس شخص پر مقتول رسول اللہ ﷺ کا اطلاق آیا ہے۔

محدثین پر امروہی کا افتراء

} قولہ: ہدیہ مہدویہ میں لکھا ہے جس کی عبارت بعینہ نقل کی جاتی ہے:
شیخ جلال الدین نے پندرہ سو برس کا تخمینہ قیامت کا کیا ہے..الخ۔
اس عبارت طویلہ کے نقل کرنے سے یہ غرض ہے کہ تمام محدثین سلف وخلف کا خیال، بسبب خلط ہو جانے خیال اہل کتاب کے، یہ تھا کہ عمر دنیا کی ابتداء سے فنا تک سات ہزار برس کی ہے۔اور اس خیال غیر صحیح پر جو کچھ تعریفات کیں وہ سب خلاف نفس الامر نکلیں۔اگر صعود نزول عیسی بن مریم کا آسمان سے بوجود عنصری بسبب خلط روایات وخیالات اہل کتاب کے ان کے ذہن نشین ہوگیا ہو تو کیا استبعاد ہے، لیکن اس خیال کی تصریح متن احادیث صحاح میں کہیں نہیں پائی جاتی اور نہ قرآن مجید سے یہ تصریح ثابت ہوتی ہے۔الخ

} اقول: یہ کہنا کہ تمام محدثین سلف وخلف کا یہ خیال تھا کہ عمر دنیا کی ابتداء سے فنا تک سات ہزار برس ہے، محدثین اراکین دین پر بڑا افتراء ہے۔ هذا بهتان عظيم۔تمام محدثین سلف وخلف سے تو کیا، تم نصف سے ثابت کردو کہ وہ اس کے قائل تھے۔نصف سے نہیں چوتھائی سے۔ہم کہتے ہیں دو تین ہی معتبر سے ثابت کردو۔

ظاہر بات ہے کون اہل علم میں سے اس بات کو کہے گا کہ انتہاء عمر دنیا کی اور وقت معین قیامت کا معلوم ہوگیا جس کو اللہ اپنے کلام پاک میں جا بجا بالتصریح والتنصیص فرمایا ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کو اس کا علم نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا:

یسئلونک عن السّاعة ایّان مر سا ھا۔ قل انما علمھا عند ربّی لا یجلّیھا لوقتھا الّا ھو ۔(تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کس وقت ہے ۔تو کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، نہ ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر وہی)۔

یسئلونک عن السّاعة ایّان مر ساھا فیم انت من ذکرا ھا الی ربّک منتھا ھا (تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کس وقت ہے، تو کس بات میں ہے اس کے مذکور سے، تیرے رب کی طرف ہے اس کی انتہاء۔یعنی پوچھتے پوچھتے اسی کی طرف پہنچتا ہے بیچ میں سب بے خبر ہیں)

یسئلک النّاس عن السّاعة قل انّما علمھا عند اللّٰہ (یعنی قیامت کا علم تو اللہ ہی کو ہے)

انّ السّاعة آ تیة اکاد اخفیھا ۔(بے شک قیامت آنے والی ہے نزدیک ہے کہ میں چھپا ڈالوں اس کو)

الیہ یردّ علم السّا عة (اللہ ہی کی طرف حوالہ کیا جاتا ہے علم قیامت کا)

و یقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین۔ قل انّما العلم عند اللّٰہ و انّما انا نذ یر مّبین ۔(اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ (یعنی قیامت، چنانچہ ماقبل کی آیت بتاتی ہے) تو کہہ خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا)

اور احادیث میں بے شمار جگہ موجود ہے بطور مثال کہتا ہوں: فرمایا:

فی خمس لا یعلمھنّ الّا اللّٰہ

اور فرمایا: ما المسئول عنھا باعلم من السّا ئل

غرض کہ یہ بات ایسی ظاہر و مشہور ہے کہ جس سے نہ عالم منکر و بے خبر ہے، نہ عامی۔ پھر کون محدث اس بات کو جزماً کہہ سکتا ہے۔مگر محمد احسن صاحب کے نزدیک تو تمام محدثین سلف اور خلف منکر صریح کلام الٰہی اور مکذب تصریح نبوی کے ہوکر دنیا کی عمر حد معلومہ کے قائل ہوگئے، نعوذ باللّٰہ من ذلک۔

پس تمام محدثین پر افتراء کر کے اس خیال کو مرزا کے خیال کے ساتھ تشبیہہ دینا اور محدثین پر افترائی خیال کو مرزا کے خیال کا شاہد بنانا بناء فاسد کی فاسد پر ہے و ھو کما تری ۔

دوسرے اگر مانیں بھی کہ کوئی اس بات کا قائل ہو گیا ہو تو بھی تمہارے مطلب کے مفید نہ ہو گا، کیونکہ وہاں تو پہلے باعتبار قواعد شرعیہ کے بڑی باطل بات تھی، پیچھے حق معلوم ہو گیا۔ بخلاف تمہارے مطلب کے کہ پہلا خیال بالکل قواعد شرعیہ کے موافق ہے اور اس میں کوئی محال شرعی یا عقلی لازم نہیں آتا، پھر حقیقت کیوں مہجور ہو گی ۔ پس یہ یعنی شئے کو اپنی ضد کے ساتھ تشبیہہ دے کر اور مخالف کو شاہد بنا کر ثابت کرنا کون عقل کی بات ہے؟ وہاں تو جو پہلا خیال فرض کیا گیا ہے قواعد شرعیہ کے بالکل خلاف ہے اور خیال پچھلا موافق، اور یہاں جو پہلا خیال ہے یعنی نزول ذاتی حضرت عیسیٰؑ قواعد کے موافق ہے اور پچھلا یعنی جو تمہارے پیر اور تم معنی کرتے ہو بالکل مخالف۔ پس اِس پر اس کو قیاس کرنا کیسا خلاف عقل ہے؟ اگر ایسے قیاسات صحیح ہوں تو چاہیے کہ اخبار مستقبلہ کے جہاں کہیں جو معنی کئے گئے ہیں سب سے رجوع کر لینا چاہیے۔ اس پر قیاس کر کے ایسے ہی کسی نص شرعی میں کوئی نئے معنی ظاہر ہونے سے لازم آوے گا کہ جب نصوص کے جو معنی کئے گئے، چاہے عملی ہوں، چاہے اعتقادی، سب سے رجوع کر لیا جاوے۔ اور ایک جگہ پچھلے معنی غلط ہونے سے سب جگہ معانی غلط ٹھہرائے جائیں۔ پس یہ شریعت کیا ہنسی کھیل ہو گئی ۔ نعوذ باللّٰہ

کیا فرضاً اگر علماء کا خیال بسبب خلط خیالات اہل کتاب کے نزول عیسیٰ کا بوجود عنصری ہو گیا تو کیا رسول اللہ ﷺ کو بھی اہل کتاب نے بہکا دیا کہ انہوں نے فرمایا کہ خود حضرت عیسیٰؑ اتریں گے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیس بینی و بین عیسی نبیّ و انّه نازل یعنی میرے اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ (یعنی جن کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں) اترنے والے ہیں۔

اور دوسری روایت صحیح میں اس طرح ہے :

الانبیاء اخوۃ العلات امھاتھم شتّی و دینھم واحد و انا اولی النّاس بعیسی بن مریم لا نّه لم یکن بینی و بینه نبیّ و انّه نازل ،

یعنی انبیاء باپ کی طرف سے بھائی ہوتے ہیں مائیں ان کی مختلف ہوتی ہیں اور دین ایک ہی ہوتا ہے اور میں اولی الناس ہوں عیسیٰ بن مریم کے ساتھ کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں۔

اور بے شمار حدیثیں ہیں جن میں نبی ﷺ نے نزول حضرت عیسیٰؑ کی تصریح فرمائی ہے چند احادیث اس عاجز نے بھی اوپر نقل کی ہیں۔

اور نیز کیا اہل کتاب نے اپنے خیالوں سے حضرت عیسیٰؑ کو بھی غلطی میں ڈال دیا اور بہکا دیا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں قرب قیامت اتر کر دجال کو قتل کرونگا، مجھے اللہ نے یہ وعدہ دیا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ شب معراج میں ہمارے نبی ﷺ سے انہوں نے یہ بات کہی۔ (چنانچہ اوپر گزر چکا)۔ پس یہ کہنا کہ اس خیال کی تصریح متن احادیث میں کہیں نہیں پائی جاتی، کیسی نادانی کی بات ہے۔ اور قرآن مجید سے بھی اس کا ثبوت عنقریب انشاء اللہ بیان کیا جاوے گا اور ناظرین جان لیں گے کہ یہ قول محمد احسن امروہی صاحب کا کہ قرآن وحدیث میں اس خیال کی تصریح نہیں محض افتراء ہے اللہ اور اس کے رسول پر۔

اللہ و رسول پر امروہی کا افتراء

} قولہ: اندریں صورت لازم ہے کہ مرزا صاحب کی تکذیب اس دعوی میں ہرگز نہ کی جائے کیونکہ ایسی حالت میں قاعدہ تصدیق اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں یوں فرمایا ہے:

و قد جاء کم بالبیّنا ت من رّبکم و ان یّک کاذباً فعلیه کذ به و ان یّک صاد قاً یصبکم بعض الّذی یعد کم انّ اللّه لا یهدی من هو مسرف کذا ب۔

{ اقول: واضح رہے کہ یہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی قوم میں سے ایک شخص کی حکایت بیان فرمائی ہے چونکہ محمد احسن کو پوری نقل مضر تھی اسلئے تھوڑی نقل کی۔ پوری آیت یوں ہے:

و قال رجل مّومن من آل فرعون یکتم ایمانه اتقتلون رجلا ان یّقول ربّی اللّه و قد جاء کم با لبیّنا ت من رّبکم و ان یّک کاذباً فعلیه کذبه ... ا لآیه: اور بولا ایک مرد ایمان دار فرعون کے لوگوں میں سے جو چھپا تا تھا ایمان اپنا، کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، اور لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی۔ اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس پر پڑے گا اس کا جھوٹ اور اگر وہ سچا ہوگا تو تم پر پڑے گا کوئی وعدہ جو دیتا ہے۔ بے شک اللہ راہ نہیں دیتا اسکو جو ہووے بے لحاظ جھوٹا۔

تو اول تو مرد مومن نے قتل سے منع کیا تھا، نہ کہ تکذیب محض سے۔ اگر تکذیب محض سے بھی منع کر دیا جائے تو معجزہ کس طرح دیکھنے میں آوے۔ پس محمد احسن کا یہ کہنا کہ مرزا کی تکذیب اس دعوی میں ہرگز نہ کی جاوے اور اس پر یہ قاعدہ بیان کرنا تدلیس یا سوء فہمی سے خالی نہیں

دوسرے یہ کہ آیت کریمہ میں تو یہ ہے وقد جاء کم بالبیّنات من ربکم یعنی قاعدہ اس وقت کا ہے کہ مدعی دلائل ظاہرہ کے ساتھ آیا ہے، اور تمہارے یہاں ظاہر کیا کوئی غیر ظاہر دلیل بھی نظر نہیں آتی۔ خالی زبانی جمع خرچ ہے۔ مگر ہمارے پاس تمہارے دعاوی کے بطلان پر بیّنات ہیں (جن میں سے چند ایک آگے چل کر بیان ہوئی ہیں)

تیسرے یہ کہ تمہارے فہم کے موافق ان دجالین کے مقابلہ میں جن کی خبر نبی ﷺ نے دی ہے کہ ہر ایک ان میں کا نبوت کا دعوی کرتا ہوگا اور مقابلہ میں دجال اکبر کے اس قاعدہ کا کیا جواب ہے۔ فما جوابکم فیہم فھو جوابنا فی مسیحکم۔

} قولہ: واضح رہے کہ اگر پیشین گوئیاں جن سے معنی ظاہری قطعاً مراد نہیں بلکہ استعارۃً و کنایۃً دوسرے معانی لطیفہ بطور استعارہ کے مراد ہیں، جمع کی جاویں تو ایک دفتر ہو جاوے۔ بالفعل انہی دس پر اقتصار کیا گیا و تلک عشرۃ کاملہ

{ اقول: واضح ہو کہ محمد احسن صاحب نے یہ دس جو جمع کی ہیں ان میں سے ایسی ایسی ہیں کہ درجہ اعتبار سے ساقط ہیں، پھر اور کیا جمع ہوں گی کہ درجہ اعتبار میں آویں۔

تاکیدات کے ساتھ پیش گوئی کیوں؟

} قولہ: اب یہ غرض ہے کہ حدیث متنازع فیہ میں یہ پیشین گوئی بایں تاکیدات کیوں مذکور ہوئی ہے والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم۔ اول تاکید قسم کے ساتھ، دوسرے لام تاکید اور نون ثقیلہ یہ خطاب نبی ﷺ کا کن لوگوں سے ہے۔ آیا صحابہ کرام سے ہے یا کل امت اجابت و نیز امت دعوت سے۔ بہر دو شق تاکیدات لغو ہوئی جاتی ہیں کیونکہ صحابہ کرام اور امت اجابت تو مومنین کاملین ہیں، منکرین معاندین نہیں جو محتاج تاکید ہوں۔ اور جب کہ نزول عیسی بن مریم بوجود عنصری مراد ہے تو ایسا نزول من السماء جو شخص دیکھ لے گا وہ انکار کیونکر کرسکتا ہے۔ الخ۔

پس بہر دو صورت کلام مقتضاء حال کے مطابق نہ ہوا، اور بلاغت وفصاحت سے عاوی ہوا کیونکہ ایسے تاکیدات تو خطاب میں کسی بڑے منکر معاند کے چاہیے تھیں۔ الخ

{ اقول: تاکیدات جو انکار جواب میں لائی جاتی ہیں، تو یہ کچھ ضرور نہیں کہ انکار تحقیقی ہو بلکہ بہت جگہ بسبب انکار حکمی کے تاکیدیں لاتے ہیں۔ اور غیر منکر کو قائم مقام منکر کے اور غیر سائل کو قائم مقام سائل کے حسب مقتضاء حال کے قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ تصریح اس کی علم معانی میں مذکور ہے اور نیز کلام فصحاء و بلغاء میں ہزاروں جگہ موجود ہے چونکہ یہ قاعدہ مسلّمہ ہے حاجت مثال کی نہ تھی مگر چند مثالیں ابلغ الکلام کلام الملک العلام سے بیان کرتا ہوں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: لئن اشرکت لیحبطنّ عملک۔ کیا رسول اللہ ﷺ کو اس میں شک تھا؟

اور فرمایا حکایت قول ابلیس میں فبعزتک لاغوینّھم۔ کیا نعوذ باللہ اس میں اللہ جل جلالہ کو کچھ انکار یا شک تھا کہ یہ تاکیدیں لائی گئیں۔

اور فرمایا: والضّحی۔ واللّیل اذا سجی۔ ما ودّعک ربّک وما قلی۔ وللآخرۃ خیر لّک من الاولی۔ کیا رسول اللہ ﷺ کو، جو مخاطب تھے، اس میں انکار تھا کہ اس قدر تاکید قسم اور پھر لام کے ساتھ فرمایا؟

اور فرمایا والعادیات ضبحاً۔ فالموریات قدحاً۔ فالمغیرات صبحاً۔ فاثرن بہ نقعاً۔ فوسطن بہ جمعاً۔ انّ الانسان لربّہ لکنود۔ انسان کے ناشکرا ہونے میں کس کو شک یا انکار ہے۔ بلکہ موافق معنی اقرب کے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ انسان خود بھی اس بات پر شاہد ہے چنانچہ فرمایا:

وانّہ علی ذلک لشھید۔ وانہ لحبّ الخیر لشدید۔

اور فرمایا: لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد ووالدٍ وّما ولد۔ لقد خلقنا الانسان فی کبد۔ اس میں کس کو شک یا انکار ہے کہ اس قدر تاکیدات سے فرمایا گیا۔

اس طرح کی قسمیں اور تاکیدیں تو کلام مجید میں بکثرت وارد ہیں کہ ظاہر میں کوئی متردد یا انکاری نہیں مگر غیر منکر کو منکر کے قائم مقام کر کے حسب مقتضاء حال فرمایا ہے۔

اور فرمایا ولا تحزن علیھم ولا تک فی ضیقٍ مّمّا ینکرون۔ انّ اللّٰہ مع الّذین اتقوا والّذین ھم محسنون کیا رسول اللہ ﷺ، کو جو مخاطب ہیں، اس میں انکار یا شک تھا؟

ایسے ہی وانّ لک لاجراً غیر ممنون۔ وانک لعلی خلقٍ عظیم۔ اور انّا اعطینک

الکوثر ۔ اور و لئن اتّبعت اھوائھم من بعد ما جاءک من العلم انک اذاً لّمن الظّالمین ۔ بھلا اس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف شک یا انکار کا گمان ہوسکتا ہے؟ مثل اس کے اور بہت ہیں۔جمع کرنے کے لئے ایک بڑا دفتر چاہیے۔

حاصل کلام یہ کہ تاکیدوں کے واسطے انکار تحقیقی ضروری نہیں، بغیر تحقیقی انکار کے بھی تاکیدات حسب مقتضاء حال آتی ہیں۔تو اس پیشینگوئی میں بھی اسی طرح ہے۔ چونکہ یہ ایک بات تعجب کی ہے، لہذا متعجب کو بجائے منکر کے قرار دے کر خبر کو موکد بتاکیدات فرمایا۔

دوسرے ہوسکتا ہے کہ اللہ حکیم وعلیم نے اپنی نبی ﷺ کو تم جیسے منکروں کی خبر دے دی ہو کہ ایسے ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے، اور میرا ظن یہی ہے کہ ضرور خبر دے گئی ہوگی کیونکہ یہ تو بڑا فتنہ عظیم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو اس فتنہ والے تک کی خبر دیدی جسکے ساتھ تین سو آدمی ہوں، قیامت تک جتنے ہوں اسکا نام اور اسکے باپ کا نام اور اسکے قبیلہ کا نام بتادیا، چنانچہ روایت ہے:

عن حذیفه قال و اللّٰه ما ادری انسی اصحابی اکم تناسوا و اللّٰه ما ترک رسول اللّٰه ﷺ من قائد فتنة الی ان تنقضی الدّنیا یبلغ من معه ثلاث مأة فصاعدا الّا قد سمّاہ لنا باسمه و اسم ابیه و اسم قبیلته۔ (ابوداؤد)

اس کا ذکر مجملاً انہی حضرت حذیفہؓ سے بخاری اور مسلم میں بھی ہے ۔ پس نبی ﷺ نے انہیں منکروں کے واسطے یہ تاکیدیں فرمائیں کہ ہرگز اس میں شک نہ کریں ۔ پس فائدہ تاکید کا ظاہر ہوگیا اور تاکید لغو نہ ہوئی۔

} قولہ: ہاں بموجب مسلک مرزا صاحب کے محل ان تاکیدات کا بہت درست معلوم ہوتا ہے کہ وہ نزول ایسا ہوگا جس سے تم بسبب اپنے خیالات کے منکر ہوگے اور وہ عیسی بن مریم بھی ایسا ہی ہوگا کہ تم اس کا انکار کروگے۔

{ اقول: یہ تو جب ہوتا کہ مثلاً عبارت حدیث کی اس طرح ہوتی و الّذی نفسی بیدہ لیوشکن ان یخلق فیکم (یا مثل اس کے کوئی اور لفظ) مثیل ابن مریم ۔ اور یہاں تو کچھ اور ہی ہے جو تمہارے مطلب کی بیخ کنی کرتی ہے۔اور پھر اس پر اکتفاء نہیں بلکہ اور تصریح آخر اور تشریح دیگر کے ساتھ کہ محال ہے صدق اسکا تمہارے مسیح پر ۔ پس مطلب حدیث کجا اور مقصد مرزا کجا، اور فرمان نبوی کجا اور غرض مرزا کجا؟ فبینھما بعد المشرقین

} قولہ: مگر نفس الامر میں وہ نزول ایسا ہی ہوگا جیسا کہ قد انزلنا الیکم ذکراً رسولاً میں ہے۔

{ اقول: بلاشک ایسے ہی نزول ہوگا جو اس آیت میں ہے کہ مراد اس سے جبریل ہیں اور بیان اس آیت کا گزر چکا۔

} قولہ: اندریں صورت علاوہ بلاغت کلام کے ایک دوسری پیشین گوئی اشارۃً اور بھی پیدا ہوگئی اور قاعدہ کلیہ علم معانی کا کہ کل حکم مع منکر یجب توکیدہ بھی منقوض نہ ہوا۔

{ اقول۔ یہ بلاغت اور یہ اشارہ دوسری پیشین گوئی کا تو جب ہوتا کہ وہ عبارت ہوتی جو ابھی ہم نے لکھی و این ھذا من ذلک۔

مخفی نہیں کہ غرض امروہی صاحب کی تو یہ ہے کہ تاکیدات کے واسطے ضرور ہے کہ خطاب ہو کسی منکر معاند کے ساتھ، نہ یہ کہ معاند کے مقابلہ میں تاکید ضرور ہے۔ پس اس عبارت قاعدہ کا لانا کل حکم مع منکر یجب توکیدہ، موافق مطلوب نہ ہوگا کیونکہ اس سے تو صرف اس قدر نکلتا ہے کہ حکم مع منکر کے واسطے تاکید ضرور ہے نہ یہ کہ جہاں تاکید ہوگی تو کسی منکر ہی کے مقابلہ میں ہوگی۔ پس یہ قاعدہ کلیہ اس جگہ تو ویسے بھی نہیں ٹوٹتا۔ اس مطلوب کے لئے تو ایسی عبارت لانا چاہیے تھی التّوکید انما یکون مع المنکر یا مثل اس کے۔ اگر کہا جاوے کہ حکم وجوب تاکید راجع ہے قید کی طرف، تو ہم کہیں گے کہ قطع نظر خلاف ظاہر کے اس سے عدم وجوب در حالت عدم انکار کے نکلے گا، نہ عدم استحسان یا عدم جواز بھی۔ پس بہر حال اس مطلب کیلئے یہ اس عبارت قاعدہ کا لانا مفید مطلب نہ ہوگا بلکہ یہ ایک کھلی دلیل مولف اعلام الناس کے معانی دانی کی ہوگئی۔

تدلیس در معنی امامکم منکم

} قولہ: دوسرے الفاظ صحیحین کے یہ ہیں۔ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔ ان الفاظ میں بھی استفہام تعجبی کا کوئی محل صحیح نہیں معلوم ہوتا ..الخ

لیکن بموجب مسلک مرزا صاحب کے ہی استفہامِ تعجب بھی اپنے محل پر ہے جس کا جواب خود نبی کریم ﷺ نے اپنے کلام پاک میں دے دیا و امامکم منکم جیسا کہ شرح بخاری میں لکھا ہے او وضع المظھر موضع المضمر ..الخ۔ حاصل مطلب یہ کہ ابن مریم تمہیں

میں سے ہوگا ..الخ۔

{ اقول: یہ استعمال لفظ استفہام کا واسطے تعظیم شان حضرت عیسیٰؑ اور ان کے تفخیم حال کے لئے ہے کہ کیا اچھا تم لوگوں کا اس وقت حال ہوگا اور وہ وقت کیسا خوب ہوگا۔ چنانچہ دوسری احادیث میں تفصیل اس کی فرمادی کہ کیسی اسلام کو قوت اور مومنین کو عزت اور کفار کو ذلت اور کفر کی بیخ کنی اور ہلاکت ہو جاوے گی اور مال کی کثرت ایسی ہوگی کہ کسی کو اس کی حاجت نہ رہے گی اور آپس کا حسد اور کینہ اور عداوت سب جاتے رہیں گے۔ اس وقت اللہ ہی کی عبادت کی طرف رغبت ہوگی ایک سجدہ دنیا و ما فیھما سے بہتر ہوگا۔ کوئی دوسرا اس وقت میں نہ پوجا جاوے گا۔ تو اس کلمہ استفہام میں ان خوبیوں کی طرف اشارہ ہے اور اس تعظیم و تفخیم کے لئے لایا گیا ہے۔

پس یہ کہنا کہ اسکا کوئی محمل صحیح نہیں معلوم ہوتا، نادانی کی بات ہے۔ اس طرح کے استفہام کلام عرب میں بکثرت آتے ہیں۔ کہیں تحقیر کے لئے، کہیں تعظیم کے لئے۔ اور علم معانی میں بھی اس کا بیان واضح موجود ہے۔ اور یہ جو کہا کہ بموجب مسلک مرزا صاحب کے یہ استفہامِ تعجب بھی اپنے محل پر ہے، تو یہ تو جب ہوسکتا ہے کہ الفاظ نبوی یوں ہوتے: کیف انتم اذا اتی فیکم یا ولد فیکم مثیل ابن مریم ، و این ھذا من ذلک ...

واضح رہے کہ ان کے پیر نے اما مکم منکم کے معنی یہ کئے کہ وہ تمہارا ایک امام ہوگا جو تم میں سے پیدا ہوگا۔ (دیکھو توضیح مرام کا صفحہ ۱۱)۔ سو اسی کو ان صاحب نے اسی طرح تعبیر کیا کہ وہ ابن مریم تمہیں میں سے ہوگا۔ چونکہ وہ (مرزا) فنون رسمیہ اور علوم آلیہ سے عاری ہیں لہذا ان کو ایسے کھلے باطل معنی کرنے سے عار نہ آئی، مگر یہ (محمد احسن) بہ نسبت ان کے پڑھے ہوئے ہیں تو ان کو صاف صاف کہتے شرم آئی، لہذا مطلب کو زبان دبا کر ادا کیا۔ تو میں کہتا ہوں اما مکم منکم کے یہ معنی کرنا کہ وہ تم میں سے پیدا ہوگا، افتراء ہے رسول اللہ ﷺ پر۔ کیا منکم سے یہ لازم آتا ہے کہ تم میں سے پیدا ہوگا؟ استغفر اللہ۔ یہ کیسا طوفان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا ایّھا الّذین آمنوا لا تتّخذوا الیھود و النّصاری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولّھم منکم فانّہ منھم۔

کیا اس کے یہی معنی ہیں کہ اے ایمان والو، نہ رفیق بناؤ یہود و نصاری کو، اور جو شخص تم میں کا پیدا ہوا ان کو رفیق بنائے، تو وہ انہیں میں پیدا ہو جاوے گا۔

اور جو فرمایا الم تر الی الّذین تولّوا قوماً غضب اللّٰہ علیھم۔ ما ھم منکم و لا

منھم و یحلفون علی الکذبِ و ھم یعلمو ن ۔ (مجادلہ:۱۴) کیا اس سے یہی غرض ہے کہ وہ لوگ نہ تم میں سے پیدا ہوں نہ ان میں سے پیدا ہوں۔

اور فرمایا و من یر تدّ منکم عن دینہ کیا اسکے معنی یہی ہیں کہ جو تم میں کا پیدا مرتد ہو جاوے؟

اور فرمایا یا ایّھا الّذین آ منوا لا تتخذوا بطا نۃ مّن دونکم کیا اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اے ایمان والو اپنے غیر سے پیدا کو بھیدی نہ بناؤ۔

اور فرمایا و من یّتولّھم منکم فا ولئک ھم الظّا لمون ، کیا اس کے یہی معنی ہیں کہ وہ جو تم میں کا پیدا ہوا، ان کو رفیق بنائے تو وہ ظالم ہے۔

ایسے ہی اور بہت آیات ہیں اور احادیث میں بے شمار جگہ موجود ہے۔

پس بعد فرض تسلیم اس بات کے کہ اقامت مظہر کے موضع مضمر کے ہی یہی معنی ہوں گے کہ وہ تمہارے دین کے موافق عمل درآمد کریں جیسا کہ ان آیات میں یہی معنی ہیں، چنانچہ متقدمین نے بھی ایسے الفاظ کے یہی معنی کئے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: قال ابن ابی ذئب اتدری ما امکم منکم قلت تخبرنی قال فامکم بکتا ب ربکم۔

اور فتح الباری میں ہے: قال ابوذر الھروی حدثنا الجوزقی عن بعض المتقد مین قال معنی قولہ امامکم منکم یعنی یحکم بالقرآن لا بالانجیل قال الطیبی المعنی یؤمکم عیسی حال کو نہ فی دینکم

تحقیق یضع الحرب

} قولہ: شراح حدیث الفاظ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حکماً والمعنی انّہ ینزل حا کماً بھذہ الشریعۃ فیکسر الصّلیب و المقصود ابطال النصرا نیۃ و الحکم بشر ع الاسلام وکذا قولہ و یقتل الخنز یر ومعناہ تحر یم اقتناء ہ و اکلہ و اباحۃ قتلہ کذا قال الطیبی و یضع الحرب فی روا یۃ الکشمینی الجز یۃ و المعنی انّ الدّین یصیر واحداً فلا یبقی احد من اھل الذّمۃ یؤدی الجز یۃ

حاصل مطلب یہ ہے کہ اس جگہ دو نسخے ہیں۔ اول اور اصل یضع الحرب اور دوسرا

یضع الجزیة ۔ درصورت نسخہ اول کے مدعا نہایت واضح ہے کہ اس میں گنجائش تاویل کی نہیں ہے، اور درصورت نسخہ دوم کے اگرچہ تاویل بعید خلاف مقصود بعض نے کی ہے لیکن وہ مقبول نہیں کہ مخالف نسخہ اول و اصل کے ہے ۔اور تفسیر کلام نبوی ایسی چاہیے کہ مصداق ہو یفسّر بعضھا بعضاً کے ۔اور دوسری خوبی اس معنی میں یہ بھی ہے کہ منسوخ ہونا احکام شرعیہ خاتم النبیین کا بھی لازم نہیں آتا، بخلاف معنی دوسرے کے، کہ وہ مستلزم ہے نسخ حکم جزیہ کو، مگر بتاویل بعید۔

{ اقول: میں کچھ ابتداء حال نزول عیسی بن مریم کا بیان کرتا ہوں جس سے ناظرین کو محمد احسن امروہی کے مطلب باطل ہونے پر بصیرت ہو۔تو واضح رہے کہ ابوداؤد کی صحیح روایت میں (جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں) یہ ہے فیقاتل النّاس علی الاسلام فیدقّ الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یھلک اللّٰہ فی زمانہ الملل کلّھا الّا الاسلام یعنی حضرت عیسیٰؑ بعد نزول کے لوگوں سے اسلام پر لڑیں گے ،سوصلیب کو توڑ دیں گے اور سؤر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو چھوڑ دیں گے (یعنی شریعت اسلام میں انکے نزول سے قبل تک یہ حکم ہے کہ اہل کتاب اگر جزیہ دیں تو قبول کرلیا جاوے اور لڑائی ان سے موقوف رہے اور جب حضرت عیسیٰؑ نزول فرماویں گے تو اس وقت جزیہ کا حکم نہیں رہے گا، ان کی لڑائی اسلام ہی سے رفع ہوگی، سوائے اسلام کے کچھ قبول نہ کریں گے۔ پس شعائر نصرانیہ کو بالکل کھودیں گے،صلیب کو توڑ دیں گے، سؤر سخت حرام ہے اس کو وہ نصاری برتتے ہیں، مارڈالیں گے۔ جب یہ ہوا تو) اللہ کے فضل سے ان کے وقت میں کوئی ملت سوائے اسلام کے باقی نہ رہے گی ۔

اور مسلم شریف میں ہے:

فاذا رأوہ عدوّاللّٰہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لانذاب حتی یھلک و لکن یقتلہ اللّٰہ بیدہ (یعنی جب عیسی اتریں گے تو ان کو عدو اللہ دیکھے گا ،تو جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے، پگھلنے لگے گا۔سو اگر عیسیٰؑ اس کو چھوڑ دیں تو پگھل کر ہلاک ہوجاوے،لیکن اللہ تعالی انہیں کے ہاتھ سے اسے قتل کرادے گا)۔

اور احمد اور ابن ماجہ کی صحیح حدیث میں ہے (جو پہلے نقل ہوچکی) فانزل فاقتلہ اور یہ بھی ہے:

قال فیھلکہ اللّٰہ اذا رأنی حتی انّ الحجر و الشجر یقول یا مسلم انّ تحتی کافراً فتعال فاقتلہ فیھلکھم اللّٰہ ۔(یعنی عیسیٰؑ نے فرمایا کہ میں

اتروں گا تو اس (دجال) کو قتل کروں گا سو اس پر میرے دیکھنے سے ہلاکت پڑے گی یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی کہنے لگیں گے کہ اے مسلمان میری آڑ میں کافر ہے اس کو آ کر قتل کر)

اور امام احمد کی ایک روایت میں ہے (جس کے سب رواۃ مسلم سے ہیں)

و ینزل عیسی بن مریم عند صلوۃ الفجر فیقول امیرھم یا روح اللّٰہ تقدم صلّ فیقول ھذہ الامّۃ امراء بعضھم علی بعضٍ فیتقدم امیرھم فیصلّی حتّی اذا قضی صلا تہ اخذ عیسی حر بتہ فیذ ھب نحو الدّجال ذاب کما یذوب الرّصاص۔ (الی) ۔۔فیقتلہ و یھزم اصحابہ فلیس یومئذٍ شیء یواری منھم ا حداً حتی انّ الشجرۃ تقول یا مو من ھذا کا فر ویقول الحجر یا مومن ھذا کا فر

یعنی حضرت عیسیٰؑ فجر کی نماز کے وقت اتریں گے تو مسلمانوں کا امیر کہے گا کہ آپ نماز پڑھائیے تو انکار کریں گے، فرمائیں گے کہ اسی امت کے بعض بعض پر سردار ہیں۔ آخر ان کا امیر نماز پڑھائے گا۔ جب نماز سے فارغ ہوویں گے تو حضرت عیسیٰؑ دجال کو مارنے چلیں گے۔ (باقی ترجمہ پہلی روایت کا سا ہے)

اس حدیث میں اول رسول اللہ ﷺ نے دجال کا بیان کیا کہ اس کے ساتھ ستر ہزار آدمی ہوں گے۔ اکثر ان کے یہودی اور عورتیں ہوں گی۔ اور یہ بیان فرمایا کہ مسلمانوں پر بہت تکلیف ہوگی اور بھوک کی سخت آفت پڑے گی۔ اس کے بعد عیسیٰؑ اتریں گے تو ایسا ایسا کریں گے۔

اور ابن ماجہ میں ہے (یہ روایت چونکہ مفصل اپنے مطلب کو بیان کرتی ہے اور اسکا مضمون علیحدہ علیحدہ دوسری صحیح روایتوں میں آ چکا ہے یہاں پر متابعۃً دوسری روایات کے اس روایت کو ذکر کر دیا):

فقالت ام شریک بنت ابی الفکر یا رسول اللّٰہ ﷺ فاین العرب یومئذ۔ قال ھم قلیل و جلّھم یومئذٍ بیت المقدس و امامھم رجل صا لح قد تقدم یصلّی بھم الصّبح اذ نزل عیسی بن مریم فرجع ذلک الامام یمشی القھقری لیقتدم عیسی فیضع یدہ عیسی بین کتفیہ ثم یقول تقدم فصلّ فانّھا لک اقیمت فیصلّی بھم امامھم فاذا انصرف قال عیسی افتحو البا ب فیفتح و رأہ الدجّال معہ سبعون الف یھودی کلّھم ذوسیف محلّی و تاج فاذا نظر الیہ

الدجّال ذا ب کما یذوب الملح فی الماء وینطلق ھارباً فیقول عیسی انّ لی فیک ضر بۃ لن تسبقنی بھا فیدکه عند با ب لدّ الشر قی فیقتله و یھزم الیه الیھود فلا یبقی شئی مما خلق اللّٰه یتواری به یھودی الا انطلق ذلک الشیء لا حجر ولا شجر ولا حا فظ و لا دا بّۃ الا الغرقد فانّھا من شجرھم لا تنطق الا قال یا عبد اللّٰه المسلم ھذا یھودی فتعال فا قتله ۔

اس کے بعد کچھ دجال کا بیان ہے اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کے بیان میں فرمایا: و تکون الکلمۃ وا حدۃ فلا یعبد الا اللّٰه و تضع الحر ب اوزا ر ھا ۔ الحدیث ۔

(جب رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا تو ام شریکؓ نے پوچھا کہ اس وقت عرب کہاں ہوں گے، تو فرمایا وہ بہت کم ہوں گے اور اکثر انکے بیت المقدس میں ہوں گے، اور انکا سردار ایک صالح شخص ہوگا۔ صبح کی نماز پڑھانے کیلئے آگے بڑھے گا کہ عیسیٰؑ بن مریم اتریں گے۔ تو یہ امام عیسیٰؑ کو امام کرنے کیلئے پیچھے ہٹے گا، تو وہ نہ مانیں گے۔ آخر وہی سردار نماز پڑھائیں گے ۔ جب نماز سے فراغت پائیں گے، تو حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے کہ یہ دروازہ کھول دو، تو دروازہ کھول دیا جائے گا، تو اس کے پیچھے دجال ہوگا۔ اسکے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے تاج پہنے ہوئے ہر ایک کے پاس تلوار ہوگی زیور پہنائی ہوئی۔ تو جب حضرت عیسی کو دجال دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا نمک کی طرح اور بھاگنے لگے گا، تو حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے کہ مجھ کو تیرا مارنا ہے ، تو اس سے بچ نہیں سکتا۔ سو باب لد پر پاکر اس کو قتل کریں گے ۔ پس شکست دے گا اللہ تعالی یہود کو ۔ سو جہاں کہیں وہ چھپیں گے پتھر یا درخت یا دیوار یا کسی جان دار کی آڑ کی میں، سوا ایک خار دار درخت کے، تو وہ بول اٹھے گا کہ اے اللہ کے بندے مسلمان یہ یہودی ہے اسکو آ کر قتل کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے وقت میں سب کا کلمہ ایک ہی ہوگا۔ پس سوا اللہ کے اور کوئی نہ پوجا جائے گا اور لڑائی اپنا راچہ رکھ دے گی)

اور ابن جریر کی روایت میں ہے (جس کے سب رواۃ بخاری اور مسلم سے ہیں سوا دو شخصوں کے، ایک عبد الرحمٰن بن آدم کہ وہ صرف رواۃ مسلم سے ہیں تو انکی بھی ثقاہت میں کلام نہیں، دوسرے بشر بن معاذ کہ وہ بھی ثقہ ہیں چنانچہ خلاصہ وغیرہ میں ہے) یقاتل النّاس علی الاسلا م (لفظ اس روایت کے مثل روایت ابی داؤد مسطورہ بالا کے ہیں) یعنی حضرت عیسیٰؑ لوگوں سے اسلام پر لڑیں گے۔

تو واضح رہے کہ ان روایتوں سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ عیسیٰؑ کو نزول کے بعد مقابلہ کفار کے ساتھ اور قتل وحرب ضرور کرنا ہوگا، گوان کو چنداں تکلیف نہ اٹھانی پڑے گی۔ پھر سب ملتیں سوائے ملت اسلام کے مٹ جائیں گی، اور اسی ایک ملت حقہ کا دور دورہ رہ جائے گا۔ پھر کس سے حرب ہوگی اور کیوں حرب ہوگی؟ لہذا حرب اٹھ جائیگی۔ انکے وقت میں تحاسد، تباغض جاتا رہیگا۔

ناظرین با انصاف ذرا غور سے ان الفاظ پیش گوئی کو، جن کو نبی ﷺ نے کیسی تصریح سے فرما دیا ہے، دیکھیں۔ اس سے اور مرزا صاحب سے کیا نسبت ہے۔ اس کا اپنے آپ کو مصداق بنانا کیسی صحیح احادیث نبویہ کی تکذیب ہے۔

یہ بیان بطور مقدمہ کے ناظرین کو سنا دیا گیا تو اب محمد احسن صاحب کے اس قول کی حقیقت کو بیان کیا جاتا ہے۔ تو واضح رہے کہ اور الفاظ اس حدیث کے تو مرزا کی غرض کے بالکل مخالف ہیں اور کھلے طور پر اس کے مطلب کو باطل کرتے ہیں، لہذا ان پر علیحدہ علیحدہ مجھ کو کلام کرنے کی حاجت نہیں۔ البتہ چونکہ امروہی صاحب نے یضع الحرب اور یضع الجزیہ میں کلام کیا ہے اور اپنے زعم میں اپنے مطلب کے موافق بنالیا، تو اس واسطے یہ عاجز بھی ان میں کلام کر کے ان کو انکے مطلب کے خلاف ہونا ظاہر کرتا ہے اور انہیں سے بطلان انکے مقصد کا ثابت کرتا ہے۔

پوشیدہ نہ ہے کہ محمد احسن صاحب نے اول اور اصل نسخہ یضع الحرب کو ٹھہرایا اور یضع الجزیہ کو غیر اصل اور خلاف اول۔ تو میں کہتا ہوں کہ یہ دعوی بلا دلیل ہے، اس کیلئے دلیل بیان کرنا چاہیے، مدعی پر ثبوت ہے۔ شائد اس وجہ سے کہتے ہوں گے کہ بعض بخاری کے نسخوں میں نساخ نے اس نسخہ کو حوض میں لکھا ہے اور دوسرے کو حاشیہ پر، تو میں کہتا ہوں کہ اگر اسی پر اصل اور غیر اصل ہونا ہے، تو جہاں حفص کی قرأۃ کے موافق کلام مجید مطبوع ہوا ہے اور دوسری قرأت ابو بکر وغیرہ کی حاشیہ پر لکھی ہے، تو چاہیے کہ حفص کی قرأۃ اصل ہو جاوے اور دوسرے آئمہ کی غیر اصل۔ اور جہاں دوسرے امام کی قرأۃ کے موافق مطبوع ہوا ہے، تو وہ قرأۃ اصل ہو جاوے اور حفص اور دیگر آئمہ کی غیر اصل۔ ذرہ میں یہ اصل، اور ذرہ میں وہ اصل۔ کہیں یہ بے اصل ہے اور کہیں وہ بے اصل ہے۔ حاشا یہ کیسا جہل ہے۔

دوسرے میں کہتا ہوں دیکھو بخاری مطبوعہ مصری کو کہ اس میں نسخہ یضع الجزیۃ ہی کو حوض میں لیا ہے۔ اور دیکھو علامہ قسطلانی نے اپنی شرح بخاری میں اپنے نسخہ کی کیسی تعریف کر کے اور اپنی اصل کا کیسا وثوق بیان کر کے یضع الجزیہ ہی کو اصل متن میں داخل کیا اور یضع

الحرب کو پیچھے کیا۔ اور صاحب مشکوۃ نے جس حدیث کو بخاری کی طرف نسبت کیا اس میں نسخہ یضع الجز یہ ہی کو اختیار کیا۔ اور مصابیح والے نے بھی اسی نسخہ کو لیا۔ اور ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں جو بخاری کی حدیث کو نقل کیا تو اسی نسخہ کو اختیار کیا، تو تمہارے قاعدہ کی رو سے اس کو ترجیح ہوئی یا اس کو۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ دیکھو بروایت انہی صحابی ابو ہریرہؓ کے اسی حدیث میں صحیح مسلم میں بلا احتمال نسخہ ثانی کے یضع الجزیہ ہے اور اسی طرح ابو داؤد میں ہے اور اسی طرح ترمذی میں ہے کہ بلا نسخہ ثانی کے یضع الجز یہ ہے۔ اور ایسے ہی مستدرک حاکم میں ہے اور مسند احمد میں بھی یہی ہے۔ اور ابن ماجہ میں بھی اسی طرح واقع ہے۔ اور ابو داؤد کی دوسری روایت میں بھی یوں ہی ہے۔ اور بہت روایات ہیں کہ جن میں بلا احتمال دوسرے نسخہ کے یضع الجز یہ وارد ہے۔ پھر ایک نسخہ کو دوسرے پر بلا مرجح ترجیح دینا اور ایک کو اصل اور دوسرے کو غیر اصل بلا دلیل کہنا، حالانکہ اس کے خلاف پر اس قدر قرائن قائم ہوں اور ایسے شواہد موجود ہوں، جہالت صریح یا تدلیس قبیح سے خالی نہیں۔ اور یہ جو کہا ہے کہ: درصورت نسخہ اول کے مدعا نہایت واضح ہے ..الخ

تو میں کہتا ہوں کہ جس کو نسخہ اول کہا وہ یضع الحرب ہے یعنی لڑائی اٹھاویں گے۔ یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ ابتداء ہی سے حرب وقتل کفار کریں ہی نہیں، یا یہ کہ ابتداء میں حرب کریں مگر پھر موقوف ہو جائے اور لڑائی نہ رہے۔ شق اول مسلّم نہیں اس واسطے کہ مخالف ہے ان روایات کے جو ابھی مقدمہ میں لکھی گئیں، اور تفسیر کلام نبوی ایسی چاہیے کہ مصداق ہو تفسیر بعضہ بعضاً کی۔ اور شق ثانی تمہارے مدعا کے بالکل خلاف ہے کہ جس سے مقصد دلی جڑ سے اکھڑا جاتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ درصورت نسخہ اول کے مدعا نہایت واضح ہے کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں، بالکل غلط ہے۔ اس میں اور بھی کلام باقی ہے بقصد اختصار چھوڑا گیا۔

اور یہ جو کہا کہ: درصورت نسخہ دوم کے اگرچہ تاویل بعید خلاف مقصود بعض نے کی ہے ..الخ۔

تو یہ بناء فاسد کی فاسد پر ہے جب اصل نہ رہا تو تفریع اس پر بے اصل ہے، بلکہ مخالف اس کے برعکس کہہ سکتا ہے۔ کما لا یخفی۔

اور یہ جو کہا کہ: منسوخ ہونا احکام شرعیہ خاتم النبیین کا بھی لازم نہیں آتا۔

تو اس میں کہتا ہوں کہ اگر نسخ سے یہ غرض ہے کہ نسخ من جانب خاتم النبیین ہی کے ہے تو اس میں کوئی محذور نہیں کہ جس سے بچنا ضرور ہو۔ اور اگر یہ غرض کہ منجانب حضرت عیسیٰؑ کے ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ وہ اس کے ناسخ نہیں بلکہ یہ اسی شریعت کا حکم مقید موقت ایک وقت معین تک

ہے یعنی شارع نے کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ ہیں، اللہ کی طرف سے انہوں نے ایک وقت تک اس حکم پر عمل درآمد کرنے کو فرمایا، اس کے بعد دوسرے پر۔ جب وہ وقت آ گیا اور مدت پوری ہوگئی، تو پہلا حکم اٹھ گیا اور دوسرا جاری ہوا۔ تو یہ انہیں کی طرف سے ہوا نہ کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے۔ پس لازم غیر لازم اور مدعا باطل ہو گیا۔

قال فی الفتح قال النّووی و معنی وضع عیسی الجزیة مع انها مشروعة فی هذه الشّریعة ان مشروعیتها مقیدة بنزول عیسی لما دل علیه هذا الخبر و لیس عیسی بنا سخ لحکم الجز یة بل نبیّنا ﷺ هو المبیین لنسخ بقو له هذا۔

اسی طرح اور بھی شروح بخاری و مسلم و دیگر سنن میں ہے۔ پس اس کلام محمد احسن صاحب میں کئی وجوہ سے فساد ہے:

اول: یہ کہ بلا وجہ اور بغیر دلیل ایک نسخہ کو اول اور اصل اور ایک کو غیر اصل ٹھہرایا، حالانکہ جو غیر اصل ٹھہرایا گیا اس کی ترجیح کی اس قدر وجوہ موجود ہیں کہ کہنے والا اگر اسی کو اصل ٹھہرائے تو بجا ہے۔

دوسری: یہ کہنا کہ درصورت نسخہ اول کے مدعا نہایت واضح ہے کہ جس میں گنجائش تاویل کی نہیں، حالانکہ وہ ان کے مدعا کے بالکل خلاف ہے۔

تیسری: یہ کہ اس رفع حکم جزیہ کو نسخ ممنوع سمجھا حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ اوپر ظاہر ہوا۔

یہ وہ ہیں جو اوپر مفصلاً بیان ہو چکیں۔ علاوہ اس کے اور بہت سی وجہیں فساد اس کلام کی ہیں جو بوجہ عجلت کے چھوڑی گئیں۔

اس عاجز نے جہاں تک ہو سکا علم استدلالی اور طریق احتجاجی سے کام لیا ہے اور علم تقلیدی اور اقوال ناس سے حجت نہیں پکڑی۔ مگر چونکہ اس جگہ محمد احسن امروہی نے اقوال شراح نقل کیے، لہذا یہ عاجز بھی نقل کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امروہی صاحب تخلیط اور تدلیس کا موقع دیکھتے رہتے ہیں، اسی واسطے بغیر وجہ کے نام کتاب کا جس سے لیتے ہیں (چنانچہ اعلام الناس حصہ ثانی میں زیادہ تر اس سے کام لیا گیا ہے) نہیں لیتے، کیونکہ اگر نام لیں گے تو ناظرین پر ان کا ملایا ہوا جلدی کھل جائے گا۔ لہذا نام کتاب کا نہ لو، کوئی کہاں تک ڈھونڈے گا۔ پس کید کسی پر نہ کھلے گا اور جو کچھ اس میں کتر بیونت ہوگی کسی پر ظاہر نہ ہوگی۔ اگر یہ بات نہیں تو کیوں نہیں جہاں پر کسی کتاب

سے نقل کرتے اس کا نام لے دیتے ۔ ان الفاظ کی شرح میں ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

قوله حكماً اى حاكماً و المعنى انه ينزل حا كماً بهذه الشر يعة فانّ هذه الشريعة باقية لا تنسخ بل يكون عيسى حا كماً من حكام هذه الا مة ۔ الخ ۔

و للطبرا نى من حد يث عبد الله بن مغفل ينزل عيسى بن مريم مصدقا بمحمد على ملّته فيكسر الصّليب و يقتل الخنزير اى يبطل دين النصرا نيّة بان يكسر الصليب حقيقة و يبطل ما تزعمه النصارى من تعظيمه و يستفاد منه تحر يم اقتناء الخنز ير و تحر يم اكله ..الخ

و يستفاد منه ا يضاً تغيير المنكرات و كسر آ لة البا طل۔ الخ ۔

قوله و يضع الحر ب فى رواية الكشمينى الجز ية و المعنى انّ الدّين يصير وا حداً فلا يبقى ا حد من اهل الذمة يؤدى الجز ية و قيل معناه انّ الما ل يكثر حتى لا يبقى من يّمكن صرف مال الجز ية له فتتر ك الجز ية استغناء عنها و قال عياض يحتمل ان يكون المراد بو ضع الجز ية تقريرها على الكفار من غير محا باة و يكو ن كثرة الما ل بسبب ذلك و تعقبه النووى و قا ل الصوا ب ان عيسى لا يقبل ا لّا الاسلا م قلت و يؤيده ان عند احمد من وجه آ خر عن ابى هريره و تكو ن الدعوى وا حدة .. الخ ۔

قال ابن بطال و انما قبلناها قبل نزول عيسى للحاجة الى المال بخلاف زمن عيسى فانّه لا يحتاج فيه الى ا لمال فانّ المال فى زمنه يكثر حتى لا يقبله ا حد و يحتمل ان يقال ان مشروعية قبولهما من اليهود و النصارى لما فى ايديهم من شبهة الكتاب و تعلقهم بشرع قديم بزعمهم فاذا نزل عيسى زالت الشبهة بحصول معاينته فيصيرون كعبدة الاوثان فى انقطاع حجتهم و انكشا ف امرهم فنا سب ان يعا ملوا معا ملتهم فى عد م قبول

الجزیۃ منھم ھکذا ذکر بعض مشائخنا احتمالاً۔ واللّٰہ اعلم

اور قسطلانی میں یضع الجزیہ کی شرح میں لکھا ہے:

یضع الجزیۃ عن اھل الکتاب لانّہ لایقبل الّا الاسلام و لیس عیسی بناسخ لحکم الجزیۃ بل نبیّنا ﷺ ھو المبیین للنّسخ بھذا فعدم قبولھا ھو من ھذہ الشریعۃ لکنہ مقید بنزول عیسی و لابی ذر عن الحموی و المستملے و یضع الحرب بدل الجزیۃ۔ انتھی مختصراً

اسی کے مثل اور شراح نے بھی لکھا ہے۔ ظاہر بات ہے کسی کا سلف سے خلف تک یہ اعتقاد باطل اور ایسا مطلب فاسد نہ تھا، بلکہ جو لکھتے ہیں تو ایسے ہی لکھتے ہیں جس سے مطلب اصلی محمد احسن امروہی کا حاصل نہیں ہوتا۔ پس مزید عبارات شروح نقل کر کے طول دینا فائدہ مند نہیں، یہ عبارت بطور نمونہ کے نقل کر دی۔

مناظرہ مابین امروہی و جیراجپوری

مولانا عبداللہ شاہجہانپوریؒ لکھتے ہیں کہ اس کے بعد محمد احسن امروہی نے اپنی کتاب میں اپنے اس مناظرہ کی کیفیت کو جو کہ جناب عالم جامع خلق و کرم عامل بالسنہ قامع البدعۃ مولوی سلامت اللہ (جیراجپوری) کے ساتھ ہوا تھا، لکھا اور کچھ اور بھی اس کے متعلق بیان کیا۔ چونکہ میں پوری کیفیت مناظرہ سے واقف نہیں اور اس میں بحث کر کے رسالہ کو زائد طول دینا مناسب نہیں سمجھتا ،لہذا اس سے اعراض کیا۔ البتہ عالم حقانی جناب مولوی محمد بشیر سہسوانی (کہ جن کی روبکاری میں باقرار محمد احسن امروہی کے مناظرہ واقع ہوا) سے سوال کیا کہ:

اس گفتگو میں حق پر کون تھا؟

اور دلائل و براہین سے غلبہ کو کس کو رہا؟

اور کلمات طعن و تشنیع کس کی طرف سے زائد تھے؟

جناب مولوی محمد بشیر صاحب نے جواب تحریر فرمایا کہ:

حق پر مولوی سلامت اللہ صاحب تھے۔

اور دلائل و براہین سے غلبہ مولوی سلامت اللہ صاحب کو تھا۔

اور کلمات طعن و تشنیع مولوی محمد احسن کے طرف سے زیادہ تھے۔

(جناب محمد اسلم جیراجپوری ایک اور مباحثے کا ذکر کرتے ہیں جو امروہی صاحب اور جناب مولانا سلامت اللہ جیراجپوری کے ہم مجلس علماء کے مابین اتفاقاً ہوگیا تھا۔ محمد اسلم صاحب بتاتے ہیں:

مولوی محمد احسن امروہی بھوپال میں محکمہ مصادرہ کے بخشی تھے جو بالکل ہمارے محل سے متصل تھا۔۔۔ وہ بڑے مشہور مناظر تھے۔ جب ان کے قادیانی ہوجانے کی خبر پھیلی، اس زمانہ میں ایک دن میرے والد (مولانا سلامت اللہ) کے پاس مدرسہ سلیمانیہ میں کسی کام سے آئے۔ وہاں کئی مولوی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے سوال کیا کہ آپ نے کس دلیل سے مرزا کو مسیح موعود مانا؟ مولوی صاحب جلدی یا گھبراہٹ میں بے سوچ بول اٹھے کہ ایک میں کیا، ہزاروں ہیں جو ان کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے کہا اگر یہی دلیل ہے تو عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے سے آپ کیوں انکار کرتے ہیں کیونکہ کروڑوں ہیں جو ان کو ایسا ہی سمجھتے ہیں؟ مولوی محمد احسن ایسے شکنجے میں پھنس گئے کہ کچھ بس نہ چلا۔ جھنجھلائے، چہرہ سرخ ہوگیا، گردن کی رگیں پھول آئیں۔ والد، مولانا سلامت اللہ، نے یہ کیفیت دیکھی تو فوراً بحث کو روک دیا۔ مجھے مولوی محمد احسن کی حالت اس وقت بڑا ترس آیا۔ مسلم اہلحدیث گزٹ دہلی اگست ۱۹۳۰ء ص ۱۱)

منارہ شرقی دمشق

} قولہ: قولہ (یعنی قول الغزنوی) اور صحیح مسلم کی حدیث اذ بعث اللّٰہ المسیح ابن مریم فینزل عند منارة البیضاء شرقی دمشق ..الخ۔ یہ مشتے نمونہ از خروار ہے ساری احادیث صحیحہ صریحہ جو در بارہ عیسیٰؑ کے وارد ہیں، انکے لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں اور ادنی طالب علم حدیث ان سے واقف ہے اور اسی طرح مرزا صاحب دجال سے وہی لوگ مراد لیتے ہیں جو حق سے کانے اور مرزا سے منکر ہیں۔ اقول: (یعنی مؤلف اعلام الناس) مجھ کو نہیں معلوم کہ مرزا صاحب اس کا کیا جواب دیں گے مگر یہ ہیچ مدان اس قدر کہتا ہے کہ اس حدیث کی تاویل کا وقت ابھی نہیں آیا۔ یہ کیا ضرور ہے کہ ساری باتیں ایک ہی وقت میں واقع ہوجاویں.. الی آخر قولہ۔

{ اقول (عبداللہ شاہجہان پوریؒ) واضح رہے کہ یہ حدیث جو مولوی عبدالحق غزنوی نے ذکر کی، ٹکڑا ہے اس حدیث طویل کا جس کو میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ حاصل مضمون اس کا یہ ہے کہ

دجال موعودانہی حالات کے ساتھ جوپہلی حدیث سے ذکر کیئے گئے، آکر بہت فساد ڈال چکے گا۔ اس کے بعداللہ تعالی، مسیح بن مریم کو بھیجے گا تو وہ سفید منارہ کے پاس سے اتریں گے جوشرقی جانب دمشق کے ہے۔ سو وہ اس دجال کوقتل کریں گے ۔الی آخرہ ۔تو یہ حالات نزول سے پہلے کے ہیں اور خاص وقت نزول کے ۔ پس محمد احسن امروہی کے اس قول کے کیا معنی کہ اس حدیث کی تاویل کا وقت ابھی نہیں آیااور مسیح آ گئے ۔

جب حالات نزول کےقبل کے ہیں کہ اول دجال نکل کر ایسا ایسا شور وفساد پھیلائے گا اور مومنوں کوایسا ایسا ستائے گا۔ اس کے بعد فلاں فلاں جگہ پرعیسیٰ بن مریم نزول فرماویں گے، اس اس کیفیت کے ساتھ۔ تو پھر یہ کہنا کہ وہی عیسی تو آ گئے مگرابھی ان باتوں کا وقت نہیں آیا، بڑی عقل کی بات ہے ۔اگرکوئی ایسی صفت وکیفیت ہوتی کہ کسی ایسے وقت کے ساتھ مقید نہ ہوتی تو یہ بات کہنا بادی النظر میں قرین قیاس بھی ہوتا، اور یہاں تو محال ہے۔ دوبارہ اگرمسیح تمہارے آویں اور پہلے یہ صفتیں ہو جاویں تب یہ بات کہہ سکتے ہو ۔پس ان مثالوں پر جوتم نے بیان کیں بحث کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی ۔اس سے ان سے کیا نسبت ہے؟ اور یہ جو کہا کہ اتمام مہدی یاعیسی کے وقت میں ہوگا تو وہ کون سے عیسی ہیں اورکون مہدی ہیں؟

} قولہ : اورواضح ہوکہ محل نزول حضرت عیسیٰ کا مختلف وارد ہوا ہے قال الحافظ ابن کثیر و قد ورد فی بعض الاحادیث انّ عیسی ینزل فی بیت المقدس و فی روایة بالاردن و فی روا یة بمعسکر المسلمین ۔ فا للّٰہ اعلم ۔ دیکھو حافظ ابن کثیر بسبب تعارض روایات محل نزول کے اس کی تاویل کوحوالہ بعلم الہی کرتے ہیں ۔

{ اقول : مولوی محمد احسن صاحب نے اس قول ابن کثیر کومصباح الزجاجہ سے نقل کیا مگر افسوس ہے کہ مطلب کی بات، کہ جس میں تعارض حدیث نبوی میں ثابت ہو،نقل کر لی اور جو اس کے بعد صاحب مصباح الزجاجہ یعنی سیوطی نے ان روایات میں تطبیق دی اس کو چھوڑ دیا۔وہ یہ ہے

قلت حد یث نزولہ ببیت المقدس عند ابن ماجہ وھو عندی ارجح ولا ینافی سائر الروایات لانّ بیت المقدس ھو شرقی دمشق وھومعسکر المسلمین اذ ذاک و الاردن اسم الکورة کما فی الصّحاح و بیت المقدس دا خل فیہ فاتّفقت الرّوا یا ت فان لم یکن فی بیت المقدس الآن منارة بیضاء فلا بدّ ان تحد ث قبل نزولہ ۔

ایسے ہی علامہ شیخ علی عزیزی نے بھی کہا۔ پھر تعارض کہاں رہا؟ تم کو چاہیے تھا کہ یا تو علامہ جلال الدین سیوطی کی تطبیق بین الاحادیث کو باطل کر کے پھر تعارض کو ثابت رکھتے اور اپنے مقصد دلی کو پہنچتے، یا اقرار تطبیق اور بیان توافق کرتے۔ یہ بددیانتی ہے کہ حدیث نبوی کا تعارض بیان کر کے چھوڑ دینا اور باوجود تطبیق ہونے کے (کہ سامنے موجود ہے) اس سے منہ موڑ جانا۔ اگر کسی شخص کو تطبیق معلوم نہ ہوئی تو اس سے نفی نفس الامر کی یا دوسرے کے علم کی لازم نہیں آتی۔

} قولہ: ایسی پیشین گوئیوں میں اسلم طریقہ یہی ہے کہ جس قدر علم یا ظن کو احادیث احاد مفید ہوں اس قدر اعتقاد رکھنا چاہیے، باقی تفاصیل کا حوالہ بعلم الٰہی رکھنا چاہیے اور اس کی تاویل کا انتظار کرنا چاہیے جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے کیا۔

{ اقول: آپ نے اس پر کہاں عمل کیا؟ جس قدر علم یا ظن کو احادیث مفید ہوں اس قدر اعتقاد رکھنا کیا معنی؟ اس کی ایسی ایسی باطل تاویلیں اور کھلی تحریفیں کیں کہ نصوص شرعیہ کو کلام عقلاء سے ہی نہیں رکھا، بلکہ مجانین کا کلام کر دیا۔

} قولہ: اب یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے اور اکثر علماء کا بھی خیال ہے کہ حضرت عیسیٰؑ منارہ سفید دمشق کے اوپر بوجود عنصری آسمان سے اتریں گے، یہ خیال کن الفاظ سے پیدا ہوا..الخ

{ اقول: آسمان سے بوجود عنصری اترنا تو بالتفصیل والتحقیق اوپر دلائل واحادیث سے ثابت کر دیا گیا، اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ منارہ کے اوپر اترنا اس کا بار ثبوت مدعی پر ہے۔

واضعاً کفّیہ علی اجنحۃ ملکین

} قولہ: اور واضعاً علی اجنحۃ ملکین۔ اگر یہ بیان ہے کیفیت اترنے ان کے کا، تو بڑی مشکل یہ ہے کہ جو شخص اوپر سے نیچے کو کسی چیز کے سہارے سے اترتا ہے وہ اس شان سے نہیں اترتا..الخ۔

{ اقول: اس میں باقی کیفیت کی تو نفی نہیں کہ جس سے تم یہ کہنے لگے۔ نیز کہہ سکتے ہیں کہ جیسے ان کے اور خوارق عادات اور دوسروں سے ممتاز صفات و حالات ہیں، بے باپ کے پیدا ہونا، مردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد اندھوں کو اچھا کرنا، ماں کی گود میں کلام کرنا، غیر مشاہد موجود حالات کی

خبر دینا، اور بہت سے ہیں، ایسے ہی ایک یہ بھی ہے۔ واللہ اعلم

} قولہ: اور پھر اس حدیث کے کیا معنی ہیں کہ انّ الملائکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم ، پس جو معنی اس کے ہیں وہی اس کے بھی مراد ہو سکتے ہیں تا کہ سب تکلفات سے خلاص ہو۔ چنانچہ لکھا ہے مجمع البحار میں و قیل ھو بمعنی التواضع تعظیماً لحقّہ بلکہ اصل معنی اجنحۃ ملائکہ کے وہی معلوم ہوتے ہیں جو زبدہ شرح شفا میں لکھے ہیں:

اجنحۃ الملائکۃ لیست یتوھم من اجنحۃ الطیر و لکنّھا صفات ملائکۃ

یہاں پر ملائکہ کے بازوؤں سے صفات اور قوائے ملکیہ مراد ہیں۔ اور قیاس نہ کرنا چاہیے ان کو پرندوں کے بازوؤں پر، اس لئے کہ پرندوں کے سوائے دو کے، تین یا چار سے زائد بازو نہیں ہوتے چہ جائیکہ چھ سو ہوں۔ ہاں البتہ بموجب مسلک محدثین کے بازو ملائکہ کے واسطے ثابت کرنا ضروری کرنا ہے لیکن ان کی کیفیت کے بیان کرنے سے باز رہنا چاہیے۔

{ اقول: اِس حدیث سے اور اس حدیث سے جو مثال میں لائی گئی ہے کیا نسبت ہے؟ اہل علم کے نزدیک اس محاورہ و ضعت یدی علی اجنحتہ اور اس محاورہ و ضعت اجنحتی لفلان میں بڑا فرق ہے ، دوسرے ہم کہتے ہیں کہ اس وا ضعاً کفیہ ..الخ کے وہی معنی ہیں جو اس کے ہیں چنانچہ مجمع البحار میں ہے:

انّ الملائکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم ای تفرشھا لتکون تحت اقدامہ اذا مشی و قیل معناہ بسط الجناح لتحملہ علیھا وتبلغہ حیث یرید

اور دوسری جگہ کہا:

الملائکۃ لتضع اجنحتھا لطال العلم لتکون و طالہ اذا مشی۔

غرض یہ کہ معنی حقیقی مراد ہیں کہ فرشتے اپنی جناح کو طالب علم کیلئے فرش کر کے بچھا دیتے ہیں کہ اس کے پیروں کے نیچے چلتے میں پڑتے ہیں، اور طالب علم ان جناح پر چلتا پھرتا ہے، تو ایسے ہی یہاں پر مراد ہے۔ پھر صاحب مجمع البحار، قیل کر کے لکھتے ہیں:

و قیل بمعنی التوا ضع تعظیماً لحقہ و قیل اراد بو ضع الاجنحۃ نزولھم عند المجالس و ترک الطیران و قیل اراد بہ اظلالھم بھا

تو دیکھو دونوں جگہ اول وہی معنی بیان کئے جو اصلی معنی ہیں کہ اپنے پر بچھا دیتے ہیں طالب علم کے روندنے کے لئے کہ اس کا فرش ہو جاوے، پھر اس کے بعد قیل کے ساتھ دوسرے

معنی بیان کئے۔ مگر محمد احسن امروہی کو اس سے کچھ کام نہیں، چاہے ضعیف ہو، چاہے باطل، پھر چاہے سرقہ کریں، چاہے تدلیس، مطلب بنانا چاہیے۔ پس جو اس حدیث کے اصلی معنی ہیں وہی اس کے بھی تو خیال کرنا چاہیے کہ خلاصی تکلفات سے اس معنی صریح میں ہے یا ان تاویلات میں کہ جن میں محمد احسن امروہی خلاصی بتاتے ہیں۔ اور حق مذہب محدثین کا ہے، نہ یہ کہ ہر شئے میں تاویلات باردہ کرنا۔ چنانچہ اس کی تحقیق اپنے موقع پر پوری موجود ہے۔

لا یحلّ لکافرٍ یجد من ریح نفسه الّا مات

} قولہ: اور لا یحلّ لکافر یجد من ریح نفسه الّا مات سے کیا مراد ہے؟ آیا یہ کرامت اور معجزہ حضرت کا ہمیشہ رہے گا کہ آپ کا دم اور سانس باہر کو آوے تو یہ معجزہ ہر نفس میں پایا جاوے۔ اندریں صورت نہ جہاد کی ضرورت رہی اور نہ قتل کرنے دجال کی حاجت ہے۔ اور پھر باوجود اس معجزہ کے محاصرہ کیا جانا حضرت عیسی کا اور انکے یاروں کا کوہ طور میں کیونکر ہوگا جو اسی حدیث میں مذکور ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ معنی تو ہرگز مراد نہیں ہیں، کوئی دوسرے معنی مراد ہیں، وہ بیان کئے جاویں۔ لیکن وہ معنی دوسرے آپ کو مفید اور مرزا صاحب کو مضر نہ ہوں گے کہ انکے برکات انفاس سے تمام مخالفین اسلام قل موتوا بغیظکم کے مصداق ہورہے ہیں.. الی آخر القول

{ اقول: بطلان شق آخر تردید کا نہ بیان کیا پھر کس طرح یہ نتیجہ نکال لیا (کہ پس معلوم ہوا کہ یہ معنی تو ہرگز مراد نہیں)۔ کیا مخالف کو مجاز اختیار شق ثانی کا نہیں۔ پھر تمہارا نتیجہ کدھر جاوے گا۔

دوسرے یہ کہ بلاشبہ ان کی ریح نفس ایسی ہی ہوگی مگر بسبب مصالح تحصیل فضلیت وغیرہ کے قتل دجال و جہاد کریں گے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

فاذا رآه عدو اللّٰه ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لانذاب حتی یهلک ولکن یّقتله اللّٰه بیده فیریهم دمه فی حربته

یعنی حضرت عیسی کو جب عدو اللہ (کہ دجال) دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا جیسا کہ نمک پانی میں پگھلتا ہے سو اگر وہ اسے چھوڑ دیں تو بے شک گھل کر ہلاک ہو جاوے لیکن وہ اسے قتل کر کے اسکا خون اپنے حربہ میں لگا ہوا دکھاویں گے۔

اسی طرح امام احمد کی بھی روایت میں اور ایسے ہی ابن ماجہ کی بھی روایت میں ہے

چنانچہ ہم سب کے لفظ لکھ چکے ہیں۔تو معلوم ہوا کہ بے قتل کے بھی دجال اور اس کے ہمراہی حضرت عیسیٰؑ کا سامنا نہیں کر سکتے اور ویسے ہی سامنے آنے سے ہلاک ہو جاتے مگر وہ قتل و جہاد کی فضیلت نہ چھوڑیں گے۔رہے یاجوج ماجوج تو کسی کو سوائے ذات باری کے کمال دائمی نہیں۔یہ اللہ کا دیا معجزہ تھا جس وقت اللہ تعالی نے چاہا دیا جس وقت چاہا لے لیا۔ بلکہ یہ ہونا تو ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ان حقا علی اللّٰہ ان لا یرتفع شئی من الدنّیا الّا وضعہ۔ اخرجہ البخاری۔پس اس سے تمہارے گرو مسیح موعود نہیں ہوئے جاتے کہ جو ایسے عقائد و مسائل کو شائع کرتے ہیں جن سے ابلیس اور اس کے ذریات خوشی مناتے ہیں اور آرام پاتے ہیں، بلکہ یہ معنی ایسے اباطیل دعاوی کا استیصال و بیخ کنی کرتے ہیں۔پھر واضح رہے کہ موت کے معنی جو حقیقی ہیں ایسے مشہور ہیں کہ بیان ونقل سند کی حاجت نہیں۔دور جانیکی کیا ضرورت ہے انہی کے گرو ازالہ اوہام کے حصہ اول میں بیان وفات مسیح میں لکھتے ہیں: اور موت حقیقی ایک کامل موت ہے۔

پھر کیا شک باقی رہ گیا۔اور مجمع البحار کی جو عبارت نقل کی گئی تو وہ صاف کہہ رہی اور کھلے طور سے بتا رہی ہے کہ معنی متعارف کے علاوہ یہ معانی مجازی ہیں۔پس حدیث لا یحلّ لکافر یجد من ریح نفسہ الّا مات میں وہی موت حقیقی مراد ہے نہ کوئی دوسرے مجازی معنی کیونکہ حقیقت سے کون صارف ہے کہ مجاز کے تکلفات و تاویلات کو اختیار کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ اور روایتیں صاف صاف بیان کر رہی ہیں اور بتصریح بتا رہی ہیں کہ موت سے سوائے معنی متعارف حقیقی کے کوئی دوسرے معنی مجازی مراد نہیں۔چنانچہ بعض ان روایت سے ہم نے بھی کئی جگہ ذکر کئے گئے ہیں اور بہت کتب حدیث میں موجود ہیں جس کو منظور ہو دیکھ لے۔

دجال موعود سے مرزا کا انکار

} قولہ: بے شک دجال کے حق میں احادیث صحیحہ کثرت سے وارد ہیں مرزا صاحب ان حدیثوں کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔

{ اقول: احادیث صحیحہ صریحۃ الدلالۃ سے یہ بات ثابت ہے کہ دجال اخیر زمانے میں خروج کرے گا۔اگر مرزا صاحب اس کے منکر نہیں تو پھر ازالہ اوہام حصہ اول کے صفحہ ۳۲۷ میں یہ کیسے لکھتے ہیں کہ : آخری زمانہ میں دجال معہود کا آنا سراسر غلط ہے۔انتہی بلفظہ۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ انکار کس چیز کا نام ہے۔

دوسرے ہم کہتے ہیں کہ ہم نے مانا کہ مرزا صاحب ان حدیثوں صحیحہ کے منکر نہیں تو انہیں احادیث صحیحہ میں تو یہ بھی ہے کہ پہلے دجال ان اوصاف وحالات کے ساتھ خروج کر کے اپنا کام کرے گا، اس کے بعد مسیح بن مریم نزول فرمائیں گے (چنانچہ یہ بات ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں) تو پھر تمہارے مسیح کیوں دجال سے پہلے خروج کر کے مسیحیت کا دم بھرنے لگے۔ یہ عجب بات ہے اب ہم کو معلوم ہو گیا کہ بے شک یہ مثیل مسیح ہیں۔ یہاں پر مجھ کو یاد آیا کہ ان کے گرو مرزا جی نے اپنی عادت کے موافق صحیح مسلم کی اس حدیث کو جو نواس بن سمعان سے مروی ہے اور ان کے مسیح موعود ماننے کو جڑ سے اکھیڑ دیتی ہے، ضعیف کرنا شروع کیا اور حکمت عملی سے اس کا ضعف لوگوں کے دلوں میں ڈالنے لگے چنانچہ ازالہ اوہام حصہ اول میں لکھتے ہیں:

یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے۔ انتہی بلفظہ۔

یہ بات ایسی کہی کہ جس سے رونق عیسائیہ اور زینت مسیحیہ کی جاتی رہی۔ بھلا یہ کیونکر معلوم ہوا کہ بخاری نے اس حدیث کو ضعیف سمجھا اس لئے اپنی صحیح میں نہیں لائے۔ کیوں ممکن نہیں کہ یہ حدیث ان کو نہ پہنچی ہو، چنانچہ یہ بات اہل علم و واقف فن حدیث پر مخفی نہیں۔ پس ضعیف و صحیح سمجھنا کیسا۔

دوسرے محض صحیح میں داخل نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کو ضعیف جانتے ہوں ورنہ ثابت کرو کہ انہوں نے کہا ہو کہ جو احادیث میں نے اپنی اس صحیح میں داخل نہیں کیں وہ ضعیف ہیں۔ بلکہ ان سے تو یہ منقول ہے کہ میں نے بہت سی احادیث صحیحہ کو چھوڑ دیا اور اس صحیح میں بسبب خوف طول کے داخل نہیں کیا، چنانچہ مقدمہ بخاری مؤلفہ احمد علی سہارنپوری میں بھی موجود ہے:

و روی عنی (ای عن الامام محمد بن اسماعیل) قال ما ادخلت فی کتاب الجامع الّا ما صحّ و ترکت کثیراً من صحاح لحال الطول

طرفہ تو یہ کہ چونکہ بے چارے مرزا صاحب اس فن سے بے بہرہ اور ناآشنا ہیں تو یہ بھی خبر نہیں رکھتے کہ امام بخاری کا نام کیا ہے۔ بسبب نادانی کے رواج وقت پر قیاس کر کے ان کا نام محمد اسماعیل رکھ دیا حالانکہ ان کا نام صرف محمد ہے اور اسماعیل ان کے باپ کا نام ہے۔ اس میں کاتب کی غلطی کا بھی گمان نہیں ہو سکتا کیونکہ اسی کتاب میں صفحہ ۹۶ سطر ۵ میں لکھتے ہیں:

دراصل امام محمد اسماعیل صاحب جو اپنی صحیح بخاری ..الخ۔

اور صفحہ ۴۳ میں لکھا:

امام محمد اسماعیل صاحب بخاری نے اس بارہ میں اشارہ تک نہیں کیا۔ انتہی۔

اور صفحہ ۵۱۸ میں فرمایا:

یعنی حضرت محمد اسماعیل صاحب صحیح بخاری اور حضرت امام مسلم صاحب صحیح مسلم ...الخ

یہ عبارت اور بھی مضحکہ صبیان ہے اور ان کی لیاقت کی دلیل اور پھر اسی کتاب میں نہیں بلکہ پہلے رسائل میں ایسے لکھ چکے ہیں اور عجب ہے کہ کسی چیلے نے ان کو اس سے آگاہ بھی نہیں کیا شاید اس میں بھی کچھ سوچ رکھا ہوگا۔

} قولہ: اول تو تعدد دجاجلہ کی نسبت احادیث صحیحہ صریحہ بہت وارد ہیں۔ کسی میں تعداد ان کی ثلاثین اور کسی میں قریباً مّن ثلاثین۔ الخ

{ اقول: مولوی عبدالحق غزنوی نے جو دجال کا ذکر کیا ہے تو یہ وہی دجال ہے جس کے بارہ میں حدیث میں الدجال کا لفظ وارد ہے جس کے بارہ میں تمہارے مسیح اشتہار دے چکے ہیں کہ جہاں کہیں بخاری ومسلم میں الدجال کا لفظ وارد ہے اس سے دجال معہود ہی مراد ہے کوئی دوسرا دجال مراد نہیں۔ پھر تمہارا اس کے مقابلہ میں ان دجاجلہ کو ذکر کرنا بڑی خوش فہمی اور اپنے مسیح کی مذہب دانی کی دلیل ہے۔ یہی یادرہ گیا سب بھول گئے حفظت شيئاً و غابت عنک اشياء۔

دوسرے ہم کو ان دجاجلہ کی بحث سے کچھ غرض نہیں۔ ہم کو دجال اکبر کی بحث مقصود ہے جو قبل نزول عیسی خروج کر کے فساد مچائے گا، وہ کہاں گیا؟ تمہارے مسیح نے کیوں پہلے خروج کر دیا؟

} قولہ: آگے رہا دجال اکبر، سو اس کے بارہ میں خود صحیح مسلم وغیرہ میں اس قدر اختلاف ہے کہ تلفیق و توفیق نہایت دشوار ہے۔ الخ۔

اب آپ کہیں کہ ان روایات مختلفہ کی آپ کیونکر توفیق وتطبیق کریں گے۔ اگر قاعدہ اذا تعارضا تساقطا کا مدنظر رہے گا تو اہمال وترک احادیث کثیرہ کا لازم آئے گا اور اگر کوئی وجہ جامع ایسی پیدا کی جاوے گی جو سب پر اعمال ہو جاوے اور اہمال لازم نہ آوے تو وہی مسلک مرزا صاحب کا اختیار کرنا پڑے گا۔ الی آخر القول۔

{ اقول: تطبیق وتوفیق اللہ کے فضل سے کچھ بھی مشکل نہیں۔ دیکھو شراح حدیث نے کیسی خوبی کے ساتھ تلفیق وتوفیق دے دی ہے اور آپ نے خود بھی شیخ عبدالحق مترجم مشکوۃ سے نقل کر دی تو پھر کیسی جامع نقل آئی اور تمہارے پیر جی کا مسلک کدھر گیا۔ اس سے تو ان کا مسلک باطل ہوا، نہ

ثابت۔ پھر اختیار کرنا کیسا۔ فافھم

} قولہ: مولوی عبدالحق غزنوی کہتے ہیں کہ:

اور دونوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر یعنی کفر لکھا ہوا ہوگا۔

میں (محمد احسن) کہتا ہوں کہ اس باب میں بھی احادیث صحیحہ مختلف ہیں۔ بعض میں تو وہی ہے جو گزرا اور بعض میں ..الخ۔

ان سب روایتوں کی تطبیق کی وجہ یہی ہے کہ اس کی پیشانی تقدیر میں کفر ازلی لکھا ہوگا جو دور نہ ہو سکے گا جس کو مومن اپنی فراست صادقہ سے پہچانے گا۔ الی آخر القول۔

{ اقول: نص شرعی بیّن الدلالۃ کو ظاہر معنی سے کیوں پھیرا جاتا ہے، کیا اس کو تحریف نہیں کہیں گے؟ اور اس بات کا تو محمد احسن صاحب نے خود بھی آگے چل کر اقرار کیا (چنانچہ تنبیہ اس کی آگے آتی ہے) کہ یہ معنی جو صفات دجال میں لکھے گئے ہیں حقیقی نہیں، تو پھر بلا وجہ یہ مجازات کیوں اختیار کئے جاتے ہیں۔ میں الفاظ روایات کو نقل کرتا ہوں جن سے منصف پر خوب واضح ہو جائے گا کہ یہ معنی محمد احسن امروہی کا بالکل غیر صحیح ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:

و ان بین عینیه مکتوب کافر۔

اور صحیح مسلم میں اس طرح ہے: الدجال مکتوب بین عینیه ک ف ر ای کافر۔

اور ایک روایت میں یوں ہے: مکتوب بین عینیه کافر ثم تهجاها ک ف ر یقرأه کل مسلم۔

اور ترمذی کی روایت میں ہے: یقرأه کل من کره عمله۔

اور احمد کی روایت میں ہے: یقرأه الامّی و الکاتب۔

اور ابن ماجہ کی روایت میں اس طرح ہے: یقرأه کلّ مومن کاتب و غیر کاتب۔

اور احمد کی دوسری روایت میں ہے: مکتوب بین عینیه کافر فهجاه

غور کا مقام ہے کہ ان روایات سے وہ معنی مفہوم ہوتے ہیں جو محمد احسن امروہی نے لکھے ہیں یا کتابت و قرأت حقیقی۔

علامہ نوویؒ نے کہا ہے:

الصّحیح الّذی علیه المحققون انّ هذه الکتابة علی ظاهرها و انها کتابة حقیقة جعلها علامة من جملة العلامات القاطعة بکذب

الدجال فیظھر المومن علیھا و یخفیھا علی من اراد شقاوتہ

اور حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری میں لکھتے ہیں:

وقولہ یقرأہ کل مومن کاتب و غیر کاتب اخبار بالحقیقة و ذلک ان الادراک فی البصر یخلقہ اللّٰہ للعبد کیف شاء و متی شاء فھذا یراہ المومن بعین بصرہ و ان کان لا یعرف الکتابة ولا یراہ الکافر ولو کان یعرف الکتابة لانّ ذلک الزمان تنخرق فیہ العادات فی ذلک۔ انتھی ملخصاً

اور لکھتے ہیں:

ولا یلزم من قولہ یقرأہ کل مومن کاتب و غیر کاتب ان لا تکون الکتابة حقیقة۔ الخ

اور یہ جو امثلہ دیئے گئے ہیں تو ان میں اور ممثل لہ میں بڑا فرق ہے، عاقل پر مخفی نہیں۔ تفصیل بخوف طویل چھوڑی گئی۔

} قولہ: مولوی عبدالحق غزنوی کہتے ہیں: اس کے ساتھ دوزخ اور بہشت ہوگی۔ میں (محمد احسن کہتا ہوں) اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں تو یوں لکھا ہے فیجیء معہ بتمثال الجنّة والنّار۔ اور دوسرے نسخہ میں بمثال الجنّة و النّار۔ اگر باقی روایات کو روایات بخاری پر محمول کرتے ہو تو فبہا آپ کو کچھ مفید نہیں اور مرزا صاحب کو کچھ مضر نہیں اور اگر صحیح بخاری کی روایت کو تسلیم نہیں کرتے تو ان روایات مختلفہ میں وجہ توفیق کیا ہوگی۔ بیّنوا وتوجروا۔ کسی روایت میں تو ہے کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی اور کسی روایت میں ہے یجیء معہ بمثل الجنّة و النّار

{ اقول: تعجب ہے کہ تمثال کی صورت میں مرزا صاحب کے کیوں نہیں مضر ہے، یہ تو حال ہے اس دجال کا جو عیسیٰ کے نزول سے پہلے خروج کرے گا تو ہم نے فرض کیا کہ مثال ہی جنت و نار کی ہے، تو وہ کون ہے جو مثال جنت و نار کی لے کر پھرا جس کے قتل کرنے کو تمہارے پیر جی آئے۔ اب وجہ تطبیق سنو۔ دجال کے ساتھ جنت و نار بذات خود ہونگے، کوئی انکی خیالی صورت یا محض مثالی حالت مراد نہیں۔ چنانچہ تصریحات نبویہ بتصریح اس کو بتاتی ہیں دیکھو صحیح مسلم میں ہے:

معہ جنّتہ و نارہ فنارہ جنّة و جنّتہ نار

اور صحیح بخاری کے باب ماذکرعن بنی اسرائیل میں ہے:

انّما الدّجال اذا خرج ماء و ناراً فامّا الّتی یری النّاس انّھا النّار فماء بارد و امّا الّتی یری النّاس انّہ ماء بارد فنار تحرق فمن ادرک منکم فلیقع فی الّذی یری انّھا نار فانّہ عذب بارد

اورصحیح بخاری کی کتاب الفتن میں ہے :

ان معہ ماء و نار فنارہ ماء وماءہ نار

اور مسند احمد اور طبرانی کی روایت میں اس طرح وارد ہے:

معہ وادیان احدھما جنّۃ والآخر نار فنارہ جنّۃ وجنّتہ نار

اورابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے:

و انّ من فتنتہ انّ معہ جنّۃ و نار فنارہ جنّۃ وجنّتہ نار فمن ابتلی بنارہ فلیستغث باللّٰہ والیقرأ فواتح الکھف فتکون علیہ برداً و سلاماً کما کانت النّار علی ابراھیم

ان روایات سے یہ بات کھل گئی کہ دجال کے ساتھ واقعی جنت ونار ہوگی اور یہ جوصحیح بخاری کی کتاب الانبیاء میں ہے:

وانّہ یجیء معہ بمثال الجنّۃ والنّار فالّتی یقول انّھا الجنّۃ ھی النّار۔

تو یہ اس وجہ سے فرمایا کہ یہ جنت و نار کہ دجال کے ساتھ ہوگی یہ وہ جنت و نار، کہ موعودہ مومنین وکافرین کیلئے ہے، وہی خاص نہ ہوگی، بلکہ اس معہود کی ایک مثال ہوگی۔ اسی واسطے جہاں پرمثال کے لفظ سے فرمایا تو جنت ونارکوالف لام عہدی کے ساتھ فرمایا اور جہاں پر بغیر لفظ مثال کے وارد ہوا تو بغیر الف ولام کے ہے۔ بلکہ اس میں بعض جگہ اس کی طرف نسبت کر کے یعنی جنّتہ و نارہ کر کے فرمایا کہ جنت ونار، کہ اس کے ساتھ ہوں گے، یہ اسی کے ہیں یہ وہ موعودہ نہیں۔ ماحصل سب روایات کا یہ ہوا کہ اس کے ساتھ جنت ونار ہوگی کہ مثل ہوگی اس جنت و نار موعودہ کے نہ وہی خاص۔ فاتّفقت الرّوایات۔

دوسری وجہ لفظ تمثال یا مثال فرمانے کی یہ ہے کہ جو نار ہے صورت میں وہ جنت کے ہوگی اور جو جنت ہے تو وہ صورت میں نار کے ہوگی ،تو جو نار ہوگی وہ واقع میں نار نہ ہوگی بلکہ ایک مثالی صورت نار کی ہوگی، ایسے ہی جو جنت نظر آوے گی وہ واقع میں جنت نہ ہوگی بلکہ ایک مثالی

صورت جنت کی ہوگی۔اس وجہ سے اس کو مثال الجنّۃ و النّار فرمادیا، نہ یہ کہ واقع میں جنت ونار اسکے ساتھ نہ ہوگی۔دلیل اس پر یہ ہے کہ اسی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فالّتی یقول انّھا الجنّۃ ھی النّار۔تو دیکھو اس کو قطعی طور پر آپ نے نار فرمایا نہ یہ کہ مثال۔اسی طرح عکس کو خیال کرلو۔

دوسری دلیل اس پر یہ ہے کہ دوسری احادیث صحیحہ میں بکثرت اسی کو نار و جنت فرمایا، پھر اس میں بغیر اس معنی کے لئے لازم آوے گا اہمال بہت احادیث کا۔

تیسرے، مسلم شریف کی روایت میں صاف ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ لأنا اعلم بما مع الدّجالِ منہ انّ معہ نھرا ن یجریان احدھما رأی العین، ماء ابیض۔والآخر رأی العین نار تاجّج۔

(لأنا اعلم بما مع الدجال منہ ان معہ نھراً من ماء و نھراً من نارٍ۔ فامّا الّذی ترون انّہ نار، ماء۔ و امّا الّذی ترون انّہ ماء، نار۔ فمن ادرک ذلک منکم فاراد الماء فلیشرب من الذی یراہ انّہ نار فانّہ یجدہ ماء۔ مسلم)

اسی کے مؤید اور بھی الفاظ روایت آئے ہیں۔تو معلوم ہوگیا کہ ان احادیث کے اصل معنی یہی ہیں کہ اس کے ساتھ واقعی نار و جنت ہوگی، نہ کوئی محض تصویر یا مثالی حالت۔اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہی میں متعدد جگہ خود نار و ماء کے لفظ موجود ہیں پھر کیوں تسلیم نہیں کرتے؟

} قولہ: اور پھر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس میں کیا استحالہ ہے اللہ پر آسان ہے کہ اپنے وقت پر ایسا ہی دجال پیدا ہوجائے جس میں یہ سارے صفات بطور حقیقت کے بھی پائے جائیں۔الخ

{ اقول: بڑی جائے تعجب ہے، یہ حال تو اس دجال کا ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے نزول سے پہلے نکلے گا اور تمہارے مسیح پہلے ہی نکل پڑے، پھر اب اس کے کیا معنی کہ اپنے وقت پر ایسا دجال پیدا ہوجائے۔یہ وقت جو گزرا، کیا اب پھر عود کرے گا آپ کے مسیح کے لئے۔سبحان اللہ! کیا کیجئے تمہارے مسیح یہاں پر چوک گئے۔اگر کسی فریب سے پہلے آپ گم ہوکر دجال کا کام لے لیتے پھر آپ بھی تشریف لے آتے تو شاید کچھ بات بنانے کو مل جاتی، مگر حق تو پھر بھی نہیں چھپتا۔

تنبیہ۔مولوی محمد احسن امروہی کے اس قول میں اعتراف ہے اس بات کا کہ یہ معانی جو صفات دجال میں کئے یہ مجازی تاویلات تھیں نہ کہ حقیقی معانی۔تو میں کہتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ معنی حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی لئے گئے۔کیا اس کو تحریف نہیں کہتے؟ کیا تمہارے پیر جی نے صرف نصوص

ظاہر سے منع نہیں کیا؟ دیکھو ازالہ اوہام کو، یہ کلمہ حق انہیں پر حجت تمام کرنیکے واسطے اللہ تعالی نے اسکے منہ سے نکلوا دیا۔

} قولہ: اور مرزا صاحب نے جو معنی دجال کے لکھے ہیں اس کے مصداق وہی ہیں جو زمانہ حال میں پیشہ دجل رکھتے ہیں اور ان کی کثرت احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے۔ کما مرّ

{ اقول: ان دجاجلہ کی بحث سے کیا غرض ہے، وہ دجال کیا ہوا جسکو تمہارے گروجی مارنے آئے ہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ اگر دجال کو مارنے کو آئے ہوں تو بتائیں، جو اسی کا راستہ صاف کرنے کو آئے وہ کیا بتائے۔ البتہ اگر حضرت عیسیٰؑ کو پائیں تو ان کے ساتھ جو کر سکیں کریں کیونکہ وہ ان کے مقصد اصلی اور مراد دلی مثلیت میں خلل انداز ٹھہریں گے، اور زبانی تو اب بھی نہ چھوڑا۔ اور اس زمانہ کے دجل پیشوں کو ان دجاجلہ کا، جو حدیث میں وارد ہیں، مصداق بنانا نادانی کی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب مسیح آ گئے اور دجال مسیح سے پہلے خروج کرے گا اور یہ دجال اخیر ہوگا ان سب دجاجلہ کا پھر اب بموجب تمہارے عقیدہ کے کہاں ان دجاجلہ کا وقت رہا۔ کیونکہ وہ دجاجلہ تو دجال اکبر سے پہلے ہوں گے چنانچہ حدیث میں ہے:

و لا تقوم السّاعة حتی یخرج ثلا ثو ن کذاباً آخرھم ا لاعور ا لدّ جال
اخرجه احمدوالطبرانی واصله عندالترمذی وصححه کمافی الفتح

یعنی قیامت سے پہلے تیس دجال جھوٹے نکلیں گے ان کے اخیر میں وہ دجال اعور نکلے گا۔ پس جب کہ بموجب عقیدہ امروہی صاحب اس دجال اعور کا بھی زمانہ ہوگیا تو اب ان دجاجلہ کا اس وقت میں ہونا اور اس وقت کے دجل پیشوں کو ان دجاجلہ کا مصداق بنانے کے کیا معنی؟

} قولہ: مولوی عبدالحق غزنوی کہتے ہیں: اور زمین پر چالیس دن ٹھہرے گا۔ پہلا دن برس دن کے برابر ہوگا دوسرا دن ایک مہینے کے برابر اور تیسرا ہفتہ کے برابر اور باقی ایام مثل ان دنوں کے ہوں۔

میں (محمد احسن امروہی) کہتا ہوں کہ اس باب میں بھی احادیث صحیحہ مختلف ہیں۔ بعض میں تو وہ ہے جو گزرا اور دوسری روایت بروایت صحیح مسلم یہ ہے:

خرج الدّجال فی امّتی فیمکث ا ربعین لا ادری اربعین یوماً او
اربعین شھراً او اربعین عاماً

اور تیسری روایت شرح السنہ کی جو مشکوۃ شریف میں موجود ہے:

عن اسماء بنت یزید بن السکن .. الخ۔

شراح حدیث نے تطبیق اس کی یوں کی ہے کہ مراد اول سے ٹھہرنا اس کا ہے ساتھ فتنہ اور خلل اور فساد ڈالنے کے اور اس سے مطلق ٹھہرنا باعتبار شدت کے ایک دن مانند ایک برس کے دراز ہوگا اور باعتبار جلدی گزر جانے کے کم ہوگا حتی کہ ایک دن مانند ایک ساعت کے ہوگا۔ مگر آپ ان روایات میں کیونکر تطبیق کر سکتے ہیں ..الخ

} اقول۔ معنی حدیث کے وہی ہیں جو لفظ حدیث کہتے ہیں کہ بڑا ہونا دنوں کا مراد ہے، نہ کوئی استعارہ اور مجاز۔ چنانچہ ظاہر لفظ حدیث کے بتاتے ہیں۔ اسی کا مؤید ہے جو ابن ماجہ میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے دجال کے وقت ایام کا چھوٹا ہونا بیان فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا:

یا رسول اللّٰہ کیف نصلّی فی تلک الایام القصارۃ قال تقدرون فیھا الصّلوۃ کما یقدرونھا فی ھذہ الایام الطوال۔

تو دیکھو نبی ﷺ نے اس ایام قصار کی نماز کا پوچھنے پر انکار نہ فرمایا کہ یہ مطلب نہیں کہ مقدار دن کی چھوٹی بڑی ہو جاوے گی تم کیوں نماز کا پوچھتے ہو۔ بلکہ ارشاد فرمایا کہ جیسا کہ ان بڑے دنوں میں حساب کرنا پڑے گا ایسے ہی ان چھوٹے دنوں میں۔ اس سے اظہر من الشّمس ہو گیا کہ اس میں کوئی دوسرے معنی دنوں کے بڑھنے گھٹنے کی مراد نہیں۔

پھر دیکھو سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایام قصار کے باب میں فرمایا:

و آخر ایّامہ کالشررۃ یصبح احدکم علی باب المدینۃ فلا یبلغ بابھاالآخر حتّی یمسی

اس سے کالشّمس فی النہار کھل گیا کہ طول وقصر سے مراد سوائے مقدار گھٹنے بڑھنے کے کوئی دوسرے معنی مراد نہیں۔ کما لا یخفی۔

اب تطبیق روایات کی سنو کہ مسلم کی حدیث جس میں عدم علم تعیین ہے وہ معارض اس حدیث کے جس میں تعیین ایام کی کر دی، نہیں ہو سکتی، کیونکہ غیر علم، علم کی معارض نہیں۔ علم، عدم علم پر حجت پر ہے۔ کما ھو ظاھر۔ رہی حدیث شرح السنۃ کی تو پہلے مقابلہ اس کا حدیث مسلم کے ساتھ اور تساوی ثابت کرتے کہ تعارض متحقق ہوتا، پھر تطبیق پوچھتے۔ جب اس کو حدیث مسلم کے ساتھ مساواۃ اور مقابلہ ہی نہیں پھر تطبیق کی کیا ضرورت ہے۔

دوسرے یہ کہ دجال کے وقت میں جیسے اور خوارق ہوں گے ایسے ہی یہ بھی ہوگا کہ کبھی دن طویل ہو

جائیں گے اور کبھی قصیر اور کبھی مثل ان ایام کے۔ چنانچہ روایت ابن ماجہ کی بتصریح اس کو بتاتی ہے:

تقدرون فیها الصّلوة کما تقدرون فی هذه الایّام الطّوال

یعنی جیسے ایام طوال میں اندازہ کرنا پڑے گا ایسے ہی ایام قصار میں بھی کرنا ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ اس کے وقت میں یہ دونوں قسم کے دن ہوں گے پس کچھ تعارض نہ رہا۔ واللہ اعلم

} قولہ: بہرحال جواب مخبر صادق ﷺ کا درجواب سوال صحابہ کرام کے اتکفینا فیه صلوة یوم؟ قال لا اقدروا له قدره کیسا مطابق واقع ہوا یعنی جب صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جب ایک دن برابر ایک برس کے ہوگا تو اس میں نماز ایک دن کی کافی نہ ہوگی؟ تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ لا ،یعنی یہ بات نہیں کہ تم سمجھے ہو کہ دن کی مقدار بڑھ جائے گی۔

{ اقول: یہاں پر تو اپنے پیر جی سے بھی بڑھ گئے، کیونکہ وہ تو بے چارے یہاں پر سیدھے طور پر ترجمہ کر گئے دیکھو ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۵ میں:

ہم نے عرض کیا کہ ان لمبے دنوں میں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ نماز کے وقتوں کی مقدار پر اندازہ کر لینا۔

پھر لکھتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے بلحاظ وسعت قدرت الٰہی کے کشفی امر کو مطابق سوال سائل کے ظاہر پر محمول کر کے جواب دیا..الخ

میں کہتا ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا اگر یہی مطلب ہوتا کہ مقدار دن کی بھی رہے گی تو پھر یہ کیوں فرماتے: اقدروا له قدره۔ پھر کیا حاجت قدر کی رہے گی اور دوسرے دیکھو ابن ماجہ کی روایت میں ہے:

قلنا یا رسول اللّٰه فذ لک الیوم الّذی کسنة تکفینا فیه صلوة یوم قال فا قدروا له قدره

اب یہاں تمہارا مطلب کدھر جائے گا؟ واللہ اعلم بالصواب

} قولہ: مولوی عبدالحق غزنوی کہتے ہیں: اور زمین پر ایسا تیز چلے گا جیسا بادل کہ جس کے پیچھے ہوا ہو۔ پوری پوری احادیث کے بیان کے واسطے بڑا دفتر چاہیے۔

میں (محمد احسن امروہی) کہتا ہوں کہ اس میں کیا استبعاد ہے۔ ریل گاڑی موجود ہوگئی ہے..الخ۔ چند عرصہ میں تمام دنیا میں پھیل جاوے گی..الخ

{ اقول: یہ عجیب جواب ہے یہ کیفیت تو اس دجال کی ہے جو نزول عیسیٰؑ سے پہلے خروج

کرے گا۔ تو اب ریل کا ہونا یا آئندہ کو پھیلنا آپ کے کیا مفید ہے؟ غایۃ مافی الباب، یہی ریل دجال کے واسطے راحلہ ہو جاوے جب خروج کرے پھر عیسیٰ نزول فرماویں گے مگر تمہارے مسیح تو دجال سے پہلے ہی ریل پر سوار ہونے لگے۔

} قولہ: افسوس ہے کہ پہلے قرنوں میں جو پیش گوئی حضرت کی واقع ہوتی تھی سلف صالح اس واقع کو اس کا مصداق قرار دیتے تھے۔ حضرت خدیجہ فرماتی ہیں:

لیکو ن منه الشئی قد نسیته فاراه فاذکره کما یذکر الرّجل وجه الرّجل اذا غا ب عنه ثم اذا رأه عرفه ۔ متفق علیه ۔

اب یہ حال ہے کہ جو پیشین گوئی مخبر صادق کی ہو بہو واقع ہو جاتی ہے اور کوئی شخص مؤید من اللہ اسکی تصدیق کے درپئے ہوتا ہے، تو علماء زمن اسکی تکذیب کرتے رہتے ہیں۔

{ اقول: افسوس صد افسوس ہے کہ پہلے قرنوں میں جب کوئی واقعہ پیش گوئی کے موافق ظہور میں آتا تھا تو سلف صالح اس پیشین گوئی کا مصداق سمجھ لیتے تھے اور جب تک وہ واقعہ فرمان نبوی کے ہو بہو واقع نہ ہو، ہرگز اس کو مصداق بنانے کے لئے فرمان نبوی میں تحریف باطل اور تاویل بے جا سے کام نہیں لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ کا قول اس پر دال ہے کہ جیسے کوئی آدمی کسی آدمی پہچانے ہوئے کو خیال سے اترنے کے بعد دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے بسبب پوری موافقت کے کہ اس آدمی کو اس صورت حاصلہ کے ساتھ ہوتی ہے، ایسے ہی فرمان نبوی سے کہ ایک صورت و کیفیت مفہوم ہوتی تھی، اس کے موافق جب کوئی واقعہ دیکھتے تھے تو مان لیتے تھے کہ یہ وہی ہے جو ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا۔ مگر اس وقت میں یہ حال ہے کہ اگر کوئی دجل پیشہ، تلبیس شیوہ واسطے تخلیط باطل اور خلل اندازی کے ہدایت نبوی میں ان کی تصریحات میں تاویل فاسد و تحریف کرنے لگتا ہے، تو اسکے بھی لوگ پیرو ہونے لگتے ہیں بلکہ اس کی تائید میں دل و جان سے حاضر ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ تو نصوص نبویہ کے ساتھ استہزاء ہے۔

} قولہ: ادھر تو علماء نے مذہب ظاہر پرستی اختیار کر لیا ہے اور ادھر مخالفین اسلام نے اپنی عقل ناقص کی پرستش۔ نہ کسی مذہب کے پابند ہیں نہ کسی کتاب کے پیرو۔ مخالفین تو ایسی پیشگوئیوں کو کیوں تسلیم کرنے لگے لیکن موافقین بھی نہ مانیں گے جب تک کہ ایسا گدھا حقیقی نہ پیدا ہو۔ الخ

{ اقول: اگر ظاہر پرستی کے معنی سوائے اتباع قرآن و حدیث کے کوئی اور مراد رکھے ہیں تو یہ تمہارا افتراء ہے علماء پر۔ اور اگر ظاہر پرستی سے یہی مراد ہے کہ جو قرآن و حدیث کی نص ظاہر

مقتضی ہوتی ہے اس پر عمل و ایمان رکھتے ہیں تو بے شک یہ ہمارا عین ایمان اور اسلام کی یہی بات ہے۔ اور جو اس پر طعن کرے اور اس سے منکر ہو، وہ خارج عن ربقۃ الاسلام ہے۔ یہ بھی ایک آسمانی نشانی ہے کہ تمہاری یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ جو باتیں عین ایمان تھیں ان پر طعن کرنے لگے، اور جس پر اسلام کی بنا ہے اس کو برائی سے یاد کرنے لگے۔ تصریحات شرعیہ پر اعتقاد رکھنے کو بیوقوفی ٹھہرایا۔ کیا جو مخالفین اسلام کی صفت بیان کرتے ہو اس کو آپ نے اور آپ کے ہم خیالوں نے اب اختیار نہیں کرلیا؟ کیا اپنی عقل ناقص سے کتاب وسنت کی بات کو نہیں رد کرنے لگے؟ کیا قرآن وحدیث کی تفصیلی باتوں کو محض عقلیات سے مردود نہیں ٹھہراتے کہ وہ عقلیات بھی خلاف عقل ہیں۔ انکا عقلیات سے نامزد کرنا ٹھیک نہیں بلکہ ان کا نام تو ہوائے شیطانی مناسب ہے۔ کیا تمہارے پیر جی جب مناظرہ میں کسی قاعدہ ادبی یا اصولی سے قائل کئے جاتے ہیں تو یہ نہیں کہہ دیتے کہ ہم اس کو نہیں مانتے۔ کیا یہ قاعدے کچھ گھر کی گھڑنت ہیں۔ پھر نہ کسی مذہب کے پابند نہ کسی کتاب کے پیرو ہوئے کہ نہیں۔ یہ باتیں جو میں نے لکھیں کچھ جھوٹ نہیں۔ اگر کوئی صاحب اس کا ثبوت مانگیں تو میں انشاء اللہ بحوالہ صفحہ وسطر ان لوگوں کی تحریرات دے سکتا ہوں۔

} قولہ: بے شک اللہ کو سب قدرت ہے آمنّا باللّٰہ انّہ علی کلّ شئی قدیر

{ اقول: تو پھر کیوں تاویلات باردہ و توجیہات فاسدہ سے نصوص شرعیہ بگاڑتے ہو۔ بے شک اللہ تعالی اپنے نبی ﷺ کو سچا کرے گا۔

} قولہ: مگر گزارش یہ ہے کہ ایسے کھلے کھلے نشان جب کسی نبی صادق کو بھی نہیں دیئے گئے تو دجال کو جو رسالت کا دعوی کاذب کریگا کیونکر دیئے جاویں گے۔ اور اگر دیئے جاویں تو نعوذ باللہ اس کا گدھا ناقۃ اللّٰہ سے بھی بڑھ گیا اور تخت سلیمان بھی اس کے روبرو ناچیز رہا، حالانکہ حضرت سلیمانؑ کی یہ دعا مقبول ہو چکی ہے:

وھب لی ملکاً لا ینبغی لاحدٍ من بعدی۔

ایّھا النّاس! یہ سب استعارات ہیں جیسے کہ شواہد میں مذکور ہو چکا ہے۔

{ اقول: واضح رہے کہ بعض خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ نے دجال کے وجود کا انکار کیا اور بعضے ان میں جو دجال کے قائل ہوئے تو کہنے لگے کہ یہ اوصاف اس کے، جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں، یہ خیالی باتیں ہیں حقیقۃً مراد نہیں۔ اور وجہ اس کی یہ بیان کی کہ اگر خوارق واقع میں ہوں تو پھر انبیاء کے معجزات پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہے۔ اور نبوۃ حقہ اور دعوی نبوۃ باطلہ میں تمیز کیسے ہو

گی۔ تو وہی اعتراض امروہی صاحب بھی لائے ہیں، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی حکمت سے عنوان بدل کر ظاہر کیا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اگر غرض یہ ہے کہ بغیر دعوی نبوت کے بھی خوارق عادات منع ہیں، تو یہ دعوی باطل ہے اور بہ بداہت یہ مقولہ فاسد ہے، کیونکہ دیکھو عمل سفلی والے کیا کچھ کر دکھاتے ہیں اور کیسی سچی خبریں ایک لمحہ میں دور دور کی بتا دیتے ہیں۔ یہ نظر بند نہیں نظر بند دوسرے ہوتے ہیں۔ اور جادوگر اور ایسے ہی کفار جو ریاضت کرتے ہیں کیسے خوارق دکھاتے ہیں کہ معجزات انبیاء سے کم نظر نہیں آتے۔ مگر یہاں دعوی نبوت نہیں۔ پس کچھ التباس اور باعث حرج نہیں۔ اور اگر یہ غرض ہے کہ حالت دعوی نبوت کاذبہ میں یہ خوارق منع ہیں تو آپ کو اس کا ثبوت دینا چاہیے کہ دجال سے یہ خوارق عادت حالت دعوی نبوت میں سرزد ہوں گے، تب یہ مدعا ثابت ہوگا۔

ہر چند بعض روایات سے، کہ جو متکلم فیہا بھی ہیں، یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلے دعوی نبوت بھی کرے گا پھر الوہیت۔ مگر یہ کسی میں نہیں پایا گیا کہ یہ خوارق دعوی نبوت میں سرزد ہوں۔ بلکہ صحاح احادیث سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے انّه اعور و انّ اللّٰه لیس باعور

اور بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے:

الا انّه اعور انّ ربکم لیس باعور۔ انّ بین عینیه مکتوب کافر۔

اور بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے:

انّ اللّٰه لا یخفی علیکم انّ اللّٰه تعالی لیس باعور انّ المسیح الدّجّال اعور عین الیمنی۔

اور سنن ابو داؤد کی روایت میں ہے:

فان البِس علیکم فاعلموا انّ ربکم لیس باعور

غرض یہ کہ فرما دیا کہ اگر اس کے خوارق دیکھ کر دھوکا پڑے تو طریقہ تمیز کا یہ ہے کہ وہ تو آنکھ کا عیب دار ہوگا، اور اللہ تعالی عیب سے پاک ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ الوہیت کے دعوی میں خوارق دکھائے گا جس کے واسطے ہمارے نبی ﷺ نے تصریح فرما دی کہ اس کے خوارق پر نہ جانا، ایک ظاہری عیب اس کی الوہیت کو مانع ہے۔ اگر دعوی نبوت میں دکھاتا کہ موجب التباس ہو تو نبی الرحمۃ ﷺ اس کا بھی جواب تعلیم فرما دیتے۔ اسی جواب پر اقتصار سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ

خوارق اس کے دعوی الوہیت میں ظاہر ہوں گے، نہ دعوی نبوۃ میں ۔

اگر اس سے زیادہ تفصیل چاہو تو صحیح مسلم کی حدیث طویل جو بروایت ابوسعید خدری کے ہے جس میں دجال کے لوگ ایک شخص سے کہیں گے کہ تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا ؟ اور دجال اسی مسلمان کو چیرے گا۔ دیکھو ابن ماجہ میں ہے: و انّ من فتنته ان یقول للاعرابی أرأیت ان بعثت لک اباک و امّک و ان تشهد انی ربّک ۔

حاصل یہ کہ یہ روایات قرینہ ہیں اس بات پر کہ یہ خوارق دعوی الوہیت میں دکھائے گا، نہ دعوی نبوت میں ۔ اور جس کو اس کا دعوی ہو کہ دعوی نبوت میں دکھائے گا تو اس پر اس کا بار ثبوت ہے۔ اور دعوی الوہیت میں یہ خوارق کچھ مضر اور موجب التباس نہیں کیونکہ جب اپنے میں ایسے ظاہر عیوب ونقصان ہیں تو چاہے کتنے خوارق دکھائے، اللہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جو اپنے کو چنگا نہ کرسکا وہ الہ کیسا؟ پس یہ اعتراض بعض خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ اوران کے پیرو محمد احسن صاحب اوران کے ہم مذہبوں کا بے کار ہو گیا ۔

اور یہ جو کہا کہ جب کسی نبی صادق کو نہیں دیئے گئے، تو دجال کو کیوں دیئے جاوینگے؟ تو اس پر کوئی دلیل نہ بیان کی۔ اس کے منع پر وہی دلیل تھی جو پہلے ہم دوسرے فرق باطلہ سے نقل کر کے بحمد اللہ جواب شافی دے چکے۔

اور حضرت سلیمانؑ کی دعا کا ذکر کیا تو سلیمانؑ کے ملک سے اور اس سے کیا نسبت ہے؟ ذراسی بات ہے کہ وہ جہاں چاہتے تھے ہوا ان کو لے کر پہنچتی تھی۔ دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہے فسخّرنا له الرّیح تجری بامره رخاء حیث اصاب ۔ اور مسیح دجال بہتیرا مریں گے کہ مکہ مدینہ میں جاوے ہرگز نہ جاسکے گا دیکھو متفق علیہ حدیث میں ہے:

یاتی الدّجّال و هو محرم علیه ان یّدخل نقاب المدینة

اور دوسری متفق علیہ روایت میں ہے: یاتی المسیح من قبل المشرق همته المدینه حتی ینزل دبر احدٍ ثم تصرف الملائکة وجهه ۔

اور بخاری کی روایت میں ہے: لا یدخل المدینة رعب المسیح الدّجال لها یومئذ سبعة ابواب علی کل باب ملکان ۔

اور مسلم کی روایت میں ہے: دجال نے خود کہا :فلا ادع قریة الّا اهبطها فی اربعین لیلة غیر مکه و طیبه هما محرمتان علیّ کلما اردت ان ادخل واحداً

منهما استقبلنی ملک بیده السیف صلتاً ۔ الخ

پس حضرت سلیمانؑ سے اوراس سے کیا نسبت ہے؟

دوسرے ان کے شیاطین اور جن سب تابع تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و الشّیا طین کلّ بناء و غوّاص و آ خر ین مقرّ نین فی ا لا صفاد ۔

پھر دیکھوان کے واسطے اللہ فرماتا ہے هذا عطاء نا فامنن او امسک بغیر حسا ب ۔ بھلا دجال کواس سے کیا نسبت ہے۔ پھر سلیمانؑ کی مقبول دعا کا کیا خلاف لازم آیا۔

ایّھا النّاس! یہ بات واضح ہوگئی کہ جس قدر نصوص کہ در بارہ نزول عیسیٰؑ کے وارد ہیں اور جتنی تصریحات نبویہ مسیح دجال کے باب میں آئی ہیں، سب اپنی حقیقت پر ہیں اور سب سے مراد وہی معنی ہیں کہ جن پر وہ صریحۃ الدلالۃ اور بیّن المراد ہیں، نہ کوئی مجاز ہے نہ کوئی استعارہ۔ اس میں بلا وجہ مجاز ماننا بالکل تحریف اور موجب الحاد ہے جیسا شواہد میں بالتفصیل گزر چکا۔ چونکہ ہمارا مقصد اسی بات کو ثابت کرنا تھا تو یہ بحمد اللہ خوب ثابت ہوگئی۔ لہذا اب جو آگے تاویل لیلۃ القدر کی (کہ جو انکے پیر نے کی ہے) بیان کی اس میں بحث کر کے کلام کو طول دینا مناسب نہ سمجھا۔

شرائط مباہلہ

} قولہ ۔ اس شخص (عبدالحق غزنوی) کو مسئلہ مباہلہ بھی معلوم نہیں کہ مباہلہ کس وقت میں ہونا چاہیے اور کیا کیا شرائط اس کے کتاب وسنت میں آئے ہیں لہذا واسطے آگاہی مسلمانوں کے وہ شرائط تفسیر فتح البیان سے لکھے جاتے ہیں:

قال فی الجمل وقع البحث عند شیخنا العلامۃ الدوا نی قدس سرّہ فی جواز المباھلۃ بعد النّبیّ ﷺ فکتب رسالۃ فی شروطھا المستنبطۃ من الکتا ب و السنۃ و الآثار و کلام ا لآئمۃ و حاصل کلامہ فیھا انّھا لا یجوز الّا فی امر مھم شرعاً وقع فیہ اشتباہ و عناد ولا میسر رفعہ ا لّا بالمباھلۃ فیشترط کونھا بعد اقامۃ الحجّۃ و السّعی فی ازالۃ الشّبھۃ و تقدیم النّصح و الانذار ۔ الخ

اگر کوئی شخص کہے کہ مرزا صاحب نے خود مولوی اسماعیل ساکن علی گڈھ کو واسطے مباہلہ

کے رسالہ فتح اسلام میں طلب کیا ہے ..الخ

تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب سے اولاً گفتگو زبانی اور بالمواجہ بمقام علی گڈھ مولوی اسماعیل سے ہو چکی ہے اور مرزا صاحب ان کے اعتراض کا جواب شافی دے چکے ہیں ومعہذا مولوی اسماعیل صاحب نے مرزا صاحب پر یہ افتراء کیا کہ ان کے یہاں آلات رصد اور نجوم کے موجود ہیں اس کے ذریعہ سے یہ اخبارات بیان کرتے ہیں۔ الخ .. تب مرزا صاحب نے بعد ایک مدت کے مجبور ہو کر درخواست مباہلہ کی ہے۔اب تم غور کرو کہ درخواست مرزا صاحب در بارہ مباہلہ مولوی اسماعیل سے کیسی مطابق شرائط ہوئی کہ اس میں ایک شرط بھی فوت ہونے نہیں پائی۔ بخلاف درخواست مباہلہ مولوی عبدالحق کی کہ اس میں ایک شرط مباہلہ بھی نہیں پائی جاتی، بلکہ خلاف سنت ہے۔اسی واسطے مرزا صاحب بار بار اصرار فرماتے ہیں کہ اولاً ایک جلسہ علماء کا منعقد ہو..الخ۔

مرزا صاحب نے یہ اشتہار بھی دیا ہے کہ جب تک تیسرا رسالہ ازالہ اوہام طبع ہو کر شائع نہ ہولے، تب تک کوئی صاحب علم مخالفانہ تحریر نہ کریں..الی آخر القول۔

{ اقول: واضح رہے کہ مرزا نے جو مولوی اسماعیل علی گڈھی سے درخواست مباہلہ کی تھی تو اسی بات پر کہ انہوں نے بہ نقل ایک ثقہ کے یہ کہا کہ مرزا صاحب کے پاس آلات نجوم ہیں وہ انکے ذریعہ سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ خود مرزا صاحب اپنے رسالہ فتح اسلام کے حاشیہ صفحہ ۳۷ میں مولوی صاحب موصوف کے اس قول کے جواب میں (سید احمد عرب جن کو میں ثقہ جانتا ہوں وہ مجھ سے بلا واسطہ بیان کرتے تھے کہ میں نے دوماہ تک ان کے پاس، یعنی مرزا قادیانی کے پاس،ان کے معتقدین خاص کے زمرہ میں رہ کر بنظر تجسس وامتحان ہریک وقت خاص پر حاضر رہ کر جانچا تو معلوم ہوا کہ درحقیقت انکے پاس آلات نجوم ہیں وہ ان سے کام لیتے ہیں) لکھتے ہیں:اقول تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین۔میری طرف سے درحقیقت یہی جواب ہے۔الخ۔

واضح رہے کہ چونکہ محمد احسن امروہی نے اس جگہ مولوی اسماعیل علی گڈھی کے ساتھ مرزا کی گفتگو اور مغلوب ہونے کا ذکر کیا تو مجھ کو ضرور ہوا کہ پہلے اس کی واقعی کیفیت سے مطلع ہو کر قول امروہی پر بحث کروں، تو میں نے مولوی اسماعیل علی گڈھی کو لکھا کہ آپ کے ساتھ جو کچھ گفتگو مرزا صاحب قادیانی نے کی،واقعی طور پر کل سے مطلع فرمائیں۔تو مولوی اسماعیل نے کہ کسی دوسرے کے نامزد کر کے بیان بقصد طبع تیار کر کے رکھے تھے میرے خط کے پہنچتے ہی مجھ کو روانہ کر دیئے۔

چونکہ وہ بیان بہت طویل ہے کیونکہ سب اول سے آخر تک مرزا صاحب کے علی گڈھ میں آنے کا انہوں نے تفصیلی بیان کیا ہے، لہذا میں اس میں سے کچھ لکھتا ہوں اور انہیں الفاظ کے ساتھ بعینہ نقل کرتا ہوں۔ کوئی حرف اپنی طرف سے زائد نہ کرونگا اور نیز کسی بیان کو شروع کر کے ناقص نہ کرونگا۔ چونکہ تہذیب اس کی غیر کی جانب سے کی ہے لہذا ہر جگہ مولوی اسماعیل صاحب بصیغہ غائب مذکور ہیں۔ تو کیفیت تشریف آوری مرزا صاحب کی علی گڈھ میں لکھ کر لکھتے ہیں: (یہ کیفیت ہم نے جلد ہذا کے آغاز میں مباحثہ علی گڈھ کے زیر عنوان نقل کردی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائی جائے۔ بہاء)

جب مرزا کے قیام علی گڈھ کی روداد ہدیہ ناظرین ہو چکی تو میں کہتا ہوں کہ محمد احسن امروہی کا یہ کہنا کہ درخواست مرزا صاحب در بارہ مباہلہ مولوی اسماعیل سے کیسے مطابق شرائط ہوئی کہ اس میں ایک شرط بھی فوت نہ ہوئی، بخلاف درخواست مباہلہ عبدالحق غزنوی کے کہ اس میں ایک شرط مباہلہ بھی نہیں پائی جاتی، بالکل غلط ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے:

اول تو یہ شرائط جو فتح البیان سے نقل کیں، ہم لوگ اہل حدیث پر حجت نہیں۔ خود ہی تصریح کر دی ہے کہ کتاب وسنت وآثار واقوال سب ہی لکھے گئے ہیں پھر ہم پر کیا الزام۔ آپ کوئی شرائط کتاب وسنت سے ثابت کر کے مخالفت ان کی جتاتے تو خیر الزام تھا۔

دوسرے بتقدیر تسلیم ہم کہتے ہیں کہ درخواست مباہلہ مرزا کی بالکل ان شرائط کے مخالف ہے، اور مولوی عبدالحق غزنوی کی بالکل موافق۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان شرائط میں کی پہلی شرط یہ ہے لا تجوز الّا فی امر مہمّ شرعاً۔ تو مرزا جی نے اس بات پر درخواست مباہلہ کی کہ میرے الہامات آلات نجوم کے ذریعہ سے نہیں۔ بھلا یہ کون سی مہمات شرع میں سے ہے۔ مہمات سے ہونا دوسری بات ہے، شرع ہونا ثابت کرو۔ یہ کون سی مہمات دین سے ہے کہ مرزا صاحب کی یہ کاروائیاں آلات نجوم کے ذریعہ سے نہیں۔ اگر کہو کہ اس سے یہ لازم آئے گا اور وہ لازم آئے گا، تو ایسے تو جس بات کو چاہو کیسی چھوٹی ہو، کفر تک نوبت پہنچا دو۔ وہاں ایک بات کہو گے کہ ان کو تو مسیح موعود بننا ہے اگر ایسا نہ کریں تو جڑ ہی اکھڑ جائے، تو ہم کہیں گے کیا خوب؟ اصل مطلب پر تو درخواست مباہلہ خلاف شرائط ٹھہرائی جاوے اور اس کی لین ڈوری پر موافق۔

درخواست مباہلہ مولوی عبدالحق کو دیکھو کیسی امر مہم شرعی پر ہے کہ جس کے انقلاب سے ایک تختہ دین کا انقلاب ہے۔ اس مسئلہ کا امر مہم شرعی ہونا تو اظہر من الشّمس ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ درخواست مباہلہ مولوی عبدالحق کی اس شرط کے موافق ہے اور درخواست مرزا کی مخالف۔

ایسے ہی وقع فیه اشتباه و عناد درخواست مرزا میں امر مبہم شرعاً ہے ہی نہیں تو پھر اس کی یہ صفت اور قید کجا؟ جب مطلق کا عدم ہے، تو مقید کا وجود کیسے ہوگا؟ اور مرزا جی کے اس دعوی میں جس پر درخواست مولوی غزنوی نے کی ہے جو کچھ عوام میں اشتباہ وعناد واقع ہوا، وہ ظاہر ہے۔ پس اس کے بھی مخالف ہونا مرزا کا اور موافق ہونا مولوی عبدالحق غزنوی کا ظاہر ہوگیا۔

اور ان میں کی ایک شرط یہ ہے فلا میسّر رفعه الّا بالمباهلة۔ تو درخواست مرزا قادیانی کی بالکل اس کے مخالف ہے کیونکہ وہ ایسی بات پر نہیں کہ بغیر مباہلہ کے اس کا رفع نہ ہو سکے۔ دیکھو مرزا جی خود لکھتے ہیں:

اور جب کہ میں ابھی تک زندہ موجود ہوں اس حالت میں مولوی صاحب دو ماہ تک آپ ہی رہ کر دیکھ لیں کسی دوسرے عربی عجمی کے توسط کی کیا ضرورت ہے۔ (فتح اسلام۔ص ۲۳ حاشیہ)

یہ تو ایسی بات ہے کہ جس میں چنداں مناظرہ ومباحثہ کی بھی ضرورت نہیں مشاہدات سے ہی دیکھ لینے سے سب عدم و جود کھل سکتا ہے، مباہلہ کو اس سے کیا تعلق ہے۔ اور درخواست مولوی عبدالحق غزنوی کی ایسے امر میں ہے کہ بلاشبہ اس کا رفع ہونا پورے طور پر بغیر مباہلہ کے متصور نہیں کیونکہ جو خدائے قہار و جبار سے ایسے نصوص بیّن الدلالة میں تحریف کرنے سے نہ ڈرے اور شرم نہ آئے، تو مناظرہ ومباحثہ کیا اس کو نفع دے گا۔ چنانچہ ابھی عرصہ تقریباً پندرہ بیس روز کا ہوا کہ دہلی میں مناظرہ کے اندر عالم ربانی جناب مولانا مولوی محمد بشیر سہسوانی سے واقع ہوا۔ بجز گریز کے اور کچھ نہ سوجھا اور مناظرہ کے بیچ سے باوجود کیسے عہد و پیمان اور کن کن شرائط کے چل دیئے کہ جس سے شان مسیحیت کا تو کیا ذکر ہے شان مومنیت کو بھی بٹا لگ گیا۔ پھر کیا مناظرہ مفید ہوا اور کون سا اس سے کام نکلا؟ اگر مباہلہ کرتے تو اب تک فیصلہ ہو چکتا اور عوام وخواص سب پر حق کھل جاتا اور اس بات کو مولوی عبدالحق غزنوی خود بھی اشتہار درخواست مباہلہ ثانی میں لکھتے ہیں جو مطبوعہ ۱۷ شعبان ۱۳۰۸ھ ہے:

اور میرا مطلب یہ ہے کہ جھگڑا طے ہو جائے اور حق، باطل سے جدا ہو کیونکہ تحریر کا سلسلہ تو منقطع نہیں ہو سکتا۔ قلم دوات کاغذ روشنائی بہت ہے اور ملک آزادی کا ہے جس کا جو جی چاہے بک سکتا ہے۔ خصوصاً جس کو خدا کا خوف اور آنکھوں میں حیا کی بو نہ ہو وہ ایک جہان کو درہم برہم سکتا ہے انتہی۔

تو ظاہر ہو گیا کہ درخواست مرزا قادیانی اس شرط کے بھی بالکل مخالف ہے اور

درخواست مولوی عبدالحق غزنوی کی بالکل موافق۔

اوران میں سے ایک شرط یہ ہے فیشترط کونہا بعد اقامۃ الحجّۃ ۔اول تو اقامت حجۃ مثبت اور مدعی پر ہوا کرتی ہے اور مولوی عبدالحق غزنوی نافی ہیں، چنانچہ ان کے اشتہار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ درخواست اس پر ہے کہ مرزا صاحب، مسیح موعودنہیں اور بادی النظر میں مرزاصاحب بھی اپنی درخواست میں نافی ہیں۔ پس یہ شرط خارج از بحث ہے۔ پس اس سے مولوی عبدالحق صاحب کے اوپر کچھ الزام نہیں۔

دوسرے اگر اقامۃ حجۃ کے یہ معنی ہیں کہ کوئی مجلس مناظرہ کی منعقد کرنا ضروری ہے اور تحریریں جانبین کی سنائی جائیں۔تو اول تو اقامت حجت کے یہی معنی نہیں ہیں۔ دوسرے مرزا نے مولوی اسماعیل علی گڈھی سے جس بات پر درخواست مباہلہ کی اس میں کب مناظرہ کیا اور وہ جو دوایک بات ہوئیں (جس کو ہم اوپر مفصلاً لکھ چکے ہیں) تو وہ نفس غیرزبان میں الہام ہونے پر تھیں۔ کچھ آلات نجوم یا خاص مرزا کے ملہم ہونے پر بحث نہ تھی۔ایسے تو مولوی عبدالحق بھی مرزا قادیانی سے توہین انبیاء کے بارہ میں گفتگو کر چکے تھے، چنانچہ ان کے اشتہار ثانی میں مذکور ہے۔تو مرزا جی اس شرط کے خلاف میں پہلے ہی سبقت کر چکے تو پھر مولوی عبدالحق پر کیا الزام ہے؟

اوراگراقامت حجت سے یہ غرض ہے کہ اپنی حجت بیان کر دے اور دلیل کو قائم کر دے تو مولوی عبدالحق نے اپنی حجت حدیث صحیحین اور دیگر حدیث مسلم سے جوصحیح الثبوت قطعی الدلالۃ ہیں، ثابت کردی۔ پس تب بھی ان کے ذمہ کچھ الزام نہ رہا اور شرط فوت نہ ہونے پائی۔

تیسرے مخفی نہیں کہ مرزا صاحب نے جو درخواست مباہلہ کی، کی تھی تو اس سے محض نفی مراد نہ تھی کہ آلات نجوم کے ذریعہ سے کاروائی نہیں، بلکہ غرض یہ تھی کہ واقعی الہام ہے کہ آلات نجوم کے ذریعہ سے نہیں۔ اور جو مولوی عبدالحق غزنوی نے درخواست مباہلہ کی تو وہ محض نفی اس بات کی ہے کہ مرزا مسیح موعودنہیں، نہ اثبات کسی شیئ پر۔ کیونکہ اثبات نفس اتیان مسیح کا بھی تو درحقیقت مرزا ہی کے ذمہ ہے۔اس واسطے کہ بغیراس کے اس کا مقصد دلی اور غرض اصلی ثابت نہیں ہوسکتی ۔ پس مولوی عبدالحق غزنوی کو تو محض نفی مفید مطلب ہے۔اور مرزا جی کومولوی اسماعیل علی گڈھی کے مقابلہ میں محض نفی مضر مطلب اور معدم غرض ٹھہرے گی۔ پس ان کونفی شیئ مع اثبات شئی دیگر کرنا ضرور ہے۔لہذا مرزا قادیانی پر بار ثبوت ہوا اور اقامت حجت ضرور پڑی، بخلاف مولوی عبدالحق کہ وہ محض نافی ہیں۔ان پر اقامت حجت نہیں، باوجوداس کے انہوں نے حجت قائم کردی۔

اور اگر مان بھی لیں کہ مولوی عبدالحق پر بھی بار ثبوت ہے، تب بھی انہوں نے اپنی حجت قائم کر دی۔ اور مرزا جی نے، جس کا ان پر بار ثبوت تھا، اس پر کوئی حجت قائم نہیں کی۔ پس اس شرط کے بھی مرزا مخالف رہے اور مولوی عبدالحق موافق۔ فافهم فانّه عجیب..

اور ان شرائط میں سے یہ بھی ہے و السّعی فی ازالة الشّبهة و تقدیم النّصح و الانذار .. الخ۔ اس پر بھی مرزا صاحب نے عمل نہ کیا اور مولوی عبدالحق غزنوی نے کلمات نصائح اور اشعار اور الہامات کے ساتھ سبھی طور سے کہہ سنایا کہ پھر بھی اگر نہ مانو تو مباہلہ کے واسطے آموجود ہو۔ چنانچہ انکا اشتہار اس سے بھرا ہوا ہے جس کو منظور ہو دیکھ لے۔

اب ناظرین کو خوب معلوم ہو گیا ہو گا کہ درخواست مرزا قادیانی کی شرائط مسلّمہ محمد احسن امروہی کے کیسی مخالف ہے اور خلاف سنت، اور درخواست مولوی عبدالحق غزنوی کی بالکل موافق اور مطابق سنت۔

اور ازالہ اوہام کا تو خالی بہانہ تھا۔ آخر دیکھو جب شائع ہوا تو اس سے کیا ہوا؟ سوا اس کے کہ الحادیات اور زائد شائع ہوئیں۔ ناظرین خود غور فرماویں کہ اگر مرزا ایسے دعوی میں سچے ہوتے تو ہرگز اعراض نہ کرتے کیونکہ مباہلہ کے برابر نہ کسی تقریر میں نفع متصور ہے نہ تحریر میں۔ مگر گھر ہی کے شیر ہیں میدان میں آویں تو حقیقت کھلے۔

} قولہ: البتہ گمراہ وہی ہے جو کوئی درخواست مباہلہ خلاف کتاب وسنت کے کرتا ہے اور مسلمانوں کو تیر لعنت کا نشانہ بنانا چاہتا ہے..

{ اقول: بے شک جیسے آپ کے پیر اور ان کے ہم خیال کہ خلاف کتاب وسنت کے درخواست مباہلہ کر کے مسلمانوں کو تیر لعنت کا نشانہ بنانا چاہا۔ چنانچہ آپ کے مسلمات کے موافق ہم نے ثابت کر دکھایا۔ واللہ اعلم۔

} قولہ: حسب اشتہار مرزا صاحب کے کیوں نہیں ایک جلسہ علماء کا منعقد کیا جاتا.. (الی قولہ)... مسلمانوں کو خلاف کتاب وسنت تیر ملامت ولعنت کا نشانہ بنانا رافض کا کام ہے

{ اقول: دہلی میں جب جلسہ علماء کا منعقد ہوا، تو مناظرہ کے اندر سے کیوں شرائط توڑ کر چل دیئے۔ اپنی شرائط کے موافق کیوں نہ بحث کی؟ نہ مباہلہ کیلئے مضبوط، نہ بحث میں قائم تو پھر مسلمانوں کو کیوں بہکاتے ہو۔ مسلمانوں کو سیدھی راہ سے بھٹکانا شیطانوں دجالوں کا کام ہے۔

} قولہ: آگے رہی یہ بات کہ صحابہ کرام بھی ان احادیث کا وہی مطلب سمجھے ہوئے تھے جو

یوم الاثنین ۲۶ جمادی الآخر ۱۳۰۸ھ تک آپ لوگوں کے خیال میں ہے۔سو:
اولاً ثبوت اس کا آپ کے ذمہ ہے بہ نقل صحیح تمام صحابہ سے ثابت کیجئے کہ سب نے نزول عیسیٰ ہی کی نسبت یہ کہا ینزل بوجود عنصری من السّماء الخ۔
اور ثانیاً یہ عرض ہے کہ قبل از وقوع ہر ایک پیش گوئی کی ماہیت ...الخ

{ اقول: حدیث کا مطلب سمجھنا فرع ہے نفس حدیث معلوم ہونے کی۔پس کل صحابہ سے اس حدیث کا یہی مطلب، جو اہل السنۃ والجماعت سمجھے ہوئے ہیں، ثابت کرنا ضرور نہیں بلکہ بروقت مطالبہ کے انہیں سے ثابت کردینا کافی ہوگا جن سے اس نفس احادیث کے علم کا ثبوت ہے۔ تو مخفی نہ رہے کہ جو مطلب ایسا ہے کہ جس پر لفظ حدیث صریح الدلالۃ ہیں اور احتمال دوسرے معنی صحیح کا نہیں، پھر اہل زبان کی طرف بغیر ان کے خلاف تصریح کے یہ کیونکر گمان ہوسکتا ہے کہ وہ ایسے صریح معنی کو چھوڑ کر ایسا مطلب سمجھے ہوں جو کوئی اہل زبان و غیر اہل زبان ان لفظوں سے اس مطلب کو نہیں نکال سکتا۔اور کوئی اہل علم قواعد سے کہ جو محاورہ اہل زبان کے مبیّن ہیں، اس مطلب کو ان الفاظ کے ساتھ چسپیدہ نہیں کرسکتا۔اگر اس پر بھی نہ سمجھو تو کتب حدیث میں آثار صحابہ دیکھ کر تسکین حاصل کرلو۔چنانچہ انہیں آثار میں سے ابو ہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کے آثار کی طرف شوکانی نے بھی اشارہ کیا ہے۔اور حافظ ابن کثیر نے بھی بہت سے صحابہ اور تابعین سے آثار نقل کئے ہیں اور بعضوں کے نام لے کر چھوڑ دیئے۔ چنانچہ ان میں سے ابن عباسؓ، اور ابو ہریرہؓ اور قتادہ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہیں وغیرھم اور حسن بصری کا یہ قول ذکر کیا:

و اللّٰہ انّہ لحیّ الآن و لکن اذا نزل امنوا بہ اجمعون۔

اور ایسے ہی حافظ ابن حجر نے بھی ذکر کیا۔ان کے اقوال نہ سہی، تو رسول اللہ ﷺ نے کیسا صاف فرمادیا:

الانبیاء اخوۃ العلات امّھاتھم شتّی و دینھم واحد و انا اولی النّاس بعیسی بن مریم فانّہ لم یکن بینہ و بینی نبیّ و انّہ نازل۔

اور ایسے ہی خود حضرت عیسیٰ نے بھی اپنے نزول کو شب معراج میں رسول اللہ ﷺ سے کہا (جیسا کہ حدیث میں ہے جو اوپر لکھ چکا ہوں) پھر اب کیا شک رہ گیا؟ رہے یہ لفظ ینزل بوجود عنصری ..الخ۔تو یہ جہالت آمیز لفظ وہ اہل لسان نہیں استعمال میں لاتے تھے۔اور جو کہ ثانیاً عرض ہے اس کی تحقیق بحمداللہ اوپر گزر چکی۔فتذکر

} قولہ: ترجمے میں شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں ..الخ

{ اقول: یہ فائدہ شاہ صاحب نے تحت اس آیت کریمہ و ما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبیّ الّا اذا تمنی القی الشّیطان فی امنیّته کے لکھا ہے۔آیت سے مطابق کر کے دیکھو ہرگز مفید مطلب نہ پاؤ گے۔

} قولہ: قبل از وقوع پیشگوئی کے صحابہ کرام سے لیکر آج تک سب لوگ مکلّف اس امر کے ہیں کہ ظاہر پر ایمان لائیں اور تاویل اس کی حوالہ علم الٰہی کریں۔اور جب پیش گوئی کسی طرح پر واقع ہو، بشرطیکہ تاویل صحیح سے ہو نہ تاویل فاسد سے، تو اس کی تصدیق کریں، نہ تکذیب۔الخ۔

{ اقول: پھر آپ نے کیوں وقوع اس پیش گوئی کا تسلیم کرلیا۔ یہاں تو تاویل فاسد کیا صریح تحریف ہے۔ چنانچہ یہ بات اہل علم کے نزدیک بہت ظاہر ہے اور اس عاجز کی بھی تحریر سے خوب واضح ہوگیا۔

اور یہ جو حدیث منام رسول اللہ ﷺ کی لکھی تو اس میں ہم نے کوئی بات آپ کے مفید مطلب نہیں پائی ۔اگر ہو تو بیان کرو تاکہ اس میں نظر کریں۔

اب آگے مولوی عبدالحق کے الہامات کو ان پر الٹا ہے۔ چونکہ یہ بحث چنداں مفید مطلب نہیں لہذا ہم نے اس میں تفصیلی جواب سے اعراض کیا مگر اس قدر کہتے ہیں کہ ہماری تحریر سے بات واضح ہوگئی کہ کس نے طریقہ سلف صالح کو چھوڑا اور کون ملحد اور محرف کتاب وسنت بنا۔

عیسیٰؑ کا صعود و نزول جسمی

} قولہ: ایّھا النّاس واضح ہو کہ حضرت عیسیٰؑ کا صعود اولی آسمان پر اور نزول آخری آسمان سے بوجود عنصری، جو ہمارے خیالوں میں بسا ہوا ہے، وہ کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت نہیں ہوتا، اور نہ قرآن مجید میں کہیں پایا جاتا ہے۔ بلکہ اعجاز نظام یعنی کلام اللہ الملک العلام نے اس شبہ واقعہ کا بکلی رد کردیا ہے۔قال اللہ : یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ ...

دیکھو لفظ متوفّی کو اول ارشاد فرمایا اور لفظ رافعک کو بعد اس کے . الخ

{ اقول: ایّھا النّاس واضح ہو کہ عیسیٰؑ کا صعود اولی آسمان پر اور نزول اخری آسمان سے بوجود عنصری جو سلف صالح سے بلکہ رسول اللہ ﷺ سے اور خود عیسیٰؑ سے ہم تک خیالوں میں

بسا ہوا چلا آتا ہے، بالتصریح والتفصیل احادیث صحیحہ کثیرہ سے جن کو محدثین نے متواتر کہا ہے (چنانچہ ذکراس تواتر کا اوپر نقل احادیث کے بعد مذکور ہو چکا) اور آیات متعددہ سے ثابت ہے کہ جن میں شبہ اورتاویل بے جا موجب ضلالت والحاد ہے۔صعود کے بارہ میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

و ما قتلوہ یقیناً بل رّفعہ اللّٰہ الیہ ،

ظاہر ہے کہ رفعہ کی ضمیر اسی کی طرف راجع ہے جس کی طرف ضمیر قتلوہ کی راجع ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ قتل روح کا نہیں ہوتا۔پس قتلوہ کی ضمیر روح کے طرف نہیں۔لہذا رفعہ کی ضمیر بھی روح کی طرف نہیں۔تو معلوم ہوا کہ اس سے رفع روح مراد نہیں۔پس رفع جسمی ہی مراد ٹھہرا۔فثبت المطلوب

اورفرماتا ہے انّی متوفّیک و رافعک الیّ ۔اس کا بیان آگے آتا ہے۔

اور بیان صعود کا احادیث سے سنو۔تو اولاً واضح رہے کہ بعد تسلیم دو مقدموں کے جس قدر نصوص کہ نزول پر دلالت کرتی ہیں وہی صعود پر بھی دلالت کرتی ہیں اور اس مطلوب میں بیّن المراد ہیں۔ مقدمہ اول یہ ہے کہ عیسی پہلے زمین پر تھے۔مقدمہ ثانی یہ کہ نزول سے سوائے نزول ذاتی جسمی کے کوئی دوسرا مطلب مراد نہیں۔

تو مقدمہ اول تو بدیہی الثبوت اور بلا ریب مسلّم ہے۔اور مقدمہ ثانی کو پہلے ہی ہم بحمداللہ وحسن توفیقہ خوب مفصل ثابت کر چکے ہیں۔پس جن احادیث سے نزول ان کا ثابت ہوا، انہیں سے ان کا صعود بھی ثابت ہوگیا کیونکہ جب وہ بذات خود آسمان سے اتریں گے اور پہلے اس سے زمین پر تھے، تو لامحالہ قبل اس کے وہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

ثانیاً یہ کہ اثر ابن عباسؓ جس کو بسند صحیح ، ابن ابی حاتم نے روایت کیا، چنانچہ حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا:

عن ابن عباس قال لمّا اراد اللّٰہ ان یّرفع عیسی الی السّماء خرج علی اصحابہ و فی البیت اثنا عشر رجلاً من الحواریین یعنی فخرج علیھم من عین فی البیت و رأسہ یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثناعشر مرةً بعد ان آمن بی قال ثم قال ایکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکانی او یکون معی فی درجتی فقام شاب من احداثھم سناً فقال اجلس ثم اعاد علیھم فقام ذلک الشاب فقال

اجلس ثم عاد علیھم فقام الشا ب فقال انا فقال ھو انت فا لقی علیه شبه عیسی و رفع عیسی من روزنة البیت الی السّماء قال جاء الطلب من الیھود فا خذوا الشبیه فقتلوہ ثم صلبوہ .. الخ ۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالی نے عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھانا چاہا تو وہ اپنے اصحاب کے پاس آئے اور گھر میں حواریوں میں بارہ آدمی تھے، یعنی گھر میں چشمہ تھا اس میں سے نکلے اور ان کے سر سے پانی ٹپکتا تھا۔تو فرمایا تم میں سے ایسے ہیں کہ میرے اوپر ایمان لانے کے بعد میرے ساتھ بارہ بار کفر کریں گے ۔ ابن عباسؓ نے کہا پھر حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ تم میں سے ایسا کون ہے کہ میرا ہم شکل ہو جانا اختیار کرلے کہ میری جگہ قتل کیا جاوے (یعنی یہود حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنا چاہتے تھے تو ان کی جگہ قتل ہو جاوے اور وہ دھوکے میں رہیں) اور وہ میرے درجہ میں ساتھ رہے، تو ان میں کا نوعمر کھڑا ہوا، تو حضرت عیسیٰؑ نے اس سے فرمایا تو بیٹھ جا۔ پھر عیسیٰؑ نے وہی بات ان لوگوں سے کہی تو وہی جوان پھر کھڑا ہوگیا تو پھر فرمایا تو بیٹھ جا ، تو پھر وہی بات ان لوگوں سے کہی تو پھر وہی جوان اٹھ کھڑا ہوا تو حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اس کام کا تو ہی ہے۔تو حضرت عیسیٰؑ کی مشابہت اس پر پڑ گئی اور حضرت عیسیٰؑ کے گھر میں روشن دان تھا اس سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ۔ ابن عباسؓ نے کہا اور یہود کے تلاشی لوگ آئے تو انہوں نے اسی ہم شکل کو پکڑ لیا سو اس کو قتل کردیا اور سولی پر چڑھا دیا۔

ابن کثیر نے اس روایت کی سند کے متعلق کہا ھذا اسناد صحیح الی ابن عباس پوشیدہ نہ رہے کہ یہ صحیح السند اثر حکم میں حدیث مرفوع کے ہے کیونکہ ایسے صحابی کا قول ہے کہ اہل کتاب سے نہیں لیتے، چنانچہ یہ بات اپنے موقع پر مذکور ہے۔ اور قاعدہ مسلّمہ ہے کہ جو ایسے صحابی کا ایسا اثر ہو کہ جس میں رائے کو دخل نہ ہو، تو وہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے اس میں رائے کو بالکل دخل نہیں۔ بھلا ایسا قصہ کون اپنی رائے سے کہہ سکتا ہے۔ پس ابن عباسؓ کا کہنا حکماً رسول اللہ ﷺ کا فرمانا ہے۔ اس سے بھی بالتصریح والتشریح صعود آسمان پر حضرت عیسیٰؑ کا ثابت ہوگیا۔ واللہ اعلم۔

اور ان کے نزول کے بارہ میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے و ان من اھل الکتا ب الاّ لیومننّ به قبل موته اور احادیث درباب نزول کے تو اس قدر وارد ہیں کہ ان کا احصاء متعذر ہے ان میں سے چند احادیث صحیحہ صریحہ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں۔

پس واضح ہو گیا کہ بہت سی احادیث اور آیات سے صعود اولی آسمان پر اور نزول اخری آسمان سے بوجود عنصری ثابت ہے۔ لہذا یہ کہنا محمد احسن امروہی کا کہ حضرت عیسیٰؑ کا صعود اولی آسمان پر...الخ۔ محض افتراء ہے اللہ پر اور اس کے رسول پر۔

رہی یہ بات کہ امروہی یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ سے عیسیٰؑ کے فوت ہو جانے پر استدلال کرتے ہیں، تو اس کا جواب سنو۔

واضح رہے کہ ظاہر کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ توفّی دو معنی میں مشترک ہے اور کلام عرب میں استعمال اسکا دو معنی میں جاری ہے، ایک بمعنی استیفاء یعنی پورا لینا دوسرے معنی موت۔ مصباح المنیر میں ہے وتوفیته واستوفیته بمعنی وتوفّاه اللّه اماته

صحاح جوہری میں بھی اسی طرح ہے۔ اور قاموس میں بھی ایسے ہی ہے۔

اور تفسیر جامع البیان میں ہے التوفی اخذ الشّیء وافیاً

اور فتح البیان میں ہے التّوفّی یستعمل فی اخذ الشّئی وافیاً ای کاملاً

تو معلوم ہوا کہ توفّی کے دو معنی آتے ہیں، ایک استیفاء دوسرے موت۔ استیفاء کے معنی بھی سمجھ لو: مجمع البحار میں ہے و استوفیت حقی ای اخذ ته تا مّا۔ اور غیاث اللغات میں ہے استیفاء تمام را فرو گرفتن و تمام گرفتن حق از منتخب و کنز و صراح انتہی۔ پس توفی یہاں پر معنی اول میں مستعمل ہے۔ معنی یہ ہوئے: اے عیسی میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور اٹھانیوالا ہوں۔ یعنی میں تجھ کو مع جسم و روح سب لے کر اٹھا لوں گا۔ اب یہاں پر نہ تقدیم لفظ کی ضرورت ہے نہ تاخیر کی۔ آیت بے تکلف اپنے معنی دیتی ہے۔ ممات مسیح کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ ان کی حیات پر دال اور ان کے صعود جسمی کی دلیل ہے اور اس معنی کی ترجیح کے واسطے بہت قرائن ہیں کہ معنی موت کے نہیں بنتے:

اول: یہ کہ آیت بل رّفعه اللّه الیه یہی بتاتی ہے۔

دوم: اور آیات کہ حیات پر دال ہیں اسی کی مقتضی ہیں جیسے و ان من اهل الکتا ب الاّ لیؤمننّ به قبل موته

سوم: اثر ابن عباسؓ کہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہے اور بسند صحیح ثابت ہے جو اوپر مذکور ہوا اسی کا مبیّن و مصرح ہے۔

چہارم: ظاہر احادیث نزول کی اسی معنی کو چاہتی ہیں۔

پنجم: اذ قال اللّٰہ، جس کا ظرف ہے یعنی مکر اللّٰہ وہ اسی معنی کا مقتضی ہے، نہ موت کا کیونکہ حامی اپنے دوست کو اس وقت میں کہ دشمن اس پر حملہ کیا چاہتے ہوں اور اس کے قتل کے درپئے ہوں ان کے مقابلہ میں اپنی طرف سے موت کی خبر سنا دے تو یہ بات ہرگز باعث تسکین نہ ہوگی اور حمایت نہ ٹھہرے گی۔ ظاہر ہے موت سے طبیعت انسانی کسی کی ہو، نبی کی یا ولی کی، متنفر ہوتی ہے احادیث میں انبیاء کے قصص کو پڑھ دیکھو۔ زیادہ نہیں تو موسیٰؑ کے قصہ کو دیکھ لو۔ اگر کہا جائے کہ پھر رافعک بے کار ہو جاوے گا تو میں کہتا ہوں رافعک رافع ہے ابہام متوفیک کو کیونکہ استیفاء عام ہے استیفاء برفع الی السماء و بغیر رفع کو تو رافعک نے اس احتمال غیر مقصود کو دور کر دیا۔ ایسے ہی صرف رافعک بھی محتمل غیر مقصود معنی کا تھا لہٰذا دونوں ہی لفظ کا فرمانا ضرور تھا۔ پس کوئی کلمہ کلام بلاغت نظام کا بے کار اور خالی از فائدہ نہیں۔ پس یہ آیت کریمہ کھلی دلیل حضرت عیسیٰؑ کے صعود اور رفع جسمانی کی ہے۔

اب میں اسی معنی کے چند اقوال مفسرین نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ پہلے لوگوں نے بھی ایسے معنی کئے ہیں۔ تفسیر جامع البیان میں ہے:

او متوفّیک من الدّنیا و لیس بوفاۃ موت ای قابضک من الارض لم ینا لہ منک شیئاً من توفیت مالی۔

اور جمل حاشیہ جلالین میں ہے:

فیہ وجھان اظھرھما انّ الکلام علی ظاھرہ من غیر ادّعاء تقدیم و تاخیر فیہ بمعنی مستوفی اجلک و مؤخرک و عاصمک من ان یّقتلک الکفّار الی ان تموت حتف انفک من غیر ان تقتل بایدی الکفّار و رافعک الی سمائی

اور تفسیر انوار التنزیل میں ہے:

ای مستوفی اجلک و مؤخّرک الی اجلک المسمّی عاصماً ایّاک من قتلھم او قابضک من الارض من توفیت مالی

ایسے ہی تفسیر کشاف میں ہے۔

اور اگر متوفّیک کے معنی ممیتک مان بھی لیں تو اس سے تقدیم موت کی رفع پر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ واؤ سے ترتیب مستفاد نہیں ہوتی۔ ابو البقاء نے کہا:

الواؤ فی قولہ و رافعک لا تفید التّرتیب لانّھا المطلق الجمع فلا فرق بین التقدیم و التّاخیر ۔

پس تب بھی ممات مسیح کی اس سے ثابت نہ ہوگی لہذا یہ کہنا امروہی صاحب کا کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات اول ہوئی اور رفع بعد کو، دعوی بلا دلیل اور ادعاء خلاف منشاء قرآنی ہے، کیونکہ اگر وہاں یہ ترتیب مراد ہوتی تو کسی لفظ ترتیبی کے ساتھ فرمایا جاتا۔ و این ھذا من ذلک؟

اور ترتیب کلمات قرآنی مستلزم ترتیب زمانی کو نہیں کہ جو نظم مقدم ہے وہ وقوع میں بھی مقدم ہو۔ و من ادعی فعلیه البیان۔

پس اگر مان بھی لیں کہ توفّی کے معنی یہاں پر موت کے ہیں، تب بھی ممات مسیح اس سے کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔ قتادہ وغیرہ نے اس آیت کریمہ کے معنی میں کہا ہے انی رافعک الیّ و متوفّیک یعنی بعد ذلک چنانچہ حافظ ابن کثیر اور علامہ سیوطی نے اس کو نقل کیا ہے۔ یہ تقدیم و تاخیر باعث نقصان فصاحت و بلاغت نہیں، چنانچہ بہت جگہ کلام بلاغت نظام میں موجود ہے کہ نظم میں مقدم ہے اور معنی میں مؤخر، و بالعکس۔ چند مثالیں آیات سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں:

فرمایا اللہ تعالی نے:

و لولا کلمة سبقت من ربّک لکان لزاماً وّ اجل مّسمّی۔

قتادہ نے کہا: ھذا من تقادیم الکلام تقول لولا کلمة و اجل مّسمی لکان لزاماً

اور اللہ تعالی نے فرمایا: انزل علی عبدہ الکتاب و لم یجعل لہ عوجاً۔

قتادہ نے کہا ھذا من التّقدیم و التّاخیر انزل علی عبدہ الکتاب قیما ولم یجعل لہ عوجاً

اور اللہ تعالی نے فرمایا: و اذ قتلتم انفسکم فادّارأتم فیھا۔

امام بغوی نے کہا: ھذا اول القصّة و ان کان مؤخّراً فی التّلاوة

اور اللہ تعالی نے فرمایا: فلا تعجبک اموالھم ولا اولادھم انما یرید اللّٰہ لیعذّبھم فی الحیوة الدّنیا

قتادہ نے کہا: ھذا من تقادیم الکلام تقول لا تعجبک اموالھم ولا اولادھم فی الحیوة الدّنیا انّما یرید اللّٰہ ان یعذّبھم فی الآخرة۔

و قس علی ھذا۔

میری یہ غرض نہیں کہ یہ تقدیم وتاخیر خالی نفع سے ہے بلکہ سب میں خوبیاں رکھی گئی ہیں بعض بعض کا بیان تفاسیر میں بھی موجود ہے۔

قولہ: پھراب اوردوسری آیت کودیکھو و اذ قال اللّٰہ یا عیسی أأنت قلت للنّاس... ظاہر ہے کہ قال صیغہ ماضی ہے اوراس کے اول اذ موجود ہے جوخاص واسطے ماضی کے آتا ہے پس ثابت ہواکہ یہ معاملہ نزول آیت سے زمانہ ماضی کا ہے ...الخ

اقول: اولاً تقریر استدلال امروہی صاحب کی بیان کرتا ہوں۔آیت فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم سے ممات مسیح نکالتے ہیں۔ بناء استدلال کی دومقدموں پر ہے۔اول یہ کہ توفّی بمعنی موت کے ہے۔دوسرے یہ کہ یہ سوال و جواب نزول آیت سے زمانہ ماضی میں ہوا ہے۔ یہ قیامت کا قصہ نہیں۔

اس ثانی مقدمہ پر انھوں نے دودلیلیں بیان کیں۔پہلی یہ کہ صیغہ ماضی ہے اور اذ کے ساتھ ہے جومخصوص ماضی کے ساتھ ہے۔دوسری دلیل یہ کہ اگر یہ قصہ قیامت کا ماناجائے تو اگر توفّیتنی کے معنی امتنی کے ہیں تو جوزمانہ درمیان صعود ونزول کے ہے وہ داخل نہ ہوگا اوراگر رفعتنی کے ہیں تو وہ خلاف محاورہ ولغت ہے اور پھرنزول بعد جب وفات ہوئی وہ زمانہ داخل نہ ہوا۔پس جواب ناقص رہا۔

جواب میں یہ عاجز (عبداللہ شاہجہانپوری) عرض کرتا ہے کہ مقدمہ اولی کہ توفّی کے معنی اس جگہ موت کے ہیں، مسلّم نہیں، بلکہ معنی توفّتینی کے استوفیتنی کے ہیں جس کو ہم پہلے لغت سے ثابت کرچکے ہیں۔اورقرائن مسطورہ بالا یہاں بھی قائم ہیں۔تقریب جب ہی تام ہوگی کہ جومعنی خلاف مقصود ہیں ان کا تعذرثابت کرو، اور یہاں اس کے خلاف پرقرائن موجود ہیں۔پس دلیل تمام نہ ہوئی اوراس سے ممات مسیح ثابت نہ ہوئی بلکہ اس سے ان کی حیات نکلتی ہے، چاہے یہ قصہ رفع کے بعد کا کہا جاوے یا روز قیامت کا۔اورمقدمہ ثانی بھی مسلّم نہیں اور یہ جوکہا ہے کہ صیغہ ماضی اوراذ ہے، تو صیغہ ماضی اور اذ سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ قصہ قیامت کانہیں بلکہ کلام مجید میں بہت جگہ حالات قیامت کا ذکراذا اور صیغہ ماضی کے ساتھ آیا ہے۔چندآیات تمثیلاً لکھتا ہوں۔

اللہ تعالی نے فرمایا: اذ تبرا الّذین اتّبِعوا من الّذین اتّبعوا و رأو العذاب و تقطّعت بھم الاسبا ب۔ و قال الّذین اتّبعوا لو انّ لنا کرّۃ

فنتبرأ منهم کما تبرؤا منّا ۔ (بقرہ :۱۶۶۔۱۶۷)

یہاں چار جگہ صیغہ ماضی اور اذ واقع ہے۔

اورفرمایا: و نا دی اصحا ب الجنّۃ اصحا ب النّار

اورفرمایا: و نا دوا اصحاب الجنّۃ ان سلام علیکم

اورفرمایا: و نادی اصحاب الاعرا ف رجالاً . الآیہ ۔ اس رکوع میں چار جگہ صیغہ ماضی بمعنی مستقبل وارد ہے

اورفرمایا: و برزوا للّٰہ جمیعاً فقال الضّعفاء اس آیت میں تین جگہ وارد ہے۔

اورفرمایا: و لو تری اذ وقفوا علی ربّھم قال الیس ھذا بالحقّ قالوا بلی و ربّنا قال فذوقوا .. الآیہ ۔ اس آیت میں چار جگہ وارد ہے۔

اورفرمایا: و نادوا یا ملک و لیقض علینا ربّک قال انکم ماکثون

اور فرمایا: و لو تری اذ وقفوا علی النار فقالوا..

اورفرمایا: و نفخ فی الصورفصعق من فی السّماوات ، اس رکوع میں آٹھ جگہ صیغہ ماضی بمعنی مضارع ہے۔

اورفرمایا: و سیق الّذین کفروا الی جھنّم زمراً اس رکوع میں متعدد جگہ ہے۔

حاصل یہ کہ کلام مجید میں یہ بات بہت شائع ہے کہ حالات قیامت اور کیفیات آخرت کو، کہ جو زمانہ مستقبل کے ساتھ متعلق ہیں، ماضی کے صیغوں اور ماضی کے لفظوں کے ساتھ بحسب تحقق وقوع یا حکایت حال کے ذکر کیا ہے اور بہت جگہ یہ بات سیاق وسباق سے پہچانی جاتی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بھی یوم یجمع اللّٰہ الرّسل فیقول ما ذا اجبتم سے پڑھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا قصہ ہے۔ پس یہ دلیل امروہی صاحب کی ان کو مفید نہ ہوئی اور ان کی تقریب نا تمام رہ گئی۔

اور نا تمامی دلیل ثانی کا بیان سنو:

ہم کہتے ہیں کہ توفّیتنی کے معنی استوفیتنی کے ہیں (یعنی شق ثانی کو اختیار کیا) اور توفی کے معنی استیفاء کے پہلے ہم لغت سے ثابت کر چکے ہیں۔ اور یہ جو کہا کہ نزول کے بعد جب وفات ہوئی وہ زمانہ داخل نہ ہوا، تو واضح رہے کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے کچھ ان کی سوانح عمری اوران کی سرگذشت کا سوال نہیں بلکہ سوال تو اس قدر ہے کہ تم نے کیا لوگوں کو اپنی اور اپنی

ماں کی عبادت کے واسطے کہا تھا؟ یہ سوال کفار، جو حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں کو پوجتے ہیں، کے رسوا کرنے کے لئے ہوگا، تو حضرت عیسیٰؑ اس کا جواب کئی طور پر دیں گے:۔

اول یہ کہ میں تیری پاکی بولنے والا ہوں کہ تو سب عیبوں سے پاک ہے جو ایسا ہو اس کا کوئی شریک کیونکر ہوسکتا ہے۔ پھر بھلا میں ایسی نالائق بات کیسے ان کو تعلیم کرتا۔

دوسرے یہ کہ اے باری تعالیٰ! آپ تو علام الغیوب ہیں۔ اگر میں ان کو ایسی بات کا حکم کرتا، تو آپ ضرور اس سے واقف ہوتے۔

تیسرے تصریح ہے کہ میں نے تو وہی کہا تھا جو کہنے کا آپ نے حکم فرمایا تھا کہ اے لوگو اس کو پوجو، جو ہم سب کا پروردگار ہے۔

چوتھے یہ کہ جب تک میں ان میں موجود تھا تو ان کی خبر رکھتا تھا اور جب آپ نے مجھ کو لے لیا تو آپ ہی ان کے نگہبان رہے۔ غرض یہ کہ میری موجودگی میں تو آپ کے سوا اور کسی کی، میری یا میری ماں کی، پرستش نہ کرنے پائے۔ میری عدم موجودگی میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ آپ ہی جانیں، میں اس کو کیا جانوں۔ میرے پیچھے انہوں نے جو چاہا سو کیا اگر میری مرضی اور کہنے سے ہوتا تو میرے سامنے بھی کیا جاتا۔

چنانچہ جب اول حضرت عیسیٰؑ زمین پر موجود تھے، تب بھی ان کی پرستش کوئی نہ کرتا تھا یہ تو سب پیچھے شروع ہوا۔ پھر جب نزول فرماویں گے تب بھی سوا رب العالمین کے غیر کی عبادت نہ رہے گی۔ چنانچہ تفصیل اس کی احادیث میں موجود ہے پس جواب حضرت عیسیٰؑ کا بہت ٹھیک اور خوب کامل رہا۔ پس دلیل ثانی بھی صاحب رسالہ (اعلام الناس) کی فاسد ہوگئی۔

دوسرے یہ کہ معظم زمانہ کا ذکر جس میں کفار عباد مسیح و مریم تھے، ذکر کر دیں گے کیونکہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مقصود انہیں کا سنانا ہے اور اس قلیل زمانہ کا ذکر چونکہ مفید مقصود نہیں، چھوڑ دیں گے۔ فلا محذور

تیسرے ہوسکتا ہے کہ وہ اس زمانہ کا بھی ذکر کر دیں، اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اس جگہ مصلحت سے چھوڑ دیا ہو۔ بہر صورت جواب حضرت عیسیٰؑ کا ناقص نہ ہوا۔

پس دوسری دلیل بھی امروہی کی باطل ہوگئی اور اس آیت کے قصہ قیامت ہونے میں کوئی مانع نہ رہا، بلکہ مخالف اسکے قصہ قیامت ہونے پر سیاق وسباق کو قرینہ قائم کرسکتا ہے۔

دوسری وجہ یہ بیان کرسکتا ہے کہ اللہ علیم وخبیر کو تو سب چیز کی خبر ہے، اس کو پوچھنے کی کیا

ضرورت ہے؟ یہ پوچھنا تو دوسروں ہی کے سنانے کے واسطے ہے۔ وہ کفار ہیں جنہوں نے عیسیٰؑ اور مریم کو خدا بنا رکھا، تو ان کے رسوا کرنے کیلئے پوچھا جاوے گا کہ ان کا معبود جن کی تابعداری کا دم بھرتے تھے وہی ان سے منکر ہو جاویں، تو یہ قیامت ہی کے روز ہوگا جب اولین وآخرین سب جمع ہونگے چنانچہ مؤید اسکی وہ حدیث ہے جسے ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور ابن عساکر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے:

عن ابی موسی قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اذا کان یوم القیامۃ یدعی بالانبیاء و اممہا ثمّ یدعی لعیسی فیذکرہ نعمتہ علیہ ....(الی) ثمّ یقول أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الھین من دون اللّٰہ فینکر ان یّکون قال ذلک فیوتی بالنّصاری فیسئلون فیقولون نعم ھو امرنا بذلک فیطول شعر عیسی حتّی یأ خذ کل ملک من الملا ئکۃ بشعرۃ من شعر رأسہ و جسدہ فیحاثیھم یکن یدی اللّٰہ مقدارا کف عام حتّی یوقع علیھم الحجۃ۔

اور قتادہ وغیرہ سے بھی اس آیت میں قیامت کے دن کا قصہ ہونا منقول ہے پس اس آیت سے ممات مسیح پر استدلال کرنا بالکل باطل ہوگیا۔ و اللّٰہ اعلم و علمہ اتمّ۔

حیات مسیح از دلیلِ وفات بنا بر فہم مرزا

} قولہ: اگر کوئی کہے کہ پھر اس آیت کے کیا معنی ہوں گے کہ ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ ... الخ، تو جواب اس کا یہ ہے کہ ضمیر قبل موتہ میں راجع طرف کتابی کے ہے۔ الخ۔

اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ہے الّا لیؤمننّ بہ قبل موتھم بضمّ النّون .. الخ۔ پس تفسیر آیت ایسی چاہیے جو موافق ہو قرأت دوسری کے، نہ ایسی تفسیر جو مخالف ....الخ

{ اقول: آپ کے پیر جی (مرزا قادیانی) توضیح مرام کے صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونے کا بتصریح کہیں ذکر نہیں لیکن ان کی وفات پا جانے کا تین

جگہ ذکر ہے۔ اس کے حاشیہ میں تین آیتوں میں سے ایک یہ آیت بھی لکھی ہے و ان من اھل الکتا ب .. الخ ۔انتہی۔

اور ازالہ اوہام میں اسی آیت کے ذکر میں لکھتے ہیں :

غرض قرآن شریف میں تین جگہ مسیح کا فوت ہو جانا بیان کیا گیا ہے ۔انتہی

اور ازالہ کے صفحہ ۶۰۳ میں لکھتے ہیں: چوتھی آیت جو مسیح موعود کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے و ان من اھل الکتا ب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ

تو دیکھو آپ کے پیر جی نے ارجاع ضمیر موتہ کو عیسیٰؑ کی طرف ثابت رکھ کر لفظ میں نسبت موت کی ان کی طرف دیکھ کر اس سے موت مسیح ثابت کر لی۔ جب انہوں نے ممات مسیح کی اس آیت سے ثابت کی اور اس آیت کو ممات مسیح پر دال بتایا تو اس وقت قرأت قبل موتھم کیوں پس پشت ڈالی گئی ۔ اور اس وقت یہ قاعدہ کہ تفسیر آیت ایسی ہونی چاہیے جو موافق ہو قرأت دوسری کے، نہ ایسی جو مخالف ہو، کدھر گیا تھا؟۔

واذا دعوا الی اللّٰہ و رسولہ اذا فریق مّنھم معرضون و ان یکن لھم الحق یا توا الیہ مذعنین افی قلوبھم مرض ام ارتابوا ..الآیۃ

ہم کہتے ہیں جس وجہ سے مرزا نے موتہ کی ضمیر کو عیسیٰ کے واسطے خاص رکھا ہے پھر اس سے ممات مسیح نکالی ہے اسی وجہ سے موتہ کی ضمیر کو ہم بھی عیسیٰؑ کے واسطے خاص رکھ کر قطعی طور پر اس آیت سے حیات مسیح ثابت کرتے ہیں۔

بیان اس کا یہ ہے کہ اس صورت میں معنی آیت کے، کہ جن پر آیت صریح الدلالۃ بیّن المراد ہے، یہ ہوں گے کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔ اور یہ بات قطعی ہے کہ اب تک تمام اہل کتاب ایمان نہیں لائے۔ پس قطعی طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ اب تک نہیں مرے۔ اور ہماری طرف سے قرأت قبل موتھم و امثالہا کا وہی جواب ہے جو مرزا قادیانی کی طرف سے ان کے اثبات مطلوب میں اس کا جواب ہے، مگر فرق اس قدر ہے کہ اثبات وفات اس آیت سے بناء بر نافہمی صریح یا تحریف قبیح کے ہے اور اثبات حیات دلالت اصلیہ اور محاورہ عربیہ پر۔ پس بنا بر مقدمہ مسلّمہ مرزا صاحب کے کہ ان کی دلیل کا جزء ہے، یہ آیت قطعی الدلالت ہے حیات مسیح پر و ھذا ھو المطلوب ۔

مسیح اور مرزا میں مماثلت کا فقدان

} قولہ (امروہی کا کلام): اب میں اس آخر حصہ اول (اعلام الناس) کو مزین کرتا ہوں ساتھ بعض صفات اس مسیح الزمان کے جو حدیثوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ حلیہ تو اس کا صحیح بخاری میں یہ لکھا ہے کہ وہ گندم گوں ہے اور اس کے بال گھونگر والے نہیں اور کانوں تک لٹکتے ہیں۔

{ اقول (شاہجہانپوری کا کلام): میں پوچھتا ہوں کہ یہ صفات جو آپ نے بیان کئے۔ آیا ہر ایک ان میں کا مسیح موعود ہونے کو بالاستقلال ثابت کرتا ہے یا دوسرے اوصاف کے انضمام کی بھی ضرورت ہے۔ شق اول تو باطل ہے، والاّ لازم آئے گا کہ ہر وقت میں ہزاروں مسیح موعود ہوں مثلاً گندم گوں، غیر گھونگر والے بال کانوں تک لٹکتے، اس وقت ہزاروں کے نکلیں گے۔ کیا یہ سب مسیح موعود ہو جائیں گے؟ درصورت شق ثانی، کل اوصاف کے جو قرآن وحدیث میں بتائے گئے ہیں انضمام کی ضرورت ہے یا بعض کی۔ شق ثانی باطل ہے بوجہ مسطور وغیرہ من الوجوہ کما لا یخفی۔

پس متعین ہوا کہ تمام اوصاف کے انضمام کی اور سب کے مصداق بنانے کی ضرورت ہے، تو جب تک کہ سب اوصاف کا مصداق نہ بناویں ہرگز مطلب ثابت نہیں ہوسکتا۔ تو میں کہتا ہوں کہ مرزا کو ان سب اوصاف کا، جو مخبر صادق نے بتائے ہیں، مصداق بنانا ہرگز ممکن نہیں کیونکہ ان اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسیح موعود کے نزول سے پہلے دجال خروج کر کے روئے زمین پر فساد پھیلائے گا، اور یہ یہاں اب ممکن نہیں۔ اور ایسے ہی بہت سی علامات اور صفات ہم احادیث صحیحہ سے مفصلاً بیان کر چکے ہیں کہ ان کا مصداق بنانا مرزا کو ہرگز ممکن نہیں۔ پس یہ صفات کہ امروہی صاحب نے بیان کئے ہرگز مفید مطلب اور فائدہ بخش مدعا نہ ہوں گے لہذا مجھ کو ہر ایک کے علحدہ علیحدہ جواب لکھنے کی حاجت نہ تھی مگر ایضاحاً للحقّ و اتماماً للحجّۃ ہر ایک کا جواب لکھتا ہوں۔

} قولہ: نسب اس کا صحیح مسلم وغیرہ میں لکھا ہے:

لو کان العلم معلّقاً بالثریا لنالہ رجل من ابناء الفارس

{ اقول: یہ صفت اگر مسیح موعود ہونے کے لئے لکھی ہے، تو یہ بات ہرگز مسیح موعود کے

صفات سے نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ فارس کے صفات سے ہے اور مسیحؑ فارس سے نہیں۔ پھر اس سے اور مدعا سے کیا نسبت؟ اور اگر کسی دوسری غرض سے لکھی ہے تو اس سے ہم کو اس جگہ غرض نہیں مگر اس جگہ لکھنا بے موقع ہونے سے خالی نہیں۔

} قولہ: ایک مرد مسلمان ہوگا ..الخ۔ اور مسلمانوں میں پیدا ہوگا۔

{ اقول: یہ بات ہرگز مسیح موعود کی صفات سے نہیں بھلا یہ کون سی آیت یا حدیث سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود مسلمانوں میں پیدا ہوں گے۔ ایسی باتیں کرنا صریح افتراء ہے اللہ اور اس کے رسول پر و من اظلم ممن افتری علی اللّٰہ...

انعامی چیلنج

مولانا عبداللہ شاہجہانپوری لکھتے ہیں:

مخفی نہ رہے کہ صاحب رسالہ اعلام الناس (محمد احسن امروہی) نے حصہ ثانی کے صفحہ ۹۲ میں اپنی حکمت عملی سے اس بات کا اشتہار دیا کہ جو کوئی صعود و نزول عیسی بن مریم کو بوجود عنصری کسی صحیح مرفوع متصل صریح الدلالۃ حدیث سے نصاً ثابت کردے تو میں فی حدیث اس کو بیس روپئہ حق المحنت دونگا۔ تو ناظرین پر واضح رہے کہ اس عاجز نے کس خوبی کے ساتھ آیات متعددہ اور احادیث کثیرہ متواترہ سے صعود اور نزول حضرت عیسی بن مریم کو بوجود عنصری ثابت کر دکھایا۔ پس مؤلف اعلام الناس کا صدق اور حق پسندی اور طلب راہ حق سے اسی سے ظاہر ہوسکتا ہے۔

اب میں بذریعہ اشتہار مؤلف اعلام الناس اور ان کے پیرو اور ان کے تمام ہم خیالوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ جو کوئی ان میں کا کسی آیت یا حدیث صحیح مرفوع صریح الدلالۃ سے نصاً اس بات کو ثابت کردیں کہ مسیح موعود مسلمانوں میں پیدا ہوں گے اور مسیح موعود وہی مسیح ابن مریم نہیں، تو میں اس کو چالیس روپئے حق المحنت دونگا اور میرا یہ اقرار بہت سچا اور صحیح سمجھا جاوے۔ والسلام۔ فقط

قتل خنزیر

} قولہ: اگر کوئی کہے کہ قتل خنزیر اور کسر صلیب کے جو تم نے یہ معنی کئے تو یہ خلاف ظاہر ہیں، تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ معنی صرف ہم نے ہی نہیں کئے، شروح بخاری کو دیکھو..الخ

} اقول۔شروح بخاری کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس قول نبوی کے معنی یہ ہیں کہ نصرانیت کو باطل کریں گے اور کسر صلیب اور قتل خنزیر استعارہ کے طور پر بولا گیا ہے۔ایسی نص کو بلاوجہ ظاہر سے پھیرنا تو انہیں کا کام ہے جن کو نہ اللہ کا ڈر ہے، نہ لوگوں کی شرم۔ بلکہ شروح بخاری کی غرض یہ ہے کہ اس قتل خنزیر اور کسر صلیب سے مقصود ابطال نصرانیت ہوگی اور وہ یہ کر کے نصرانیت کو مٹا دیں گے۔دیکھو فتح الباری میں ہے: فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر ای یبطل دین النّصرانیة بان یکسر الصّلیب حقیقتاً ...الخ۔

پس اس سے اور آپ کے مسیح سے کیا نسبت ہے۔

} قولہ: بھلا کوئی بتلاوے تو کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت خاتم النبیین ﷺ تک کسی نبی نے یہ پیشہ اختیار کیا کہ خنزیروں کا شکار کھیلتا پھرے۔جب یہ بات عادتاً انبیاء کے خلاف ہے تو پھر حضرت عیسیٰؑ کیونکر خنزیروں کا شکار کریں گے۔ الخ

} اقول: یہ کہنا کہ یہ بات عادتاً تمام انبیاء کے خلاف ہے جب صحیح ہو کہ یہ بات ثابت کر دو کہ کسی نبی نے اس کو نہیں کیا، اور یہ بات ثابت نہیں۔غایۃ مافی الباب یہ کہا جاوے کہ کسی نبی سے اس کا کرنا منقول نہیں، تو عدم نقل سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں کیا نہ ہو۔پس جب یہ بات (کہ یہ عادتاً تمام انبیاء کے خلاف ہے) صحیح اور ثابت نہیں تو جو اس پر تفریع ہوگی (کہ پھر عیسیٰؑ کیونکر کریں گے) وہ بھی صحیح اور ثابت نہیں۔ و ھو المطلوب

دوسرے میں کہتا ہوں کہ مقدم اور تالی میں ملازمت نہیں، کیونکہ آدم سے لے کر کسی نبی کے نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پھر کوئی نبی اس کو نہ کر سکے، دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہے لکلٍ جعلنا منکم شرعةً و منھاجاً۔(یعنی ہم نے ہر ایک نبی کیلئے ایک دستور اور راہ بنائی)۔ اور ظاہر ہے کہ بعض نبی بعض صفت وحکم میں مخصوص ہوئے کہ دوسرے کے واسطے وہ حکم وصفت نہ ہوئی۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ غنیمت خاص ہمارے (خاتم النبیین ﷺ کے)

وقت میں حلال ہوئی کہ پہلے کسی کے واسطے حلال نہ تھی۔ ایسے ہی آپ ﷺ ہی کی خاص شریعت میں تمام زمین جائے نماز ہوگئی کہ جہاں چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اور زمین پر تیمّم مشروع ہوا کہ پہلے کسی کے واسطے یہ بات نہیں ہوئی تھی۔ اور جناب خاتم النبیین ﷺ کے واسطے یہ بھی بات خاص ہوئی کہ آپ تمام لوگوں کی طرف رسول کر کے بھیجے گئے اور پہلے نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی باتیں کہ احادیث کے مطالعہ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ تو اگر آدم سے لے کر کسی نبی نے قتل خنزیر نہ کیا اور حضرت عیسیٰؑ کریں گے تو کونسا محذور لازم آتا ہے؟

تیسرے امروہی صاحب کا مقدمہ مسلّمہ ہے کہ مسیح موعود ایک حاکم ہوں گے۔ احکام شریعت خاتم النبیین سے اور موافق شریعت محمدی کے عمل درآمد کریں گے۔ تو میں کہتا ہوں کہ قتل خنزیر بھی ایک حکم ہے، احکام شریعت خاتم النبیین سے، کہ مقید ہے ایک وقت خاص کے ساتھ۔ وہ وقت نزول ابن مریم کا ہے، اور اس پر دلیل یہی حدیث یقتل الخنزیر ہے۔ پس حضرت عیسیٰؑ کو اس پر عمل کرنا ضرور ہوگا، چاہے کسی نبی کی عادت کے موافق ہو چاہے مخالف، ان کو اس سے کیا کام، ان کو تو احکام شریعت محمدی کا بجالانا ہے۔ پس یہ کہنا کہ جب یہ بات عادۃً تمام انبیاء کے خلاف ہے تو حضرت عیسیٰؑ کیونکر کریں گے، غیر صحیح ہے کما لا یخفی۔

چوتھے۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو نہ مروایا تھا، اور عام طور پر کتے نہ مارے گئے؟ پھر خنزیروں میں کون سا استبعاد ہے۔ مگر اصلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ سچے مسیح کے جھوٹے تابعدار ہوئے انہیں کو خنزیر محبوب ہے، تو جن کی اصل ہی جھوٹی ہے یعنی ان کے مسیح ہی جھوٹے ہیں تو ان کو اور بھی احبّ ہوں گے، پھر بھلا ان کے مارنے کی راہ کیوں نکلنے دیں گے، اور ایسی سبیل کیوں تجویز ہونے دیں گے جس سے خنازیر قتل ہوں۔ مگر وہ کچھ بھی کریں اللہ تعالیٰ تو اپنے نبی کی پیش گوئیوں کو ضرور ہی سچا کرے گا گو منکرین کیسے ہی ہاتھ پیر چلائیں۔

یہاں پر یہ بات بھی قابل دید وغور ہے کہ اب کہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ احادیث صحیحہ کے صریح مضامین پر کھلے کھلے طعن کرنے لگے۔ کہتے ہیں حضرت عیسیٰؑ کیونکر خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے۔ سبحان اللہ! یہ کیسی دیانت ہے؟ نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا

(مرزا قادیانی قتل خنزیر کا تمسخر اڑایا کرتے تھے، جیسا کہ مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں کہ امام دین سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ مرزا صاحب اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے کہ بقول ہمارے مخالفین کے جب مسیح آئے گا اور لوگ اس کو ملنے کیلئے اس کے گھر پر جائیں گے تو گھر والے کہیں گے کہ مسیح صاحب

باہر جنگل میں سؤر مارنے کیلئے گئے ہوئے ہیں۔ پھر وہ لوگ حیران ہوکر کہیں گے کہ یہ کیسا مسیح ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے اور باہر سؤروں کا شکار کھیلتا پھرتا ہے۔ پھر فرماتے تھے کہ ایسے شخص کی آمد سے تو ساہنسیوں اور گنڈیلوں کو خوشی ہوسکتی ہے جو اس قسم کا کام کرتے ہیں، مسلمانوں کو کیسے خوشی ہوسکتی ہے۔ یہ الفاظ بیان کر کے آپ بہت ہنستے تھے یہاں تک کہ اکثر اوقات آپکی آنکھوں میں پانی آجاتا تھا۔ سیرۃ المہدی۔ص ۲۹۱۔۲۹۲۔جلد سوم۔

اور مفتی صادق قادیانی بتاتے ہیں: ایک دفعہ قادیان میں آوارہ کتے بہت بڑھ گئے اور ان کی وجہ سے شور وغل رہتا تھا۔ پیر سراج الحق نے بہت سے کتوں کو زہر دے کر مار ڈالا۔ اس پر بعض لوگوں نے پیر صاحب کو چڑانے کے واسطے ان کا نام پیر کتے مار رکھ دیا۔ پیر صاحب حضرت مرزا کی خدمت میں شاکی ہوئے کہ لوگ مجھے کتے مار کہتے ہیں۔ حضرت صاحب نے تبسم کے ساتھ فرمایا کہ اس میں کیا حرج ہے۔ دیکھئے حدیث شریف میں میرا نام سؤر مار لکھا ہے کیونکہ مسیح کی تعریف میں آیا ہے کہ یقتل الخنزیر۔ پیر صاحب اس پر خوش ہوکر چلے گئے۔ ذکر حبیب۔ص ۱۶۲۔۱۶۳)

} قولہ: ان کے وقت میں ایسے عوائق شرعیہ پیش آویں گے کہ جہاد ظاہری کا وقت نہ ہووے گا۔

{ اقول: کیا یہ محض افترائی دعوی نہیں ہے؟ بھلا یہ کون سی آیت یا حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کے وقت میں ایسے عوائق شرعیہ پیش آئیں گے ..الخ۔ کیا ایسی جھوٹی باتیں بنانے والا خاص کر امور دینیہ میں وعید لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین میں داخل نہیں؟

کثرت مال و رفع تحاسد

} قولہ: چھٹی صفت اس کی یہ کہ یہ لوگوں کو مال کی طرف بلاوے گا اور کوئی قبول نہ کرے گا، پڑھو اس حدیث کو لیدعونّ الی المال فلا یقبلہ احد۔ تم سمجھے اس کے کیا معنی ہیں؟ ایک معنی یہ بھی ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ اس مسیح وقت نے اول تو دس ہزار روپے کا اشتہار مندرجہ براہین احمدیہ تمام دنیا کے اطراف میں مشتہر کیا ..الخ

{ اقول: سوائے جواب مذکورہ بالا کے میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے ہرگز یہ معنی نہیں۔ دیکھو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت میں اس طرح ہے و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد۔ یعنی مال کی اس قدر کثرت ہوگی کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا اور احمد کی روایت میں یوں وارد ہے و یعطی المال حتی لا یقبل یعنی لوگوں کو یہاں تک مال دیں گے کہ کوئی قبول

کرنے والا نہ ملے گا۔

ناظرین ذرا غور فرماویں کہ امروہی صاحب نے جو معنی لکھے، بھلا الفاظ نبویہ کے یہ معنی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ حاصل روایات کا تو یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے تو مال کی بہت کثرت ہو جاوے گی اور حضرت عیسیٰؑ لوگوں کو اس قدر مال دیں گے کہ پھر کسی کو حاجت نہ رہے گی اور کوئی قبول نہ کرے گا۔ اور یہاں بھلا اس کا تو ذکر ہی کیا خود ہی مسیح اوروں سے مانگ رہے ہیں۔ دیکھو فتح الاسلام کا صفحہ ۵۰۔ ۵۱۔

} قولہ: ساتواں وصف اس کا یہ ہے کہ شحناء اور تحاسد اور تباغض اس کے سبب سے جاتا رہے گا۔ اس صفت کا بھی شروع ہو چلا ہے جو لوگ اس مسیح وقت سے حسن ارادت رکھتے ہیں ان میں یہ صفات ذمیمہ نہیں پائے جاتے ..الخ

{ اقول: علاوہ جواب سابق کے میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم کا لفظ یہ ہے:

و لتذ ھبن الشحناء و التّباغض و التّحا سد۔

اور بروایت مستدرک حاکم یہ مضمون اس طرح ادا کیا گیا ہے:

وضع الامنة علی اھل الارض حتی ترعی الاسود مع الابل و النّمور مع البقر و الذّ ئا ب مع الغنم و یلعب الصّبیان مع الحیا ت۔

یعنی زمین والوں میں امن ہو جاوے گی کہ شیر اور اونٹ، اور چیتے اور بقر، اور بھیڑیئے اور بکریاں ایک ساتھ چرنے لگیں گے اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔

تو واضح رہے کہ یہ عداوت اور تحاسد، تباغض کا لوگوں سے اٹھ جانا تو جب ہی ہوگا کہ سب لوگ ایک ملت ہو جاویں گے اور مال کی ایسی کثرت ہوگی کہ کوئی کسی کا محتاج نہ ہوگا، پھر کوئی کسی سے کیوں حسد و بغض و عداوت و جھگڑا کرے گا۔ لہذا تمام لوگوں میں امن ہو جاوے گی۔ پس اس سے اور جو امروہی صاحب نے رفع عداوت وغیرہ بیان کیا ہے، کیا نسبت ہے؟ اور ایسے تو قاعدہ کی بات ہے کہ جب چند لوگ کسی ایک مسلک حق یا باطل پر متفق ہوتے ہیں تو شروع شروع میں ان میں اتفاق اور محبت ہو ہی جاتی ہے، پھر قادیانی سے کیا ہوا۔

اس صفت کا وقوع جب ہی ہوگا کہ تمام لوگ ایک ملت ہو جاویں اور تحاسد اور تباغض جاتا رہے۔ واللہ اعلم

} قولہ: حضرت عالی سیدنا و مولانا ﷺ بطور پیش گوئی کے فرما چکے ہیں کہ اس امت پر

ایک زمانہ...الخ۔

تب فارس کے اصل میں سے ایک ایمان کا...الخ۔

{ اقول: حاصل کلام یہ کہ مرزا نے فتح الاسلام میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بطور پیش گوئی کے فرما چکے ہیں کہ جب میری امت سخت درجہ کی یہودیوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرلے گی تب فارس کے اصل میں سے ایک ایمان کی تعلیم دینے والا پیدا ہوگا۔

تو میں کہتا ہوں کہ کون سی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا۔ کسی روایت سے اس کا ثبوت پہنچا دیں والاّ وعید من کذب علیّ متعمداً....الخ میں داخل ہوں گے۔

} قولہ: نواں نشان اس کا یہ ہے کہ کوئی مخالف اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ الخ۔

اور اس کے مقابلہ سے ہر مخالف پر موت سی آجاتی ہے صدق رسولہ الکریم فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الّا مات ..الخ

{ اقول: قطع نظر جواب مسطور الصدر کے یہ غرض ہے کہ ابھی عرصہ بیس پچیس روز کا ہوا کہ دہلی کے مناظرہ میں جناب عالم المعی مولوی محمد بشیر سہسوانی کے مقابلہ سے کون بھاگتا نظر آیا۔ افسوس پہلے سے ایسے عہد وشرائط کئے تھے، تو اپنے آپ کو قید ہی کر کے تین روز ٹھہرا لیتے۔ راتوں رات بھاگنے کی کیوں رسوائی اٹھاتے۔ اب یہاں کس پر موت پڑی؟

تنبیہ۔ اب یہاں پر تو تمام مخالفین کو کافر بنا دیا اور جب مخالفین درخواست مباہلہ کرتے ہیں تو یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں سے مباہلہ کیسے کریں۔ سبحان اللہ! کیسی دیانت ہے کہ جس نے شان مسلمانی کو بھی دھبہ لگا دیا۔

واضح رہے کہ تحقیق لا یحلّ لکافر یجد ... الخ کی اوپر بیان ہوچکی ہے۔

} قولہ: دسویں حدیث ما بہ الامتیاز اصل مسیح اور اس مثیل مسیح میں یہ ہے کہ اصل مسیح نے نکاح نہیں کیا تھا، اور نہ اس کی اولاد ہوئی تھی۔ اور مثیل مسیح نکاح بھی کرے گا اور پیدا کی جاوے گی اولاد اس کے لئے۔ یہ نشان بھی اس میں موجود ہے۔

{ اقول: دعوی محض باطل ہے۔ بھلا یہ کہاں ہے کہ یہ بات مسیح اور مثیل مسیح میں ما بہ الامتیاز ہے۔ اور بعض حدیثوں میں نکاح کرنے کا جو ذکر ہے، تو اس طرح پر ہے کہ اس وقت میں مسیح نکاح کریں گے چنانچہ لفظ حدیث یہ ہے انّ عیسی اذ ذاک یتزوّج اس سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ وہی مسیح اب نکاح کریں جنہوں نے پہلے نکاح نہ کیا تھا۔

امروہی صاحب نے باقی جو کچھ آخر رسالہ اعلام الناس تک لکھا اس کا جواب اوپر مفصلاً گزر چکا، اعادہ کی حاجت نہیں ۔ الحمد اللہ والمنۃ کہ اس وقت کہ اخیر ربیع الآخر ۱۳۰۹ھ ہے رسالہ اعلام الناس کے مختصر جواب سے فارغ ہو گیا۔ ناظرین اگر نظر غور اور انصاف سے ملاحظہ کرینگے تو یقیناً اس بات کو جان لیں گے کہ مرزا کے یہ دعاوی بحکم شرع محض باطل اور قرآن وحدیث کے بالکل خلاف وفاسد ہیں اور جو شخص ایسے عقائد اور مسائل کا معتقد ہوا بلاشبہ وہ چاہ ضلالت میں پڑ گیا (اسکے بعد مرزا صاحب کے بارے میں آنے والا ایک خواب درج ہے جسے حذف کر دیا گیا ہے ۔بہاء)

دلائل عشرہ بر ابطال دعاوی قادیانی

مولانا عبداللہ شاہجہانپوری لکھتے ہیں کہ یہ بات کہ مرزا صاحب مسیح نہیں ہو سکتے میرے اس رسالہ سے بفضلہٖ تعالی پورے طور پر کھل گئی اور متفرق مقاموں میں اس بات کے لئے نشانات بھی بیان کر دیئے مگر اب آخر میں اس بات پر دو چار دلیلیں کہ جو اپنے مطلوب کو یقینی طور پر ثابت کرتی ہوں، بطور خلاصہ کے لکھتا ہوں تا کہ ناظرین طالبین حق کو مزید فائدہ حاصل ہو۔

} دلیل اول: یہ کہ قبل نزول مسیح موعود کے خروج دجال کا ضروری ہے جب تک دجال انہیں حالات اور اوصاف کے ساتھ جن کو احادیث صحیحہ متواترہ نے مفصلاً بیان کر دیا ہے، خروج نہ کرلے اور اپنا فساد جہان میں نہ برپا کر لے، ہرگز مسیح موعود نہیں آسکتے ۔ چنانچہ جو احادیث میں نے ابتداء تحریر ہذا میں ذکر کی ہیں ان میں سے حدیث پنجم اور حدیث ششم اور حدیث ہشتم کو دیکھو۔ اور یہ بات قطعی ہے کہ اب تک اس صفت کے دجال نے خروج نہیں کیا، لہذا اس وقت تک کوئی مسیح موعود ہو کر نہیں آسکتا پس قطعاً یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرزا، مسیح موعود نہیں ہو سکتے ۔ وھو المطلوب ۔

} دلیل دوم: یہ کہ جب تک رومی وابق یا اعماق میں آکر مدینہ کے اسلامی لشکر کے ساتھ نہ لڑیں، پھر تہائی ان مدینہ والوں میں کے بھاگ جائیں، اور تہائی شہید ہوں اور تہائی فتح کر لیں، پھر شیطان غنیمت تقسیم کرتے وقت ان کو مسیح دجال کے نکلنے کی خبر سنا دے، تب تک مسیح موعود نزول

نہ فرمائیں گے۔ دیکھو حدیث ہشتم کو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اب تک نہیں ہوا۔ پس ابھی کیسے مسیح موعود آ سکتے ہیں۔ لہذا مرزا قادیانی کیونکر مسیح موعود ہو سکتے ہیں۔

} دلیل سوم : یہ کہ مسیح موعود ایسی قوم میں نزول فرماویں گے کہ جن میں حکومت وامارت مسلمان کی ہوگی اور ان میں جو حاکم ہوگا وہ حضرت مسیح سے امامت کے واسطے بھی کہے گا۔ دیکھو حدیث دوم اور ہشتم کو۔ اور اظہر ہے کہ یہ بات یہاں نہیں۔ پھر مرزا صاحب کیونکر مسیح موعود ہو گئے۔

} دلیل چہارم : یہ کہ مسیح موعود ایسی قوم میں نازل ہوں گے کہ جو جہاد کرتے ہوں گے۔ دیکھو حدیث ہشتم کو۔ اور یہاں تو اسکا ذکر ہی کیا بلکہ غالباً خلاف مسلک ہے پھر بھلا مرزا صاحب کس طرح مسیح موعود ہو گئے۔

} دلیل پنجم۔ یہ کہ مسیح موعود کا نزول ہوگا چنانچہ تمام احادیث میں یہ بات تفصیلاً بیان کی گئی ہے اور پھر اس کی ہیئت مخصوصہ بھی جتا دی کہ وہ فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے نزول فرمائیں گے۔ دیکھو حدیث سوم، چہارم، اور ہشتم کو۔ اور یہاں اس سے بھلا کیا نسبت ہے؟ پھر کیونکر مسیح موعود بن بیٹھے۔

} دلیل ششم : یہ کہ مسیح موعود نبی ہوں گے۔ دیکھو حدیث ششم کہ اس میں چار جگہ لفظ نبی اللہ ان پر بولا گیا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ قال اللہ تعالیٰ:

ما کان محمّد ابا احدٍ من رّجا لکم و لکن رسول اللّٰہ و خا تم النّبیّین

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا نبیّ بعدی۔

پس حضرت محمد ﷺ کے بعد کا کوئی مسیح موعود نہیں ہوسکتا۔ لہذا مرزا قادیانی ہرگز مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ وھو المطلوب۔

واضح رہے کہ نبی کے جو یہاں پر معنی ہیں، وہاں پر بھی ہیں۔ جو حقیقت شرعیہ ایک جگہ مراد ہے، وہی دوسری جگہ بھی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک جگہ تو اپنی غرض کے لئے ایک معنی مراد لو، اور دوسری جگہ کچھ اور۔ اور صرف (یعنی پھیرنا) نص کا حقیقت سے بلا صارف الحاد و تحریف ہے۔

} دلیل ہفتم: یہ کہ مسیح موعود نزول کے بعد کفار سے مقاتلہ اور جہاد کریں گے اور دجال معہود کو ماردیں گے۔ دیکھوا حادیث نمبر سوم اور پنجم اور ششم اور نہم کو۔ اور یہ بات یضع الحرب کے معنی میں بھی مفصلاً بیان ہو چکی ہے اور یہاں تو اس سے بکلی انکار ہے پھر بھلا کس طور سے مسیح موعود ہو سکتے ہیں۔

} دلیل ہشتم: یہ کہ مسیح موعود کا نام عیسی مسیح اور ان کی ماں کا نام مریم ہے، دیکھوا حادیث مسطورہ بالا کو۔ اور تمام احادیث اس بارہ کی اس بات کو تصریحاً بیان کرتی ہیں۔ اور اظہر ہے کہ نہ مرزا کا نام عیسی مسیح ہے اور نہ ان کی ماں کا نام مریم ہے۔ پھر مرزا کس طرح مسیح موعود ہو سکتے ہیں؟

} دلیل نہم: یہ کہ مقدمہ مسلّمہ ہے کہ مسیح موعود ہادی حق اور متبع شریعت محمدیہ ہوں گے پس جو شخص کہ عقاید کفریہ کا رواج دینے والا، مسائل زندیقیہ کا تعلیم کرنے والا، انبیاء کی شان میں کلمات اہانت کے بولنے والا، اور معجزات (جن کو اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں اپنے انعامات اور احسانات میں شمار کیا ہے) کو سحر اور اپنے نزدیک مکروہ ٹھہرانے والا، اور قرآن وحدیث میں کھلی کھلی تحریف کرنے والا ہو (کہ موجب الحاد ہے)، کیونکر مسیح موعود ہوسکتا ہے۔ ان باتوں کا ثبوت ابتداء رسالہ میں بیان کر چکا ہوں۔

} دلیل دہم۔ یہ کہ مسیح موعود سے وہی خاص مسیح ابن مریم حقیقی نبی (جن پر انجیل نازل ہوئی جو بنی اسرائیل کی طرف نبی کر کے بھیجے گئے تھے) مراد ہیں اور یہ بات تمام احادیث سے ثابت ہوتی ہے۔ دیکھو حدیث سوم اور پنجم کو کہ جن میں جناب رسول اللہ ﷺ نے قطعی تصریح کر دی ہے کہ وہی عیسی نزول فرمائیں گے اور خود عیسیٰؑ نے محمد رسول اللہ ﷺ سے شب معراج میں تصریح کر دی ہے کہ قرب قیامت میں کہ دجال نکلے گا تو میں اتروں گا اور اس کو قتل کرونگا یہ اللہ کا مجھ سے عہد ہے۔ دیکھو اب یہاں کیسی اظہر تشریح موجود ہے کہ مسیح موعود وہی حضرت عیسیٰؑ ہیں۔ پھر ان نصوص میں مثیل مسیح ماننا صریح بے ایمانی اور کھلی بے حیائی اور پوری کتاب وسنت سے مخالفت اور اللہ و رسول سے لڑائی نہیں تو کیا ہے؟

آخر میں مولانا شاہجہانپوری لکھتے ہیں:

اے اہل اسلام ذرا غور کرو کہ اللہ نے اپنے رسول امین ﷺ کی زبان سے نزول عیسی بن مریم کو کیسی کیسی تصریح اور کس کس تشریح سے فرما دیا کہ جس سے مرزا قادیانی کی نسبت تو ذکر ہی کیا ہے، میرے نزدیک اس میں ان کا نام ہی لانا ناروا ہے۔ اے مسلمان بھائیوں میں تم کو محض بسبب ہمدردی اسلام کے نصیحت کرتا ہوں کہ اگر آپ لوگ بنظر انصاف اس تحریر کو دیکھیں گے تو آپ پر کالشّمس فی النّھار ظاہر ہو جاوے گا کہ بحکم شرع شریف مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ دعاوی محض باطل اور فاسد ہیں۔ اور ایسے عقائد و مسائل صرف شیطانی دھوکے اور وساوس ابلیسی ہیں، جو ان باتوں کا معتقد ہوا، بلا شبہ وہ کید دجالی اور جال شیطانی میں پھنس گیا۔ اے حق کے طالبو اور اپنے مولی کی مرضی چاہنے والو! ایسے عقائد و مسائل سے بچتے رہو۔

... و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین

(شفاء للناس کے مصنف مولانا عبداللہ شاہجہانپوری کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں مل سکیں۔ اسی کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ آپ، مولانا کفایت اللہ کے صاحبزادے تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ مولانا ابو یحی محمد شاہجہان پوری کے بھائی تھے۔ مولانا ابو یحی نے الارشاد الی سبیل الرشاد لکھی تھی جو اجتہاد و تقلید کے موضوع پر ایک شاندار کتاب ہے۔ اور مولانا کفایت اللہ کے متعلق مولانا ابو یحی محمد نے اپنی کتاب الارشاد الی سبیل الرشاد میں لکھا ہے کہ جب وہ:

تمام فنون درسیہ سے فارغ ہو گئے اور حدیث کی تحصیل کا عزم کیا تو چونکہ جناب میاں نذیر حسینؒ صاحب اس فن میں نہ صرف کمال کے ساتھ بلکہ اپنے زمانہ میں تقریباً تفرد کے ساتھ مشہور تھے، لہذا انہی کی خدمت میں حاضری کا قصد کیا اور دہلی پہنچے۔ دہلی پہنچنے کے بعد بعض ان کے پرانے احباب اس بات پر مصر ہوئے کہ میاں صاحب سے نہ پڑھیں۔ اس لئے کہ کہیں بگڑ نہ جائیں۔ اور بعض دیگر مولویوں کے پاس جانے کی تحریص کی۔ کہے سنے سے ان (کفایت اللہ) کے ارادے میں بھی تزلزل ہوا اور وہ خود بھی میاں صاحب کے پہلے سے ہم مسلک نہ تھے۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک مقام پر جناب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔ پھر حضور پرنور کی بجائے میاں صاحب نظر آنے لگے۔ اور اب اسی جگہ پر میاں صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس خواب کے بعد انہوں نے انہیں سے استفادہ پر کمر بستہ کی اور وہیں تحصیل حدیث سے فراغت حاصل کی۔)

تائیدآسمانی

مرزا غلام احمد قادیانی نے تقریباً ۵۰صفحات کا ایک کتابچہ نشان آسمانی (یا شہادة الملہمین) جون۱۸۹۲ء میں شائع کیا جس میں گلاب شاہ مجذوب اورنعمت اللہ شاہ کی پیشگوئیاں درج کر کے بتایا کہ ان سے ان کے دعوی کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔نعمت اللہ شاہ کا زمانہ ۵۶۰ھ ہےاور جس کتاب کے ساتھ ان کی پیش گوئی شائع ہوئی وہ محرم ۱۲۶۸ھ میں شائع ہوئی اوراس کا نام اربعین فی احوال المہدیین ہے۔مرزا صاحب نے نشان آسمانی میں اس پیش گوئی کے اشعار:

غین و رے سال چون گذشت — ازسال کاروبارے بینم
گردر آئینہ ضمیر جہان — گرد زنگ و غبار می بینم
تاچہل سال اے برادرمن — دور آن شہسوار می بینم

درج کر کے یہ نوٹ دیا ہے:

یعنی اس روز سے جو وہ امام ملہم ہوکر اپنے تئیں ظاہر کرے گا چالیس برس تک زندگی کرے گا۔ اب واضح رہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ اسّی برس تک یا اس کے قریب تیری عمر ہے۔ سو اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوئی۔جن میں سے دس برس کامل گذر بھی گئے۔

مرزا صاحب کا یہ کتابچہ منظر عام پرآیا تو تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن،منشی محمد جعفر تھانیسری نے اس کے جواب میں ایک رسالہ تائیدآسمانی کےعنوان سے رقم فرمایا۔ ذیل میں اس رسالے کی تلخیص قارئین کی نذر کی جاتی ہے: جناب تھانیسری لکھتے ہیں:

مرزا قادیانی نے اپنے آپ کومسیح زمان اورمہدی دوراں اورمجدد الوقت قرار دے کے بیان کریم بخش اور چند اشعار مؤلفہ نعمت اللہ سے اپنے تینوں دعووں پر استدلال کر کے اس شہادت کو نشان آسمانی ٹھہرایا ہے۔ بہ نظر اظہار حق ایک مختصر جواب اس رسالہ کا میں عرض کرتا ہوں:

} پہلی شہادت کریم بخش

اول۔ رنگینی عبارت اظہار گواہ مذکور اور مبالغہ اظہار صداقت اور ہر طرح سخت قسموں کی

بوچھاڑ اور وعید کی شدید بھرمار عقلاً وشرعاً اس بیان کو بے وقعت اور غیر معتبر کر رہی ہے۔

دوم۔موافق قاعدہ شریعت اور قانون عدالت، پہلے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ گلاب شاہ فقیر، جس کی پیش گوئی کا کریم بخش مذکور راوی ہے، ایسی پیش گوئی کی لیاقت رکھتا تھا یا نہیں؟

سوم۔چند عادل معتبر لوگوں کی شہادت سے پہلے یہ ثابت ہونا چاہیے کہ کریم بخش مذکور کو مثل دوسرے لوگوں کی دروغ گوئی سے اپنے پیر ومرشد کے دعوی کو ثابت کرانے کا چسکا تو نہیں۔

چہارم۔ان شکوک کے رفع ہونے کے بعد شرعاً بیان واحد سے کوئی دعوی ثابت نہیں ہو سکتا جب تک دو گواہ اس کی تصدیق نہ کریں واستشھدوا شھیدین من رجالکم خود قرآن مجید میں وارد ہے۔

پنجم۔مولوی محمد حسن لدھیانوی، جن کو اپنی راست گوئی اور اتقاء پر کریم بخش مذکور گواہ لایا ہے، اپنے کارڈ مورخہ ۲۸ جولائی ۱۸۹۲ء میں تحریر کرتے ہیں کہ میں کریم بخش کے اتقاء اور دیانت اور صداقت اور پیشگوئی کی روایت میں ان میں سے کسی بات پر شہادت نہیں دے سکتا۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ آدمی نمازی ہے۔سال گزشتہ کے ماہ رمضان میں پیشگوئی کے الفاظ کم سنے گئے تھے جب مرزا قادیانی کا قیام لدھیانہ میں ہوا تو پھر مضمون پیش گوئی کا بڑھ گیا۔اسکا سبب اللہ کو معلوم ہے۔

ایک طرف تو نواس بن سمعان صحابی آنحضرت ﷺ سے صحیح مسلم میں روایت کر رہا ہے کہ اللہ تعالی مسیح ابن مریم کو بھیجے گا اور وہ مینار سفید مشرقی دمشق پر اتریں گے۔اور دوسری طرف کریم بخش جمال پوری کہہ رہا ہے کہ مسیح قادیان میں پیدا ہوکر لدھیانہ میں نزول فرمائیں گے۔پہلی پیش گوئی کے فرمانے والے نبی معصوم ہیں اور دوسری بات کہنے والے ایک مستور الحال اور نیک فقیر ہیں۔اب مرزا صاحب کے لائق حواری ہی ایمان سے بتلاویں کہ دونوں متناقض روایتوں میں کون سی روایت قابل تسلیم ہے۔اگر اس فرقہ کو شریعت محمدی اور قانون عدالت سے ذرا بھی مس ہے تو پھر ایسی لچر اور پوچ شہادت کو ایسے دعوی عظیم کے ثبوت میں پیش نہ کریں گے۔

} دوسری شہادت از اشعار نعمت اللہ ولی

آٹھ نو برس ہوئے اربعین فی احوال المھدیین، جس کے اخیر میں یہ اشعار چھپے ہوئے ہیں، خود میرا بھیجا ہوا عرصہ دراز تک مرزا صاحب کے ملاحظہ میں رہ چکا ہے اور مرزا صاحب نے جس قدر اپنی پیش گوئیوں، تولد فرزند وغیرہ، کے نوٹوں میں زیر اشعار مذکورہ اپنے رسالہ میں تحریر

کیا ہے وہ پیش گوئیاں قریب تمام کے ان اشعار کے ملاحظہ کے بعد مرزا صاحب نے تحریر فرمائی ہیں پس ایسی صورت میں فریق مخالف یہ کہنے کا استحقاق رکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے اسی دن کے واسطے عمداً ان پیشگوئیوں کو لکھ رکھا تھا کہ ان اشعار کے ساتھ وہ ان کو بیان کر کے اپنے مفید مطلب نتیجہ نکال سکیں۔

اب پہلے ہم ان اشعار کی اصلیت اور وقعت پر غور کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے ایام غدر ۱۸۵۷ء کے دیکھے ہیں ان کو یاد ہوگا کہ ایام غدر سے پہلے کسی مفسد نے ایک اور قصیدہ جس کا وزن یہ تھا: شاہ غزنے خوش عنان پیدا شود

از طرف شاہ نعمت اللہ ولی تحریر کر کے اس میں بابر بادشاہ سے لے کر کل شاہان تیموریہ کو نام بنام لکھ کر پھر ذکر حکومت انگریزی اور اور اس کے بعد ۱۲۶۰ھ میں زوال سلطنت انگلشیہ اور آمد شاہ غزنی قرار دی تھی۔ مگر جب ۱۲۶۰ھ خالی چلا گیا تو پھر اسی ساٹھ کے ستّر اور ستّر کے اسّی سال اس قصیدہ میں تحریف کئے گئے تھے ...اور سارے زمانے موعودہ گذر گئے مگر اب تک شاہ غزنی نہ آیا، اور نہ آوے گا۔ میرے خیال میں یہ اشعار پر بہار بھی جن سے مہدیت اور مسیحیت اور مجددیت پر استدلال کیا ہے غالباً اسی قسم کے ہوں گے کیونکہ مؤلف اشعار تک حسب قاعدہ محدثین سلسلہ روایت ثابت نہیں ہوتا اور یہ اشعار ۱۲۶۰ھ میں شائع ہوئے، اس سے آگے ان کا پتہ نہیں چلتا اور نہ اصل دیوان، جس کا حوالہ جامع اربعین دیتا ہے، ہمارے ملاحظہ سے گذری۔ اور بفرض محال اگر مؤلف اشعار تک بھی سلسلہ روایت قائم ہو جائے تو بھی اس الہام سے کوئی یقینی نتیجہ نہیں نکل سکتا کیونکہ ہماری شریعت میں الہام ایک ظنی چیز ہے اور مومن اور کافر دونوں اس سے مستفید ہوتے ہیں

شاہ نعمت اللہ ولی کے اس قصیدہ میں جو اربعین فی احوال المہدیین میں چھپا ہے کل ۵۵ اشعار ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

قدرت کردگارے بینم   حالت روزگار مے بینم
از نجوم ایں سخن نمے گوئم   بلکہ از کردگار مے بینم
در خراسان و مصروشام وعراق   فتنہ و کار زار مے بینم
ہمہ را حال مے شود دیگر   گر یکے در ہزار مے بینم
قصہ بس غریب مے شنوم   غصہء در دیار مے بینم
غارت وقتل لشکرِ بسیار   از یمین و یسار مے بینم

بس فرو مایگان بے حاصل　　عالم و خواند کار مے بینم
مذہب دین ضعیف می یابم　　مبدعِ افتخار مے بینم
دوستانِ عزیز ہر قومے　　گشتہ غمخوار خوار مے بینم
منصب و عزل تنگ چی عمال ہر یکے را دو بار مے بینم
ترک و تاجیک را بہم دیگر　　خصمی گیر دار مے بینم
مکر و تزویر و حیلہ در ہر جا　　از صغار و کبار مے بینم
بقعہء خیر سخت گشت خراب　　جائے جمع شرار مے بینم
اند کے امن گر بود امروز　　در حد کوہسار مے بینم
گرچہ مے بینم ایں ہمہ غم نیست　　شادیء غم گسار مے بینم
بعد امسال چند سال دگر　　عالمے چون نگار مے بینم
بادشاہ مشام دانائے　　سرورِ باوقار مے بینم
حکم امثال صورتے دگرست　　نہ چو بیدار وار مے بینم
غین و رے سال چون گزشت از سال بوالعجب کاروبار مے بینم
گہ در آئینہء ضمیر جہاں　　گرد و زنگ و غبار مے بینم
ظلمتِ ظلم ظالمانِ دیار　　بے حد و بیشمار مے بینم
جنگ و آشوب فتنہ و بیداد　　درمیان و کنار مے بینم
بندہ را خواجہ وش ہمے یابم　　خواجہ را بندہ وار می بینم
ہر کہ ادبار یار بود امسال　　خاطرش زیرِ بار مے بینم
سکہ نو زنند بر رخِ زر　　درہمش کم عیار مے بینم
ہر یک از حاکمان ہفت اقلیم　　دیگرے را دو چار مے بینم
ماہ را رو سیاہ مے نگرم　　مہر را دل فگار مے بینم
تاجر از دور دست و بے ہمراہ　　ماندہ در رہگذار مے بینم
حال ہند خراب مے یابم　　جورِ ترک و تتار مے بینم
بعض اشجار بوستان جہاں　　بے بہار و ثمار مے بینم
ہم دلی و قناعت و کنجے　　حالیا اختیار مے بینم

غم مخور زانکہ من دریں تشویش خرمی و صلِ یار مے بینم
چوں زمستاں بے چمن بگذشت شمس خوش بہار مے بینم
دور او چوں شود تمام بکام پسرش یادگار مے بینم
بندگانِ جناب حضرت او سربسر تاجدار مے بینم
بادشاہ تمام ہفت اقلیم شاہ عالی تبار مے بینم
صورت و سیرتش چو پیغمبر علم و حلمش شعار مے بینم
ید بیضا کہ بااو تابندہ باز با ذوالفقار مے بینم
گلشن شرع راہے بوئیم گل دیں را ببار مے بینم
تا چہل سال اے برادر من دورِ آن شہسوار مے بینم
عاصیان از امام معصوم خجل و شرمسار مے بینم
غازی دوستدار دشمن کش ہمدم و یار غار مے بینم
زینت شرع رونق اسلام محکم و استوار مے بینم
گنجِ کسری و نقد اسکندر ہمہ بر روئے کار مے بینم
بعد ازاں خود امام خواہد بود بس جہاں را مدار مے بینم
اح م و دال مے خوانم نامِ آں نامدار مے بینم
دین و دنیا از و شود معمور خلق زو بختیار مے بینم
مہدی وقت و عیسیٔ دوراں ہر دو را شہسوار مے بینم
ایں جہاں را چو مصر مے نگرم عدلِ او را حصار مے بینم
ہفت باشد وزیر سلطانم ہمہ را کامگار مے بینم
بر کفِ دست ساقی وحدت بادۂ خوش گوار مے بینم
تیغ و آہن دلان زنگ زدہ کند و بے اعتبار مے بینم
گرگ با میش شیر با آہو در چرا با قرار مے بینم
ترک عیار مست مے نگرم خصم او در خمار مے بینم
نعمت اللہ نشست بر کنجے از ہمہ بر کنار مے بینم

ان شعروں میں غین رے سال والے شعر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شروع

تیرھویں صدی سے..عجیب وغریب واقعات ظاہر ہوں گے۔

چون زمستان بے چمن بگذشت ، والے شعر سے چودھویں صدی کے سر پر مرزا صاحب اپنے ظہور کا زمانہ نکالتے ہیں، یہ سراسران کی ہٹ دھرمی اور تحکم ہے اس استنباط کو صرف مرزا صاحب کے سادہ مرید قبول کر سکتے ہیں کیونکہ نہ تو حروف تہجی سے چودھویں صدی نکلتی ہے نہ معنوں اور مطلب سے یہ بات پائی جاتی ہے۔

اور جو: تا چہل سال اے برادر من، کے نوٹ میں مرزا صاحب اپنی عمر مبارک کے تیس برس بتلا کر اپنے کو مصداق اس شعر کا ٹھہراتے ہیں۔ سو اس دعوی کی صداقت اس وقت ہوسکتی ہے کہ جب (۱۸۹۲ء کے بعد) مزید تیس برس تک مرزا صاحب اس دنیا میں زندہ رہیں..

اور جو: صورت و سیرتش چو پیغمبر، کے نوٹ میں مرزا صاحب اپنے ظاہر و باطن کو نبی کی مانند اور شان نبوت کو اپنے اندر نمایاں بتلا کر اپنے کو اس شعر کا مصداق ٹھہراتے ہیں سو اس لغو تطبیق کو صرف آپ کے سادہ لوح مرید قبول کر سکتے ہیں مگر جنہوں نے حلیہ مبارک رسول کریم ﷺ کا کتابوں میں پڑھا ہے وہ کبھی مرزا صاحب کے اس نوٹ کو تسلیم نہ کریں گے۔ مرزا صاحب کا حلیہ مبارک اور کبوتر کی گردن سیاہ رنگی ہوئی داڑھی بلکہ از سرتا پا مرزا کا لباس اور زریں کلاہ کسی طرح بھی حلیہ اور لباس نبوی سے مشابہ نہیں ہے۔ میرے خیال میں مرزا کے پاس سوائے اس کے اور کوئی جواب نہ ہوگا کہ یہاں صرف روحانی مشابہت مراد ہے نہ کہ ظاہری۔ رہا مرزا صاحب کا علم اور حلم اور سیرت، سو مرزا صاحب کے فلسفیانہ اور حکیمانہ اور پیچدار اور لچھے دار عبارت اور آپ کا تبحر علم فلسفہ اور منطق اور کلام اور مناظرہ وغیرہ میں اور گالیاں اور سخت کلامی جو مرزا کی اکثر تحریرات میں موجود ہے۔ اور مرزا کا وہ غصہ اور گرم مزاجی کہ جس سے ایک دم میں ایک لائق اور معزز بیٹا اور ایک محترمہ اور بے قصور بیوی کو طلاق کی نوبت پہنچ گئی اور طرح طرح کے حیلوں سے آپ کی ہر تحریر اور تصنیف میں روپیہ کی طلب اور ھل من مزید کا نقشہ اور ترکہ جمع اور جماعت اور خوش معاملگی یا وعدہ خلافی اشاعت براہین احمدیہ اور سراج منیر اور بہت سی آپ کی دوسری عملی کاروائیاں آپ کو سیرت محمدی سے کوسوں دور پھینک رہی ہیں۔

اور: اح م و دال می خوانم ، میں احمد نام ہے...اور یہ سب جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے نہ کہ احمد۔ اور غلام آپ کے اسم کا جزو ہے جیسے عبداللہ میں عبد ہے۔ پیشینگوئی کرنے والے پر یہ کیا محال تھا کہ غلام احمد آپ کا پورا نام پیشین گوئی میں بیان کرتا۔

جو : دین و دنیا از وشود معمور ، کو مرزا صاحب اپنی طرف نسبت کر کے ترقی دین کو اپنے ذریعہ سے ہونا بیان کرتے ہیں اور اپنے مریدوں کو وعدہ اقبال اور فلاح دارین کا سناتے ہیں ، اس میں بھی سرا سر انکی ہٹ دھرمی ہے کیونکہ بظاہر حال سید احمد شہید سے دین و دنیا معمور ہوئی ہے نہ مرزا صاحب سے۔ جہاں تک کہ مجھ کو علم ہے میں بیان کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کے جذبہ مسیحی سے آج تک ایک کافر مسلمان نہیں ہوا ، گو ہزاروں روپئے بقول مرزا صاحب اجرائے اشتہارات اور اشاعت کتب میں ضائع ہوئے ، اور نہ آج تک کسی بدعتی کو مرزا صاحب کے ہاتھ پر توبہ نصیب ہوئی حتی کہ مرزا صاحب سے خود ان کے صاحب خانہ اور اولاد اور بھائیوں تک کو بھی ہدایت نہیں ہوئی ، بلکہ ان کے بعض خاص خدمت گار فرض نماز تک نہیں پڑھتے تھے۔ سید احمد شہید کے دروازہ کے ادنی فیض یافتہ اس ملک میں مولوی شیخ عبید اللہ نومسلم اور مولوی عبداللہ غزنوی ہوئے ہیں جن کے ہاتھ سے ہزاروں خلقت کو ہدایت ہوگئی اور صدہا ہندو مسلمان ہو گئے۔ ہزاروں خلقت نے ان کی وعظ اور تذکیر اور صحبت سے اپنے آبائی طریق شرک اور بدعت اور فسق و فجور کو چھوڑ دیا۔ اور مرزا صاحب کے ہاتھ سے باوجود ایسے عظیم دعوی کے ان لوگوں کے ہزارویں حصہ بھی ہدایت نہیں ہوئی۔ (سید عبداللہ غزنوی کی خدمت میں تو مرزا صاحب بھی حاضر ہوتے رہے لیکن چونکہ طبیعت میں صلاحیت نہ تھی اسلئے فیض سے محروم رہے۔ مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے (میرے بڑے بھائی) مرزا سلطان احمد نے بواسطہ مولوی رحیم بخش ایم اے کہ والد صاحب (یعنی مرزا غلام احمد)، میاں عبداللہ غزنوی اور سمّاں والے فقیر سے ملنے کیلئے کبھی کبھی جایا کرتے تھے۔ خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی ملاقات کا ذکر حضرت صاحب نے اپنی تحریرات میں کیا ہے۔ اور سماں والے فقیر کے متعلق شیخ یعقوب علی نے لکھا ہے کہ ان کا نام میاں شرف دین صاحب تھا اور وہ موضع سم نزد طالب پور ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ سم میں ایک پانی کا چشمہ ہے اور غالبًا اسی وجہ سے وہ سم کہلاتا ہے۔ سیرۃ المہدی ج ۱۔ ص ۲۱۸)

نیز مرزا بشیر احمد کہتے ہیں کہ ان کے ماموں ڈاکٹر اسماعیل نے ان سے بیان کیا:

حال کے زمانہ کے لوگوں میں آپ (یعنی مرزا غلام احمد) مولوی عبداللہ غزنوی کو بزرگ سمجھتے تھے۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ اور حضرت مجدد سرہندی، سید احمد بریلوی، مولوی اسماعیل شہید کو اہل اللہ اور بزرگ سمجھتے تھے مگر سب سے زیادہ سید عبدالقادر جیلانی کا ذکر فرماتے تھے۔ منقول

از سیرۃ المہدی۔ص ۳۷ے جلد سوم۔

اور مفتی محمد صادق قادیانی بتاتے ہیں:

فرمایا (مرزا غلام احمد نے): ایک دفعہ میں مولوی عبداللہ صاحب غزنوی ثم امرتسری سے ملنے گیا، تو ایک شخص نے، جو ان کا مرید تھا، مجھے ایک روپیہ دیا کہ میری طرف سے یہ روپیہ ان کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر دینا۔ جب میں ان سے ملا تو اس شخص کی طرف سے وہ روپیہ دے دیا۔لیکن جب دوبارہ انہیں دنوں میں، میں مولوی صاحب سے ملنے گیا تو انہوں نے خفگی سے کہا کہ تم ہم کو کھوٹا روپیہ دے گئے اور اظہار ناراضگی کا کرنے لگے۔تب میں نے جلدی سے اپنے پاس سے ایک روپیہ نکال کر ان کے آگے رکھ دیا۔ منقول از ذکر حبیب۔ص ۱۷۶)

مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ جذبات الہی سے ہدایت پا کر اور حق اور حقانیت کی طرف ترقی کر کے نفس اور نفسانی امور کو میں نے چھوڑ دیا ہے اور بکلی ظلمت نفس اور جذبات نفسانیہ سے علیحدہ ہو گیا ہوں اور میرا جسم جو تخت گاہ نفس کا تھا ادخنہ جسمانیہ سے پاک ہو کر ایک مصفا قطرہ کی طرح ہو گیا ہے اور خداوند تعالی کی نظر میں فقط ایک مجرد روح میں باقی رہ گیا ہوں...میرا حق ہو گیا ہے کہ مجھ کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا جائے اور اسی سبب سے میرا نام آسمان میں عیسی رکھا گیا ہے۔ اور خداوند تعالی کے خاص ہاتھ سے ایک روحانی پیدائش مجھ کو مل گئی ہے جو جسمانی باپ سے مجھ کو نہیں ملی تھی (دیکھو نشان آسمانی صفحہ ۸)۔اب تعجب ہے کہ ایسے ملائک صفت مجرد روح موسوم بہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ اور آسمانی عیسی سے اپنے اہل بیت تک کو بھی ہدایت نہ ہوئی اور ادخنہ جسمانیہ سے پاک ہو کر اور مجرد روح اور مصفا قطرہ باقی رہ کر پھر باکرہ خواتین کی حرص اب تک باقی ہے....اس سے خوب ثابت ہے کہ مرزا صاحب کا حال مرزا صاحب کے قال کے مطابق نہیں ہے۔ یہ عالی مضامین جو مرزا صاحب اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں ضرور تصانیف ابن عربی یا امام غزالی یا کسی دوسرے اولیاء اللہ کی کتاب سے سرقہ کر کے لکھے جاتے ہیں۔اے اندھے مریدو! میرے اس نوٹ کو غور سے پڑھ کر اس میں فکر کرو ورنہ سخت پچھتاؤ گے اور کچھ فائدہ نہ ہو گا۔مسیح ابن مریم ٹاٹ پہن کر جنگلوں میں رہا کرتے تھے اور ساری عمر میں نہ شادی کی اور نہ گھر بسایا، مسیح ابن مریم جنگلوں کے پھل پھول یا روکھی سوکھی کھا کر یاد خدا میں مست رہا کرتے تھے۔مثیل مسیح کے امیرانہ پوشاک زیب تن رہتی ہے اور باوجود یہ کہ گھر میں دو بیویاں موجود تھیں پھر ایک تیسری کی سخت طلب ہے جس کے نہ ملنے پر بے گناہ اور محترمہ بیوی کو طلاق اور معزز فرزند کو عاق ہونے تک نوبت پہنچی۔اور مثیل مسیح

ایک ایسے پر تکلف مکان میں رہتا ہے جیسے امراء کی شان کے لائق ہے اور بجائے پھل پھول اور روکھی پھیکی روٹی کے مثیل کی خوراک نہایت عمدہ اور لذیذ کھانے ہیں جن پر ہزار ہا روپیہ مریدوں پر خرچ ہوتا ہے۔ مسیح ابن مریم کو کسی شخص نے ، اچھے استاد ، کہہ دیا تھا اس پر مسیح بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ سوائے خدا کے کوئی بھی اچھا نہیں ہے۔ یہاں مثیل مسیح کی خودستائی کی یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ سوائے درجہ الوہیت کے اور کوئی درجہ خودستائی کا باقی نہیں رہا جب کوئی ظاہری نشان ہدایت اور ترقی اسلام کا اس مثیل میں پایا نہیں جاتا تو اس وقت یہ حیلہ کر دیتا ہے کہ روحی طور پر مجھ سے دین و دنیا کی ترقی ہوگی۔ یہ روحی طور کا حیلہ بھی مرزا صاحب کے واسطے ایک بڑی ٹٹی ہے۔

مرزا قادیانی ایک بڑا متبحر عالم اور سحر البیان اور روبہ بازی سے جھوٹ کو سچ کر دکھانے والا ہے۔ ان کی فلسفیانہ تحریرات اور مذہبی دام کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کو بزرگان دین سے پہلے سابقہ رہا ہو اور اس کے اندر بھی ایک شمع نورانی شناخت حق و ناحق کا موجود ہو ورنہ اس کے مکر اور جال، دجال کی خرق عادات سے کم نہیں ہیں وہ رات دن صدہا تصانیف بزرگان دین کی اپنے سامنے رکھ کر ان میں سے بڑے بڑے عالی اور عمیق بلند پرواز مضامین منتخب کر کے کوئی بطور الہام اور کوئی بطور پند نصیحت وغیرہ وغیرہ شائع کر کے اپنے مریدوں کو خوش کرتا رہتا ہے۔

پھر: بادشاہ تمام ہفت اقلیم شاہ عالی تبار کی نسبت بھی مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں اور بادشاہ ہوں مجھ کو ملک عظیم دیا جائے گا اور مجھ پر زمین کے خزانے کھولے جائیں گے اور اس بادشاہی سے مراد دنیا کی ظاہری بادشاہی نہیں بلکہ روحانی بادشاہی ہے۔ اب ہم روحانی ٹٹی سے سخت حیران ہیں احادیث نبوی اور یہ شعر بآواز بلند مہدیؑ کی ظاہری سلطنت اور ہفت اقلیم کی بادشاہی بیان کر کے اس کو ایک سید عالی خاندان بتلا رہی ہیں اور یہاں ایک مغل زادہ اس بشارت کو اپنی طرف لگا کر صرف اپنے شیطانی اوہام کو ثبوت دعوی میں پیش کرتا ہے حالانکہ مغلوں کی نسبت رسول خدا ﷺ خبر دیتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم سے ترک یعنی مغل چھوٹی آنکھوں والے چپٹی ناک والے جنگ کریں گے۔ تواریخ سے پایا جاتا ہے کہ قوم مغل بکری بھیڑ پالنے والے مثل ہمارے ملک کے گڈریوں کے تھے اور چنگڑوں اور سانسیوں اور نٹوں کی طرح سرکیوں اور خیموں میں رہا کرتے تھے اور لوٹ مار ان کا پیشہ تھا۔ چنگیز خان، ہلاکو اور تیمور لنگ یہ تینوں مشہور سفاک اسی قوم سے ہوئے ہیں۔ ان مغلوں نے خلفائے عباسیہ کے وقت مسلمانوں پر بہت حملے کئے۔ لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ بے دریغ کر دیا۔ تیمور سے تھوڑا اوپر یہ قوم مشرف باسلام ہوئی اور بہ برکت

اسلام اس وقت سے ان میں تہذیب اور آدمیت داخل ہو کر شریفوں میں شمار ہونے لگی ۔ پھر تعجب ہے کہ بجائے اولاد فاطمہؓ کے اور قرشی الاصل کے ایک مغل کو نبوت اور مسیحیت اور مجددیت اور مہدویت کل عہدے عطا ہو جاویں۔ اور جا بجا مرزا صاحب اپنے کو فارسی الاصل ٹھہرا کر اس حدیث ثریا والی کا ...اپنے کو مصداق ٹھہراتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو علم تواریخ اور جغرافیہ میں پورا دخل نہیں ہے۔ فارسی الاصل تو فارسی قوم ہے نہ کہ مغل ۔ نقشہ ایشیاء کا ہاتھ میں اٹھا کر دیکھو، مسکن مغل جس کا صدر مقام سمرقند ہے طہران دارالسلطنت فارس سے کتنے فاصلہ پر ہے۔ تو پھر کیونکر مرزا صاحب فارسی الاصل ہوئے ۔ اور

مہدی وقت وعیسی دوران ہر دو را شاہسوار مے بینم

کی نسبت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ وہ شخص واحد مہدی ہوگا اور عیسی بھی ہوگا اور وہ میں ہوں اور سوائے میرے تیرہ سو برس سے کسی دوسرے آدمی نے عیسی ہونے کا دعوی نہیں کیا۔ اب ناظرین باانصاف غور کریں کہ مہدی وقت اور عیسی دوراں کے بیچ میں جو واؤ عطف کا واقع ہے اور مصرعہ ثانی میں لفظ ، ہردو ، کیا صاف نہیں بتلا رہے ہیں کہ وہ دو شخص ہوں گے۔ ان دونوں لفظوں کی تقدیم تاخیر صاف خبر دیتی ہے کہ مہدی پہلے آوے گا اور پھر عیسیؑ نزول فرمائیں گے۔ اور یہ دونوں بزرگ بڑے عالی رتبہ ہوں گے۔...

عملداری اسلام میں مشکل سے مرزا صاحب یہ طوفان برپا کر سکتے ۔ مرزا صاحب شکر کریں کہ اس وقت ایسی آزاد اور لا مذہب گورنمنٹ کی عملداری ہے کہ اگر وہ اپنے کو خداوند تعالی یا اس سے بھی بڑا بتلاویں تو بھی گورنمنٹ ان کو کچھ نہ کہے گی ۔...

ایلیا اور یوحنا کا قصہ جس کو بمقابلہ احادیث نبوی مرزا صاحب انجیل سے نقل کرتے ہیں نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، پھر بہ مقابلہ مسلمانوں کے وہ قصہ کس واسطے بار بار ذکر کیا جاتا ہے اگر انجیل سے وہ قصہ لیا جاتا ہے تو اسی انجیل میں بڑی صراحت سے یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح آسمان پر ہے اور بڑی شان وشوکت سے نزول فرما کر یہاں کی بادشاہت کرے گا۔

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ مہدی اولاد فاطمہؓ سے ہوگا اور یہ بھی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ وہ بارہ خلیفے جن میں چند خلیفے ملقب بہ مہدی ہوں گے، قوم قریش سے ہوں گے۔ اب جو مرزا صاحب مہدی ہونے کے دعویدار ہو بیٹھے تو نہ معلوم ان احادیث صحیحہ کی مرزا صاحب نے کیا تاویل یا استعارہ کیا ہے، یا اپنے کو روحی سید یا روحی قریشی قرار دیا ہے۔

اگر ناظرین بانصاف ان چالیس حدیثوں کو جو اربعین فی احوال المہدیین میں چھپی ہیں ملاحظہ فرماویں یا میرے رسالہ برکات اسلام کا باب فیوچر آف اسلام غور سے دیکھیں تو مرزا صاحب کے کل دعاوی باطل نظر آئیں گے۔ میں نے چار برس پہلے سے مرزا صاحب کے کل دعووں کی حقیقت کو اپنے رسالہ برکات اسلام میں بیان کر دیا ہے، وہاں دیکھنا چاہیے۔

اب بظاہر کوئی منصب و مرتبہ اولاد آدم کا باقی نہیں رہا جس کے دعویدار مرزا صاحب نہ ہوئے ہوں۔ نبی، مسیح، مہدی، مجدد الوقت، مرزا صاحب ہو چکے ہیں اور ان کے حواریوں نے ان چاروں منصبوں کی تصدیق کر کے مرتبہ صدیقیت حاصل کر لیا ہے۔ اب صرف درجہ الوہیت باقی ہے جس کی بنیاد مرزا صاحب نے اپنے رسالہ توضیح مرام کے صفحہ ۲۷ میں اس طرح قائم کر دی ہے کہ مسیح اور اس عاجز (یعنی مرزا) کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت یعنی ابن خدا کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں یعنی میں خدا کا بیٹا بھی ہوں..

مجھ کو مرزا صاحب کی اور چند باتوں پر تعجب آتا ہے ایک تو یہ کہ مرزا صاحب مثل مسیح اور مثل سید احمد کے ہونے کے تو دعوی دار ہیں مگر جیسے حضرت مسیح، حضرت یحیٰ سے اور سید احمد صاحب، مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب سے بیعت ہو کر مرید ہوئے تھے، مرزا صاحب آج تک کسی کے مرید نہیں ہوئے ... یہ مقام افسوس ہے کہ مرزا صاحب تحصیل منطق اور فلسفہ میں تو بٹالہ کے شیعوں کے شاگرد ہوئے اور اس طریق رشد و ہدایت میں آج تک بے پیر رہے۔ اس وقت بھی ہم دوستانہ طور پر مرزا صاحب کو رائے دیتے ہیں کہ سید احمد شہید سے فیض یافتہ لوگ اس وقت بھی ہندوستان میں موجود ہیں اگر اپنا دارین کا بھلا چاہیں تو ان کے سلسلہ میں بیعت ہو کر اور راہ تعلیم اور ہدایت سیکھ کر پھر خلقت کو فیض پہچاویں۔ خودستائی اور تکبر شیطان کا کام ہے اس سے باز آویں۔

(قادیانی لوگ حضرت سید احمد کو مرزا غلام احمد کا ارہاص کہتے ہیں۔ مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں:۔

> خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح حضرت مسیح ناصری سے پہلے حضرت یحیٰ بطور ارہاص کے مبعوث کئے گئے تھی اسی طرح مجھ سے پہلے سید احمد صاحب بریلوی بطور ارہاص کے مبعوث کئے گئے کیونکہ وہ تیرھویں صدی کے مجدد تھے۔ اور حضرت صاحب فرماتے تھے کہ یہ ایک عجیب مشابہت ہے کہ جس طرح حضرت یحیٰ قتل ہوئے اسی طرح سید احمد بریلوی بھی قتل ہوئے اور اس طرح خدا نے دونوں سلسلوں کے مسیحوں میں ایک مزید مشابہت کر دی۔ سیرۃ المہدی ص ۲۴۷ جلد سوم۔

خاکسار (بشیر احمد قادیانی) عرض کرتا ہے کہ ارہاص کے لفظی معنی بنیاد رکھنے یا کسی چیز کو مضبوط کرنے کے ہیں چونکہ اللہ تعالی سلسلہ ارہاص کے ذریعہ نور نبوت کی ابتدائی داغ بیل قائم کرتا ہے اس لئے اس سلسلہ کو یہ نام دیا گیا۔ سیرۃ المہدی۔ ص ۲۴۷۔ ۲۴۸ جلد سوم۔

حضرت یحی تو حضرت عیسی کے ہم عصر تھے۔ دونوں کی باہم ملاقات ہوئی اور وہ باہم دوست تھے۔ لیکن غلام احمد تو سید احمد کے ہم عصر نہیں تھے۔ اور سید احمد کو شہید کرنے والوں کی فوج میں مرزا کے اجداد ملازم تھے۔ حضرت یحی کو رومیوں نے شہید کیا، اس طرح سکھ رومیوں کے قائم مقام بنتے ہیں جنھوں نے سید احمد کو شہید کیا۔ بہاء)

میں نے سید احمد شہید کے گروہ کے بہت سے بزرگوں کو دیکھا ہے اور برسوں تک ان کی صحبت میں رہنے کا مجھ کو اتفاق ہوا ہے۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر راست لکھتا ہوں کہ ان بزرگوں کے سامنے بیٹھنے سے جو دل پر اثر ہو کر اس دنیا ناپائیدار کی حقیقت کھلتی تھی وہ اس وقت تک میرے دل پر چھائی ہوئی ہے اور ان بزرگوں کی نظر ہدایت اثر اور ان کے کلام ہدایت نشان سے ہزاروں بدکاروں اور فاسقوں اور ملحدوں اور کافروں کی کایا پلٹ ہوئی تھی اس کی کیفیت اس وقت تک مجھے یاد ہے۔ جب مرزا صاحب ۱۸۸۴ء کے قریب انبالہ میں رونق افروز ہوئے تھے تو میں بارہا اسی جانچ کے واسطے ان کی مجلس میں جا کر عرصہ دراز تک ان کے سامنے یا قریب بیٹھا رہا اور یہ بھی حلف سے کہتا ہوں کہ مرزا کو ان اوصاف و کمالات سے، جو میں نے اپنے بزرگوں میں دیکھے ہیں، بالکل خالی پایا۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مرزا صاحب ایک عمدہ فلاسفر، خوش تقریر، خوش تحریر اور نہایت دور اندیش اور ڈھنگے عقل مند اور مسکین صورت اور فضول خرچ اور مسرف، خوش پوش اور نفیس خور اور بڑے متواضع اور باوجود پیری اور بے مائیگی کے باکرہ خواتین کے حریص، طرح طرح کے حیلوں سے طلب زر میں مصروف ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو فتوی تکفیر مرزا صاحب پر لکھا گیا ہے میں نے اس کو بہت غور اور تامل سے دیکھا ہے۔ وہ تکفیر مرزا صاحب پر نہیں ہے بلکہ ان مضامین کفریہ کے قائل پر ہے جو سائل نے مفتیوں کے سامنے پیش کئے ہیں۔ مفتی کا کام تحقیقات اور چھان بین کا نہیں وہ منصب قاضی کا ہے۔ مفتی کا منصب یہ ہے کہ جو سوال اسکے سامنے پیش ہو، مطابق اس سوال کے قرآن و حدیث اور فقہ سے اس کا جواب لکھ دے۔ اب اس فتوی یا کسی دوسرے فتوی پر صرف یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ سوال جو مفتی کے سامنے پیش ہوا یا جواب جو مفتی نے دیا ہے وہ مطابق سوال سائل کے

نہیں تھا۔ یا جواب منشاء قرآن وحدیث وفقہ کے برخلاف ہے۔ ان کے سوا کوئی اعتراض کسی مفتی یا فتوی پر قائم نہیں ہوسکتا۔ یہ جو مرزا صاحب اور ان کے نادان مرید مثل عورتوں کے روتے ہیں کہ جس مولوی نے مرزا صاحب پر کفر کا فتوی دیا وہ خود کافر ہو گیا۔ اور حضرت محمد ﷺ نے پیش گوئی کی ہے کہ مہدی کو علمائے مقلدین کافر کہیں گے، مرزا صاحب مہدی ہیں پس اس فتوی کفر سے وہ پیشین گوئی ثابت ہوگئی۔ ایسے اعتراض بے ہودہ اور لایعنی ہیں اور ان سے ان کی کم فہمی اور جہالت ثابت ہوتی ہے اگر حسب تشریح مذکورہ بالا اس فتوی میں کچھ نقص ہے تو اس کو نہیں پیش کرتے۔ اگر دراصل نقص ہوگا تو ایسے مفتیوں کو سخت مشکل ہوگی اور ان کو اپنا فتوی واپس لینا ہوگا۔

تیسرے مرزا صاحب کے ابتدائی حالات سے لے کر جو اس وقت تک غور سے دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب بڑے گہرے عقل مند ہیں اور تحصیل زر کے ایسے عمدہ حیلے آپ کو معلوم ہیں جو کسی بڑے عقل مند سے بھی نہ بن آئیں۔ جب مرزا صاحب کی زمین داری وغیرہ پر ان کے لواحق داخل ہو گئے اور ان کی معاش تنگ ہوگئی تو انہوں نے اول براہین احمدیہ کے لکھنے کا ارادہ ظاہر کر کے جلی قلم سے دس ہزار روپئے انعام کا اشتہار جاری کیا اور اس سے مسلمانوں کے دلوں پر اپنی ہم دردی اور دل سوزی اور جاں نثاری ثابت کر کے براہین احمدیہ کے مضامین کی خوبی اور اس کے حجم یعنی تین چار سو جز کی تعداد بتلا کر صرف پانچ روپیہ پیشگی قیمت مقرر فرمائی اور اکثر رؤساء اور امراء ہند کے پاس اس کے نسخے بھیج کر نقدی کی مدد ان سے مانگی اور جہاں تک ممکن ہوا بذریعہ اخباروں کے تمام ہندوستان میں ولولہ ڈلوا کر معاونین اور خریداروں سے خوب روپیہ وصول کیا۔ جب دیکھا کہ کتاب مذکور کی خوب شہرت ہوگئی تو مثل انگریزی تاجروں کے بجائے پانچ روپئے کے دس روپئے اس کی قیمت مقرر کر دی اور جب اور بھی اس کی خریداری زیادہ ہوگئی تو بجائے دس روپئے کے ۲۵ روپئے اس کی قیمت بڑھا دی، بلکہ بہت لوگوں سے ایک ایک سو روپیہ فی جلد بھی وصول کیا گیا اور ہر ایک خریدار کو بھی وعدہ دیا گیا کہ تین یا چار سو جزو کی کتاب اس کو چھاپ کر دی جاوے گی اور ساری لکھی ہوئی کتاب تیار ہے۔

جب ہزارہا روپیہ ان حیلوں اور چالوں سے وصول ہو گیا تو بعد چھاپنے چند جزو کے کل خریداروں کو سوکھا جواب دے دیا گیا۔ اور پیچھے یہ معلوم ہوا کہ سوائے ان جزوں کے جو چھپ چکی ہیں باقی کتاب اب تک لکھی ہی نہیں گئی اور جب کہ مبیعہ دنیا میں موجود نہیں تھی تو اس کی بیع قطعی فاسد اور حرام تھی اور جو روپیہ ایسی فاسد بیع سے وصول ہوا وہ مال بھی حرام تھا... سات آٹھ سال سے

بے چارے مظلوم خریدار مارے مارے پھرتے ہیں۔ نہ حسب وعدہ تین سو جزو کی کتاب ان کو چھاپ کر دی جاتی ہے اور نہ ان کا روپیہ واپس کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد چھ سات برس ہوئے مرزا نے یہ ظاہر کیا کہ ایک رسالہ موسوم بہ سراج منیر جس میں سید احمد خان نجم الہند اور لیکھ رام پنڈت اور دوسرے مرزا کے بڑے بڑے مخالفوں کی تاریخ موت اور حالات نزول آفات اور دوسرے بہت سے حادثات کی اس میں پیش گوئی کی گئی ہے، عنقریب ہفتہ عشرہ میں چھپنے والا ہے، جس سے حقیت اسلام کی پوری حجت قائم ہو جائے گی۔ سب مسلمان اس واسطے چندہ دیں۔ چنانچہ ہزار ہا روپیہ پٹیالہ انبالہ وغیرہ شہروں سے بطور چندہ وصول کر کے مرزا صاحب اپنے حظوظ نفسانی میں خرچ کر بیٹھے اور وہ رسالہ آج تک نہیں چھپا۔

انہیں دنوں میں مرزا صاحب کو معلوم ہوا کہ الہ دیا نام قوم کنچن ساکن انبالہ اپنے برے کاموں اور پیشہ سے تائب ہو کر موحد مسلمان ہو گیا ہے اور اس کے پاس چند ہزار روپئے زنا کاری کی کمائی کا موجود ہے جس کو وہ بوجہ اتقاء اور پرہیز گاری کے اپنے کام میں خرچ نہیں کرتا۔ مرزا صاحب نے یہ خبر فرحت اثر سن کر فوراً کہلا بھیجا کہ وہ کل روپیہ ہمارے پاس بھیج دو، ہم اشتہارات وغیرہ میں خرچ کر دیں گے۔ مگر جب الہ دیا مذکور نے دیگر علماء دین دار سے اس کے جواز کا فتوی پوچھا تو انہوں نے منع کر دیا کہ راہ خدا میں ایسے روپئہ دینا ہرگز جائز نہیں۔ اس سبب سے مرزا صاحب کا یہ شکار خالی گیا۔ اس کے بعد اور چند رسالے مرزا صاحب نے چھاپے اور جمع حصول زر کیلئے بعضوں کی عمدہ عمدہ جلدیں بنوا کر اکثر امراء اور رؤساء ہند کے پاس بھیجیں اور عام خریداروں کے واسطے بھی اصلی خرچ سے چوگنی یا چھ گنی قیمت مقرر کر کے خوب نفع کمایا۔ پھر مرزا صاحب کو بزرگ سمجھ کر لوگ دعا کرانے کو آئے تو ان سے پیشگی محنتانہ دعا کرنے کا نقد وصول کر کے آج تک نہ انکا روپئہ واپس دیا، نہ اپنی دعا سے ان کا مطلب حاصل کرایا۔ بعوض دعا نقد لینے کی سنت بھی اسی بزرگ سے جاری ہوئی۔

میر ناصر نواب نقشہ نویس مرزا صاحب کے خسر نے (جن کا توبہ نامہ مرزا صاحب نے مشتہر کرایا تھا) بوجہ اپنی قرابت قریبہ کے مرزا صاحب کی روباہ بازیوں کو تشریح سے لکھا ہے۔ اب یہ بزرگ بمقام پٹیالہ موجود ہیں ان سے مرزا صاحب کی چالوں کو سننا چاہیے، تب اصل حقیقت معلوم ہو گی۔ میرے دوست فتح خان پورٹر بھی ایک زمانہ میں نوکری چاکری چھوڑ کر کئی برس تک مرزا صاحب کے خادم خاص اور راز دار ہو کر رہے ہیں، جب وہ مرزا صاحب کے کل حالات اور عیاری

سے پورا واقف ہوگیا تو اس نے بھی لاحول پڑھ کر مرزا صاحب کی صحبت سے کنارا کیا۔اب جس کسی کو مرزا صاحب کی روباہ بازیوں اور چالوں کی پوری تفصیل سننی منظور ہوتو وہ فتح خان پورٹر سے جواب کوئٹہ میں مقیم ہے ملاقات کریں یا مرزا صاحب کے دوسرے عزیزوں اور قرابت داروں سے مل کر اس مسیح زمان اور مہدی دوراں اور مجدد الوقت کا پورا حال سنیں۔صرف مرزا صاحب کی تحریرات پر دھوکہ نہ کھاویں۔قال کو حال سے ملانا ضروری ہے ورنہ خسر الدنیا و الآخرہ ہوجائے گی۔

مرزا صاحب کی ہر تحریر اور تصنیف میں طرح طرح کے حیلوں سے روپئہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور جب کوئی مرید آپ کی تواضع کرتا ہے تو پھر ورق کے ورق اس کی تعریف اور اس کے جنتی اور صدیق اور پاک روح ہونے میں چھاپ کر اس سے دوسرے مریدوں کو ارسال زر کی ترغیب دی جاتی ہے۔مبارک وہ شخص ہے جو مرزا صاحب کو روپئہ ارسال کر کے اپنے جنتی ہونے کا سرٹیفیکیٹ حاصل کر لیوے۔کتاب چھاپ کر یا اور جائز طور سے منافع کمانا کچھ منع نہیں ہے مگر مذہبی جال بچھا کر اور خلاف واقع بیان کر کے روپئہ حاصل کرنا قطعی حرام ہے۔میں نے محض بنظر اختصار صرف وہی واقعات بیان کئے ہیں جو رسالہ نشان آسمانی سے متعلق ہیں اگر میں مرزا کی ساری تواریخ یا سوانح دررسالہ تحریر کروں تو اس کے واسطے ایک بڑی کتاب درکار ہوگی۔میں مرزا صاحب کی لیاقت علمی اور سحر البیانی اور مسکینی شکل کا قائل ہوں۔میں ان کو ہند میں اول درجہ کا خوش تقریر اور خوش تحریر جانتا ہوں اور جب تک مرزا صاحب مجدد الوقت تھے،گو میں ان کی مجددی کا قائل نہ تھا مگر دوسرے قائلوں سے معترض بھی نہ تھا۔اور جب مرزا صاحب مسیحیت کے دعویدار ہوئے تو گو میں اس دعوی کو جھوٹا جانتا تھا مگر لوگوں سے یہ کہتا تھا کہ تھوڑی انتظار کرو،اگر مرزا سچا ہے تو اس کا نشان جلی ظاہر ہو جائے گا،ورنہ مثل دوسرے کاذب دعویداروں کے جھک مار کر مر جائے گا۔اب مرزا غالباً چند ضرورتوں کے سبب سے مہدی وقت ہونے کے دعویدار بھی ہو بیٹھے اور مولانا محمد اسماعیل شہید کی ریمارکوں پر معترض ہو کر ان لوگوں کو نہایت بے خبر اور اپنی اوقات کا ناحق ضائع کرنے والا قرار دے کے ہمارے پیرومرشد سید احمد پر بھی اپنی فوقیت اور بزرگی ظاہر کرنی شروع کی جس کے جواب میں یہ مختصر رسالہ سفر میں چلتے ہوئے لکھ دیا ہے۔اس رسالہ کے لکھنے کے وقت اکثر مقبول اوقات میں اپنے رب سے یہ دعا بھی کی ہے کہ اگر تیرے نزدیک یہ دعاوی اس شخص کے غلط ہوں تو میرا سینہ اس کا جواب لکھنے کے واسطے کھول دے اور میری قلم سے وہ تحریر کرا جس میں تیری مرضی ہو اس دعا کی قبولیت کے آثار مجھ پر ظاہر ہو کر میرا سینہ ایسا کھل گیا تھا جس سے بلا تامل فوراً یہ رسالہ میری قلم

سے تحریر ہو گیا۔ اب میں اپنے رب کریم اور رحیم سے دعا کرتا ہوں کہ جیسے اس نے اپنے فضل عمیم سے یہ مضامین میرے سینہ پر وارد کر کے لکھوائے ہیں ویسے اس کے پڑھنے اور سننے والوں کو اس سے ہدایت کر کے راہ راست پر ان کو قائم کر دے اور اس فتنہ سے نجات دے۔ آمین۔... ناظرین سے میری یہ عرض ہے مجھ گنہگار کے حق میں دعا کریں کہ اللہ رب العزت بدولت اس سعی کے میرے گناہ معاف فرما کر جیسے مجھ کو قید فرنگ سے نجات بخشی ویسے ہی اس دنیائے غدار سے با ایمان اٹھا کر زیر لواء احمدی روز قیامت میرا حشر کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

محمد جعفر تھانیسری۔ ۲۳ جولائی ۱۸۹۲ء از بمقام ریاست ارنولی

☆ منشی محمد جعفر تھانیسری مرحوم نے ۱۸۹۲ء میں کہا تھا کہ غین رے والے شعر اور اس قصیدہ سے مرزا صاحب کو فائدہ تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب وہ مزید ۳۰ سال زندہ رہیں۔ ۱۸۹۲ء میں بقول مرزا صاحب انہیں دعوت حق کیلئے مامور ہوئے دس برس ہو چکے تھے اور اس پیشگوئی کے مطابق انہوں نے دعوی کے بعد ۴۰ سال زندہ رہ کر ۱۹۲۲ء تک دعوت دینا تھی۔

اور مفتی صادق قادیانی بتاتے ہیں کہ فرمایا (مرزا نے): میں تو بڑی آرزو رکھتا ہوں اور دعائیں کرتا ہوں کہ میرے دوستوں کی عمریں لمبی ہوں تا کہ اس حدیث کی خبر پوری ہو جائے جس میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں چالیس برس تک موت دنیا سے اٹھ جائے گی۔

فرمایا: اس کا مطلب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تمام جانداروں سے اس عرصہ میں موت کا پیالہ ٹل جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں جو نافع الناس اور کام کے آدمی ہوں گے اللہ تعالی ان کی زندگی میں برکت دے گا۔ منقول از ذکر حبیب۔ ص ۱۶۳۔

اور مرزا قادیانی ۱۹۲۲ء تک زندہ رہنے کی بجائے ۱۴ سال قبل ۱۹۰۸ء میں چل بسے۔ جس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ نافع الناس نہیں بلکہ لوگوں کیلئے مضر تھے۔ جبھی تو ان کی پیش گوئی والی عمر (۱۹۲۲ء تک) میں ۴۰ سال کا اضافہ ہو کر ان کی وفات ۱۹۶۲ء میں نہیں ہوئی بلکہ الٹا کمی ہو کر ۱۹۰۸ء میں ہو گئی۔

قادیانی کے آسمانی فیصلہ پر تبصرہ

مولانا محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ (صفحہ ۲ تا ۱۰۸) میں لکھتے ہیں:۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے مباحثہ لدھیانہ (جولائی ۱۸۹۱ء) میں فاش شکست پائی تو پہلے اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس مضمون کا دعوی کیا کہ میں پھر بمقام لاہور مباحثہ کرنا چاہتا ہوں جس کا جواب اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس کو یہ دیا گیا کہ ہم آپ کے مناظرہ کیلئے ہر وقت حاضر و مستعد ہیں، لاہور میں کریں، خواہ پشاور میں۔ اور اگر خاص مسکن و مولد قادیان میں ہو تو نہایت مناسب ہے تاکہ مقولہ صادقہ، دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید، پر بھی عمل ہو جائے۔.. اس جواب سے اس کے دانت کھٹے ہوئے تو پھر آپ دہلی پہنچے۔ اور وہاں جا کر ایک شیخ وقت اور مستند العصر حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین محدث کے مقابلے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس میں آپ یہ سوچ بیٹھے کہ شیخ وقت تو اپنی بزرگی اور ہماری نااہلی کی نظر سے مجھے مخاطب نہ بنائیں گے، اور ابوسعید محمد حسین اتنی دور نہ آئیں گے کیونکہ دہلی دوراست مثل مشہور ہے۔ چلو اس میں کام ہوا۔ ہینگ لگی نہ پھٹکری اور میدان ہاتھ میں آیا۔ مگر بدقسمتی سے ایک نابینا کے کہنے سے اس اشتہار میں، جس میں حضرت شیخ وقت سے مباحثہ کا دعوی کیا تھا، مولوی عبدالحق مؤلف تفسیر حقانی، جو شیخ وقت کے تلامذہ سے ہیں، کا نام بھی درج کر دیا۔ لہذا پہلے تو مولوی صاحب ہی ان کی خدمت گذاری کو حاضر و مستعد ہو گئے۔ پھر خادم قوم دہلی پہنچا، اور اپنے شیخ و شیخ الکل کی طرف سے مباحثہ کے لئے مستعد ہو گیا۔ خاکسار کے دہلی پہنچنے سے پہلے تو قادیانی صاحب مولوی صاحب موصوف سے مباحثہ کرنے کو بظاہر مستعد تھے اور اس کو شروط ناجائز کی آڑ کھڑی کر کے (۱۔ ڈپٹی کمشنر کی خاص اجازت میرے نام سے آوے، ۲۔ جلسہ میں یورپین افسر موجود ہو۔ ۳۔ گفتگو یوں ہو کہ فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے لوگوں کو سنائیں، یہ نہ ہو کہ سوال و جواب زبانی ہوں اور دو منشی ان کو لکھتے جائیں) ٹلا رہے تھے۔ مگر جب یہ خادم دہلی پہنچا تو آپ مولوی عبدالحق کے مکان پر بنفس نفیس حاضر ہو کر مظہر و ملتمس ہوئے کہ میں آپ سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ مجھے حافظ احمد نابینا نے دھوکہ دیا کہ آپکا نام بھی اشتہار میں شامل کر دیا۔ میں تو غیر مقلدین سے بحث کرنا چاہتا ہوں۔ آپ تو ہمارے بھائی ہیں اور ایسے اور ایسے ہیں۔

مولوی صاحب نے یہ سمجھا کہ گرانے سے بھگانا اچھا ہوتا ہے، اور آپ کو یہ جواب دیا کہ تم بذریعہ اشتہار اس مباحثہ سے انکار کرو گے تو ہم بھی دست بردار ہو جائیں گے۔ اس پر مرزا قادیانی نے ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار جاری کیا اور مولوی عبدالحق سے گفتگو کرنے سے انکار کیا اور صرف حضرت شیخ الکل سے مباحثہ کا دعوی قائم رکھا۔ مگر بدقسمتی سے ان کے ساتھ اس خاکسار کا نام بھی شامل کر دیا، جس کی وجہ ہماری ہی ایک حکمت عملی اور تدبیر عقلی تھی جو آپ کے ایک سادہ لوح حواری کے ذریعہ سے عمل میں آئی تھی۔ اس اشتہار میں آپ نے یہ مضمون لکھا:

اس عاجز کے اشتہار ۲۔ اکتوبر میں حضرت مولوی ابومحمد عبدالحق صاحب کا نام بھی درج کیا تھا، مگر عندالملاقات اور باہم گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب ایک گوشہ گزین آدمی ہیں، اور ایسے جلسوں سے جن میں عوام کے نفاق و شقاق کا اندیشہ ہو طبعًا کارہ ہیں، اور اپنے کام تفسیر قرآن میں مشغول ہیں، اور شرائط اشتہار کے پورا کرنے سے مجبور ہیں کیونکہ گوشہ گزیں ہیں حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتے اور بباعث درویشانہ صفت کے ایسی ملاقاتوں سے کراہت بھی رکھتے ہیں۔ لیکن مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی صاحب جو اب دہلی میں موجود ہیں، ان کاموں کا اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں۔ لہذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہیں تو میرے ساتھ بپابندی شرائط بحث کر لیں۔؛

مگر مرزا قادیانی کا یہ حیلہ کارگر نہ ہوا۔ ادھر مولوی عبدالحق صاحب نے ان کے عذر اور وجہ انکار کو جھوٹا سمجھا اور ۹۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مطبع یوسفی دہلی میں اس عذر کا جواب مشتہر کیا کہ:

گو مولوی عبدالحق صاحب حکام سے نہیں ملتے، مگر بالائی انتظام کرنے کیلئے اوپر کے لوگ موجود ہیں۔ قادیانی صاحب ۔ ۱۱۔ اکتوبر کو ٹاؤن ہال میں آئیں۔ اور ان سے مباحثہ کر لیں، ورنہ جھوٹے سمجھے جائیں گے۔

اور ادھر خاکسار نے قادیانی کے اقرار مباحثہ کے جواب میں اشتہار ۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء مشتہر کیا اور اس میں یہ درج کیا:

آپ نے خاکسار اور ہمارے شیخ و شیخ الکل دونوں کو مقابل و مباحث بنانا چاہا ہے۔ اور یہ بات ظاہر و مسلّم کل ہے کہ آخر گفتگو کے وقت ایک ہی شخص بولے گا، نہ یہ کہ دونوں مل کر آپ سے

کلام کریں گے۔ لہذا یہ قرار پایا ہے کہ پہلے خاکسار آپ سے گفتگو کرے۔ پس اگر آپ کو ساکت اور لاجواب کر دے تو حضرت شیخنا کو کسی تکلیف کی ضرورت نہ رہے۔ اور اگر خاکسار آپ کے جواب سے ساکت ہو جاوے، تو پھر شیخ الکل سے آپ کے استفادہ کی نوبت پہونچے اور یہی امر بحکم عقل مناسب ہے۔ شاگردوں کے ہوتے ایک شیخ اور امام وقت کو زیبا نہیں ہے کہ وہ آپ جیسوں کو اپنا مخاطب و مناظر بناویں۔

اس اشتہار کے آخر میں یہ بھی لکھ دیا کہ

اگر آپ اپنی ہی شرطیں بلا کم و بیش منظور کرانا چاہتے ہیں، تو ہم اس امر کیلئے بھی حاضر ہیں۔ لیجئے بتاریخ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بوقت ۹ بجے دن کے چاندنی محل تشریف لاویں۔ اور خاکسار سے گفتگو کرلیں۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں اور آپ کی سبھی شرطیں منظور ہیں۔

یہ اشتہار چھاپ کر متعدد وسائل سے مرزا قادیانی کے پاس بھیجا گیا اور قادیانی نے اس اشتہار کے مضمون سے کوئی عذر و انکار نہ کیا تو اس سے اس کی رضا و تسلیم سمجھ کر چاندنی محل میں فرش وغیرہ کا انتظام کرایا گیا، اور بنظر احتیاط ایک خط بھی خاکسار اور مولوی عبدالحق صاحب کی طرف سے ان کے نام بھیجا گیا، جس کا یہ مضمون تھا:

کل کے اشتہار میں مولوی عبدالحق صاحب نے ٹاؤن ہال میں مباحثہ کے لئے آپ کو بلایا تھا۔ آج باتفاق چاندنی محل قرار پایا ہے۔ آپ وقت مقررہ پر ضرور تشریف لاویں کیونکہ فرش وغیرہ پر بہت سا روپیہ صرف ہو چکا ہے۔

اس خط کے بعد قادیانی نے اشتہار ۶۔ اکتوبر کے عہد و قرار کو توڑ دیا اور خاکسار کے ساتھ مباحثہ کرنے سے انکار کر دیا اور اصرار کیا کہ میں خاص مولوی نذیر حسین سے گفتگو کرونگا۔ مولوی ابوسعید محمد حسین کی گفتگو سے مجھے بالطبع نفرت ہے۔ ہاں وہ مولوی سید نذیر حسین صاحب کے مددگار رہیں۔ ان کو لکھنے میں مدد دیں یا کوئی بھولی بات یاد دلا دیں تو مضائقہ نہیں۔ اور اس اصرار کے پورا ہونے کی شرط سے جلسہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حاضر ہونا منظور کیا۔ جناب حضرت شیخ الکل نے اسکے اس اصرار کو منظور کر لیا اور حسب قرار داد ۱۱۔ تاریخ کو چاندنی محل میں پہونچ کر منظوری شروط و اصرار قادیانی کا متضمن خط اس کے نام بھجوایا۔ اس خط کے پہونچنے پر مرزا قادیانی نے اپنے اس اقرار کو بھی توڑا اور مجلس میں آنے سے صاف انکار کیا اور اس مضمون کا خط لکھا:

چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جوش عوام کا حد سے بڑھا ہوا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اس جوش کی

حالت میں کسی مفسدہ کا اندیشہ ہے۔ابھی ایک شخص مجھے کہہ گیا ہے کہ میں خیر خواہی کی رو سے کہتا ہوں کہ عوام کی نیت فساد پر ہے۔لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے کہ غلام قادر صاحب ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر اطلاع دیں، تو پھر ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ ہو۔

اس پر جلسہ برخواست ہوا اور کس و ناکس سکنائے دہلی نے جان لیا کہ قادیانی کو مباحثہ منظور نہیں ہے اور وہ صرف حیلہ و بہانہ سے مباحثہ کو ٹلاتا ہے۔اس واقعہ کی مفصل کیفیت اشتہار ۱۲۔ اکتوبر میں مشتہر ہو چکی ہے۔

اس سے پہلے بھی ایک دفعہ شیخ الکل نے قادیانی کے اس اصرار کو توڑا اور خود بنفس نفیس اس کے شبہات کو دور کرنا چاہا۔یکم ربیع الاول مطابق ۵۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک خط اس مضمون کا اسکے پاس بھیج دیا کہ آپ بے تکلف میرے مکان پر آ جائیں، اور اپنے شکوک کا ازالہ کرا لیں۔اس خط کے جواب میں بھی اس نے آنے سے انکار کیا، اور یورپئین افسر کے موجود ہونے کی شرط کو آڑ بنایا۔

حضرت شیخ الکل اور اس خاکسار کے علاوہ بہت سے علماء دہلی نے قادیانی کو مباحثہ کی طرف بلایا، اور اسکی جملہ شروط کو منظور کر کے اس سے مباحثہ کرنا چاہا۔ازانجملہ ایک مولوی عبدالمجید واعظ دہلی ہیں جنہوں نے کئی اشتہاروں میں قادیانی کو مدعو کیا اور اس کے ثبوت دعوی پر ایک ہزار روپئہ انعام بھی دینا منظور کیا۔ازانجملہ ایک مولوی رحیم بخش مدرس مدرسۃ القرآن ہیں جنہوں نے بمنظوری جملہ شرائط قادیانی اپنے مدرسہ میں ان کو بلایا۔ازانجملہ مولوی محمد علی خاں ہیں جنہوں نے ۱۰۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بمنظوری جملہ شرائط مسجد فتح پوری میں قادیانی سے مباحثہ کا اشتہار دیا۔ازانجملہ مولوی عبدالحمید ہیں جنہوں نے قادیانی کے عذرات کو اپنے اشتہار ۷۔اکتوبر میں یوں توڑا کہ آپ اپنے کوٹھے کی چھت پر بیٹھ کر گفتگو کریں۔میں اس کے مقابل کوٹھے کی چھت پر بیٹھ کر گفتگو کرونگا اور بیچ میں بازار حائل رہے گا اور کسی قسم کا اندیشہ آپ کو باقی نہ رہے گا۔اور اسی قسم کے اور اشتہار بھی آپ کے مقابلے میں نکلے جن کی تعداد ۱۴ سے زائد ہے، مگر آپ نے کسی شخص سے مباحثہ اور مقابلہ کا حوصلہ نہ پایا اور اپنے گھر سے، جس کے دروازہ پر پولیس کا پہرہ بٹھا رکھا تھا، قدم باہر نہ رکھا۔

مرزا قادیانی کے اس گریز اور فرار اور چاندنی محل کے جلسہ میں آنے سے انکار کا م شہر دہلی میں ..شہرہ ہوا.... پھر آپ نے ۱۷۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار نکالا جس میں دو درجن سے زائد گالیاں حضرت شیخ الکل کو دیں۔پھر اس کے اخیر میں یہ فریب کا بھرا مضمون درج کر دیا:

اگر شیخ الکل مجھے غلطی پر سمجھتے ہیں تو مجمع عام میں میرے خیالات و دلائل کے جھوٹا ہونے پر قسم اٹھا لیں۔

حضرت شیخ الکل و خاکسار اور بعض اہل شوری حضرت شیخ الکل، قادیانی کی اس غرض کو سمجھ گئے اور اس کو مجلس عام میں حاضر ہونے اور اس سیاہی کے دھبہ کو اتارنے کا موقعہ دینا پسند نہ کرتے تھے اور یقیناً جانتے تھے کہ وہ اپنے اقرار پر قائم نہ رہے گا۔ نہ مباحثہ کرے گا اور نہ حضرت شیخ الکل کی قسم پر راضی ہوگا۔ اسی نظر سے اس کے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کا جواب اعلام عام اہل اسلام، کے ضمن میں یہ دیا گیا کہ مرزا قادیانی اس بدگوئی اور سخت زبانی کے ساتھ جناب شیخ الکل کے خطاب کے لائق نہیں رہا۔ ہاں خاکسار اور حضرت شیخ کے دیگر تلامذہ سے جس کو وہ پسند کرے، اس سے گفتگو کر لے۔ اگر مباہلہ ہی کرنا ہے تو صوفی عبدالحق امرتسری سے کرے یا مولوی عبدالمجید دہلوی سے۔ یہ اعلام ۸ صفحہ پر ہے جو ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو چھپ کر شائع ہوا۔ مگر عوام الناس اور بعض خواص نے حضرت شیخ الکل کو جامع مسجد میں جانے کیلئے کہا۔ تب حضرت شیخ الکل نے جامع مسجد میں پہونچ کر نواب سعیدالدین احمد خان رئیس لوہارو، مولوی عبدالمجید و میر بشارت حسین کوتوال شہر کی وساطت سے قادیانی کو یہ پیغام بھیجا کہ میں آپ کے عقائد باطلہ کے غلط اور ناحق ہونے پر قسم کھانے کو تیار کریں۔ ہمارے سامنے آؤ اور اپنے عقائد و دلائل بیان کرو۔ تو قادیانی نے اس سے صاف انکار کیا۔ مباحثہ کی طرف بلایا گیا تو اس سے بھی فرار اختیار کیا۔ (اس مباحثے کیلئے مرزا نے بہت تیاری کی تھی اور اپنے یمین و یسار مدد کیلئے اپنے حواریوں کو دور دراز علاقوں سے بلا رکھا تھا جیسا کہ مرزا صاحب کے درج ذیل خطوط بنام حکیم نورالدین اور پیر سراج الحق نعمانی سے ظاہر ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

مخدومی مکرمی اخویم حضرت مولوی صاحب السلام علیکم۔ چونکہ اس جگہ کے علماء نے حد سے زیادہ شور و غوغا کیا ہے اور تمام دہلی میں ایک طوفان کی صورت پیدا کر دی ہے لہذا مولوی نذیر حسین صاحب سے درخواست کی گئی کہ ایک جلسہ عام کر کے ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء روز اتوار کو اس عاجز کے ساتھ بحث کر لیں.. لہذا مکلّف ہوں کہ آنمکرم جس طرح ممکن ہو ۱۵۔ اکتوبر سے پہلے تشریف لاویں۔.. آنمکرم جس طرح ممکن ہو دس روز کی رخصت حاصل کر کے تشریف لاویں۔..والسلام خاکسار غلام احمد از دہلی بازار بلیماراں کوٹھی نواب لوہارو (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ ص ۱۱۱۔۱۱۲)

پیر سراج الحق نعمانی کو لکھا: مکرمی اخویم صاحبزادہ صاحب سلمہ تعالی۔ ایک بڑی بھاری بحث مولوی نذیر حسین صاحب سے پیش ہے اگر آپ اس بحث پر تین چار روز تک پہونچ سکیں تو عین خوشی ہوگی مگر آنے میں توقف نہیں چاہیے۔ آپ کے آنے سے بہت مدد ملے گی۔ والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء من مقام دہلی بلیماراں کوٹھی نواب لوہارو۔ (مکتوبات احمدیہ۔ ص ۸۲ جلد پنجم نمبر پنجم) اس کی مفصل کیفیت تحریر مطبوعہ ۲۱۔ اکتوبر محررہ مولوی عبداللطیف خلف الصدق مولوی عبدالمجید سے نقل کی جاتی ہے۔ لکھا ہے:

بعد ادائے نماز فریضہ مولوی عبدالمجید و سید بشیر حسین انسپکٹر پولیس و نواب سعید الدین احمد خان، مرزا صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ آپ لکھ دیں کہ اگر مولانا (شیخ الکل) صاحب نے میرے دلائل بحلف رد کر دیئے تو میں اسی مجمع میں توبہ کر لونگا۔ مرزا صاحب خاموش رہے۔ بعض حواریین گھبرا کر کھڑے ہو گئے اور کہا ایک سال کے بعد توبہ کریں گے، مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اگر مرزا صاحب کی بددعا کا اثر نہ ہو (یعنی اگر ایک سال کے اندر مولانا صاحب کو نصیب دشمناں بخار آ گیا یا دردسر ہو گیا، تو توبہ نہ کریں گے)۔ سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ہنس کر کہا کہ یہ تو کوئی کام کی بات نہیں۔ آپ کی یہ بات کوئی بھی منظور نہیں کر سکتا۔ مولوی عبدالمجید نے سٹی سپرنٹنڈنٹ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہم آپ کو ثالث مقرر کرتے ہیں۔ آپ ان سے دریافت کریں کہ آپ اپنے عقائد کا ثبوت بیان کر سکتے ہیں؟ اور درصورت عدم تسلیم مولانا صاحب کی قسم اور حلف پر اس وقت توبہ کریں گے یا نہیں؟ ہم بات بڑھانی اور وقت گذارنا نہیں چاہتے۔ صاحب بہادر، مرزا صاحب اور انکے اعوان کو عرصہ تک سمجھاتے رہے کہ تم کیوں بات بڑھاتے ہو ایک بات مختصر کہو۔ مرزا صاحب نے کہا کہ ہم صرف حیات و ممات مسیح میں گفتگو کرنی چاہتے ہیں اور کچھ نہیں۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ اس مسئلہ حیات و ممات کا بھی اور آپ کے کل عقائد کا ہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کیوں ایک ہی مسئلہ کا فیصلہ کریں جب کہ آپکے بہت سے عقائد خلاف اہل اسلام ہیں۔ بڑا دعوی تو آپ کو مسیحائی کا ہے، کیا آپ اس کا کچھ ثبوت دے سکتے ہیں؟

نواب سعید الدین و بخشی اکرام اللہ رجسٹرار و مجسٹریٹ و نواب سید سلطان مرزا آنریری مجسٹریٹ اور تمام معززین و اراکین جلسہ نے کہا کہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ مرزا صاحب کی طرف سے وہی معمولی جواب۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ پبلک کی رائے پر آپ کیوں فیصلہ نہیں کرتے۔ مرزا کے حواریوں نے کہا کہ پبلک تو آپ کے ساتھ ہے۔ صاحب بہادر نے مرزا سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ مسیح موعود ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو ثبوت پیش کریں۔ فرض کرو کہ مسیح مر گئے تو اس حالت میں سب لوگ برابر ہیں، آپ کو کیا زیادہ حق ہے کہ مسیح سمجھا جائے۔ بہرصورت آپ کو اپنے دعوی کا ثبوت دینا ضرور ہے۔ مرزا صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ غلام قادر قادیانی حواری نے صاحب بہادر سے مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھئے صاحب یہ لوگوں کو سناتے ہیں۔ صاحب بہادر نے کہا کہ کیوں نہ سنائیں۔ خواجہ محمد یوسف وکیل علی گڈھ نے منجانب مرزا، مولوی عبدالمجید کو مخاطب کر کے کہا کہ حضرت ایک شخص مسلمان ہوتا ہے کیوں اسے مسلمان نہیں کرتے۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ

اگر توبہ کرے تو ہمارا بھائی ہے۔خواجہ یوسف نے کہا میں ابھی ان سے توبہ لکھوائے لیتا ہوں۔وہ لکھ دیں گے کہ جو قرآن و حدیث کے خلاف میں نے لکھا ہے وہ مردود ہے اور میں مسلمان ہوں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اگر وہ بغیر کسی مغالطہ کے ایسا لکھیں تو ہم ابھی منظور کرتے ہیں۔پھر مرزا صاحب توبہ نامہ لکھنے لگے،مگر ویسا ہی لکھا جیسا کہ ۱۲۔اکتوبر کے اشتہار میں شائع کر چکے ہیں (یعنی محض انکار کہ ہم نے یہ باتیں کہی ہی نہیں۔نہ یہ کہ کہی ہیں اور ان سے توبہ کرتا ہوں)۔مولوی عبدالمجید نے کہا کہ یہ تو مرزا صاحب پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔لکھنا تو یہ چاہیے تھا کہ جو عقائد خلاف اہل اسلام میں نے فتح اسلام،توضیح مرام،ازالہ اوہام میں لکھے ہیں ان سے توبہ کرتا ہوں۔خواجہ یوسف نے کہا کہ مرزا صاحب نے کوئی امر خلاف اہل اسلام نہیں لکھا مگر سمجھنے کا فرق ہے۔مولوی عبدالمجید نے کہا، اچھا مرزا صاحب اس میں گفتگو کر لیں کہ ان کے عقاید خلاف قرآن و حدیث ہیں یا نہیں؟ ہم ابھی ان کی کتابیں پیش کرتے ہیں۔مرزا صاحب نے کہا کہ ہم گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ نے کہا کہ یہ جلسہ اس لئے ہوا ہے کہ آپ اپنے عقائد کا ثبوت بیان کریں مولانا سید محمد نذیر حسین تسلیم کریں یا بحلف ان کا خلاف قرآن و حدیث ہونا بیان کریں تو آپ توبہ کریں۔مرزا صاحب نے کہا ہم صرف حیات و ممات مسیح میں تحریری ثبوت چاہتے ہیں اور کوئی گفتگو نہیں کرتے۔ اراکین جلسہ نے کہا کہ یہ مجمع تحریروں کے لئے منعقد نہیں ہوا۔یہ کام تو گھر بیٹھے بھی ہو رہے ہیں۔جب آپ ثبوت دعوی نہیں بیان کرتے،تو خلقت کو رخصت کر دینا چاہیے۔آخر میں نواب سعید الدین احمد نے اراکین جلسہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اچھا کچھ نہیں تو مرزا صاحب صرف ممات مسیح میں اپنے دلائل بیان کریں۔مرزا نے کہا ہم تو صرف مولانا صاحب سے تحریری ثبوت چاہتے ہیں۔اراکین جلسہ نے کہا اگر آپ گفتگو اور فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو مولانا صاحب اور ان کے تلامذہ تیار ہیں۔خلاف مقصود تحریروں کے لئے یہ جلسہ نہیں ہے۔خواجہ یوسف نے پبلک کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں مرزا صاحب کی ایک تحریر سناتا ہوں۔مولوی عبدالمجید نے کہا کہ آپ اس بات کے مجاز نہیں۔خواجہ صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ نہ بولیں، میں سناؤں گا۔مولوی عبدالمجید نے کہا آپ سنائیں ہم ہر جملہ کا رد کریں گے۔صاحب بہادر نے خواجہ یوسف کو روک دیا اور کہا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ پھر مولوی عبدالمجید سے کہا کہ آپ لوگوں کو پکار کر کہہ دیں کہ رخصت، سب لوگ جاؤ، مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔مولوی صاحب نے کہا صاحبو! جلسہ برخواست،مرزا صاحب اپنے دعوونکا ثبوت بیان نہیں کرتے۔صاحب بہادر نے کہا کہ مولوی نذیر

حسین صاحب سے بھی کہہ دیجئے کہ جلسہ برخواست ۔اس پر مولوی صاحب اور انسپکٹر صاحب نے مولانا کے پاس آکر کہہ دیا کہ جلسہ برخواست، مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے ۔اس کے بعد صاحب بہادر و انسپکٹر صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ تشریف لے چلئے، اب بیٹھنا بے کار ہے۔ مرزا صاحب اس کو بسا غنیمت سمجھے اور مع حواریین کے جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ صاحب بہادر نے پولیس مینوں کی حفاظت میں ان کی گاڑی تک پہنچا دیا۔...

مرزا صاحب کے دوران قیام جامع مسجد دہلی جب یہ بات ہوئی کہ اگر آپ گفتگو اور فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو مولانا صاحب اور ان کے تلامذہ تیار ہیں ۔مولوی عبدالمجید تو وہاں موجود ہی تھے اور نواب سید سلطان مرزا، میاں صاحب کے پاس آئے اور خواستگار ہوئے کہ آپ اپنے شاگرد کو مباحثہ کے لئے میرے ساتھ بھیج دیں اور پھر حسب الحکم حضرت شیخ الکل خاکسار کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر قادیانی کی مجلس میں پہونچے اور بآواز بلند فرمانے لگے کہ مرزا صاحب آپ کو مناظرہ کا دعوی ہے تو لیجئے یہ مولوی صاحب حاضر ہیں ان سے مباحثہ کرلیں۔ قادیانی کہاں تھے کہ بولتے یا مباحثہ کی طرف رجوع کرتے۔ وہ تو خاکسار کی صورت دیکھتے ہی زرد پڑ گئے اور مباحثہ سے انکار کر گئے۔

اس ہزیمت وشکست جامع مسجد کے بعد آپ نے مولوی محمد بشیر صاحب سے جو حسب استدعا قادیانی بھوپال سے مباحثہ کیلئے آئے تھے گفتگو ٹھہرائی۔ تو آپ نے اپنے خط ۲۲۔ اکتوبر میں ان سے یہ شرط کرلی کہ اس جلسہ میں ابوسعید محمد حسین اور مولوی عبدالمجید شامل نہ ہوں۔ پھر چند روز ان سے گفتگو کر کے اس کو ناتمام چھوڑا (اس بحث سے پہلے یہ شرط ٹھہر چکی تھی کہ جو شخص طرفین سے ترک بحث کرے گا اس کا گریز سمجھا جاوے گا، آپ نے بحث کو ناتمام چھوڑا تو باعتراف خود گریز کیا) اور رات کے تین بجے پنجاب کا قصد کیا (مولانا بشیر سے مباحثہ سے متعلق مرزا صاحب کے چند خطوط حسب ذیل ہیں:

نمبر ۱۔ مکرمی اخویم مولوی احمد صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حسب استفسار آپ کے عرض کیا جاتا ہے کہ مجھے حضرت محمد بشیر صاحب سے مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم میں بحث بدل و جان منظور ہے۔ پہلے بہر حال یہی ہوگی بعد اس کے حضرت مولوی صاحب ان کے نزول کے بارے میں بھی بحث کرلیں۔ بحث تحریری ہوگی۔ ہر ایک فریق سوال یا جواب لکھ کر حاضرین کو سنا دے گا۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔ ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

نمبر ۲۔ مجھے یہ منظور ہے کہ اول حضرت مسیح ابن مریم کی وفات حیات کے بارے میں بحث ہو۔ اس بحث کے تصفیہ کے بعد پھر ان کے نزول اور اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں مباحثہ کیا جائے۔ اور جو شخص طرفین میں سے ترک بحث کرے گا، اس کا گریز سمجھا جائے گا۔

نمبر۳۔ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مجھے آپ کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی۔ اور خط آمدہ اخویم مولوی محمد احسن صاحب سے آپ کے اخلاق اور متانت اور تہذیب کا حال معلوم ہو کر دل پہلے ہی سے مشتاق ہو رہا تھا کہ اس مسئلہ میں آپ سے اظہاراً للحق بحث ہو۔ سو الحمدللہ آپ تشریف لے آئے۔ آج مجھے بوجہ ضروریات فرصت نہیں۔ کل انشاء اللہ کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دونگا۔ لیکن بحث تحریری ہوگی، تا ہر ایک فریق کا بیان محفوظ رہے اور دور دست لوگوں کو بھی رائے لگانے کا موقعہ مل سکے۔ سب سے پہلے مسئلہ حیات و وفات مسیح میں بحث ہوگی۔ حیات مسیح کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا۔ اس ثبوت کے بعد آپ دوسری بحث کر سکتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں ایک اشتہار بھیجا جاتا ہے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حیات و وفات مسیح میں کن شرائط کی پابندی سے آپ کو بحث کرنا ہوگا۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔ ۲۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

نمبر۴۔ مکرمی اخویم مولوی صاحب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ کل دس بجے کے بعد بحث ہو یا اگر ایک ضروری کام سے فرصت ہوئی تو پہلے ہی اطلاع دے دونگا۔ ورنہ انشاء اللہ القدیر دس بجے کے بعد تو ضرور بحث شروع ہوگی۔ صرف اس بات کا التزام ضروری ہوگا کہ بحث اس عاجز کے مکان پر ہو۔ اس کی ضرورت خاص وجہ سے ہے جو زبانی بیان کر سکتا ہوں۔ جلسہ عام نہیں ہوگا۔ صرف دس آدمی جو معزز خاص ہوں آپ ساتھ لا سکتے ہیں، مگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید ساتھ نہ ہوں اور نہ آپ کو ان بزرگوں کی کچھ ضرورت ہے۔ والسلام مرزا غلام احمد ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء

نمبر۵۔ جناب مولوی صاحب مکرم بندہ۔ السلام علیکم۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان تمام شرطوں کو جو میں اپنے کل کے پرچہ میں لکھ چکا ہوں قبول کرنے سے کسی قسم کا انحراف یا میلان انحراف ظاہر نہ کریں گے۔ یعنی جن لوگوں کو آنے سے روکا ہے تجربۃً اور مصلحۃً روکا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ خیر و برکت اسی میں ہے۔ بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعد از فراغ نماز جمعہ بحث شروع ہو۔ اور شام تک یا جس وقت تک ممکن ہو، سلسلہ بحث جاری ہو۔ اور دس آدمیوں سے زیادہ ہرگز ہرگز کسی حال میں آپ کے ساتھ نہ ہوں اور اس لحاظ سے کہ بحث کو بے فائدہ طول نہ ہو، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔ مرزا غلام احمد بقلم خود۔ ۲۳۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ مکتوبات احمدیہ جلد ۶ ص ۲۰۴۔ ۲۰۵)

اثنائے راہ میں پٹیالہ جانے کا آپ کو اتفاق ہوا تو وہاں مولوی محمد اسحاق پروفیسر عربی مہندر کالج نے آپ کو جا پکڑا اور خوب رگڑا اور رگیدا۔ پھر لودہانہ میں آپ کا ورود ہوا تو وہاں میر عباس علی نے، جو آپکے سب سے پہلے حواری تھے، آپ کو سخت ملزم کیا اور مختصر گفتگو کر کے لاجواب کر دیا جس کی مفصل کیفیت مطبع دبدبہ اقبال ربی لدھیانہ میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ یہ متعدد شکستیں اور ہزیمتیں پا کر آپ افسردہ اور پژمردہ ہو کر قادیان پہنچے تو چاروں طرف سے نعرہ لعنت و

ملامت آپ پر بلند ہونے لگا اور آپکی ہزیمت وشکست کا شہرہ عام ہو گیا اور اس سے آپ پر ہموم و افکار کا غلبہ ہوا تو اس غم کو غلط کرنے اور اس شہرت و بدنامی کو حواریوں کی نظر میں کم کرنے کی غرض سے آپ نے آسمانی فیصلہ لکھ مارا جس میں کوئی نئی بات نہیں ہے صرف وہی پرانی باتیں ہیں جو شروع زمانہ دعوی الہام سے آپ کہتے چلے آئے ہیں فرق یہ ہے کہ ان کا پیرایہ بدلا گیا ہے..اس مقام میں دو باتیں اس کے متعلق کہنی ضروری ہیں۔ اول یہ کہ اس فیصلہ میں پچھلے مباحثات میں قادیانی نے اپنی فیروزی وفتح مندی ظاہر کر کے آئندہ مباحثہ کرنے کا بھی دعوی کیا تھا۔ فیصلہ آسمانی میں تو صرف شیخ الکل کا نام درج کیا مگر زبانی جلسہ فیصلہ (جس میں پڑھ کر سنایا) اور اس سے آگے پیچھے خاکسار کا نام بھی لیا اور اپنا مباحث بنانا چاہا۔ اس بات کو سکنائے بٹالہ اور اس کے اطراف موضع سیکھوان نے بیان کیا ہے جس پر لاہور وامرتسر وغیرہ شہروں میں یہ چرچا پھیل گیا کہ قادیانی صاحب اب لاہور میں آویں گے اورر مباحثہ کریں گے۔ یہ چرچا سن کر یہ خاکسار اپنے وطن بٹالہ سے لاہور آ پہنچا اور مباحثہ کیلئے مستعد ہو بیٹھا۔ خدا خدا کر کے قادیانی صاحب اوائل فروری ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لائے اور منشی میراں بخش میونسپل کمشنر کی کوٹھی میں فروکش ہوئے۔ ان کے آنے سے دوسرے ہی دن خاکسار کا پیام مباحثہ پہنچا، تو آپ نے اور آپ کے حواریوں نے انکار کیا۔ مگر آپ کی اس بہادری کو دیکھو کہ اس انکار پر بھی آپ نے دوسری مجلسوں میں دعوی مباحثہ نہ چھوڑا۔ تب ایک نوٹس مباحثہ خاکسار اور تین دیگر علماء شہر لاہور کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا۔ وہ نوٹس آپ نے نہ لیا، تو چھپوا کر آپ کے دروازہ پر چسپاں کیا گیا۔ پھر تو آپ نے قیام لاہور کو موجب موت وہلاکت سمجھا اور مالک مکان سے کرایہ، جو پیشگی دے چکے تھے، واپس لے کر اسی نوٹس کے دن رات کے نو بجے سیالکوٹ کا راستہ لیا۔ وہاں جا کر بھی پرائیویٹ جلسوں میں مباحثہ کا دعوی نہ چھوڑا تو وہاں نوٹس نمبر۲ ان کے نام ۱۷۔ فروری کو بھیج کر ۲۲ تاریخ تک جواب کا انتظار کیا۔ جواب نہ آیا تو خاکسار حسب درخواست رؤساء وسکنائے سیالکوٹ وہاں پہنچا۔ نوٹس پہنچنے کے دن سے آپ کو یہ الہام ہو چکا تھا کہ اب سیالکوٹ سے کوچ کرنا مناسب ہے۔ خاکسار کے پہونچنے پر تو وہ الہام قطعی واجب العمل ہو گیا اور آپ نے رات کی ٹرین میں وہاں سے کوچ کیا۔ روانگی سے پیشتر معزز اشخاص کا ڈیپوٹیشن جن میں غلام حیدر خان سررشتہ دار ضلع وغیرہ شامل تھے ان کے پاس پہنچا اور مباحثہ کیلئے بہت کہا مگر انہوں نے اس عذر سے انکار کیا کہ ابوسعید محمد حسین میری تکفیر کا فتوی دے چکے ہیں اور مجھے گالیاں دیتے ہیں، میں ان سے بحث نہیں کرتا۔ وفد نے کہا کہ وہ فتوی ہنوز عام میں مشتہر نہیں ہوا اور جن

گالیوں کا آپ اندیشہ کرتے ہیں ان کا مجلس مناظرہ میں صدور ہوا تو اس پر فی گالی سو روپیہ جرمانہ دینے کو وہ حاضر ہیں۔ مگر پھر بھی انہوں نے مباحثہ منظور نہ کیا۔ ملک قطب الدین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سیالکوٹ نے لوکل حکام سے اجازت لے کر مباحثہ کی یہ تجویز نکالی تھی کہ فریقین جدا جدا بیٹھیں اور اپنا سوال و جواب بذریعہ تحریر پیش کریں، جس کا مناسب و مطلوب ہونا ایک وکیلوں کی جماعت دیکھے، اور درصورت غیر مطابقت راقم کو واپس کر دے اور اس کو الزام یافتہ قرار دے۔ اور اس تجویز سے خاکسار کے سیالکوٹ پہونچنے سے پہلے قادیانی نے بھی رضامندی ظاہر کی تھی، مگر اس عاجز کے پہنچنے کے بعد انہوں نے رضامندی سے انکار کیا اور بوریا بندھنا اٹھایا اور کوچ بولا۔ ایک سبب جلد کوچ کرنے کا قادیانی نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ ہمارے دیر کرنے سے ہماری زمین خراب ہو رہی ہے۔ مگر جب آپ نے کوچ کیا تو کپورتھلہ کا راستہ لیا جہاں ان کی کوئی زمین نہیں ہے۔ وہاں بھی خاکسار کا ایک اشتہار موسوم بددعانامہ، جس میں کپورتھلہ پہنچ کر آپ سے مباحثہ کرنے کا کہا گیا ہے، آپ کے پاس بھیجا گیا۔ وہاں ادھر سے یہ اشتہار پہنچ گیا اور ادھر علمائے کپورتھلہ اور اس کے قرب و جوار مولوی نظام الدین و مولوی عبدالقادر وغیرہ نے آپ کو جا پکڑا (جس کی کیفیت اشتہار کپورتھلہ میں شائع ہوئی ہے) تو آپ نے معمولی راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ جالندھر کا قصد کیا۔ جالندھر کے بعض احباب نے قادیانی کے مقابلہ کے لئے خاکسار کو بلایا تو یہ عاجز بشرط منظوری مباحثہ از جانب قادیانی جالندھر جانے کو تیار ہوا۔ مگر جالندھر سے ایک خط مرسلہ ماسٹر فتح دین خان و حاجی بدرالدین اس مضمون کا پہنچا کہ وہ آپ سے گفتگو کرنے سے صاف انکار کرتا ہے۔ اب یہ امر پنجاب کے مشہور شہروں میں زبان زد عامہ خلائق ہے کہ قادیانی کو مولوی ابوسعید محمد حسین کے ساتھ مباحثہ کرنے سے صاف اور قطعی انکار ہے۔ اس سے ناظرین اہل انصاف یقین کر سکتے ہیں کہ اس فیصلہ آسمانی اور اپنے بیان زبانی میں اس کا دعوی مباحثہ صرف ابلہ فریبی اور طفل تسلی ہے اور حقیقت میں اس کو مباحثہ منظور نہیں ہے۔

دوسری یہ بات لائق اطلاع عامہ ناظرین ہے کہ مباحثہ میں اس نے پہلے دن سے یہ شرط قائم کر رکھی ہے کہ مباحثہ تحریری ہو، نہ کہ تقریری۔ اور تحریری بھی اس طرز سے کہ آپ جو جی میں آوے اور جس قدر جی چاہے اور جتنے وقت میں ہو، لکھتے جاویں کوئی اس سے مزاحمت نہ کرے۔ اور بوقت قرأت تحریر والا بھی اس پر کوئی ایک کلمہ تک منہ سے نہ نکالے اور اس مجلس میں کوئی منصف بھی نہ ہو جو اپنے منصب کے موافق اس تحریر پر کوئی اعتراض کر سکے۔ اور پرچے بھی محدود ہوں اور

مباحثہ کا بند کرنا بھی آپ ہی کے اختیار میں ہو۔ اس شرط سے کس و ناکس بشرطیکہ عقل انسانی رکھتا ہو، سمجھ سکتا ہے کہ اس شرط سے آپ کا مقصود صرف یہ ہے کہ آپ جو چاہیں لایعنی اور فضول باتیں کہتے جائیں اور فریق ثانی فضول گوئی سے تنگ آ کر مباحثہ ترک کرے اور اس مجلس میں آپ کا نام ہو جاوے کہ آپ نے اتنے اوراق لکھے اور اتنی دیر تک بولتے رہے اور باوجود عدم مداخلت علوم رسمیہ کئی دن تک فلاں عالم سے مباحثہ کرتے رہے اور اس سے آپکی شہرت ہو۔ یہ مقصود ان کا ہرگز نہیں کہ کسی مسئلہ میں حق ظاہر ہو یا علمی تحقیقات سے لوگوں کو نفع پہنچے۔

ایک شرط آپ نے مباحثہ لدھیانہ میں زک اٹھا کر یہ قائم کر رکھی ہے کہ مبحث مقصود سے پہلے تمہیدی امور اصول موضوعہ پیش نہ ہوں، جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپ کی فضول گوئی و آزادی کو کوئی مانع نہ ہو۔ جس حدیث یا اجماع یا دلیل عقلی یا قاعدہ اصول یا صرف یا نحو یا معانی و بیان کو آپ چاہیں دلیل مانیں جس کو نہ چاہیں اس کو دلیل سے خارج کریں۔ اور جس آیت اور حدیث کے جو معنی چاہیں اختیار کریں، جس معنی کو چاہیں رد کریں۔ ماضی سے مضارع مراد لیں اور مضارع سے ماضی، حقیقت کو مجاز ٹھہراویں اور مجاز کو حقیقت۔ وعلی ہذا القیاس۔

بناء علیہ طالب حق کو بغرض و امید احقاق حق آپ سے مناظرہ کرنا عبث اور محض فضول ہے۔ کوئی ان سے مباحثہ کرنا چاہے تو اس کو یہ امید قطع کر کے صرف اس غرض سے مباحثہ کرنا چاہیے کہ وہ اس کو ملزم کرے اور اس کے علم و دیانت و حق طلبی کی قلعی کھولے۔ اسی غرض سے یہ عاجز مدت سے اس کے تعاقب میں ہے اور اپنے دوسرے اسلامی بھائیوں کو بنظر خیر خواہی یہ کہنا مناسب سمجھتا ہے کہ اس خدمت کو اسی عاجز کے سپرد کر دیں اور خود اس سے سبک دوش ہو رہیں۔ خاکسار اس کے الزام اور افحام کے طریق و انداز سے بخوبی واقف ہو چکا ہے اس لئے وہ اپنے سب بھائیوں کی طرف سے کافی ہے۔

یہ دعوی مباحثہ کے متعلق واجب العرض امور تھے جو بیان کئے گئے اور فیصلہ آسمانی کا شان نزول بتایا گیا۔ اس فیصلہ کا اصل حال اس کے جواب سے بخوبی ظاہر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالی

(مولانا بٹالوی فرماتے ہیں) تمہید ختم ہوئی اب جواب فیصلہ آسمانی پڑھو۔

مرزا قادیانی نے اپنے مسلمان ہونے اور الزام کفر و الحاد و زندقہ و ارتداد سے، جو اتفاق رائے علماء پنجاب و ہندوستان سے اس پر قائم ہوا ہے، اپنے بری ہونے کیلئے جو آسمانی فیصلہ مشتہر کیا ہے وہ عدل و انصاف پر مبنی نہیں۔ اس فیصلہ کے دو حصے ہیں جو سولہ صفحہ میں پورے ہوئے ہیں۔

پہلا حصہ (جو آٹھ صفحہ میں ہے) محض سبّ وستم ولعن طعن کا مجموعہ ہے جسکی چند تمثیلات نمونہ ازخروارے یہ الفاظ وفقرات ہیں جو قادیانی نے ایک آل رسول لخت جگر بتول حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی اور اس خاکسار راقم (محمد حسین) کے حق میں استعمال کئے ہیں:

۱۔اول الکافرین وہی ٹھہرائے گئے ہیں ۔۲۔ دیانت وتقوی بالکل ہاتھ سے چھوڑ دیا۔۳۔ کنارہ کشی کی ذلت ۔۴۔اوباشانہ لاف گزاف ۔۵۔ ان کی مفسدانہ اوراوباشانہ باتیں سن چکا ہوں۔۶۔ ایسے رسوا ہوں گے۔ ۷۔سخت صدمہ خجالت وشرمندگی کا پہنچ گیا۔۸۔سراسر خیانت وبددیانتی۔ ۹۔ بڑی ذلت کے ساتھ ہمیشہ کیلئے شکست ۔۱۰۔ چوہڑوں اور چماروں کے بھی کان کاٹے ۔۱۱۔ یہ کیسی سفلہ پن کی باتیں ہیں، میں سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے مہذب ڈوم اور نقال بھی تھوڑا بہت حیا کو کام میں لاتے ہیں اور پشتوں کے سفلے بھی ایسی کمینگی اور شیخی سے بھرا ہوا تکبر اپنے حقیقت شناس کے سامنے زبان پر نہیں لاتے۔۱۲۔ اس کی کھوپڑی میں ایک کیڑا ہے جس کو ضرور ایک دن خدا تعالی نکال دیگا۔۱۳۔فرعونی رنگ کے تکبر سے ۔۱۴۔منہ کو لگام دیوے۔۱۵۔ یہ کیا شرارت اور بے حیائی کا بیان ہے ۔۱۶۔ میں ان سفلے ملاؤں کو سراسر بے بصیرت سمجھتا ہوں اور بخدا ایک مرے ہوئے کیڑے کے برابر میں انہیں خیال نہیں کرتا ۔۱۷۔ میں ان کی گندی گالیوں اور نجاست بھری ہوئی باتوں سے ترساں ہوا۔۱۸۔ ہمیشہ شرفاء بدگفتار لوگوں سے ڈرا کرتے ہیں، اور مہذب لوگ گندی زبان والوں سے پرہیز کر جاتے ہیں۔شریف از سفلہ نمے ترسد بلکہ از سفلگی او مے ترسد۔ ۱۹۔ پردہ دری ۔۲۰۔ بٹالوی کو ایک مجنون درندہ کی طرح تکفیر اور لعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کیلئے چھوڑ دیا۔۲۱۔محض شرارت کی راہ سے کہتے ہیں ۔۲۲۔تحقیر کے شیطانی منصوبوں سے باز آجائیں۔

اس قسم کے بہت سے الفاظ سبّ وشتم اپنی زبان درافشان سے نکال کر قلم اعجاز رقم کے حوالے کئے ہیں۔اس درافشانی کی آپ نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس کے مخالفوں نے اس کو کافر، ملحد، دجال وکذاب کہا ہے۔اور بٹالوی نے جامع مسجد دہلی میں اس کو فحش گالیاں دیں اور پھلور کے اسٹیشن پر اس کے لئے کتے کی موت تجویز کی ۔ پھر آپ فرماتے ہیں:

اس لئے مجھے مقابلہ نے کسی قدر درشت الفاظ پر مجبور کیا ورنہ میری فطرت اس سے دور ہے کہ کوئی تلخ بات منہ پر لاؤں۔

یہ بھی آپ نے فرمایا کہ میں گالیوں کے عوض میں گالیاں نہیں دینا چاہتا، اور نہ کچھ کہنا چاہتا ہوں۔جس سے صاف ثابت ہے کہ جس قدر گالیاں آپ کے دل دماغ میں جمع ہیں ان کے

مقابلہ میں یہ گالیاں جو قلم میں لا چکے ہیں، کچھ مقدار نہیں رکھتیں۔ گویا یہ گالیاں ہی نہیں بلکہ یہ آپ کے مسیحی اخلاق و جمالی صفات کا نمونہ ہیں۔

فریق ثانی (بٹالوی ؒ) کا اس کے مقابلہ میں یہ عذر و جواب ہے کہ انہوں نے نہ تو جامع مسجد دہلی میں فحش گالیاں دیں اور نہ پھلور کے سٹیشن پر قادیانی کیلئے کتے کی موت تجویز کی۔ اس بیان میں مرزا قادیانی نے افتراء کیا اور اپنی عادت قدیم، کذب سے کام لیا ہے۔ ہاں دجال و کذاب و ملحد و کافر اور ان معنی کے اور الفاظ وہ اس کے حق میں ضرور کہتے ہیں مگر اس کے ایک امر واقعی اور حکم شرعی ہونے پر علمائے پنجاب اور ہندوستان ان سے اتفاق رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کا فتوی بحق مرزا قادیانی جو عنقریب شائع ہونیوالا ہے، اس بیان پر شاہد عدل ہے۔ اور ایک امر واقعی کے اظہار و بیان کا گالی نہ ہونا قادیانی نے خود تسلیم کیا ہے چنانچہ اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۲ میں کہا ہے:

پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں اپنے مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کیئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جل شانہ اور رسول کریم ﷺ کی بے ادبی کی، اور پر دشنام تالیفات شائع کر دیں۔

قرآن شریف میں صریح حکم وارد ہے کہ مخالفین کے معبودوں کو سبّ اور شتم سے یاد مت کرو، وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدا تعالی کی نسبت سبّ وشتم کے ساتھ زبان نہ کھولیں لیکن اس جگہ برخلاف طریق ماموریہ کے سبّ وشتم سے کام لیا گیا۔

اما الجواب: پس واضح ہو کہ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم ان کے اپنی تالیفات میں استعمال کیئے ہیں اور درحقیقت سبّ وشتم میں داخل ہیں۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جائے۔ بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقع کو ایک صورت میں سمجھ لیتے ہیں۔ اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے۔ بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک امر واقعی کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو، محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے، جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے، دشنام دہی تصور کرتے ہیں حالانکہ دشنام اور سبّ اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقع اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے۔ اور اگر ہر یک سخت اور آزاردہ تقریر

کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذاء رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں، تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔

پھر ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶ تک آپ نے اس اجمال کی تفصیل کی اور بزعم خود قرآن سے یہ ثابت کر دکھایا کہ امور واقعیہ کا بیان گالی نہیں کہلاتا۔

بناء علی ہذا، آپ کو کافر و دجال و کذاب و ملحد و امثال ذلک کہنا ہرگز گالی نہیں ہوسکتا کیونکہ باتفاق علمائے ہندوستان و پنجاب یہ امر واقعی کا بیان ہے۔ ہاں آپ کا اپنے مخالفوں کو اس فیصلہ میں کافر، اور اول الکافرین کہنا، یا بے حیا و بے دیانت قرار دینا آپ کے اصول و اقرار کے موافق گالی ہے کیونکہ آپ اپنی تحریرات میں ان لوگوں کی نیک نیتی کی تعریف کر چکے ہیں۔ اور اس خلاف کو، جو آپ سے وہ ظاہر کر رہے ہیں، ایک خطاء اجتہادی سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے آپ ان کے مقابلہ میں مباہلہ کرنے اور لعنت کہنے پر مستعد نہیں ہوتے۔

قادیانی کے اس حصہ فیصلہ کو، جس میں اس نے گالیوں کی بوچھاڑ کی ہے، راقم غلط سمجھتا ہے مگر یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ ان گالیوں کے بدلے اس کو گالیاں دے۔..

آسمانی فیصلہ کے دوسرے حصہ میں قادیانی نے اپنے کفر و ایمان کیلئے ایک معیار تجویز کیا اور اس معیار سے اپنے مومن ہونے اور کافر و ملحد نہ ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس فیصلہ کو اس نے بحسب عادت قدیم تطویل بلا طائل اور بغرض تلبیس و تغلیط مخاطب، طولانی اور پیچیدہ عبارات میں تحریر کیا ہے جس کو پورا اور بعینہ نقل کرنا نہ صرف فضول بلکہ مخل مطلوب ہے، لہذا یہاں اس کا خلاصہ مطلب بیان کر کے اس کی ترمیم اور بجائے اس کے آسان تجویز با تقویم بیان کی جاتی ہے۔

مرزا قادیانی کے آسمانی فیصلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن و کافر کا امتحان بحکم قرآن مجید چار علامتوں سے ہوتا ہے:

اول بشارات سے، یعنی مومن کو اس کی مرادات اور اس کے دوستوں کے مطلوبات قبل از وقت بتائے جاتے ہیں۔

دوم۔ اطلاع مغیبات سے، یعنی مومنوں کو دنیا کے واقعات متعلقہ غیر پر قبل از وقوع اطلاع دی جاتی ہے۔

سوم: قبولیت دعوات سے، یعنی مومن کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

چہارم: کشف عجائبات قرآن سے، یعنی مومن کو قرآن کے وہ عجائبات معارف دقائق

سجھائے جاتے ہیں جو پہلے کسی مسلمان مفسر صحابی یا تابعی یا امام کو نہ سوجھے ہوں۔ اور کسی اسلامی کتاب تفسیر میں بیان نہ ہوئے ہوں۔

ان چہارگانہ علامات ایمان و آلات امتحان میں قادیانی نے از راہ دور اندیشی ایک قید و استثناء بھی لگا دی اور یہ بات کھول کر کہہ دی ہے کہ یہ علامات اکثری ہیں، کلی نہیں ہیں۔ اور بعض اوقات یہ علامات مومن میں پائی نہیں جاتیں، بلکہ اس کے مقابل کافر میں پائی جاتی ہیں۔ بعض بشارتیں مومن کو نہیں ملتیں، کافر کو مل جاتی ہیں۔ بعض واقعات آئندہ مومن پر نہیں کھلتے، کافر پر کھلتے ہیں۔ بعض دعائیں مومن کی (اس وجہ سے کہ تقدیر مبرم ہیں، ان کی عدم قبولیت لکھی گئی ہے) قبول نہیں ہوتیں، کافر کی ہو جاتی ہیں۔ بعض اوقات مومن پر قرآن کے عجائبات نہیں کھلتے۔

یہ قید و استثناء آپ نے اس غرض سے لگائی ہے کہ جن بے شمار اشخاص کیلئے آپ دعائیں کر چکے اور ان کے عوض میں ان سے ہزار ہا روپیہ لے کر ہضم کر گئے ہیں (چنانچہ فتح الاسلام کے صفحہ ۴۹ میں اس امر کے اقراری ہیں، اور اب تک وہ لوگ مطلب کو نہیں پہنچے اور آپ کی دعاؤں سے فائدہ نہیں پائے) وہ اس قاعدہ امتحان کو سن کر کہیں چونک نہ پڑیں اور اپنے حق میں آپ کی دعا ان کے قبول نہ ہونے سے آپ کو کافر سمجھ کر واپسی روپیہ کے خواستگار نہ ہو جائیں۔ اور چاروں طرف سے دیوانی نالشوں کے نوٹس نہ پہنچنے لگیں۔ ان کا منہ بند اس استثناء سے بند کر دیا اور ان کو یہ سمجھا دیا کہ ان کی قسمت اور تقدیر مبرم میں حصول مراد مقدور نہ تھا اس لئے ان کے حق میں آپ کی دعاؤں کا اثر نہ ہوا۔ یہ ان کی قسمت کا قصور ہے، نہ کہ آپ کی دعاؤں کا۔

ازانجملہ ایک ہمارے شہر لاہور کے معزز رئیس اور ہمارے مہربان دوست سردار بہادر رسالدار پنشنر ہیں جن سے ان کے گھر میں بیٹا پیدا ہونے کے لئے دعا کے وعدہ اور امید پر آپ نے پانچ سو روپیہ یک مشت اور کئی رقمیں متفرق اپنے ایک دلال کے ذریعہ سے وصول کی ہیں۔ وازانجملہ بعض متعلقین نواب محمد ابراہیم علی خان والی ریاست مالیرکوٹلہ ہیں جن سے دعاء صحت نواب صاحب کے وعدہ و امید پر آپ نے پانچ سو روپیہ وصول کئے مگر وہ اب تک صحت یاب نہ ہوئے۔ وازانجملہ مولوی جلال الدین ساکن پیر کوٹ علاقہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ ہیں جو مرض نزول الماء سے نابینا ہو کر کئی بار قادیان میں ماحضر لے کر حاضر ہوئے اور اب تک اس مرض سے صحت یاب نہیں ہوئے۔ و قس علی ھذا۔

اس قاعدہ سے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے اور اپنے مخالفین کے ایمان کے امتحان کی

یہ تجویز کی ہے کہ:

لاہور میں ایک بڑی انجمن (جنرل کمیٹی) قائم ہو جس کے ممبر قادیانی کے مخالفین بھی ہو سکتے ہیں اگر وہ درخواست کریں۔ ورنہ صرف قادیانی کے حوارین اور موافقین کافی ہیں۔

اور اس کمیٹی کی برانچیں (شاخیں) دور دراز ملکوں (مثلاً مدراس، بمبئی، کلکتہ وغیرہ) میں مقرر ہوں اور کمیٹی یا کمیٹیاں دفتر اور رجسٹر بناویں۔

اس دفتر میں قادیانی اور اسکے مخالف مولوی اپنی تحریرات متضمنہ بشارات و پیش گوئیاں متعلقہ واقعات باثبات شہادات چارکس اہل اسلام ایک سال کے عرصہ تک بھیجتے رہیں۔

اور کمیٹی ان تحریرات کے مطالب کو اپنے رجسٹروں میں درج کر کے ان تحریرات کی رسیدیں باثبات دستخط تمام ممبران یا کم سے کم پانچ اشخاص کے فریقین کو دیتی رہے۔

اور ان تحریرات کے نتیجہ کے ظہور پر اس کو اپنے رجسٹران میں درج کرے اور اس پر جملہ ممبران یا پانچ ممبر اپنے دستخط ثبت کیا کریں۔

ایک سال کے بعد وہ کمیٹی فریقین کے سامنے ان کی بشارات اور پیش گوئیوں کے نتائج کا موازنہ اور مقابلہ کرے۔

پس جس فریق کی جانب کثرت ہو یعنی اس کی بشارتیں اور پیش گوئیاں فریق مقابل کی نسبت زیادہ سچ نکلیں اس کو مومن کامل تصور کیا جائے۔

وہی کمیٹی (یا کمیٹیاں) اہل حاجات مختلف مذاہب اور مختلف مصائب میں مبتلا (مثلاً کوہڑی، اندھے، لنگڑے، یا کسی سخت سزا عبور دریائے شور یا پھانسی کے حکم یافتہ یا اپنے پیارے مفقود الخبر کے غم زدہ یا لاولد ہونے کی مصیبت میں مبتلا) لوگوں کو اشتہارات کے ذریعہ سے (جن کو آپ کے حواری میاں غلام قادر اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ مفت چھاپ دیں گے) طلب کر کے اکٹھا کریں۔

(یہاں دو باتیں آپ بیان کرنا بھول گئے۔ اول یہ کہ اگر اشتہار و اذن عام کو دیکھ کر ہزاروں کوہڑی جمع ہونے کو تیار ہو جائیں گے تو ان کی سکونت کے لئے کوہڑیخانہ لاہور میں میو ہسپتال کے قریب یا اور کہیں بنوانا پڑے گا، یا خود کمیٹی کو قصبہ ترن تارن ضلع امرتسر پنجاب میں، جہاں کوہڑی بکثرت رہتے ہیں، جا کر ایک مدت تک کوہڑیوں کے ساتھ رہنا ہوگا۔ امر دوم: کہ ان کوہڑیوں کا اگر وہ لاہور میں جمع ہونا چاہیں گے خرچ خوراک کون دے گا۔ کیا وہی میاں غلام قادر یا ان کے ہم زلف آپ کے پہلے اور بڑے حواری حکیم نورالدین جن کے ہاتھ میں خزانہ ریاست جموں کا ایک حصہ ہے، یا یہ خرچ ان بے چارے مولویوں

پر جو قادیانی کے مخالف ہیں ڈالا جائے گا۔ شائد ان دونوں امر کی نسبت آپ کو کچھ الہام نہیں ہوا۔ قافیہ الہام تنگ ہو گیا تھا تب ہی ان کے بیان سے تعرض نہیں کیا)

اوران سب اہل مصائب کی درخواستیں لے کر ایک صندوق میں جمع کرتی رہے۔ اوران سب کے نام بقید ولدیت وسکونت و پیشہ و مذہب ونوع مصیبت، کمیٹی اپنے رجسٹروں میں درج کرے اور ایک مہینہ کی یا جس قدر مدت کے بعد کمیٹی مناسب سمجھے درخواست کنندگان اہل مصائب کی دو فردیں بناوے۔ اوران کو قرعہ اندازی کے ذریعہ قادیانی اوراسکے مخالف مولویوں میں تقسیم کردے۔ جس فریق کے حصہ میں جس فرد کے اہل مصائب آئیں، روز تقسیم سے ایک سال تک وہ فریق ان کے حق میں دعا کرتا رہے۔ پھر جس فریق کی دعا سے کثرت سے لوگ اچھے ہوں وہ فریق مومن کامل تصور کیا جائے۔

اسی کمیٹی کے سامنے قادیانی اور مخالف مولوی قرآن شریف کے ایسے عجائبات معانی بیان کریں جو پہلے کسی کتاب تفسیر میں بیان نہ ہوں۔ یعنی پہلے کسی مسلمان کو نہ سوجھے ہوں۔ پس جس فریق کے بیان کردہ معارف کمیٹی کے جلسہ میں صحیح وخالی از تکلف ثابت ہوں وہ مومن کامل اور صاحب علم لدنی سمجھا جائے۔

اس امتحان میں مقابلہ کی وجہ قادیانی نے یہ بتائی ہے کہ اگر وہ یک طرفہ نشان دکھائے گا تو اس کے مخالف مولویوں کو اعتبار نہ آئے گا اور عام لوگ چونکہ مولویوں کے تابع ہوتے ہیں لہذا وہ بھی ان نشانوں کو نہ مانیں گے۔ پھر کہا ہے کہ ہاں اگر مولوی لوگ وعدہ دیں کہ ہم قادیانی کا یک طرفہ نشان دیکھ کر اس کو مسلمان مان لیں گے، تو یک طرفہ نشان دکھانے کو بھی آپ حاضر ہیں

اس فیصلہ آسمانی کی دنبالہ میں قادیانی نے علمی مباحثہ کی طرف بھی اپنے مخالفوں کو بلایا اور یہ کہا ہے کہ میرے مخالف میرے دعوی وفات مسیح میں مجھ سے بحث نہ کر سکے اوراس بحث کو ناجائز شروط پیش کر کے ٹلا چکے تو میں نے یہ آسمانی گولہ چلایا ہے۔ وہ اب بھی لاہور میں آکر مجھ سے بحث کریں تو میں مباحثہ کیلئے بھی حاضر ہوں۔ اوراس کے حواری اس پر یہ حاشیہ چڑھاتے پھرتے ہیں کہ حضرت قادیانی صرف اسی وجہ سے لاہور میں آئے ہیں کہ وہ مولوی ابوسعید محمد حسین سے ان کے بٹالہ چلے جانے سے پہلے بحث کریں۔ حضرت قادیانی کو ان کے بٹالہ چلے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ لاہور میں نہ آتے۔ کئی ضروریات ان کو اس سفر سے مانع تھیں، ان کو ملتوی کر کے وہ لاہور میں اس غرض مباحثہ سے آئے ہیں۔

اس دنبالہ کے اخیر میں آپ نے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ دعوی وفات مسیح میں قرآن اور حدیث آپ کے ساتھ ہے۔ قرآن میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ آنے والا مسیح حقیقی طور پر صلیب توڑے گا اور قتل خنازیر کا حکم دے گا اور اسلامی حکم جزیہ کو منسوخ کرے گا۔ اور بخاری میں یہ نہیں لکھا کہ آنے والا مسیح ناصری بنی اسرائیلی ہوگا، بلکہ اس میں یہ لکھا ہے کہ وہ تم میں سے تمہارا ایک امام ہوگا۔ اور لکھا ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں۔ یہ آپ کے فیصلہ اور اس کے حواشی کا خلاصہ ہے۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا یہ فیصلہ بوجوہ ذیل لائق نسخ وترمیم ہے۔

وجہ اول: یہ کہ قرآن نے امتحان ایمان کا طریق یہ نہیں بتایا کہ مدعی ایمان کو ان چار علامتوں سے آزمایا جائے۔ بلکہ امتحان ایمان کیلئے آسمانی فیصلہ یہ ہے کہ آسمانی قرآن اور آسمانی وحی خفی حدیث نبوی پر مدعی ایمان کے اقوال وعقائد کو عرض کیا جائے۔ پس اگر وہ اقوال وعقائد قرآن وحدیث کے مطابق ہوں تو اس کو مومن تصور کیا جائے ورنہ کافر۔ سورہ ممتحنہ میں ارشاد ہے:

یا ایّھاالّذین آمنوا اذا جاء کم المؤمنات مھاجرا تٍ فامتحنوھن۔ اللّٰہ اعلم بایمانھنّ ۔ فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفّار۔ لا ھنّ حلّ لھم ولاھم یحلّون لھنّ ۔ و آتوھم ما انفقوا۔

تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آویں تو ان کے ایمان لانے کا امتحان کرو۔ خدا تعالی کو ان کے ایمان کا خوب علم ہے۔ تم ان کو مومن جانو تو ان کو کافروں کی طرف نہ پھیرو، وہ ان کے لئے حلال نہیں اور دو جوانہوں نے دیا تھا۔

یا ایّھا النّبیّ اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن با للّٰہ شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھنّ ولا یاتین ببھتانٍ یفترینہ بین ایدیھنّ و ارجلھنّ و لا یعصینک فی معروفٍ فبا یعھن ..الآیۃ ۔ (ممتحنہ ع ۲)

اے نبی جب تیرے پاس مومن عورتیں اس پر بیعت کرنے کو آویں کہ وہ شرک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، اپنی اولاد قتل نہ کریں گی، اور بہتان نہ لائیں گی، اور کسی امر معروف میں تیری نافرمانی نہ کریں گی، تو ان سے بیعت کرلے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے

انّ عائشۃ زوج النّبی ﷺ اخبرتہ انّ رسول اللّٰہ کان یمتحن من

هاجر الیه من المؤمنات بهذه الآیة بقول اللّٰه یا ایّها النّبی اذا جاءک المؤمنا ت یبا یعنک علی ان لا یشرکن با للّٰه شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھنّ ولا یاتین ببھتانٍ یفترینه بین ایدیھنّ و ارجلھنّ و لا یعصینک فی معروفٍ فبا یعھن واستغفر لھنّ اللّٰه۔ انّ اللّٰه غفور رحیم۔ قالت عا ئشة ممّن اقر بھذا الشّرط من المؤمنات قال لھا رسول اللّٰه قد بایعتک کلاما (صحیح بخاری)

کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کرنے والی عورتوں کا امتحان ایمان خدا تعالیٰ کے اس قول سے جس میں شرک وغیرہ گناہ نہ کرنے کا اقرار لیا گیا ہے، کرتے پھر جو عورت اقرار کرتی اس کو فرما دیتے کہ میں نے تجھ سے بیعت لی۔

و قیل الامتحان ھو ان تشھد ان لا اله الا اللّٰه و انّ محمداً رسول اللّٰه فاذا علموا انّ ذلک حق مّنھن لم یرجعن الی الکفّار و اعطی بعلھا فی الکفار الّذین عقد لھم رسول اللّٰه ﷺ صداقھا الّذی اصدقھا و احلّھن للمؤمنین اذا اتوھنّ اجورھنّ قال ابن عباس ۔ و قیل ما کان الامتحان الا بان یّتلو علیھنّ رسول اللّٰه ﷺ الآیة وھی یا ایّھا النّبی اذا جا ئک المؤمنا ت.. الی آخرھا۔ (فتح البیان ج ۹ ص ۲۳)

تفسیر فتح البیان وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس امتحان کی تفسیر میں بعض علماء کا یہ قول ہے کہ آنحضرت ﷺ ان مہاجر عورتوں کو قسم دے کر پوچھتے کہ وہ خاوند سے ناخوش ہو کر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کو پسند کر کے تو نہیں آئیں، بلکہ محض خدا و رسول کی محبت اور دین اسلام میں رغبت کے لئے آئی ہیں۔ جب وہ اس پر قسم کھا لیتیں تو آنحضرت ﷺ ان کو کافر شوہروں کی طرف نہ پھیرتے اور ان کے مہران کو واپس دیتے۔

اور بعض کا قول یہ ہے کہ امتحان یوں ہوا کرتا تھا کہ وہ کلمہ شہادت پڑھتیں۔ جب اس کلمہ سے معلوم ہوتا کہ وہ مسلمان ہیں تو آنحضرت ﷺ ان کو واپس نہ کرتے بلکہ ان کے مہر واپس کر دیتے ۔بعض کا یہ قول ہے کہ امتحان صرف اس طرح ہوتا تھا کہ آپ ان کے سامنے وہ آیت قرآن جس میں شرک وغیرہ گناہ نہ کرنے کا اقرار ہے، پڑھ دیتے۔

یہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اقوال علماء امت محمدیہ بالاتفاق ناطق ہیں کہ

امتحان ایمان کیلئے آسمانی اورقرآنی فیصلہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ مدعی ایمان کے اقوال و اعتقادات کوقرآن وحدیث پر پیش کیا جائے، نہ یہ کہ علامات چہارگانہ مجوزہ قادیانی سے اس کو آزمایا جائے۔قادیانی نے علامات مذکورہ سے امتحان کرنے کوقرآنی فیصلہ قرار دینے میں نہ صرف انصاف کا خلاف کیا بلکہ خدا اورقرآن پر صریح افتراء کیا ہے۔قرآن میں اس کی تجویز کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔

اب قادیانی اس افتراء سے تائب ہو۔اورامتحان وایمان کا محک ومعیار قرآن وحدیث سیدالابرارکوتسلیم کر کےقرآن وحدیث سے اپنا مسلمان ہونا ثابت کرے۔

ہر چند مرزا قادیانی زبان سے کلمہ شہادت پڑھتا اور منہ سے بھی یہی اقرار کرتا ہے کہ قرآن وحدیث میں جوامور ایمان قرار دیئے گئے ہیں، میں ان کو مانتا ہوں، ولیکن چونکہ اس کی تصنیفات میں اس اقرار کے مخالف صریح انکار پایا جاتا ہے لہذا اس کا صرف کلمہ شہادت پڑھنا اور زبان سے امورایمان کوتسلیم کرنا لائق اعتبارنہیں اور یہ اس تسلیم واقرار کی مانند ہے جومنافقین زمانہ حضرت رسالتمآب ﷺ سے وقوع میں آیا اورقرآن نے اس کوصحیح ومعتبرنہیں سمجھا، چنانچہ ارشاد ہوا:

> اذا جاء ک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول اللّٰه واللّٰه یعلم انک لرسوله واللّٰه یشهد انّ المنا فقین لکاذ بون۔ جب منافق تمہارے پاس (اے رسول) آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ یہ بات خدا تعالی بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں، مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ منافق (اس گواہی دینے میں) جھوٹے ہیں، وہ جو کہتے ہیں دل سے نہیں کہتے۔

بناء علیہ قادیانی کو لازم ہے کہ اگراس کا یہ اقرار اورکلمہ پڑھنا دل سے ہے تو وہ اپنے اس انکار سے رجوع مشتہر کرے اوران کتابوں کے (جن میں وہ انکار پایا جاتا ہے) پڑھنے سے لوگوں کوروک دے، یا مجمع علماء میں حاضر ہوکراس انکار کے ایسے معنی بتادے جواس اقرار سے موافق مطابق ہوسکیں۔

وجہ دوم: یہ کہ صورت مجوزہ قادیانی سے ایمان کا امتحان بعض اوقات اوربعض حالات میں بحکم عقل ناممکن ہے، جسکے عدم امکان پرقرآن کی شہادت ہی موجود ہے کیونکہ آسمانی نشان ظاہر ہونے میں قادیانی نے بعض اوقات وحالات کی استثناء لگادی ہے اور یہ بات بتصریح کہدی ہے کہ بعض اوقات مومن کو بشارتیں نہیں ملتیں اوراس پر واقعات آئندہ اور معارف قرآنی نہیں کھلتے۔اور

دعا کی نسبت تو اس نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ جو تقدیر حقیقی اور واقعی طور پر مبرم ہو وہ مومن کامل کی دعاؤں سے ہرگز نہیں بدلتی اگرچہ مومن کامل، نبی یا رسول کا رتبہ رکھتا ہو۔

اور اس استثناء سے حالت مقابلہ کی استثناء کہیں ثابت نہیں۔ یعنی یہ بات قرآن وحدیث میں کہیں نہ آئی کہ اگر مومن کامل، کسی کافر یا مومن ناقص کے مقابلہ میں آسمانی نشان دکھانا چاہے گا تو اس حالت وصورت میں نشان دکھانے کا قاعدہ کلیہ اور دائمہ رہے گا۔ اور اس استثناء کا جس کو بعض حالات میں قادیانی نے تسلیم وتجویز کیا ہے، اس میں دخل نہ ہوگا۔ بلکہ قرآن مجید سے اس کا خلاف ثابت ہے اور بعض اوقات عین مقابلہ کی حالت میں نشان دکھانے سے انکار ثابت ہوا ہے اگرچہ اکثر اوقات مقابلہ کے وقت نشان دکھانا بھی قرآن سے ثابت ہے۔

مقابلہ کی حالت میں نشان دکھانے کی تمثیلات کی نقل اس مقام میں ضروری نہیں کیونکہ فریقین کو اس پر اتفاق ہے۔ اور وہ تمثیلات شہرہ آفاق ہیں:

جیسے مشرکین مکہ کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ کا چاند کو دو ٹکڑے کر دکھانا،

اور بدر کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ کی دعا سے فرشتوں کا نازل ہونا،

اور آنحضرت ﷺ کے ایک کف دست مٹی اور سنگریزہ پھینکنے سے تمام مشرکین کی آنکھوں اور نتھنوں کا خاک اور کنکروں سے بھر جانا۔ وغیرہ۔

اس مقام میں ایک ایسی مثال کی تفصیل کی جاتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ کا مشرکین کے مقابلہ کے لئے آسمانی نشان چاہنا اور اس پر نشان دکھانے سے انکار پایا جاتا ہے۔ سورہ انعام میں ارشاد ہے:

وان کان کبر علیک اعرا ضھم فان استطعت ان تبتغی نفقاً فی الارض او سلّماً فی السّماء فتاتیھم بآیۃٍ ۔ و لو شاء اللّٰہ لجمعھم علی الھدی فلا تکو ننّ من الجا ھلین ۔(انعا م ع ۴)۔ اگر تجھ پر (اے رسول) مشرکین مکہ کا (اسلام سے) منہ پھیرنا ناگوار ہو تو تجھے زمین میں سرنگ لگا کر یا آسمان میں سیڑھی لگا کر کوئی نشان (جو وہ چاہیں) دکھانے طاقت ہے تو ان کو نشان لادے۔ خدا چاہتا تو ان سبکو ہدایت پر اکٹھا کر دیتا۔....

تفسیر معالم میں لکھا ہے:

و کان رسول اللّٰہ ﷺ یحرص علی ایمان قو مہ اشدّ الحرص و کانوا

اذا سألوا ليتاحب ان يريهم اللّٰہ تعالی ذلک طمعا فی ایمانهم فقال اللّٰہ عزّ وجل فان استطعت .. الآیة ۔(معالم ۔ص ۳۰۸) کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی قوم کے مومن ہو جانے کی کمال حرص تھی وہ جب کوئی نشانی مانگتے تو آپ خدا سے چاہتے کہ وہ ان کو نشان دکھاوے اس طمع سے کہ وہ لوگ مومن ہو جائیں جس پر خدا تعالی نے یہ (مذکورہ بالا) ارشاد فرمایا۔

اور بیضاوی میں آخر آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

من الجاهلین بالحرص علی ما لا یکون ۔ بیضاوی ص ۲۵۳۔ جوامر نہ ہو اس کی حرص سے نادان نہ ہو۔

اس قسم کی آیات قرآن مجید میں اور بھی ہیں جن میں مقابلہ کی حالت میں انبیاء سابقین اور آنحضرت ﷺ کا نشان دکھانے سے انکار کرنا پایا جاتا ہے۔مرزا قادیانی نے جو مقابلہ کی حالت میں نشان ظاہر ہونے کو ضروری اور لازمی قرار دیا اور اس کو اپنے استثناء سے مستثنیٰ کر دیا ہے، تو اس پر دو آیات قرآن سے تمسک کیا ہے۔ایک وہ آیت جس کا اس نے یہ ترجمہ کیا ہے:

اے مومنو مقابلہ سے ہمت نہ ہارو اور کچھ اندیشہ مت کرو اور انجام کار غلبہ تمہیں کا ہے اگر واقعی مومن ہو۔

دوسری وہ آیت جس کا ترجمہ بایں الفاظ کیا ہے:

خدا تعالی ہرگز کافروں کو مومنوں پر راہ نہیں دے گا۔

مگر اس میں اس نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے اور آیات کا مطلب غلط بتایا ہے۔ان آیات میں ہر وقت اور عام حالات میں مسلمانوں کو کافروں پر ظاہری اور دم نقد غلبہ دینے کا وعدہ نہیں دیا گیا، بلکہ پہلی آیت میں تو ایک خاص موقع (جنگ احد کے بعد جنگ بدر صغری کی تیاری) پر یہ وعدہ دیا گیا تھا۔ چنانچہ پہلی آیت کی تفسیر میں معالم میں لکھا ہے:

نزلت هذه الآیة بعد احدٍ حین امر النبی ﷺ اصحابه لطلب القوم بعد ما اصابهم الجرح فاشتد ذلک علی المسلمین فانزل هذه الآیة ۔ (جب آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کو ابوسفیان کے مقابلہ کا انکے زخمی ہو جانے کے بعد حکم دیا تھا اور وہ حکم ان پر گراں گذرا تھا تب خدا نے اس آیت کو اتارا)

دوسری آیت میں نہ تو خاص کر کے آسمانی نشان دکھانے سے غلبہ کا وعدہ دیا گیا ہے

اور نہ ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں مسلمانوں پر کافروں کو راہ نہ دینے کا وعدہ ہے۔ اسی عدم عموم حالت حالات کی وجہ سے اس آیت کی تفسیر میں صحابہ کا اختلاف رہا ہے۔

قال علی فی الآخرۃ و قال عکرمۃ عن ابن عباس ای حجۃ و قیل ظھروا علی اصحاب النّبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (معالم ص۵۹)۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ آخرت میں خدا کافروں کو مومنوں پر راہ نہ دے گا۔ ابن عباسؓ نے کہا ہے کافر دلائل سے (جو آسمانی نشان کے سوا بھی ہوتے ہیں) مسلمانوں پر غالب نہ آئیں گے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب پر غالب نہ ہوں گے۔

یہ تفسیر معالم کا بیان ہے۔ ایسا ہی بیضاوی نے لکھا ہے اور اس میں تخصیص آخرت پر آیت کے سیاق کو دلیل سمجھ کر کہا ہے:

فاللّٰہ یحکم بینکم یوم القیامۃ و لن یّجعل اللّٰہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً حینئذ (پس خدا تم میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا اور خدا کافروں کو مومنوں پر اس دن راہ نہ دے گا)۔

اور ان آیات سے کسی مسلمان سلف یا خلف نے یہ نہیں کہا کہ ان میں مومنوں کو کافروں پر ہر حالت اور ہر وقت میں غلبہ دینے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور واقعہ اور مشاہدہ کی شہادت بھی اس کے برخلاف ہے۔ ہم صاف دیکھتے ہیں کہ بارہا مسلمانوں کا کافروں سے مقابلہ ہوا۔ اور بظاہر کافروں نے غلبہ پایا۔ عام مسلمانوں کا کیا ذکر ہے، خاص انبیاء پر بعض کافروں نے غلبہ پایا اور ان کو شہید کیا۔ دیکھو قرآن میں و قتلھم الانبیاء بغیر حقّ۔

مرزا قادیانی بھی دل سے ان آیات کا یہ مطلب نہیں سمجھتا جو یہاں بیان کرتا ہے۔ وہ خود یہ مطلب سمجھتا ہے، تو کیوں دلیری کے ساتھ بلا حفاظت پولیس و حوارین کبھی میدان میں نہیں نکلتا۔ دہلی میں چاندنی چوک کے جلسہ عام اہل اسلام میں نہ آیا اور اس نے صاف اور صریح الفاظ کے ساتھ یہ عذر لکھ بھیجا کہ:

اس جوش کی حالت میں کسی مفسدہ کا اندیشہ ہے۔ ابھی ایک شخص مجھ کو کہہ گیا ہے کہ میں محض خیر خواہی کی رو سے کہتا ہوں کہ عوام کی نیت فساد پر ہے۔ لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے کہ میرے دوست مولوی غلام قادر صاحب ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر آپ کی تحریر ذمہ داری سے اطلاع دے دیں اور یہ بھی التجا و درخواست کریں کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اپنی طرف سے امن قائم

کرنے کے لئے کچھ مدد کریں۔ بعد اطلاع ڈپٹی کمشنر آپ کو اطلاع دی جائے۔

اور آپ نے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر میں یہ مشتہر کیا ہے کہ

عوام کے مفسدانہ حملوں نے جو ایک ناگہانی طور پر کئے گئے، اس دن مجھے حاضر ہونے سے روک دیا۔ صدہا لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ اس جلسہ کے عین وقت پر مفسد لوگوں کا اس قدر ہجوم میرے مکان پر ہو گیا کہ میں انکی وحشیانہ حرکت دیکھ کر اوپر کے زنانہ مکان میں چلا گیا۔ اکثر اس طرف آئے اور گھر کے کواڑ توڑنے لگے اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعض آدمی زنانہ مکان میں گھس آئے۔

ایسا ہی آپ نے تقریر مطبوعہ ۲۳۔ اکتوبر (۱۸۹۱ء) میں اور آپ کے حواری میاں غلام قادر نے سیالکوٹ گزٹ ۱۵۔ نومبر (۱۸۹۱ء) میں مشتہر کیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد جتنے دن آپ دہلی میں رہے اپنے گھر پر پولیس کا پہرہ رکھوایا اور جس دن دہلی سے کوچ کیا، رات کے تین بجے ریلوے سٹیشن کا رستہ لیا۔

لاہور میں آپ کا قدم آیا تو یہاں بھی اردگرد حواریوں کا پہرہ رکھوایا اور جس دن سے آپ کے ثانی اثنین مہدی لاہوری (یہ شخص لاہور میں ہے دعوی رسالت بھی کرتا ہے مہدی ہونے کا بھی مدعی ہے۔ کلمہ پڑھتا ہے لا الہ الا اللّٰہ مھدی رسول اللہ) نے سر بازار آپ کی خدمت کی، اس دن سے تو آپ نے اکثر زنان خانہ میں خلوت اختیار کی اور بہت کم نیچے کے مکان مردانہ میں نشست فرمائی۔

(اس لاہوری مہدی کا ذکر قادیانی روایات میں بھی ملتا ہے۔ سراج الحق نعمانی نے بتایا ہے کہ: ایک شخص لاہور میں تھا کہ گلی کوچوں میں لا الہ الا اللّٰہ مھدی رسول اللّٰہ کا نعرہ لگاتا پھرتا تھا۔ ایک دفعہ مرزا صاحب لاہور تشریف لے گئے اور مسجد شاہی میں جاتے تھے اور ہزاروں آدمی ساتھ تھے کہ یہ دیوانہ مہدی بھی آ گیا اور دوڑ کر مرزا صاحب کے گلے میں کپڑا ڈال لیا۔ بمشکل لوگوں نے ہٹایا اور کپڑا آپ کی گردن سے نکالا۔ تذکرۃ المہدی ص ۱۹۲۔

اور مفتی محمد صادق قادیانی نے: دسمبر ۱۸۹۱ء کے واقعات میں بتایا ہے، لاہور میں ایک شخص مہدی ہونے کے مدعی تھے۔ اکثر لوگ ان کو دیوانہ سمجھتے تھے۔ وہ صاحب علم آدمی نہ تھے۔ وہ بازار میں حضرت صاحب سے اچانک آ کر لپٹ گئے اور شور مچانے لگے کہ مہدی تو میں ہوں تم نے کیوں دعوی کیا۔ شیخ رحمت اللہ نے ان کو پکڑ کر پیچھے کیا۔ منقول از، ذکر حبیب۔ ص ۱۹)

پس اگر ان آیات کا وہی مطلب آپ کے دل میں ہوتا جو بیان کیا ہے تو یہ امر ایسے وقوع میں نہ آتا۔ ناظرین انصاف و ایمان سے کہنا جس شخص کو خدا کی طرف سے مقابلہ کے وقت غلبہ کا وعدہ دیا جائے وہ خدا پر بھروسہ چھوڑ کر ڈپٹی کمشنر یا پولیس یا اور لوگوں کی پناہ لیتا ہے، ہرگز نہیں

☆ فی دلیل سو روپیہ انعام

اور اگر مرزا قادیانی کو یہ دعوی ہے کہ ان آیات میں ظاہری وجسمانی مقابلہ کے وقت مومنوں کو غلبہ دینے کا وعدہ نہیں دیا گیا، بلکہ باطنی اور روحانی مقابلہ کے وقت یہ وعدہ دیا گیا ہے تو وہ اس کا ثبوت پیش کرے اور نقل صحیح سے یہ بتا دے کہ جس موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں وہ ظاہری اور جسمانی مقابلہ کا موقع نہ تھا بلکہ باطنی اور روحانی مقابلہ کا موقع تھا۔ اس بات کا قادیانی ثبوت دے تو ہم سے ایک دلیل پر سو روپیہ انعام لے۔

ہر چند آیات (اگر عمومات ہوں) اپنے موقع سے مخصوص نہیں ہوتیں مگر یہ تو ضروری اور لازمی امر ہے کہ موقع نزول کو وہ شامل ہوتی ہیں۔ اور یہ امر بالاتفاق ناممکن ہے کہ وہ اپنے معانی کی نظر سے مورد نزول کو شامل نہ ہوسکیں۔ اس بیان سے صاف ثابت ہوا کہ مقابلہ کی صورت میں بھی ہر وقت اور ہر حالت میں مومنوں کو غلبہ دینے اور آسمانی نشان دکھانے کا خدا کی طرف سے وعدہ نہیں دیا گیا، بلکہ بعض اوقات عین مقابلہ کی حالت میں نشان دکھانے سے انکار پایا گیا ہے۔ اور اس قاعدہ نشان نمائی میں جو استثناء قادیانی نے تجویز وتسلیم کی ہے اس سے حالت مقابلہ مستثنی نہیں ہے۔ بناء علی ہذا صورت فیصلہ مجوزہ قادیانی سے بعض حالات میں فیصلہ ناممکن ہے کیونکہ بحکم استثناء مجوزہ مسلمہ قادیانی ممکن ہے کہ مقابلہ کے وقت دونوں فریق یا ایک فریق پر ایک مدت محدود تک (سال تمام کیوں نہ ہو) کسی بشارت یا پیشین گوئی یا عجائبات قرآنی کا انکشاف نہ ہو اور فریقین یا کسی ایک فریق کے فرد اہل حاجات ومصائب میں ایسے لوگ آجائیں جن کے حق میں تقدیر مبرم کا قلم چل چکا ہو۔ اور ان کے حق میں کسی کی دعا مقبول نہ ہو۔ اس حالت میں علامات چارگانہ مجوزہ قادیانی سے فریقین یا احد الفریقین کا کافر یا مومن ہونا ثابت نہ ہوسکے گا اور صورت مجوزہ قادیانی سے فیصلہ ممکن نہ ہوگا۔

وجہ سوم: یہ کہ صورت فیصلہ مجوزہ قادیانی کا وقوع بحکم عادت بھی ناممکن ہے اور اس سے امتحان ایمان قادیانی کا متعذر رہے۔

کوہڑی خانہ کی تیاری کے لئے روپیہ کون دے گا اور مفلس کوہڑیوں کا خرچ روزہ مرہ

کا، اگر وہ صد ہا لاہور میں جمع ہو گئے، کون ذمہ وار ہوگا؟ اگر حکیم صاحب جموں کے خزانہ عامرہ کی نظر سے ان کو آسان تصور کیا جائے تب بھی بڑی بھاری مشکل اس تجویز کے وقوع سے مانع ہے کہ کمیٹی ممتحنہ کے ممبر اگر صرف حواریان قادیانی ہوں (جو روپیہ ملنے اور دو وقتہ مفت پر کھانا کھانے کے طمع سے بخوشی ممبر ہو سکتے ہیں) تو ان کے امتحان اور ایمان پر فریق ثانی اور عام مسلمانوں کو اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر اس کمیٹی میں فریق ثانی کے اشخاص ممبر مقرر کئے جاویں تو یہ امر بخیال طوالت میعاد ایک سال کے ناممکن الوقوع ہے۔ وہ لوگ قادیانی کو اس کے ایسے دعاوی کی نظر سے جھوٹا اور فریبی جانتے ہیں اور خود آسمانی نشان دکھانے کے مدعی نہیں ہیں۔ پھر وہ کس امید پر اپنے کام کاج چھوڑ کر ایک سال تک اس کی نوکری میں لگ سکیں گے۔ اسی نظر سے قادیانی نے یہ کمیٹی تجویز کی ہے اور ایک سال ان کی نوکری اور حاضر باشی کی میعاد ٹھہرا دی ہے۔ اس کو اس امر کا یقین حاصل ہے کہ ایک سال کی میعاد مقرر کرنے سے کوئی مسلمان اس کمیٹی میں شامل ہونا پسند نہ کرے گا اور اس قدر عرصہ تک ناحق و بلاضرورت اپنی اوقات کا خون کرنا روا نہ رکھے گا۔

یہ یقین اس کو ان اشتہارات کے جاری کرنے سے ہو چکا ہے جو سابقاً مخالفین اسلام کے مقابلہ میں ایک سال تک حاضری کی شرط پر آسمانی نشان دکھانے کے لئے اس نے جاری کئے تھے اور مخالفین ان اشتہارات کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔ کسی نے اس کو فریبی اور دھوکہ باز سمجھا، کسی نے دیوانہ قرار دیا۔ اور اس نے اپنے احمق اتباع پر اس کا نتیجہ یہ ظاہر کیا کہ کوئی اسکا مقابل نہ ہوا، اور میدان اس کے ہاتھ میں رہا۔ یہی نسخہ اس نے مسلمانوں سے پیچھا چھڑانے اور اپنے احمق اتباع کے سامنے ان پر اپنی فتح ظاہر کرنے کیلئے استعمال کرنا چاہا ہے مگر دانا ہر فرقہ کے خوب سمجھتے ہیں کہ یہ اس کی فتح نہیں، گریز ہے۔ اور ایک ناممکن الوقوع امر کو شرط مقابلہ ٹھہرانا گریز کا ایک بہانہ ہے۔

بھلا اگر قادیانی کو کوئی یہ کہے کہ ایک سال کے عرصہ تک وہ (قادیانی) اس کی خدمت میں حاضر رہے۔ ایک سال کے بعد وہ اس کو خدا تعالی کی ظاہری آنکھوں سے زیارت کرا دے گا، یا اس کو پر لگا کر آسمان پر اڑا کر پہنچا دے گا، تو کیا قادیانی اس امید پر ایک سال تک اس کی خدمت میں رہنا منظور کرے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر وہ مسلمانوں کو (جو اس کو محض فریبی سمجھتے ہیں اور اس سے صدور خوارق و کرامات کو ویسا ہی محال جانتے ہیں) کیوں ایسی بات کہتا ہے؟ ہاں وہ میعاد نشان نمائی ہفتہ دو ہفتہ کر دے، تو مسلمان نہ اس امید پر کہ وہ نشان دکھا سکتا ہے بلکہ صرف اس خیال سے کہ وہ جھوٹا ہے، خدا اس کو جھوٹا کرے گا اور عام لوگوں پر اس کا فریب ظاہر کر دے گا، اس قلیل

مدت تک اپنی اوقات کو صرف کر سکتے ہیں۔ سال بھر تک تو وہ اپنی اوقات کو اس کی تکذیب کے لئے صرف کرنا، کوہ کندن گیا ہے برآوردن کا مصداق سمجھتے ہیں اور اس سے آسان تدبیر تقریر و تحریر کے ذریعہ سے اس کا جھوٹا اور فریبی ہونا ظاہر کر سکتے ہیں۔ لہذا میعاد ایک سال کے لئے ان کا اس کمیٹی کا ممبر ہونا ناممکن الوقوع ہے۔

وجہ چہارم: یہ کہ صورت مجوزہ قادیانی سے فیصلہ وقوع میں آ بھی جاوے تو وہ مشتبہ رہتا ہے کیونکہ بعض علامات جس کو قادیانی آسمانی قرار دیتا ہے، آسمانی نہیں بلکہ شیطانی یا انسانی ہونے کا احتمال رکھتی ہے۔

وہ کشف واقعات آئندہ سے جو بذریعہ علم نجوم ورمل وجفر اور جوتش اور قیافہ شناسی اور پولیٹکس بھی ہو جاتا ہے اور اس قسم کے واقعات کو بطور پیشین گوئی نجومی رملی و پولیٹیشن اشخاص اکثر بتاتے ہیں اور وہ اخباروں میں مشتہر ہوتے رہتے ہیں اور واقعی بھی نکلتے ہیں۔ پس اگر قادیانی (جو علم نجوم میں دخل رکھتا ہے) چنانچہ اس کی عبارات توضیح مرام منقولہ فتوی تکفیر قادیانی سے ظاہر ہے (اور پالیٹیشن اور قیافہ شناس تو پورا ہے) ان علماء اسلام کے مقابلہ میں (جو رمل و نجوم کا علم نہیں رکھتے اور مرزا قادیانی کے برابر وہ قیافہ شناس اور پولیٹیشن بھی نہیں ہیں) کچھ واقعات آئندہ بتا دے جن کی مثل وہ علماء نہ بتا سکیں تو اس سے ان واقعات کے بیان کا نشان آسمانی ہونا کیونکر متیقن ہو سکتا ہے۔

وجہ پنجم: یہ کہ بعض علامات مجوزہ قادیانی یقیناً آسمانی نہیں بلکہ شیطانی ہیں۔ جن کی نظر سے اس فیصلہ کو یقیناً شیطانی کہہ سکتے ہیں۔ وہ آیات قرآن میں اس کی وہ تحریفات ہیں جن کو وہ معارف قرآنی کہتا ہے (جیسے قادیانی کے نزدیک لیلۃ القدر سے رات مراد نہ ہونا بلکہ ایک ظلماتی زمانہ، جس کی ظلمت حد کمال تک پہنچ چکی ہو، مراد ہونا، اور سجود آدم سے حضرت آدم کی طرف ملائکہ کا سجدہ مراد نہ ہونا بلکہ انسان کامل کی خدمت و اطاعت مراد ہونا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے احیائے موتی و شفاء مرضی سے روحانی مردوں اور مریضوں کو ہدایت کرنا، یا عمل مسمریزم کے ذریعہ سے اپنا خیالی اثر حیات و صحت ان پر ڈالنا اور خلق طیور سے کل دار کھلونے بنانا وغیرہ) اور مسلمان ایسے معانی کے بیان کو تحریف و کفر و الحاد و زندقہ و باطنیت سمجھتے ہیں اور اس پر وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ وہ معانی ظاہر نصوص کے (جو باتفاق اہل اسلام واجب الاعتقاد ہے) مخالف ہیں اور سلف صالحین صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین و اکابر محدثین سے مروی و ماثور نہیں، اس امر کا تو قادیانی خود فخر کے ساتھ مدعی ہے اور کہتا ہے کہ وہ معانی کسی کتاب تفسیر میں موجود نہ ہونگے۔ لہذا وہ تحریفات بحکم حدیث من احدث فی امرنا

هذا ما ليس منه فهو ردّ (یعنی جو شخص ہمارے دین میں ایسی بات نکالے جو اس میں نہیں، یعنی قرون ثلاثہ میں جن کی بہتری کی آنحضرت ﷺ نے شہادت ہے، پائی نہ جاوے، وہ مردود ہے) مسلمانوں کے نزدیک لائق رد ہیں۔ پھر وہ ان تحریفات کو آسمانی نشان کیونکر مان لیں اور اس میں قادیانی کا مقابلہ کس طرح کریں۔ قادیانی کے مقابلہ میں وہ تھوڑی دیر کے لئے کافر نہیں بن سکتے (وہ اس احمق کی نظیر نہیں بننا چاہتے جس نے پرائی بدشگنی کیلئے اپنی ناک کٹائی تھی)

وجہ ششم: یہ کہ صورت فیصلہ مجوزہ قادیانی نہایت طوالت اور مہلت طلب ہے ایک عرصہ انعقاد و تقرری کمیٹی ہائے مختلف علاقوں کیلئے چاہیے۔ اور بعد انعقاد کمیٹی ہا اور شروع کاروائی پھر ایک سال انتظار نتائج دعاؤں اور پیش گوئیوں کیلئے چاہیے۔ حالانکہ یہ کئی سالوں کی راہ ایک دن یا چند دنوں میں طے ہوسکتی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ وہی کمیٹی جو آئندہ دعاؤں اور پیش گوئیوں کے نتائج اور قرآنی معارف کا امتحان کر کے قادیانی کو پاس کرے گی، قادیانی کی گزشتہ دعاؤں اور پیش گوئیوں کے نتائج اور اس کے بیان کردہ قرآنی معارف کا امتحان کرے۔ اس کمیٹی میں قادیانی کے مخالف مولوی بھی شامل ہوسکتے ہیں کیونکہ یہ صرف چند دنوں کا کام ہے، اور اس میں ان کو بنظر کاذب اور مفتری ہونے قادیانی کے اور کذب ہونے اس کی پیش گوئیوں کے اور کفر والحاد ہونے اس کے بیان کردہ معارف کے اپنی کامیابی کی کامل امید ہے۔

اس کمیٹی کے ممبر فریقین سے مساوی منتخب ہوں اور اس کا پریسیڈنٹ نیوٹرل (ثالث غیر طرفدار) ہو۔ یہ کمیٹی قادیانی کی پہلی دعاؤں اور پیش گوئیوں کے نتائج اور قرآنی معارف کو درست اور صحیح اور آسمانی نشان قرار دے تو قادیانی کو مومن کامل تصور کیا جائے، ورنہ کافر دروغگو۔

پہلی دعاؤں میں شائد ان لوگوں کے نام بھی پیش ہوں جن کا ہزارہا روپئہ قادیانی صاحب ہضم کر چکے ہیں اور ان کے کام نہیں ہوئے۔ اور انکی نسبت شائد وہ یہ عذر پیش کریں کہ ان کے حق میں تقدیر مبرم چل چکی تھی اس لئے وہ کامیاب نہ ہوئے۔ لہذا انکی جگہ چند نئے اہل حاجات (جن میں بعض قادیانی کے اتباع سے لنگڑے، کانے وغیرہ بھی شامل ہوں گے) پیش کئے جائیں گے ان کی نسبت پہلے قادیانی صاحب الہام کی دوربین لگا کر لوح محفوظ یا عرش معلیٰ یا علیین سے یہ دیکھ لیں کہ وہ تقدیر مبرم والے تو نہیں۔ وہ ایسے نکلیں تو ان کی جگہ اور لوگوں کو منتخب کرے جو تقدیر مبرم کی لپیٹ میں نہ آئے ہوں۔ اور پھر ان کے حق میں دعا کر کے ایک یا دو ہفتہ میں اس کا اثر دکھا دے اور اس کمیٹی سے اور اپنے تمام مخالفین سے اپنے مسلمان ہونے کا سرٹیفیکیٹ حاصل کرے۔

ہم سب مخالفین، قادیانی کو وعدہ دیتے ہیں کہ اگر وہ غلبہ رائے کمیٹی سے اس امتحان میں پاس ہو گیا تو ہم یہ سمجھیں گے کہ وہ درحقیقت مدعی نبوت نہیں (گو اس کے الفاظ سے یہ دعوی قطعاً ثابت ہو۔ اس صورت میں ان الفاظ کی نسبت یہ خیال کیا جائے گا کہ وہ الفاظ اس نے نادانی اور سادہ لوحی سے جس وہ اپنے فیصلہ ۳ فروی ۱۸۹۲ء میں مقر ہوا ہے، بولے ہیں نہ عمداً اور ارادہ معانی حقیقیہ سے) (اس امر کو میں نے آپ کے دیگر مخالف علماء کے پاس ذکر کیا تو انہوں نے منظور کیا۔ آپ اس امر کو منظور کر لیں گے تو ان کی دستخطی تحریر آپ کے پاس بھیجی جائے انشاء اللہ تعالی) اور اس نظر سے وہ کافر نہیں کیونکہ ہم لوگوں اہل سنت کا اصول واعتقاد ہے کہ متنبّی (جھوٹے مدعی نبوت) کے ہاتھ پر خوارق وکرامات کا ظاہر ہونا ممکن نہیں چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۷ میں اس کی تشریح ہو چکی ہے۔

ومعہذا اگر قادیانی سے آسمانی نشان اور کرامتوں کا ظہور ہوا تو سمجھا جائے گا کہ وہ درحقیقت مدعی نبوت نہیں، صرف نادانی اور سادگی سے ایسے الفاظ، جن سے دعوی نبوت ثابت ہے، اس کی قلم سے نکل گئے ہیں۔ ہمارے اس وعدہ وتسلیم سے قادیانی کے یہ عذرات:

۱۔ بعض اوقات تقدیر مبرم نشان دکھانے سے مانع ہوتی ہے۔

۲۔ یک طرفہ نشان دکھایا جائے تو مخالف مولوی اس کو نہ مانیں گے اور انکے بہکانے سے عوام بھی اس کا اعتبار نہ کریں گے،۔

اٹھ گئے۔ اب تو وہ سر تسلیم جھکا کر یک طرفہ آسمانی نشان دکھائے، اور سالہا سال کی راہ ایک دن یا چند دنوں میں طے کرنا منظور کرے۔ وہ اس تسلیم کا خود اپنے فیصلے میں ہم سے طالب ہوا تھا۔ ہم نے اس کو منظور کر لیا ہے، تو اب اس کو یک طرفہ نشان دکھانے سے کون سا عذر مانع ہے بس اب میدان میں آئے اور نشان دکھائے، اور روز روز کا قصہ طے کرے۔

یہ قادیانی کے آسمانی فیصلہ کے نسخ وترمیم کی وجوہات ہیں۔ انہیں وجوہات کے ضمن میں اس فیصلہ کی جگہ جو آسان تجویز باتقویم ہمارے خیال میں تھی وہ بیان ہو چکی ہے وہ تجویز وہ آسمانی فیصلہ ہے جو وجہ اول کے ضمن میں بیان ہوئی ہے کہ قادیانی اپنے اقوال واعتقادات کو آسمانی وحی جلی قرآن اور آسمانی وحی خفی حدیث نبوی پر مجمع علماء میں حاضر ہو کر پیش کرے اور اپنے زبانی اقرار کلمہ شہادت اور اظہار تسلیم امور ایمان مندرجہ حدیث وقرآن کو اپنی کتب وتصانیف کے انکار سے مطابق کر دکھائے کیونکہ وہ مسلمانوں کی مجالس اور بعض تحریرات میں یہ تو اقرار کرتا ہے:

۱۔ کہ میں ملائکہ کو نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب نہیں سمجھتا۔

۲۔ان کے بذات خودزمین پر آنے سے انکاری نہیں ہوں۔

۳۔ جبریل کا آنحضرت ﷺ کے پاس اصلی صورت میں چھ سو بازؤوں کے ساتھ آنا مانتا ہوں۔نہ کہ انبیاء کی خیالی صورت سے۔

۴۔میں روح القدس روح الامین (جو انبیاء کے پاس آتا) ان کی خدائی صفت محبت کے نتیجہ کو قرار نہیں دیتا بلکہ جبریل فرشتہ کو سمجھتا ہے جو آسمان سے اتر کر انبیاء کے پاس آتا تھا ایک دفعہ جبریل آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تو اس کے کئی سو پر تھے (حکیم صاحب جموں کو مخاطب کر کے فرمایا) بھائی نور دین بتانا کتنے؟ (حکیم صاحب نے جواب دیا) حضرت چھ سو تھے۔

۵۔ میں تثلیث پاک تجویز نہیں کرتا۔

۶۔ میں بطور استعارہ ابن اللہ (خدا کا بیٹا) نہیں کہلاتا۔

۷۔میں ستاروں کی تاثیر کا قائل ومعتقد نہیں ہوں۔

۸۔ میں نبوت کا دعوی نہیں کرتا بلکہ مدعی نبوت کو کافر جانتا ہوں۔

۹۔ میں اپنی وحی کو وحی انبیاء کی طرح دخل شیطان سے منزہ اور معصوم نہیں سمجھتا۔

۱۰۔میں معجزات انبیاء اور خوارق کو مانتا ہوں۔

۱۱۔میں آنحضرت ﷺ کے جسمانی معراج کو حق جانتا ہوں۔

۱۲۔۱۳۔میں سجود آدم،لیلۃ القدر وغیرہ کو جو قرآن مجید میں وارد ہیں اسی طرح ان کے ظاہری معانی سے مانتا ہوں جس طرح تمام مسلمان مانتے چلے آئے ہیں۔

۱۴۔میں نصوص کے ظاہری معنی چھوڑنے کو کفر والحاد سمجھتا ہوں۔

۱۵۔میں مسیح وغیرہ انبیاء کی توہین نہیں کرتا بلکہ اس توہین کو کفر سمجھتا ہوں۔

۱۶۔میں اپنے اوپر نازل کتاب یا آیات کا مدعی نہیں ہوں۔

۱۷۔ میں تمام لوگوں پر اپنی پیروی واجب اور موجب نجات اور اپنی نافرمانی کو حرام اور مستوجب سزا نہیں جانتا۔

۱۸۔میں اہل اسلام سلف کو مشرک کافر نہیں سمجھتا بلکہ مومن کو کافر کہنے والے کو کافر جانتا ہوں۔

وعلی ہذا القیاس بہت ایسے امور ہیں جن کا مرزا قادیانی عام مجالس اور بعض تحریرات میں اقرار کرتا ہے۔مگر اس کی کتب مشہورہ تصانیف میں اس اقرار کے برخلاف صریح انکار موجود ہے جو بہ ترتیب امور منقولہ بالا اس کی تصانیف سے نقل کیا جاتا ہے۔

☆۱۔ آپ کا ملائکہ کو نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب قرار دینا، آپ کی درج ذیل عبارات میں پایا جاتا ہے:

توضیح المرام کے صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں:

روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کے اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا ان کو لقب دیں، درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہے۔

اور اس کے صفحہ ۴۰ میں لکھتے ہیں:

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبوں کے متعلق ایک روح رکھتے ہیں جن کو نفوس کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں۔

☆۲ تا ۶ آپ کا ملائکہ خصوصاً جبریل و ملک الموت کے بذات خود اور اصلی صورت سے نزول سے انکار کرنا اور صرف نزول تاثیر کا قائل ہونا اور انبیاء کی دیکھی ہوئی صورت کو ان کی خیالی صورت قرار دینا، اور روح القدس روح الامین وغیرہ انسانی صفت محبت کے نتیجہ کو قرار دینا اور تثلیث پاک کو تجویز کرنا اور اپنے آپ کو بطور استعارہ ابن اللہ کہنا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں:

محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اترتے ہیں اور یہ خیال بداہت باطل بھی ہے مثلاً فرشتہ ملک الموت جو ایک سیکنڈ میں ہزار ہا ایسے لوگوں کی جانیں نکالتا ہے جو مختلف بلاد و امصار میں ایک دوسرے سے ہزاروں کوس کے فاصلے پر رہتے ہیں اگر ہر ایک کے لئے اس بات کا محتاج ہو کر اول پیروں سے چل کر اسکے ملک اور شہر اور گھر میں جاوے اور پھر اتنی مشقت کے بعد جان نکالنے کا اسکو موقع ملے تو ایک سیکنڈ کیا اتنی بڑی کارگذاری کیلئے تو کئی مہینے کی مہلت بھی کافی نہیں ہوسکتی۔ کیا ممکن ہے کہ ایک شخص انسانوں کی طرح حرکت کر کے ایک طرفۃ العین کے یا اس کے کم عرصے میں تمام جہان گھوم کر چلا آوے، ہرگز۔

اور اس عبارت منقولہ سابق میں گزر چکا کہ درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام پر مستقر اور قرار گیر ہے۔

اوراس کے صفحہ ۴۸ میں لکھتے ہیں:

اگران نفوس طیبہ کا ان ستاروں سے الگ ہونا فرض کرلیا جاوے توان کی تمام قوی میں فرق پڑ جاوے گا... وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان ہی کا حکم رکھتے ہیں اور انکے جدا ہونے سے ان کی حالت وجودیہ میں بکلی فساد راہ پاجانا لازی اور ضروری امر ہے۔

اوراس کے صفحہ ۶۸ میں لکھتے ہیں:

سو وہ فرشتہ (جبریل) اگر چہ ہرایک شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جوصرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یادرکھنی چاہیے) لیکن اس کے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظروف کے لحاظ سے چھوٹی چھوٹی یا بڑی شکلوں پر تقسیم ہوتا ہے۔

وہ توضیح مرام کے صفحہ ۲۱ میں لکھتے ہیں:

ان دونوں محبتوں (یعنی محبت خدا و محبت بندہ) کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں ایک مستحکم رشتہ اور شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے ..... چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اسلئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن کے ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ کی محبت کے لئے ضروری ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے

اوراس کے صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں:

اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہوجاتی ہے اس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں۔

اوراس کے صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں:

اس وقت جبریل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اس کے اندر لکھدیتا ہے تب جیسے اس فرشتے کا جو آسمان پر مستقر ہے جبریل نام ہے اس کی عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے۔ یا مثلاً اس فرشتے کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے۔ سو یہ نہیں کہ فرشتہ اسکے اندر گھس آتا ہے کہ جیسے مثلاً آئینہ دیکھنے سے یہ نہیں ہوتا کہ تمہارا منہ اور تمہارا سر گردن سے ٹوٹ کر اور الگ ہو کر آئینہ میں رکھ دیا جاتا ہے۔

اوراس کے صفحہ ۷۹ میں لکھتے ہیں:

جب جبریلی نورخدا کی کشش اورتحریک اورنفخہ نورانیہ سے جنبش میں آتا ہے تو معاً اس کی ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا چاہیے محبّ صادق کے دل میں منقش ہوجاتی ہے۔

☆ ۷۔ آپ کا تاثیر ستاروں کا قائل ہونا

آپ توضیح مرام میں صفحہ ۳۳ میں لکھتے ہیں:

جیسے ہمارے اجسام اور ہماری تمام ظاہری قوتوں پر آفتاب اور ماہتاب اور دیگر سیاروں کا اثر ہے ایسا ہی ہمارے دل اور دماغ اور ہماری تمام روحانی قوتوں پر یہ سب ملائک اثر ڈال رہے ہیں۔

اوراس کے صفحہ ۳۸ میں لکھتے ہیں کہ

تمام نباتات اور جمادات اور حیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے۔

اوراس کے صفحہ ۴۰ میں لکھتے ہیں کہ

جیسے کواکب اور سیاروں میں باعتبار انکے قالبوں کے طرح طرح کے خواص پائے جاتے ہیں جوزمین کی ہرایک چیز پر حسب استعداد اثر ڈال رہے ہیں ایسا ہی ان کے نفوس نورانیہ میں بھی انواع اقسام کے خواص ہیں جو باذن حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن پر اثر ڈالتے ہیں اوریہی نفوس نورانیہ کامل بندوں پر بشکل جسمانی متشکل ہوکر ظاہر ہوجاتے ہیں

☆ ۸۔ ۹۔ آپکا مدعی نبوت ہونا اورنبیوں کی مانند اپنی وحی کو دخل شیطان سے منزہ ومعصوم سمجھنا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ میں لکھتے ہیں:

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہوکر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی میں نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے، امورغیبیہ اس پر ظاہر کیئے جاتے ہیں، اوررسولوں اورنبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے، اورمغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے، اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے، اورانبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تیئں بآواز بلند ظاہر کرے، اوراس سے انکار کرنے والا مستوجب سزا ٹھہرتا ہے، اورنبوت کے معنی بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔

اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۲ میں آپ لکھتے ہیں :

ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے مگر اس کو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے ۔ ...سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی کہا ، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دو شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اس لئے خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی ۔

اور اس کے صفحہ ۶۷۶ میں لکھتے ہیں :

جیسے اسلام میں سر دفتر الہی خلیفوں کا مثیل موسی ہے جو اس سلسلہ اسلامیہ کا سپہ سالار اور بادشاہ اور تخت عزت کے اول درجہ پر بیٹھنے والا اور تمام برکات کا مصدر اور اپنی روحانی اولاد کا مورث اعلی ہے ﷺ ایسا ہی اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسی بن مریم ہے جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربانی مسیحی صفات سے رنگین ہو گیا ہے اور فرمان جعلناک المسیح ابن مریم نے اسکو درحقیقت وہی بنا دیا ہے وکان اللّٰہ علی کلّ شئٍ قدیر ۔ اور اس آنے والا کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی ، اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں ۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ۔ مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جلال و جمال ہیں ۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے ، بھیجا گیا ہے

☆ ۱۰۔ آپ کا معجزات سے انکار کرنا اور ان کو قانون قدرت کے مخالف سمجھ کر از قسم شعبدہ بازی و دست کاری و مسمریزم قرار دینا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں :

یہی معجزہ کفار مکہ نے ہمارے سید اور مولی حضرت خاتم الانبیاء ﷺ سے مانگا تھا کہ آسمان پر ہمارے رو برو چڑھیں اور رو برو ہی اتریں اور انہیں جواب ملا تھا قل سبحان ربی یعنی خدا تعالی کی حکیمانہ شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کھلے کھلے خوارق اس دار الابتلاء میں دکھاوے اور ایمان بالغیب کی حکمت کو تلف کرے ۔

اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶ و ۷ میں آپ لکھتے ہیں:

مشابہت کے لئے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کئے جاتے ہیں (یعنی قادیانی سے) اس بارے میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ احیائے جسمانی کچھ چیز نہیں احیائے روحانی کے لئے یہ عاجز آیا ہے اور اس کا ظہور ہوگا۔ ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں (اس میں صاف تصریح ہے کہ جن معجزات کو مسیح کی طرف مسلمان منسوب کرتے ہیں وہ مفتریات ہیں مسیح سے وہ معجزات سرزد نہیں ہوئے) تو اعجوبہ نظر نہیں آتا۔ بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا؟ اور پیش گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے۔ کیا یہ بھی پیش گوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے، مری پڑے گی۔ لڑائیاں ہوں گی۔ قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں۔

(جس نبی کی ایک الہامی پیش گوئی غلط نکلے اس کے الہام اور وحی اور نبوت کا کچھ اعتبار نہیں۔ بناء علیہ آپ کا حضرت مسیح کی پیش گوئی کو غلط کہنا در پردہ ان کی نبوت سے انکار ہے)۔

یہاں تو آپ نے صرف حضرت مسیح کے معجزات، پیش گوئیوں، پر وار کیا ہے مگر اپنے ازالہ کے صفحہ ۶۲۹ میں اس وار اور طعن میں چارسو اور نبیوں کو بھی شامل کر لیا ہے۔ چنانچہ بحوالہ کتب یہود و نصاریٰ جن پر اہل اسلام کے نزدیک اعتماد حلال نہیں، یہ لکھا ہے:

ایک بادشاہ کے وقت میں چارسو نبی نے اس کی فتح کے بارہ میں پیش گوئی کی تھی اور وہ جھوٹی نکلی۔ اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ اسکا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا، نوری فرشتہ کی طرف سے نہ تھا اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی سمجھ لیا۔

اس بیان کی تائید میں آپ نے قرآن کی ایک آیت کے اس حصہ سے جس میں ذکر ہے کہ جو نبی یا رسول گذرا ہے، اس نے بات کی تو شیطان نے اس میں کچھ ملا دیا، استدلال کیا اور یہ کہا ہے کہ اب خیال کرنا چاہیے کہ جس حالت میں قرآن کریم کی رو سے الہام اور وحی میں دخل

شیطان ممکن ہے اور پہلی کتابیں تورات وانجیل اس دخل کی مصدق ہیں اور اسی بنا پر الہام ولایت یا الہام عامہ مومنین بجز موافقت ومطابقت قرآن کریم کے حجت نہیں، تو پھر ناظرین کیلئے غور کا مقام ہے کہ کیونکر اور کن علامات بینہ سے میاں عبدالحق (غزنوی) صاحب اور میاں محی الدین (لکھوی) صاحب نے اپنے الہامات کو رحمانی الہام سمجھ لیا ہے۔

مگر اس استدلال میں آپ نے تحریف سے کام لیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔

وما ارسلنا من قبلک من رسول الّا اذا تمنّی القی الشّیطان فی امنیّته ۔ فینسخ اللّٰہ ما یلقی الشّیطان ثمّ یحکم اللّٰہ آ یا ته ۔ و اللّٰہ علیم حکیم ۔ (حج : ۵۲)

اس آیت کے پہلے حصہ کو آپ نے لے لیا اور اس کا اخیر حصہ جس میں صاف بیان ہے کہ اللہ ،شیطان کی ملائی ہوئی بات کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیت کو محکم کرتا ہے، چھوڑ دیا

اور طرفہ یہ کہ آپ بہت جگہ اپنی تصانیف میں اس آیت کے آخری حصہ سے اس کے ساتھ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے لفظ و لا محدث شامل کر کے اپنے اور دیگر محدثین کے الہامات کا دخل شیطان سے منزہ ہونا ثابت کر چکے ہیں اور اس حصہ آیت اور حدیث بخاری کو اپنے دعوی نبوت ومحفوظیت کا بڑا بھاری ثبوت خیال کرتے ہیں

اس مقام میں مولوی محی الدین صاحب وصوفی عبدالحق کے الہامات کو، جو قادیانی کے مخالف ہوئے ہیں، جھوٹا بنانے کے لئے اس حصہ آیت اور اس حدیث کو آپ ہضم کر گئے ۔ اور اس آیت کے پہلے حصہ کو کتب یہود ونصاری کا مصدق بنا کر دکھا دیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ اور درحقیقت یہ پوری آیت مضمون کتب یہود ونصاری کے مصدق نہیں مکذب ہے اور کسی آیت یا حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انبیاء اپنی الہامی پیش گوئی میں جھوٹے نکلتے ہیں)

اور اس کے صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں :

اس مقام میں زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں، نہیں دیکھتے کہ وہ کھلے کھلے انکار کئے جاتے ہیں۔

اور اس کے صفحہ ۳۰۱ میں لکھتے ہیں:

دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں

جو الہام الٰہی سے ملتی ہے جیسے حضرت سلیمانؑ کا معجزہ جو صرح ممرد من قوا ریر ، ہے جس کو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

اب جاننا چاہیے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ (خلق طیور یعنی مٹی کا پرندہ بنانا) حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا، تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے انکو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے، وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے ان کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے جیسا کہ قرآن کریم ہی اس بات کا شاہد ہے۔ سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے، یا اگر پرواز نہیں تو پیروں پر چلتا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔

اور اس کے صفحہ ۳۰۵ میں آپ لکھتے ہیں:

ماسوائے اس کے یہی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں کیونکہ عمل الترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اس میں پوری پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کر ان چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں...ان کی روح میں کچھ ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی گرمی دوسری چیزوں پر ایک جماد پر جو بالکل بے جان ہے ڈال سکتی ہے۔ تب جماد سے وہ بعض حرکات صادر ہوا کرتی ہیں۔

اور اس کے صفحہ ۳۰۹ میں لکھتے ہیں:

بہر حال مسیح کی یہ ترپی کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ

عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی سے قوی امید رکھتا ہے کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم تر نہ تھا۔

اور اس کے صفحہ ۳۱۰ میں آپ لکھتے ہیں:

واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک نہایت برا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع دفع کرنے کیلئے اپنی دلی و دماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے ان روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں، بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔

اور اس کے صفحہ ۳۲۴ میں آپ لکھتے ہیں کہ:

غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کیلئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کے قسم سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔

اور اس کے صفحہ ۴۴۱ میں آپ لکھتے ہیں:

ایسا مردہ تو کوئی زندہ نہیں ہوا کہ وہ بولتا اور اس جہان کا سب حال سناتا۔ اور اپنے وارثوں کو نصیحت کرتا کہ میں تو دوزخ میں سے آیا ہوں تم جلد ایمان لے آؤ۔ اگر مسیح صاف طور پر یہودیوں کے باپ دادے زندہ کر کے دکھا دیتا اور ان سے گواہی دلواتا تو بھلا کس کو انکار کی مجال تھی۔

غرض پیغمبروں نے نشان تو دکھائے مگر پھر بے ایمانوں سے مخفی رہے۔ ایسا ہی یہ عاجز بھی خالی نہیں آیا بلکہ مردوں کے زندہ ہونے کے لئے بہت سا آب حیات خدا تعالی نے اس عاجز کو بھی دیا۔ بے شک جو شخص اس میں سے پئے گا زندہ ہو جائے گا۔

بلا شبہ میں اقرار کرتا ہوں اگر میری کلام سے مردے زندہ نہ ہوں۔ اور اندھے آنکھیں

نہ کھولیں اور مجذوم صاف نہ ہوں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔

اور اس کے صفحہ ۲ میں آپ لکھتے ہیں:

اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔

(مسمریزم کی حقیقت پر مرزا صاحب کا ایک بیان ہم یہاں نقل کئے دیتے ہیں:۔

پیر سراج الحق نعمانی قادیانی لکھتے ہیں کہ ایک: مولوی نے ایک روز مسجد مبارک (قادیان) میں حضرت مرزا سے دریافت کیا کہ مسمریزم جو آج کل بہت مشہور ہے، یہ کیا چیز ہے۔ آیا اس میں کسی قسم کا اثر بھی ہے یا یوں ہی بچوں کا کھیل تماشا اور وہم اور بے وجہ شئے ہے۔ مرزا نے فرمایا مولوی صاحب! مسمریزم بہت عمدہ کارآمد چیز اور نتیجہ خیز بات ہے۔ یوں تو کوئی شئے بھی خدا نے عبث اور بے فائدہ نہیں بنائی ربنا ما خلقت هذا باطلا۔ لیکن یہ مسمریزم تو بڑی کارآمد شئے ہے اور خاص اثر رکھتی ہے اور جیسا کہ اسلام نے اس کو لیا اور برتا اور فائدہ اٹھایا ہے اور کسی مذہب یا کسی فرقہ نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ حقیقت اور مغز اسلام کو میسر آیا اور قشر اور پوست دوسروں کے حصے میں گیا۔ کہتے ہیں مسمر ایک انگریز کا نام ہے جس نے اس کو پھیلایا اور مشہور کیا۔ سو اس واسطے اس کے نام پر مسمریزم نام شہرت پکڑ گیا۔ ورنہ دراصل اس کا نام تربی علم ہے۔ ترب مٹی کو کہتے ہیں اور مٹی سے انسان کی پیدائش ہے خلقه من تراب ثم قال له كن فيكون۔ میرا لڑکا سلطان احمد بھی ایک میز کہیں سے لے آیا تھا۔ وہ بھی ہاتھ رکھنے سے حرکت کرتی تھی، اللہ تعالیٰ نے ہمیں الہاماً فرمایا کہ یہ عمل الترب ہے۔ مسیح میں بھی یہ قوت تربی اچھی خاصی تھی۔ ہمارے الہام میں ہے هذا هو الترّب الّذی لا يعلمها الخلق یہ وہ عمل ترب ہے کہ مخلوق اس کی شناخت سے بے خبر ہے۔ پہلے زمانہ میں فقراء کے پاس تھا وہ اس کو پوشیدہ راز سمجھ کر کسی کو نہیں بتلایا کرتے تھے سوائے خاص لوگوں کے۔ صرف ان میں یہی تھا کہ دوسرے شخص کو بیہوش کر دیتے، یہ ان کی کرامت ہوتی تھی، مگر اب مسمریزم کے نام سے لوگ گھبراتے ہیں۔ فقراء صوفیہ کی اصطلاح میں اس کا نام توجہ اور تصور ہے۔ اگر کسی کو مسمریزم کا نام اچھا نہ معلوم ہو تو اس کو توجہ اور تصور کہہ سکتے ہیں۔ غرض اسلام نے اس کو اس طرح سے لیا ہے کہ پہلے مصافحہ اور معانقہ کی صورت میں اگرچہ اوروں میں بھی مصافحہ اور معانقہ ہے لیکن بے اصل یوں ہی دل لگی کے طور سے۔ پھر نماز باجماعت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز باجماعت میں مونڈھے سے مونڈھا اور پاؤں سے پاؤں ملا کر کھڑے ہو اور اپنے درمیان کچھ فاصلہ نہ رکھو کہ خالی جگہ شیطان داخل ہو جائے گا۔ یہ اس بات کو ظاہر کیا کہ ایک شخص کی توجہ جسمانی اور روحانی

دوسرے شخص میں سرایت کر جائے۔ جماعت میں جیسے جسمانی رنگ میں کوئی ضعیف اور کوئی قوی ہوتا ہے ایسا ہی روحانی اور باطنی کیفیات میں بھی ضعف وقوت کا فرق ہوتا ہے۔ تو جب اس میں ایک دوسرے کے ملنے سے ایک دیوار کی طرح ہو جائیں گے اور مل کر کھڑے ہونے سے ایک دوسرے کی تاثیر اور فیوض اور جذب روحانی پھیل کر سب میں پہنچ جاوے گی۔ جب پہلی صف اپنی قوت اور جذب روحانی سے پر ہو جائے گی تو پھر اس صف کا اثر دوسری صف پر پڑے گا اور پھر ان دونوں صفوں کا اثر تیسری پر پہنچے گا۔ اس کے سمجھنے کے لئے بجلی کی مشین کی سی ہے جو آج کل نکلی ہے اگر اس بجلی کی مشین یا کل کو کوئی ہاتھ میں پکڑے تو اس کا ہاتھ سن ہو جائے گا اور چھوٹ نہیں سکے گا ایسا ہی اگر دوسرا شخص اس ہاتھ کو پکڑ لے تو اس پر بھی برقی اثر ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر دس اور بیس اور پچاس سو تک ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے جائیں تو وہ برقی اثر سب پر یکساں اثر کرتا چلا جائے گا۔ اگر درمیان میں کچھ بھی فصل رہے گا تو وہ برقی طاقت رک جائے گی اور اس کی قوت جذب کام نہ دے گی اور وہ جدائی جو واقعہ ہوئی ہے وہ اس برقی طاقت کو آگے نہیں چلنے دے گی اور روک ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر نماز کی صف میں کچھ فصل مل کر کھڑے ہونے میں ہوگا تو قوت روحانی یا اثر باطنی جو ایک دوسرے میں سے ہو کر آرہا تھا وہ رہ جائے گا، اس کا نام اصطلاح شریعت میں شیطان رکھا ہے۔ (ایک صف کا دوسری صف سے ملاپ کب ہوتا ہے؟ درمیان میں تو فاصلہ ہوتا ہے۔ یوں مرزا کی یہ ساری مثال یہیں ختم ہو جاتی ہے اور جو بعد میں بیان کیا وہ بے ربط ہو جاتا ہے۔ بہاء) بس اب یوں خیال کرو کہ اب جو ظہر کی نماز ہماری اس مسجد میں ادا ہوئی تو دوسری مساجد میں بھی جماعتیں ہوئیں اور دوسرے گاؤں اور شہروں میں، یہاں تک کہ تمام جہان میں جماعتیں ہوئیں تو خانہ کعبہ کے چاروں طرف جماعتیں ہوئیں تو تمام جماعتوں اور صفوں کا گول حلقہ بیت اللہ کے اردگرد ہو گیا اور وہ اپنی مدور شکل میں جسمانی حلقہ بندھ کر روحانی طور سے بھی سب کا ایک حلقہ بن گیا۔ اس کی مثال بنٹی کی سی ہے کہ ایک بانس کی لمبی لکڑی کے دونوں سروں پر تیل سے تر کر کے آگ لگا دی جاتی ہے اور ایک مشاق اس کو گھماتا اور چکر دیتا ہے تو اگر چہ وہ دو جگہ علیحدہ علیحدہ آگ روشن ہے مگر گھمانے اور چکر دینے سے اس کا ایک گول حلقہ دکھائی دیتا ہے کہ ایک ذرہ بھی فرق معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام جماعتیں اور صفیں اگر چہ دیکھنے سے الگ الگ مسجدوں میں قائم ہیں، مگر حقیقت میں بنٹی کے حلقہ کی طرح ایک ہی جماعت کے حکم میں روحانی طور پر ہو جاتی ہیں اور وہ سب صفیں جو دست بستہ اپنے مقام پر کھڑی ہیں اپنے جسمانی اتصال اور روحانی اثر سے مؤثر ہو کر بیت اللہ سے فیض یاب ہوتی اور رحمت وفضل الٰہی کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہیں کیونکہ بیت اللہ وہ مقام ہے جو انّ اول بیت وضع للنّاس ہے اور حضرت ابراہیم اور آنحضرت ﷺ کے لئے کامل تجلی الٰہی کا مقام

ہے اور کلام الٰہی کے نزول کی جگہ ہے ۔ ابراہیم کو بھی حکم ہوا کہ یہاں آنے کیلئے اعلان کر دو اور آنحضرت ﷺ کو بھی حکم ہوا اور آپ کے ذریعہ سے تمام لوگوں کو حکم پہنچا اور بڑے بڑے وعدے یہاں سے ہوئے ۔

مولوی صاحب خیال کرو کہ جماعتوں میں ہر زمانہ میں اولیاء ابدال اقطاب صلحا اتقیاء غوث مجدد محدِث محدث ہوتے ہیں اور عام مومنین بھی وہ تمام مل کر بیت اللہ یعنی تجلی گاہ اعظم اللہ تعالی سے فیض رحمت برکت کھینچتے ہیں اور اپنے اندر جذب کرتے ہیں اللہ تعالی نے فرمایا و الّذین جا ھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا یہی سرّ اور رمز ہے جو سب کے سب بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے ہیں تاکہ توجہ الی اللہ پورے طور سے ہو۔ اگر ایک طرف منہ نہ کیا جاوے اور متفرق طور پر اپنی اپنی مرضی سے جدھر چاہیں منہ کر لیں تو کس طرح فساد لازم نہ آجاوے اور کیونکر وحدت ہوسکتی ۔ اگر ایک واعظ کھڑا ہو کر وعظ کرے اور سننے والے وعظ چھوڑ کر دوسری طرف جدھر جس کا دل چاہے منہ کر کے بیٹھ جاویں یا کھڑا ہو جاویں تو کیسی ابتری اور بے ہودگی ہوگی نہ سننے میں اثر ہوگا اور نہ واعظ کی توجہ پوری پوری ان کی طرف ہوگی اور نہ کوئی اس سے فائدہ اٹھائے گا بلکہ الٹا اثر ہوگا ۔

یہی راز بیعت کی حقیقت کو آشکارہ کرتا ہے۔ ظاہری بیعت اور باطنی بیعت پر اثر انداز ہوتی ہے آج کل جو فرقہ بندیاں ہو رہی ہیں اور ایک امام کے تابع نہیں ایک دوسرے کو کافر و مرتد کہتے ہیں اور جس منصب کے وہ مستحق نہیں خود بننا چاہتے ہیں ۔ ہر شخص انانیت کا دم مارتا ہے اور واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً کو چھوڑتا جاتا ہے جو مسمریزم کی طرف اشارہ ہے تو وحدت کیونکر پیدا ہو۔ سب کے سب متفرق ہو کر یکدم محروم ہو گئے اور کیونکر وصول الی اللہ کی راہیں کھل سکتی ہیں اور کس طرح وہ اولیاء الرحمٰن میں داخل ہو سکتے ۔ فرقوں کے مٹانے کے لئے اور متفرق لوگوں کو ایک جگہ اور ایک طریق پسندیدہ پر اکٹھا کرنے کے لئے خدا نے اپنے وعدے کے مطابق مجھے عین ضرورت پر بھیجا۔ مجھ سے منہ موڑ کر کیا پھل پائیں گے۔ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ وہ مسیح ناصری جو ان کی نظر میں زندہ ہے وہ ہی آئے ، مگر وہ فوت ہو گیا۔ اس کی زندگی اور آنا ایک موہوم اور نرا خیال باطل ہے ۔ نہ کوئی اس طرح پہلے گیا اور نہ آیا اور نہ اتنی مدت زندہ رہا، اب کس طرح خدا کی سنت کے خلاف یہ ان کی امید بر آسکتی ہے۔ اس مسیح سے انکار کر کے کیا لیا جو میرا انکار کر کے لیں گے (مرزا صاحب تو چلے گئے ۔ سوسال گذر گیا، لیکن جس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے وہ بقول خود بھیجے گئے تھے ، فرقہ بندیاں ختم ، لوگوں کو ایک پسندیدہ طریق پر اکٹھا کرنا ، و غیرہ وہ تو پورا نہیں ہوا۔ نہ فرقے ختم ہوئے ۔ نہ لوگ ایک طریق پر اکٹھے ہوئے ۔ بہاء)

حضرت موسیٰ کا عصا جو سانپ بن جاتا تھا وہ بھی ان کی توجہ اور قوت قلبی کا اثر تھا انہیں کے ہاتھ

سے سانپ ہو جاتا تھا، دوسرے کے ہاتھ میں نہیں۔موسیٰ کی وفات کے بعد بھی سوٹا رہا مگر کبھی سانپ نہ بنا اور ان سے پہلے بھی تھا اور کبھی وہ سانپ نہ ہوا سوٹا کا سوٹا ہی رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ کی قدسی قوت اور توجہ کا اثر تھا۔ اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ موسیٰ سانپ بنانے کے وقت دعا کرتے تھے یا اس پر کوئی آیت توریت کی پڑھ کر دم کرتے تھے۔ مسیح بھی اپنی چڑیوں میں اپنی توجہ سے کام لیتے تھے۔ ان میں خدا نے یہ قوت قدسی یہ تاثیر پیدا کر دی تھی اس سے بڑھ چڑھ کر اللہ تعالیٰ نے سید الانبیاء ﷺ میں قوت قدسی اور خاص توجہ رکھی تھی یہ قوت الٰہی تھی جو آپ کو عطا کی گئی تھی جس کا اثر یہ تھا کہ ہاتھوں کی انگلیوں سے اس قدر پانی فوارہ کے طور پر نکلا کہ لشکر سیراب ہو گیا اور چند روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے بہتوں کا پیٹ بھر گیا اور پھر بھی وہ روٹیاں جتنی تھیں بچ رہیں اور آپ کے لعاب دہن مبارک سے کنویں کا پانی میٹھا ہو گیا اور ایک شخص کی لڑائی میں آنکھ نکل پڑی۔ آپ کے دست مبارک رکھنے سے وہ آنکھ اچھی خاصی ہو گئی۔ اسی طرح سینکڑوں آپ کے اقتداری نشان ہیں اور ان سے زیادہ یہ ہے کہ جب چند لوگوں نے آپ سے نشان طلب کر لیا، رات کا وقت تھا، آپ نے فرمایا وہ دیکھو آسمان پر نشان ظاہر ہوا۔ اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اٹھائی تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور آپ نے ایک مٹھی کنکریوں کی کفار پر پھینکی تو وہ سب اندھے اور بدحواس ہو گئے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آپ نے ان نشانوں کے لئے دعا کی تھی یا کلام الٰہی پڑھ کر دم کیا تھا، یہ توجہ باطنی اور قوت الٰہی کا کرشمہ قدرت تھا جو ان میں پہلے ہی ودیعت رکھا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکنّ اللّٰہ رمی

اس سے ہمیں انکار نہیں کہ تھوڑی بہت یہ قوت ہر ایک میں ہے مگر پھر سب میں برابر نہیں اور یہ لوگ جو مسمریزم یعنی توجہ کرتے ہیں یہ کسبی ہے اور اس کو بھی انہوں نے صحیح طور استعمال نہیں کیا ایک کھیل تماشہ کے طور پر برتا جو سفلی حالت میں رہ گئے۔ مگر خدا کے ماموروں مقبولوں کی یہ کشش یہ توجہ یہ جذب وہبی تھا۔ ایک شخص کسب اور مشق کر کے برسوں میں حاصل کرتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے برگزیدوں میں وہبی طور پر عطا کرتا ہے جس کا کسبی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ذرہ جگنو یعنی کرم شب تاب آفتاب کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے؟

فرمایا بیعت میں بھی یہی راز مضمر ہے کہ مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر جو شخص بیعت کرتا ہے تو اس بیعت کنندہ میں وہ قوت باطنی اور طاقت ایمان پیدا ہو جاتی ہے کہ برسوں کی عبادت میں وہ لذت اور قوت باطنی حاصل نہیں ہوتی۔ رومی صاحب فرماتے ہیں

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا۔

منقول از تذکرۃ المہدی ص ۲۷۶۔۲۸۱۔ ملخصاً)

مرزا قادیانی کی اس طویل تقریر کے بعد ایک اور قادیانی روایت ملاحظہ فرمائیے۔

مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں:

خواجہ عبدالرحمٰن متوطن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ خط بیان کیا کہ میرے والد میاں حبیب اللہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے نماز میں مرزا صاحب کے ساتھ کھڑے ہونے کا موقع ملا اور چونکہ میں احمدی ہونے سے قبل وہابی تھا، میں نے اپنا پاؤں مرزا صاحب کے پاؤں کے ساتھ ملانا چاہا۔ مگر جب میں نے اپنا پاؤں آپ کے پاؤں کے ساتھ رکھا تو آپ نے اپنا پاؤں کچھ اپنی طرف سرکا لیا جس پر میں بہت شرمندہ ہوا اور آئندہ کے لئے اس طریق سے باز آ گیا۔ سیرۃ المھدی از بشیر احمد جلد دوم ص ۲۹)۔

اس روایت سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ مرزا صاحب نے پیر سراج الحق والی روائت میں جس بات کی ہوا باندھی تھی، اور جس غبارے میں ہوا بھری تھی، کہ پاؤں سے پاؤں ملا کر نماز میں کھڑے ہونے سے ایک عالم گیر حلقہ بن جاتا جو کعبہ سے فیض حاصل کرتا ہے اور یہ فیض اس حلقے میں شامل ہر شخص کو پہنچتا ہے کہ وہ پاؤں سے پاؤں ملا کر کھڑے ہوتے ہیں، اور جس طرح بجلی کا کرنٹ ایک دوسرے سے پیوستہ چیزوں میں سے گذرتا ہے اسی طرح وہ فیض گذر جاتا۔ جہاں حلقہ ٹوٹ جاتا ہے وہاں رک جاتا۔ اب مرزا کا عمل بتاتا ہے کہ وہ کسی حلقے میں شامل نہیں۔ اور سلسلہ اور حلقہ ان تک پہنچتا ہے تو ٹوٹ جاتا ہے فیض رسانی کا سلسلہ رک جاتا ہے۔ نہ ان تک فیض پہنچتا ہے کہ وہ پاؤں ملا کر کھڑے نہ ہونے کے باعث حلقہ سے الگ تھلک کھڑے ہیں، اور جب ان تک ہی نہیں پہنچتا تو ان سے آگے، ان کے مریدوں کو کیسے پہنچے گا۔ اور خود ان کا فیض بھی کسی کو اس لئے نہیں پہنچ سکتا کہ وہ الگ تھلگ کھڑے ہیں، کسی مرید کا پاؤں ان کے پاؤں سے چھو نہیں رہا ہے۔ اور پھر مرزائیوں کی روایتوں سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ باجماعت نماز میں بھی کسی صف میں کھڑے نہیں ہوتے تھے، بلکہ امام سے ذرا پیچھے ہٹ کر صف اول سے آگے یکہ وتنہا کھڑے ہوتے تھے۔ ان صورتوں میں مسمریزم کے تصور پر کھڑی کی ہوئی عمارت دھڑام سے نیچے آ گرتی ہے، اور غبارہ سے ہوا نکل جاتی ہے اور مرزا صاحب کی ہوا اکھڑ جاتی ہے۔ بہاء)

☆ ۱۱۔ مرزا قادیانی کا آنحضرت ﷺ کی جسمانی معراج سے انکار کرنا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں:

اب میں کہتا ہوں کہ جو امر (یعنی آسمان پر جانا) آنحضرت ﷺ کے لئے جو افضل الانبیاء تھے جائز نہیں اور سنت اللہ سے باہر سمجھا گیا، وہ حضرت مسیح کے لئے کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

اور ازالہ اوہام کے ص ۴۷ میں لکھتے ہیں:

اس جگہ کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔

☆ ۱۲۔۱۳، ۱۴۔ سجود آدم اور لیلۃ القدر کے ظاہری معانی سے انکار کرنا، اور نصوص کے ظاہر معانی چھوڑ کر ان سے استعارات مراد لینا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ یہ سجدہ کا حکم اسوقت سے متعلق نہیں ہے کہ جب حضرت آدم پیدا کئے گئے بلکہ یہ علیحدہ ملائک کو حکم کیا گیا کہ جب کوئی انسان اپنی حقیقی انسانیت کے مرتبہ تک پہنچے اور اعتدال انسانی اس کو حاصل ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی روح اس میں سکونت اختیار کرے تو تم اس کامل کے آگے سجدہ میں گرا کرو یعنی آسمانی انوار کے ساتھ اس پر اترو اور اس پر صلوۃ بھیجو۔ سو یہ اس قدیم قانون کی طرف اشارہ ہے جو خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہمیشہ جاری رکھتا ہے۔

اور آپ فتح اسلام، کے صفحہ ۵۴ میں لکھتے ہیں:

تم سمجھتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے؟ لیلۃ القدر اس ظلمانی زمانہ کا نام ہے جس کی ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے وہ زمانہ بالطبع تقاضا کرتا ہے کہ ایک نور نازل ہو جو اس ظلمت کو دور کرے۔ اور اس زمانہ کا نام بطور استعارہ کے لیلۃ القدر رکھا گیا ہے مگر درحقیقت یہ رات نہیں، یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے۔

اور اس کے صفحہ ۱۷ میں آپ لکھتے ہیں کہ

خدا تعالیٰ ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور تعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے۔

اور توضیح مرام کے صفحہ ۱۴ میں حدیث قتل خنازیر اور قطع صلیب اور رفع جزیہ کی تاویل اور تحریف کر کے آپ لکھتے ہیں:

یہ سب استعارے ہیں جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے فہم دیا گیا ہے وہ نہ صرف آسانی سے بلکہ ایک قسم کے ذوق سے ان کو سمجھ جائیں گے ایسے عمدہ اور بلیغ مجازی کلمات کو حقیقت پر

اتارنا گویا ایک خوبصورت معشوق کا ایک دیو کی شکل میں خاکہ کھینچنا ہے۔

☆ ۱۵۔آپ کا مسیح وغیرہ انبیاء کی توہین کرنا

حضرت مسیح کی جو آپ نے توہین کی ہے ان عبارات سے بخوبی ثابت ہے جو آپ کے انکار معجزات مسیحی کی شہادت میں پیش کی گئی ہیں۔

اور اپنے ازالہ میں صفحہ ۶۷۵ سے ۶۷۷ تک آنحضرت ﷺ اور آپ کے جملہ اصحاب اور ان کے تابعین اور سبھی آئمہ دین کی توہین کی ہے۔ان صفحات میں آپ نے فتح سیفی کی (جس کے سبب خدا تعالی نے سورۃ فتحنا میں آنحضرت ﷺ پر احسان جتایا اور آنحضرت ﷺ نے اس پر کمال مسرت کا اظہار کیا اور اس کو تمام دنیا کی نعمتوں سے بہتر اور محبوب تر کہا اور صحابہ نے اس کی خوشی میں اونٹ دوڑائے اور اس خوشی میں ان کو وہ غم جو مقام حدیبیہ میں پہونچے تھے سب بھول گئے) سخت توہین کی ہے اور اس کی نسبت صفحہ ۶۷۶ میں یہ بات بہ تصریح کہدی ہے کہ سیفی فتح کچھ چیز نہیں ہے۔ چند روزہ اقبال دور ہونے سے وہ فتح ہی معدوم ہو جاتی ہے (محض کذب اور مغالطہ ہے۔سیف سے اگر چہ ابتداء اکراہ ہوتا ہے مگر انتہاء وہ اکراہ بانشراح مبدل ہو جاتا ہے اور جب مومن کے دل میں اسلام راسخ ہو جاتا ہے تو وہ پھر کبھی دور نہیں ہوتا ہندوستان کی حالت دیکھو اسلام اس میں کیونکر آیا اور اب کس طرح قائم ہے مسلمانوں کا اقبال نہیں رہا مگر پھر اسلام عیسائیت کی نسبت ترقی پر ہے) سچی اور حقیقی فتح وہ ہے جو اب اسلام کو (یعنی مرزا کے ہاتھ سے) نصیب ہوئی ہے۔

پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۸۷ میں کہا ہے:

اب یہ عذر کہ اگر ہم قرآن کریم کے ایسے دقائق و معارف ہی مان لیں جو پہلوں نے دریافت نہیں کئے تو اس میں اجماع کی کسر شان ہے۔گویا ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کر لیا۔ یہ خیال ان ملا لوگوں کا بالکل فاسد ہے انکو سوچنا چاہیے کہ جب کہ یہ ممکن ہے کہ بعض نباتات وغیرہ میں زمانہ حال میں کوئی ایسی خاصیت ثابت ہو جائے جو پہلوں پر نہیں کھلی (نباتات کی نسبت الیوم اکملت لکم کی بشارت وارد ہوتی تو ان کے خواص جدیدہ کی بھی نفی کی گنجائش ہوتی۔ان کی نسبت انتم اعلم با مور دنیا کم وارد ہے اور قرآن اور اسلام کی نسبت الیوم اکملت لکم دینکم وارد ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ فہم جملہ صحابہ کے مخالف اب کسی کو دقائق قرآنی سوجھیں) تو کیا یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کے بعض عجیب حقائق و معارف اب ایسے کھل جائیں جو

پہلوں پر کھل نہیں سکے کیونکہ اس وقت ان کے کھلنے کی ضرورت پیش نہیں آئی (اس میں آپ کا آنحضرت ﷺ پر بھی طعن ہے کیونکہ ضرورت کی جو تفصیل آپ نے کی ہے وہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں بھی بخیال آپ کے پیش نہیں آئی لہذا آپ کے نزدیک آنحضرت ﷺ بھی معاذ اللہ ان دقائق سے محروم رہے)۔

پھر اس کے صفحہ ۶۸۰ میں کہا ہے:

سو اب وہی وقت آ گیا۔ اب وہ وقت نادان مولویوں کے روکنے سے رک نہیں سکتا۔ اب وہ ابن مریم جس کا روحانی باپ زمین پر بجز معلم حقیقی کے کوئی نہیں جو اس وجہ سے آدم سے بھی مشابہت رکھتا ہے، بہت سارا خزانہ قرآن کریم کا لوگوں میں تقسیم کرے گا۔

☆ ۱۶۔ آپ کا مدعی نزول آیات ہونا

قرآن کی بہت سی آیات ہیں جن کو آپ اپنے حق میں نازل بتاتے ہیں جن کی تفصیل مجلس فیصلہ میں ہوگی۔ اور اگر وہ مجلس نہ ہوئی تو کسی آئندہ تحریر میں کی جائے گی۔ اس مقام میں ایک ایسی آیت نقل کی جاتی ہے جو علاوہ موجودہ آیات قرآن کے آپ پر بھی نازل ہوئی ہے آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۳ میں لکھتے ہیں:

اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے کہ انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان و بالحقّ انزلناہ و بالحقّ نزل و کان وعد اللّٰہ مفعولاً

پھر صفحہ ۷۶ میں لکھتے ہیں:

اس جگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا (آپ محدث کہلاتے ہیں اور محدث کا کشف و الہام آپ کے نزدیک دخل شیطانی سے منزہ ہے لہذا اس آیت کا قرآن میں ہونا آپ کے نزدیک یقینی اور ضروری ہے۔ موجودہ قرآن میں جو یہ آیت موجود نہیں تو شاید آپ کے نزدیک معاذ اللہ حضرت ابوبکر یا حضرت عثمان یا زید بن ثابت کی غلطی ہے) کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان، تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو، لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن

شریف میں دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا ہے، مکہ اور مدینہ اور قادیان۔

☆ ۱۷۔ آپ کا تمام لوگوں پر اپنی پیروی کو واجب اور نجات کا موجب کہنا

آپ فتح اسلام کے صفحہ ۴۲ میں لکھتے ہیں:

یعنی خدا نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے، تو اس طوفان کے وقت یہ کشتی طیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پائے گا اور جو انکار میں رہے گا اس کیلئے موت درپیش ہے۔

اور بصفحہ ۵۸ فرماتے ہیں:

اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اسکو موت درپیش ہے اور اس کی لاش ہی سلامت نہیں رہے گی۔

☆ ۱۸۔ آپ کا سلف اہل اسلام کو کافر و مشرک کہنا

آپ نے اشتہار ۲۰ مئی ۱۸۹۱ء میں تمام مسلمانوں کو جو حضرت مسیح کو زندہ سمجھتے ہیں مشرک اور اعتقاد حیات مسیح کو ستون شرک قرار دیا اور یہ لکھا ہے کہ ہمارے گزشتہ علماء نے اس طرف نہیں خیال کیا اور یہ اعتقاد مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں نے برخلاف کتاب اللہ ٹھہرالیا ہے۔ پھر کہا ہے کہ وہ اس ستون کے ٹوٹ جانے سے سخت ناراض ہیں اور درپردہ مخلوق پرستی کے مؤید ہیں

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۶ میں لکھا ہے:

کہ وہ آیات جن میں ایسا لکھا ہے (یعنی وہ آیات جن میں حضرت مسیح کا مٹی سے جانور بنانا مذکور ہے) متشابہات سے ہیں اور ان کے یہ معنی کرنا کہ گویا خدا تعالیٰ نے اپنے ارادہ اور اذن سے حضرت عیسیٰ کو صفات خالقیت میں شریک کر رکھا تھا (ان آیات کے یہ معنی آپ نے ازخود کئے ہیں مسلمان تو یہ کہتے ہیں کہ خالق خدا ہے حضرت مسیح کا مٹی کے جانور میں پھونک مارنا، یا ان کے لئے دعائے حیات کرنا اس خالقیت کے ظہور کا سبب و محرک ہے) صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۷ میں کہا ہے: یہ سراسر مشرکانہ باتیں ہے اور کفر سے بدتر۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۸ میں کہا ہے کہ یہ سراسر فاسد اور مشرکانہ خیال ہے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۱ میں کہا ہے۔ ایسے عقائد سراسر باطل اور مشرکانہ خیالات ہیں۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۲ میں کہا ہے۔ غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرند بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔

اسی قسم کے صدہا کفریات آپ کی کتابوں میں موجود ہیں اور یہ کفریات قادیانی کے زبانی کلمہ پڑھنے اور بعض تحریرات میں امور ایمان کا اقرار وتسلیم کرنے کے صریح مخالف ہیں اور اس کلمہ واقرار کو صاف جھٹلا رہے ہیں۔ پس اگر قادیانی اس اقرار وتسلیم میں سچا ہے اور اس کا وہ اقرار دل سے ہے، منافقین کی مانند صرف زبان سے نہیں ہے، تو اس کا فرض ہے کہ وہ ان کفریات کو اس اقرار وتسلیم سے مطابق کر کے دکھاوے۔ یہ نہ ہو سکے تو ان کفریات سے رجوع وتوبہ کا اشتہار دے۔ اور ان کتابوں کو جن میں یہ کفریات درج کئے ہیں، جلا دینے کا حکم شہرہ آفاق کرے

ان باتوں کو کفر ٹھہرانے میں خاکسار متفرد نہیں بلکہ ہندوستان وپنجاب کے علماء شریعت ومشائخ طریقت مختلف مذاہب وطرق (قادریہ، چشتی، حنفیہ واہل حدیث) اس کی رائے سے متفق ہیں۔ خاکسار نے ان باتوں کو بضمن ایک استفتاء کے انکی خدمت میں پیش کیا تو سب نے بالاتفاق وبلا خلاف ان باتوں کو دائرہ اسلام وتسنن سے خارج کیا اور ان باتوں کی نظر سے قادیانی پر کفر، الحاد، زندقہ، ارتداد، بدعت، خروج از ملت ودائرہ سنت کا فتوی لگایا ہے۔

وہ فتوی اس وقت تک اس غرض سے عام لوگوں میں مشتہر نہیں کیا کہ اگر قادیانی ان عقاید کفریہ وبدعیہ کی نسبت کوئی عذر ہو تو پیش کرلے۔ ان عقاید کو اسلام وتسنن کے موافق کر دکھائے یا ان سے رجوع کرے۔

یہ امر اس کو بارہا اشتہارات دہلی مطبوعہ ۷، اکتوبر ۱۸۹۱ء وغیرہ میں کہا گیا ہے اور اب اس صورت فیصلہ میں ان باتوں کو بیان کر کے آخری دفعہ اس کو موقعہ عذر (تطبیق یا رجوع) دیا گیا ہے۔ اس پر بھی اس نے مجلس عام میں حاضر ہو کر اس فیصلہ کی طرف رجوع نہ کیا تو اس فتوی کو عنقریب مشتہر کیا جائے گا۔ اور پھر قادیانی سے ہاتھ ملنے کے سوائے کچھ بن نہیں پڑے گا۔

یہ صورت فیصلہ بھی اگر قادیانی کو منظور نہ ہو تو پھر اس کے امتحان ایمان کے لئے آسان اور سہل الوقوع وہ تجویز ہے جو وجہ ششم کے ضمن میں بیان ہوئی ہے کہ کمیٹی مقررہ فریقین قادیانی کے پچھلے نشانوں کا امتحان کرے اس میں وہ غلبہ رائے کمیٹی سے پاس ہو جائے تو اس کو

مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دیا جائے۔

اس صورت کو بھی آپ منظور نہ کریں ، اور ضرور آئندہ ہی نشان آسمانی دیکھنے اور دکھانے پر اصرار کریں ، تو اس کو بھی ہم منظور کرتے ہیں ، مگر نہ ان صورتوں سے جن کو آپ نے بیان کیا ہے کیونکہ وہ بجز سال ہا سال مدت کے ظہور پذیر نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ ان نئی دو صورتوں میں سے ایک صورت میں ، جو ذیل میں معروض ہے :

پہلی صورت یہ ہے آپ خود ہی آئندہ یک طرفہ نشان دکھلائیں۔ کسی کوہڑی کو اچھا کریں ، یا کانے کو دوسری آنکھ دیں ، یا لکڑی کا سانپ بنادیں ، یا آسمان سے من وسلوی یا مائدہ اتار دیں۔ یا جلتی آگ میں کود پڑیں اور بچ جائیں ، یا کسی خشک درخت کو سبز کر دکھائیں ، یا ایسا ہی کوئی اور نشان جو انبیاء اور اولیاء سے ظاہر ہوا ہو۔

اس یک طرفہ نشان دکھانے میں جو آپ کا عذر تھا کہ :

مخالف مولوی اس کو نہ مانیں گے ،۔

اس کو ہم نے اٹھا دیا ، اور نشان دکھانے پر مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دینے کا وعدہ کرلیا ہے۔ اور اگر یہ عذر ہو کہ ایسے نشان دکھانا نیچر یا قانون قدرت کے برخلاف ہے (چنانچہ جموں کے ایک مشہور ڈاکٹر صاحب کے جواب میں آپ نے کہا ہے اور ان کو یوں ہی ٹلا دیا ہے) تو یہ عذر فضول ہے اور گریز کا ایک بہانہ ہے۔ یہ عذر ان ہی لوگوں کے سامنے چل سکتا ہے جو اپنے خیالی نیچر یا قانون قدرت کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مسلمان ایسے عذروں کو مکڑی کے جالے سے بھی ضعیف جانتے اور ان کو توڑنے کے لئے تیار ہیں۔

آپ اس امر کے تصفیہ کے لئے پہلے ہم سے بحث کرلیں۔ ہم نے اگر آپ پر ظاہر اور ثابت کر دیا کہ ایسے نشان دکھانا قانون قدرت کے برخلاف نہیں اور اس کا ثبوت آپ ہی تصانیف سابقہ سے نکال دیا تو پھر آپ کو ایسے نشان دکھانا لازم ہوگا ، ورنہ ہم کو اپنے سوال کا واپس لینا۔

اس صورت کی نشان نمائی سے بھی اگر آپ گریز کریں تو پھر دوسری صورت معروضہ ذیل سے نشان نمائی کریں یا نشان دیکھیں :

دوسری صورت یہ ہے جو ایک صوفی الہامی مدعی نمائش نشان آسمانی نے تجویز کی ہے اور اس سے ہمارے ایک معزز دوست نے ہم کو اطلاع دی ہے۔ وہ دوست لکھتے ہیں :

میں نے صوفی صاحب ممدوح کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو ازالہ اوہام کے دعوی

نشان نمائی مندرجہ صفحہ ٦٦٠ کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے فرمایا:

مولوی محمد حسین صاحب کو لکھ دو کہ وہ اشاعۃ السنہ میں چھاپ دیں کہ اگر مرزا کو درگاہ الٰہی میں اپنے مقبول ہونے اور دیگر علماء کے مردود ہونے کا زعم ہے تو اس کو واجب ہے کہ وہ کوئی ایسی کرامت دکھلاوے جو اس کے دعوی کی مصدق ہو۔ کرامت ایسی ہونی چاہیے جس کو روئے زمین کے ذی علم وطبعی وفلاسفر بھی کرامت کے نام سے موسوم کرسکیں۔ اور دکھانے سے پہلے یہ ایک ضروری شرط ہے کہ اس کے جزئی وکلی حالات ایسے مشروح طور پر لکھ کر مشتہر کر دیئے جائیں کہ عام وخاص جاہل وعالم اس کی کیفیت اور صورت واقعہ اچھی طرح سے سمجھ لیں۔ حتی کہ سمجھنے اور دیکھنے میں اس کی کیفیت کے اندران کو ذرا بھی اختلاف نہ ہو۔ پس اس شرط کے ساتھ مرزا کوئی آسمانی کرامت ونشان دس ہفتہ میں ہی دکھلا دے۔ اور اگر اس میعاد معینہ کے اندر ایسی کرامت کے دکھلانے سے مرزا عاجز آ جائے تو اس کے اقرار عجز کے بعد انشاء اللہ تعالی میں وہی کرامت اور آسمانی نشان جو مرزا طلب کرے گا اس کو پانچ ہفتہ کے اندر دکھا دوں گا۔ اور ایسا آسمانی نشان دیکھنے کے بعد مرزا پر صرف یہ واجب ہوگا کہ وہ اپنے عقائد مستحدثہ سے توبہ کرے گا اور توبہ نامہ چھاپ دے گا۔

ان حضرت صوفی صاحب کا نام تب بتایا جائے گا جب قادیانی صاحب اس شرط سے نشان دکھلانا یا دیکھنا منظور کر کے کسی اخبار میں اس امر کا اشتہار کر دیں گے۔ پہلے سے ہم ان کا نام مشتہر کریں تو قادیانی صاحب ان میں کسی قسم کی جرح نکال کر اس بات کو ٹلا دیں گے جیسا کہ ان کی قدیم عادت ہے۔ ہم ان کی حکمت عملیوں سے خوب واقف ہیں۔

لیجئے ہم نے آسمانی فیصلہ کی چار صورتیں بیان کیں جو آپ کے مجوزہ صورتوں سے بدرجہا آسان اور سہل الوقوع اور جلدی ظہور پذیر ہیں۔ اب آپ کو لازم ہے کہ اپنے فیصلہ کو واپس لیں اور ہماری مجوزہ صورتوں میں سے ایک صورت کو منظور کر کے آسمانی فیصلہ کر لیں۔ آپ نے ان صورتوں سے گریز کیا اور اپنی ہی صورتوں پر اصرار قائم رکھا تو عام وخاص کو آپکے گریز کا یقین ہوگا۔

یہ آپ کے فیصلہ آسمانی کا جواب ہے۔ اب اس کے ضمنی دعوی گریز از مباحثہ کا جواب دیا جاتا ہے:

اپنے فیصلہ آسمانی کے ضمن میں بصفحہ ٦ آپ کا یہ دعوی کرنا کہ آپ کے مقابل فریق ثانی نے ناجائز شروط پیش کر کے مباحثہ کو ٹلایا ہے، ایک ایسا سفید جھوٹ ہے کہ جس شخص میں ایک

ذرہ بھی فہم وانصاف ہوگا وہ صرف اسی ایک جھوٹ کی نظر سے آپ کو جملہ دعاوی جدیدہ مسیحائیت و محدثیت وغیرہ میں جھوٹا سمجھے گا۔

آپ کے مقابل فریق نے کبھی کسی شرط کو آپ کے مقابل میں پیش نہیں کیا۔ یہ امر تو آپ ہی سے ہمیشہ ظہور میں آتا رہا ہے۔آپ ہی نے ہر دفعہ شروط کو پیش کیا اور آپ ہی نے ہمیشہ مباحثہ کو ٹلایا ہے۔اس کا ثبوت آپ کی تحریرات میں بحسب تفصیل ذیل پایا جاتا ہے۔

پہلی بار آپ نے تحریر مندرجہ صفحہ ۳۶۹ اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ میں یہ چار شرطیں پیش کیں۔

۱۔مباحثہ مجمع عام میں ہو؛ ۲۔مباحثہ تحریری ہو؛ ۳۔ اس مجمع میں الہامی لوگ بھی شامل ہیں؛ ۴۔گفتگو کے لئے صرف آپ (محمد حسین) منتخب ہوں کیونکہ آپ شائستہ اور مہذب ہیں اور آپ سے بہتر کوئی نہیں۔

باردوم: آپ نے تحریر نمبری ۸ مندرجہ صفحہ ۵۰۔ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں یہ دھوکہ دینے والی شرط پیش کی کہ مباحثہ تحریری ہو اور وہ صرف دو تحریروں میں ختم ہو جن میں پہلی تحریر چار ورقوں میں خاکسار کی طرف سے ہو، پھر اسی مقدار میں آپ کی طرف سے۔اور فریقین ایک حرف تک اپنے منہ سے نہ نکالیں۔

بارسوم: اشتہار ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء میں آپ نے یہ چھ شرطیں پیش کیں۔

۱۔مکان مباحثہ کسی رئیس لدھیانہ کا ہو، جیسے نواب علی محمد خان، شہزادہ نادر شاہ صاحب، خواجہ احسن شاہ صاحب۔

۲۔ مجلس میں کوئی یورپین افسر ہو، یا ہندو مجسٹریٹ اور چند پولیس مین۔

۳۔فریقین کے سوال وجواب لکھنے کے لئے ہندو منشی ہو۔

۴۔سوالات وجواب قلم بند ہونے کے بعد لوگوں کو سنائے جائیں۔

۵۔ان کی ایک ایک نقل فریقین کو دی جاوے۔

۶۔جلسہ بحث آٹھ بجے سے دس بجے تک ہو، زیادہ ہو تو نماز ظہر تک جلسہ ختم ہو۔

بار چہارم: آپ نے تحریر نمبری ۱۱ مندرجہ صفحہ ۶۷ جلد ۱۳۔ اشاعۃ السنہ میں یہ شرط پیش کی کہ بحث صرف وفات یا حیات مسیح میں ہو کیونکہ میرا اصل دعوی یہی ہے اور دعوی مسیح موعود ہونے کا اس کی فرع ہے اور اس پر مبنی۔اس کے جواب میں آپ کی تحریرات سے یہ ثابت کیا گیا کہ آپ کا اصل دعوی مسیح موعود ہونے کا ہے، اس میں بحث کریں، یا اس دعوی کو اصل ٹھہرانے میں غلطی کا

اقرار کریں، تو وفات مسیح میں ہی بحث کرلیں، تو آپ نے جواب سے انکار کیا اور گریز اختیار کیا۔

بار پنجم۔ آپ نے پٹیالہ والے بعض معتقدین کے جبر سے پھر مباحثہ منظور کیا تو اس کے لئے یہ گیارہ شرطیں پیش کیں (جو آپکی تحریر مندرجہ صفحہ ۹۴ جلد ۱۳، اشاعۃ السنہ میں موجود ہے)

۱۔ مکان مباحثہ چھ سات ہزار آدمی کے لائق ہو اور ذمہ دار مولوی محمد حسن لدھیانوی ہوں؛

۲۔ فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر سوال و جواب کریں؛ ۳۔ پرچہ سوال و جواب صرف پانچ ہوں؛

۴۔ ہر ایک فریق اپنے پرچہ کی نقل دوسرے کو دے؛ ۵۔ بحث میں کتابوں سے مدد نہ لی جاوے؛

۶۔ تمہیدی امور مجلس میں لکھے جاویں، گھر سے کوئی لکھ کر نہ لاوے؛

۷۔ جلسہ بحث چھ بجے سے گیارہ بجے تک ہو اور تین دن میں ختم ہو؛

۸۔ پرچوں کا وقت مساوی ہونا چاہیے؛ ۹۔ بحث کے دن سے دس روز پہلے اطلاع ہو؛

۱۰۔ بحث جلسہ عام میں ہو؛ ۱۱۔ منصفی حاضرین کی کچھ ضرورت نہیں۔

اس کے جواب میں شروط فاسدہ کو ردّ اور صحیحہ کو تسلیم کیا گیا تو آپ نے جواب سے انکار اور بحث سے گریز گیا۔

بار ششم: جب آپ اوائل ماہ جولائی ۱۸۹۱ء میں امرتسر پہنچے اور وہاں کے بعض معزز رؤساء نے آپ کو خاکسار سے مباحثہ پر مجبور کیا تو آپ نے خط اسمی مولوی احمد اللہ صاحب و خاکسار مورخہ ۷ جولائی ۱۸۹۱ء میں یہ شرطیں پیش کیں:

۱۔ یہ کہ امن قائم رکھنے کے لئے کوئی احسن انتظام کیا جاوے۔ کوئی صاحب ذمہ وار ہو جائیں؛ ۲۔ مباحثہ تحریری ہو، خواہ کوئی اپنے ہاتھ سے لکھے خواہ دوسرے سے لکھا دے۔

ان شروط کی منظوری کے بعد خاکسار نے بٹالہ سے امرتسر پہنچنے کا وعدہ کیا، تو آپ میرے آنے سے پیشتر امرتسر چھوڑ کر لدھیانہ کو سدھارے اور گریز کے مرتکب ہوئے جس کی مفصل کیفیت ہمارے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں ہے۔

بار ہفتم: جب آپ کو خاکسار نے لودہانہ میں جا پکڑا اور آپ کے خسر دوم منشی ناصر نواب نے آپ کو مباحثہ پر مجبور کیا، تو آپ نے تحریر ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء میں (جو اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ میں چھپ چکی ہے)، یہ شروط پیش کیں:

۱۔ گفتگو تحریری ہو؛ ۲۔ پہلی تحریر آپ کے مباحث کی جانب سے ہو؛ ۳۔ مطالب فتح اسلام و توضیح مرام پر اعتراض ہوں؛ ۴۔ خانگی امور کے متعلق اعتراض نہ ہوں۔

پھر شروط کی پابندی سے بارہ روز تک گفتگو ہوئی تو آپ نے نقض شروط کا ناحق الزام قائم کر کے بارھویں دن گفتگو کو ناتمام چھوڑ کر گریز کیا۔ اور اشتہار یکم اگست اور رسالہ الحق میں اس گریز کا بایں الفاظ اقرار کیا: اب ہم اس بے سود بحث کو بند اور ختم کرتے ہیں۔

بار ہشتم: جب آپ نے دہلی جا کر دعوی مباحثہ کیا تو یہ تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ امن قائم رکھنے کے لئے ایک افسر یورپین مجلس بحث میں موجود ہو۔ (اور متعدد خطوط اسمی مولوی عبدالحق صاحب تفسیر حقانی میں یہ بھی لکھا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی اجازت و اطلاع تقرری یورپین افسر خاص کران کے نام سے آوے۔؛ یہ شرط آپ نے اس لئے لگائی تھی کہ دہلی کے ڈپٹی کمشنر اس وقت چیوس صاحب تھے جنہوں نے لدھیانہ میں فریقین کو مباحثہ سے روک دیا تھا۔ لہذا آپ کو یقین تھا کہ وہ صاحب ہرگز اجازت مباحثہ نہ دیں گے۔)؛ ۲۔ بحث تحریری ہو اور فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر کریں؛ ۳۔ بحث صرف حیات و ممات مسیح میں ہو۔

پھر ان شرائط سے شرط اول کی نسبت جب یہ بتایا گیا کہ دہلی کے ڈپٹی کمشنر اس وقت مسٹر چیوس ہیں جو لدھیانہ کے مباحثہ کو روک چکے ہیں، تب ہی آپ اس شرط پر زور دے رہے ہیں۔ تو آپ نے اس سے منفعل ہو کر اشتہار ۱۷۔ اکتوبر میں اس شرط کو منسوخ کیا اور اس کے بدلے ذمہ داری امن کا وعدہ لے کر مباحثہ منظور کیا۔ مگر تاریخ و مقام مقرر کر کے آپ کو بلایا، تو آپ نے انکار کر دیا اور گریز کیا۔

اب آپ انصاف کو، شرم کو، حیا کو کام میں لا کر کہیں کہ شروط جائز یا ناجائز کو کس نے پیش کیا اور اتنی دفعہ مباحثہ کو کس نے ٹلایا؟ کسی موقع اور کسی دفعہ ہماری طرف سے بھی کوئی شرط ابتداء پیش ہوئی ہے؟ اور ہماری کوئی تحریر آپ کے پاس موجود ہے جس میں کوئی شرط ابتداء پیش کی گئی ہو؟ اگر ہے تو اس کا نمبر اور تاریخ بتا دیں یا اس کو مشتہر کریں۔ نہیں تو کچھ شرم و حیا کو کام میں لا کر بے ہودہ شروط پیش کرنے اور اس ذریعہ سے مباحثہ ٹلانے کا الزام اپنے آپ کو دیں، نہ کہ اپنے مخاطبین کو۔

دعوی وفات مسیح کا بٹالوی جواب

فیصلہ آسمانی میں قادیانی نے دعوی کیا، یا یوں کہیں کہ حکم لگا دیا ہے، کہ قرآن کریم نے حضرت مسیح کو مردہ قرار دیا ہے اور صحیح بخاری میں بھی لکھا ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ یہ بات محض کذب اور سفید جھوٹ ہے۔ نہ قرآن کریم میں یہ تصریح یا اشارہ ہے، نہ صحیح بخاری یا کسی اور کتاب حدیث میں اس پر تصریح یا اشارہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ قرآن کریم اور حدیث بالاتفاق حضرت مسیح کے آسمان پر زندہ ہونے اور قیامت سے پہلے نزول اجلال فرمانے کو ثابت کر رہے ہیں۔ قادیانی نے اس فیصلہ میں اپنے دعوی پر دروغ اور کذب بے فروغ کے ثبوت میں دلائل قرآن وحدیث کو پیش نہیں کیا، صرف دعوی بلا دلیل پر اکتفا کیا ہے۔ لہذا اس کے جواب میں ہماری طرف سے بھی مجرد دعوی اور مجمل ردّ کافی تھا، ولیکن ہم دلائل قادیانی کا جو، اپنے ازالہ میں وہ بیان کر چکا ہے، نمونہ دکھاتے اور ناظرین کو ان کے ردّ و جواب کی طرف توجہ وشوق دلانے کی غرض سے اسکے بعض دلائل کو، جس کو وہ اپنے زعم میں بہت صریح وصحیح وقوی سمجھتا ہے، نقل کر کے اسکا تفصیلی جواب دیتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ ازانجملہ ایک وہ آیت ہے جس میں خدا تعالی نے مسیح کے خطاب میں فرمایا یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ (آل عمران۔ ع ٦)۔ اے عیسیٰؑ میں تجھے قبض کرنے والا، یا پورا لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا۔

مرزا قادیانی نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے :۔ اے عیسےٰؑ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

اور اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ مسیح فوت ہو گئے ہیں۔ اور ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی ہے وہ زندہ جسم کے ساتھ آسمان کی طرف نہیں اٹھائے گئے۔ اسکا ثبوت جو قادیانی نے پیش کیا ہے اس میں کذب اور مغالطہ سے کام لیا ہے اور ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

پہلا کذب ومغالطہ اس کا یہ کہنا ہے کہ توفی کے حقیقی معنی وفات دینا ہے، نہ کہ جسم کو قبض کرنا۔ اس کا ثبوت پیش کرنے میں اس نے بہت دلیری سے کام لیا اور حسب عادت تطویل لاطائل وتکرار بلا حاصل اپنے ازالہ اوہام کے بیسیوں صفحات اور متعدد مقامات (ص ۲۴۷، ۲۶۵ لغایت ۲۶۷، ص ۳۲۶ لغایت ۳۳۲۔ ص ۵۹۸ لغایت ۶۰۲، ص ۸۸۵ لغایت ۸۸۸، ص ۸۹۲، ص ۹۱۸ لغایت ۹۲۰،

ص۹۲۲لغایت ۹۲۶ وغیرہ) میں :

ا۔ یہ دعوی کیا کہ لفظ توفّی قرآن میں تئیس جگہ وفات دینے کے معنوں میں مستعمل ہوا اور کسی ایک مقام میں بھی اور معنوں میں نہیں بولا گیا۔

۲۔ اور دعوی کیا ہے کہ ان تمام کتابوں، صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی، دارمی، مؤطا، شرح السنہ کا صفحہ صفحہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کتابوں میں ۳۴۶ مرتبہ مختلف مقامات میں توفّی آیا ہے۔ ہر جگہ اس کے معنی موت کے سوا کوئی نہیں لئے گئے۔

۳۔ اور دعوی کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دہن مبارک سے بعثت کے بعد اخیر عمر تک کم سے کم سات ہزار مرتبہ لفظ توفّی نکلا ہے۔ ہر ایک مرتبہ اس لفظ سے قبض روح کے معنی لئے گئے ہیں۔

۴۔ اور دعوی کیا ہے کہ لغت کی کتابوں قاموس، صحاح، صراح میں بھی کوئی فقرہ عرب کے محاورات کا ایسا نہیں ملا جس میں توفّی کے لفظ کو خدا کی طرف منسوب کرکے ذی روح کے متعلق استعمال میں لاکر اس سے سوائے موت کوئی معنی مراد لئے گئے ہوں۔

۵۔ اور دعوی کیا ہے کہ جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے، تب سے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفّی کا لفظ کبھی قبض جسم کے معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ کوئی کتاب لغت اس کے مخالف نہیں اور کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کی گنجائش نہیں۔

۶۔ اور دعوی اور وعدہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن یا حدیث یا اشعار و قصائد نظم و نثر قدیم وجدید سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفّی کا لفظ خدا تعالی کا فعل منسوب بہ ذی روح ہونے کی حالت میں وفات دینے کے سوا قبض جسم کے معنوں میں مستعمل ہوا ہو، تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت فروخت کرکے ایک ہزار روپیہ نقد دونگا۔

۷۔ اور دعوی کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ آیت انّی متوفّیک کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے وفات دونگا۔ پھر کہا کہ امام بخاری، حضرت ابن عباس کا قول بطور تائید لائے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ صحابہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا ہے۔

ان دعاوی و بیانات کا زور بڑھانے اور ناواقف مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں لانے کی غرض سے مرزا قادیانی نے یہ غضب ڈھایا اور ستم کیا ہے کہ لفظ توفّی سے وفات دینے کے سوا اور معنی قبض یا رفع جسم مراد لینے کو کفر و الحاد قرار دیا ہے۔ اور مفسرین سلف و خلف کو جو یہ معنی مراد سمجھتے

ہیں، ملحد ومحرف و یہودی بنا دیا۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۴ میں کہا ہے کہ

اول سے آخر تک محاورہ قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ توفی سے موت دینا مراد ہے تو پھر متنازعہ فیہ آیات میں توفّی کے معنی مخالف عام محاورہ قرآن گھڑ لینا الحاد اور تحریف نہیں تو کیا ہے۔

ایسا ہی صفحہ ۲۴۱ میں کہا ہے۔ اور اس کے صفحہ ۶۸۸ میں کہا: بعض علماء نے محض الحاد اور تحریف کی رو سے اس جگہ توفّیتنی سے رفعتنی مراد لیا ہے یہی تو الحاد ہے۔

ایسا ہی ازالہ اوہام کے صفحہ ۹۲۴ وغیرہ میں کہا ہے۔

دوسرا مغالطہ اس کا یہ کہنا ہے کہ رفع سے مراد روح کا اٹھا لینا ہے جیسا کہ عام صالحین کی روح بعد موت خدا تعالی اٹھا لیتا ہے اور ان کا درجہ بلند کرتا ہے، نہ کہ روح کو مع جسم اٹھا لینا۔

اس کے ثبوت میں قادیانی نے کسی جداگانہ دلیل کو پیش نہیں کیا بلکہ سابق دلائل وفات مسیح کو اس کے ثبوت میں کافی سمجھا ہے چنانچہ اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶۳ و صفحہ ۳۶۶ صفحہ ۳۴۱ لغایت ۳۴۶ وغیرہ میں کہا ہے کہ جس حالت میں قرآن شریف اور حدیث کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بلا شبہ فوت ہو گئے ہیں تو پھر اس ثبوت کے بعد رفع سے جسم کے ساتھ اٹھایا جانا مراد سمجھنا کمال درجہ کی غلطی ہے۔

اور کہا ہے جب کہ ضروری طور پر ماننا پڑا کہ ہر ایک مومن کی روح مرنے کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی جاتی ہے تو اس سے صاف کھل گیا کہ رافعک الیّ کے یہی معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی اور اس کی تائید وتنظیر میں ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۹۹ میں حضرت ادریسؑ کا اٹھایا جانا پیش کر کے کہا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت ادریسؑ کو موت دے کر مقام بلند میں پہنچا دیا ہے کیونکہ اگر وہ بغیر موت کے آسمان پر چڑھ گئے ہیں، تو ضرور ہے کہ وہ ایک دن زمین پر اتریں اور فوت ہوں اور زمین میں مدفون ہوں۔ اور یہ امر قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

تیسرا مغالطہ مرزا قادیانی کا رافعک کے ترجمہ میں جعل وتصرف کرنا اور ان الفاظ سے اس کا ترجمہ کرنا ہے: اور پھر تجھے اٹھانے والا ہوں۔

اس میں اس نے واؤ کا ترجمہ، پھر، کیا ہے جو حرف ثمّ کا ترجمہ ہے اور وہ تحریف معنوی کا مرتکب ہوا۔ یا ترجمہ واؤ کے ساتھ ترجمہ حرف ثمّ از خود ملا دیا ہے اور تحریف لفظی کا ارتکاب کیا اس جعل وتصرف پر اس نے ترتیب الفاظ قرآنی کو دلیل ٹھہرایا اور یہ کہا ہے کہ خدا نے پہلے انّی

متو فّیک ، فرمایا پھر رافعک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توفی کا وقوع پہلے ہوا ہے اور رفع کا پیچھے ہوا۔ کیونکہ اگر وقوعِ رفع کو پہلے اور توفی کو پیچھے مان لیا جائے تو اس سے کلام الٰہی کی جس میں توفی کا پہلے ذکر ہے اور رفع کا پیچھے، فصاحت و بلاغت ٹوٹ جاتی ہے اور نیز تجویز تقدیم و تاخر ترتیب طبعی کے برخلاف ہے کیونکہ طبعًا توفی یعنی وفات پہلے ہوتی ہے اور رفعِ روح پیچھے۔

اس دعوی کا زور جتانے اور ناواقف مسلمانوں کو اس کی صحت کا یقین دلا کر دام میں لانے کی غرض سے قادیانی نے سلف و خلف علماء اسلام کے حق میں (جنہوں نے حضرت مسیح کی رفع کا مقدم اور اور توفی کا موخر ہونا تجویز کیا ہے) سخت زبان درازی کی ہے۔ اوران کو یہودی، ملحد، بے حیا، بے ایمان کہا ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام، قادیانی کا صفحہ ۳۴۶ِ صفحہ ۹۲۴ لغایت ۹۲۶ وغیرہ۔

مرزا قادیانی کا دعوی وفات مسیح ایک بالو کی دیوار ہے اور اس کے دلائل مذکورہ بالا وغیرہ ہوائی گولے ہیں۔ ان سے حضرت مسیح کا فوت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور اگر بفرض محال وہ اس دعوی میں مصیب بھی ہو اور وہ دلائل صحیح وقوی ہوں، تو اس سے اسکے باقی عقاید کفریہ صحیح و لائق تسلیم نہیں ہو سکتے اور ان عقائد کے ساتھ وہ ہرگز جائز الاتباع نہیں ہوسکتا۔

یہ شق ثانی ظاہر البیان اور بین الثبوت ہے۔ اس مقام میں شق اول یعنی اس کے دعوی وفات مسیح کا غیر ثابت اور اس کے دلائل کا ناکافی و بے کار ہونا، ثابت کیا جاتا ہے۔

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس مغالطہ میں جو اس نے یہ دعوی کیا ہے کہ توفّی کے حقیقی معنی وفات دینا ہے، اس کے سوا جو اس کے معنی کئے جاتے ہیں وہ سب غیر حقیقی یعنی مجازی ہیں، یہ محض کذب اور سفید جھوٹ ہے۔ یہ دعوی نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ حدیث سے، نہ کسی لغت کی کتاب سے، نہ محاورات قدیم وجدید عرب سے، نہ کسی مقولہ یا مثال سے۔ اور اس کے ثبوت میں جو ہفت گانہ دلائل قادیانی نے پیش کئے ہیں وہ دلائل نہیں بلکہ وہ بجائے خود نئے دعاوی ہیں جو محتاج ثبوت ہیں اور ان کا بار ثبوت قادیانی کے ذمہ ہے مگر اس نے ان کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ صرف دعاوی سے اپنے احمق اتباع کا گھر پورا کر دیا ہے۔

اس کا پہلا دعوی کہ قرآن مجید کے ۲۳ مقامات میں لفظ توفّی وفات دینے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے، ایک جگہ بھی کسی اور معنی پر استعمال نہیں کیا گیا محض کذب ہے کیونکہ منجملہ ان ۲۳ مقامات کے جن کو قادیانی نے ذکر کیا ہے ایک مقام وہ آیت سورہ انعام ہے:

وھو الّذی یتوفّاکم با للّیل و یعلم ما جرحتم با لنّھار ثمّ یبعثکم

فیه لیقضی اجل مّسمّی (انعام ع ۶) خدا تعالی ہی ہے جوتم کو رات کے وقت پورا قبض کر لیتا ہے اور جوتم دن کو کرتے ہو اسکو جانتا ہے پھر تم کو دن میں اٹھاتا ہے تاکہ تمہاری میعاد حیات پوری ہو۔

دوسرا مقام سورہ زمر کی یہ آیت: اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا والّتی لم تمت فی منامھا فیمسک الّتی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مّسمّی۔ (زمر۔ ع ۵)۔خدا تعالی موت کے وقت جان کو پورا قبض کر لیتا ہے اور جو نہیں مرتے انکو نیند میں پورا لیتا ہے ان میں جس پر موت کا حکم لگا چکتا ہے اسکو روک لیتا ہے اور دوسرے کو ایک وقت تک چھوڑ دیتا ہے۔

ان دونوں مقاموں میں لفظ توفی باتفاق اہل اسلام اور قادیانی کے نیند کے معنے میں مستعمل ہوا ہے اور فریقین سے کوئی ان آیتوں کے یہ معنی نہیں کرتا کہ رات کو جو شخص سوتا ہے وہ مرجاتا ہے۔اس سے صاف ثابت ہے کہ قادیانی کا دعوی کہ یہ لفظ قرآن میں موت کے سوا اور کسی میں مستعمل نہیں ہوا سفید جھوٹ ہے۔

اس الزام کذب کا قادیانی کو کھٹکا ہوا تو اس نے اپنے ازالہ کے صفحہ ۳۳۳ میں اس کے رفع کرنے کیلئے یہ عذر کیا کہ ان دونوں مقامات میں نیند پر توفّی کے لفظ کا اطلاق ایک استعارہ ہے جو بہ نصب قرینہ نوم استعمال کیا گیا ہے۔ پھر اسی کتاب میں ایک اور جگہ کہا ہے کہ معنی حقیقی وہ ہوتے ہیں جو بلا قرینہ سمجھ میں آویں اور جو معنی کسی قرینہ سے سمجھے جائیں وہ مجازی معنی کہلاتے ہیں اور بناء علیہ وفات دینا توفّی کے حقیقی معنی ہیں کیونکہ وہ بلا قرینہ ان آیات سے سمجھ میں آتے ہیں اور نیند اسکے مجازی معنی ہیں، وہ صرف ان دو آیتوں سے بقرینہ نوم سمجھ میں آتے ہیں۔

مگر اس عذر سے اس کا وہ جھوٹ کہ قرآن میں یہ لفظ توفّی کسی دوسرے معنی میں مستعمل ہی نہیں ہوا، سچ نہیں بن سکتا۔ ہاں اس سے ایک نیا دعوی معہ دلیل پیدا ہوا کہ لفظ توفّی قرآن میں دو معنی سے مستعمل ہوا ہے۔ایک وفات دینا جو اسکے حقیقی معنی ہیں کیونکہ وہ بلا قرینہ سمجھ میں آتے ہیں، دوسرے سلانا جو اس کے معنی مجازی ہیں کیونکہ وہ قرینہ سے، جو مجاز کی علامت ہے، سمجھ میں آتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعوی اور اس کی دلیل بھی کذب و مغالطہ سے خالی نہیں اور حق اور راست یہ امر ہے کہ توفّی کے حقیقی معنی ایک چیز کو پورا لینا ہے اور اس معنی کی کئی صورتیں یا

اقسام ہیں۔ا۔ مارنا۔ ۲۔سلانا۔ ۳۔ایک چیز کے جسم کو قبض کر لینا۔ وغیرہ۔اوران سبھی صورتوں یا اقسام سے ہرایک خاص صورت یاقسم کا اس لفظ سے مراد ٹھہرانا محتاج قرینہ ہوتا ہے۔اور پھراس قسم یا صورت کو معنی مجازی نہیں کہا جا سکتا۔جیسے لفظ مشترک (مثلاً عین جو چشمہ جاریہ اور آنکھ کیلئے موضوع ہے) سے بعض معانی مراد ہونا محتاج قرینہ ہوتا ہے (مثلاً عین کے ساتھ دیکھنے کا ذکر ہو تو اس سے آنکھ مراد لی جاتی ہے اور اگر جاری ہونے کا ذکر ہو تو اس سے پانی کا چشمہ مراد لیا جاتا ہے) اور اس لفظ کے ان معنی کو جو قرینہ سے سمجھ میں آویں مجازی نہیں کہا جاتا۔

قادیانی نے صرف قرینہ کو مجاز ہونے کی دلیل سمجھ لیا اور یہ نہ جانا کہ معانی حقیقی بھی اگر وہ متعدد ہوں، محتاج قرینہ ہوتے ہیں اور پھر مجازی معنی نہیں کہلاتے اور اس سے اپنا علم معانی و بیان واصول ومعقول سے جاہل و بے خبر ہونا ثابت کیا ہے۔

اب ہم اپنے بیان کی تصدیق وتائید کے لئے علماء عربیت،ماہرین عربی زبان، متبحرین علم معانی و بیان کے اقوال سے شہادت پیش کرتے ہیں:

تفسیر بیضاوی میں ہے:

التّوفّی اخذ الشّئی وا فیاً و الموت نوع منه ۔ قال اللّٰه تعالی ۔ اللّٰه یتوفّی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منامها (بیضاوی ص ۲۴۷)

توفی کسی چیز کے پورا لینے کو کہتے ہیں۔ مارنا اس کا ایک قسم ہے (اور دوسرا قسم نیند۔ان دونوں قسموں کا ذکر اس قول خداوندی میں ہے) کہ خدا تعالی جانوں کو موت کے وقت پورا لیتا ہے (یعنی مارتا ہے) اور جو نہیں مرتے ان کو نیند میں پورا لیتا ہے (یعنی سلا دیتا ہے)

اور تفسیر کبیر (جلد۲) میں ہے:

انّ التّوفّی هو القبض یقال وفانی فلان دراهمی و اوفانی و توفیتها منه کما یقال سلم فلان دراهمی الیّ و تسلمتها منه و قد یکون ایضاً توفی بمعنی استوفی وعلی کلا الاحتمالین کان اخراجه من الارض و اصعاده الی السّماء توفیا فان قیل لعلّ هذا الوجه کان التّوفّی بین الرّفع الیه فیصر قوله ورافعک الیّ تکرارا قلنا قوله انی متوفیک یدلّ علی حصول التّوفّی و هو جنس تحته انواع بعضها بالموت و بعضها بالاصعاد الی السّماء فلما قال بعد و

رافعک الیّ کان ھذا تعیناً للنّوع ولم یکن تکراراً

توفی کے معنی قبض کرنا ہے۔ عرب کے یہ محاورات ہیں: وفانی فلان دراھمی۔ و اوفانی و توفّیتھا منہ۔ یعنی فلاں شخص نے میرے دراہم میرے قبضے میں دے دیئے اور میں نے اس سے قبض کر لئے۔ (ناظرین دیکھو ان محاورات عرب میں توفی بمعنی قبض دراہم، جو جسم ہے، بولا گیا ہے۔ یہی قبض جسم ان محاورات میں پایا جاتا ہے جو صحاح، صراح اور قاموس سے عنقریب منقول ہوں گے اور پھر انصاف اور ایمان کو پیش نظر رکھ کر قادیانی کے کذب و جرأت کا کہ محاورہ عرب اور کتب لغت میں کوئی ایسی مثال نہیں پائی جاتی جس میں توفی بمعنی قبض جسم بولا گیا ہو، اندازہ کرو) جیسے یہ محاورات ہیں: سلم فلان دراھمی الیّ و تسلمتھا منہ یعنی فلاں نے میرے دراہم میرے سپرد کئے اور میں نے اس سے لے لئے۔ اور کبھی توفی بمعنی استوفی آتا ہے یعنی پورا لینے کے معنی میں۔ ان دونوں معنوں (قبض کرنے اور پورا لینے) سے حضرت مسیح کو زمین سے نکال کر آسمان پر چڑھالے جانا، ان کی توفی ہے۔ اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان معنی کی نظر سے توفی بعینہ رفع جسم ہوا، لہذا متوفّیک فرمانے کے بعد رافعک کہنا تکرار بلا فائدہ بنتا ہے (جس سے خدا کی شان پاک ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ متوفّیک فرمانے سے صرف قبض کرنا معلوم ہوا جو ایک جنس اور عام مفہوم ہے اور اس کے نیچے کئی انواع واقسام پائے جاتے ہیں۔ ۱۔ موت۔ (جس میں صرف روح کا قبض ہوتا ہے) ۲۔جسم کو آسمان پر لے جانا (جس میں روح کی شمولیت بھی پائی جاتی ہے)۔ ۳۔ سلا دینا (جس میں ایک قسم کا قبض روح ہوتا ہے اور اس کا ذکر تفسیر کبیر کی آئندہ عبارت میں ہے) پھر جب متوفّیک فرمانے کے بعد و رافعک الیّ فرما دیا تو اس سے اس جنس کے ایک نوع کا تقرر ہو گیا۔ اور تکرار لازم نہ آیا۔

اور تفسیر کبیر جلد ۴ میں آیات زیر بحث کی تفسیر میں لکھا ہے:

فامّا قولہ الّذی یتوفّاکم باللیل فالمعنی انّہ تعالی ینیمکم فی انفسکم الّتی بھا تقدرون علی الادراک و التّمییز کما قال جلّ جلالہ اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا فیمسک الّتی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مّسمّی فاللّٰہ یقبض الارواح من التّصرف بالنّوم کما یقبضھا بالموت۔

یتوفّاکم باللیل کے معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ تم کو رات کے وقت سلا دیتا ہے اور تمہارے ان ارواح کو قبض کر لیتا ہے جن سے تم ادراک اور تمیز کر سکتے ہو جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ جانوں کو موت کے وقت قبض کرتا ہے ..الخ ۔ سو خدا تعالیٰ ارواح کو نیند کے ساتھ قبض کرتا ہے جیسا کہ موت کے ساتھ قبض کرتا ہے۔

اور لغت کی کتابوں میں سے صحاح میں لکھا ہے:

اوفاہ حقّہ وفاہ بمعنی اعطاہ وا فیاً و استوفی حقّہ و توفّاہ بمعنی ۔ و توفّاہ اللّٰہ ای قبض روحہ و الوفات الموت توا فی القوم تناموا ۔ صحاح ، جوھری

اوفاہ حقّہ (باب افعال سے) اور وفاہ حقّہ (باب تفعیل سے) اور استوفاہ حقّہ (باب استفعال سے) اور توفاہ (باب تفعل سے جو زیر بحث ہے) سب ایک ہی معنی رکھتے ہیں کہ اس کا حق پورا دے دیا۔ اور توفاہ اللّٰہ کے معنی قبض روح کے ہیں۔ اور توفی کے معنی نیند ہے۔

اور صراح میں ہے: ایفاء گذاردن حق کسے بہ تمام و یقال منہ و اوفاہ حقّہ و وفاہ استیفاء و توفّی تمام گرفتن حق و توفاہ اللہ اے قبض روحہ وفاۃ مردن موافات رسیدن و آمدن و توا فی القوم ای تنا موا ۔

اور قاموس میں لکھا ہے:

و (اوفی) فلاناً حقّہ ای اعطاہ وافیا کوفاۃ و اوفاہ ۔ فاستوفاہ ۔ و توفّاہ ۔ الوفاۃ الموت ۔ و توفّاہ ای قبض روحہ ۔ (قاموس ۔ ص ۹۱۳)

کہ اوفی فلاناً حقّہ کے یہ معنی ہیں کہ اس کو حق پورا دے دیا جیسے وفاہ اور اوفاہ اور استوفاہ اور توفاہ کے یہی معنی ہیں وفات بمعنی موت ہے اور توفّاہ اللّٰہ کے یہ معنی ہیں کہ خدا نے اس کی روح کو قبض کیا

ایسا ہی اور کتب لغت میں ہے ۔ یہ تینوں کتابیں لغت کی وہ ہیں جن کا نام لے کر قادیانی نے یہ دعوی کیا تھا کہ ان کتابوں میں کوئی ایسی مثال یا محاورہ پایا نہیں جاتا جس میں لفظ توفی بمعنی قبض جسم بولا گیا ہو۔ ہم نے انہیں تین کتابوں سے محاورہ توفّاہ حقّہ جس سے درہم و دینار وغیرہ اجسام کا قبض مراد ہے، نقل کر دیا اور اس سے قادیانی کا کذب بخوبی ثابت ہوا۔

اور مجمع البحار (جولغات اورمحاورات قرآن وحدیث کی جامع کتاب ہے) میں ہے:
متوفّیک و رافعک علی التّقدیم و التّاخیر وقد یکون الوفاة قبضاً لیس بموت او متوفّیک مستوف کو نک فی الارض و یتوفکم باللیل ینیمکم و یتوفّاکم ملک المو ت یستو فی عددکم و اللّٰه یتوفّی الانفس حین موتھا و النفس الّتی تتوفی وفات الموت الّتی بھا الحیوة والنفس و الحرکة و ھی الروح و الّتی تتوفی فی النّوم النّفس الممیزة العاقلة (مجمع البحار ج ۳ ص ۴۵۴) کہ متوفیک ورافعک میں تقدیم و تاخیر ہے اور کبھی وفات سے وہ قبض کرنا مراد ہوتا ہے جو موت نہ ہو۔ اور متوفیک کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ ہم تیرا زمین میں رہنا یا ہونا پورا کرنے والے ہیں اور یتوفّاکم باللّیل کے معنی یہ ہیں کہ خداتم کو سلا دیتا ہے۔ اور یتوفّاکم ملک الموت کے معنی یہ ہیں کہ فرشتہ تمہارے شمار کو پورا کرلیتا ہے۔ اور آیت، اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا کے یہ معنی ہیں کہ جو نفس موت سے وفات پاتا ہے اس کی روح کو خدا تعالی قبض کر لیتا ہے جس سے زندگی اور سانس لینا اور حرکت کرنا ہوتا ہے اور جو نفس نیند میں متوفی ہوتا ہے اس کی اس روح کو قبض کر لیتا ہے جس سے عقل وتمیز ہوتی ہے۔

ان عبارات ومحاورات سے ثابت ہوا کہ توفّی کے حقیقی معنی استیفاء وقبض کے ہیں جو ایک جنس ہے اور موت، نینداور قبض جسم وغیرہ اس کے انواع واقسام ہیں اور یہ بات کس و ناکس کو، بشرطیکہ عقلی اور نقلی علوم سے آشنائی رکھتا ہو، معلوم ہے کہ جنس کا اپنے انواع واقسام پر اطلاق و استعمال بطور حقیقت ہوتا ہے نہ کہ بطور مجاز۔

اس سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کا توفّی کے حقیقی معنی وفات کو قرار دینا اور نیند وغیرہ کو اس کے مجازی معنی ٹھہرانا ایک ایسا جھوٹ ہے جس پر نہ قرآن کی شہادت پائی جاتی ہے، نہ محاورات عرب کی، نہ کتب لغت کی۔

اب بشہادت علمائے اصول ومعانی وبیان ثابت کیا جاتا ہے کہ جس لفظ کے اصلی معنی میں کثرت وتعدد ہو، اس کے بعض معنی کا قرینہ کی شہادت سے سمجھ میں آنا حقیقت کے مخالف نہیں اور وہ اس کو مجاز نہیں بنا دیتا۔

کتاب تلویح میں ہے: حکم المشترک التامّل فی نفس الصّیغة و

فی غیرھا من الادلّۃ و الامارا ت.. (الی) ... احد معا نیہ ۔(تلوتح۔ص ۱۰۰)،مشترک کا یہ حکم ہے کہ اس کے لفظ میں یا اور دلائل وقرائن میں تامل کریں تا کہ اس کے دو یا بہت سے معنی سے ایک معنی کا مراد ہونا معلوم ومتعین ہو۔

اور مطول میں کہا ہے :

الحقیقۃ الکلم المستعملۃ فی ما وضعت لہ فیخرج المجاز لانّ دلالۃ انّما تکون بقرینۃ دون المشترک ای فخرج المجاز لا المشترک و ھو ما و ضع المعنین او اکثر وضعاً متعدداً و ذلک لانّہ قد عین الدلالۃعلی کل من المعنین بنفسہ وعدم الدلالۃ علی ا حد المعنین معارض الا شترا ک لا ینا فی ذلک(مطول ص۵۸۳) حقیقت کی تعریف میں وضع کی قید لگانے سے مجازی معنی نکل گئے اور مشترک چونکہ مجازی صرف قرینہ سے سمجھ میں آتے ہیں نہ لفظ سے اور مشترک کے متعدد معانی اس کے لفظ سے سمجھ میں آتے ہیں کیونکہ وہ ان سب معانی کے لئے وضع کیا گیا ہے اور اس کے کسی خاص معنی کا بلاقرینہ سمجھ میں نہ آنا اس کی حقیقت ہونے کے مخالف نہیں۔ وہ ایک عارضی امر اشتراک کے سبب سے ہے۔

ایسا ہی مختصر المعانی میں ہے۔

ان شہادات سے ثا بت ہے کہ مشترک کے بعض معانی قرینہ سے سمجھ میں آ تے ہیں ومعہذا وہ حقیقت ہے، نہ کہ مجاز۔مرزا قا دیانی نے جو آیات زیر بحث میں لفظ توفی سے نیند کے معنی قرینہ سے سمجھ میں آنے سے اس کو مجاز بنا دیا ہے، تو اس میں علم اصول و معانی و بیا ن سے اپنی ناواقفی اور جہالت کا اظہار کیا ہے۔

اب ہم بیان کرتے ہیں کہ لفظ توفّی سے موت کے معنی بھی (ان آیات میں جن کو قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۰ وغیرہ میں نقل کیا ہے) قرائن ہی سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اور وہ قرائن ان آیات کے الفاظ میں موجود ہیں، نہ یہ کہ موت اس لفظ کے متبادر معنے ہیں اور وہ بلاقرینہ سمجھ میں آتے ہیں، جیسا کہ قا دیانی نے دعوی کیا ہے اور روز روشن مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنا چاہا ہے۔ان آیات کو ہم قادیانی کے الفاظ سے اور اپنی ترتیب سے بیان کرتے ہیں اور وہ قرائن بتاتے ہیں جو ان آیات میں توفّی سے معنی وفات مراد ہونے پر پائے جاتے ہیں۔

☆ ثم یتوفّھن الموت۔ نساء ع ۳؛ قل یتوفّا کم ملک الموت ۔ سجدہ۔ ع ۲ ۔پہلی آیت میں حرف ثمّ عثمانی قرآن میں تو نہیں بجائے اس کے حتّی ہے۔ شاید قادیانی قرآن میں ثمّ ہو ۔ ان دونوں آیتوں میں موت کا لفظ صریح قرینہ ہے جس سے قادیانی مسلمانوں کی آنکھیں بند کرنا چاہتا ہے۔

☆ توفّنا مع الابرار ، آل عمران ع ا ؛ توفّنی مسلماً و الحقنی بالصّالحین ۔ یوسف ع ۱۱ ؛ انّ الّذین توفیھم الملا ئکۃ۔ نساء ع ۱۴ ؛ تتوفّھم الملائکۃ ظا لمی انفسھم ۔ نحل ع ۴؛ تتو فیھم الملا ئکۃ طیبین ۔ نحل ع ۴؛ توّ فتہ رسلنا ، انعام ع ۷؛ حتی اذا جاء تھم رسلنا یتوفونھم ، اعراف ع ۴؛ تو فتھم الملا ئکۃ ۔ محمد ع ۳؛ یتوفی ۔ انفال ع ۷ ۔ ان ساتوں آیات میں ملائکہ موت کا ذکر توفّی کے معنی وفات پر قرینہ ہے ان میں سے آخری آیت انفال سے مرزا قادیانی نے ذکر ملائکہ کا سرقہ کیا ہے۔

☆ فامّا نر ینک بعض الّذی نعدھم او نتوفّینک فالینا یرجعون،(مومن:۷۷)؛ و امّا نرینک بعض الّذی نعدھم او نتوفّینک فالینا مرجعھم ۔(یو نس:۴۶) و ان مّا نرینک بعض الّذی نعدھم او نتوفّینک فانّما علیک البلاغ و علینا الحسا ب ۔ رعد :۴۰)۔ ان تین آیتوں کے اخیر میں خدا کی طرف رجوع اور حساب کا ذکر تو فی کے معنی موت پر قرینہ ہے۔ان میں سے آخری آیت کے اخیر کو قادیانی نے سرقہ ہے

☆ و الّذین یتوفّون منکم و یذرون ازوا جاً یتر بّصن با نفسھنّ(بقرہ : ۲۳۴) والّذین یتوفّو ن منکم و یذرو ن ازوا جاً و صیّۃ لازوا جھم (بقرہ : ۲۴۰)۔ ان دونوں آیتوں میں عورتیں چھوڑ جانے کا ذکر قرینہ معنی موت ہے۔

☆ توفّنا مسلمین ۔ اعراف ع ۱۴ ۔ اس آیت سے پہلے صلیب کا اور خدا کی طرف جانے کا ذکر معنی موت پر قرینہ ہے۔

☆ و منکم من یتوفّی ۔الحجر ۔ع ا ؛ و منکم من یّتوفّی ۔ مو من ۔ع ۷ ، ثمّ یتوفاکم ۔ نحل ع ۹ ۔ان تینوں آیتوں میں پیدائش، بچپن اور بڑھاپے کا ذکر توفّی کے معنی موت پر قرینہ ہے ۔ ان آیات سے بھی قادیانی نے ماقبل و مابعد کے قرائن کا سر قلم کیا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

ان الفاظ وقرائن کو جو ہم نے بتائے ہیں ناظرین قرآن مجید سے نکال کر بہ تفصیل ملاحظہ میں لائیں گے تو ہماری پوری تصدیق فرمائیں گے۔

مرزا قادیانی نے ۲۳ ۔آیات میں لفظ توفّی سے بلاقرینہ موت کے معنی سمجھے جانے کا دعوی کیا تھا۔ پھرازانجملہ دوآیتوں میں خودہی توفّی سے نیند کا مراد ہونا تسلیم کرلیا اورایک آیت سورہ مومن (او نتوفّینک)کو وہ مکرر لایا ہے باقی بیس آیات میں لفظ توفّی سے موت مراد ہونے پرہم نے قرائن کا موجود ہونا ثابت کردیا ہے۔اس سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ مرزا قادیانی کا یہ دعوی کہ موت لفظ توفّی کے متبادر معنی ہیں اوروہ بلاقرینہ سمجھ میں آتے ہیں، محض دروغ ہے۔ اور درحقیقت اس لفظ سے موت کے معنی سمجھ میں آنے ویسے ہی محتاج قرینہ ہیں جیسے کہ سلا دینے یا قبض جسم کے معنی۔اور یہ سب معنی اس لفظ سے مساوی نسبت رکھتے ہیں، سبھی اسکے حقیقی معنی ہیں اور سبھی اپنی اپنی تعیین کے لئے محتاج قرینہ ہیں۔

یہاں شاید یہ سوال پیدا ہو کہ جس حالت میں ان سب معانی کو اس لفظ سے مساوی نسبت ہے اور ہرایک معنی کا مراد متعین ہونا محتاج قرینہ ہے، تو علماء اسلام جو حضرت مسیح کو زندہ آسمان پرموجود مانتے ہیں اوران آیات میں وہ لفظ توفّی سے قبض جسم کے معنی مراد لیتے ہیں اس معنی کی تعیین وتخصیص پرکس قرینہ کو دلیل سمجھتے ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس معنی کی تعیین پرقرآن مجید میں لفظ متوفّیک کے بعد لفظ رافعک فرمانا قرینہ ہے جو توفّی کے معنی کو رفع جسم سے مخصوص ومتعین کرتا ہے چنانچہ امام رازی کی عبارت تفسیر کبیر میں بہ تفصیل گذر چکا ہے۔

دوسرا قرینہ خداتعالی کا سورہ نساء میں یہ فرمانا ہے:

وما قتلوہ وما صلبوہ و لکن شبّہ لھم و انّ الّذین اختلفوا فیہ لفی شکٍ مّنہ ما لہ بہ من علم الّا اتّباع الظّنّ و ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ کہ یہود نے مسیح کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا ہے لیکن ان کو شبہ لگ گیا ہے وہ خود اختلاف میں ہیں۔اس کوانھوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا تعالی اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔

اور یہ امر ظاہری اورمحتاج ثبوت نہیں ہے کہ اس آیت میں جس چیز کا قتل نہ ہونا اور صلیب پر چڑھایا نہ جانا بیان ہوا ہے اور وہ ضمیر مفعول رفعہ کا مرجع ہے اوروہ جسم مسیح مع روح ہے نہ صرف روح۔کیونکہ روح صلیب پر چڑھانے اورقتل کئے جانے کے لائق نہیں ہوتا اور یہ امر جائز نہیں کہ پہلے دوفعلوں کے مفعول کی ضمیر کا مرجع جسم مع روح ہو اور تیسرے فعل کے مفعول کی

ضمیر کا مرجع صرف روح ہو۔

تیسرا قرینہ خدا تعالی کا یہ قول ہے:

و ان مّن اهل الكتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً ۔ اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا جو حضرت مسیح پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان نہ لائے گا اور حضرت مسیح قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔

اس کی تشریح حدیث میں یوں ہے:

با ب نزول عيسى بن مر يم ۔ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و الّذی نفسی بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسر الصّليب و يقتل الخنز ير ويضع الحرب و يفيض المال حتّى لا يقبله احد حتّى تكون السّجدة الوا حدة خير من الدّ نيا و ما فيها ثمّ يقول ابو هريرة و اقرأو ان شئتم و ان من اهل الكتاب الّا ليؤمنن به قبل موته و يوم القيامة يكو ن عليهم شهيداً ۔ (صحيح بخاری)

حضرت عیسیٰ حاکم عادل امام ہوکر نازل ہوں ہوں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے۔ چنانچہ ابو ہریرہ نے آپ سے یہ قول نقل کیا اور اس کے بعد اس آیت کو پڑھا۔ اور صحیح بخاری میں اس سے حضرت مسیح کا نزول ثابت کیا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ نزول، صعود کی فرع ہے۔ عیسیٰ جسم کے ساتھ اٹھائے نہ جاتے، تو خدا اس آیت میں ان کے آنے کی خبر نہ دیتا۔ اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قول ربانی کی یہ تفسیر فرماتے

اس قسم کے قرائن قرآن مجید میں اس لفظ توفّی سے قبض جسم مراد ہونے پر اور کئی ہیں اور حدیث میں تو ان قرائن کا دریا موج مار رہا ہے مگر ہم اس مقام میں دعوی رفع جسمانی کے اثبات کے درپئے نہیں بلکہ صرف مرزا قادیانی کے اس دعوی کے کہ موت توفّی کے حقیقی معنی ہیں اور متبادر اور بلا قرینہ سمجھ میں آتے ہیں، اور باقی معانی مجازی محتاج قرینہ ہیں، ابطال کے درپئے ہیں۔ سو ہمارے بیان دلائل سے بخوبی ہو چکا۔ رہا یہ کہ اس لفظ توفّی سے قبض جسم مراد ہے، نہ قبض روح، سو اس امر کے ثبوت کے لئے کوئی قرائن ثلاثہ مذکورہ بالا کو کافی نہ سمجھے تو ہمارے دوسرے مضمون کا، جس میں حیات مسیح کا اثبات ہوگا، انتظار کرے۔

یہ مرزا قادیانی کے اس دعوی کا جواب ہے کہ موت کے معنی لفظ توفّی کے متبادر معنی

ہیں جو ۲۳ مقامات قرآن میں اس لفظ سے بلاقرینہ سمجھ میں آتے ہیں۔ اور اس امر کا ثبوت ہے کہ ان مقامات میں سے کسی جگہ بھی یہ معنی اس لفظ سے بلاقرینہ سمجھ میں نہیں آتے۔ ہر جگہ لفظی قرائن معنی موت کو معین کرنے والے قرآن میں موجود ہیں۔

اب ہم اس دعوی قادیانی کے مقابلہ میں یہ دعوی کرتے ہیں کہ قرآن میں ایک جگہ بھی ایسی نہیں جس میں لفظ توفّی سے موت کے معنی بلاقرینہ سمجھ میں آتے ہوں۔ قادیانی ایک ایسی جگہ نکال دے، تو ہم سے سو روپئہ انعام لے۔ یہ نہ ہو سکے، تو اپنے دعوی کو واپس لے اور جرأت وافترا پر جو اس دعوی میں اس سے سرزد ہوا ہے، توبہ کرے۔ اس پر بھی ہم اس کو ۲۵ روپئہ انعام دینگے۔

اس بیان سے قادیانی کے پہلا دعوی کا، جس کو اس نے اپنے مغالطہ اول کے ثبوت میں پیش کیا تھا، کذب ظاہر ہوا۔ اور ثابت ومحقق ہو گیا کہ لفظ توفّی قرآن میں صرف وفات یا موت کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ سلا دینے یا قبض جسم کے معنی میں بھی بولا گیا ہے اور یہ سب کے سب معانی اس کے حقیقی معانی ہیں جو خاص مقامات میں خاص قرائن سے سمجھ میں آتے ہیں۔

اس بیان کے ضمن میں قادیانی کے باقی دعاوی کا جو مغالطہ اول کے ثبوت میں اس نے پیش کئے ہیں نیز ابطال ہو گیا۔ تاہم افہام عوام کی غرض سے اس کے باقی ماندہ دعاوی کے ابطال سے جداگانہ تعرض کیا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی کا دوسرا اور تیسرا دعوی پہلے دعوی سے بڑھ کر کذب و جرأت پر مشتمل ہے۔ قادیانی نے کتب حدیث کا ورق ورق خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا، بلکہ بعض کتابوں کو تو بین الدفتین (جلد کے پٹھوں میں) بھی آنکھ سے نہ دیکھا ہوگا۔ چہ جائے معائنہ ورق ورق۔

اس کا دوسرے دعوی میں یہ کہنا کہ کتب حدیث میں ۳۴۶ جگہ لفظ توفی بمعنی موت و قبض روح بولا گیا ہے، بعینہ اس شخص کے دعوی کی مانند ہے جو زمین پر ایک جگہ انگلی رکھ کر یہ کہہ دے کہ یہ زمین کا مرکز ہے۔ اور اس کے ثبوت میں کہے کہ جو شخص اس دعوی کو جھوٹ سمجھے، وہ زمین کو ناپ کر بتا دے کہ یہ مرکز نہیں تو اور کونسا ہے۔

ایسا ہی اس کا تیسرے دعوی میں یہ کہنا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے زمانہ بعثت نبوت سے آخر عمر تک سات ہزار مرتبہ توفّی کا لفظ بمعنی موت وقبض روح استعمال فرمایا ہے۔ اس میں اس نے یہ بھی چالاکی کی ہے کہ آنحضرت کی دعائیہ تلاوت میں لفظ توفّی دیکھ کر آپکی سنین عمر کا زمانہ بعثت سے حساب لگا لیا اور اس سے سات ہزار کا شمار نکال لیا۔ نیز یہ آنحضرت ﷺ کی کلام پاک

میں آپ نے سات ہزار مرتبہ کا شمار کیا ہے..ان دونوں کے جواب میں یہ کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ آپ ۳۴۶ مقامات حدیث اور سات ہزار مرتبہ آنحضرت ﷺ کا لفظ توفّی بولنا بہ تفصیل بیان کر کے یہ ثابت کریں کہ ان مقامات میں لفظ توفّی موت کے معنی میں بلاقرینہ استعمال کیا گیا ہے، تو ہم ان مقامات میں قرائن معنی نکال دیں گے۔ یہ نہ ہوسکا تو ہم مان جائیں گے کہ موت وقبض روح لفظ توفّی کے حقیقی معنی ہیں اور باقی معانی، سلانا اور جسم قبض کرنا، اس کے مجازی معنی ہیں۔ یہ آپ سے نہ ہوسکے تو ان گیدڑ بھبکیوں کو ندامت کے ساتھ واپس لیں اور کچھ شرم کو کام میں لاویں۔

اب ہم اس پر ترقی کر کے یہ دعوی کرتے ہیں کہ کتب حدیث اور کلام رسول اللہ ﷺ میں کسی بھی جگہ لفظ توفّی سے معنی موت بلاقرینہ سمجھے نہیں جاتے۔ آپ کوئی ایک مقام بتا دیں تو اس پر بھی ایک سو روپیہ انعام لیں۔ ورنہ اپنے دعوی کو واپس لیں اور اس کذب وافتراء سے توبہ کریں۔ اس پر بھی ہم ۲۵ روپیہ انعام دیں گے۔

آپ کا چوتھا اور پانچواں دعوی پہلے تین دعاوی سے بڑھ کر کذب وجرأت پر مشتمل ہے لغت کی کتابوں صحاح، صراح، قاموس (جن کا آپ نے نام لیا ہے) سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ ان کتابوں میں عرب کے ایسے محاورات موجود ہیں جن میں لفظ توفّی بمعنی قبض جسم درہم و دینار بولا گیا ہے۔ اگر آپ ان محاورات کو محاورات عرب نہیں سمجھتے، اور جس دن سے جزیرہ عرب دنیا میں آباد ہوا اس دن سے پہلے کے محاورات جانتے ہیں تو آپ ذرا تکلیف گوارا فرما کر یہ بتا دیں کہ عرب کا جزیرہ کب سے آباد ہوا ہے؟ اور اس سے کتنے دن پیشتر کے یہ محاورات ہیں جو ان کتابوں میں منقول ہیں۔ یا یہ بیان اور ثابت کریں کہ یہ محاورات غیر زبان کے ان کتابوں میں کب سے درج ہو گئے ہیں، اور کس ظالم نے یہ ظلم کیا ہے۔ اس بیان سے آپ کی تاریخ دانی بھی بخوبی ثابت ہو جائے گی جس کے ثبوت کے ہم مشتاق ہیں۔

رہا اس دعوی چہارم میں آپ کا یہ معما کہ لفظ توفّی خدا کا فعل اور اس کی طرف منسوب ہو اور اس کا مفعول ومتعلق کوئی ذی روح ہو، تو اسکے معنی بجز قبض روح کچھ نہیں ہوتے۔ اس کا حل ابطال دعوی ششم سے ہوتا ہے۔

دعوی ششم میں تو آپ نے کمال غضب کیا اپنی چالاکی اور دھوکہ بازی کا کامل ثبوت پیش کیا اور اس میں اپنا بے نظیر یا یوں کہیں کہ وحدہ لاشریک ہونا ثابت کر دیا اور اپنے تمام ناظرین و مخاطبین کو اندھا کرنا اور دھوکہ دینا چاہا۔

اس دعوی میں آپ کا یہ سوال کہ فعل توفّی کا فاعل خدا ہو اور مفعول ومتعلق کوئی ذی روح ہو اور اس حالت میں ان کا بجز قبض روح کسی اور معنی میں مستعمل ہونا کوئی شخص قرآن یا حدیث یا اشعار و محاورات عرب یا کتب لغت سے ثابت کرے، اس صورت میں صحیح اور واجبی ہو سکتا تھا جب کہ خدا، مسیح کے سوا کسی اور ذی روح کو زندہ جسم سے آسمان پر اٹھالیتا اور پھر اسکی حکایت اپنے کلام میں فرماتا۔ اور جس حالت میں خدا نے مسیح کے سوا کسی ذی روح کو جسم سے آسمان پر نہیں اٹھایا تو پھر کب ممکن تھا کہ کسی اور شخص کے حق میں یہ لفظ معنی قبض جسم بلا قبض روح خدا تعالی فرماتا اور اسکا ذکر خدا ورسول کی کلام میں کہیں آتا اور پھر وہ کلام عرب اور لغت میں منتقل ہو جاتا۔

پھر آپ کا یہ سوال کب جائز ہے اور اسکے جواب کا آپ کو کیا استحقاق ہے۔ اہل اسلام کے اس متفقہ عقیدہ کے ساتھ کہ حضرت مسیح کے سوا اور کوئی شخص زندہ آسمان پر اٹھایا نہیں گیا، جائز و ممکن نہیں کہ یہ لفظ حضرت مسیح کے سوا کسی ذی روح کے حق میں خدا تعالی نے بولا ہو۔ اور اس کا ذکر خدا ورسول ﷺ کی کلام میں آیا ہو۔ پھر اس کلام کے مطابق محاورات واشعار عرب میں اس کا ذکر ہوا ہو۔ لہذا آپ کا یہ سوال کسی وجہ سے جائز نہیں ہو سکتا۔ اور اس سے بجز دھوکہ دہی اہل اسلام کے کوئی آپ کا مقصود نہیں۔

ہاں اس سوال کا آپ حق رکھتے ہیں (جس کو دعوی پنجم میں آپ پیش کر چکے ہیں) کہ لغت کی کتابوں میں اس لفظ توفّی کا استعمال بمعنی قبض جسم محاورہ عرب میں کہاں ہوا ہے اور کتب لغت میں اس کا ذکر کہاں پایا جاتا ہے؟ سو اس کا جواب ہم آپ کو یہ کافی وافی دے چکے ہیں کہ انہیں کتابوں صحاح، صراح، قاموس، میں (جن میں اس محاورہ کے پائے جانے سے آپ انکار کر چکے ہیں) اس معنی قبض جسم کا محاورہ (توفّاہ حقّہ جس سے جسم دینار کا قبض کرا دینا مقصود ہے) موجود ہے (اور محاورات سے سننا چاہتے ہو تو اور سنو۔ توفّیت ما لی اذا قبضتہ۔ بیضاوی ج ا ص ۱۳۹۔ توفّیت منہ کذا ای تسلمتہ۔ معالم۔ ص ۱۶۲۔ توفّیت الشّئی و استوفیتہ اذا اخذتہ اجمع ۔ فتح البیان ج ۲ ص ۱۷۱) اور علاوہ بریں کتب تفاسیر میں ایسے محاورات پائے جاتے ہیں اور انہیں محاورات عرب کے مطابق قرآن مجید میں (جو بزبان عربی نازل ہوا ہے) خدا تعالی نے حضرت عیسی کے حق میں انی متوفّیک فرمایا ہے۔ اور اس معنی قبض جسم کا ارادہ کیا ہے۔

توفّی کے معانی پر قادیانی کو انعامی چیلنج

مرزا قادیانی کو مخاطب کر کے مولانا بٹالوی فرماتے ہیں:

آپ اس جواب (مذکورہ بالا) کو اس سوال (مندرجہ دعوی پنجم) کا کافی اور صحیح جواب سمجھیں تو ہم آپ کے انعام ہزار روپیہ کو بحکم عطاء تو بلقاء تو معاف کرتے ہیں۔ بلکہ بجائے اس کے اس جواب کی قبولیت پر خود ۲۵ روپئے انعام دینے کو حاضر ہیں۔ اور اگر اس جواب کو غیر صحیح و نا کافی قرار دیں تو امور ذیل سے ایک امر کا اثبات کریں:

اول یہ کہ صحاح، صراح اور قاموس، جن کی عبارات ہم نے نقل کی ہیں، وہ کتب لغت نہیں، جن میں ان محاورات کے پائے نہ جانے کا آپ نے دعوی کیا تھا۔

دوم: یہ وہی کتابیں ہیں، تو ان میں وہ عبارات درج نہیں جو ہم نے نقل کی ہیں۔

سوم: وہ عبارات درج ہیں، تو ان میں وہ محاورات موجود نہیں جو ہم نے نقل کئے ہیں۔

چہارم: موجود ہیں تو ان کے معنی یہ نہیں بلکہ اور ہیں۔ مثلاً حق سے درہم، دینار مراد نہیں بلکہ کوئی روحانی امر مراد ہے۔

ان امور کو آپ ثابت کریں تو ہم سے فی مراد سو روپیہ انعام لیں۔ یہ نہ ہو سکے تو کسی اور وجہ سے اس جواب کا غیر صحیح و نا کافی ہونا ثابت کریں۔

لیجئے ایک وجہ معقول اور سہل الحصول ہم بتاتے ہیں اور اس کے ثبوت پر ایک سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ آپ کسی ایک ہی محاورہ عرب یا حوالہ کتب لغت سے یہ ثابت کریں کہ توفّی کے حقیقی معنی صرف قبض روح کے ہیں اور یہ معنی اس محاورہ سے بلا قرینہ عقلی و لفظی و مقالی سمجھ میں آتے ہیں۔ اس سے خود بخود ثابت ہو جائے گا کہ جس محاورہ عرب منقولہ کتب لغات میں یہ لفظ بمعنی قبض جسم درہم دینار بولا گیا ہے اس محاورہ میں بشہادت قرینہ قبض جسم کے معنی اس سے مفہوم ہوتے ہیں۔ لہذا وہ معنی اس کے حقیقی معنی نہیں، مجازی ہیں۔ حقیقی معنی وہی قبض روح ہیں جو بلا قرینہ آپ کے بیان کردہ محاورہ سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس سے ہمارے جواب کا نا کافی ہونا ثابت ہو جائے گا اور سو روپیہ نقد فوراً آپ کو انعام ملے گا۔

لو اب اور کیا چاہتے ہو۔ تھوڑی سے تکلیف کرنے اور ایک محاورہ عرب یا عبارت کتاب لغت نقل کرنے سے سو روپیہ نقد اور مفت کی فتح لیتے ہو۔ بس اب دیر نہ کرو کچھ پاس ہے تو لے آؤ۔

مگر واضح رہے کہ محاورہ وتوفّاہ اللّٰہ سے، جو قاموس، صحاح و صراح میں منقول ہوا ہے، کہیں ہاتھ نہ مار بیٹھنا۔ اس محاورہ میں ہر چند لفظ توفّی بمعنی قبض روح بولا گیا ہے مگر یہ محاورہ اس محل اور اس موقع پر بولا جاتا ہے جہاں موت پر کوئی قرینہ حالی یا مقالی لفظی یا عقلی موجود ہو۔ اس قسم کے قرائن موجود نہ ہونے کے وقت کوئی کسی شخص کی نسبت توفّاہ اللّٰہ نہیں بول سکتا۔ لہذا اس محاورہ سے ہاتھ مارو گے تو سو روپیہ کی جگہ ایک کوڑی بھی وصول نہ پاؤ گے، الٹا شرماؤ گے۔

(مرزائی خاموش نہیں رہ سکتے، کہتے چلے آئے کہ مرزا صاحب نے توفی کے معانی کے متعلق چیلنج کیا تھا اور کسی نے جواب نہیں دیا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے سامنے ایک دفعہ یہ بات ہوئی تو انہوں نے اہلحدیث امرتسر ۲ دسمبر ۱۹۳۲ء میں لکھا:

مولوی اللہ دتہ نے مثل دیگر علماء احمدیہ کے بطور فخر لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے باطل شکن انکشاف کیا ہے کہ توفی کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح۔ اس وقت سوائے موت کے دوسرے معنی نہیں ہو سکتے۔ دوسرے معنی دکھانے پر ایک ہزار روپیہ انعام رکھا مگر کسی مخالف نے نہ دکھایا (الفضل ۱۳ نومبر ۱۹۳۲ء)... ہم مولوی اللہ دتہ کو یاد دلاتے ہیں کہ مباحثہ مونگ گجرات میں آپ، مولوی محمد یار، اور مولوی غلام رسول اور بہت سے علماء مرزائیہ موجود تھے۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ مولوی محمد یار نے بھی ایک ہزاری انعام کا ذکر کر کے کہا تھا کہ علاوہ ایک ہزار مقررہ کے ایک سو روپیہ میں (محمد یار) بھی دونگا۔ جس کے جواب میں خاکسار نے مولانا سیالکوٹی وغیرہ علماء اہل سنت کی موجودگی میں کہا تھا کہ میں اس خدمت کو حاضر ہوں۔ آپ مرزا صاحب کا ایک ہزار اور اپنا ایک سو، جملہ گیارہ سو روپیہ کسی امین کے پاس امانت رکھیں اور فیصلہ کیلئے منصف مقرر کریں، ہم اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ اخیر مباحثہ تک ایسا سوئے کہ: گوئی مردہ اند۔

آج (یعنی دسمبر ۱۹۳۲ء میں) اس واقعہ کو قریباً دو سال گذرے ہوں گے لیکن صدائے برنخواست

مرزا صاحب تو زندہ نہیں جن سے تقاضا کیا جائے۔ البتہ مولوی اللہ دتہ یا کوئی اور جو اس دعوی کا حامی ہو ہمارے سامنے آئے اور فیصلہ کے لئے لاہور کے .... پروفیسر کو منصف مان لیں ہم مرزا صاحب کے تقاضا کو پورا کر دیں گے۔

لیجئے ہمارا بھی تقاضا سن لیجئے: مرزا صاحب نے اس مسئلہ کے متعلق یہ بھی لکھا ہے جو آپ نے شائد نہ پڑھا ہو گا نہ سنا۔ فرماتے ہیں:

علم نحو میں صریح یہ قاعدہ مانا گیا ہے کہ توفی کے لفظ میں جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہو ہمیشہ اس جگہ توفی کے معنی مارنے اور روح قبض کرنیکے آتے ہیں (تحفہ گولڑویہ کلاں ص ۴۵)

کوئی ہے؟ قادیانی ہو یا لاہوری جو مرزا صاحب کے اس دعوی کا ثبوت علم نحو کی کتابوں میں دکھادے؟ کتابوں کی ضرورت ہو تو نحو میر ہم دے دیں گے۔ آپ کو اختیار ہے علم نحو کی کسی کتاب میں دکھائیں اور مرزا صاحب کو قرض سے سبک دوش کریں۔ مگر یاد رہے کہ جب آپ یہ قاعدہ کتب نحو میں دکھادیں گے تو ہم آپ کو بتا دیں گے کہ اگر علم نحو میں یہ قانون مسلّم ہے تو ہر طالب اور عالم کو معلوم ہے۔ پھر مرزا صاحب نے بقول خاقانی اس میں کیا تیر مارا:

پس از صد سال ایں معنی محقق شد بخاقانی   کہ بورانی ست بادنجان و بادنجان بورانی)

مذہب ابن عباسؓ

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ ساتویں دعوی میں بھی مرزا قادیانی نے اپنی عادت قدیم ،کذب و مغالطہ، کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ صحیح بخاری سے قول ابن عباسؓ تو نقل کیا کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے وفات دوں گا مگر امام بخاریؒ کے اس قول ابن عباس کو نقل کرنے سے نتیجہ یہ نکال لیا کہ بخاری نے یہ جتایا ہے کہ صحابہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اس میں آپ نے ایک جھوٹ امام بخاری پر باندھا ایک ابن عباسؓ اور عام صحابہ پر۔

حضرت ابن عباسؓ اور عام صحابہ پر جھوٹ باندھنا اس کا یہ کہنا ہے کہ ان کا مذہب یہ تھا حضرت ابن مریم فوت ہو گئے ہیں۔ یہ بات نہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمائی، نہ کسی اور صحابی نے۔ مرزا قادیانی حضرت ابن عباسؓ یا کسی صحابی سے یہ بات ثابت کر دے، تو سو روپیہ انعام لے۔ حضرت ابن عباسؓ نے تو صرف متوفّیک کی تفسیر میں لفظ ممیتک فرمایا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے کسی آئندہ وقت میں تیری اپنی موت مارونگا، تو دشمنوں کے ہاتھ سے ہرگز نہ مارا جائے گا۔ اور مرزا قادیانی نے بھی اس کے یہی معنی کئے ہیں۔

(یہ معنی قادیانی نے ازالہ کے صفحہ ۸۹۲ میں کئے ہیں اور اس کے صفحہ ۳۴۱ میں کہا ہے:

جس قدر مبسوط تفاسیر دنیا میں موجود ہیں جیسے کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان، میں زیر تفسیر یا عیسی انی متوفّیک میں لکھا ہے کہ انی

ممیتک حتف انفک یعنی اے عیسی میں تجھے طبعی موت سے مارنے والا ہوں بغیر اس کے کہ تو مصلوب یا مضروب ہونے کی حالت میں فوت ہوئے ۔

اس عبارت میں بھی آپ نے متوفّیک کے معنی تو وہی بیان کئے ہیں جو کلام ابن عباسؓ کے ہم نے بیان کئے ہیں مگر اس عبارت میں ایک سرقہ اور خیانت اپنی یہ کی ہے کہ ان تفاسیر سے معنی توفّی کے قول حضرت ابن عباسؓ کے موافق تو لے لئے اور دوسرے معنی ، قبض جسم حضرت مسیح کے ان میں بیان کئے گئے ، وہ چھوڑ دیئے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ اور یہ جتایا کہ اس لفظ متوفّیک کے ایک ہی معنی ان سب تفاسیر میں بیان کئے گئے ہیں ۔ دوسری خیانت یہ کہ حضرت مسیح کے مصلوب ہونے کی طرف اشارہ کردیا اور فرمایا کہ وہ مصلوب ہوئے مگر اس حالت میں فوت نہیں ہوئے ۔ حالانکہ خدا تعالی نے قرآن مجید میں صاف فرما دیا ہے کہ وہ مصلوب ہی نہیں ہوئے دیکھو آیت و ما صلبوہ)

ان سب تفاسیر ، کہ اے عیسی میں تجھے وفات دونگا، سے یہ کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اللہ نے حضرت عیسیؑ کو وفات دے دی اور وہ فوت ہو چکے، جیسا کہ قادیانی نے بیان کیا ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ حضرت ابن عباسؓ نے خود اپنے قول کے ایسے معنی کر دیئے ہیں جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ تفسیر درمنثور میں کہا ہے:

اخرج اسحاق ابن بشر و ابن عساکر من طریق جویبر عن الضّحاک عن ابن عباس فی قولہ انّی متوفّیک و رافعک یعنی رافعک ثمّ متوفّیک فی آخر الزّمان ۔

کہ اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے جویبر کی اسناد سے بواسطہ ضحاک حضرت ابن عباسؓ سے تفسیر آیت انّی متوفّیک و رافعک میں نقل کیا ہے کہ میں پہلے تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا، پھر اخیر زمانہ میں تجھے وفات دونگا۔

اور اسی کا مؤید حضرت ابن عباسؓ کا وہ قول ہے جو انہوں نے آیت و انّہ لعلم للسّاعۃ کی تفسیر میں فرمایا ہے ۔ چنانچہ درمنثور میں ہے:

اخرج الفریابی و سعید بن منصور و مسدد و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم الطبرانی من طرق عن ابن عباس فی قولہ تعالی و انہ لعلم للسّاعۃ قال خروج عیسی قبل یوم القیامۃ و اخرج الحاکم و ابن مردویہ عن ابن عباس عن النّبی ﷺ و انّہ لعلم للسّاعۃ ، قال

ھو خروج عیسی بن مریم قبل یوم القیامۃ ۔ تفسیر در منثور

فریابی اور سعید بن منصور وعبد بن حمید اور ابن ابی حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اس قول خداوندی سے عیسیٰؑ کا قیامت سے پہلے نکلنا مراد ہے

و اخرج ابن جریر من طرق عن ابن عباس و انہ لعلم للسّاعۃ ۔ قال نزول عیسی (تفسیر در منثور) ۔

ایسا ہی ابن جریر نے کئی سندوں سے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔

اخرج احمد عن ابن عباس وانّہ لعلم للسّاعۃ قال ھو خروج عیسی بن مریم۔ (تفسیر ابن کثیر) ایسا ہی تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ امام احمد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس قول خداوندی سے حضرت عیسی کا نکلنا مراد ہے۔

و لھذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح ۔ فتح الباری)

اور نیز اسکا مؤید حضرت ابن عباس کا وہ قول ہے جو تفسیر آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیومننّ بہ ... میں انہوں نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بعد ان کے مرنے سے پہلے لوگ ان پر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کہا ہے کہ ابن عباسؓ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ وہ اسی بات پر یقین رکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کے اپنے قول ممیتک (یعنی اے عیسی میں تجھے مارنے والا ہوں یا وفات دونگا) کے ایسے معنی وتفسیر کر دینے اور وقوع مضمون متوفّیک کو مؤخر اور مضمون را فعک کو مقدم تجویز کرنے پر آپ ان کو یہودی اور محرف (معا ذ اللّٰہ و حا شا جنا بھم عن ذلک) کہیں تو کون آپ کو روک سکتا ہے۔ اور آپ کی زبان سے، جو اس وقت حجاج بن یوسف کی تلوار بن رہی ہے، مسلمان سلف وخلف سے کون بچا ہے؟ مگر آپ حضرت ابن عباسؓ کے اس بیان اور تفسیر کلام خود بقول خویش، کے ساتھ یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ حضرت ابن عباسؓ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں اور اب وہ اموات میں داخل ہیں۔

یہ ابن عباسؓ پر مرزا قادیانی کی افتراء پردازی کا ثبوت ہے۔ اسی سے اور صحابہ پر انکا افتراء کرنا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس نے عام صحابہ کو اسی قول ابن عباس کی دستآویز سے موت مسیح کا قائل بنالیا ہے اور کسی صحابی کا قول اس بات میں نقل نہیں کیا۔ تو جب اس قول سے استنباط وفات

مسیح غلط ثابت ہوا، تو وہ مذہب جو اس قول سے اس نے نکالا ہے، نیز غلط ہو گیا۔ علاوہ بریں کتب حدیث اور دواوین سنت میں بہت سے صحابہ سے حضرت مسیح کے آخری زمانہ میں نازل ہونے اور دجال کو قتل کرنے کی احادیث مروی ہیں و ثابت ہیں اور کسی صحابی سے ان احادیث کے مضامین سے انکار وخلاف مروی نہیں۔ بلکہ بعض صحابہ نے تو حضرت عیسیٰؑ کے زمین پر ٹھہرنے کی مدت بھی بتا دی ہے۔ اور انہی کی پیروی میں تابعین وغیرہ آئمہ دین نے یہ بات کہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس وقت زندہ آسمان پر موجود ہیں اور وہ آخری زمانہ میں اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

۱۔امام ترمذی نے مجمع بن جاریہ سے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث نقل کی ہے:

عن مجمع بن جاریه الانصاری یقول سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول یقتل ابن مریم الدّجّال بباب لدّ ۔ رواه احمد و التر مذی ۔قال التر مذی و فی البا ب عن عمرا ن بن حصین و نا فع بن .. و ابی برزه و حذیفه بن اسید و ابی هریره و کیسان و عثمان بن ابی العاص و جابر و ابی امامة و ابن مسعود و عبد اللّٰه بن عمرو و سمره بن جندب و النواس بن سمعان وعمروبن عوف وحذیفة بن الیمان (ترمذی ص ۴۷۲) ابن مریم دروازہ لدّ کے پاس دجال کو قتل کریں گے اور اسکے بعد امام ترمذی نے کہا کہ عمران بن حصین، نافع، ابو برزہ، حذیفہ بن اسید، کیسان، ابو ہریرہ، عثمان بن ابی العاص، جابر، ابوامامہ، ابن مسعود، عبداللہ بن عمرو، سمرہ بن جندب، نواس بن سمعان، عمرو بن عوف اور حذیفہ بن الیمان سے بھی اس باب میں حدیثیں مروی ہیں۔

صاحب فتح الباری نے عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، اور عبداللہ بن مغفل اور انس بن مالک وغیرہ کو اور صاحب حجج الکرامہ نے نافع بن کیسان، وجبیر بن نفیر وعروہ بن روہم کو بھی اس حدیث کے راویوں میں شمار کیا ہے۔

اور تفسیر درمنثور میں ہے:

و اخرج عبد بن حمید عن ابی هریره و انّه لعلم للسّاعة ۔ قال خروج عیسی یمکث فی الارض اربعین سنة تکو ن تلک الاربعین اربع سنین یحج و یعتمر ۔ و اخرج عبد بن حمید و ابن جر یر عن مجاهد و انّه لعلم للسّا عة ۔ قال آیة للسّاعة خروج عیسی بن مر یم قبل

یوم القیامۃ ۔و ا خر ج عبد بن حمید و ابن جر یر عن الحسن و انّہ لعلم للسّا عۃ قال نزول عیسی ۔ و ا خر ج عبد الرزاق و عبد بن حمید و ابن جریر عن قتادہ و انّہ لعلم للسّاعۃ قال نزول عیسی۔ و ناس یقولون القرآن علم للسّاعۃ .... و قال ابن جریر حد ثنی یعقوب حد ثنا ابن علیہ حدثنا ابو رجاء عن الحسن و ان من اھل الکتاب ا لّا لیومننّ بہ قبل موتہ قال قبل موت عیسی و اللّٰہ انّہ لحیّ الآن عند اللّٰہ ولکن لما نزل امنوا بہ اجمعون .... واخرج ابن جریر بسند صحیح عن کعب قال لما رأی عیسی قلۃ من اتبعہ و کثرۃ من کذب شکی ذلک الی اللّٰہ فاوحی اللّٰہ الیہ انّی متوفّیک و را فعک الیّ و انّی سابعثک علی الاعور الدجال.. (الی) .. قال کعب ذلک تصدیق حدیث رسول اللّٰہ حیث قال کیف تھلک امۃ انا فی اولّھا و عیسی فی آخر ھا (در منثور)

عبد بن حمید نے ابوہریرہ سے آیت و انّہ لعلم للسّاعۃ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے اس سے حضرت عیسیٰؑ کا نکلنا مراد ہے وہ چالیس برس زمین میں رہیں گے جو چار سال کے برابر ہوں ان میں وہ حج اور عمرہ کریں گے۔

ایسا ہی عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد اور حسن سے اور قتادہ سے نقل کیا ہے اور ابن جریر نے حسن سے آیت و ان من اھل الکتا ب کی تفسیر میں نقل کیا ہے حضرت عیسی ، اللہ کے پاس زندہ ہیں وہ اتریں گے،تو سب لوگ ان پر ایمان لائیں گے۔

اور ابن جریر نے بسند صحیح کعب سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پیروؤں کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت کی شکایت کی خدا کے پاس کی،تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں تجھ کو وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھالوں گا۔ میں عنقریب تجھے قتل دجال کے لئے بھیجونگا پھر تو اسکے بعد ۲۴ سال زندہ رہے گا پھر تجھے اور زندوں کی موت ماروں گا ۔کعب نے کہا اس کی تصدیق رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں ہے کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہو جس کے اول میں ہوں اور آخر میں حضرت عیسیٰؑ ہیں۔

صحابہ کی یہ روایات اور آثار، مرزا قادیانی کے اس افتراء پر ایک اور دلیل ہے۔

آثار تابعین کو ہم نے اس مقام میں اس غرض سے نقل کیا ہے کہ ناظرین کو اس بات کا علم و یقین ہو کہ حضرت مسیح کے زندہ ہونے کا اعتقاد صرف حضرت ابن عباسؓ یا حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ صحابہ کے زمانہ تک ہی نہیں رہا، بلکہ تابعین میں بھی وہی اعتقاد متوارث چلا آیا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے زمانہ میں پہلے سرسید احمد خان نے اور پھر ان کی تقلید سے مرزا قادیانی نے اس اعتقاد کو اڑایا،، اور حضرت مسیح کو مار دیا۔

مرزا قادیانی نے اس دعوی میں سرسید احمد پر یہ زیادہ کیا ہے کہ اس اعتقاد میں صحابہ کو بھی اپنے ساتھ ملانا چاہا اور ان پر افتراء کیا۔ یہ جرأت و دلیری سرسید احمد سے نہیں ہوئی۔ اس لئے سرسید احمد خان کو ہم مرزا قادیانی سے بدرجہا کم تر سمجھتے ہیں۔ گو قادیانی صاحب اس قسم کے جملہ دعاوی میں سرسید احمد خان ہی کے پیرو و مقلد ہیں مگر اس جرأت میں، کہ ایک بات از خود بناویں پھر اس کو صحابہ وغیرہ سلف کے ذمہ لگاویں، یہ ان سے بڑھ کر ہیں۔ سرسید احمد ہر نئی بات جو از خود نکالتے ہیں، اس میں وہ کسی کی مخالفت یا موافقت کی پرواہ نہیں کرتے، اور افترا پردازی سے اس میں سلف صحابہ وغیرہ کو اپنا موافق نہیں بناتے اور مرزا صاحب اس افتراء میں اپنا کوئی نظیر نہیں رکھتے۔

امام بخاریؒ پر آپ کا جھوٹ باندھنا یہ ہے کہ ان کو بھی حضرت مسیحؑ کے وفات پا جانے اور اموات کی جماعت میں داخل ہو جانے کا قائل بنا دیا ہے۔ اور اس امر پر ازالہ اوہام کے بہت سے مقامات میں اس نے زور دیا ہے۔ ہم دوسرے مقامات کا زور اس مقام میں توڑیں گے جہاں قادیانی کے اس دعوی پر بحث کریں گے کہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ یہاں قادیانی کا یہ جھوٹ ثابت کرنے کے لئے اس قدر بیان کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں بصفحہ ۴۹۰ ایک باب منعقد کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نزول فرمائیں گے۔ چنانچہ اصل عبارت بخاری پہلے نقل ہو چکی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ نزول فرع ہے صعود کی (اس بات کو قادیانی نے اپنے ازالہ کے صفحہ ۲۶۹ میں تسلیم کیا اور کہا ہے کہ مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان سے اترنا اسکے جسم کے ساتھ چڑھنے کی فرع ہے)۔ لہذا امام بخاری نے نزول عیسیٰؑ کو ثابت کیا، تو بطریق اولی یہ ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ قادیانی نے اپنے پہلے کذب و مغالطہ کے ثبوت میں جو سات دعاوی کئے ہیں وہ اس کے اس کذب کو سچ نہیں بنا سکتے، بلکہ اس کے کذب اور مغالطہ ہونے کو اور پختہ کرتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث یا محاورات عرب یا کتب لغت سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ توفّی کے حقیقی معنی وفات دینا ہے، نہ جسم کو قبض کرنا۔

قادیانی صاحب اور قادیانیو! اسی دعوی اور ان ہی دلائل پر تمہارا فخر تھا؟ کہو ان کا کیسا خاکہ اڑایا گیا؟ اب بھی زبان پر لاؤ گے کہ توفّی کے حقیقی معنی وفات دینے کے ہیں۔ اور قبض جسم کے معنی کسی لفظ آیت یا حدیث یا محاورہ ومثال عرب میں نہیں لئے گئے۔ کچھ شرم ہو تو پھر اس دعوی کا نام نہ لوگے اور یہ تسلیم کروگے کہ توفّی کے حقیقی معنی قبض یا استیفاء ہے، موت دینے سے ہو، خواہ سلا دینے سے، یا زندہ جسم کو قبض کر لینے سے اور اس آیت متوفّیک میں اس سے قبض جسم ہی مراد ہے جیسا کہ عام اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔

رافعک الیّ کے معانی

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ دوسرے مغالطہ میں قادیانی نے جو دعوی کیا ہے کہ آیت زیر بحث میں رافعک الیّ سے حضرت عیسیٰؑ کی روح کا اٹھایا جانا مراد ہے نہ جسم کا اٹھایا جانا، اس کے ثبوت میں اس نے بجز مضمون کذب ومغالطہ اول کوئی نیا ثبوت پیش نہیں کیا۔ صرف یہ کہا ہے کہ حضرت مسیح بشہادت قرآن وحدیث فوت ہو چکے ہیں، تو پھر آپ کے رفع سے بجز رفع روح کیا مراد، ممکن ومتصور ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کی نظیر حضرت ادریس کا رفع ہے جو فوت ہوئے اور انکی روح آسمان پر اٹھائی گئی۔

لہذا اس کے جواب وابطال میں ہماری طرف سے بھی کوئی نئی بات کہنا ضروری نہیں اور یہ کہنا کافی ہے کہ حضرت مسیح کا فوت ہو جانا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ بلکہ ان کا زندہ آسمان پر موجود ہونا ثابت ہے چنانچہ ابطال کذب ومغالطہ اول قادیانی سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے، تو پھر آپ کے رفع سے بجز رفع جسم کیا مراد ہو سکتا ہے۔ اور حضرت ادریس کا رفع آپ کے رفع کی نظیر نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت ادریس کا زندہ آسمان پر ہونا نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور نہ قادیانی کے نزدیک مسلّم۔ لہذا انکے رفع سے رفع روح مراد ہونا متعین ہے نہ رفع جسم ونفس

تیسرے مغالطہ میں جو آیت ورافعک الیّ کے ترجمہ میں قادیانی نے جعل وتصرف کر کے اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ پہلے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ہوئی پھر ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی، اس میں اس نے ان ہی جھوٹے دعووں سے جو پہلے اور دوسرے مغالطہ

میں اس سے سرزد ہوئے ہیں (توفّی بمعنی وفات اور رفع بمعنی رفع روح) کام لیا ہے اور اس کا کوئی نیا ثبوت نہیں دیا۔ لہٰذا اس کے جواب و ابطال میں ہماری طرف سے کوئی نئی بات کہنے کی ضرورت نہیں اور صرف یہ کہنا کافی ہے کہ اس آیت میں لفظ متوفّیک سے حضرت مسیح کا فوت ہو جانا مراد نہیں اور لفظ رافعک الیّ سے صرف رفع روح بلا جسم مراد نہیں بلکہ لفظ متوفّیک سے قبض مراد ہے اور رافعک الیّ کا لفظ اس کی ایک قسم خاص، قبض کا معین کرتا ہے۔ لہٰذا یہ آیت باوجود اس جعل و تصرف قادیانی کے کہ اس نے واؤ کا ترجمہ، پھر، سے کیا جو ثمّ کا ترجمہ ہے، اس کا دعوی حضرت مسیح کا فوت ہو جانا ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس معنی میں جو ہم نے بیان کئے ہیں ترتیب لفظی یا طبعی کا بھی خلاف نہیں ہوتا۔ اس صورت میں دونوں لفظ سے ایک ہی امر (قبض جسم مسیح) کے وقوع کی حکایت مقصود و مراد ہے، نہ دو امر غیر مرتب کی۔ اور اگر حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق پہلے لفظ متوفّیک سے حضرت مسیح کو وفات دینے کا وعدہ مراد لیں اور آیت کے یہ معنی کریں کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے وفات دینے والا ہوں یا دونگا (چنانچہ قادیانی نے بھی اس کے یہی معنی کئے ہیں) تو اس صورت میں حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے سے ترتیب طبعی کا خلاف نہیں ہوتا کیونکہ جو رفع طبعاً موت کے برابر ہوتا ہے وہ رفع روح ہے، نہ رفع جسم جو حضرت مسیح کے لئے تجویز کیا جاتا ہے۔ قادیانی نے اتنا نہ سوچا کہ یہ رفع جسمانی تو ہر وقت اجسام کو لاحق رہتا ہے، کبھی کوئی جسم نیچے ہوتا ہے کبھی اوپر چڑھ جاتا ہے۔ پھر اس رفع جسمانی کی تجویز سے قائلین رفع جسمانی حضرت مسیح پر الزام خلاف ترتیب طبعی کیونکر قائم ہوسکتا ہے۔

رہا اس صورت پر اس کا یہ اعتراض کہ اگر رفع جسم مسیح ہو چکا ہے اور وفات مسیح کا وقوع قیامت کے قریب ہوگا تو پھر آیت زیر بحث میں وفات کا ذکر پہلے اور رفع کا ذکر پیچھے کیوں ہوا؟ اس سے تو قرآن کی فصاحت ٹوٹ جاتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ فصاحت و بلاغت کے مفہوم سے واقف نہیں، اور نہ کتب معانی و بیان پڑھے ہیں۔ سنی سنائی باتوں یا اپنے نیم ملا حواریوں کے زبانی بیانات پر اعتماد کر کے ایسی باتیں دھر گھسیٹتے ہیں۔ کسی امر یا واقعہ کا جو پہلے ہوا ہو، پہلے ذکر کرنا، اور جو امر یا واقعہ پیچھے ہوا ہے، اس کا ذکر بیان پیچھے لانا، ضروری اور لازمی اور فصاحت و بلاغت کی شرط نہیں، بلکہ بعض اوقات پہلے امر کو پیچھے اور پچھلے کو پہلے بیان کیا جاتا ہے اور اس سے متکلم کی فصاحت و بلاغت میں نقصان واقع نہیں ہوتا۔

اس مقام میں اور فصحاء و بلغاء کی عبارات و محاورات کو پیش کیا جائیگا تو آپ ان کو غیر فصیح وغیر بلیغ کہدیں گے اور فرمائیں گے کہ ہمارا علم آسمانی اور ہمارا خدا ہمارا معلم اور باپ روحانی ہے ہم زمین والوں کے مقلد نہیں۔ قرآن کو تو آپ فصیح و بلیغ مانتے ہیں اس میں بہت سے امور و واقعات پیچھے کے پہلے اور پہلے کے پیچھے بیان ہوئے ہیں۔ جو اسی حرف عطف واؤ سے یا اس کی نظیر حرف او سے بیان ہوئے ہیں۔ اس مقام میں اس کی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ سورہ نساء میں ارشاد ہے:

انّا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوحٍ و النّبیّین من بعده و اوحینا الی ابراهیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب و الاسباط و عیسی و ایّوب و یونس و سلیمان۔ ہم نے تیری طرف وحی بھیجی ہے جیسی کہ نوح اور اس کے پچھلے نبیوں کی طرف وحی بھیجی ہے۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور انکی اولاد اور عیسی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف بھیجی ہے۔

اس میں حضرت عیسیٰؑ کی وحی کا حضرت سلیمانؑ وغیرہ کی وحی سے پہلے ذکر ہوا ہے حالانکہ یہ پیچھے وقوع میں آیا۔

۲۔ سورہ انعام میں ہے:

و وهبنا له اسحاق و یعقوب۔ کلاً هد ینا۔ و نوحاً هدینا من قبل ومن ذرّیته دا ؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسی و هارون۔ وکذلک نجزی المحسنین ۔ و زکریا و یحی وعیسی و الیاس۔ کلّ من الصّالحین ۔ و اسما عیل والیسع و یونس و لوطاً۔ کلاً فضّلنا علی العا لمین ۔(انعام۔ ع ۱۰)۔ کہ ہم نے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، ذکریا، یحیٰ، عیسیٰ، الیاس، اسماعیل، الیسع، یونس کو ہدائت کی۔

اس آیت میں حضرت داؤد وحضرت سلیمان کی ہدایت کے ذکر کو حضرت موسیٰ وحضرت ہارون پر مقدم کیا حالانکہ وہ ان سے پیچھے ہوئے۔ اور حضرت یحیٰ و حضرت عیسیٰ کو حضرت اسماعیل وغیرہ پر مقدم کیا حالانکہ وہ ان سے پیچھے تھے۔

۳۔ سورۃ ص میں ہے:

کذّبت قبلهم قوم نوحٍ وّ عادٍ وّ فرعون ذو الا تاد۔ و ثمود و قوم لوطٍ

و اصحا ب لئیکۃ ۔ اولئک الاحزا ب (ص ۔ ع ۱) کہ مکہ والوں سے پہلے قوم نوح اور عاد اور فرعون اور ثمود اور قوم لوط اور ایکہ والوں نے جھٹلایا۔

اس آیت میں تکذیب فرعون کو تکذیب قوم ثمود اور قوم لوط پر مقدم کیا حالانکہ وہ ان سے پیچھے ہوا

۴۔ سورہ ق میں ارشاد ہے:

کذّ بت قبلھم قوم نوح وّاصحا ب الرّس و ثمود۔ و عاد وّ فرعون و اخوان لوط۔ ا صحاب الأیکۃ و قوم تبّعٍ۔ کلّ کذّ ب الرّسل فحقّ وعید ۔ (ق ، ع ۔ ا) کہ مکہ والوں سے پہلے قوم نوح اور کنویں والوں نے اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے جھٹلایا اور ایکہ والوں نے جھٹلایا۔

یہاں ثمود کو عاد سے اور فرعون کو اخوان لوط سے مقدم کیا، حالانکہ وہ ان سے پیچھے ہوئے۔

ان آیات میں سے پہلی آیت میں معطوف بحرف عطف مجرور ہے۔ دوسری آیت میں منصوب ومفعول، تیسری و چوتھی آیت میں مرفوع اور فاعل ہے۔ اور ہر ایک کی مزید نظیریں قرآن میں بکثرت موجود ہیں۔ یہ معطوف بحرف واؤ کی مثالیں ہیں اب معطوف بحرف او کی مثالیں سنیں

سورہ نساء (رکوع ۳) میں تین جگہ حکم ترکہ میت کے بیان میں وصیت کا ذکر پہلے ہوا ہے اور ادائے دین (قرض) کا بعد میں، حالانکہ ادائے دین مقدم ہے اور وصیت کا نافذ کرنا مؤخر۔

من بعد وصیّۃ یوصین بھا او دین

من بعد و صیّۃ توصون بھا او دین

من بعد و صیّۃ یوصی بھا او دین

یہ مفردات (فاعل، مفعول اور مضاف الیہ) میں وقوع خلاف ترتیب وقوعی کا ثبوت ہے اب جملوں اور حکایات واقعیہ اور واقعات نفس الامریہ کو قرآن مجید کا ترتیب وقوعی برخلاف بیان کرنا ذکر کیا جاتا ہے۔

سورہ بقرہ (ع ٦) میں ہے:

و اذ قلنا ادخلوا ھذہ القریۃ فکلوا منھا حیث شئتم رغداً و ادخلوا البا ب سجداً و قولوا حطۃ نغفر لکم خطایا کم۔ و سنزید المحسنین

اور: واذ قلتم یا موسی لن نصبر علی طعامٍ واحدٍ فا دع لنا ربک یخرج لنا مما تنبت الارض من بقلھا وقثّا ئھا و فومھا و عدسھا و

بصلها۔ قال اتستبد لون الّذی ھو ادنی بالّذی ھو خیر۔ (بقرہ ع ۷)

بنی اسرائیل کا ایک شہر میں داخل ہونے کے وقت بجائے حطۃ کچھ اور کہنا پہلے بیان ہوا ہے، اور ایک کھانے پر صبر نہ کرنے اور ساگ ککڑی کا سوال کرنے کا ذکر پیچھے ہوا حالانکہ یہ قول، سوال، ان سے پہلے سرزد ہوا۔

و اذ اخذ نا میثا قکم و رفعنا فوقکم الطّور خذوا ما آ تینا کم بقوّۃ و اذ کروا ما فیہ لعلکم تتقون۔ (بقرہ)

تو انکو اس شہر میں جانے کا حکم ہوا۔ پھر اس قصہ وسوال و جواب کے بعد رفع طور کا ذکر ہوا جو سب سے پہلے واقع ہوا تھا جب حضرت موسیٰ تورات لائے تھے۔

ایسے ہی اور بہت قصص بنی اسرائیل ہیں جن میں ترتیب وقوعی کے برخلاف تقدیم و تاخیر ہے۔

و اذ قال ابرا ھیم ربّ اجعل ھذا بلداً آ مناً و ارزق اھلہ من الثّمرات من آمن باللّٰہ و الیوم الآخر۔ قال ومن کفر فامتّعہ قلیلاً ثم اضطرّہ الی عذا ب النّار و بئس المصیر

و اذ یرفع ابرا ھیم القواعد من البیت و اسماعیل ربنا تقبّل منّا انک انت السّمیع العلیم۔ (بقرہ۔ع ۱۵)۔

حضرت ابراہیم کو کعبہ کے پاک رکھنے کا حکم دینا پہلے بیان ہوا، جو بناء کعبہ کے بعد متصور ہے، اور قصہ بناء کعبہ کا ذکر بعد میں ہوا جو پہلے وقوع میں آ چکا تھا۔

ان قصص اور واقعات کو ناظرین قرآن اور تفاسیر میں دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ مرزا قادیانی نے اس بیان میں، کہ ایک مقدم چیز کو پیچھے اور موخر کو پہلے ذکر کرنا فصاحت و بلاغت کے مخالف ہے، جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ قرآن مجید کی آیات مذکورہ بالا سے جیسا جواز تقدیم و تاخیر ہم نے سمجھا ہے ویسا ہی علماء سابقین نے سمجھا اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کر کے بیان کیا ہے کہ حرف واؤ مطلق جمعیت کے لئے ہے۔ اس سے ترتیب بلافصل جو حرف ف سے سمجھی جاتی ہے، یا ترتیب بفصل وتراخی جو ثمّ سے مفہوم ہوتی ہے، فہم میں نہیں آتی۔ اسی واسطے واؤ کے ذریعہ سے ایک پچھلی چیز کو پہلے اور پہلی چیز کو پیچھے بیان کیا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ کتب لغت نحو معانی و بیان میں مفصل بیان ہوا ہے۔ قاموس میں ہے:

فا لواؤالمفردة اقسام الاولی العاطفة فتعطف الشیء علی مصاحبه فانجیناه واصحاب السفینة، وعلی سابقه ولقد ارسلنانوحاًوابرا ھیم ، وعلی لا حقه وکذلک یو حی الیک و الی الّذین من قبلک ۔

اور شرح ملا مبین میں ہے:

فا لواؤ للجمع مطلقاً لا تر تیب فیھا فقو له لا تر تیب فیھا بیان لا طلاقھا ای لا ترتیب فیھا بین المعطوف و المعطوف علیه ۔ بمعنی انّه لا فیھم ھذا التر تیب منھا وجود او عد ماً و الفاء للترتیب ای للجمع مع الترتیب بغیر مھله و ثم مثلھا اه مثل الفاء فی مطلق الترتیب مقرونة بمھلة و تاخ ،

اور مختصر معانی میں ہے :

نحو جاء نی زید و عمرو فان فیه تقبیلاً للفاعل بانّه زید و عمرو من غیر دلا لة علی تفصیل الفعل بان المجیئین مکانا معاً او مترتبین مع مھلة و بلا مھلة نحو جاء نی زید فعمر ثم عمرو فا لثلا ث تشترک فی تفصیل المسند الّا ان الفاء تدل علی التعقیب من غیر تراخ و ثمّ علی التراخی۔

ناظرین ان کتابوں کو ملاحظہ کریں ۔ اس مقام میں شاید یہ سوال ہو کہ اس بیان سے تقدیم وتاخیر کا جائز ہونا اور فصاحت و بلاغت کے مخالف نہ ہونا تو تسلیم ہوا مگر اس میں شک نہیں کہ جن امور کے ذکر و بیان میں خدا تعالی نے کوئی تر تیب اختیار فرمائی ہو اس کیلئے کوئی نہ کوئی وجہ ضروری ہے ۔ بس اگر لفظ متو فیک سے بنا بر قول ابن عباسؓ، حضرت عیسیٰؑ کو وفات دینے کا وعدہ مراد ہے اور اس کا وقوع بعد رفع جسم حضرت مسیح ہوگا تو پھر توفّی کو ذکر و بیان میں مقدم کرنے اور رفع کو موخر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی وجہ ایک یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو یہود سے قتل و ایذا کا خوف واندیشہ تھا۔ خدا تعالی نے اس خوف کو دور کرنے کے اہتمام کے لئے لفظ متوفیک کو مقدم کیا ۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو یہ جتا کر کہ تیرے قتل پر یہود قادر نہ ہوں گے، ہم خود تجھے طبعی موت سے وفات دیں گے، بے خوف و مطمئن کر دیا ۔ اس کے بعد ان کے رفع کا مژدہ سنایا۔ اور اگر

پہلے وعدہ رفع دیا جاتا تو اس میں ان کو اس سوال کا موقع رہتا کہ یہود تو میرے قتل پر آمادہ و تیار ہیں ، پھر یہ رفع کس کیفیت کا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت زکریا کو وعدہ فرزند مل جانے پر یہ سوال پیدا ہوا کہ میرے یہاں فرزند کیونکر ہوگا، میں تو بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ۔

یہ وجہ مرزا قادیانی کے اس کلام سے، جو بحوالہ جملہ تفاسیر مدارک، کشاف وغیرہ ازالہ اوہام کے ص ۳۴۹ میں موجود ہے، ہم نے نکالی ہے۔

قادیانی کی پہلی دلیل آیت یا عیسی انّی متوفّیک پر بحث ختم ہوئی جس سے یہ بات ناظرین کو بخوبی ثابت ہوگی کہ قادیانی نے جو کہا ہے کہ اس آیت میں توفّی سے حضرت مسیح کا فوت ہو جانا مراد ہے اور رفع سے ان کی روح کا اٹھایا جانا، اس میں محض کذب و مغالطہ سے اس نے کام لیا ہے۔ قرآن وحدیث اور کتب لغت اور محاورات عرب میں اس پر شہادت نہیں پائی جاتی اور سلف وخلف صحابہ وتابعین محدث ومفسر اس اعتقاد و بیان مراد میں اسکے موافق نہیں۔

اس بحث کے بعد مرزا قادیانی کے دوسرے دلائل آیات قرآنیہ کے اوپر بحث کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی، تاہم عوام کی سہولت کی نظر سے ان آیات کو ذکر کر کے ان آیات سے قادیانی کے دعوی کا ثابت نہ ہونا ظاہر کیا جاتا ہے۔

دوسری آیت جس کو قادیانی نے حضرت مسیح کی وفات پر دلیل بنایا ہے وہ آیت سورہ نساء ہے جو اوپر منقول ہو چکی ہے۔ اور اس میں یہ بیان ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا، بلکہ خدا تعالی نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔

قادیانی نے اس آیت کے ابتداء کو مخالف مدعا سمجھ کر اس مقام میں چھوڑ دیا اور سرقہ کیا اور اس کے آخر بل رّفعه اللّٰه اليه کو اپنی دلیل بنالیا اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۹۹ میں اس کی نسبت کہا ہے کہ

رفع سے مراد اس جگہ موت ہے۔ جو عزت کے ساتھ ہو، جیسا کہ مقربین کیلئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روح علیین تک پہونچائی جاتی ہے۔

اس مراد کا نقلی ثبوت قادیانی نے بجز اس کے کچھ پیش نہیں کیا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے اور فوت شدہ کی صرف روح آسمان پر اٹھائی جاتی ہے، نہ اس کی نعش وجسم۔ اس کے سوا جو کچھ اس نے رفع کے متعلق کہا ہے وہ عقلی ڈھکوسلے ہیں اور نیچری شبہات کہ مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو وہاں سانس کے لئے ہوا کہاں سے لیتے ہوں گے، کھاتے پیتے کیا ہوں گے؟

بول و براز کہاں کرتے ہوں گے، بال وناخن کس سے کٹواتے ہوں گے؟ وغیرہ ۔ (دیکھو ازالہ اوہام قادیانی ص ۲۶۳ لغایت ۲۶۷ ، نیز صفحہ ۳۲۴ تا ۳۲۸ ، اور صفحہ ۳۴۳ تا ۳۴۶ ، اور ۳۸۶ تا ۳۸۸ ، اور ۵۴۹ تا ۵۵۱ ، اور ۵۹۹ ، اور ۹۲۴ وغیرہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ نقلی ثبوت کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ جن الفاظ قرآن وحدیث سے قادیانی حضرت عیسیٰ کی وفات نکالتا ہے ان الفاظ سے وفات کا مراد ہونا ثابت و تعین نہیں۔ تو پھر ان کے رفع سے صرف روح کا اٹھایا جانا، جو ثبوت وفات پر موقوف اور اسکی فرع تھا، کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ ان الفاظ سے تو حضرت مسیح کی حیات ثابت ہے لہذا ان کے رفع سے بجز رفع جسم کچھ مراد نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بھی بیان کر آئے ہیں کہ اس آیت میں رفع سے صرف رفع روح کا مراد ہونا اس وجہ سے بھی ناجائز ہے کہ اس کے نظائر لفظ ما قتلوہ وما صلبوہ کی ضمیر سے صرف روح مراد نہیں ہوسکتی بلکہ جسم مراد ہے۔ تو رفعہ کی ضمیر سے بھی صرف روح مراد نہیں ہوسکتی وبناء علیہ یہ آیت حضرت مسیح کی حیات کی دلیل ہے، نہ کہ وفات کی۔ اسی نظر سے قادیانی نے اس آیت کے ابتداء کو سرقہ کیا اور صرف اخیر کو معرض استدلال میں پیش کیا۔

رہا اس کے عقلی ڈھکوسلوں اور نیچری شبہوں کا جواب، سو بحث عقلی وفات مسیح میں دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالی

اس مقام میں ناظرین کو مرزا قادیانی کی بے علمی جتانے کی غرض سے یہ بیان کرنا بھی نامناسب نہیں کہ قادیانی نے اس آیت کو دعوی وفات مسیح پر ایک دلیل بنایا ہے اور اس دلیل کے ثبوت پر حضرت مسیح کی وفات کو دلیل ٹھہرایا ہے، اور یہ دور ہے۔ اگر اس کے دعوے و دلیل کی تقریر یوں کریں کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں کیونکہ آیت بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں ان کا فوت ہونا مراد ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ یا یہ مصادرہ علی المطلوب ہے اگر اس کی تقریر یوں کریں کہ بحکم آیت بل رّفعہ اللّٰہ الیہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اس لئے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اور یہ دونوں امر علم منطق وغیرہ سے ناواقفی پر مبنی ہیں۔

اور اگر قادیانی کا یہ خیال ہو کہ دعوی وفات مسیح کی دلیل پہلی آیت انی متوفیک ہے اور وہی آیت اس آیت دوم میں رفع سے موت مراد ہونے پر دلیل ہے، تو پھر اس آیت کو مستقل وجداگانہ دلیل نمبر دوم ٹھہرانا اس کی بے علمی کی دلیل ہے۔ یہ آیت پہلی آیت کے سوا بزعم قادیانی وفات مسیح کو ثابت نہیں کرسکتی تو یہ دوسری دلیل کیونکر ہوسکتی ہے۔

فلمّا توفّیتنی

تیسری آیت جس کو قادیانی نے وفات مسیح پر دلیل ٹھہرایا ہے وہ آیت سورۃ مائدہ ہے فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم و انک علی کلّ شئٍ قدیر (مائدہ)۔ کہ حضرت عیسی، اللہ تعالی کو کہیں گے کہ تو نے مجھ کو قبض کیا تو، تو ان کا نگہبان رہا۔

اس آیت کا قادیانی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ، تو نے مجھے وفات دی تو، تو ہی ان پر نگہبان رہا۔ پھر اس معنی کے ثبوت پر ان آیات کا قادیانی نے اعادہ کیا جو گذر چکی ہیں۔

علاوہ براں ایک دلیل یہ بیان کی ہے کہ یہی لفظ فلمّا توفّیتنی آنحضرت ﷺ حوض کوثر پر فرمائیں گے جس سے آپ کی یہی مراد ہوگی کہ تو نے مجھے وفات دی، تو پھر حضرت عیسیؑ کی بعینہ اس کلام سے اور معنی مراد لینا کیونکر جائز ہے۔ اور یہ بیان کیا ہے کہ اس آیت سے پہلے اذ قال اللّٰہ یا عیسی کہا گیا ہے (جس کا مطلب یہ ہے کہ عیسی کو خدا تعالی پوچھے گا کہ تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنانا) اور ظاہر ہے کہ قال ماضی کا صیغہ ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص ماضی کے لئے آتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت سے زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا، نہ زمانہ استقبال کا۔ اور ایسا ہی جو جواب حضرت عیسی کی طرف سے ہے وہ بھی بصیغہ ماضی ہے فلمّا توفّیتنی۔ اس کی نظیر خدا کا یہ قول ہے واذ قال ربّک للملائکۃ .. جو قصہ ماضی ہے، نہ بزمانہ آئندہ۔

اور اس بیان پر نازاں ہو کر قادیانی نے یہ بھی کہا ہے کہ جو لوگ اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ یہ نزول حضرت عیسیؑ کے بعد کا واقعہ ہے، وہ ایسی تاویل رکیک سے شرم نہیں کرتے (دیکھو ازالہ اوہام۔ ص ۸۹۰ وغیرہ)

اس دلیل کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ پہلی دلیل قادیانی کے جواب میں ثابت ہو چکا ہے کہ توفّی کے حقیقی معنی صرف وفات دینے کے نہیں بلکہ مطلق قبض کے ہیں جس کے کئی انواع و اقسام ہیں، وفات دینا، سلا دینا، قبض کرنا وغیرہ۔ اور یہ سب معانی اس لفظ سے بحسب مقتضائے مقام شہادت قرینہ مراد لئے جاتے ہیں۔ بناء علیہ اس آیت میں توفّیتنی کے لفظ سے بشہادت

قرائن مذکورہ بالا قبض جسم کے معنی مراد ہیں، نہ کہ وفات دینے کے۔ قادیانی نے جو اس معنی وفات کو توفّی کے حقیقی معنے قرار دیئے ہیں اور اس پر بضمن دلیل اول شواہد پیش کئے ہیں، اس کا جواب دنداں شکن دیا گیا ہے۔

اور جو اس مقام میں اس پر اس نے دلیل پیش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے کلام میں یہ لفظ توفّیتنی وارد ہے تو اس کے معنی وفات دینے کے لئے جاتے ہیں۔ پھر حضرت مسیح کے کلام میں بعینہ اس لفظ کے معنی وفات دینے کے کیوں نہ ہوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی حضرت مسیح کی طرح بلاموت زندہ آسمان پر اٹھائے جاتے، تو آپ کے کلام میں بھی وہی معنی قبض جسم لئے جاتے۔ آنحضرت ﷺ وفات پاچکے ہیں، اور زندہ آسمان پر موجود نہیں ہیں، تو پھر آپکے کلام میں اس لفظ سے معنی قبض جسم کس قرینہ سے مراد لئے جائیں؟ آنحضرت ﷺ کا بعینہ مسیح کے کلام کو اپنی کلام میں اختیار فرمانا اس امر کی دلیل نہیں کہ جس معنی سے حضرت مسیحؑ وہ لفظ بولیں گے ان ہی معنی سے آنحضرت ﷺ نے وہ لفظ فرمایا ہے۔

دوسرا جواب: فرض کیا اور مان لیا کہ اس کلام میں حضرت مسیح کے لفظ توفّیتنی سے مطلق قبض کے معنی مراد ہیں جو موت اور قبض روح کو بھی شامل ہیں اور اس لفظ سے آپ کے دونوں زمانوں (زمانہ قبض جسم و قیام آسمان، اور زمانہ قبض روح بعد نزول) کے حال کی حکایت ہے، مگر اس صورت میں بھی اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں کیونکہ اس آیت میں کسی گذشتہ زمانہ میں مسیح کے اس قول کی حکایت نہیں ہے بلکہ آئندہ زمانہ قیامت کے دن کی یہ حکایت ہے کہ خدا تعالی، مسیح سے یہ سوال کرے گا: کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اپنا معبود بنا لینا؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ خداوندا میں نے تو ان کو وہی کہا تھا جو تو نے مجھے حکم دیا تھا، میں جب تک ان میں رہا ان کا نگران رہا اور جب تو نے مجھے قبض کر لیا تو، تو ان پر نگہبان ہوا۔

و اذ قال اللّٰہ یا عیسی بن مریم أأنت قلت للنّاسِ اتّخذونی و امّی الھین من دون اللّٰہ ۔ قال سحا نک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحقّ ۔ ان کنت قلتہ فقد علمتہ۔ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک۔ انک انت علّام الغیو ب ۔ ما قلت لھم ا لّا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللّٰہ ربّی و ربکم۔ وکنت علیھم شھیداً مّا دمت فیھم۔ فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم ۔ و انک علی کلّ شئیٍ قدیر (مائدہ۔ ع ۱۶)

اور یہ امر ظاہر و مسلّم فریقین ہے کہ اس دن سے پہلے وہ ضرور وفات پا چکے ہوں گے۔ لہذا اس آیت سے ان کی موت ہی مراد ہے، تو قیامت سے پہلے ان کا وفات پا جانا ثابت ہوتا ہے، نہ اس وقت مردہ ہونا۔

ہمارے اس بیان پر کہ اس آیت میں زمانہ قیامت کی حکایت ہے، نہ زمانہ گذشتہ کی، یہ دلیل ہے کہ اس آیت سے پہلے ارشاد ہے کہ جس دن (یعنی قیامت کو) خدا تعالی رسولوں کو اکٹھا کر کے کہے گا کہ تم کو تمہاری امتوں نے کیا جواب دیا، تو وہ جواب میں کہیں گے ہم کو اس کا علم نہیں۔ اس کے بعد حضرت عیسی کو بلفظ اذ قال مخاطب فرما کر ان نعمتوں کو شمار کیا جو ان پر خدا نے انعام کیں اس کے بعد اس سوال و جواب کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد یہ فرما دیا کہ یہ وہ دن ہے:

یوم یجمع اللّٰہ الرّسل فیقول ما ذا اجبتم ۔ قالوا لا علم لنا۔ انک انت علّام الغیوب (مائدہ ۔ ع ۱۵)

. قال اللّٰہ ھذا یوم ینفع الصّادقین صدقھم۔ لھم جنّات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابداً (مائدہ ع ۔ ۱۶)

جس میں سچوں کو ان کا سچ بولنا نفع پہنچائے گا۔ انکے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہ دونوں آیات صریح شاہد ہیں کہ اس سوال و جواب میں بطور پیشین گوئی واقعہ آئندہ روز قیامت کی حکایت مقصود ہے نہ کہ گزشتہ زمانہ کی۔

قادیانی نے جو بڑے فخر اور ناز کے ساتھ اس بیان کو غلط اور موجب شرم قرار دیا ہے، اور اسکے مقابلہ میں اس بات کا دعوی کیا ہے کہ اس آیت میں وقت نزول سے پہلے زمانہ کی حکایت ہے اور س پر لفظ اذ سے جو ماضی کی ظرف ہے اور لفظ قال اور توفّیتنی سے جو ماضی کے صیغہ ہیں تمسک کیا ہے اور اس کو اذ قال ربّک للملائکۃ کی نظیر سمجھا ہے، یہ کمال شرم کا موجب ہے۔

اگر قادیانی میں کچھ شرم ہو کیونکہ اس آیت کو بنظر لفظ اذ قال گذشتہ واقعہ کی حکایت قرار دینا صرف بعض اشخاص سدی وغیرہ کی ہے، ان کے سوا تمام مفسرین اس رائے کو غلط قرار دیتے ہیں اور اس آیت کو قیامت کے دن کی حکایت کہتے ہیں اور لفظ اذ قال کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ اذ محاورہ قرآن میں مستقبل کیلئے بھی آتا ہے۔ اور اس قصہ کے واقعات کو قال وغیرہ ماضی کے صیغوں سے حکایت کرنا اس امر کے اظہار کیلئے ہے کہ یہ واقعہ آئندہ ایسا یقین الوقوع ہے کہ گویا ہو چکا ہے۔

تفسیر معالم (ص ۳۰۲) میں لکھا ہے: اختلفوا فی هذا القول متی یکو ن فقال السّدی قال اللّه تعالی هذا القول لعیسی حین رفعه الی السّماء ولانّ حرف اذ تکو ن للما ضی و قال سا ئر المفسّرین انّما یقول اللّه تعالی هذا القول یوم القیامة بد لیل قوله تعالی یو م یجمع اللّه الرّسل، و قال من بعد، هذا یوم ینفع الصّادقین صدقهم والمراد بهمایوم القیامه وقد تجیء اذ بمعنی اذا کقو له تعا لی ولو تری اذا فزعوا یوم القیامه.... وان لم تکن بعد.. کا لکا ئنة لانّها آ تیة لامحا لة

اس قول کی نسبت یہ اختلاف ہے کہ یہ کب واقع ہوگا۔ سدی کا قول ہے کہ یہ قول خدا تعالی نے اس وقت کہا تھا جب اسکو آسمان کی طرف اٹھایا تھا۔ اس پر اس کی دلیل یہ ہے کہ حرف اذ ماضی کے لئے آتا ہے۔ اسکے سوا تمام مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ قول خدا تعالی حضرت عیسی کو قیامت کے دن فرمائے گا۔ انکی دلیل یہ کہ اس قول سے پہلے خدا نے فرمایا ہے کہ خدا تعالی جس دن رسولوں کو جمع کرے گا .. تا آخر... اور اس کے بعد فرمایا ہے، یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا، اور ان دونوں سے قیامت کا دن مراد ہے (لہذا وہ قول جو ان دونوں قولوں کے بیچ میں ہے، قیامت ہی کو کہا جائے گا) اور لفظ اذ بمعنی اذا بھی آتا ہے جو مستقبل کی طرف ظرف ہوتا ہے۔ اس کی نظیر خدا تعالی کا وہ قول ہے جس میں ارشاد ہے: کاش تو انکو دیکھے جب وہ گھبرائیں گے (اس میں آئندہ روز قیامت کے گھبرانے کو لفظ اذا اور صیغہ ماضی سے بیان کیا ہے) اور قیامت اگرچہ اس وقت تک واقعہ نہیں ہوئی مگر چونکہ وہ ضرور ہونے والی ہے اس لئے اس سوال و جواب میں لفظ ماضی اس سے حکایت ہوئی ہے۔ اور یہ بات جتائی گئی ہے کہ گویا وہ ہو چکی ہے۔

ایسا ہی تفسیر فتح البیان ج ۳ میں ہے جو تفسیر معالم کا خلاصہ مضمون ہے

و اذ هھنا بمعنی اذا کقو له تعا لی و لو تری اذا فزعوا تعبیراً عن المستقبل بلفظ الما ضی تنبیها علی تحقق وقوعه

اور تفسیر کبیر میں ہے:

فهذا الکلام انّما یذ کره لعیسی یوم القیا مة و منهم من قال انّه تعالی قال هذا الکلام لعیسی حین رفعه الیه و تعلق بظاهر قوله و

اذ قال اللّٰہ ، و اذ تستعمل للما ضی و القول الاول اصح لانّ اللّٰہ عقب ھذہ القصة بقولہ ھذا یوم ینفع الصّادقین و المراد بہ یوم القیامة وامّاالتمسک لکلمة اذ فقد سبق الجواب عنی (ج۳ص۶۹۸)

اخر ج قولہ اذ قال اللّٰہ علی لفظ الما ضی دون المستقبل و فیہ و جوہ : الاول الد لا لة علی قریب القیا مة حتی کانّھا قامت و وقعت و کل آ تٍ قریب و یقال الجیش قد اتی اذا قرب ایتانھم قال اللّٰہ تعا لی ا تی امر اللّٰہ ۔

الثّانی انّہ ورد علی حکا یة الحال و نظیرہ قول الرّ جل کا نک بنا ؟ و قد د خلنا بلدة کذا فصنعنا فیھا کذا اذ صا ح صا ئح فترکتنی واجبتہ و نظیرہ من القرآن قولہ تعا لی و لو تری اذ فز عوا فلا فوت و لو تر ی اذ یتوفّی الّذ ین کفروا الملا ئکة و تری اذ الظّالمو ن ھو ... عند ر بھم

و الوجہ فی کل ھذہ الآیات ما ذکر ناہ من انّہ خر ج علی سبیل الحکا یة من الحا ل (تفسیر کبیر ج ۳)

کہ یہ کلام حضرت عیسیٰؑ سے خدا تعالی قیا مت کے دن کر ے گا ۔ بعض کا یہ قول ہے کہ یہ اس وقت کہا تھا جب آ خر میں عیسیٰؑ کو خدا تعا لی نے اپنی طرف اٹھا لیا تھا ۔ وہ آ یت کے ظا ہر لفظ اذ قال سے لپٹا ہے کیونکہ لفظ اذ قال ماضی کے لئے استعمال کیا جا تا ہے مگر صحیح وہی پہلی بات ہے کیونکہ خدا تعا لی نے اس قصہ کے بعد فر ما یا ہے کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو سچ نفع دے گا ، سو قیا مت کا دن ہے ۔ رہا جواب لفظ اذ ، سو گذر چکا ہے اور اس سے پہلے کہا ہے کہ اذ قال اللّٰہ ماضی کے صیغہ سے فر مایا ، نہ صیغہ مستقبل سے ۔ اس کی کئی وجہ ہیں ۔ پہلی وجہ یہ کہ ماضی کے لفظ سے قیا مت کا قرب مفہوم ہو تا ہے اور عرب میں ہر آ نے والی چیز کو قریب بو لتے ہیں ۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ لشکر آ گیا جب اس کا آ نا قریب ہو ۔ اسی محاور ے پر خدا تعالی فر ما تا ہے اتی امر اللّٰہ یعنی خدا کا حکم قیا مت یا عذا ب آ گیا ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ بطور حکا یت حال بو لا ہے یعنی جو حال آ ئندہ واقع ہو گا اس کو واقع شدہ صورت میں بیان کیا گیا ہے ۔ اسکی نظیر محاورہ عرب میں ایک آ دمی کا دوسرے کو یہ کہنا ہے کہ گو یا میں اور تو ایک شہر

میں داخل ہوئے اور ہم نے ایک کام کیا۔ ناگاہ ایک شخص چلایا تو تو نے مجھے چھوڑ دیا اور میں اس کے پیچھے بھاگا (جس سے مراد یہ ہے کہ آئندہ ایسا ہوگا) اور اس کی نظیریں قرآن میں یہ ہیں۔ و لو تری اذ فزعوا۔ اذ یتوفّی الّذین کفروا ۔اذ الظّا لمون ۔ جن کا وقوع آئندہ ہوگا مگر اس کو بلفظ اذ بیان کیا گیا ہے۔

لفظ اذ اور صیغہ ماضی سے آئندہ واقعات کو حکایت کرنا قرآن میں بکثرت ہے اس کی چند مثالیں امثلہ مذکورہ کے علاوہ ایک ہی آیت میں اور سنو۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

اذ تبرا الّذین اتّبِعوا من الّذین اتبعوا و رأوا لعذاب و تقطّعت بهم الاسباب۔ و قال الّذین اتّبعوا لو انّ لنا كرّة فنتبرأ منهم كما تبرؤا منّا۔ (بقرہ :۱۶۶۔۱۶۷) جب وہ لوگ جن کی پیروی ہوتی ہے ان لوگوں سے بے زار ہوں گے جو ان کے پیرو تھے اور وہ عذاب دیکھیں گے اور ان کے تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور وہ لوگ کہیں گے جو انکے پیرو تھے، کاش ہمارے لئے دنیا کی طرف پھرنا ہوتا تو ہم بھی ان سے بیزار ہوں جیسے وہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں۔

اس آیت میں وہی اذ جو ماضی کی ظرف ہوتا ہے بمعنی مستقبل استعمال ہوا۔ اس کے بعد تبرأ، اور رأو ، اور تقطعت یہ سب ماضی کے صیغے ہیں اور ان سے مضارع کے معنی مراد ہیں۔ ان سب کو بلفظ ماضی لانا اسی غرض سے ہوا ہے کہ ان کا آئندہ وقوع یقینی معلوم ہو اور یہ سمجھا جائے کہ گویا یہ امور واقعہ ہو چکے۔

چھوٹی یا بڑی کتب نحو کو دیکھو گے تو ان میں بھی یہ مسئلہ پاؤ گے کہ اذ کبھی مستقبل کیلئے بھی آتا ہے۔ کافیہ و شرح ملا مبین میں ہے کہ اذ بمعنی ماضی ہوتا اور کبھی مستقبل کیلئے بھی آجاتا ہے جیسا کہ اس قول خداوندی میں کہ شتاب دیکھ لیں گے جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہونگے۔ اس آئندہ واقعہ روز قیامت کو بلفظ اذ حکایت کیا ہے اور اس سے مستقبل کا ارادہ کیا ہے

و منها اذ الكائنة للماضى و قد يجىء للمستقبل لقوله تعالى فسوف يعلمون اذ الاغلال فى اعنا قهم (شرح ملا مبين ص ۲۳۴)

اور جیسا کہ قرآن میں یقینی آنے والے واقعہ کو بلفظ ماضی بیان کیا گیا ہے ایسا ہی یقینی گزشتہ واقعہ ماضی کو بلفظ مضارع اس امر کے اظہار کیلئے بیان کیا گیا ہے کہ وہ واقعہ یقیناً وقوع میں آچکا ہے کہ گویا اب اس کا وقوع نظر آرہا ہے اسکی مثالیں بہت ہیں، ازانجملہ دو بیان کی جاتی ہیں:

و اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل ۔ ربّنا تقبّل منّا۔ انک انت السّمیع العلیم (بقرہ ع ۱۵) جب ابراہیم اور اسماعیل خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھا رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اے خداوند تو ہم سے قبول کر تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس واقعہ ماضی کو خدا تعالی نے بلفظ یرفع ، جو مضارع ہے، حکایت کیا اور اس سے یہ جتایا کہ یہ واقعہ ایسا یقینی الوقوع ہے کہ گویا اب سامنے ہو رہا ہے۔

بیضاوی میں ہے کہ اس قول خداوندی میں حکایت ماضی کی بلفظ مضارع ہوئی ہے۔

اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت حکایة حال ماضیة (بیضاوی)

فتح البیان میں ہے کہ اس سے مقصود اس امر کا اظہار ہے کہ وہ صورت عجیبہ سامنے حاضر ہو رہی ہے: حکایةحال ماضیة استحضار الصور العجیبة۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اذ یقول المنافقون و الّذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللّٰہ و رسولہ الّا غروراً۔ جب کہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے کہتے ہیں کہ ہم کو تو خدا اور رسول نے دھوکہ ہی کا وعدہ دیا ہے۔

اس میں واقعہ ماضی کی لفظ مضارع یقول سے اسی غرض استحضار سے حکایت کی ہے۔

فتح البیان، معالم، تفسیر کبیر وغیرہ میں ہے کہ اس سوال سے جو عیسیٰؑ سے خدا تعالی کرے گا، مقصود نصاریٰ کو زجر و الزام دینا ہے۔ یہ مقصود بھی اس امر کا مؤید ہے کہ وہ سوال و جواب قیامت کو ہوگا کیونکہ قیامت سے پہلے وہ اس سوال و جواب کے وقوع کو کب مانتے ہیں اور اس سے انکار جبر و الزام سب مقصود ہے۔ تفسیر معالم (ص۳۰۳) میں ہے:

فان قیل فما وجہ ھذا السّوال عنہ مع علم اللّٰہ عزّ و جلّ انّ عیسی لم یقلہ ، قیل ھذا السّوال عنہ لتوبیخ قومہ و تعظیم امرھذہ المقالة

ان شواہد قرآنیہ اور آثار سلفیہ سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت میں واقعہ آئندہ کی حکایت ہے اور لفظ اذ قال اس واقعہ کے آئندہ ہونے سے مانع نہیں۔ و بناء اگر اس آیت سے ایسے ہی معنی کریں جو حضرت عیسیٰؑ کی وفات کو بھی شامل ہوں، تب بھی اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس آیت کے نزول سے پہلے یا اس وقت فوت ہو چکے ہیں۔ بلکہ ان معنی سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت اللہ تعالی کا یہ سوال اور اس کا جواب واقع ہوگا اس وقت سے پہلے وہ فوت ہو چکے

ہوں گے اور یہ امر ہمارے اعتقاد کے مخالف نہیں اور قادیانی کے دعوی کا مؤید و موافق نہیں ہے۔

اب قادیانی صاحب اوران کے اتباع جو علماء کہلا کر علم کے نام کو بدنام کر رہے ہیں کچھ شرم وحیا کو کام میں لاویں اور تھوڑی دیر کے لئے انصاف اختیار کر کے فرمائیں کہ اس آیت کی تفسیر میں رکیک تاویل کس کی ہے۔آپ کی یا جمہور مفسرین اہل اسلام کی۔اوراس تاویل سے شرمندہ ہونا کس کا حق ہے، جمہور مفسرین کا یا آپ کا۔

آپ نے سدی کے قول باطل کی تقلید کر کے جمہور علماء اسلام کو شرمندہ کرنا چاہا تھا۔اب کہو کون شرمندہ ہوا؟ آپ نے سدی کی اسبات میں تو تقلید کی ہے کہ یہ قول خداوندی، حضرت مسیح کو گزشتہ زمانہ میں کہا گیاہے مگر آپ نے اس قول کی پیروی چھوڑ دی کہ: وہ قول اس وقت کہا گیا تھا جب حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالی نے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔

یہ دوسرا امر آپ کیلئے شرم کا موجب ہے کہ لا تقربوا الصّلوۃ کو لے لیا اور انتم سکاری وچھوڑ دیا اور ا تؤمنون ببعض الکتاب وتکفرو ن ببعض کا خطاب حاصل کیا

ناظرین! مرزا قادیانی کے دعوی وفات پر قرآن کی صرف دو ہی ایسی آیتیں تھیں جن میں حضرت مسیح کا ذکر اور لفظ توفّی کا ورود ہے۔ اس کے سوا جس آیت قرآن کو اس نے ہاتھ مارا، اس سے اپنا بے علم و بے انصاف ہونا ظاہر کیا۔(اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۴۔ص ۵ تا ۱۰۸)

حجت علی القادیانی

حجت الاسلام کے نام سے ۳۰ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ مرزا قادیانی نے مئی ۱۸۹۳ء میں شائع کیا جس میں عیسائیوں سے امرتسر میں مجوزہ مباحثہ کی شرائط وغیرہ لکھی ہیں، اور انہیں مباہلہ اور نشان نمائی کی دعوت دی ہے۔ اور اہل جنڈیالہ اور ڈاکٹر کلارک اور مرزا کے مابین جو خط و کتابت بابت مباحثہ ہوئی وہ بھی اس میں درج ہے۔ اوراس میں مرزا نے لکھا کہ:

لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کرے جس کو خدا نے اپنے آسمانی نشان سے غالب کیاہے۔ اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کردے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف

جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالے کر دے۔

اس حجۃ الاسلام میں مرزا قادیانی نے اپنے مرید مرزا خدا بخش کے ہاتھ یکم اپریل ۱۸۹۳ء کو مولانا بٹالوی کو کچھ اشیاء بھیجنے کا ذکر کیا ہے (مرزا خدا بخش ضلع جھنگ کے تھے۔ لاہور کے ایک کالج میں پڑھا۔ پھر مولوی فاضل، منشی فاضل وغیرہ کیا۔ نواب محمد علی خان کے پرائیویٹ سکرٹری رہے۔ عسل مصفی نامی کتاب لکھی۔ نواب ضمیر مرزا، اور مولوی عبدالوہاب امام مسجد صدر بازر دہلی سے مباحثہ ہوا۔ حکیم نورالدین کے بعد پہلے مرزا محمود کی بیعت کی پھر مخالف ہوکر لاہور چلے گئے جہاں ۱۹۱۴ء میں احمدیہ انجمن اشاعت بنائی۔ ۱۹۳۷ء میں فوت ہوئے۔ یاد رفتگان۔ لاہوری جماعت کی کتاب جو اس جماعت کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر تیار کی گئی)، اور و انّی رأیت انّ ھذا الرجل..الخ..(کہ بٹالوی مجھ پر ایمان لے آئے گا) والی پیشگوئی بھی اس کتابچے میں درج ہے جس کے آخر میں ۴ مئی ۱۸۹۳ء کی تاریخ لکھی ہوئی ہے اور جلال دین شمس قادیانی نے لکھا ہے:

اس رسالہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک رؤیا کی بنا پر یہ پیش گوئی بھی کی کہ وہ میرے ایمان کو مان لے گا اور اپنی موت سے پہلے میری تکفیر سے تائب ہوگا۔ اور یہ پیش گوئی بزبان حال اس وقت پوری ہوئی جب وہ مرزا صاحب کی دعوت مباہلہ پر مباہلہ میں شامل نہ ہوا۔ اور مرزا صاحب نے مباہلہ سے پہلے بذریعہ اشتہار یہ شائع کر دیا تھا کہ:

> اگر شیخ محمد حسین دہم ذی قعد ۱۳۱۰ھ کو مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوا تو اس روز سے سمجھا جائے گا کہ وہ پیش گوئی جو اس کے حق میں چھپوائی گئی کہ وہ کافر کہنے سے توبہ کرے گا، پوری ہوگئی۔

اور سچائی کا اظہار نامی مرزا صاحب کا ایک کتابچہ مئی ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔ اس میں عبداللہ آتھم کا وعدہ بابت اسلام ہے۔ ڈاکٹر کلارک کے اشتہار کا جواب، محمد بخش پاندہ کا جواب کہ میں منکروں کو کافر سمجھتا ہوں۔ اور اس کے صفحہ ۴۷ میں مرزا قادیانی نے کہا ہے:

> تمام مستند علماء جن کو خدا نے علم و عمل بخشا ہے اور نور فراست ایمانیہ عطا کیا وہ سب میرے ساتھ ہیں اور اس وقت چالیس کے قریب ہیں۔ اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی اور علمی و عملی کمالات سے تہی دست ہیں۔

مزید یہ کہ مرزا نے تین عرب علماء کے خطوط بھی شائع کئے ہیں جنہوں نے بقول ان کے آپ کے دعوی کی تائید کی تھی۔

مولانا بٹالوی، قادیانی کی تازہ دروغ گوئی (عیسائیوں کو امداد) کے زیر عنوان اشاعۃ

السنہ جلد ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی اپنے رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۱۱ میں یہ کہتا ہے:

واضح ہو کہ شیخ صاحب بٹالوی کی خدمت میں وہ اشتہار جس میں بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے ان کو دعوت دی گئی تھی بتاریخ یکم اپریل ۱۸۹۳ء پہنچایا گیا تھا چنانچہ مرزا خدابخش صاحب جو اشتہار لے کر لاہور گئے تھے یہ پیغام لائے کہ بٹالوی صاحب نے وعدہ کر لیا ہے جو یکم اپریل سے دو ہفتہ تک جواب چھاپ کر بھیج دیں گے، سو دو ہفتہ تک جواب کا انتظار رہا اور کوئی جواب نہ آیا۔ پھر دوبارہ ان کو یاد دلایا گیا تو انہوں نے بذریعہ اپنے خط کے جو میرے اشتہار میں چھپ گیا ہے، یہ جواب دیا کہ ہم اپریل کے اندر اندر جواب چھاپ کر روانہ کر دیں گے۔ چنانچہ اب اپریل بھی گذر گیا اور بٹالوی صاحب نے دو وعدے کر کے تخلف کیا۔ ہم ان پر کوئی الزام نہیں لگاتے مگر انہیں شرم آنی چاہیے کہ وہ آپ تو دوسروں کا نام کاذب اور وعدہ شکن رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کا کچھ لحاظ نہیں کرتے۔

مولانا بٹالوی، مرزا صاحب کے خطاب میں فرماتے ہیں:

نہ مرزا خدابخش یکم اپریل (۱۸۹۳ء) کو میرے پاس آپ کا اشتہار لایا، نہ میں نے یکم اپریل سے دو ہفتہ تک وعدہ جواب کا کیا۔ مرزا خدابخش تو ۷۔ اپریل کو جمعہ کے دن مجمع عام میں وہ اشتہار لایا جس پر میں نے اس وقت صرف اتنا کہا کہ اس کا جواب سوچ کر دیا جاوے گا۔ اس کے سوا نہ جواب کا وقت مقرر کیا، نہ کسی میعاد کے اندر جواب چھاپ کر بھیجنے کا وعدہ کیا۔ آپ یا آپ کا وکیل خدابخش اپنے بیان مذکور میں سچے ہیں تو اس پر شہادت پیش کریں۔ یہ نہ ہو سکے تو جھوٹے پر حسب عادت قدیم خود لعنت کہیں۔

ہم سے شہادت چاہیں تو ہم اپنے بیان پر شہادت پیش کرنے کو حاضر ہیں اور جھوٹے پر لعنت کہلائیں، تو لعنت کہنے کو بھی مستعد ہیں۔

دوبارہ آپ نے تقاضا جواب کیا، تو اسکے جواب میں جو کچھ ہم نے لکھا تھا وہ آپ کے اشتہار ۱۹۔ اپریل اور ہمارے رسالہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۶۲ میں منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

مگر ہر بات کا جواب واجابت رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں جو ان ہی باقی ماندہ ایام اپریل (۱۸۹۳ء) میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالی

ان الفاظ کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ ان میں نہ جواب مذکور کو اپریل کے اندر چھاپنے کا آپ سے وعدہ ہوا ہے، نہ آپ کے پاس اس کے ارسال کرنے کا ذکر ہے۔ ان میں تو صرف میں

نے اپنے ارادہ کا اظہار کیا ہے (فقرہ: چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں، غور سے ملاحظہ کریں) پھر اس ارادہ کے موافق وقوع وظہور کی امید ظاہر کی ہے (ان ہی باقی ماندہ ایام اپریل میں ہوگا انشاءاللہ تعالی، غور سے پڑھیں) پھر اس ارادہ کے مطابق خاکسار نے اپنا فعل پورا بھی کر دیا۔ یعنی اپریل کے اندر ہی جواب تحریر کر کے کاپی نویس کو دے دیا۔ اور اس امر سے قادیانی کو بذریعہ کارڈ نمبر ۲۱ مورخہ ۳۰۔ اپریل ۱۸۹۳ء مطلع بھی کر دیا۔ رہا اس جواب کو چھاپ دینا، جو کارکنان مطبع، کاتب و پرنٹر، کا فعل تھا، سو اس کی نسبت بھی میں نے تو ارادہ کیا۔ ان لوگوں کو تقاضا شدید کیا گیا مگر ان سے اس پر عمل نہ ہوسکا۔ انہوں نے عشرہ اوسط مئی میں اس جواب کو طبع کیا اور اس عشرہ اوسط میں وہ جواب بذریعہ پیکٹ نمبری ۲۶۵ قادیانی کے نام بمقام قادیان روانہ کیا گیا اور اس کی نقل بمقام امرتسر، اس خیال سے کہ شاید وہ مباحثہ عیسائیوں کے لئے امرتسر آ گئے ہوں، ارسال کی گئی۔

اب ناظرین داد انصاف دیں اور ایمان سے کہیں کہ اس کاروائی میں مجھ سے کون سی وعدہ خلافی ہوئی۔ میں نے قادیانی کو کون سا وعدہ دیا تھا جس کا خلاف کیا۔ میں نے صرف اپنا ارادہ ظاہر کیا اور اس ارادہ کی نسبت ایک خیال و امید کا اظہار کیا تھا، سو وہ ارادہ وقت پر ظہور پذیر ہوا۔ گو اس خیال و امید کا (جس کو فعلِ غیر سے تعلق تھا) ظہور اپنے وقت پر نہ ہوا۔ پھر آپ کا خاکسار پر دو بار وعدہ خلافی کا الزام قائم کرنا افتراء نہیں، تو پھر افتراء کس چیز کا نام ہے؟ اور یہ افترا پردازی دجالیت نہیں تو صفت دجالیت کی حقیقت کیا ہے؟

آپ پر جو وعدہ خلافی اور عہد شکنی کا الزام قائم کیا گیا ہے وہ بلا تحقیق و خلاف واقع نہیں ہے۔ آپ نے جو وعدہ خلافیاں اور عہد شکنیاں ہم سے کی ہیں وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۴ میں و نمبر ۸ جلد ۱۳ ص ۲۱۴ وغیرہ میں مرقوم ہیں۔ اور جو عام لوگوں سے وعدہ خلافیاں اور عہد شکنیاں کی ہیں، وہ لوگ جانتے ہیں۔ قیمت براہین احمدیہ کا ہزار ہا روپیہ آپ خورد برد کر گئے ہیں۔ اور اس کے طبع و اشاعت کے کئی وعدے دے چکے ہیں مگر کتاب ہنوز دربطن شاعر کا مصداق ہے۔ سراج منیر کو چند ہفتہ کے بعد شائع کرنے کا وعدہ آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں کیا تھا اور لوگوں سے خوب روپیہ بٹورا۔ مگر وہ سراج منیر ہنوز گل ہوا نظر آ رہا ہے۔ آپ میں کچھ شرم و حیا کا مادہ ہوتا تو اب براہین احمدیہ و سراج منیر کے سال ہا سال کے وعدوں اور ٹال مٹولوں کو پیش نظر رکھ کر ہمارے جواب کے چند روزہ توقف طبعی پر زبان درازی نہ کرتے۔ مثل مشہور ہے، چھاج تو بولتا ہے چھلنی کیا بول سکتی ہے جس میں ہزار چھید ہوتے ہیں۔ مگر شرم ہو تب۔ آنحضرت ﷺ نے

فرمایا اذ لم تستحی فا صنع ما شئت جس کا ترجمہ ہے : بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

☆ خاکسار پر اس کا دوسرا تازہ افتراء اس کا اپنے اتباع اور عام اہل اسلام میں یہ شائع کرنا ہے کہ عیسائیوں کے مباحثہ میں محمد حسین بٹالوی، پادریوں کو خفیہ مدد دیتا رہا ہے۔ مرزا قادیانی کے دعوی نشان نمائی پر جو پادریوں نے:

اندھے، کوہڑی وغیرہ مریض قادیانی کے سامنے پیش کر کے درخواست کی تھی کہ آپ اس دعوی میں سچے ہیں تو ان بیماروں کو اچھا کر دکھائیں،

یہ بھی اسی (محمد حسین) کی تعلیم تھی۔ پادریوں نے جو ایک فہرست آیات بائیبل مسیح کی الوہیت کے ثبوت میں پیش کی تھی، یہ بھی اسی (محمد حسین) کی ہدایت نشان دہی سے کی تھی۔

اس قسم کی باتیں مرزا قادیانی نے نہ صرف زبان سے کہیں اور حاضرین جلسہ مباحثہ میں پھیلائی ہیں، بلکہ چھاپ کر مشتہر کی ہیں اور دور دور تک پہنچائی ہیں جن سے اس کا مقصود یہ ہے کہ اس سے عموماً اہل اسلام اور خصوصاً اس کے دام افتادہ نادانوں کو خاکسار کی نسبت سوء ظنی پیدا ہو اور یہ امر اس کی نسبت حسن عقیدت اور اس کی تقلید کا موجب ہو۔

نیز، سچائی کا اظہار کے صفحہ ۳ میں یہ افتراء درج کیا کہ:

جب یہ دھڑکا حضرات پادری صاحبوں کو دامنگیر ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ اسلام کی صراط مستقیم کے مقابل پر عیسائی منصوبہ کی ساری قلعی کھل جائے تو یہ کوشش کی جائے کہ یہ بحث کسی طرح ملتوی رہے تو اچھا ہے اور یہ پیالہ کسی طرح ٹل جائے تو بہتر ہے۔ اس غم و ہم کے وقت میں شیخ جی سے ان کو خوب مدد ملی۔ غالباً گمان گذرتا ہے کہ خود شیخ صاحب امداد کی غرض سے پوشیدہ طور پر حضرات پادری صاحبوں کی خدمت میں گئے ہوں گے کیونکہ جو ڈاکٹر صاحب نے مجھ کو خط لکھا ہے اور اشاعۃ السنہ کے بعض مضامین درج فرمائے ہیں، وہ عبارت شیخ جی کی عبارت سے بہت ہی مشابہ ہے۔ اگر شیخ جی کو قسم دے کر پوچھا جائے تو غالباً انکار بھی نہیں کریں گے۔ اور پھر جب وہ ضمیمہ نور افشاں جو ۲ مئی ۱۸۹۳ء میں چھپا ہے اور اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے اس کو غور سے دیکھتے ہیں تو وہ بھی گواہی دے رہا ہے۔ چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے:

آپ (اے باشندگان جنڈیالہ) ایک ایسے بزرگ کو (یعنی اس عاجز مرزا قادیانی کو) بحث کیلئے پیش کرتے ہو جن کو اولاً ایک محمدی شخص بھی تصور کرنا مشکل ہے۔ آپ کن خیالوں

میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ کیا آپ نے وہ فتوی جو کہ علماء اسلام پنجاب و ہندوستان نے مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں شائع کئے ہیں، نہیں دیکھے۔ وہ فتاوی مذکورہ میں یوں لکھتے ہیں:

جو کچھ ہم نے سوال سائل کے جواب میں کہا اور قادیانی کے حق میں فتوی دیا ہے وہ صحیح ہے کتاب وسنت واقوال علماء امت اس کی صحت پر شاہد ہیں۔ سب مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے دجال وکذاب سے احتراز کریں اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو کہ اہل اسلام میں باہم ہونے چاہیں نہ اس کی صحبت اختیار کریں اور نہ اس کو ابتداء سلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنون میں بلاویں اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اس کے پیچھے اقتداء کریں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ یہ دین کے چور ہیں، بیماری بڑھاتے ہیں، دجال، کذاب، ملعون، ملحد، دائرہ اسلام سے خارج، کافر بلکہ اکفر، پلید، کھچڑی، ابلیس کا گمراہ کیا ہوا اور اوروں کا گمراہ کرنیوالا، سنت جماعت سے خارج، بڑا بھاری دجال بلکہ عم دجال، اور دین کے ذریعہ سے دنیا کمانے والا۔

اور اگر مفصل دیکھنا ہو تو کتاب اشاعۃ السنۃ النبویہ مولوی ابوسعید محمد حسین سے منگوا کر دیکھ سکتے ہیں۔ ...لاہور سے مل سکتی ہے۔ آپ عجیب غفلت میں پڑے ہیں کہ اب تک اس کتاب کو نہیں دیکھا۔ آفرین آپ پر اور جنڈیالہ کے اہل اسلام کی ہمت پر جس کا جنازہ بھی جائز نہیں اسی کو آپ نے پیشوا مقرر کیا۔ واہ صاحب واہ آپ کی یہ خوش فہمی۔

(مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں) ہر چند مرزا قادیانی کے ان تقریری وتحریری اکاذیب کا خواص اہل اسلام پر کچھ اثر نہ پڑا انہوں نے ان کو دروغ بے فروغ سمجھا، اور ان کو سن کر سبحانک ھذا بھتان عظیم کہدیا۔ ازانجملہ ایک ہمارے مکرم دوست مسلمانان امرتسر سے ایک باوقعت رئیس خان بہادر شیخ غلام حسن ہیں، جنہوں نے خاکسار کو بالمشافہ کہا کہ یہ لوگ آپکی نسبت یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ در پردہ پادریوں کو مدد دے رہے ہیں، مگر میں نے اس کے جواب میں یہ کہدیا ہے کہ یہ محض بہتان ہے۔ خواہ کوئی اپنے زعم میں اس کے ثبوت میں ایسے قطعی دلائل پیش کرے جیسے دو اور دو چار، تب بھی میں ان باتوں کو صحیح تسلیم نہ کرونگا۔

مگر بعض عوام کالانعام خصوصاً قادیانی کے دام افتادگان ان باتوں کو راست سمجھ کر خاکسار پر افسوس اور مرزا قادیانی کی نسبت حسن ظنی و ہمدردی کا اظہار کر رہے ہیں۔ ازانجملہ ایک شخص (جو خود کو مولوی عبدالسبحان خان لکھتے ہیں) اپنے کارڈ مورخہ ۱۳ جون ۱۸۹۳ء میں کہتے ہیں:

اس وقت سب اہل اسلام کس قدر خوش ہوتے کہ آپ جیسے جید فاضل مولوی بھی مرزا صاحب کے حامی ہوکر عیسائیوں کو ہدایت کرتے۔ خیر ہدایت نہ سہی، ہدایت نہ کرتے، پر ان کو پوشیدہ امداد تو نہ کرتے۔ الراقم آپ کا ہادی، مولوی عبدالسبحان خان از شاہپور

ان ہی نادانوں کی سوء ظنی رفع کرنے کیلئے خاکسار نے اس افتراء قادیانی کے ذکر و بیان سے تعرض کیا اور اسکے ردّ و جواب کا قصد کیا ہے اور اگر مرزا قادیانی کا یہ افتراء دستِ خود دہانِ خود، کا مصداق رہتا اور عوام و نادان خواص پر اس کا اثر نہ پڑتا تو اسکے بیان و ردّ سے تعرض نہ کیا جاتا واضح ہو کہ زمانہ مباحثہ (امرتسر ۱۸۹۳ء) یا اسکے متصل (من بعد یا ماقبل) نہ خاکسار کی کسی پادری مقابل و مباحث قادیانی سے ملاقات ہوئی، نہ ان سے کسی مسئلہ میں مکاتبت ہوئی، نہ کسی مسئلہ میں انہوں نے مجھ سے مدد چاہی، نہ میں نے خود بخود ان کو مدد دی، نہ میری بتائی ہوئی کوئی بات انہوں نے مباحثہ میں پیش کی۔

کئی سال ہوئے (غالباً ۱۸۸۴ء ہوگا) کہ حاجی غلام حسن اور مولوی غلام نبی وغیرہ احباب ورؤساء وارکان امرتسر کی تحریک وشمولیت سے خاکسار، ڈپٹی عبداللہ آتھم (مباحث قادیانی) کے مکان پر گیا اور ان سے مسئلہ کفارہ مجوزہ عیسائیوں میں مباحثہ ہوا۔ پھر ڈپٹی صاحب ان ہی دنوں خاکسار کے فرودگاہ پر آئے۔ اس کے بعد نہ میں نے ان کو کبھی دیکھا، نہ انہوں نے مجھے۔ اور نہ اس وقت سے آج تک میری ان کی خط وکتابت ہوئی۔

قادیانی کے دوسرے مباحث ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک میڈیکل مشنری کی تو آج تک میں نے شکل بھی نہیں دیکھی، اور نہ کسی مسئلہ میں میری انکی خط وکتابت ہوئی۔ (بعد ازاں ۱۸۹۴ء میں کلارک کے ساتھ مولانا کی خط وکتابت ہوئی جسے ہم کسی آئندہ مقام پر نقل کریں گے انشاء اللہ۔ بہاء)

ہاں رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۳ جس میں قادیانی کے حق میں فتوی علماء پنجاب و ہندوستان شائع ہوا ہے، وہ امرتسر ولاہور کے کتب فروش دکانداروں سے ہر کسی کو مل سکتا ہے۔ خدا جانے کہاں سے ان کے ہاتھ آ گیا۔ اس فتوی کے چند فقرات والفاظ بحق قادیانی انہوں نے انتخاب کرکے ان کی دست آویز سے محرک سلسلہ مباحثہ میاں محمد بخش پاندہ دیسی مکتب جنڈیالہ ضلع امرتسر کو اپنے اشتہار مورخہ مطبوعہ اختر پریس امرتسر میں یہ الزام دیا کہ

ہم نے تو محمدیوں یعنی مسلمانوں سے مباحثہ کرنا منظور کیا تھا، تم نے ایک ایسے شخص کو مباحثہ کے لئے منتخب کیا ہے جو باتفاق علماء اہل اسلام، کافر وزندیق قرار دیا گیا ہے۔

اس اشتہار ڈاکٹر کلارک کے شائع ہونے پر مرزا قادیانی نے رسالہ سچائی کا اظہار شائع کیا جس میں ان فقرات کو درج کیا جو اوپر نقل ہو چکے ہیں۔

اثناء مباحثہ میں اور اس کے بعد قادیانی اور اس کے اتباع نے یہ کہنا اور شائع کرنا شروع کر دیا کہ ابوسعید محمد حسین، پادریوں کو مسائل و دلائل مباحثہ میں مدد دیتا ہے۔ فلاں فلاں بات جو پادریوں نے پیش کی، جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اسی کی بتائی ہوئی ہے۔ وارث دین عیسائی لاہور میں گیا تھا اور اس سے وہ باتیں لکھالایا۔ وعلی ہذا القیاس

ان مفتریات و بہتانات کا ردّ و جواب اول تو وہی ہے جو میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ اور اب اس کی مزید تشریح کرتا ہوں کہ زمانہ مباحثہ سے اس وقت تک نہ میں کسی پادری یا عیسائی کے پاس گیا، نہ میرے پاس کوئی پادری یا انکا فرستادہ پیغام لے کر آیا۔ نہ میں وارث دین عیسائی کو جانتا ہوں، نہ کسی اور ان کے فرستادہ یا وکیل سے چار چشم یا ہم سخن ہوا ہوں۔ نہ کسی عیسائی نے مجھ سے کوئی مسئلہ متعلق بحث پوچھا، نہ میں نے خود بخود بلا واسطہ یا بالواسطہ ان کو مسائل و دلائل بحث سے کچھ بتایا، یا لکھایا، یا اشارہ کیا۔

اپنے اپنے بیان میں فریقین میں سے جو شخص جھوٹا ہو، خدا اس پر وہ عذاب ولعنت کرے جو آج تک ملعون و کاذب پر نازل نہ ہوا ہو۔ قادیانی اور اس کے دروغ گو اتباع اپنے بیان میں سچے ہیں تو وہ بھی جھوٹے پر ان الفاظ سے لعنت کہیں اور بالمشافہ نہ سہی، تحریری مباہلہ کریں۔

دوسرا جواب یہ کہ مرزا قادیانی کا خاکسار پر یہ الزام کہ در پردہ عیسائیوں کو مدد دی ہے، خاکسار پر ایک کفر یا فسق کا الزام ہے کیونکہ اسلام کے مقابلہ میں مخالفین اسلام کو مدد دینا کفر ہے، اور اس کے فسق ہونے میں تو قادیانی کو بھی شک نہ ہوگا۔ اور کفر و فسق کے الزام کے ثبوت کیلئے قادیانی نے ایک نہایت مہذبانہ اور شریفانہ اصول اپنی کتاب دافع الوساوس میں بیان کیا ہے۔ ہم قادیانی کے اس الزام کے ثبوت کیلئے اسی مہذبانہ شریفانہ اصول کو پیش کر کے اس مضمون کے مطابق قادیانی سے اس الزام کا ثبوت چاہتے ہیں۔ قادیانی نے اپنے دافع الوساوس کے صفحہ ۲۹۲ میں وہ مہذبانہ و شریفانہ اصول ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

جو شخص متقی اور حلال زادہ ہو، اول تو جرأت کر کے اپنے بھائی پر بے تحقیق کامل کسی کفر و فسق کا الزام نہیں لگاتا، اور اگر لگا دے، تو پھر ایسا کامل ثبوت پیش کرتا ہے کہ گویا دیکھنے والوں کے لئے دن چڑھا دیتا ہے۔

اس اصول کے مطابق خاکسار بڑے ادب وانکسار سے قادیانی کی خدمت میں ملتمس ہے کہ اگر آپ دونوں صفتوں مذکورہ بالا سے متصف ہیں تو آپ کو اس خداوند ذوالجلال کی قسم ہے جس کی قسم پر حضرت نبی ﷺ بھی توجہ کے ساتھ جواب دیتے تھے کہ آپ حسب خیال دعوی خود ثابت کر دکھاویں کہ خاکسار کسی پادری کے پاس گیا، یا کوئی پادری یا اس کا وکیل پیغام لے کر میرے پاس آیا، یا انہوں نے کوئی مسئلہ زیر بحث مجھ سے پوچھا، یا میں نے خود بخود کسی مسئلہ یا اس کی دلیل (مثلاً کوڑھی، اندھے کو پیش کرنا وغیرہ) کی بابت ان کو کچھ کہا، یا بتایا، یا اشارہ کیا۔

ان امور سے کوئی امر آپ روز روشن کی طرح ثابت نہ کرسکیں تو آپ خود ہی خیال کر لیں کہ پھر اپنے شریفانہ مہذبانہ اصول مجوزہ کی رو سے آپ کون بنتے ہیں؟ ہم اس باب میں ایک حرف بھی کہنا نہیں چاہتے۔

آپ نے جو اس الزام کی تقریر میں رسالہ سچائی کا اظہار کے صفحہ ۳ میں لکھا ہے:

غالباً گمان گذرتا ہے کہ شیخ صاحب امداد کی غرض سے پادری صاحبوں کے پاس گئے ہونگے۔

وہ اس الزام کا ثبوت نہیں ہے بلکہ اس ثبوت کی نفی کرتا ہے۔ اور صاف بتاتا ہے کہ آپ نے اس اصول شریفانہ کی پابندی سے تحقیق کامل کی طرف رخ نہیں کیا بلکہ صرف ظن اور اٹکل سے کام لیا ہے جو بحکم اصول مذکورہ جس شخص کا کام ہے آپ جانتے ہیں اور جو اسکے ثبوت میں یہ کہا ہے

جو ڈاکٹر صاحب نے مجھ کو خط لکھا ہے اور رسالہ اشاعۃ السنہ کے بعض مضامین درج فرمائے ہیں وہ عبارت شیخ جی کی عبارت سے مشابہ ہے۔

یہ بھی ثبوت نہیں، بلکہ مغالطہ ہے۔ وہ عبارت اور اس کے فقرات والفاظ ہماری عبارت کے مشابہ کیا ہوں گے، وہ تو بعینہ خاکسار کی عبارت والفاظ ہیں۔ اس عبارت والفاظ وفقرات کو ڈاکٹر کلارک صاحب نے ہمارے فتوی سے نقل کیا اور خود ہمارے فتوی کا حوالہ دیا جس کو قادیانی نے عبارت منقولہ میں خود نقل کیا ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خاکسار نے بذات خود بالمشافہ یا بذریعہ تحریر ڈاکٹر کلارک کو وہ الفاظ بتائے ہیں۔

تیسرا جواب: خاکسار پادریوں کو مدد دیتا، تو پھر اپنے محاکمہ میں ان کی ویسی ہی خبر کیوں لیتا جیسا کہ آپ کی خبر لی ہے؟ کیا اس صورت میں اس کو پادریوں سے افشاء راز کا اندیشہ نہ ہوتا۔ (مباحثہ امرتسر پر بٹالوی محاکمہ ہم انشاء اللہ اپنی کتاب کی جلد ہشتم میں نقل کریں گے۔ بہاء)

اگر میں نے حوصلہ اور جرأت کر کے باوجود سابقہ موافقت اور درپردہ اعانت پادریوں

کے ان کے خلاف قلم اٹھایا ہے، تو ضروری ہے اور عصبیت مذہبی کو لازم ہے کہ وہ میرے اس خلاف کی اشاعت پر اس راز موافقت ومخفی اعانت کو فاش کریں اور اس خلاف کا بدلہ لیں اور یہ مشتہر کریں کہ پہلے تو تم نے خود ہی ہم کو یہ مسائل و دلائل بتائے اور تمہاری ہی تعلیم و مدد سے ہم نے وہ مباحثہ میں پیش کیئے، اب تم نے خود ہی اس کا خلاف کیا، اور ہم کو ناحق الزام دیا۔ یہ امر اشاعت محاکمہ پر پادریوں سے وقوع میں نہ آیا، اور ہرگز نہ آئے گا انشاء اللہ، تو اس سے کس و ناکس کو (جو قادیانی کی تقلید میں اندھا بہرا نہ ہو گیا ہو گا) یقین ہوگا کہ خاکسار نے در پردہ پادریوں کو مدد نہیں دی۔ اور اس دعوی مدد دہی میں قادیانی مفتری ہے اور یہ امر اس کے دجال ہونے پر بھاری دلیل ہے۔

خدا تعالی پر قادیانی کا ایک تازہ افتراء، خاکسار کی نسبت اس کی وہ پیش گوئی ہے جو اس کے رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۲۲ میں مرقوم ہے کہ

اس کی کشتی گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال معلوم ہوتا ہے و انی رأیت هذا الرّجل یؤمن بایمانی قبل موته و رأیت کانّه ترک الکفر و تاب و هذه رؤیای و ارجو ان یجعلها ربّی حقاً ۔غلام احمد از قادیان ۔۴۔ مئی ۱۸۹۳ء (میں یعنی قادیانی نے خواب میں دیکھا کہ یہ آدمی، بٹالوی، اپنی موت سے پہلے میرے ایمان پر ایمان لائے گا۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ گویا اس نے مجھے کافر کہنا چھوڑ دیا۔ اور وہ اس سے تائب ہو گیا ہے۔ یہ میرا خواب ہے۔ امید ہے کہ خدا اس کو سچا کرے گا)

اس افتراء کے ذیل وضمن میں صفحہ ۲۱ حجت الاسلام میں اس نے خاکسار اور دیگر علماء اہل افتاء پر ایک افتراء بھی کیا ہے، کہ انہوں نے صرف اس وجہ سے کہ وہ (یعنی قادیانی) مسیح کو فوت شدہ سمجھتا ہے، اسکو کافر بلکہ اکفر کہہ دیا ہے۔ اور انہوں نے مجھ (قادیانی) پر یہ افتراء کیا ہے کہ گویا یہ عاجز (قادیانی) ملائک کا منکر ہے اور معراج نبوی کا انکاری ہے اور نبوت کا مدعی اور معجزات کو بھی نہیں مانتا۔ سبحان اللہ! کافر ٹھہرانے کے لئے اس بے چارہ نے کیا کچھ افتراء کیئے ہیں۔ ان ہی غموں میں مر رہا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھ لے۔

اس پیش گوئی کا پہلا حصہ دوسرے حصہ کا مکذب ہے۔ پہلے حصہ میں خاکسار محمد حسین کی جان بری کو محال قرار دے کر ہلاکت یعنی عذاب کا ڈر سنایا۔ دوسرے حصہ میں، جو عربی عبارت میں ہے، ایمان اور توبہ کی بشارت دے کر اس عذاب سے بے ڈر کر دیا، اور خاتمہ بالخیر ہونے کا مژدہ دیا ہے، جو پہلے حصہ کا صریح مخالف ومکذب ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ اس الہام منامی میں

قادیانی نے خدا تعالی پر افتراء کیا ہے۔ خدا تعالی کی شان اس سے اجل وارفع ہے کہ وہ کسی سچے ملہم کو دو الہام متناقض اور ایک دوسرے کا مکذب الہام کرے۔ مرزا قادیانی نے اپنے وساوس کے حاشیہ صفحہ ۳۱۸ میں خاکسار کے دل کی حالت کو بھی ظاہر کر کے ہدایت سے محروم رہنے کی خبر دی ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ کسی کے دل کی حالت سوائے خدا تعالی کسی کو معلوم نہیں ہوتی ،اور جو شخص کسی کے دل کی حالت کے علم کا مدعی ہوتا ہے وہ اس باب میں الہام الہی کا مدعی ہوتا ہے۔ پس اگر وہ الہام قادیانی سچا ہے تو اس الہام منامی کے کذب وافتراء علی اللہ ہونے پر یہ دوسری دلیل ہے۔

اب ہم اس الہام کے متعلق قادیانی کو ایک نوٹس دیتے ہیں:

اے کذاب قادیانی ودجال لاثانی! تو نے خاکسار کی نسبت الہام منذر کی اشاعت چاہی تھی، سو دو دفعہ دی گئی۔ ایک دفعہ مشروط بشرط اجازت قانونی، دوسری دفعہ اس شرط سے مجرد اور عام اجازت، اس صورت سے کہ وہ الہام پہلے اشاعۃ السنہ میں چھپے اور اس میں اسکے الفاظ ومعانی کی تحقیق وتعیین وتشریح وتبیین ہو جائے، پھر جس اخبار میں تو چاہے اس الہام کی اشاعت کا تجھے اختیار ہے۔ مگر تو نے ہماری طرف سے اس اجازت دفعہ ثانی کا انتظار نہ کیا اور ایک الہام میعاد چالیس روز کا خاکسار کی نسبت دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۴ میں شائع ومشتہر کر دیا جس میں خدا تعالی نے تجھے جھوٹا اور روسیاہ کیا۔ چنانچہ صفحہ ۱۲۵ نمبر ۸ جلد ۱۵، اشاعۃ السنہ میں اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ دوسرا یہ الہام منامی رسالہ حجت الاسلام میں شائع کر دیا۔ آئندہ تو نے اس خاکسار کی نسبت کسی قسم کا کوئی الہام اشاعۃ السنہ میں شائع کرانے سے پیشتر کسی رسالہ یا کسی اخبار یا اشتہار میں شائع کیا، تو تجھے ضرور عدالت میں حاضر ہونا، پھر سنٹرل جیل کا نظارہ کرنا ہوگا۔ انشاء اللہ وتقدس۔ بہتر ہے کہ ان گیدڑ بھبکیوں سے باز آجاؤ ورنہ سخت پچھتائے گا

☆ قادیانی کا قول ہے: کہ علماء اہل افتاء نے اس کو صرف اس وجہ سے کافر بلکہ اکفر کہا ہے کہ وہ حضرت مسیح کو فوت شدہ سمجھتا ہے۔

نیز اس کا یہ قول ہے: ان علماء نے مجھ پر افتراء کیا ہے کہ یہ شخص وجود ملائکہ سے منکر ہے ،معراج نبوی سے انکاری ہے، مدعی نبوت ہے، معجزات کو نہیں مانتا، جھٹلاتا ہے۔

مؤخر الذکر قول صاف بتا رہا ہے کہ علماء نے اسکو صرف وفات مسیح کا قائل ہونے کے سبب کافر نہیں کہا بلکہ اس کے اقوال وعقائد مذکورہ (جس کو قادیانی افتراء قرار دیتا ہے اور وہ علماء ان اقوا

ل وعقائد کا ثبوت اس کی کتابوں سے پیش کر رہے ہیں) بھی اس تکفیر کے موجب اور وجوہات ہیں۔ قادیانی نے صرف قول واعتقاد وفات مسیح کو سبب تکفیر ٹھہرانے میں محض افتراء سے کام لیا ہے۔ پھر بحکم آنکہ ، دروغ گوئے را حافظہ نباشد، اپنے اس دعوی کا خود خلاف کیا۔ اور اس کے برخلاف یہ بھی اس کی قلم سے چار ہی سطر کے بعد نکل گیا کہ ان علماء نے از راہ افتراء مجھے پر یہ دفعات کہ یہ مدعی نبوت ہے، وجود ملائکہ معراج نبوی اور معجزات سے انکاری ہے، بھی قائم کئے ہیں۔ جس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان، کافر ٹھہر جائے۔ جو صاف اور صریح اس کہنے کے برابر ہے کہ اعتقاد وفات مسیح سے وہ کافر نہ بنا سکے تو انہوں نے یہ چار جھوٹے دفعات یا جرم مجھ پر قائم کئے اور مجھے کافر بنایا۔ اس کہنے کے ساتھ اس کا وہ کہنا کہ انہوں نے مجھے صرف اعتقاد وفات مسیح کے سبب کافر کہا ہے، افتراء نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ قادیانی کی کلام کا صریح منطوق ومفہوم ہے، اور امر واقعی بھی یہی ہے کہ صرف وفات مسیح کے اعتقاد کے سبب قادیانی کو اہل افتاء نے کافر نہیں ٹھہرایا، اور نہ صرف ایک اس عقیدہ بدعیہ کے سبب وہ کافر ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ وہ صرف اتنی ہی بات میں سلف وخلف کا خلاف کرتا، تو اس کو صرف مبتدع اور گمراہ کہا جاتا۔ اس نے تو اکثر اصول اسلام وتسنن کو الٹ پلٹ کر دیا ہے۔ اور ایک نیا دین قائم کیا، اور اسلام میں وہ باتیں نکالی ہیں جو قدیم اسلام کے بالکل مخالف ہیں۔ ازانجملہ چاروں یہ باتیں بھی ہیں جن کو اس نے خود بیان کر کے علماء اہل افتاء کا افتراء قرار دیا ہے۔ ان ہی باتوں کی نظر سے علماء اہل افتاء نے اس کو کافر واکفر کہا ہے، نہ صرف اعتقاد وفات مسیح کے سبب۔

مرزا قادیانی کا ان باتوں کو افتراء قرار دینا انصاف اور حیا کے خلاف ہے۔ یہ باتیں اس کی کتابوں میں موجود ہیں جن کا پتہ ونشان ہم بارہا بتفصیل بتا چکے ہیں۔ اس مقام میں اس تفصیل کا اجمال نقل کرتے ہیں۔

پہلی بات (وجود ملائکہ سے انکار) ان معنوں میں اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ جبریل وغیرہ ملائکہ کے اصلی وجود سے زمین پر اور انبیاء کے پاس آنے سے انکاری ہے۔ اور اس بات کا قائل ہے کہ جس جبریل یا روح القدس کو انبیاء کے پاس آنے والا اور انکے ساتھ رہنے والا اور ان کو دکھائی دینے والا تسلیم کیا جاتا ہے، وہ ان ہی انبیاء کی اندرونی صفت ہے ، اور ان کی محبت کا نتیجہ ہے اور ان ہی کی خیالی صورت ہے ، وہ کوئی خارج از انسان جبریل نہیں ہے۔

اور اس کا یہ اعتقاد اس کے رسالہ توضیح مرام کے صفحہ ۲۱ ،صفحہ ۲۹ ،صفحہ ۳۳ ، ۳۸ ، ۶۸ ،

۷۰، ۹۷ وغیرہ میں موجود ہے جن کی اصل عبارات بضمن فتوی تکفیر اور بضمن جواب فیصلہ آسمانی منقول ہیں اور اس کی کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۷۲، ۷۷ لغایت ۷۷ میں مرقوم ہے۔ یہاں اس کے چند فقرات بعینہ اس کے الفاظ سے نقل کئے جاتے ہیں:۔

توضیح المرام کے صفحہ ۲۱ میں ہے:

ان دونوں محبتوں (یعنی محبت خدا و محبت بندہ) کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتے ہیں، ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۲۵ میں ہے:

یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے، اس کو روح امین بولتے ہیں، اور اس کا نام شدید القوی اور ذو الافق الاعلی بھی ہے (یہ تینوں نام یا صفات قرآن میں جبریل کے حق میں استعمال ہوئے ہیں۔ قادیانی کہتا ہے ان تینوں سے وہی اندرونی صفت محبت سے متولد جبریل مراد ہے۔ محمد حسین)

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۲۹ میں ہے: محققین اہل اسلام اس بات کے ہرگز قائل نہیں کہ ملائکہ اپنے شخصی وجود کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں۔

اور اس توضیح المرام کے صفحہ ۷۹ میں ہے: جب جبریلی نور جنبش میں آتا ہے تو معاً اس کے ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا چاہیے، محبّ صادق کے دل میں نقش ہو جاتی ہے۔ اور اس کی محبت صادقہ کی ایک عرض لازم بن جاتی ہے۔

ناظرین! انصاف سے کہو، کیا ان عبارات میں جبریل وغیرہ فرشتوں کے اصلی وجود سے زمین پر اور انبیاء کے پاس آنے سے صریح اور صاف انکار نہیں ہے؟ اور کیا یہ تصریح نہیں ہے کہ جو روح القدس انبیاء کے پاس آتی اور رہتی اور دکھائی دیتی ہے وہ ان ہی کے ایک اندرونی صفت محبت کا نتیجہ اور عرض لازم تھی، نہ خارج از انسان کوئی روح القدس۔ اور یہی اعتقاد علماء اہل افتاء نے ہمارے (یعنی قادیانی صاحب) کی طرف منسوب کیا ہے۔ پھر یہ افتراء کیونکر ہوا؟

دوسری بات (معراج نبوی سے انکار) اس لئے آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آپ معراج جسمانی آنحضرت ﷺ کے قائل نہیں اور یہ انکار آپ کے صریح کلام میں بصفحہ ۴۷ وغیرہ ازالہ اوہام کے موجود ہے، جو پورا پورا فتوی تکفیر اور جواب فیصلہ آسمانی میں منقول ہے۔ اس مقام میں اس کا ایک فقرہ نقل کیا جاتا ہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۷ میں ہے:

اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے، تو پھر آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔ تو اس جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔

قادیانی صاحب کیا یہ عبارت آپ کی نہیں اور کیا اس میں معراج جسمانی سے انکار نہیں؟

تیسری بات (قادیانی کا مدعی نبوت بلکہ رسالت ہونا) اس کی صریح کلام میں موجود ہے۔ اور توضیح مرام صفحہ ۱۸ میں و ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳ و صفحہ ۶۷۶ وغیرہ میں مرقوم ہے جن کی پوری عبارات فتوی تکفیر اور جواب فیصلہ آسمانی میں منقول ہیں۔ اس مقام میں اس کے ایک دو فقرات نقل کئے جاتے ہیں۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳ میں ہے:

خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

اور اس کے صفحہ ۶۷۳ میں ہے:

اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے و مبشّراً برسولٍ یّاتی من بعدی اسمہ احمد۔ مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں، یعنی جامع جلال جمال ہیں، لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشین گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے، بھیجا گیا ہے۔

قادیانی صاحب کیا آپ نے ان عبارات میں اپنے تئیں نبی اور احمد رسول نہیں کہا؟

چوتھی بات (معجزات سے انکار) اس لئے آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ کے بوجود جسمانی آسمان پر جانے کو خارق عادت سمجھ کر نہیں مانتے اور حضرت مسیح کے معجزات احیاء موتی وخلق طیور وغیرہ سے انکاری ہیں۔ سو یہ انکار آپ کے صریح کلام میں توضیح مرام کے صفحہ ۹، اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۷، اور صفحہ ۲، ۷، ۸، ۳۰۱، ۳۰۵، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۲۳ وغیرہ میں موجود ہے۔ جن کی پوری عبارات فتوی تکفیر اور جواب فیصلہ آسمانی میں منقول ہیں۔ اس مقام میں چند عبارات بطور تمثیل نقل کی جاتی ہیں۔ توضیح مرام کے صفحہ ۹ میں ہے:

یہی معجزہ کفار مکہ نے ہمارے سید رسول حضرت خاتم الانبیاء سے مانگا تھا (آنحضرت ﷺ کو قادیانی کا خاتم الانبیاء کہنا اس معنی کر ہے کہ اب کے بعد کوئی نبی نئی شریعت لے کر نہ

آئے گا۔ مطلق نبوت کو قادیانی ختم نہیں سمجھتا۔ و بناء علیہ وہ خود بھی نبوت کا مدعی ہے۔ توضیح مرام صفحہ ۱۹ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین) کہ آسمان پر ہمارے رو بر چڑھیں۔ جواب ملا قل سبحان ربّی یعنی خدا تعالی کی حکیمانہ شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کھلے کھلے خوارق اس دار الابتلاء میں دکھاوے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۷ میں ہے:

مسیح کے معجزات اور پیشین گوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔

اور اس کے صفحہ ۳۰۳ میں ہے: سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسی پرواز کرتا ہو، جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس نجاری کا کام بھی کرتے رہے۔

اور اسکے صفحہ ۳۰۵ میں ہے: ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور لہو ولعب، نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔

اور اس ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۲ میں ہے:

غرضیکہ یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہرحال یہ معجزہ ایک کھیل کی قسم سے تھا

اور اس کے صفحہ ۲ میں ہے: مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا، جو مجھے دیا گیا ہے، وہ ہرگز نہیں مرے گا۔

قادیانی صاحب! ان عبارات میں کیا آنحضرت ﷺ کے معجزہ معراج جسمانی سے اور حضرت مسیح کے معجزات کے حقائق مشہورہ سے صریح وصاف انکار نہیں ہے؟ پھر علماء نے آپ پر کیا افتراء کیا ہے؟ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ صفحہ ۲۰۵ تا..)

پیش گوئی بابت ڈپٹی آتھم

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ خدا تعالی پر مرزا قادیانی کا دوسرا افتراء اسکی وہ لاف زنی یا بزعم اس کے پیشگوئی ہے جو مباحثہ عیسائیوں کے آخری پرچہ مورخہ ۵ جون ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۷ میں اس نے کی اور وہ بحق اسلام و مسلماناں سخت مضرت رساں ہے۔ وہ یہ ہے :

آج رات جو مجھ پر کھلا ہے، وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع وابتہال سے جناب الہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں، تیرے فیصلے کے سوا ہم کچھ نہیں کر سکتے، تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے، اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ ان دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ہوگی۔ اس وقت جب یہ پیش گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے ہو جاویں گے، اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے، اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

یہ قادیانی کی اصلی پیشگوئی ہے۔ اس میں جو فریق مخالف کا ہاویہ میں گرایا جانا بیان کیا ہے اس کی تفسیر اس نے اسی پرچہ میں بایں الفاظ کی ہے :

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے، یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پورا ہوگیا، تو کیا یہ سب آپ کی منشاء کے موافق کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں اور رسول اللہ

ﷺ کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں؟

☆ اس پیشگوئی کے بحق اسلام مضرت رساں ، اور اس کے کذب وافترا ہونے کا ثبوت ، اور اسلام سے اس کی مضرت کی مدافعت

اسلام کے مخالفین اور اس دین کے طاغین اور پیشوایان اسلام کی اہانت کرنے والے اور مسلمانوں کو ایذا پہچانے والے اگر سب کے سب صفحہ دنیا سے اٹھ جائیں اور ایک آن میں ہلاکت کو پہنچ جائیں تو خس کم جہاں پاک کی مثل صادق آوے اور ہر ایک مسلمان کی آنکھ میں نور اور سینہ میں سرور ہو۔ مگر مسلمان کا خواہ وہ کیسا ہی ولی وملہم ومبشر ہو (بجز حضرات انبیاء کے جو تبلیغ میں معصوم اور خدا کی طرف سے مخبر ومبشر ہوتے ہیں اور اپنی الہامی بشارتوں خبروں اور پیش گوئیوں میں دائماً وابداً صادق و مصدوق ہوتے اور کسی خبر متعلق موت یا حیات وغیرہ میں ، جو الہام کی مدد سے وہ دیتے ہیں ، کبھی جھوٹے نہیں نکلتے ، اور وہ اپنے الہام اور الہامی خبروں پر بغیر کسی آزمائش کے یقین کرنے کے مامور ہوتے ہیں) یہ حق اور منصب نہیں کہ وہ اپنے الہام بشارت کے وقوع وظہور کو اسلام کی سچائی کا معیار قرار دے، اور اپنے الہام و بشارت پر اعتماد کر کے کسی خاص شخص یا فرقہ کی موت کو اسلام کی سچائی کا مدار ونشان ٹھہراوے، اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں یہ کہے کہ اسلام سچا ہے تو ضرور وہ شخص یا فرقہ فوت ہو جاوے گا ، اور اگر وہ فوت نہ ہوا تو میں اسلام کو چھوڑ کر مخالف مقابل کا مذہب اختیار کر لونگا ، یا اس کے بدلے اپنی جائیداد کا نصف حصہ اپنے مقابل کو اس کے مذہب کی اشاعت وترویج کے لئے دیدونگا ، جیسا کہ مرزا قادیانی کیا اور کہا ہے۔ اس نے اس نشان موت کو آنخضرت ﷺ کی صداقت کا نشان ٹھہرایا۔ اور رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۷ میں نشان دکھانے کی شرط یہ تجویز کی ہے کہ اگر میرا نشان سچا نہ نکلا ، تو میں مذہب اسلام چھوڑ دونگا ، یا تائید مذہب عیسائی کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ دیدونگا۔ چنانچہ قادیانی نے حجت الاسلام کے صفحہ ۴، ۵، ۶ میں یہ بیان کیا ہے کہ مباحثہ سے کوئی بین فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ فریقین اپنی اپنی تحریروں پر حاشیہ چڑھا کر اپنی فتح ظاہر کریں گے۔ پھر صفحہ ۷ میں کہا ہے :

> ان وجوہات کے خیال سے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط رجسٹرڈ یہ صلاح دی گئی تھی کہ مناسب ہے کہ چھ دن کے بعد، یعنی جب فریقین اپنے اپنے چھ دن پورے کر لیں، تو ان میں مباہلہ بھی ہو۔ اور وہ صرف اس قدر کافی ہے کہ فریقین اپنے اپنے مذہب کی تائید کے لئے خدا تعالی سے آسمانی نشان چاہیں۔ اور ان نشانوں کے ظہور کے لئے ایک سال کی معیاد قائم ہو۔ پھر جس

فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو، جو انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہو، جس کا مقابلہ فریق مقابل سے نہ ہو سکے، تو لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کر لے جس کو خدا تعالی نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے، اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالہ کر دے۔

پھر حجت الاسلام کے صفحہ ۸ میں کہا ہے کہ:

اگر یہ سوال ہو کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو، یا دونوں طرف سے ظاہر ہو، تو پھر کیونکر تصفیہ ہوگا؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تئیں مغلوب سمجھے گا اور ایسی سزا کے لائق ٹھہرے گا جو بیان ہوئی ہے۔

اس دعوی و درخواست قادیانی کے جواب میں آپ کے مقابل نے مباہلہ کرنے (جس میں لعنت کرنا لازمی امر ہے) سے تو انکار کیا، مگر یہ وعدہ دیا کہ اگر آپ کوئی نشان یا معجزہ دکھائیں گے تو ہم دین اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ رسالہ حجت الاسلام کے صفحہ ۱۳ میں آپ نے قول مخالف و مقابل نقل کیا ہے:

قولہ: بہر کیف اگر جناب کسی معجزہ کے دکھانے پر آمادہ ہیں، تو ہم اس کے دیکھنے سے آنکھ بند نہ کریں گے اور جس قدر اصلاح اپنی غلطی کی آپ کے معجزہ سے کر سکتے ہیں، اس کو اپنا فرضِ عین سمجھیں گے۔

اور سچائی کا اظہار کے صفحہ ۱۵ میں اس کا خط نقل کیا ہے جو ذیل میں منقول ہے:

۹ مئی ۱۸۹۳ء منمقام امرتسر۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

بجواب جناب کے حجۃ الاسلام متعلق بندہ کے عرض ہے کہ اگر جناب یا کوئی اور صاحب کسی صورت سے بھی یعنی بہ تحدی معجزہ یا دلیل قاطع عقلی تعلیمات قرآنی کو ممکن اور موافق صفات اقدس ربانی کے ثابت کر سکیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں گا۔ جناب یہ سند میری اپنے ہاتھ میں رکھیں، باقی منظوری سے مجھے معاف رکھیئے کہ اخباروں میں اشتہار دوں۔ دستخط۔ مسٹر عبداللہ آتھم۔

اسی دعوی و درخواست و تجویز و شرط کی بنا پر اور اسی سلسلہ میں قادیانی کے مقابل نے اس سے نشان طلب کیا تھا، چنانچہ قادیانی نے اپنے آخری پرچہ کے صفحہ ۶ میں کہا ہے:

ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے منکر ہیں اوراس کی پیش گوئیوں سے بھی انکاری ہیں، اور مجھ سے ابھی اس مجلس میں تین بار ٹھٹھا کیا گیا ہے کہ اگر دین اسلام سچا ہے، اورتم فی الحقیقت ملہم ہو تو ان تینوں کو اچھا کر کے دکھاؤ۔

پھر صفحہ ۷ میں اس کے جواب میں کہا:

مگر تاہم میں دعا کرتا ہوں اور آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے..۔ الخ۔

پھراس کے صفحہ ۸ میں اس کی تفسیر کر کے ڈپٹی آتھم سے سوال کیا ہے کہ

اگر یہ نشان پورا ہو گیا تو آپ کے منشاء کے موافق یہ کامل پیش گوئی ٹھہرے گی یا نہیں، اوراس سے رسول ﷺ کے سچے نبی ہونے پر محکم دلیل قائم ہوگی یا نہیں؟

اس تمام سیاق وسباق سے ناظرین پر واضح ہوگا کہ یہ نشان قادیانی نے اپنی اسی تجویز کے سلسلہ میں پیش کیا ہے اوراس نشان کو دین اسلام اور آنخضرت ﷺ کے صدق وثبوت کا نشان ٹھہرایا ہے۔ لہذا اس میں اس کی وہ شرط کہ اگر یہ نشان ظاہر نہ ہوا تو وہ دین اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو جاوے گا، اور اگر عیسائی نہ ہوا، تو دین عیسائی کی امداد وترویج کے لئے اپنی جائیداد کا نصف حصہ عیسائیوں کو دے دیگا، اس کی طرف سے ملحوظ وبرقرار ہے کیونکہ اس شرط سے اس نے انکار نہیں کیا۔ گوفریق ثانی نے نشان دیکھنے پر صرف اس بات کو مانا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے گا مگر اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ بصورت عدم قبول اسلام وہ نصف جائداد فریق مقابل کو دے گا۔

جو شخص مدعی اسلام کہلا کر مخالفین اسلام کے مقابلہ میں ایسا کرے اور کسی پیش گوئی یا کسی اور نشان کو مدار و نشان و شرط حقیت اسلام قرار دے، وہ درحقیقت مسلمان نہیں بلکہ دشمن اسلام ہے، اور مخالفین اسلام کا چھپا دوست اوران کا وکیل ہے جو بظاہر مقابلہ کیلئے کھڑا ہو گیا ہے مگر در پردہ اس مقابلہ میں زرگری کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس نشان و دلیل و شرط کے عدم ظہور سے اسلام کا عجز ومغلوب ہونا ظاہر ہو، اور مخالفین اسلام کو غلبہ وفتح حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء زمانہ نبوت سے اس وقت تک کبھی کسی مسلمان ولی، ملہم، مبشر و پیشین گو نے کبھی مخالفین اسلام کے مقابلہ میں پیشگوئی کرنے یا کوئی اور نشان دکھانے کے وقت یہ دعوی نہیں کیا (جو قادیانی نے کیا ہے) کہ اگر میں یہ نشان نہ دکھا سکا تو میں دین اسلام کو چھوڑ دونگا۔ بلکہ اسلام میں اور پہلے دینوں میں جب مخالفوں کی طرف سے نشان نمائی کا سوال ومطالبہ ہوا، تو بسا اوقات نشان نمائی سے صاف انکار ہوا اور یہ ارشاد ہوا: قل انّما الآیات عند اللّٰہ و انّما انا نذیر مّبین جس میں یہ ہدایت وتعلیم ہے

کہ دین کی سچائی نشان نمائی پر موقوف نہیں۔ نشان ظاہر نہ ہو تب بھی دین سچا ہے اور اس کی ذات اپنی صداقت پر دلیل ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اور جب کسی مسلمان نے کوئی نشان ظاہر کیا تو اس میں اس شرط کو کہ اگر یہ نشان ظاہر نہ ہوا تو میں دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاؤنگا، تسلیم نہیں کیا۔ اور اگر کسی شرط مخالفین کو مانا تو اسی حدتک مانا کہ اس کا اثر مذہب پر کچھ نہ پڑے۔

اس کا اصل اصول اور اس پر دلیل معقول جس سے کسی باخبر مسلمان کو انکار کی گنجائش نہ ہو، یہ ہے کہ کسی مسلمان ولی، ملہم، مبشر پیش گو کو یہ جائز وحلال نہیں ہے کہ اپنے الہام و بشارت و پیش گوئی کے مضمون کے صدق وتحقق کا ایسا یقین اور اس پر ایسا وثوق واعتماد کرے کہ درصورت عدم تحقق مضمون پیش گوئی، یا تحقق اس کے خلاف کے، وہ اسلام کو سلام کرے اور دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے (اس کی نظیر حضرت صدیق اکبرؓ کا پیش گوئی فتح روم کے متعلق مشرکین مکہ کی اس شرط کو قبول کرنا ہے کہ اگر ۹ سال کے عرصہ میں روم کو فتح نہ ہوئی تو اس کے بدلے میں سو اونٹ بطور تاوان بھر دونگا۔ اس موقعہ پر آپ نے یہ نہ کہا کہ اگر پیش گوئی قرآن پوری نہ ہوئی تو میں دین اسلام چھوڑ دونگا۔ ملاحظہ ہو تفاسیر معالم، فتح البیان وغیرہ)۔ بلکہ واجب اور لازم ہے کہ درصورت عدم تحقق پیش گوئی یا بشارت یا تحقق خلاف وہ یہ سمجھے کہ میری وہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہ تھی۔ اگر تھی، تو اسکے معنی وہ ظاہری مراد نہ تھے، جو میں نے سمجھے تھے۔ اس پیش گوئی کا وقوع نہیں ہوا، تو اس سے معلوم ہوا کہ میرا وہ الہام جھوٹا اور شیطانی تھا، یا اس کے معنی میں نے غلط سمجھے تھے۔ اس سے اسلام جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ ایسا ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ اسلام اس کے الہام کے تابع ہے، وہ تابع اسلام نہیں، جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہے۔ ہم نے تو اس اصول کو غیر نبی کی ان پیش گوئیوں اور الہامات و بشارات کی نسبت جو بالآخر دین اسلام کی صداقت سے معارض ومزاحم ہوں، بیان کیا ہے۔ مگر طرفہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کی عام پیش گوئیوں اور بشارات کی نسبت یہی جنرل رول قرار دیا اور کہا ہے کہ عموماً آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوا کرتے، اور اگر ان کے ظاہری معنی پر زور ڈالا جائے گا تو درصورت عدم ظہور معانی ظاہری ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۰ میں کہا ہے:

اور پیش گوئیوں کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ قبل از ظہور پیشگوئی خود انبیاء کو بھی، جن پر وہ وحی نازل ہو، سمجھ میں نہیں آسکتے۔ چہ جائیکہ دوسرے لوگ ان

کو یقینی طور پر سمجھ لیویں۔ دیکھو جس حالت میں ہمارے سید و مولا آپ اس بات کا اقرار کرتے ہوں کہ بعض پیشگوئیوں کو میں نے کسی اور صورت میں سمجھا اور ظہور ان کا کسی اور صورت میں ہوا، تو پھر دوسرے لوگ، گوفرض کے طور پر ساری امت ہی کیوں نہ ہو، کب ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ سلف صالح ہمیشہ اسی طریق کو پسند کرتے رہے ہیں کہ بطور اجمالی پیش گوئی پر ایمان لے آویں اور اس کی تفصیل یا اسبات کو کہ وہ کس طور سے ظہور پذیر ہو گی حوالہ بخدا کریں۔ اور میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ اقرب بامن، جس سے ایمان سلامت رہ سکتا ہے، یہی مذہب ہے کہ محض الفاظ پیشگوئی پر زور نہ ڈالا جائے، اور تحکم کی راہ سے یہی دعویٰ نہ کیا جائے کہ ضرور اس کا ظہور ظاہری صورت پر ہی ہو گا کیونکہ اگر خدانخواستہ انجام کار ایسا نہ ہوا تو پھر پیش گوئی کی صداقت میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہو کر ایمان ہاتھ سے گیا۔ ایسی کوئی وصیت پیغمبر خدا ﷺ کی طرف سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی کہ تم پیشگوئیوں کو ظاہر پر حمل کرتے رہنا کسی استعارہ یا تاویل وغیرہ کو ہرگز قبول نہ کرنا۔ اب سمجھنا چاہیے کہ جبکہ پیشگوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود انبیاء سے امکان غلطی ہے، تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۲ میں کہا ہے:

میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارہ میں عام خیال مسلمانوں نے، گو ان میں اولیاء بھی داخل ہوں، اجماع کے نام سے معصوم نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں نے صورت پیش گوئیوں کو مان لیا ہے، ان کی طرف سے ہرگز یہ دعویٰ نہیں، اور نہ ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ شاید اس پیش گوئی کے ایسے تفاصیل مخفی ہوں جو اب تک کھلے نہیں۔ درحقیقت تمام انبیاء کا یہی مذہب رہا ہے کہ وہ پیش گوئی کی اصل حقیقت کو خدا تعالیٰ کے وسیع علم پر چھوڑتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ مقدس لوگ باوجود بشارتوں کے پانے کے پھر بھی دعا سے دست بردار نہیں ہوتے تھے۔ جیسا کہ بدر کی لڑائی میں فتح کا وعدہ دیا گیا تھا مگر ہمارے سید و مولا رو رو کر دعائیں کرتے رہے۔ اس خیال سے کہ شائد پیش گوئی میں ایسے امور مخفی ہوں یا وہ کچھ ایسے شروط کے ساتھ وابستہ ہوں جن کا علم ہم کو نہیں دیا گیا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۹۶ میں کہا ہے:

سوان وقتوں میں نبی کریم ﷺ کو بطور تسلی دہی فرمایا گیا کہ اگرچہ حالت نازک ہے مگر تو بباعث ضعف بشریت شک مت کر۔ یعنی یہ خیال مت کر کہ شائد اس پیش گوئی کے معنی اور ہوں گے۔

اس کلام میں قادیانی کے بہت سے اکاذیب وملحدانہ مغالطات پائے جاتے ہیں۔ جیسے اس کا یہ کہنا کہ انبیاء اپنی پیش گوئیوں کے معنی نہ سمجھتے تھے، اور ان میں غلطی کرتے؛ اور یہ کہنا کہ امت محمدیہ کا اتفاق کورانہ اجماع ہے؛ اور یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ جنگ بدر میں اس خیال سے دعا و تضرع کرتے تھے کہ شاید پیش گوئی فتح بدر سے کچھ اور مراد ہو۔

اس مقام میں اس کلام کو اس امر کے اظہار کی غرض سے نقل کیا گیا ہے کہ اس میں قادیانی نے بڑے زور سے بیان کیا ہے کہ آنخضرت ﷺ کی پیش گوئیوں کے ظاہری معنی کا مراد ہونا یقینی اور ضروری نہیں۔ بعض پیش گوئیوں کے ظاہری معنی کا مراد ہونا یقینی اور ضروری نہیں۔ بعض پیشگوئیوں کے آنخضرت ﷺ نے ظاہری معنی سمجھے تو وہ خطا نکلے۔ لہذا ہر ایک پیشگوئی نبوی کے ظاہری مراد لینے سے زوال ایمان کا اندیشہ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ان ظاہری معنی کا ظہور نہ ہو، اور پھر آنخضرت ﷺ کی نسبت شک پیدا ہو اور اس سے ایمان جاتا رہے۔

قادیانی کے اس بیان پر اس پر یہ الزام قائم ہوتا ہے کہ جب آنخضرت ﷺ صادق و مصدوق کی پیش گوئیوں کی نسبت اس کا یہ اعتقاد ہے، تو پھر وہ اپنی پیش گوئیوں کے (جو بطور نشان صداقت اسلام وہ مخالفین کے مقابلہ میں پیش کرتا ہے) ظاہری معنی کا کیونکر یقین ہو سکتا ہے، اور کس طرح ان معنی کے ظہور کو اسلام کی صداقت کی شرط ٹھہرا سکتا ہے؟ کیوں جائز نہیں کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں؟ کیا اس کا الہام آنخضرت ﷺ کے الہام کی نسبت زیادہ یقینی ہے۔ اور کیا وہ اپنے الہام و پیش گوئی کے معنی سمجھنے میں خطا سے معصوم ہے؟

اس کا اگر یہ دعوی ہے تو پھر اس کے کفر میں کیا شک ہے۔ اور اگر وہ یہ دعوی نہ کرے اور اپنے اس اصول اور جنرل رول کو اپنی پیش گوئیوں کی نسبت بھی مان لے، اور یہ اقرار کرے کہ اس کی پیش گوئیاں بھی ظاہری معنے کے یقین کے موجب ومثبت نہیں ہوتیں اور وہ احتمال رکھتی ہیں کہ ان کے ظاہر معانی مراد نہ ہوں، تو پھر اس کا مخالفین اسلام کے مقابلہ یہ کہنا کہ اگر میری پیش گوئی کا وقوع نہ ہوا اور میں نے آسمانی نشان نہ دکھایا تو میں مذہب عیسائی قبول کرلونگا اور دین اسلام چھوڑ دونگا، دیدہ دانستہ التزام وتسلیم کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اور اس صورت میں بھی بحکم اس مسئلہ فقہیہ وعلم

عقاید کے کہ جو شخص زمانہ آئندہ میں کفر کا ارادہ کرے وہ دم نقد اور سردست کافر ہو جاتا ہے (دیکھو شرح فقہ اکبر مطبوعہ دہلی۔ص ۱۴۷)۔

اور اگر اس نشان قادیانی کا ظہور نہ ہوا اور ۱۵ مہینے میں اس کا مقابل فوت نہ ہوا، تو اس سے بجز اس کے اور کیا سمجھا جاوے گا کہ اس نے اس مقابلہ اور دعوی نشان نمائی میں دیدہ دانستہ مخالفین اسلام کو موقع دیا ہے کہ وہ اس نشان کے عدم ظہور سے اسلام کو جھوٹا (عیاذاً باللہ) کہیں اور اہل اسلام کے مقابلہ میں اپنی فتح ظاہر کریں۔

یہ اس پیش گوئی کے بحق اسلام مضر ہونے کا بیان ہے۔اب اس کا کذب وافتراء ہونا ثابت کر کے اسلام سے اس کی مضرت کی مدافعت عمل میں آتی ہے۔

اس پیش گوئی کے الہامی نہ ہونے پر اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کی شہادت پائی جاتی ہے۔اندرونی شہادت یہ ہے:

ا۔اس کا مضمون (طالب نشان کیلئے موت کی خبر) ہی ایسا ہے کہ وہ ہرگز الہامی رحمانی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ نشان ایک ایسے شخص (ڈپٹی عبداللہ آتھم) کے لئے ہے جو کسی نشان کے دیکھنے پر دین اسلام قبول کرنے اور مسلمان ہو جانے کا اقراری تھا (چنانچہ اس کا اقرار قادیانی نے اپنی تحریرات میں نقل کیا ہے)۔ پھر یہ نشان اسی کی موت ہوا، اور اس کا ظہور اس کے مرجانے کے بعد ہوا، تو وہ اس کے لئے کیونکر نشان ہوگا؟ وہ اس کو کیونکر دیکھے گا؟ اور اس کو دیکھ کر اسلام پر ایمان کیونکر لائے گا؟ کیا وہ مرنے کے بعد ایمان لائیگا؟ اور اس کا یہ ایمان شرعاً معتبر ہوگا؟ اور وہ اسی وقت (بعدالموت) قادیانی کے سوال کا جواب دے گا کہ ہاں یہ پیش گوئی میری منشاء کے موافق پوری ہوگئی اور یہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر محکم دلیل قائم ہوگئی۔

نہیں ہرگز نہیں۔ایسے شخص، بظاہر طالب حق و مدعی قبول اسلام، کو ایسا نشان جو اس کے مرنے کے بعد ظہور پذیر ہو، دکھانا، اور اس سے اس کے وقوع پر اسلام اور نبوت پیغمبر ﷺ کی تصدیق چاہنا، ادنی عقل مند انسان کا کام نہیں ہے۔ پھر یہ کام خدا تعالی حکیم وعلیم ورحیم کا کیونکر ہو سکتا ہے؟ یہ تو محض تلاعب اور حماقت اور سفاہت ہے جس سے خدا کی شان اجل وارفع ہے۔ اور یہ شیطان ہی کا کام ہے، اور وہی قادیانی کو ایسی باتوں کا القاء والہام کرتا ہے اور لوگوں سے اس کی ہنسی وتذلیل کراتا ہے۔ اور اگر یہ صرف گیدڑ بھبکی ہے اور اس سے قادیانی کا مقصود یہ ہے کہ وہ شخص موت سے ڈر کر ایمان لے آوے اور اس سے قادیانی کی ولایت اور الہام ثابت ہو، تو بھی خدا

کی شان سے بعید ہے۔ اور ایسے ایمان کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں ہے جو مارے جانے کے ڈر سے اور مجبور ہو کر بغیر یقین اور انشراح صدر کے قبول کیا جائے۔ اللہ نے فرمایا ہے لا اکراہ فی الدّین اور قادیانی نے خود بھی اس مسئلہ کو عیسائیوں کے مباحثہ میں بڑے زور سے بیان کیا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ یہ نشان مار ڈالنے کی دھمکی کا ایک بظاہر طالب نشان و مدعی قبول اسلام و ایمان کے مقابلہ میں آسمانی نشان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ خود اس کا مضمون اس کے نشان نہ ہونے پر قوی دلیل ہے۔

۲۔ اس پیش گوئی میں مقابل مخالف حق ہلاک ہونے والے کی کوئی تعیین و تشخیص نہیں ہوئی۔ صرف فریق مخالفِ حق کا ہلاک ہونا بتایا گیا ہے جس سے نہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے فریق عیسائی کے تمام ممبر یا حاضرین جلسہ یا متصدیان و معاونین مباحثہ جن میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کے علاوہ کئی اور اشخاص (پادری جی ایل ٹھاکر داس، پادری عبداللہ، پادری ٹامس ہاول، ڈاکٹر ایچ کلارک وغیرہ) بھی مراد ہیں یا ان میں سے کوئی خاص شخص۔ اس ابہام و عدم تعیین سے یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ اگر بحسب اتفاق و انقضاء مدت عمر ڈپٹی عبداللہ آتھم (جن کے پاؤں گور میں لٹک رہے ہیں اور وہ اپنی پیرانہ سالی اور کمال درجہ کی کمزوری کی وجہ سے گویا: اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند، کا مصداق ہو رہے ہیں) اس دنیا سے سدھارے تو ان کو اسکا مصداق بنایا جائے گا، ورنہ یہ کہہ دیا جائے گا کہ گروہ عیسائی سے اور شخص مراد ہے جس کا تمام عیسائیان پنجاب و ہندوستان سے یا خاص کر عیسائیان جنڈیالہ و امرتسر سے (جو مباحثہ میں شریک تھے) پندرہ ماہ میں فوت ہونا ممکن ہے۔

اس پیش گوئی کا یہ ابہام اور اس سے یہ مقصود بھی قطعی دلیل ہے کہ یہ الہام خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ شیطان کی طرف سے ہے جو ہمیشہ اپنے دوستوں کو دھوکہ میں ڈالتا ہے۔

۳۔ اس پیشگوئی میں فریق مخالف حق کے فوت ہو جانے کی صریح لفظ موت سے خبر نہیں دی، صرف یہ کہا ہے کہ وہ ہاویہ میں ڈالا جائے گا۔ پھر اس کی تشریح قادیانی نے اپنی تفسیر میں کی ہے جس سے اس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم یا کوئی اور عیسائی ہندوستان یا پنجاب میں مر گیا تو اس کو اس پیش گوئی کا مصداق ٹھہرا لیا جائے گا۔ اور اگر اس عرصہ میں کوئی بھی نہ مرا تو یہ کہا جائے گا کہ ہاویہ میں گرائے جانے سے مر جانا مراد ہونا ہماری طرف سے بطور تفسیر بالرائے بیان ہوا ہے، اصل الہام و پیش گوئی میں صرف ہاویہ میں گرایا جانا بیان ہوا ہے، جو ضرور وقوع میں آئے گا، جب کوئی ان میں سے مرے گا، اور پھر اٹھایا جائے گا اور آخر جہنم میں جائے گا۔ اس پیش گوئی کا یہ ابہام

اور پھر اس کی تفسیر مذکور بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ دھوکہ بازی ہے جو شیطان ہی کا کام ہے، نہ خدائے رحمان کا۔

۴۔ اس میں جو لفظ عمداً کہا گیا ہے یہ بھی اس دھوکہ کی غرض سے کہا گیا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی نہ مرا، تو یہ کہا جائے گا کہ یہ لوگ جو خدا پر افتراء کرتے ہیں، عمداً نہیں کرتے، ان کی سمجھ میں غلطی ہے اس لئے وہ ہلاک نہیں ہوئے۔ اور اگر اس لفظ سے اس دھوکہ دہی کی غرض نہیں تو پھر اس کا ذکر و اظہار لغو ہے۔ چونکہ اس شرط کی تحقق و عدم تحقق کا علم خدا تعالیٰ کو ہی ہو سکتا ہے، نہ کسی بشر کو۔ اور عذاب موت بھیجنا بھی اسی کا فعل ہے۔ پس اگر الہام خدا کی طرف سے ہوتا تو اپنے فعل کی شرط کی تحقق یا عدم تحقق کو وہ خود ہی دیکھ لیتا۔ بندوں کے سامنے اس شرط کے اظہار کا کیا فائدہ ہوا؟ وہ تو اس شرط کا امتحان بلا اعلام خداوندی کسی صورت سے نہیں کر سکتے۔ لہذا یہ لفظ بھی اس بات پر دلیل ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔

۵۔ اس پیشگوئی کے ظہور کی میعاد جو بلحاظ ۱۵ یوم مباحثہ کے ۱۵ دن تک مقرر کی گئی ہے، یہ بھی مشعر ہے کہ یہ الہام رحمانی نہیں بلکہ افتراء شیطانی ہے۔ اولاً اس لئے کہ یہ مباحثہ ۱۵ دن نہیں ہوا ۱۳ دن ہوا ہے۔ اثناء مباحثہ میں دو دن اتوار کے سبب ناغہ اور ترک مباحثہ ہوا، نہ فعل مباحثہ۔ پس اگر یہ سزائے موت بلحاظ ایام مباحثہ تجویز ہوئی تھی تو مناسب تھا کہ تیرہ ہی دن میں یہ سزا ملتی۔

ثانیاً۔ اس لئے کہ اگر یہ سزا ان دنوں کے (۱۳ ہوں یا ۱۵) لحاظ سے تجویز ہوئی ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مباحثہ میں زیادہ دن لگ جاتے، پندرہ کے بیس یا تیس دن ہو جاتے، تو یہ سزا بھی بیس یا تیس دن تک ٹل جاتی اور اس میں تاخیر واقع ہوتی۔ اور یہ تاخیر سزا بتادی وقت گناہ مضمون سزا کے مخالف ہے اور ایک قسم کا رحم و حلم و انعام الٰہی ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں کہ جتنے دن بندہ گناہ میں زیادہ صرف کرے، اتنے دن خدا تعالیٰ اسکی سزا میں دیر کرے، اور پھر سزا دے تو وہی جو بصورت جلدی دینا چاہتا تھا، اور اس میں کچھ زیادتی نہ کرے۔ وہ سزا میں دیر کرتا ہے تو پھر سخت سزا دیتا ہے۔

یہودیوں نے یہ احمقانہ بات بنا رکھی تھی کہ جتنے دن (۴۰ روز) ہم نے بچھڑے کی عبادت کی ہے اتنے ہی دن ہم کو عذاب ہوگا، اس سے کم یا زیادہ نہ ہوگا۔ مگر یہ حماقت کسی یہودی کو بھی نہ سوجھی جو قادیانی یا اس ملہم بے عقل (معلم الملکوت) کو سوجھی ہے کہ جتنے دن گناہ میں دیر کی ہوگی اتنے ہی دن نزول عذاب میں دیر ہوتی رہے گی۔ اور اگر اس مہلت و بیان مدت سے قادیانی کی یہ

مراد ہے کہ ۱۵ ماہ اخیری حدّ وانتہاء مدت سزا ہے اور وقوع سزا اس سے پہلے ہی ہو جائے گا، تو اس پر یہ دو سخت اور مشکل اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس صورت میں ۱۵ دن کا لحاظ لغو اور بے اثر ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ قریب الوقوع سزا یا نشان کو بعید الوقوع بتانا خدا تعالیٰ کی حکیمانہ شان سے بعید ہے۔ گو اس کا عکس سراسر حکمت ہے۔ چنانچہ اشاعۃ السنہ صفحہ ۱۳۱ نمبر ۱ جلد ۱۵ میں بیان ہو چکا ہے۔

یہ پانچ وجوہات و دلائل اندرونی شہادت کی ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔ اب بیرونی شہادت سنو۔

قرآن کریم اور حدیث کی قطعی شہادت سے ثابت ہے کہ الہام رحمانی اور شرف خطاب و ہم کلامی خداوندی کا محل وہی لوگ ہوتے ہیں، جو اہل کمال ایمان ہوتے ہیں، اور صاحب اخلاق حمیدہ و اوصاف جمیلہ۔ نہ کافر، کذاب، بدخلق، خودغرض اور ایسے آفات کے محل۔ اور یہ بات ظاہر اور تصانیف قادیانی سے بخوبی ثابت ہے کہ قادیانی ادنیٰ درجہ کا مسلمان نہیں ہے۔

} وہ خدا کو اس کی صفت قدرت کاملہ کے ساتھ نہیں مانتا اور خدا کو اس امر سے عاجز جانتا ہے کہ:

> وہ کسی زندہ انسان کو ایک مدت مثلاً ہزار سال تک غذا اور ہوا وغیرہ ضروریات دنیاوی کے بغیر زندہ رکھے۔ اور بناء علیہ وہ حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر موجود ہونے پر یہ سوالات کرتا ہے کہ وہ کرہ زمہریر سے کیوں کر گزر گئے۔ اور آسمانوں پر ان کے سانس لینے کے لئے ہوا کہاں ہے، اور وہ آسمان پر کھانا کہاں سے کھاتے ہوں گے، پائخانہ کہاں پھرتے ہوں، وغیرہ۔

} اور آنحضرت ﷺ کو ان کی صفت و شان ختم نبوت کے ساتھ نہیں مانتا اور اس ختم نبوت کو توڑ کر وہ خود مدعی نبوت و رسالت بن بیٹھا ہے۔

} اسی طرح وہ اور اصول و اعتقادات اسلامیہ کو نہیں مانتا۔

} اور اخلاق کا یہ حال ہے کہ اگر کسی پر اس کو بدگوئی کا وہم بھی ہو، تو اس کی وہمی بدگوئی کے مقابلہ میں اس کو دس گنا برا کہتا ہے بلکہ عام مسلمانوں کو گالیاں دیتا ہے۔

} اور اس کی خودغرضی تو اس کی ہر ایک کاروائی سے عیاں ہے جہاں کوئی بات کہتا یا کوئی تجویز نکالتا ہے وہاں فلوس کا سوال موجود ہے۔ اور ہزار ہا روپئہ مسلمانوں کا خورد برد کر چکا ہے۔ اور ہنوز ھل من مزید کی صدا جاری ہے۔

ان باتوں کا ثبوت اس کی تصانیف و اشتہارات موجود ہے۔ پھر ایسا بد اعتقاد و بدخلق خودغرض صاحب الہام وشرف خطاب الٰہی سے مشرف کیونکر ہوسکتا ہے۔ یہ بیرونی شہادت تفصیل طلب ہے اور یہ پیش گوئی مذکور کی افتراء وکذب ہونے پر ان ہی لوگوں کے نزدیک شہادت بن سکتی ہے جن کو قادیانی کے حالات واعتقادات مذکورہ بالا کا تفصیلی علم ہو۔ ناظریں تصانیف قادیانی، فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، دافع الوساوس کو دیکھیں۔ اور ساتھ ہی اشاعۃ السنہ نمبر۱۲ جلد۱۲ وجلد ۱۳ وجلد۱۴ وغیرہ کو بھی ملاحظہ کریں۔ اس سے وہ یقین کرلیں گے کہ یہ شہادت اندرونی شہادت سے بڑھ کر اس پیش گوئی کے کذب وافتراء ہونے پر دلیل ہے۔

اس پیشگوئی کے عدم وقوع کی صورت میں اسکی مضرت کی مدافعت

☆ ناظرین! پیش گوئی مذکور کا وقوع نہ ہوا تو اس عدم وقوع سے کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس سے عدم صداقت اسلام نکال لے اور اسلام کو سلام کرکے عیسائی یا مرتد ہوجائے کیونکہ خدااور اس کے رسول نے قادیانی کو پیش گوئی کرنے اور اپنی نیابت کا منصب عطا نہیں کیا۔ اور کسی آیت یا حدیث میں نہیں فرمایا کہ ما ینطق القادیانی عن الھوی ان ھو الّا وحی یّوحی (یعنی قادیانی اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا، وہ جو کچھ کہتا ہے، خدا کی وحی ہوتی ہے) اور بناء علیہ یہ نہیں فرمایا کہ اگر اس کی کوئی بات جھوٹی نکلے تو ہم جھوٹے ہوں گے۔ اور نہ کسی عیسائی یا اور مخالف اسلام کا یہ حق ہے کہ وہ اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے پر اسلام پر الزام قائم کرے۔ وہ لوگ انصاف سے کام لے کر سوچیں، اور بتاویں کہ اسلام نے اس قادیانی کو ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے کب منتخب کیا اور اپنا وکیل بنایا۔ اور اس کی شکست والزام کو کب اپنی شکست والزام تسلیم کیا ہے؟ پادری لوگ تو خود جانتے ہیں اور ایک اشتہار مطبوعہ اختر پریس وضمیمہ نورافشان ۲ مئی ۱۸۹۳ء میں اس امر کو تسلیم کرچکے ہیں کہ یہ شخص باتفاق میجارٹی اہل اسلام، اسلام سے باضابطہ خارج کیا گیا ہے۔ پھر وہ اس کے الزام کو اسلام کا الزام کیونکر بنا سکتے ہیں۔

یہ اس پیشگوئی کے عدم وقوع پر اس کی مضرت کی مدافعت ہے، اب اس کی اس مضرت کی مدافعت کی جاتی ہے جو بصورت اس کے وقوع کے اسلام کے حق میں متصور ہے۔

☆ اگر اس پیش گوئی کا وقوع ہوا، یعنی ۱۵ مہینے کے عرصہ میں ڈپٹی عبداللہ آتھم یا پادری ڈاکٹر کلارک یا کسی اور عیسائی مباحث یا معاون کا انتقال ہوگیا، تو اس سے باقی ماندہ عیسائیوں کا مسلمان

ہو جانا تو متوقع ہی نہیں، کیونکہ اگر یہ پیش گوئی ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت سے پوری ہوگئی تو ان کا ایمان بعد الموت متصور ہی نہیں۔ رہے باقی عیسائی سو، ان میں سے کسی نے یہ نشان یا کوئی اور نشان دیکھ کر اسلام لانے کی شرط تسلیم نہیں کی۔ اور اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم کے سوا کوئی اور صاحب فوت ہوئے تو ڈپٹی عبداللہ آتھم یہ عذر کریں گے کہ تم نے اس پیش گوئی میں کسی فوت ہونے والے کی تعیین نہیں کی تھی، اور خارجاً میرے فوت ہونے کی خبر مشہور کی تھی۔ اب میں تو زندہ ہوں اور اس فوت ہونے والے کو اس پیش گوئی کا اثر کس دلیل سے مان لوں۔ کیوں جائز نہیں کہ وہ شخص حسب اتفاق اور عام دستور زمانہ کے موافق فوت ہوا ہے۔

ہاں اس کے وقوع سے بہت سے مسلمانوں کے مرتد اور عیسائی (یعنی مرزائی) ہو جانے کا اندیشہ ہے وہ اس سے قادیانی کا ولی وملہم وخطاب الٰہی سے مشرف ہونا سمجھ لیں گے۔

اور اس اعتقاد سے وہ قادیانی کی پیروی اختیار کر کے اس کے عقائد کفریہ کو مان کر مرتد ہو جائیں گے۔ لہذا اس مضرت کی مدافعت زیادہ ضروری ہے اور ان نادان مسلمانوں کے اس ارتداد کی محافظت میں کوشش کرنا ہمارا اسلامی فرض ہے، جو ادا کیا جاتا ہے۔

ناظرین! یہ پیش گوئی اگر وقوع میں آگئی تو اس کو آپ الہامی اور قادیانی کے ملہم و ولی ہونے کی نشانی نہ سمجھیں بلکہ وجوہات شہادت اندرونی و بیرونی کو توجہ سے ملاحظہ فرما کر یقین کریں کہ یہ پیش گوئی الہام رحمانی نہ تھی، بلکہ ایک دروغ گوئی ولاف زنی تھی جو اتفاقاً مطابق واقع نکلی۔ اور یہ شخص اس لائق نہیں ہے کہ وہ خدا کے کلام وخطاب سے مشرف ہو سکے۔ اتفاقاً اس کے وقوع پر اگر آپ صاحبوں کو یہ شبہ وسوال پیدا ہو کہ پیش گوئی خدا کی طرف سے اور الہامی نہ تھی، تو یہ واقع کے مطابق کیوں نکلی، تو اس کا حل اور جواب آپ ہمارے ان سوالات سے حاصل کریں جو قادیانی کی پیش گوئی متعلق موت خسر فرضی پر ہم نے کئے ہیں (جو تحریک ختم نبوت کی جلد ۵ میں نقل ہوئے ہیں۔ بہاء)۔ ان سوالات کو پڑھ کر آپ لوگ جان جائیں گے کہ ایسی پیشگوئیاں، کاہن، نجومی، رملی، جفری، جوتشی، پنڈت، سائنٹفک فلاسفر، مسمریزسٹ، قیافہ شناس اور روحانیات تسخیر کے عالم، اٹکل باز، بھی کرتے ہیں جو بعض اوقات صحیح سچی نکلتی ہیں۔ جیسا ان دنوں دہلی میں ایک جوتشی پنڈت اس قسم کی پیشگوئیاں علم جوتش کی مدد سے کرتا ہے جو حسب اتفاق سچی نکلتی ہیں چنانچہ اخبار عام لاہور یکم ستمبر ۱۸۹۳ء میں مرقوم ہے:

پنڈت کانشی ناتھ صاحب جوتشی

دہلی کا اخبارلٹن گزٹ لکھتا ہے کہ ناظرین اخبار کے سامنے ہم اس وقت پنڈت صاحب کی غیب دانی کی ایک اور کیفیت جو ۲۰۔ اگست کو گذری ہے بیان کرتے ہیں جو خالی از دلچسپی نہیں لالہ جگن ناتھ صاحب ساہو دہلی نہر والا کے مکان پر جہاں بہت سے رؤسا ہنود اور مسلمان موجود تھے، پانچ بجے ایک کھتری صاحب انگریزی خوان سیاہ کوٹ پتلون پہنے ہوئے آئے اور پنڈٹ کانشی ناتھ صاحب سے کہا کہ میں آریہ سماج ہوں۔ اگر آپ میرے سوال کا جواب دے دیں تو میں اس علم کو سچا سمجھوں اور اس سماج کو چھوڑ دوں۔ پنڈت صاحب نے کہا ہماری طرف سے کوئی چاہے آریہ مت میں رہے چاہے کسی مت میں رہے، اس بات سے ہم کو کچھ بحث نہیں، ہاں جو سوال تم اپنے دل میں رکھتے ہو اور اس سوال کا جواب ہم نے ٹھیک دیا تو پھر تم کسی محفل یا سبھا یا کمیٹی میں جا کر کسی کا امتحان مت لینا۔ تمہارا سوال یہ ہے کہ کل میرے پاس جو سرکار سے پرچہ آیا ہے بابت امتحان اس میں میں نے کتنے نمبر دیئے ہیں۔ آپ بتلایئے۔ اس لڑکے نے اقرار کیا کہ ہاں میرا سوال یہی تھا اور جو آدمی میرے ساتھ ہیں میں نے ان سے یہی کہہ دیا تھا کہ میں یہ سوال پنڈت صاحب سے کرونگا۔ مگر یہ بتلایئے کہ میں نے نمبروں میں کون سا ہندسہ دیا ہے۔ پنڈت صاحب نے ہندسہ کا بچار کر کے اسی وقت یہ کہا کہ تم نے آٹھ کا ہندسہ دیا ہے۔ اس نے اسی وقت منظور کیا اور کہا کہ بہت درست ہے آٹھ ہی کا ہندسہ میں نے دیا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ مہربانی کر کے میری خطا کو معاف فرماویں کہ میں نے صدہا آدمیوں میں آ کر آپ سے ایسا پرشن کیا، تو پنڈت نے کہا ہمارے ہاں تو سینکڑوں سوال ہر روز ایسے ہوتے رہتے ہیں چنانچہ ابھی ریلوے میں ایک برہمن نوکر ہے پنڈت جی نے کہا کہ تمہارے گھر اسی مہینے کی ۷ تاریخ کو لڑکا پیدا ہوگا۔ سو اسی تاریخ کو لڑکا پیدا ہوا۔ املی کے محلّہ میں ایک پنڈت بنارسی دان کے دو لڑکے چلے گئے تھے پنڈت مذکور نے جوتشی جی مہاراج سے عرض حال کیا چنانچہ آپ نے دو جنتر دیئے جن کی برکت سے دو تین روز کے بعد وہ لڑکے اپنے گھر آ گئے۔ علی ہذا۔ ایک اور مارواڑی کا لڑکا چلا گیا تھا پنڈت جی نے جنتر دیا اور کہا کہ وہ لڑکا جو گمایا کی طرف چلا گیا ہے بعد تین روز کے گھر آجاوے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ایک اور لڑکا رام دھن داس کا چلا گیا تھا۔ سو پنڈت صاحب نے کہا وہ بعد ۵ روز کے آجاوے گا۔ ایک اور زمین دار کا لڑکا چلا گیا تھا پنڈت جی نے فرمایا کہ ۱۵ روز کے بعد خبر آوے گی۔ چنانچہ خبر آ گئی۔ ایک کھتری صاحب کی گھڑی لے کر ایک کہار کا لڑکا بھاگ گیا تھا۔ اس نے آ کر

پوچھا۔ پنڈت جی نے کہا کہ اس کا پتہ لگ جائے گا، سو پتہ لگ گیا۔ ایک مارواڑی کا مقدمہ تھا اس نے فیصلہ باہمی کی نسبت سوال کیا پنڈت جی نے کہا، ہو جائے گا۔ چنانچہ آپس میں فیصلہ ہوگیا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ میرا چچا بمبئی گیا ہوا ہے اس کی کوئی خبر نہیں آئی۔ وہ راضی خوشی تو ہے؟ پنڈت صاحب نے کہا کہ اس کی راضی خوشی کی کل خبر آجاوے گی۔ دوسرے دن اس کی خبر آگئی کہ وہ راضی خوشی ہے۔ ایک صاحب بلند شہر سے آئے اور پنڈت جی سے مقدمہ کے بارے میں پوچھا۔ پنڈت جی نے فرمایا کہ آج یہ مقدمہ ملتوی رہ جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غرض کہ ایسی صدہا باتیں ہر روز پنڈت صاحب کی خدمت میں پیش ہوتی رہتی ہیں۔ اس وقت جتنے لوگ اس سبھا میں موجود تھے سب نے پنڈت جی مہاراج کو دھنے باد دیا اور یہ کہا کہ ہم نے ایسے مہاتما کا درشن نہیں کیا تھا، آج کیا۔ خداوند ایسے سجن کو مدت تک سلامت رکھے۔

پنڈت صاحب کو جو کمال حاصل ہے وہ جوتش اور عمل پر مبنی ہے اور وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ان کو الہام ہوتا ہے اور وہ حضرت فلاں ہے، (شائد یہ قادیانی کی طرف اشارہ ہے) یہ پیشگوئیاں جو پنڈت کی ہیں اگر واقعی سچی نکلتی ہیں تو اس کی وجہ ایک پنڈت اڈیٹر اخبار عام نے خود بیان کردی ہے کہ یہ علم وعمل جوتش پر مبنی ہے، الہام نہیں ہیں۔ دجال قادیانی کی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی تو اس پنڈت کی پیش گوئی سے بڑھ نہ جائے گی۔ ایسا ہی ایک اور جوتشی ملک دکن کی پیشگوئیاں آج کل سچی نکلتی ہیں چنانچہ اخبار عام ۱۵ نومبر ۱۸۹۳ء میں ہے۔

علم جوتش کے محققوں کیلئے یہ خبر خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ تھیوسوفیکل سوسائٹی کے جنرل پریسیڈنٹ اور بانی کرنل آلکاٹ نے اپنا زائچہ شائع کیا اور دکن کے ایک مشہور جوتشی نے ازروئے علم کے اسکی نسبت جو کچھ تعبیر لکھی ہے اس میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کرنل آلکاٹ ۲۳ اکتوبر سے ۵ نومبر 1915ء کے درمیان فوت ہوں گے۔ کرنل کی تاریخ ولادت ۲۔ اگست ۱۸۳۲ء ہے پس اس وقت ان کی عمر ۶۱ برس کی ہے اور ابھی بائیس برس تک کرنل کو زندہ رہنا باقی ہے۔ یہ بھی بتلایا ہے کہ کرنل کی زندگی میں کیا پیش آیا۔ کب والدہ مریں، کب والد فوت ہوئے، کب شادی ہوئی، کیا اولاد ہوئی، کس قسم کا مزاج ہے، کیا کچھ پیش آیا۔ اور کرنل اس پر یہ رائے دیتے ہیں کہ بالعموم اکثر باتیں ایسی صحیح ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔...اس سے پہلے اور دو جوتشیوں نے ان کا زائچہ دیکھا تھا انہوں نے بھی وہی تاریخ اور سنہ بتلایا تھا۔

مرزا قادیانی کی تو آج تک ایک بھی پیش گوئی ایسی نہیں نکلی جو پنڈت کانشی ناتھ یا جوتشی

دکن کا مقابلہ کرسکیں اور جب کسی صاحب عقل وفہم کے نزدیک جوتشی ان پیشگوئیوں کے ساتھ الہامی نہیں مانے گئے تو قادیانی کو اس پیش گوئی کے سبب، اگر وہ واقعی نکلی، کیوں کر ملہم کہا جاوے گا۔

جائز ہے کہ قادیانی بھی ان ہی لوگوں میں سے ہو اور رمل ونجوم ومسمریزم وغیرہ علوم میں دخل رکھتا ہے۔ اس امکان کا مؤید یہ امر ہے کہ اشاعۃ السنہ نمبرا جلد ۱۵ میں ہم نے قادیانی سے سوال کیا کہ تم علم رمل وجفر ومسمریزم وغیرہ میں دخل رکھتے ہو یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں اس نے اس علم ودخل سے انکار نہیں (جیسا کہ اور دوتین باتوں سے جن میں گنجائش انکار پائی صاف انکار کیا) جس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ علوم میں ضرور اس کو دخل ہے اور مسمریزم میں تو اس کا دخل اس کے صریح کلام سے ثابت ہے جو ازالہ قادیانی کے صفحہ ۳۰۹ میں موجود ہے کہ

اگر یہ عاجز اس عمل (مسمریزم) کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ اعجوبہ نمانیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

پھر اس کا اس قسم کی پیش گوئیاں علم رمل یا جفر یا مسمریزم کے ذریعہ سے کرنا، اور ان کا صادق نکلنا کون سے تعجب کا محل ہے۔ قوی الایمان مسلمانوں سے کامل امید ہے کہ اگر پیش گوئی کا پورا پورا بحسب معنی مشہور ظہور ہوا، یعنی ڈپٹی آتھم پندرہویں مہینے کے ٹھیک آخری دن فوت ہوجائے، تو بھی وہ اس پیش گوئی کو کچھ چیز قابل وقعت نہ سمجھیں گے۔ اور قادیانی کے اعتقاد وعمل و طریق کی نظر سے اس کو ایک دجال وکذاب خیال کر کے بحکم شہادت اندرونی بیرونی اس پیش گوئی کو ایک رملی یا نجومی یا مسمریزسٹ وغیرہ کی پیش گوئی سمجھ کر اس کی مضرت سے بچ جائیں گے اور اپنے آپ کو ان مسلمانوں کی نظیر بن کر دکھائیں گے جو دجال موعود سے اس قسم کے خوارق اور نشان دیکھ کر بھی اسکو کافر کہیں گے اور اس کے ظاہری بہشت کو چھوڑ کر اس کی آگ میں جانا منظور کریں گے پر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج الدّجّال فیوجه قبله رجل من المؤمنین فیلقاه المسا لح مسا لح الد جال فیقولو ن له این تعمد فیقول اعمد الی هذا الّذی خرج قال فیقولون له او ما تؤمن بربّنا فیقول ما بربّنا خفاء فیقولو ن اقتلوه فیقول بعضهم لبعض الیس قد نهاکم ربّکم ان تقتلوا احداً دونه فینطلقون به الی

الدجال فاذا رأه المومن قال یا ایّها النّاس هذا ا لدجال الّذی ذکر الرسول اللّٰہ ﷺ قال فیامر الدّجال به فیشیح فیقول خذوه و شجوه فیو سع ظهره و بطنه ضرباً فیقول انت المسیح الکذاب قال فیومر به فیوشر باالمنشار من مفرقه حتی یفرق بین رجلیه قال ثم یمشی الدجال بینن القطعتین ثم یقول له قم فیستوی قائماً ثمّ یقول له اتؤمن بی فیقول ما ازددت فیک الّا بصیرة قال ثمّ یقول یا ایّها النّاس انّه لا یفعل بعدی باحد من النّاس قال فیاخذه الدجال لیذبحه فیجعل ما بین رقبته الی ترقوته نحا ساً فلا یستطیع الیه سبیلاً قال فیاخذ بیدیه و ر جلیه فیقذ ف به فیحسب النّاس انما قذفه الی النّار و انّما القی فی الجنة فقا ل رسول الله ﷺ هذا اعظم النّاس شهادة عند ربّ العا لمین ۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۲)

کہ دجال نکلے گا تو اس کی طرف مومنوں سے ایک آدمی متوجہ ہوگا۔ اس کو دجال کے مسلح لوگ ملیں گے اور پوچھیں گے تو کہاں کا قصد رکھتا ہے؟ وہ بولے گا اس آدمی کی طرف قصد رکھتا ہوں جو نکلا ہے۔ وہ کہیں گے تو ہمارے رب کو نہیں مانتا؟ وہ کہے گا ہمارا رب چھپا نہیں رہتا۔ وہ بولیں گے اس کو قتل کر ڈالو۔ ان میں بعض کہیں گے کہ کیا تم کو تمہارے رب (دجال) نے اس سے منع نہیں کیا کہ اس کی غیر حاضری میں کسی کو قتل کرو۔ تو وہ اس کو دجال کے پاس لے چلیں گے۔ جب مومن دجال کو دیکھے گا، یہ کہے گا۔ لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ پھر دجال حکم دے گا کہ اس کا سر زخمی کرو۔ پھر وہ اس کو خوب زخمی کریں گے اور اس کی پشت اور پیٹ کو مار مار کر لمبا اور وسیع کر دیں گے۔ پھر دجال اس کو کہے گا (اب بھی) تو مجھ پر ایمان نہیں لاتا؟ وہ بولے گا تو مسیح کذاب ہے۔ تو دجال اس کی چوٹی پر آرہ رکھ کر اس کو دو ٹکڑے کرا دے گا۔ پھر ان دو ٹکڑوں کے مابین چلے گا۔ پھر اس کو کہے گا تو کھڑا ہو جا تو برابر ہو کر کھڑا ہو جائے گا۔ پھر دجال کہے گا کہ (اب تو) تو مجھ پر ایمان لائے گا؟ وہ کہے گا اب میرا یقین تیرے دجال ہونے کی نسبت زیادہ ہو گیا ہے۔ پھر مومن لوگوں سے کہے گا اب اس کو کسی پر اس فعل (قتل) کی قدرت نہ ہوگی۔ پھر اس کو دجال ذبح کرنے کیلئے پکڑے گا تو خدا تعالیٰ اس کی گردن پر تانبہ رکھ دے گا، تو دجال کو اس کے ذبح کرنے کی قدرت نہ ہوگی

پھر وہ اس کے ہاتھ اور پاؤں پکڑ کر لوگوں کے خیال میں آگ میں ڈال دے گا اور درحقیقت وہ بہشت میں ڈالا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ شخص اللہ کے نزدیک شہادت میں سب لوگوں سے بڑا ہوگا۔

اور ایک حدیث میں آیا ہے:

یاتی علی القوم فیدعوھم فیؤمنون به و یستجیبو ن له فیامر السّماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیھم سارحتھم اطول ما کانت ذری واسبغه ضروعاً وامّده خوا صر۔ ثمّ یا تی القوم فیدعوھم فیردون علیه قوله فینصرف عنھم فیصبِحون ممحِلین لیس بایدیھم شیء من اموا لھم و یمرّ با لخزنة فیقول لھا اخرجی کنوزک فتبعه کنوزھا کیعاسیب النحل ثمّ یدعوا رجلاً ممتلیاً شاباً فیضربه بالسّیف فیقطعه جزِلتین ر میته الغر ض ثم ید عوہ فیقبل و یتھلل و جھه بضحک۔ صحیح مسلم ص ۴۰۱

کہ دجال ایک قوم کے پاس آئے گا اور ان کو اپنی طرف بلائے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے پھر وہ آسمان کو مینہ برسانے کا اور زمین کو درخت اور کھیتی جمانے کا حکم دے گا تو وہ ویسے ہی ہو جائیں گے اور ان کے جانور بڑے بڑے موٹے تازے، پیٹ بھرے دودھ والے ہو کر آئیں گے۔ پھر وہ ایک اور قوم کے پاس آئیگا اور ان کو اپنی طرف بلائے گا۔ تو وہ اس بات کو رد کریں گے۔ پھر وہ تہی دست ہو جائیں گے۔ ان کے مال ان کے ہاتھ میں نہ رہیں گے۔ پھر وہ کھنڈروں کی طرف گذرے گا اور ان کو حکم دے گا کہ وہ اپنے خزانے نکال دیں تو ان کے خزانے ایسے اس کے پیچھے ہو چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں۔ پھر وہ ایک جوان آدمی کو بلائیگا، اور اس کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دیگا۔ پھر اس کو بلائیگا تو وہ ہنستا ہوا اور اسکا چہرہ چمکتا ہوا، آئے گا

اس قسم کے خوارق دجال موعود کے اور بھی احادیث میں مذکور اور کتب صحاح میں موجود ہیں جن کی نقل سے تطویل متصور ہے۔ اور جب ایسے خوارق دجال موعود دیکھ کر آخری زمانہ کے مسلمان اپنے ایمان کو نہ چھوڑیں گے تو اس زمانہ کے سچے اور باخبر مسلمان اس زمانہ کے ایک دجال کی ایسی خبر کو (جو علم نجوم، جفر، مسمریزم سے بلکہ صرف اٹکل وقیاس ومشاہدہ حالات عمر سے ہوسکتی ہے) سچی اور مطابق واقع کے دیکھ کر اس پر کیونکر ایمان لائیں گے۔ اور اس کے عقاید کفریہ اور اخلاق و

عادات شنیعہ کی نظر سے اس کی اس خبر کو (اگر بالفرض صادق ہو گئے) کیوں نجوم مسمریزم وغیرہ کا نتیجہ قرار نہ دیں گے، جو قادیانی کے مناسب حال ہے۔ (اشاعة السنہ۔ جلد ۱۵)

(آتھم کے مرنے کی پیشگوئی نے پوری قادیانی امت کو مضطرب کئے رکھا جیسا کہ سیرة المہدی میں ہے کہ پیر سراج الحق نے مجھ (بشیر احمد قادیانی) سے بیان کیا کہ جب آتھم کی پیش گوئی کی میعاد قریب آئی تو اہلیہ مولوی نورالدین نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہتا ہے کہ ایک ہزار ماش کے دانے لے کر ان پر ایک ہزار دفعہ سورہ الم تر کیف پڑھنی چاہیے اور پھر ان کو کسی کنویں میں ڈال دیا جائے اور پھر واپس منہ پھیر کر نہ دیکھا جاوے۔ یہ خواب مولوی نورالدین نے مرزا کی خدمت میں عرض کیا اس وقت مولوی عبدالکریم بھی موجود تھے اور عصر کا وقت تھا۔ مرزا صاحب نے فرمایا اس خواب کو ظاہر میں پورا کر دینا چاہیے ..اس پر مولوی عبدالکریم نے میرا اور میاں عبداللہ سنوری کا نام لیا اور حضرت نے پسند فرمایا اور ہم دونوں کو ماش کے دانوں پر ایک ہزار دفعہ سورہ الم تر کیف پڑھنے کا حکم دیا چنانچہ ہم نے عشا کی نماز کے بعد سے شروع کر کے رات کے دو بجے تک یہ وظیفہ ختم کیا... پیر سراج الحق اور میاں عبداللہ کی روایتوں میں بعض اختلافات ہیں جو دونوں میں سے کسی کے نسیان پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً میاں عبداللہ نے اپنی روایت میں بجائے ماش کے چنے کے دانے بیان کئے ہیں، مگر خواہ ان میں سے کوئی ہو، ماش اور چنے، ہر دو کی تعبیر علم الرؤیا کے مطابق غم واندوہ کی ہے۔ جس میں یہ اشارہ ہے کہ آتھم والے معاملے میں بظاہر کچھ غم پیش آئے گا۔ سیرة المہدی۔ جلد دوم ص ۷۔۸۔

میاں خیر دین سیکھوانی نے مجھ (بشیر احمد) سے بیان کیا کہ عبداللہ آتھم کے متعلق پیش گوئی کے دوران میں ایک دفعہ مجھے خواب آیا کہ اس پیش گوئی کی میعاد کے مطابق عبداللہ آتھم کے مرنے کا آخری دن یہ ہے۔ خواب میں وہ دن بھی بتایا گیا۔ اس وقت میں خواب میں بہت غور سے سورج کی طرف دیکھ رہا تھا کہ کہیں عبداللہ آتھم کے مرنے سے پہلے سورج غروب نہ ہو جائے۔ اور خواب میں، میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہونے کے عین قریب ہو گیا اور آتھم کے مرنے کی کوئی خبر نہ آئی۔ پھر میں نے ربنا آتنا فی الدّنیا حسنة و فی الآخرة حسنة پڑھنا شروع کیا، مگر سورج غروب ہو گیا اور پھر بھی کوئی خبر نہ آئی۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا اور یہ خواب حضرت (مرزا) صاحب کو سنایا۔ حضور نے حساب لگا کر فرمایا کہ ہاں آخری دن تو وہی بنتا ہے جو آپ کو خواب میں دکھایا گیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی جب اسکے متعلق دعا کرتا ہوں تو دعا میں پورے طور پر توجہ قائم نہیں ہوتی۔ سیرة المہدی۔ ص ۲۰۶ جلد ۳)

عرب علماء کی تصدیق کی حقیقت

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے کتابچے ،سچائی کا اظہار، کے سرورق پر لکھا ہے کہ اس رسالہ میں بعض فاضل اور مستند علماء عرب اور شام نے اس عاجز (قادیانی) کی نسبت تصدیق ہے۔
پھر اس کے صفحہ ۶ میں لکھا ہے:

ڈاکٹر مارٹن کلارک کے ایک وہم کا ازالہ

ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب نے اپنے اشتہار ۱۲ مئی ۱۸۹۳ء میں جو بطور ضمیمہ نور افشاں لودیانہ کے شائع ہوا ہے شیخ بٹالوی کی کتاب اشاعۃ السنہ سے یہ دھوکہ کھایا ہے، یا لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا مستند علماء اس عاجز کو کافر قرار دیتے ہیں۔اسلئے عام وخاص کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ تمام مستند علماء اسلام جن کو خدا تعالی نے علم وعمل بخشا ہے اور نور فراست ایمانیہ عطا کیا ہے وہ میرے ساتھ ہیں۔اور اس وقت چالیس کے قریب ہیں۔اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی اور علمی اور عملی کمالات سے تہی دست ہیں۔اگر اس عاجز کا یہ بیان ڈاکٹر صاحب کی نظر میں محمول بر مبالغہ ہو، تو ڈاکٹر صاحب کسی ایسے جلسہ مباحثہ میں جو علماء مخالفین اور اس عاجز کے گروہ کے فاضل علماء میں واقعہ ہو، خود شامل ہو کر دیکھ لیں۔ بلکہ عنقریب ایک ایسا جلسہ مباحثہ ۱۵ جون ۱۸۹۳ء تک ہونے والا ہے۔اس میں فریق مخالف مولوی غلام دستگیر اور ان کے ہم مشرب تمام علماء لاہور ہوں گے اور اس طرف سے کوئی ایک یا دو فاضل مقابلہ کے لئے تجویز کئے جائیں گے۔ پھر پادری صاحب چشم خود دیکھ سکتے ہیں کہ علماء ربانی اور مستند فاضل کس طرف ہیں اور نام کے مولوی اور ژولیدہ زبان کس طرف۔نقل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔(مرزا صاحب نہ اس مباحثہ کیلئے خود لاہور گئے، نہ اپنے کسی مرید کو بھیجا۔بہاء) ایک دشمن بخیل کی قلم سے جو نکلے وہ یک طرفہ بیان عقل مند کی نظر میں ہرگز وقعت اور عزت نہیں رکھتا۔ بلکہ ہر ایک حقیقت عند الامتحان کھلتی ہے۔ ماسوائے اسکے ڈاکٹر صاحب یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام کے مستند علماء کا تخت گاہ حرمین شریفین ہے زادھما اللّٰہ مجداً و شرفاً و برکتاً اور اسلام میں بلاد عرب

خاص کر کے مکہ و مدینہ دین کا گھر سمجھے جاتے ہیں۔سو ان متبرک مقامات کے جگر گوشہ اور فاضل مستند بھی اس عاجز کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ بطور نمونہ تین بزرگوں کی تحریرات ذیل میں لکھتا ہوں۔

اخی مکرمی مولوی حافظ محمد یعقوب صاحب دیرہ دون سے لکھتے ہیں:

(میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ آپ امام زمانہ ہیں۔ مؤیّد من اللّٰہ ہیں۔علماء کو اللہ تعالی نے ضرور آپ کا شکار بنایا ہے..آپ کا مخالف کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ مجھے اللہ تعالی آپ کے خادموں میں زندہ رکھے اور اسی میں مارے۔اے خدا تو ایسا ہی کر)۔ایک عالم عرب اس وقت میرے پاس بیٹھے ہیں۔شامی ہیں، سید ہیں، بڑے ادیب ہیں ۔ ہزاروں اشعار عرب عاربہ کے حفظ ہیں۔ان سے آپ کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔ وہ متبحر عالم، میں عامی۔مگر توفّی کے معنی میں کچھ بن نہ پڑا۔آپ کی عبارت آئینہ کمالات جو عربی ہے ان کو دکھائی گئی۔ کہا

واللہ ایسی عبارت عرب نہیں لکھ سکتا، ہندوستانی کو تو کیا طاقت ہے۔قصیدہ نعتیہ دکھایا۔ پڑھ کر رو دیا اور کہا خدا کی قسم میں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار کو کبھی پسند نہیں کیا اور ھندیوں کا تو کیا ذکر۔مگر ان اشعار کو حفظ کروں گا اور کہا واللہ جو شخص اس سے بہتر عبارت کا دعوی کرے، چاہے عرب ہی کیوں نہ ہو وہ ملعون مسیلمہ کذاب ہے۔تم کلامہ

حضرت! میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ کلام ربانی اور تائید مسیحائی کا اعجاز ہے آدمی کا کام نہیں۔ میں نے حضرت کو اپنی جان اور مال اور اپنی اہل اور اولاد میں مالک کر دیا۔

اس کے بعد مرزا قادیانی نے اس کتابچے کے صفحہ ۸ میں اس عرب کا خط نقل کر کے اپنا جواب نقل کیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۲ میں دوسرے عرب کا خط نقل کیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۳ میں تیسرے عرب کے خط سے کچھ عبارت نقل کی ہے۔

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس دعوی اور اس کے ثبوت وشواہد میں قادیانی نے جو کچھ کہا ہے وہ اکاذیب ومغالطات کا مجموعہ ہے، ازاں جملہ تین کذبوں کی تفصیل کی جاتی ہے:۔

پہلا کذب اس کا یہ دعوی ہے کہ تمام مستند علماء میرے ساتھ ہیں اور وہ اس وقت چالیس کے قریب ہیں اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی ہیں۔

اس دعوی کے دوسرے حصہ حصے کا کذب ہونا تو اظہر من الشّمس ہے ۔ مرزا قادیانی کے

تکفیر پر پشاور سے کلکتہ تک کے جن مشاہیر علماء وفضلاء کا اتفاق ہوا ہے، ان کی علمیت وفضیلت عوام وخواص میں مسلم ہے۔ مرزا قادیانی پر وہ مخفی ہے تو یہ اسکی آنکھ کا قصور ہے، نہ کہ علماء کا قصور ہے۔

اور اس دعوی کے پہلے حصہ کا کذب عوام پر (جو قادیانی کے مریدوں کو مولوی سمجھتے ہیں) مخفی ہو تو ہو، خواص تو اس کو کذاب جانتے ہیں، اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ قادیانی کے ساتھ ایک بھی ایسا عالم و فاضل نہیں ہے جسکو علماء کی اصطلاح میں مولوی یا عالم کہا جا سکے۔ قادیانی نے اس رسالہ میں تین اشخاص کو عالم قرار دے کر ان کی عبارتوں اور خطوں کو ان کے علم وفضیلت کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے لہذا ان ہی تین عربی مولویوں کے عالم نہ ہونے سے تعرض کرنا کافی ہے جس کو قادیانی نے اپنے دعوی کا شاہد ٹھہرایا ہے جو کذب دوم مرزا قادیانی کے ردّ و جواب میں عمل میں آتا ہے۔

قادیانی کا دوسرا کذب اس کا یہ دعوی ہے کہ

تخت گاہ حرمین شریفین کے جگر گوشہ اور مستند علماء اس کے ساتھ شامل ہوتے جاتے ہیں۔ ان میں سے بطور نمونہ تین بزرگوں کی تحریرات بطور نمونہ نقل کی ہیں۔

مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

یہ دلیل نہیں، بلکہ عین دعوی ہے۔ قادیانی کا دعوی یہ تھا کہ مستند علماء وفضلاء حرمین میرے ساتھ ہیں اور اس کا ثبوت اس نے یہ دیا کہ تین علماء وفضلاء عرب وشام نے اپنے خطوں میں میری تصدیق کی ہے۔ اور یہ نہ سوچا کہ ان تینوں کا عالم فاضل ہونا ہمارے مخالفوں کے نزدیک کب مسلم ہے کہ ان تینوں کی تصدیق میرے دعوی کی دلیل بن سکے۔ یہ تو وہی دعوی ہے جو میں نے کیا ہے کہ عرب کے مستند علماء وفضلاء میرے ساتھ ہیں۔ ان تینوں کا میری تصدیق میں خطوط لکھنا تب دلیل ہوتا جب کہ ان تینوں کا عالم و فاضل ہونا مخاطبوں میں مسلم ہوتا، یا میں پہلے اس کو بدلائل ثابت کر لیتا۔ اور اگر قادیانی نے اس خیال سے ان تینوں کی تحریر و مقال کو اس دعوی کی دلیل قرار دیا ہے کہ ان تینوں نے عربی میں خطوط لکھے ہیں جو ان کے عالم و فاضل ہونے پر دلیل ہیں۔ اور شامی کو تو ایک مولوی ڈیرہ دون (محمد یعقوب) نے بھی عالم فاضل کہہ دیا ہے، اور اس سے ایسی باتیں نقل کی ہیں جو اس کے فاضل ہونے پر دلیل ہیں، تو یہ قادیانی کی سفاہت و بے علمی پر دلیل ہے۔ ان تینوں خطوں سے ان تینوں کا عالم و فاضل ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ قادیانی کے فرضی مولوی دیرہ دونی کے شامی کو عالم و فاضل کہنے سے یا ان باتوں سے جو اس نے شامی سے نقل کی ہیں، شامی کا عالم و فاضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان خطوط سے ان کی فضیلت تین وجہ سے ثابت نہیں ہو سکتی:۔

وجہ اول: اس پر کوئی دلیل نہیں کہ وہ خط انہوں نے اپنی قلم اور علم سے لکھے ہوں، کیوں جائز نہیں کہ کسی اور سے لکھوائے ہوں۔

وجہ دوم: عربی ان لوگوں کی مادری زبان ہے اور مادری زبان میں کچھ لکھنا یا لکھانا عالم ہونے کی دلیل نہیں۔ علوم سے جاہل بھی اپنی مادری زبان میں نظم ونثر میں اچھی طرح لکھتے ہیں، پھر وہ عالم و فاضل نہیں کہلاتے۔

وجہ سوم، ان خطوں کی عربی عبارت بتا رہی ہے کہ ان کے راقم علوم صرف ونحو ادب وغیرہ سے محض جاہل ہیں اور ان خطوں میں انہوں نے ایسی غلط تک بندی کی ہے جیسے جاہل اہل لسان کیا کرتے ہیں۔ ان تینوں خطوں کی عبارت اول سے آخر تک غلط ہے۔ ہم بطور مثال ان تینوں کی چند غلطیاں، جو ان کی بے علمی پر دلیل ہیں، اہل علم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ (اشاعة السنہ جلد ۱۵ کے ص ۲۵۴ سے ۲۶۱ تک ان عربوں کی غلطیاں بیان کی ہیں)۔ پھر صفحہ ۲۶۲ پر لکھا ہے کہ قادیانی اپنے رسالہ، سچائی کا اظہار میں: فاضل عربی کے محبت نامہ کا جواب اس عاجز کی طرف سے، کے عنوان سے اپنا عربی خط نقل کرتا ہے جو درج ذیل ہے:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمده و نصلّی علی رسوله الکریم السّلام علیکم و رحمة اللّٰه و برکاته ۔ امّا بعد فاعلم یامحبّی و مخلصی قد وصلنی کتابکم العزیز و اذا فتحته و نظرت الیه و قرأته و فهمت ما فیه فاذا هو من حب حفیی و تقیی و فهیم و ذکیی نا قد بصیر ذی رأی صائب و عقل عزیز الی فقیر۔ عرضة تکفیرٍ مهجور صغیرٍ و کبیرٍ۔ فحمدت اللّٰه علی انّه وهب لیی کمثلک محباً مسلیاً من العرب العرباء و بشّرنی به نسیم محبة تلک الشرفاء وکنت قد نمقت کتاباً لارسله الی دیار العرب والشا م لعلی انصرمن تلک الکرا م فوجد ت مکتوبک فی اسعد الایام و حسبته باکورة جنی العر ب و تفألت به لاصلاح الشرق و الغرب ۔ و تاقت نفسی ان اوطنی اللہ ثرا ک لا فوز بمرا ک (او طئنی ۔ شمس)۔

یا اخی ان علماء هذه الدیار قد اکفرونی و کذ بونی و رمونی بالبهتانات ۔ و تمائلوا علیّ با للعن و الطّعن و الهذیانات۔ فبئرت

من تلک العلماء وعلمهم ۔ و لحقت بمن یشک فی سلمهم و انّی اری خوا طرهم تشابه خوا طر الیهود، فی ظنّ السّوء و التّجاسر امام الرب المعبود ۔ ا صروا علی اکفاری و جاهدوا لاضراری ۔ و کفروا مؤمناً موحداً فی التحریر والتقریر ۔ و ما ندموا علی بادرة التکفیر و ظنوا انّ الوقت لیس وقت ظهور مجدد یجدّد الدّین و یرجم الشیاطین اما رؤا ان الفاسق قد وقب ۔ و مهجة الخیر قد اتنقب ۔ و العدو صال علی حصن ا لاسلام و نقب ۔ و ا خذ الظلام موضع النور و عقب ۔ و ظهر قوم علی الارض یعبد الصلیب ۔ و یتخذالهاً العبد الضعیف الغریب و یضل البعید و القریب ما فی ید یهم الّا المکر وا الزّور ۔ او المال الموفور ۔ فتهوی الیهم العمی والعور۔ و د خل فی شرکهم الزمر و الجمهور۔ وعسی ان یدرک هذا العطب اکثر المسلمین۔ ویفنون من ایدی المغتالین۔ فنظر اللّٰه الی الامة المرحومة و وجدهم المستضعفین۔ فارسل عبداً من عباده لیجدّد الدّین و یقیم البرا هین۔ یا ا خی انّ هذه الایام لیل دامس۔ و طریق طامس ۔فرءی الله تعالی مفاسد هذا الزمان و تطایئر فتن الدوران۔ وظلام الکفر والطغیان وقیام الخلق علی شفاء النیران(شمس قادیانی نے حاشئے میں تصحیح کر کے شفا لکھ دیا ہے۔ بہاء)۔ فاعطی بفضله مصبا حاً یومنهم العثار ..و ینیر السّنن والآ ثار و انّی قصّصت علیکم بعض هذه ا لآلام لتد رککم رقة علی غر بة الاسلام ۔ فانّی ارا ک فتی صالحاً و من المخلصین المحبین و قد اسررتنی بکلمات محبتک و سلّیت باقوال مود تک غریباً مهجور القوم و مورد الطعن و اللوم ۔ فجزاک الله و رحمک و هو ار حم الرا حمین آمین ۔

الراقم العبد الضعیف مھجور القوم غلام احمد عفی عنہ

مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس خط کی چند غلطیاں بطور تمثیل بیان کی جاتی ہیں: ۔

ا۔اس میں پہلی غلطی لفظ عزیز کو عقل کی صفت میں لانا ہے ۔

۲۔ تما یلوا علیّ تما یل کے معنی باہم دگر ایک کا دوسرے پر جھکنا ہے، نہ کہ سب کا کسی اور پر جھکنا جو قادیانی کا مقصود ہے۔ اس مقصود کے لئے لفظ ما لوا علیّ چاہیے تھا۔

۳۔ مھجه الخیر۔ بفتح اول۔ حائے حطی سے چاہیے، نہ کہ ہوّز سے۔ اور اگر اس لفظ سے مھجة بضم اول وسکون ثانی مراد ہے جس کے معنی خون یا خون دل یا روح کے ہیں تو وہ یہاں بن نہیں سکتے۔ اور اس کے نقب کے کچھ معنی نہیں۔

۴۔۵۔۶۔ قوم کی صفات یعبد و یتّخذ و یضلّ بصیغہ مفرد لانا غلط ہے۔ تمام قرآن میں قوم کی صفات جمع آئی ہیں۔ قوم لا یفقھون؛ قوم یعکفون وغیرہ

۷۔ شفاء النیران شفا بمعنی کنارہ بلا ہمزہ آنا چاہیے۔ وکنتم علی شفا حفرةٍ مّن النّار

۸۔ اسرر تنی۔ سرّ مجرد خوش کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ نہ اسرّ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۵)

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ جہاں تک دیرہ دونی کے خط سے شامی صاحب کی فضیلت ثابت کرنے کوشش کی گئی ہے تو عرض ہے کہ دیرہ دونی کا نہ اپنا قول شامی کی فضیلت کا مثبت ہو سکتا ہے نہ اس کی نقل جس میں اقوال شامی منقول ہیں۔ اس کا اپنا قول اس وجہ سے مثبت نہیں ہوسکتا کہ وہ خود عالم نہیں۔ اپنے امی وعامی ہونے کا خود اقراری ہے چنانچہ اس کے خط میں جو قادیانی نے نقل کیا ہے یہ اقرار موجود ہے اور یہ قاعدہ مسلمہ کل ہے کہ کسی کے عالم ہونے کی شہادت اسی شخص کی معتبر ہے جو خود بھی علم رکھتا ہو۔ ایک دانا کا قول ہے:

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

ایک اور دانا کہتا ہے:

صائب دو چیز می سکند قدر شعر را تعریف ناشناس وسکوت قدر شناس

ان دونوں مسلّمات سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ دیرہ دونی کی تعریف شامی کی فضیلت کو توڑتی ہے، نہ کہ جوڑتی۔ اس کی نقل جس میں شامی کے اقوال منقول ہیں، اس لئے مثبت فضیلت نہیں ہوسکتی کہ وہ اقوال علم وعلماء کی شان سے بہت بعید ہیں۔ وہ اقوال واقعی شامی صاحب نے کہے ہیں تو ان سے ثابت ہے کہ شامی صاحب عالم نہیں ہیں۔

ازانجملہ ایک قول یہ ہے جو دیرہ دونی نے شامی سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا:

میں نے اس زمانہ کے عربوں کے اشعار کو کبھی پسند نہیں کیا، اور ہندیوں کا تو کیا ذکر ہے۔

یہ قول اگر واقعی شامی کا قول ہے تو یہ یقین دلاتا ہے کہ شامی صاحب کا جوف علم سے خالی

ہے اور بجائے علم اس میں نادانی کی ہوا بھری ہوئی ہے کیونکہ خالی برتن ہی زیادہ بولتا ہے اور وہی برتن اچھلتا ہے جو بھرا ہوا نہ ہو۔

آپ اس زمانہ کے تمام عربوں کے اشعار کو پسند نہیں کرتے ، سب ہندیوں کو ہیچ سمجھتے ہیں ، اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ آپ شعر گوئی اور ادب کہاں سے سیکھے ہیں؟ اور آپ ہیں کس زمانہ کے؟ کوئی پرانا خرانٹ عرب شاعر و خطیب یہ دعوی کرے، تو زیب بھی دے آپ تو ہنوز بچے ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت بائیس برس کی ہے، چنانچہ آپ نے عندالملاقات بیان کیا۔ اور آپ کا چہرہ دیکھ کر بھی ہر کوئی آپ کی یہی عمر بتائے گا۔ اور جو کچھ آپ نے عربیت اور ادب سے سیکھا ہے اگر وہ عرب میں سیکھا ہے (چنانچہ آپ کا دعوی ہے) تو ضرور ہے کہ آپ کے عربی استاد پرانے شاعر آپ سے فائق ہوں ۔ اور اگر مدرسہ عربی سہارن پور وغیرہ میں سیکھا ہے (چنانچہ آپ کے بعض ہم مکتبوں کا بیان ہے۔ وہ میرے ایک عزیز دوست مولوی ثناء اللہ امرتسری ہیں جنہوں نے بذریعہ خط مجھے انہی دنوں اطلاع دی تھی کہ یہ شخص سہارن پور میں میرے ساتھ پڑھتا تھا، میں اس کو خوب جانتا ہوں۔ اسکے بعد شامی صاحب نے بھی عندالملاقات بیان کیا کہ میں سہارنپور پڑھتا رہا ہوں) تو ضرور ہے کہ آپ کے ہندی استاد ادب میں آپ سے برتر ہوں ۔ آپ اپنی عمر کے چار پانچ سالوں میں جو بعد بلوغت آپ کو نصیب ہوئے ہیں، ایسے شاعر و ادیب کیونکر بن گئے کہ تمام عرب اور ہندیوں کو ہیچ سمجھنے لگے ۔ : کے آمدی و کے پیر شدی۔ اے حضرت! بسیار عمر باید تا پختہ شود خامی ۔ آپ کی یہ لاف زنی یہ یقین دلاتی ہے کہ آپ عالم نہیں ہیں۔

ازانجملہ شامی صاحب کا یہ قول ہے جو دیرہ دونی نے ان سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اس سے (یعنی قادیانی کی عربی کتاب وساوس سے) بہتر لکھنے کا دعوی کرے چاہے، عرب ہی کیوں نہ ہو، وہ ملعون مسیلمہ کذاب ہے۔

یہ قول بھی اگر ان کا ہے تو اور بھی یقین دلاتا ہے کہ شامی صاحب عربیت اور علوم سے محض ناواقف اور اجنبی ہیں۔ کتاب وساوس کی عربی ایسی غلط و کریہہ ہے کہ ادنی طالب العلم، علم نحو کو جاننے والا، اس کی غلطی پر شہادت دے سکتا ہے۔ چنانچہ بعض اغلاط عبارت عربی قادیانی کی فہرست سے (جو عنقریب نقل ہوگی۔ بہاء) سے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ پھر جو شخص اس عبارت کو بے نظیر کہے وہ ناواقف نہیں تو اور کون ہے۔ اور اس کتاب کی عبارت عربی سے بہتر عبارت لکھنے والے کو ملعون و مسیلمہ کذاب کہنا بھی اسی کا کام ہے جو علوم و مسائل دین سے محض ناواقف اور جاہل ہو۔ مسلمان

اہل علم کو اس بات کا کامل یقین ہے کہ یہ رتبہ کہ اس سے بڑھ کر یا اسکے برابر کسی سے بن نہ پڑے، صرف قرآن مجید ہی کو حاصل ہے جس نے فأتوا بسورۃ مّن مّثلہ کا اشتہار دیا ہوا ہے۔ اور اس کا مقابلہ و معارضہ بھی بجز مسیلمہ کذاب و دیگر کذابین کسی نے نہیں کیا (جس میں وہ ناکامیاب ہی رہے)۔ پس اگر شامی صاحب قادیانی کی عبارت عربی کو قرآن کی ہم پلہ سمجھتے ہیں تو پھر وہ کون ہوئے۔ ہم خود کچھ نہیں کہتے، ناظرین آپ ہی فتوی لگا دیں گے۔

(مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ شامی صاحب سے ایک دفعہ میری ملاقات ہوئی تو میں ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے یہ کلمہ کہا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے ہرگز نہیں کہا، یہ مجھ پر افتراء اور کذب ہے۔ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اسکی نقل و بیان میں کاذب و مفتری کون ہے؟ قادیانی یا دیرہ دونی، یا شامی، بہر حال ہمارا جھوٹا کہیں نہیں گیا۔ قادیانی ہو یا دیرہ دونی یا شامی۔ اور یہ کلام پایہ اعتبار سے ساقط ہے اگر شامی صاحب جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی تعریف و تائید قادیانی لائق اعتبار نہیں اور اگر دیرہ دونی نے یہ افتراء کیا ہے تو اس کی نقل پایہ اعتبار سے ساقط ہے، اور اگر یہ قادیانی کی من گھڑت ہے تو ان کے دعاوی حقانیت و مسیحائیت و ولایت و نبوت سب غلط ہوتے ہیں۔ ایسے مفتری کذاب سچے مسیح و ولی نہیں ہو سکتے)

یہ ان تینوں صاحبوں کے عالم ہونے کے دعوی قادیانی اور اس کے شواہد میں کلام ہے۔
اب ان تینوں کے مستند اور جگر گوشہ حرمین شریفین ہونے میں، جسکا قادیانی نے دعوی کیا ہے، گفتگو ہوتی ہے۔ پس واضح ہو کہ حرمین کے مستند ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حرمین اور ان کے ماتحت بلاد کے لوگ ان کے فتوی سے استناد اور اعتماد کریں، اور دین میں ان کی سند لیں۔ اور جگر گوشہ ہونے کے معنی تو ظاہری ہیں کہ وہ جگر کے ٹکڑے ہیں اور حرمین میں ایسے عزیز الوجود یا رکن رکین ہیں جیسے بدن انسان میں جگر ہوتا ہے کہ وہ نہ ہو تو انسان زندہ ہی نہیں رہتا۔

اور ان صفات کا ان تینوں صاحبوں میں پایا جانا کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہے۔ ہزاروں اہل اسلام عرب اور حرمین میں گئے ہیں۔ یہ خاکسار راقم خاص مکہ معظّمہ میں چھ مہینے کے قریب رہ کر آیا ہے۔ کسی گلی کوچہ، مدرسہ، مکتب، دار القضاء، دار الافتاء، بیت الشرفاء میں ان کا نام تک نہیں سنا۔ اور بہت سے فتوے عرب سے ہندوستان میں آئے اور موجود ہیں، کسی فتوی پر ان تینوں کا دستخط یا مہر نہیں ہے۔

دوسرے اور تیسرے صاحب کو تو میں نے نہیں دیکھا مگر پہلے شامی صاحب کو تو ہندوستان و پنجاب کے بہت لوگوں نے دیکھا اور ان کے حالات کو سنا ہے۔ اور وہ اب تک (یعنی ۱۸۹۳ء تک)

پنجاب میں موجود ہیں۔ ان کی صورت اور عمر دیکھ کر کس و ناکس کہہ سکتا ہے کہ وہ ہنوز بچے ہیں اور لائق نہیں کہ عرب کے مستند علماء وفضلاء میں شمار ہوں۔ یہ بھی عموماً دیکھا گیا ہے (اگر چہ خاص کر ان تینوں صاحبوں کی نسبت کچھ نہیں کہا جاسکتا) کہ عرب چھوڑ کر جو لوگ ہندوستان میں آتے ہیں وہ اکثر عامی ہوتے ہیں، جو صرف گداگری کیلئے شہر بشہر پھرتے ہیں۔ وہاں کے نامی علماء اور خاندانی مشائخ وشرفاء اپنے مقدس ملک کو کب چھوڑتے ہیں۔ جن کو ہمارے اس بیان میں نزاع ہو وہ ہم کو بتا دیں کہ کون سا عالم مفتی یا شیخ یا شریف ہندوستان آیا اور وہ در بدر اور شہر بشہر پھرا ہے۔ ایسا کوئی عالم شریف نہ بتا سکیں تو سمجھ جائیں کہ صدہا آوارہ گرد بادیہ نورد عرب سے ہندوستان میں روٹی کمانے آتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے چند فلوس دیکر جو کچھ کوئی چاہے لکھوا سکتا ہے اور اہل دانش وبینش ایسے بے پتہ اشخاص کے قول وفعل کا ہرگز اعتبار نہیں کیا کرتے۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۵)

بٹالوی پیشگوئی کہ قادیانی حج نہیں کریگا

مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ قادیانی نے جو یہ کہا ہے کہ

اسلام کے مستند علماء کا تخت گاہ حرمین شریفین ہے زادهما اللّٰه مجداً و شرفاً و برکتاً اور اسلام میں بھی بلاد عرب خاص کر کے مکہ ومدینہ دین کا گھر سمجھے جاتے ہیں۔

اس سے جو اس کا مقصود تھا (کہ علماء حرمین اس کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں) وہ تو جیسا باطل ہوا ہے ناظرین پر مخفی نہ ہوگا، مگر یہ قول آپ کا اگر دل سے ہے، تو اس پر آپ کا دہن مبارک قند وشکر سے بھر کر دینے کا مستحق ہو گیا ہے اور آپکا یہ قول آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

ہم اس قول کی دست آویز سے مرزا قادیانی کو ایسی تدبیر وتجویز بتاتے ہیں جو روز کے جھگڑوں کی جڑ کاٹ دے اور قادیانی کو (اگر وہ اپنے دعووں میں اور نیز اس قول میں سچا ہے) تمام جہان کا عزیز ومخدوم ومقبول بنا وے۔ وہ تدبیر یا توقیر وتجویز ہر دل عزیز یہ ہے:

قادیانی صاحب ان تینوں فرضی علماء حرمین کی شہادت کو تو واپس لیں اور اسکے بجائے خود بنفس نفیس حرمین شریفین میں تشریف لے چلیں۔ ان کا زاد راہ خاکسار کے ذمہ ہے، جب قصد

کریں فوراً نقد وصول کرلیں ۔ اور وہاں چل کر پہلے کعبہ کا حج کریں اور اس فریضہ اسلام کے ادا کرنے سے جو غالباً دس ہزار روپئہ کی ذاتی جائداد کے مالک ہونے سے اور دس ہزار سے زائد فتوحات کا روپئہ آنے سے ان پر فرض ہو چکا ہوگا ، فارغ ہوکر پورے مسلمان بنیں ۔اس کے بعد اپنے عقاید ومقالات کو علماء حرمین شریفین کے حضور پیش کریں ۔

ان علماء نے ان عقاید کو اسلامی عقاید قرار دیا اور آپ کو مجدد وامام وقت ومسیح موعود سمجھ کر اپنا مقتداء بنالیا تو پھر ہندوستان کیا تمام روئے زمین کے مسلمانوں میں آپ مخدوم وامام مانے جائیں گے ۔اور آپ کے مخالفین ومعارضین، خصوصاً یہ خاکسار اڈیٹر اشاعۃ السنہ، جو اس سفر میں آپ کا ہم رکاب ہوگا، بھی آپ کا لوہا مان لے گا۔ پس اب چلنے کی ہی ٹھہراویں ۔اب تو آپ پر حج بھی فرض ہوگیا، اور عدم استطاعت کا عذر اگر تھا، جاتا رہا۔ایک شخص آپ کے زاد راہ کا ذمہ دار ہوگیا ہے اور آپ کی سچائی کا وہ معیار وقانون جس کو آپ نے بڑے فخر وناز کے ساتھ بیان کیا تھا آپ کے خصم نے مان لیا ہے، اب کیا رہا؟

آپ نے اس تدبیر وتجویز کے تسلیم سے انکار کیا ،تو کس ناکس کو یقین ہوگا کہ حرمین اور وہاں کے علماء کی تعریف میں آپ کا وہ بات کہنا محض کذب ہے اور چھپے نفاق پر مبنی ہے ۔اور آپ کا یہ دعوی کہ مستند علماء حرمین آپ کے ساتھ ہو جاتے ہیں نیز محض کذب ہے جس سے جہلا عوام کی تسخیر آپ کو مدنظر ہے۔ اور آپ کو کامل یقین ہے کہ حرمین شریفین کے علماء آپ کو کافر بلکہ اکفر جانتے ہیں اور اس وجہ سے آپ حرمین کے فتوی وفیصلہ پر ہرگز راضی نہ ہوں گے بلکہ کبھی حرمین جانے کا قصد نہ کریں گے ۔ اور یہ جانتے ہوں گے کہ آپ حرمین جاکر اور وہاں پر اپنے عقاید جدیدہ ظاہر کرکے وہاں سے زندہ سلامت واپس نہیں آسکتے اور اس خوف وعذر سے آپ حج خانہ کعبہ بھی اپنے ذمہ سے ساقط کر بیٹھے ہوں گے ۔ ہمارا خیال غلط ہے تو بسم اللہ کیجئے اور حرمین چلنے کی تیاری کرکے جب چاہیے، زاد راہ لیجئے ۔ (اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۵)

(لیکن مرزا نے حج نہیں کیا جیسا کہ مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد کہتے ہیں کہ (میرے ماموں) ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے حج نہیں کیا، اعتکاف نہیں کیا ،زکوۃ نہیں دی، تسبیح نہیں رکھی ..۔صدقہ نہیں کھایا، زکوۃ نہیں کھائی، صرف نذرانہ اور ہدیہ قبول فرماتے تھے۔سیرۃ المہدی، جلد۲،ص ۵۲)۔

عوام الناس کو علماء قرار دینا

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا اکاذیب میں سے تیسرا کذب قادیانی کا حافظ محمد یعقوب خان مقیم دیرہ دون کو مولوی کہنا اور ان کو اپنا ایسا حواری قرار دینا کہ وہ آپ کو امام وقت مان گئے ہیں، اور اپنی جان اور اہل (یعنی زوجہ اور اولاد) کا مالک بنا چکے ہیں۔

مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ ہم نے قادیانی کے رسالہ سچائی کا اظہار میں حافظ محمد یعقوب خان صاحب کا وہ خط جو قادیانی نے ان سے نقل کیا ہے، پڑھا تو اس پر ہم کو تعجب ہوا کہ ایک شخص مولوی عالم ہو کر قادیانی جیسے بداعتقاد و زندیق کو اپنا امام اور اپنے بیوی بچوں کا مالک بنا رہا ہے۔ اس سے پہلے حکیم نورالدین نے قادیانی کے حق میں ایسے کلمات کہے تھے مگر ان کا ایسا کہنا محل تعجب نہ تھا کیونکہ وہ صاحب غرض ہیں اور قادیانی کے ذریعہ اپنا نیچری مذہب پھیلانا چاہتے ہیں۔ لہذا وہ اس غرض کیلئے جس قدر جھوٹ بولیں اور اس ذریعہ سے لوگوں کو دام میں لاویں، وہ تھوڑا ہے۔ اور نیچریوں کے نزدیک فرقہ خطابیہ کے مانند نصرت مذہب کیلئے جھوٹ بولنا گناہ نہیں۔ اس قسم کا جھوٹ کیا، کوئی گناہ بھی انکے نزدیک گناہ نہیں۔ اور نجات کیلئے ان کے نزدیک صرف خدا کو دل سے خدا مان لینا کافی ہے اور صرف اسی اعتقاد کا نام مذہب اور اسلام ہے دیگر ہیچ۔ مگر کسی صحیح الاعتقاد مسلمان عالم کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ قادیانی کے حق میں ایسے کلمات کہے۔ اس وجہ سے میں نے دیرہ دون کے خریداران اشاعۃ السنہ پیر جی خدا بخش اور ان کے خلف الرشید محمد حنیف سوداگر سے حافظ صاحب کا حال دریافت کیا۔ اس دریافت کرنے پر حافظ محمد یعقوب خاں نے خود ہی اپنا حال اپنے خط میں لکھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس خط سے جیسا کہ حافظ محمد یعقوب خان کا مولوی و عالم نہ ہونا ثابت ہوتا ہے، ویسا ہی یہ ثابت ہے کہ وہ ہنوز پورے عیسائی مرزائی نہیں ہوئے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس وقت تک حنفی المذہب مقلد لکھتے ہیں.... قادیانی کا حافظ محمد یعقوب خان کو اولاً مولوی کہنا، پھر ان کو اپنا فدائی مملوک قرار دینا اپنے اس دعوی کی تصدیق کیلئے کہ، مولوی عالم اسکے ساتھ ہیں جن کی تعداد چالیس کے قریب ہے اور وہ اس کے پیرو ہوتے جاتے ہیں، کذب ہیں اور اس کذب سے اس کی غرض یہ ہے کہ جاہل لوگ خصوصاً اسکے دام میں آجائیں۔ قادیانی کے ایسے

شخصوں کو (جو مولوی ہونے سے خود انکار کریں) مولوی کہنے سے ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اسکے باقی پیرو (جن کی تعداد وہ چالیس کے قریب بتاتا ہے) بھی اسی قسم کے ہوں گے ۔ یہ کذب قادیانی کچھ نیا نہیں ہے بلکہ یہ اسکی قدیم سنت ہے ۔ اس نے اپنے ازالہ اور فیصلہ آسمانی میں منشی غلام قادر اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ کو ، اور فیصلہ آسمانی منشی میں محکم الدین مختار امرتسر کو (جنہوں نے آج تک خود مولوی نہیں کہلایا ، نہ کسی اور اہل علم نے ان کو مولوی کہا ہے) مولوی لکھ دیا تھا۔

؎ (منشی غلام قادر بعد ازاں مرزا صاحب سے الگ ہو گئے تھے جیسا کہ مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں کہ ڈاکٹر اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ منشی غلام قادر فصیح سیالکوٹی ، مرزا کے دعوی مسیح موعود کے بعد جلد بیعت میں داخل ہوئے تھے اور ابتداء میں ہر طرح کا جوش اور اخلاص دکھاتے تھے چنانچہ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب نے ان کا بھی ذکر کیا ہے ..ان کو نہ آتھم کے زلزلہ کے وقت ابتلاء آیا اور نہ محمدی بیگم کے نکاح کے فسخ کے وقت ابتلاء آیا۔ بلکہ ابتلاء آیا تو عجیب طرح آیا۔ یعنی مرزا صاحب جب چولہ صاحب دیکھنے کیلئے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے اور پھر ست بچن لکھنے کا ارادہ فرمایا ، تو ان صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا کہ واہ یہ خوب مسیح اور مہدی ہیں جو ایسی فضول باتوں کیلئے دوڑے پھرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ بابا نانک مسلمان تھے ۔..غرض کہ وہ پھر ایسے الگ ہوئے کہ مرتے دم تک ادھر رخ نہ کیا۔ خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ فصیح صاحب آتھم والے مناظرہ میں ہماری طرف سے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے تھے۔ اچھے انگریزی خوان تھے مگر افسوس ہے کہ بعد میں ٹھوکر کھا گئے ۔ سیرۃ المہدی ص ۱۷۲ جلد سوم)

(مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے) فہرست مریدان اور حاضرین جلسہ سالانہ ۱۸۹۲،۱۸۹۱ء کی فہرستوں میں کس و ناکس کو مولوی لکھ دیا جس سے اس کا مقصود وہی دھوکہ دہی ہے کہ جاہل لوگ مولویوں کا نام سن کر اس کے دام میں پھنسیں ۔ اسی غرض سے اس رسالہ میں اس نے مولویوں کی تعداد چالیس کے قریب بتائی ہے ۔ ہم نے اس کی جملہ فہرستوں کے مولویوں کو شمار کیا ، تو ان میں سکولوں کے ٹیچر (معلم) اور نام کے مولوی (جن کو بجز قادیانی کسی اہل علم نے مولوی نہیں کہا) ملا کر انکی کل تعداد ۲۶ سے زیادہ نہ پائی ۔ اس ۲۶ میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو اسکے سالانہ جلسوں میں محض وزیٹروں (تماشائیوں) میں آئے تھے اور وہ اسے گمراہ جانتے ہیں ۔ اور خاص کر مریدوں کی فہرست میں یہ تعداد قادیانی کے نامزد مولوی اور سکولوں کے ٹیچر ملا کر ۲۲ تک پہنچتی ہے ۔ اب ہم وہ خط نقل کرتے ہیں جو حافظ محمد یعقوب نے خاکسار نے نام تحریر کر کے ارسال کیا ہے ۔

۲۳ مئی ۱۸۹۳ء سہ شنبہ ۶ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ دیرہ دون محلہ دہامانوالہ

حضرت مخدوم العلماء مولانا صاحب عم فیضکم ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خاکسار محمد یعقوب سلام مسنون کے بعد آداب مخلصانہ عرض کرتا ہے۔ خاکسار کو اس سے پہلے آپکی خدمت میں عریضہ لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن تقریباً پندرہ برس سے یعنی جب سے یہاں دیرہ دون میں مقیم ہوں آپ کے کمالات فضل وعلم کی شہرت سنتا آیا ہوں اور اس عرصہ میں ہمیشہ تو نہیں مگر اکثر آپ کے رسالہ اشاعۃ السنہ کو دیکھتا رہا ہوں ۔کل ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کو آپ کا ایک خط پیر جی خدا بخش ومحمد حنیف کے نام معہ رسالہ اشاعۃ السنہ کے آیا، اس میں خاکسار کے حالات دریافت فرمائے گئے ہیں اسلئے جی میں یہ خیال آیا کہ میں خود ہی اپنے حالات خدمت مبارک میں عرض کروں ، اور میرے خیال میں مجھ سے بہتر طور سے شاید میرے حالات کوئی دوسرا بیان نہ کر سکے گا۔اسلئے اوقات مبارک کا حرج کر کے سامعہ خراشی کرتا ہوں۔

میں سہارنپور کے نواح کا رہنے والا ہوں ۔آب ودانہ کی کشش نے تلاش معاش کے طور پر یہاں لا ڈالا ہے ،اور اتفاقات تقدیر سے یہیں رہ پڑا ہوں۔ میں پڑھے لکھے ہوؤں میں شمار نہیں ہوں کہ یہ بتاؤں کہ کیا کیا پڑھا ہے اور کس کا شاگرد ہوں ۔اردو وغیرہ کی معمولی نوشت وخواند سے کسی قدر واقف ہوں جس سے ایک ادنی حیثیت کی گذران کر سکتا ہوں (سنا ہے آپ انگریزوں کو اردو پڑھاتے ہیں ۔محمد حسین) نہ علماء کے زمرہ میں ہوں نہ طلباء کا نام لیوا، حتی کہ مولوی وغیرہ کے فرضی لقب سے بھی مشہور نہیں ہوں ۔اور نہ صرف مولوی بلکہ منشی وغیرہ الفاظ بھی جو کسی درجہ کے پڑھے لکھے ہونے کا پتہ دیا کرتے ہیں، میرے نام کے ساتھ مشہور نہیں ۔کتابیں دیکھنے کا شوق ہے اردو وغیرہ کے رسائل دیکھ سکتا ہوں ان میں سے جو سمجھ میں آ گیا ،آ گیا ، جو مضمون بے علمی کے سبب رہ گیا ، رہ گیا۔قدیم سے حنفی ہوں ۔آپ کی تصنیفات اور اہل حدیث کے ملنے کا اتنا اثر ہے کہ اہلحدیث اور عمل بالحدیث کو برا نہیں سمجھا کرتا ہوں ۔اور جو جھگڑے اہلحدیث کے ساتھ یہاں ہوئے جن میں بعض عدالتوں اور لڑائیوں تک پہنچے ، ان سب میں میں حنفیوں سے الگ رہا ہوں ۔اور یہ بھی ہے کہ لڑائی جھگڑوں اور مزاحمتوں میں عمائد ومعتبر لوگ شریک ہوا کرتے ہیں، میں چونکہ احادالناس سے ہوں، تو بے کسی وغریبی ترا کہ می پرسد، کا مصداق بنا رہا ہوں۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑا کہ آپ نے مجھے مرزا غلام احمد صاحب کا حواری اور اپنے یاروں کا بہکانے والا کیونکر قرار دے لیا ، حالانکہ آپ کو اسی تحریر کے موافق میرا مفصل حال بھی معلوم نہیں ۔ایسے مجہول الحال کی طرف تو آپ ایسے سرآمد فضلاء کا اعتناء بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔مرزا صاحب سب کچھ بنے مگر بقول آپ کے آپ کے سامنے مولوی نہیں بن سکے ۔مولوی محمد احسن اور حکیم نورالدین کی حالت ان سے بھی زیادہ خراب ثابت کی گئی ۔بہکنے بہکانے کی کیفیت تو یہ ہے کہ پیر جی خدا بخش صاحب میرے والد کے ملنے والوں میں سے ہیں ۔اور میرے والد سے

عمر میں شاید بڑے بھی ہیں ۔ میں محمد حنیف کا ہم عمر ہوں ۔ اور چونکہ میں غریب آدمی ہوں ، پیر جی میرے محسن بھی ہیں ۔ لیکن ان سب باتوں سمیت مجھے وہ تارک تقلید نہیں بنا سکے، اور نہ میں ان کو حنفی بنا سکا ۔ مرزا غلام احمد کا اشتہار براہین احمدیہ شاید اول اول اشاعۃ السنہ میں دیکھا تھا۔ اس سے کتاب دیکھنے کا شوق پیدا ہوا ۔ اہل مقدرت دوستوں نے کتاب منگوائی ۔ دیکھنے میں میں بھی شریک ہوگیا ، مگر وہی کچی پکی سمجھ سے جو سمجھ میں آیا سمجھ لیا ۔ اور وہ اس طرح کہ جب کوئی حصہ آیا ، اس کو انہیں دنوں دیکھ بھال لیا ۔ اپنے مِلک کی کتاب ہو ، تو آدمی دو بارہ سہ بارہ میں کچھ زیادہ کام نکال لے ۔ میں اس سے بھی محروم ۔ رفتہ رفتہ مرزا صاحب کے حالات زیادہ معلوم ہونے لگے ۔ بعض اور تحریریں اور اشتہارات آنے کا سلسلہ بندھ گیا ، اور یہ سلسلہ باعث ہوگیا حسن ظنی پیدا ہونے کا ۔ اس پر مولوی محمد احسن تو خاص طور پر اور آپ بھی عموماً مرزا صاحب کی تعریف کیا کرتے تھے ۔ یوں ہی آہستہ آہستہ خط و کتابت سے تعلق پیدا ہوگیا ۔ اب مرزا صاحب کے دعاوی جدیدہ کے زمانہ میں ہر چند طبیعت اوکھڑی ، چنانچہ اس باب میں مرزا صاحب نے مختصر اور مولوی محمد احسن سے کسی قدر بسط کے ساتھ خط و کتابت میں گفتگو بھی ہوئی ۔ پارسال رمضان میں مولوی صاحب سابق الذکر یہاں تشریف لائے تھے تو زبانی بھی کہنے سننے کا اتفاق ہوا ۔ سو بھی ایک آدھ بات میں ۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا ۔ دن کو مجھے اپنی نوکری اور گھر کے کاروبار سے فرصت نہ ہوتی تھی ۔ رات کو روزہ کی تکان کے علاوہ قرآن شریف سنایا کرتا تھا ، یہاں پارسال ہیضہ کی کثرت تھی ۔ ملنے ملانے والوں کی عیادت وتعزیت بھی کرنی پڑتی تھی ۔ غرض کہ جمعیت واطمینان سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی ۔ جس طرح ایک بے علم اپنے من سمجھوتہ کر لیتا ہے اسی طرح اگر کچھ سمجھ بھی لیا ہے تو اس کو دوسروں کے حالات سے کیا علاقہ ۔ اس کے سوا میں اوپر عرض کر آیا ہوں کہ میں اپنی بے مائیگی علم کے سبب اپنی دانست میں بھی مقتدا بننے کے لائق نہیں ہوں ۔ جیسے ہر شخص ایک رائے رکھتا ہے ، میری بھی اس معاملہ میں ایک رائے ہے جو شخصی رائے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی ۔ مرزا صاحب کے مثالب کی تحقیق جیسی چاہیے ہو نہیں سکی ۔ اور چاہے بے توفیقی سمجھئے خواہ تعصب ، پوری کوشش کی بھی نہیں گئی ۔ مرزا صاحب کے خلاف میں نے کئی رسالہ دیکھے ہیں ۔ شفاء للناس ، بیان للناس ۔ مناظرہ حضرت مولوی محمد بشیر وغیرہ ۔ آپکا رسالہ پارسال جو آیا تھا اس کو بھی میں نے پڑھا ہے ، جو کل آیا ہے اس کو بھی دیکھ رہا ہوں ۔ میرا یہ خیال ہرگز نہیں کہ آپ جیسے علماء کو ہم بے علموں کی نصیحت کرنے کا استحقاق نہیں ۔ ماننا نہ ماننا توفیق خداوندی سے تعلق رکھتا ہے ۔ مرزا صاحب نے مقتداء بننے کا دعوی کیا ہے ، ان سے آپ خفا ہوں ، تو ایک بات بھی ہے ۔ ہم جیسے عامیوں کی شخصی رائے سے آپ کیوں خفا ہوتے ہیں ۔ شخصی خیالات والوں کے بھکنے سے اتمام حجت کے بعد شائد آپ سے باز پرس بھی نہ ہو ۔ میں

نے ایسا سمجھا کہ شائد کسی نے میری نسبت آپ سے یہ کہدیا ہے کہ محمد یعقوب کوئی مولوی یا مرزا صاحب کا کوئی حواری ہے، جس کے معنی میں نائب یا اس کے قریب سمجھتا ہوں۔ آپ تو الاقرب فالاقرب فرماتے ہیں۔ اور اس گروہ کے نام نمود والے آپ کے سامنے نہیں ٹھہر سکے۔ من کہ باشم کہ در آئم بہ شمارے بارے۔ میں نے آپ کی کلام سے اکثر دینی نفع اٹھایا ہے اس میں میں آپ کا شکر گزار ہوں اور دعا گو بھی۔ آپ کا حرج نہ ہوا کرے تو گاہے گاہے عزت نامہ سے معزز فرما دیا کیجئے۔ اور اقلاً اسی عریضہ کا جواب مرحمت ہو، زیادہ حد ادب۔ اگر اس عریضہ میں کوئی لفظ خلاف ادب میری قلم سے نکلا ہو تو میں نہایت ادب سے اسکی معافی چاہتا ہوں۔ عریضہ نگار محمد یعقوب خان مدہوش۔ تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔

مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ یہ خط بتاتا ہے کہ حافظ یعقوب نہ تو مولوی ہیں اور نہ قادیانی کے حواری وفدائی۔ قادیانی نے ان دونوں دعاوی میں کذب سے کام لیا اور حافظ یعقوب پر افتراء کیا ہے۔ رہی اس خط کے اور مضامین سے بحث سو اس مقام میں اجنبی ہے وہ قادیانی کی دروغگوئی آئندہ کے ذیل میں ہو گی انشاء اللہ اور اسی کے ضمن میں حافظ صاحب کی اس درخواست کا کہ اس خط کا جواب دو، جواب دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالی (اشاعۃ السنہ ج ۱۵ ص ۲۷۶ وغیرہ)

فتوی تکفیر سے علماء کے رجوع کی حقیقت

مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی اپنے خط مورخہ ۱۱ مئی ۱۸۹۳ء مشتہرہ اخبار نور افشان ۲ جون ۱۸۹۳ء میں ڈاکٹر کلارک میڈیکل مشنری کے سوال:

اراکین اسلام آپ کو دائرہ اسلام سے خارج ٹھہراتے ہیں، (چنانچہ فتوی تکفیر مندرجہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۳ سے ثابت ہوتا ہے) پھر آپ اہل اسلام کی طرف سے مباحثہ کے لئے کیونکر منتخب ہو سکتے ہیں،

کے جواب میں لکھتے ہیں:

آپ کو (اے ڈاکٹر صاحب) معلوم نہیں کہ بعد اس کے (یعنی فتوی تکفیر لکھے جانے کے بعد) اکثر ان مہر لگانے والوں سے تائب بھی ہو گئے اور نہ صرف تائب بلکہ سخت ناراض ہوئے کہ اس شیخ بٹالوی نے ہم کو سخت درجہ کا دھوکہ دیا تھا.... پس آپ نے (اے ڈاکٹر صاحب) یہ سخت

غلطی کی کہ صرف بٹالوی صاحب کے فتوی کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ گویا تمام علماء اس عاجز کے مخالف ہیں۔ کاش آپ نے کسی باخبر سے پوچھ لیا ہوتا کہ اب بٹالوی کے ساتھ کس قدر مستند علماء شامل ہیں جو اس عاجز کا نام کافر رکھتے ہیں۔

ان فقرات خط میں قادیانی نے یہ دعوی کیا ہے کہ جن مستند علماء ہندوستان و پنجاب نے اس پر فتوی کفر لگایا تھا، ان میں سے اکثر علماء نے اس فتوی سے رجوع کر لیا ہے اور وہ قادیانی کو کافر کہنے سے تائب ہو گئے ہیں۔ اور جو ان میں سے اب تک قادیانی کو کافر کہتے ہیں وہ توبہ کرنے والوں کی نسبت تھوڑے رہ گئے ہیں اور یہ ایسا دروغ بے فروغ ہے جس کو سفید جھوٹ کہا جاتا ہے۔

ناظرین قادیانی اور اس کے اتباع کے اشتہارات و تحریرات کی خوب چھان بین کریں گے اور ان کا ایک صفحہ صفحہ سطر سطر ٹٹولیں گے تو فتوی تکفیر سے رجوع کرنے والوں کی تعداد دو سے زیادہ نہ پائیں گے جن میں ایک حافظ نابینا عظیم بخش ساکن پٹیالہ ہے جس کا رجوع قادیانی کے رسالہ نشان آسمانی کے صفحہ ۲۴ سے ثابت ہوتا ہے۔ دوسرا میاں برہان الدین جہلمی ہے جس کا رجوع اسکے اشتہار مباحثہ مطبوعہ دسمبر ۱۸۹۳ء سے ثابت ہوتا ہے۔ اب انکے مقابلہ میں فتوی کفر قادیانی پر مہر لگانے والوں کی تعداد کو دیکھنا چاہیے کہ کس قدر ہے۔ دو سے کم، یا وہ سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ پھر انصاف سے کہنا چاہیے کہ اس تعداد کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کا ان دو شخصوں کے رجوع کو اکثر لوگوں کا رجوع و توبہ قرار دینا سفید جھوٹ نہیں ہے، تو پھر سفید جھوٹ کس کو کہتے ہیں۔

اس کے جواب میں اگر قادیانی صاحب یہ کہیں کہ اس فتوی تکفیر پر مہر کرنے والوں میں سے عالم مستند یہی دو صاحب تھے، باقی جس قدر لوگ ہیں وہ ان دو کے مقابلہ میں ہیچ، گویا وہ عالم ہی نہیں ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس فتوی پر مہر کرنے والے اور قادیانی کو اب تک کافر و مرتد سمجھنے والے وہ لوگ ہیں جو ان رجوع کرنے والوں کے استاد ہیں۔ حافظ عظیم بخش کے استاد مولوی محمد اسحاق مفتی شہر پٹیالہ، مولوی حافظ غلام مرتضی خان، مولوی غلام محمد، مولوی شیخ کرامت اللہ وغیرہ ہیں۔ اور میاں برہان الدین جہلمی کے استاد حضرت شیخنا و شیخ الکل مفتی و استاد العرب والعجم حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، وغیرہ ہیں۔ اور اگر یہ حضرات عالم مستند نہیں تو پھر ان کے وہ دونوں شاگرد جن کو مرزا قادیانی علماء مستند سمجھتا ہے، کیونکر عالم ہو گئے؟

قطع نظر اس سے فتوی کو پڑھنے والے اور ان علماء ہندوستان و پنجاب کو جن کی اس فتوی پر مہریں اور دستخط ہیں، جاننے والے، اور عظیم پٹیالوی و برہان جہلمی کو پہچاننے والے، خود اس امر کا

فیصلہ کرلیں گے کہ عالم مستند کون ہے۔ یہ دونوں، یا وہ جماعت۔اس بات میں قادیانی کی کون مانتا ہے اور نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔شائد یہاں کوئی شخص یہ سوال کرے اور کہے کہ اس بیان سے یہ تو ثابت ہوا اور مان لیا کہ قادیانی کا اکثر مہر کرنے والوں سے رجوع و توبہ کا دعوی تو سفید جھوٹ اور محض افتراء ہے، مگر اس بیان سے ان دونوں کا رجوع تو ثابت ہوتا ہے۔ پھر کیا ان دونوں کا رجوع کرنا اس فتوی میں ضعف پیدا نہیں کرتا، اور ان دونوں نے رجوع کیا، تو کیوں کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں سے پہلے شخص حافظ عظیم بخش کے رجوع کی وجہ تو اس کے خط میں پائی جاتی ہے جس کو قادیانی نے اپنے نشان آسمانی کے صفحہ ۲۴ میں نقل کیا ہے۔ اس خط میں اس نے قادیانی کو مخاطب کر کے لکھا ہے:

غریب نواز پٹیالہ سے حضور کے تشریف لے جانے کے بعد سکنائے بلدہ نے مجھ کو نہایت تنگ کیا یہاں تک کہ مساجد میں نماز ادا کرنے سے بند کیا گیا۔ میں نے اپنے بعض دوستوں کا ناحق الزام دور کرنے کیلئے یہ لکھ دیا کہ میرا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے موافق ہے اور انکار ختم نبوت اور وجود ملائکہ اور معجزات انبیاء ولیلۃ القدر وغیرہ کو موجب کفر والحاد سمجھتا ہوں۔ وہی تحریر مولوی محمد حسین نے لیکر اپنے کفر نامہ میں، جو آپ کیلئے تیار کیا تھا، درج کردی۔ میں نے خبر پا کر مولوی محمد حسین کی خدمت میں خط لکھا کہ جو میری طرف سے فتوی پر عبارت لکھی گئی ہے وہ کاٹ دینی چاہیے۔مولوی صاحب نے اس کا کچھ جواب نہیں بھیجا، پیچھے مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے میرا نام مکفرین کے زمرہ میں چھاپ کر شائع کر دیا ہے۔

اس بیان میں حافظ عظیم بخش کا صاف اظہار ہے کہ اس نے فتوی پر وہ عبارت تو لکھوائی تھی مگر از راہ تقیہ یعنی لوگوں سے ڈر کر، اور مسجدوں سے نکالے جانے کے سبب لکھوائی تھی، اور درحقیقت وہ قادیانی کے عقاید کفریہ کا (جس کو فتوی میں کفر قرار دے چکا ہے) معتقد تھا۔ ان کفریات کا وہ اب معتقد نہیں بلکہ پہلے ہی سے تھا اور دل سے اس کفر پر قائم رہا ہے۔اب ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ ایسے منافق کی نہ تو تائید وتصدیق سے فتوی کو قوت پہنچ سکتی ہے، نہ اس کے رجوع سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔

وہ فتوی خاکسار نے اپنے بعض احباب اہل پٹیالہ کے پاس دستخطوں اور مواہیر علماء کے لئے بھیجا تھا۔انہوں نے جس شخص سے اپنے خیال میں اس پر دستخط وتصدیق کرانا مناسب سمجھا، اس سے دستخط کرا کے میرے پاس بھیج دیا اور ویسا ہی وہ چھپ گیا۔اور اگر خاکسار خود پٹیالہ میں ہوتا اور حافظ کا یہ حال کہ، اس نے تقیہ سے اور ڈر کر فتوی کی تصدیق میں کچھ لکھوانا چاہا ہے، معلوم کرتا تو اس سے

کچھ نہ لکھوا تا اور اگر لکھے جانے کے بعد اور چھپنے سے پہلے علم ہوتا تو اس کا نام فتوی سے کاٹ دیتا۔

حافظ عظیم بخش نے جو لکھا ہے کہ میں نے مولوی محمد حسین کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ جو میری طرف سے فتوی کفر پر عبارت لکھی گئی ہے وہ کاٹ دینی چاہیے، یہ محض کذب ہے۔ واللہ باللہ ثم تاللہ حافظ کا کوئی خط میرے پاس نہیں پہنچا۔ پہنچتا تو میں اس کا نام حرف غلط کی طرح فوراً مٹا دیتا۔

دوسرے صاحب میاں برہان الدین جہلمی کے رجوع کی وجہ بھی ان ہی کی زبان سے بیان ہو چکی ہے جب آپ اخیر دسمبر ۱۸۹۳ء میں قادیانی کے منذر الہام بحق خاکسار کی سفارت میں بشمولیت ڈیپوٹیشن بٹالہ آئے، تو پہلے رات کے وقت آپ اکیلے خاکسار کے مکان پر پہنچے اور دودھ روٹی تناول فرما کر باعث ممنونیت خاکسار ہوئے۔ اس وقت خاکسار نے اس رجوع کا سبب ان سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا ہوں: میں مخبوط الحواس ہوں، میری رجوع سے آپکا (کیا) نقصان ہے،۔ ہر چند میں نے علمی باتوں، اور مسائل کا سلسلہ ہلایا، اور آپ سے ان کا جواب بہت اصرار کے ساتھ طلب کیا، مگر آپ نے بجز اظہار اسی مخبوط الحواسی اور کمزوری دماغ کے کوئی جواب نہ دیا، اور نہ اس رجوع کی اور کوئی وجہ بیان کی۔ اس وجہ پر ہمارا بھی صاد ہے۔..

میاں برہان الدین جہلم اور اس کے اطراف میں لوگوں کو قرآن اور بعض کتب حدیث کا ترجمہ سنایا کرتا تھا، اور وہ لوگ اسے عالم سمجھتے تھے۔ اب وہ لوگ اس کے سلام کا جواب نہیں دیتے۔ جہاں وہ ایسے اتباع میں جاتا ہے ذلت اٹھاتا ہے۔ اس مقام میں بطور تمثیل ایک جگہ کے بیان اتباع برہان کی تفصیل کی جاتی ہے۔

موضع ہنجانوالی ضلع گوجرانوالا میں آپ ہر سال جایا کرتے تھے۔ وہاں کے مسلمان خصوصاً چودھری امام الدین نمبردار آپ کی خدمت وتواضع کیا کرتے۔ فتوی سے رجوع کرنے کے بعد آپ ہنجانوالی میں پہنچے اور چودھری صاحب کو سلام علیکم کہا، تو انہوں نے جواب نہ دیا اور یہ کہا کہ بس اور کچھ نہ بولنا، اور زبان کو سنبھال کر رکھنا (یعنی مزاج پرسی بطور اخوت اسلامی یا کچھ وعظ ونصیحت نہ کرنا)۔ نماز کا وقت آیا تو چودھری صاحب نے میاں برہان کو پیچھے رکھا اور خود امام بن گئے۔ میاں برہان نے ان کا اقتداء کیا، تو وہ بھی اجازت لے کر، اور یہ کہہ کر کہ اگر میرا مقتدی بن جانا مفسد جماعت نہ ہو تو میں مقتدی بن جاؤں۔ نہیں تو نہیں۔ رات کو کھانے کا وقت آیا تو چودھری صاحب نے خود کھانے کو نہ پوچھا۔ ان کا کوئی متعلق کھانا لے کر آیا، جس پر میاں برہان نے کہا کہ اگر یہ کھانا چودھری نے بھجوایا ہے تو میں کھاؤنگا، ورنہ نہیں۔ اس شخص نے جواب دیا کہ چودھری نے تو یہ

کھانا نہیں بھجوایا۔ تو آپ نے کھانا نہ کھایا اور۔۔ (صبح) تڑکے ہی وہاں سے بلا ملاقات کوچ کیا۔

ہماری ان باتوں اور جوابوں کو قادیانی کے اتباع مانیں خواہ نہ مانیں، ان کو یہ تو ضرور ماننا پڑے گا کہ قادیانی نے اس خط مندرجہ نور افشان ۲۔ جون ۱۸۹۳ء میں جو لکھا ہے کہ فتوی پر مہر کرنے والوں سے اکثر علماء نے رجوع کرلیا ہے، یہ سفید جھوٹ ہے۔ اور رجوع کرنے والے یہی دو شخص، عظیم و برہان ہیں، جو اقل قلیل ہیں، نہ اکثر۔

قادیانی نے اس دروغ گوئی میں یہ جرأت کی تو اس کے خلیفوں اور مریدوں نے اس کو اور بھی وسعت دی اور وہ جا بجا کہتے پھرتے ہیں کہ اس فتوی پر مہر کرنے والوں میں سے فلاں فلاں مولوی نے رجوع کرلیا ہے بلکہ فلاں فلاں مولوی صاحب نے مہر بھی نہ کی تھی۔ ابوسعید محمد حسین نے ان کی مہر از خود لگا دی ہے۔ اور اس کے فلاں فلاں دوست اس فتوی کے سبب اس کے دشمن ہو گئے ہیں اور اب لوگ ان کا رسالہ خرید نہیں کرتے۔ وعلی ہذا القیاس

ان اراجیف کو شائع کرنے والے اس کے بڑے بڑے برگزیدہ خلیفہ و حواری ہیں اور اس سے وہ اپنے رہے سہے پیروان اور نادان مذبذبوں کو اپنے جھوٹے مذہب پر قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے جب دیکھا کہ فتوی کا اثر ایسا وسیع ہو گیا ہے کہ بہت سے مخلص اتباع قادیانی نے اس فتوی کو دیکھ کر قادیانی کو چھوڑ دیا اور کافر سمجھ لیا ہے تو ان کو بہ تقلید اس دروغگوئی قادیانی یہ سوجھا کہ اس فتوی کے اثر کو ان اراجیف سے کم کریں اور باقی ماندہ دام افتادوں اور ناواقف نئے پھنسنے والوں کو یوں پھنسائے رکھیں۔

ازانجملہ ایک خلیفہ قادیانی کی اس کاروائی کا ذکر اس مقام میں کیا جاتا ہے۔ وہ خلیفہ میر حامد صاحب سیالکوٹی ہیں جن کی تعریف میں قادیانی اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۳۲ میں کہا ہے:

جس قدر خدا تعالی نے شعر و سخن میں ان کو قوت بیان دی ہے وہ رسالہ فصیح کے دیکھنے سے ظاہر ہوگی۔ میر حامد شاہ کے بشرہ سے علامات صدق و اخلاص و محبت ظاہر ہیں۔ ان کا جوش سے بھرا ہوا اخلاص اور ان کی محبت صافی جس حد تک مجھے معلوم ہوتے ہیں میں اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔

اور انہوں نے مرزا قادیانی کی تائید میں نظم قول فصیح، قول فیصل وغیرہ رسائل لکھے ہیں۔۔

اور دھوکہ دہی و افترا پردازی میں قادیانی کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے حافظ یعقوب مدہوش ساکن دیرہ دون کے نام ایک خط لکھا ہے جس کا وہ حصہ جو خاکسار کے متعلق ہے نقل کیا جاتا ہے:

مکرمی معظمی اخویم: السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ...آپ کا کارڈ ملا۔ حضرت مخالفین کا آپ کیا

پوچھتے ہو۔ ذلت رسوائی۔ بٹالوی کی حالت دن بدن ابتر ہے۔ سب احباب اور دوست، جن پر اس کو ناز تھا، چھوڑتے جاتے ہیں۔ رسالہ اشاعۃ السنہ کو نکلے بہت دن ہوئے، اب تو اسے کوئی خریدتا ہی نہیں۔ بہت سے خریداروں نے جواب دے دیا۔ تازہ واقع لودھیانہ کا سنیئے۔ مولوی محمد حسن لودھیانوی کو جو رؤسائے شہر میں سے ایک نامی آدمی ہیں آپ بخوبی جانتے ہوں گے۔ ان کے پاس بہت سے مولوی لدھیانہ کے جمع ہو کر گئے (یہ ان دنوں کی بات ہے جب مباہلہ کا اشتہار مرزا نے دیا تھا) اور کہا کہ اب یہ مباہلہ کا اشتہار آیا ہے، کیا صلاح ہے۔ مولوی محمد حسن نے کہا کہ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں صلاح کیسی، جو مکفرین مرزا ہیں ان کو انہوں نے بلایا ہے، وہ جانیں، میں تو مکفر نہیں، اسلیئے یہ خطاب مجھے نہیں ہے۔ سب مولوی صاحبان نے یک زبان ہو کر کہا کہ کافر تو ہم بھی نہیں کہتے۔ ان میں سے سعد اللہ نومسلم نے، جو شرک کا مادہ ابھی تک اپنے اندر رکھتا ہے، مولوی محمد حسن کو کہا کہ آپ کی طرف سے فتویٰ کفر میں آپ کا نام موجود ہے۔ آپ کیسے کہتے ہیں کہ میں مکفرین میں نہیں ہوں۔ مولوی محمد حسن نے کہا کہ محمد حسین بٹالوی نے میرا نام از خود لکھ دیا ہے، حالانکہ میں نے اس کو بذریعہ خط بھی لکھ دیا تھا کہ میرا نام ہرگز نہ لکھنا، میں کافر نہیں کہتا۔ اس واقع کی اطلاع سعد اللہ نے یا کسی اور نے محمد حسین کو لکھی کہ اب تو لودھیانہ کے لوگ بھی مرزا صاحب کی طرف توجہ کرتے جاتے ہیں اور مولوی محمد حسن کا واقعہ بھی لکھا۔ اس خط کے پہنچنے پر محمد حسین نے بٹالہ سے ایک خط بدریافت اس امر کے مولوی محمد حسن کو بھیجا۔ اس خط کا جواب مولوی محمد حسن رئیس لودیانہ نے کچھ نہ دیا۔ اب تھوڑے دن ہوئے کہ مولوی محمد حسین خود وہاں پہنچا مگر بدستور سابق نہ تو کسی نے پیشوائی کی اور نہ اترنے کے کیلیئے محمد حسن نے کوئی سامان کیا۔ بے چارہ خود سٹیشن سے اتر کر کس مپرسوں کی طرح وارد شہر ہوا۔ ایسی بے رخی اور عدم توجہی دیکھ کر اس نے محمد حسن سے ملنے کی جرأت نہ کی۔ اگرچہ لوگوں نے بہتیرا کہا کہ گھر پر انکے پاس چلو (اس نے کہا میں) مسجد میں ان سے مل لوں گا چنانچہ مسجد میں بعد فراغت نماز عام مجمع میں جو گفتگو ہوئی وہ یہ ہے:

مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی محمد حسن صاحب لودھانوی سے:

آپ نے میرے خط کا جواب کیوں نہ دیا؟

محمد حسن: میں نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔

بٹالوی: کیوں آپ نے کفر مرزا صاحب سے انکار کیا ہے۔

محمد حسن: میں نے پہلے ہی بذریعہ خط، جو تمہارے نام لکھا تھا، انکار کر دیا۔

آخر میں بہت سی گفتگو کے بعد مولوی محمد حسن نے کہا، سنو مولوی صاحب! مجھ کو بہت سے

مسائل میں مرزا صاحب کے ساتھ اتفاق ہو گیا ہے صرف چند ایک مسائل رہ گئے ہیں جن کو میں نہیں سمجھا۔ مگر تم یہ تو کہو کہ ہم ہمیشہ سے یہ سنتے آئے تھے کہ دہلی کی جامع مسجد میں جمع ہو کر اور سب کچھ واہی تباہی گفتگو کرنے کی بابت عام غنڈوں تک کو بھی اجازت تھی مگر یہ بات عام مشہور ہے کہ لام کاف یعنی لعنت اور کافر کہنے کی غنڈوں تک کو ممانعت تھی۔ اب افسوس ہے کہ بڑے بڑے مولوی آپ جیسے اس لعنت بازی اور کفر بازی پر تل گئے۔ حیف ہے۔ یہ تو فرمائیے کیا مرزا صاحب آیت یا حدیث پیش نہیں کرتے۔ کوئی خاص بات بھی مرزا صاحب ایسی کرتے ہیں کہ اس کی سند میں کوئی آیت یا حدیث یا قول سلف نہ لاویں، پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے دلائل کو رد کر دیا جائے؟ اگر وہی معنی سچے ہوں جو وہ کرتے ہیں تو پھر ہمارا کیا حال ہو گا۔ میں تو اب اس ضد سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اس پر مولوی محمد حسین بٹالوی ایسا خاموش ہوا کہ سارے مجمع کے سامنے اس سے کچھ بن نہ پڑا اور کہا تو اتنا کہ میں اشاعۃ السنہ میں چھاپ دونگا کہ مسلمانوں کے تین فرقے یعنی بدعتی، اہل سنت جماعت اور غیر مقلد مشہور تھے وہ بھی بگڑ گئے۔ مولوی محمد حسن نے کہا جاؤ تمہارا اختیار ہے جو چاہو بکتے پھرو۔ پھر اس گفتگو کے بعد مولوی محمد حسین لدھیانہ میں نہیں ٹھہرا اور سب لوگوں کی طرف سے بے توجہی کے آثار دیکھ کر بوریا بدھنا سنبھال کر واپس ہوا.. عبدالحق غزنوی بھی اب متروک ہو گیا ہے..

خاکسار حامد سیالکوٹی۔ یکم جنوری ۱۸۹۴ء

اس خط میں حامد سیالکوٹی نے ازسرتاپا کذب سے کام لیا ہے اور.. یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ درخت ہمیشہ پھل سے پہچانا جاتا ہے لہذا اس خط کے سراسر کذب ہونے سے یہ ثابت ہو گا کہ مرزا قادیانی بھی ایسے ہی کذاب ہیں اور کذب خلیفہ صاحب کا اسی کذب قادیانی کا اثر ہے جو ان کے خط مشتہرہ اخبار نور افشان ۲ جون ۱۸۹۳ء میں پایا جاتا ہے، اور یہ اسی درخت کا پھل ہے۔

خلیفہ صاحب سیالکوٹی نے جو یہ فرمایا ہے کہ بٹالوی کی حالت دن بدن ابتر ہے، اس سے اگر کوئی ایسی دینی حالت (جس کا اثر آخرت میں ظاہر ہو گا) مراد ہے تو میں اس کے مقابلہ کوئی اپنی حالت ایمانی یا علمی ظاہر نہیں کر سکتا۔ ہاں اس قدر کہنے کی قرآن کی اس آیت و امّا بنعمة ربک فحدّث میں اجازت پاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس قطرہ آب و مشت خاک پر اس سال وہ انعام و اکرام کئے ہیں کہ اگر مجھے روئے زمین کی سلطنت اور تمام دنیا کی دولت حاصل ہو جاتی تو اس سے مجھے اس قدر فرحت و مسرت حاصل نہ ہوتی جس قدر ان انعامات الٰہی سے ہوئی ہے۔

ازانجملہ ایک انعام دولت لازوال حفظ قرآن مجید فرقان حمید ہے کہ میری اس پنجاہ و سہ سالہ عمر میں اور میری اس کثرت اشتغال و قلت فرصت کے ساتھ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و

کرم سے، من غیر حولٍ مّنی و لا قوۃ ،اس عاجز ناتواں کو عطا فرمائی۔ اٹھارہ سیپارہ عاجز حفظ کر چکا ہے اور ۱۲ سیپارہ کے حفظ کی عنقریب خدا کے فضل سے امید رکھتا ہے (بعد میں اشاعت السنہ جلد ۱۶ کے ٹائٹل پر بٹالوی صاحب نے لکھا: خدا کے محض فضل و توفیق سے اس عاجز خادم قرآن نے حفظ قرآن مجید ماہ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں ختم کرلیا ہے۔ اس رمضان المبارک کی تراویح میں سنایا جائے گا)

اگر اس حالت سے دنیاوی حالت خلیفہ صاحب کی مراد ہے تو میں صاف اور برملا کہتا ہوں کہ وہ فقرہ خلیفہ صاحب کا سفید جھوٹ ہے کیونکہ دنیاوی حالت غالباً مال اولاد عزت صحت سے دیکھی جاتی ہے اور میں محض خدا کے فضل و کرم سے، من غیر حولٍ منّی ولا قوّۃ، اپنے ان حالات میں اس سال یا اس سے پہلے کئی سالوں سے کمی نہیں پاتا، بلکہ ترقی پاتا ہوں۔ اور اس پر خدا تعالی کا شکر بجالاتا ہوں۔ پس اگر اس دنیاوی حالت سے خلیفہ صاحب کی مراد آمدنی زر ہے، تو خدا کے فضل و کرم سے میری سالانہ آمدنی اس سال کی بھی قادیانی کی جائز آمدنی سے کئی حصہ بڑھ کر ہے۔ ہاں قادیانی کی ناجائز آمدنی (جس کو وہ جھوٹے دعوی مسیحائی کے ذریعہ کمارہا ہے) مجھ سے زائد ہے۔ مگر ناجائز آمدنی کئی برے پیشہ والوں کی قادیانی سے بڑھ کر ہے اگر اس پر خلیفہ صاحب فخر کرتے ہیں اور اسکے مقابلہ میں میری آمدنی کو کم کہتے ہیں تو وہ لائق فخر نہیں بلکہ محل شرم ہے۔

اور اگر اس سے خلیفہ صاحب کی مراد حالت کثرت اولاد ہے تو میری اس حالت میں بھی خدا کے فضل و کرم سے قادیانی کی نسبت کمی نہیں۔ اس سال بھی خدا تعالی نے مجھے فرزند عطا کیا ہے جیسا کہ سال گزشتہ میں، اور اس سے پہلے کئی سالوں سے یہ سلسلہ انعام جاری ہے اور اس وقت خدا کے فضل و کرم سے میں ابوالعشر ہوں۔ قادیانی صاحب اپنی منسوخ اولاد کو (جن کو عاق کر چکے ہیں) ملا کر بھی بمشکل میرے نصف کو پہنچیں گے۔

اور اگر اس حالت سے خلیفہ صاحب کی مراد اعیان قوم واخوان اہل اسلام میں عزت مراد ہے، تو اس میں بھی خدا کے فضل و کرم سے من غیر حولٍ مّنی ولا قوۃ کمی نہیں پاتا، بلکہ ترقی پاتا ہوں۔ پہلے تو میری خداداد عزت خاص کر اس فرقہ اہل اسلام میں تھی جس کا میں خادم و وکیل ہوں، اعنی فرقہ اہل حدیث۔ اور جب سے قادیانی کا رد و مقابلہ شروع کیا ہے تب سے وہ خدا داد عزت اہل اسلام کے دیگر فرقوں حنفیہ وغیرہ میں بھی ہوگئی ہے۔ وہ سب کے سب اس خدمت اسلام کے سبب میری توقیر کرتے ہیں۔ اس پر خلیفہ صاحب یا ان کے اس جھوٹ کے دھوکہ میں آجانے والوں کو کچھ شک ہو تو ایک محضر نامہ خاکسار تیار کرتا ہے جس پر ہزار ہا اہل اسلام مختلف

فرقوں کی شہادات ثبت ہونگی کہ ابوسعید محمد حسین ہمارے دین اسلام کا خادم ہے اور اس وجہ سے وہ ہماری نظروں میں ایسا عزیز ہے ۔اس کے مقابلہ میں خلیفہ صاحب یا اور معتقدین قادیانی ایک ایسا محضر تیار کرا دیں جس پر ان کو اچھا جاننے والے اور ان کی عزت کرنے والوں کی شہادتیں ثبت ہوں پھر دونوں جانب کی شہادتوں میں موازنہ کریں اور دیکھیں کہ قوم کی نظروں میں کون عزت رکھتا ہے۔

یہ نہ ہو سکے تو لاہور یا کسی اور صدر مقام میں ایک جلسہ عام کریں اور اس میں فریقین اپنے اپنے اعزاز اور قدر کرنے والوں کو بلاویں پھر دیکھیں کثرت کس طرف نکلتی ہے۔

اور اگر قادیانی صاحب یا ان کے خلیفہ سیالکوٹی اخوان اہل اسلام کی عزت اور ان کی شہادت کو اس عزت کی مثبت نہیں سمجھتے تو گورنمنٹ اور اسکے اعلی عہدہ داروں کی شہادت سے فیصلہ کرلیں ۔ یہ خاکسار و بے مقدار اس خداداد عزت کی شہادت میں وائسراؤں لفٹننٹ گورنروں، کمانڈر ان چیف وغیرہ اعلی عہدہ داران گورنمنٹ کی چٹھیات پیش کرے گا۔ قادیانی صاحب کسی ضلع کے ڈپٹی کمشنر کی ایک چٹھی پیش کریں جس سے اس کا ذاتی اعزاز ثابت ہو۔ اپنے والد مرزا غلام مرتضی کے نام کی کوئی چٹھی پیش کریں گے تو وہ اس کے ثبوت کے لئے کافی متصور نہ ہوگی اور اسکے مقابلہ میں ادھر سے بھی کوئی چٹھی ویسی ہی پیش کی جاوے گی جس سے حکام وقت کا ہمارے والد ماجد شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ کی عزت کرنا اور ان کو درباروں میں بلانا ثابت ہو۔

اور اگر اس حالت سے خلیفہ صاحب کی مراد حالت صحت و توانائی ہے، تو اس میں بھی خاکسار کمی نہیں پاتا، بلکہ خدا کے محض فضل و کرم سے قادیانی کی نسبت ترقی پاتا ہے۔اس عاجز کی صحت عموماً اچھی رہتی ہے ۔ امراض شدیدہ میں خاکسار کم مبتلا ہوتا ہے، ۱۸۸۴ء میں بمقام لودھیانہ بخار شدید میں مبتلا ہوا تھا، پھر ۱۸۹۱ء میں بمقام لاہور۔ ہاں خفیف امراض زکام، نزلہ وغیرہ کبھی کبھی عارض ہوتے ہیں جن میں خاکسار اپنے کاروبار خصوصاً ردّ قادیانی سے بے کار نہیں ہوتا۔ اور اس کے مقابلہ میں حضرت قادیانی صاحب ہمیشہ ایسے امراض شدیدہ میں مبتلا رہتے ہیں جو ان کو بیکار کر دیتے ہیں اور موت کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ اور ایک مرض اختناق الرحم تو ان کو لازم ہو گیا ہے (ناظرین تعجب کریں گے کہ قادیانی صاحب مرد، ان کو یہ رحمی مرض کیسا ؟ حضرات اسکی وجہ آپ ان ہی سے پوچھئے۔ اس مرض کا حال آپ نے خود مجھے بتایا تھا، پھر اس پر تبسم فرمایا۔ شاید بطور کرامت و خرق عادت آپ کے اندر رحم بھی ہو اور بشیر موعود اسی سے متولد ہو) اس دائم المرض ہونے کی نظر سے رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۱۲ میں آپ کے حق میں یہ اشعار لکھے گئے تھے

آں کس کہ خود ضعیف و مرض لاغری کند — ہم دعوی مسیحی و پیغمبری کند

خوش گفت بذلہ سنج کہن سال روزگار — او خویشتن گم است کرا رہبری کند

جو طبیب اپنا تھا وہ خود ہی مرض سے زار ہے — مژدہ باد اے مرگ عیسی آپ ہی بیمار ہے

توانائی کا مقابلہ کرنا ہو تو خلیفہ صاحب، مرزا قادیانی کا خاکسار سے مقابلہ کرالیں۔ وہ تو دو قوتوں جسمانی اور روحانی کے مدعی ہیں۔ خاکسار اپنی ایک خدا داد قوت جسمانی سے ان سے وہ معاملہ کرے گا جو آنحضرت ﷺ نے رکانہ سے کیا تھا، جس کا اجمال نسیم الریاض شرح شفا عیاض میں ہے اور تفصیل اخبار نور علی نور کے نمبر ۲۴ جلد ا کے صفحہ ۲ میں ہے۔

ان کیفیات و حالات اربعہ کے سوا کسی اور حالت میں خلیفہ صاحب کو خاکسار کی کمی کا دعوی ہے تو اس کو پیش کر کے اس کا ثبوت دیں۔ اور اگر اس مضمون کو پڑھ کر وہ اس کے جواب میں کچھ نہ کہیں، تو ناظرین خصوصاً دیرہ دون کے ساکنین متر ددین یقیناً جان لیں کہ وہ فقرہ خلیفہ صاحب کا سفید جھوٹ ہے جس سے وہ اپنے دام افتادہ سادہ لوحوں کو اپنے مذہب باطل پر جمائے رکھنا چاہتے ہیں۔

اسی غرضِ خلیفہ قادیانی کے باطل و بے کار کرنے کے لئے یہ حالات بیان ہوئے ہیں ورنہ خدا گواہ ہے، وکفی باللہ شہیداً، خاکسار کو اپنی کسی حالت پر فخر نہیں اور نہ یہ فخر میری تمام عمر کی عادت ہے۔ قادیانی اور اس کے خلیفوں نے اس قسم کے اراجیف (جھوٹی خبروں) کو شائع کر کے لوگوں کو بہکانا شروع کیا۔ اور اس کا اثر بعض ناواقف لوگوں پر پڑتا نظر آیا تب خاکسار نے مجبور ہو کر اس تفصیل حالات کی طرف رجوع کیا۔

اس فقرہ کے بعد جو خلیفہ صاحب نے یہ فقرہ فرمایا ہے کہ سب احباب اور دوست، جن پر اس کو ناز تھا، چھوڑتے جاتے ہیں۔ یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ میرے ایک پرانے دوست نے بھی مجھے نہیں چھوڑا، اور بہت سے نئے دوست پیدا ہو گئے ہیں۔ خلیفہ صاحب کو انسانی شرم یا پرائی غیرت ہے تو کم سے کم ایک ایسا شخص بتا دیں جو میرا دوست ہو اور اس نے مجھے زمانہ مخالفت قادیانی سے اس وقت تک چھوڑا ہو۔ اگر وہ لاہور کے کسی شخص کا نام پیش کریں تو اس میں دو شرطوں کا لحاظ کر لیں ایک یہ کہ وہ شخص مرزائی نہ ہو۔ اور اگر وہ کسی مرزائی کو پیش کریں گے تو میں یہ ثابت کرونگا کہ اس نے مجھے نہیں چھوڑا بلکہ میں نے اس کو چھوڑا۔ میں بحکم فتوی علماء پنجاب و ہندوستان اس کو ابتداً سلام نہیں کرتا اور اگر وہ مجھے سلام کرتا ہے تو میں اس کا جواب (جو مسلمان کا حق ہے) نہیں دیتا۔ دوسری

شرط یہ ہے کہ اس کا مجھے چھوڑ نا زمانہ مخالفت قادیانی سے ہو۔ اور اگر وہ کسی ایسے شخص کو پیش کریں گے جس کو میں نے خود مخالفت قادیانی سے کئی سال پہلے اس کے شتر بے مہار ہو جانے اور جاہل ہو کر مجتہد بن جانے کے سبب چھوڑ رکھا ہو، تو اس سے ان کو ندامت اٹھانی پڑے گی۔

اور جو اس کے بعد خلیفہ صاحب نے فرمایا ہے کہ رسالہ اشاعۃ السنہ کو نکلے بہت دن ہوئے، یہ مغالطہ آمیز جھوٹ ہے۔ اس میں آپ نے یہ جتایا ہے کہ اشاعۃ السنہ کا نکلنا مخالفت قادیانی کے سبب اب معرض التواء میں پڑ گیا ہے اور یہ محض کذب ہے۔ رسالہ اشاعۃ السنہ ۱۸۸۱ء سے (جب وہ کمیشن تعلیم کی شہادت میں مصروف ہوا تھا) دیر سے نکلتا ہے۔ سب سے پہلا اس کا پرچہ نمبر۱۲ جلد۱۲ مخالفت قادیانی میں جب نکلا تو اس وقت اس پرچہ کے ساتھ چھ اور پرچے، اور جس میں مسائل سود وغیرہ کی بحث تھی، دیر سے نکلے۔ پھر ۱۸۹۱ء میں ۱۳ پرچے جس میں فتوی وغیرہ مضامین اکٹھے نکلے۔ اس کے بعد ۱۶ پرچے، جن میں قادیانی کے وساوس کا جواب ہے، اکٹھے نکلے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دیر و توقف تازہ اور قادیانی کرامت کا نتیجہ نہیں جیسا کہ خلیفہ صاحب نے جتایا ہے۔

اس کے بعد جو خلیفہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اب تو اسے کوئی خریدتا بھی نہیں، بہت سے خریداروں نے جواب دے دیا۔ یہ ایسا سفید جھوٹ ہے کہ اسکا جھوٹ ہونا خود اس کے مضمون سے ثابت ہے۔ اس مضمون کا پہلا فقرہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اب اس کا خریدار کوئی نہیں۔ دوسرا فقرہ کہہ رہا ہے اکثر خریداروں نے جواب دے دیا ہے مگر بعض ہنوز خریدار ہیں، جو پہلے فقرہ کا صریح مکذب ہے۔ قطع نظر اس کے یہ امر واقع کے بھی برخلاف ہے۔

سال گزشتہ میں خریداران اشاعۃ السنہ میں سے صرف تین شخص ہیں جنہوں نے خریداری اشاعۃ السنہ کو قادیانی کی مخالفت کے سبب موقوف کیا ہے۔ ایک غلام علی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بندوبست تحصیل حافظ آباد اور دوسرے منشی ناصر نواب خسر دوم قادیانی۔ تیسرے ایک اور منشی صاحب جو ایک اسلامی انجمن کے سکرٹری ہیں۔

ان تین کے سوا کسی اور شخص کا خلیفہ صاحب نام بتا دیں تو فی نام پانچ روپئہ انعام لیں۔ نہ بتا سکیں تو اس افتراء کو ندامت کے ساتھ واپس لیں (غلام علی مدت سے مرزائی مشہور ہیں، منشی ناصر نواب تو بہ کے بعد پھر مرزائی ہوئے ہیں، منشی صاحب سکرٹری چھپے مرزائی ہیں جن کے مرزائی ہونے پر تین دلائل ہیں۔ اول: یہ کہ وہ مطالعہ رسائل قادیانی کے اثر سے اس کا یہ مسئلہ مان گئے ہیں کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں جو قادیانی کے جملہ کفریات کا اصل اصول ہے۔ دوسری دلیل یہ کہ انہوں نے قادیانی کے ازالہ اوہام

کی فروخت و اشاعت میں خوب سعی کی۔ پہلے تو انہوں نے انجمن کے مکان میں اس کو لا کر رکھا تھا مگر جب راشد ممبران انجمن نے اس پر اعتراض کیا تو اس کو اپنے گھر میں لے جا رکھا اور فروخت کیا۔ تیسری دلیل یہ کہ انہوں نے ایک کھلے حواری اور خلیفہ خاص قادیانی کو انجمن کے واعظوں میں نوکر رکھا، مگر لوگوں کی دہن بندی کیلئے اس سے شرط کر لی کہ وہ اپنے دورہ وعظ میں قادیانی کے خیالات کی اشاعت نہ کرے۔ اور چونکہ یہ شرط ناممکن الوفا تھی اور اپنے خیالات کی اشاعت کسی سے ترک نہیں ہوسکتی، لہذا واعظ مذکور جہاں گیا بٹالہ، فتح گڈھ، پسرور وغیرہ، وہاں اس نے خیالات قادیانی کی تبلیغ و اشاعت کی۔ اس کی اس خلاف ورزی پر خاکسار نے اپنی خاص تحریر کے ذریعہ سے منشی صاحب سکرٹری کو اطلاع دی اور اسکے ساتھ بعض علماء فتح گڈھ کی تحریری شہادت بھی ارسال کی، تو منشی صاحب سکرٹری نے خاکسار کی اس تحریر اور اس شہادت کو نظر توجہ سے نہ دیکھا۔ اور اس مرزائی کو اس عہدہ سے موقوف نہ کیا۔ اور میری تحریر کا یہ گستاخانہ جواب دیا کہ آپ کی تحریر داخل دفتر ہوگئی ہے یعنی ڈسمس۔

آخر جب اس واعظ پر ایک عورت کے اغوا کا الزام قائم ہوا۔ اور اس الزام کو بعض راشد ممبران انجمن نے پرائیویٹلی تحقیق سے ثابت کر دیا تو منشی جی کو مجبور ہو کر اس واعظ کو موقوف کرنا پڑا۔ منشی جی کے ان خیالات وحرکات کے سبب خاکسار نے ان کو اپنے تلامذہ اور احباب کے زمرہ سے خارج کر دیا۔ اور ایک معاملہ متعلقہ انجمن میں ان کو خط لکھنے کا اتفاق ہوا تو اس میں سلام مسنون نہ لکھا۔ اس پر منشی جی ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء کو ملے تو شاکی و مستفسر ہوئے کہ کیا اعتقاد وفات مسیح کے سبب میں کافر خارج از اسلام ہو گیا ہوں کہ مجھے سلام مسنون سے یاد نہیں کیا گیا۔ اس کا جواب ان کو اسی وقت یہ دیا گیا کہ اگرچہ صرف اعتقاد وفات مسیح مطلقاً موجب کفر وخروج از اسلام نہیں ہے، مگر جن اصول ولوازم سے قادیانی نے وفات مسیح کا اعتقاد ظاہر کیا ہے ان کا مان لینا بے شک کفر، اور اسلام سے خارج ہونیوالا اعتقاد ہے۔

اس تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ اگر خلیفہ صاحب مجھ کو چھوڑنے والے دوستوں میں سے منشی صاحب سکرٹری کو پیش کریں گے تو اپنا دعوی ثابت نہ کرسکیں گے کیونکہ منشی صاحب سکرٹری نے خاکسار کو نہیں چھوڑا، بلکہ خاکسار نے ان کو مرزائی سمجھ کر چھوڑا ہے۔ محمد حسین)

اس دروغ خلیفہ صاحب کے مقابلہ میں یہ کہنا بھی بے موقع نہیں ہے کہ سال گزشتہ میں پچھلے سالوں کی نسبت بہت سے نئے خریدار پیدا ہوگئے ہیں۔ خلیفہ صاحب چاہیں گے تو ہم ان کے نام بھی شائع کر دیں گے اور باوجودیکہ اخباروں میں ہمیشہ زیادتی خریداران کے ساتھ کمی بھی لائق رہتی ہے اور بیسیوں اخبار انکاری ہو کر واپس آتے ہیں، سال گزشتہ میں اشاعت السنہ کا ایک پرچہ

بھی کسی خریدار نے بجز ان تین مرزائیوں کے واپس نہیں کیا۔ یہ اشاعۃ السنہ کی ہر دلعزیزی پر قوی دلیل ہےاور یہ محض تائید غیبی ہے جو اس کو خدا کی طرف سے پہنچتی ہے۔

اشاعۃ السنہ ماہوار رسالہ ہے مگر سال سال کے بعد اکٹھا نکلتا ہے، تب بھی خریداران قدر شناس اسکو نعمت الٰہی سمجھ کر بسر و چشم قبول کرتے اور اس کو عید کا چاند سمجھ کر شوق سے دیکھتے ہیں۔

اس کے بعد جو خلیفہ صاحب نے لودھیانہ کا واقعہ اور مباہلہ کے متعلق مولوی محمد حسن اور منشی سعد اللہ کی گفتگو نقل کی ہے اس کی مفصل کیفیت ناظرین مولوی محمد حسن سے پوچھیں۔ مولوی محمد حسن نے یا کسی اور دوست نے لودھیانہ سے ہم کو اس کی تفصیل سے اطلاع نہیں دی۔ ہم کو جو اس میں سفید جھوٹ نظر آرہے ہیں اس سے ہم ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں۔

ازانجملہ ایک سفید جھوٹ یہ ہے جو مولوی محمد حسن سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ خطاب (یعنی مباہلہ کا) مجھ سے نہیں ہے۔

اس کا سفید جھوٹ ہونا قادیانی کے اعلان مباہلہ مندرجہ رسالہ سچائی کا اظہار سے ثابت ہوتا ہے اس میں صاف درج ہے کہ مولوی محمد حسن بھی اس مباہلہ میں قادیانی کے مخاطب تھے اور یہ اعلان انکے پاس بھی بھیجا گیا تھا اصل عبارت اعلان مندرجہ رسالہ سچائی کا اظہار یہ ہے:

تاریخ مباہلہ دہم ذی قعد اور یا بصورت بارش وغیرہ کسی ضروری وجہ سے گیارھویں ذی قعد ۱۳۱۰ھ قرار پائی ہے جس سے کسی صورت تخلف لازم نہیں ہوگا اور مقام مباہلہ عید گاہ جو قریب مسجد خان بہادر محمد شاہ مرحوم ہے۔ اور چونکہ دن کے پہلے حصہ میں قریباً بارہ بجے تک عیسائیوں سے در بارہ حقیت اسلام اس عاجز کا مباحثہ ہوگا اور یہ مباحثہ برابر بارہ دن تک ہوتا رہے گا۔ اسلئے مکفرین جو مجھ کو کافر ٹھہرا کر مجھ سے مباہلہ کرنا چاہتے ہیں، دو بجے سے شام تک مجھ کو فرصت ہوگی۔ اس وقت میں بتاریخ دہم ذی قعد یا بصورت کسی عذر کے گیاراں ذی قعد ۱۳۱۰ھ کو مجھ سے مباہلہ کرلیں اور دہم ذی قعد اس مصلحت سے تاریخ قرار پائی ہے کہ تا دوسرے علماء بھی جو اس عاجز کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر ٹھہراتے ہیں شریک مباہلہ ہوسکیں جیسے محی الدین لکھو والے اور مولوی عبد الجبار اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور منشی سعد اللہ مدرس ہائی سکول لودہیانہ اور عبد العزیز واعظ لدھیانہ اور منشی محمد عمر سابق ملازم ساکن لدھیانہ اور مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ اور میاں نذیر حسین دہلوی اور پیر حیدر شاہ اور حافظ عبد المنان وزیر آبادی اور میاں عبد اللہ ٹونکی اور

مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی شاہ دین اور مولوی مشتاق احمد مدرس ہائی سکول لدھانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد علی واعظ ساکن بوپڑاں ضلع گوجرانوالہ اور مولوی محمد اسحاق اور سلیمان ساکنان ریاست پٹیالہ اور ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ اور مولوی محمد ملازم مطبع کریم بخش لاہور وغیرہ۔ اور اگر یہ لوگ باوجود پہنچنے ہمارے رجسٹری شدہ اشتہارات کے حاضر میدان مباہلہ نہ ہوئے تو یہی ایک پختہ دلیل اس بات پر ہوگی کہ وہ درحقیقت اپنے عقیدہ تکفیر میں اپنے تئیں کاذب اور ظالم اور ناحق پر سمجھتے ہیں... اتمام حجت کیلئے رجسٹری کرا کر یہ اشتہار بھیجے جاتے ہیں تا اس کے بعد مکفرین کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اگر بعد اس کے مکفرین نے مباہلہ نہ کیا اور نہ تکفیر سے باز آئے تو ہماری طرف سے ان پر حجت پوری ہوگئی۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کے وجوہات پیش کریں والسّلام علی من اتّبع الهدی۔ المشتہر مرزا غلام احمد۔ ۳۰ شوال ۱۳۲۱ھ

اس خط کو لکھنے اور اس میں یہ جھوٹ درج کرنے کے وقت خلیفہ صاحب کو قادیانی کا یہ اعلان رسالہ سچائی کا اظہار بحکم دروغ گو را حافظہ نباشد یاد نہ رہا۔ یا دیدہ دانستہ یہ جھوٹ بنایا۔

ازانجملہ ایک سفید جھوٹ یہ ہے جو بجواب منشی سعد اللہ کے اس سوال کے کہ، آپ کی طرف سے فتوی کفر میں آپ کا نام موجود ہے، مولوی محمد حسن سے نقل کیا گیا ہے کہ مولوی محمد حسین نے میرا نام فتوی میں بطور خود لکھ دیا ہے حالانکہ میں نے ان کو بذریعہ خط بھی لکھ دیا تھا کہ میرا نام نہ لکھنا۔

اس کا سفید جھوٹ ہونا اصل فتوی کے ملاحظہ سے اور مولوی محمد حسن (لدھیانوی) سے دریافت کرنے سے ثابت ہوسکتا ہے (مولوی محمد حسن نے اپنے خط دوم میں، جو آئندہ نقل ہوگا، ظاہر کیا ہے کہ اس فتوی پر دستخط میں نے خود کئے ہیں) اصل فتوی پر جو مولوی محمد حسن کی طرف سے عبارت و تصدیق مرقوم ہے وہ مولوی محمد حسن کی خاص قلم سے لکھی ہوئی ہے جس منصف مزاج و متردد کو شک ہو وہ اصل فتوی ملاحظہ کرے اور مولوی محمد حسن سے بھی اس امر کو دریافت کرے۔

ازانجملہ یہ ایک سفید جھوٹ ہے جو بیان کیا گیا ہے کہ اس گفتگو متعلق مباہلہ کا حال منشی سعد اللہ نے خاکسار کو لکھا اور خاکسار نے اس واقعہ کے متعلق کچھ مولوی محمد حسن کو لکھا اور اس کا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔

نہ منشی سعد اللہ نے گفتگو متعلق مباہلہ سے مجھے اطلاع دی اور نہ میں نے مولوی محمد حسن کو

مباہلہ کے متعلق کوئی بات لکھی اور نہ میرے لدھیانہ پہنچنے پر مباہلہ کی بابت میری ان کی گفتگو ہوئی۔ میں نے صرف یہ سنا تھا کہ مولوی محمد حسن، رسالہ تحذیر منشی محمد احسن امروہی کو دیکھ کر تکفیر قادیانی میں متوقف اور بعض مسائل میں قادیانی کے موافق ہوگئے ہیں۔اس پر میں نے بواسطہ اپنے دوست منشی محمدی نقشہ نویس ان کے نام ایک خط بغرض دریافت حال لکھا تو منشی صاحب نے یہ جواب دیا کہ یہ خبر محض غلط ہے مولوی محمد حسن کسی مسئلہ میں قادیانی کے موافق نہیں۔ یہی بات مولوی محمد حسن نے لدھیانہ میں عندالملاقات خاکسار کو کہی اور یہی اپنے اس خط میں لکھی جو عنقریب منقول ہوگا۔

اس کے بعد جو خلیفہ صاحب نے خاکسار کے لدھیانہ جانے اور مولوی محمد حسن کے مکان پر نہ پہنچنے اور ان سے مسجد میں گفتگو کرنے اور آخر لدھیانہ سے ناراض ہوکر چلے آنے کی بابت قصہ نقل کیا ہے۔ یہ ازسرتاپا دروغ بے فروغ ہے۔خاکسار لدھیانہ پہنچا تو مولوی محمد حسن کے مکان پر ٹھہرا، اور وہ عادت قدیم کے مطابق خاکسار سے مدارات وتواضع کیساتھ پیش آتے رہے۔

اس امر کی تصدیق میں مولوی محمد حسن لدھیانوی کا خط نقل کیا جاتا ہے جو خلیفہ حامد کے خط کو دیکھ کرانہوں نے خاکسار کے نام ارسال کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

مخدوم ومکرم من السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

میر حامد سیالکوٹی کا خط میں نے دیکھا۔افسوس لوگ دشمنی اور عداوت کے مارے بہتان باندھتے ہیں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ میں مرزا غلام احمد کے ساتھ کسی ایک مسئلہ میں بھی متفق نہیں چہ جائے کہ میں اکثر مسائل میں متفق ہوگیا ہوں۔ چند مسائل میں جو سمجھ نہیں آئے، صرف توقف ہے۔ میں مرزا کے عقاید مستحدثہ کو ضلالت جانتا ہوں اور ان کی تاویلوں کو تحریف۔ چونکہ وہ مدعی اسلام ہیں اور شاھدین علی انفسھم بالکفر کے زمرہ میں سے نہیں، اس لئے میں ان کو کافر نہیں کہتا۔

جناب لدھیانہ تشریف لائے بدستور قدیم خاکسار نے اور جملہ موحدین نے جناب کا اکرام کیا اور حاضر خدمت رہ کر سعادت اندوزی کرتے رہے۔ میر حامد نے جو لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب کی ملاقات صرف مسجد میں ہوئی تھی کیونکہ بے رخی دیکھ کر مولوی صاحب، محمد حسن کے مکان پر جانے کی جرأت نہ کرسکے، یہ صریح جھوٹ ہے۔

مرزا غلام احمد کی تکفیر اور جواب خط کے بارہ میں مسجد میں ہرگز ہرگز گفتگو نہیں ہوئی جس کو ایک ذرہ عقل اور تمیز ہے وہ جان سکتا ہے کہ یہ قصہ سراسر بہتان وافتراء ہے۔

بھلا دہلی کے شہدوں کی بات سند تھی جو میں گفتگو میں جناب کے روبرو پیش کرتا۔ یہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے مرزا صاحب کے کسی معتقد کے روبرو یہ ذکر کیا تھا کہ دہلی کے شہدے جب آخری جمعہ کا روزہ رکھتے تو نماز کیلئے بھی مسجد میں آتے۔ اپنی پھکڑ بازی کی عادت تو نہ چھوڑ سکتے مگر اتنا التزام کرتے کہ بھیّا لام کاف نہیں کہنا۔

مجھے تو نہ پہلے کسی سے ضد تھی اور نہ اب ہے جو ضد کے بارے میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں اللہ کریم ان کو توفیق توبہ بخشے۔ ۲۷ جنوری ۱۸۹۴ء لودہیانہ۔ خاکسار محمد حسن

اس خط میں میرے عزیز دوست مولوی محمد حسن لدھیانوی نے جو باوصف تسلیم واظہار اس امر کے کہ قادیانی کے عقاید مستحدثہ ضلالت ہیں اس کو کافر کہنے سے توقف ظاہر کیا ہے یہی بعض اور علماء کی بھی جن کے فتوی تکفیر قادیانی پر دستخط ثبت ہیں، رائے ہے۔ چنانچہ فتوی کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوسکتا ہے۔ اس توقف کی وجہ ان علماء کے نزدیک یہ ہے کہ اگرچہ بعض عقائد مرزا قادیانی حد کفر تک پہنچ گئے ہیں مگر چونکہ وہ ان کی تاویل کرتا ہے اور تاویل کفر سے بچالیتی ہے لہذا وہ تکفیر سے بچ جاتا ہے۔ اور وہ ان مسائل کے سبب صرف گمراہ و مبتدع کہلانے کا مستحق ہے۔ اس وجہ توقف میں ان علماء نے اپنے قصور معلومات کی وجہ سے دھوکہ کھایا ہے۔ ان کو تاویل و تکفیر کے اس قانون پر پوری اطلاع نہیں ہے کہ تاویل جو تکفیر سے بچالیتی ہے وہ تاویل ہے جو مسائل محل ومحتمل تاویل میں ہو، اور جو تاویل ایسے مسائل میں ہو جو دین سے قطعاً وضرورۃً ثابت ہوں (جیسے حشر کو اموات کا جسموں سے اٹھایا جانا اور خدا تعالی کے علم وقدرت کا غیر محدود ہونا وغیرہ) وہ محل تاویل نہیں اور ان مسائل میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔ چنانچہ امام غزالی وغیرہ محققین اسلام کی تصانیف میں بیان ہوا ہے اور اس کا خلاصہ ہمارے اشاعۃ السنہ کے مضمون التفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں منقول ہواہے، اوران کی توجہ اس طرف نہیں ہوئی کہ قادیانی ایسے ہی قطعی مسائل میں تاویل کرتا ہے۔ وہ نزول جبریل، ختم نبوت، وسعت قدرت خداوندی جیسے عقاید ومسائل میں جو دین اسلام میں قطعی تسلیم کئے جاتے ہیں تاویل کرتا ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے گذر چکا ہے۔

میرے عزیز دوست مولوی محمد حسن نے جو اپنے توقف کی یہ وجہ بھی بتائی ہے کہ قادیانی اپنے نفس پر خود کفر کی شہادت نہیں دیتا، یعنی وہ مدعی وملتزم کفر نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی وجہ ہے جس کا اثر ونشان کسی اور اہل علم کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔ میرے عزیز دوست نے شاید کتب فقہ وحدیث وقرآن مجید میں زنادقہ اور منافقین کا حال اور حکم توجہ سے نہیں پڑھا کہ وہ باوصف ادعاء اسلام اور

اظہار شعائر اسلام کا فر قرار دیئے گئے اور ان سے وہ معاملات ہوئے جو کافروں سے ہوتے ہیں۔

میرے عزیز دوست اپنی اس وجہ پر نظر کریں گے اور زندیق کا حکم کتب فقہ اور صحیح بخاری میں ملاحظہ کریں گے تو امید ہے کہ اس وجہ کو واپس لیں گے۔ دجال قادیانی باتفاق میجارٹی زندیق ہے، وہ اپنے کفر پر شہادت نہ دے گا، پھر کیا اس حیلہ سے بچ جائے گا؟ ہرگز نہیں۔

خط کے اخیر میں جو خلیفہ صاحب نے صوفی عبدالحق پر ایک شرارہ چھوڑ دیا اور یہ کہا ہے کہ عبدالحق غزنوی بھی اب متروک ہو گیا ہے، یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ صوفی عبدالحق غزنوی کو امرتسر میں تھوڑے دن ہوئے ہیں، دیکھ کر آیا ہوں۔ وہ جن اعیان اہل اسلام میں جس عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے ان میں اسی عزت سے اب بھی دیکھے جاتے ہیں اور انکے متروک القوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ خلیفہ صاحب اگر کہیں کہ ان کے مباہلہ کا کوئی اثر قادیانی پر ظاہر نہیں ہوا اس لئے ان کے ساتھی مسلمانوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور اثر بد کیا ہو گا کہ اس دن سے قادیانی پر چاروں طرف سے اہل اسلام کی لعنت و ملامت کی زیادہ بوچھاڑ ہو رہی ہے اور عام مسلمان کہہ رہے ہیں کہ قادیانی نے عیسائیوں کے مقابلہ میں کچھ نہ کیا۔ مسلمانوں کی رہی سہی عزت کو کھو دیا اور عیسائیوں کو دلیر کر دیا۔ اور ان کے مباہلہ کا بھی کوئی اثر بد صوفی عبدالحق پر ظاہر نہیں ہوا۔ اس بات کو خلیفہ صاحب تسلیم نہ کریں تو پھر وہی بتا دیں کہ قادیانی کے مباہلہ کا اثر بد صوفی عبدالحق غزنوی پر کیا ظاہر ہوا؟ اب تک اس کا ایک بال بھی بینگا (ٹیڑھا) نہیں ہوا۔ اور ان کے متروک ہونے کا دعوی ایک سفید جھوٹ ہے۔ صوفی عبدالحق نے تو صرف بعض علماء سلف کی سنت پر مباہلہ کیا تھا، اس کے سوا کسی نشان آسمانی کا ان کو دعوی نہ تھا۔ بخلاف قادیانی کہ اس کو تو اپنے مباہلہ سے نشان نمائی کا دعوی تھا، اور دعوی بھی ایسا کہ اگر اسکی جانب سے نشان ظاہر نہ ہوا، یا دونوں جانب سے مساوی نشان ظاہر ہوا، تب بھی وہی (قادیانی) جھوٹا متصور ہو گا چنانچہ حجت الاسلام، قادیانی کے صفحہ ۹ میں یہ دعوی شائع ہو چکا ہے۔ اس دعوی کی رو سے صوفی عبدالحق غزنوی کی طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہوا اور قادیانی پر کوئی عذاب آسمانی نازل نہ ہوا، تب بھی قادیانی ہی جھوٹا متصور ہو گا جب تک صوفی صاحب پر کوئی ایسا اثر ظاہر نہ ہو جس کو کس و ناکس مباہلہ قادیانی کا اثر سمجھیں۔ خلیفہ صاحب نے اس نتیجہ لازم اور الزام غیر مفارق کا تو کچھ لحاظ نہ فرمایا اور اپنے احمق اور ناواقف دام میں آنے والوں کو پھنسانے کے لئے یہ افتراء کا شرارہ صوفی عبدالحق پر چھوڑ دیا۔ اور انصاف و شرم سے کام نہ لیا۔...

حافظ یعقوب صاحب آپ اپنے خط منقولہ بالا میں لکھ چکے ہیں کہ ہم علم نہیں رکھتے لہذا ممکن ہے کہ علمی باتوں میں قادیانی کی دھوکہ دہی کو آپ نہ سمجھتے ہوں گے۔ پھر کیا قادیانی کے ایسے سفید جھوٹوں کو بھی جو واقعات کے متعلق ہیں، نہیں سمجھ سکتے۔ واقعات کی تحقیق صرف مشاہدہ حال اور شہادتوں سے ایک عامی بھی کرسکتا ہے۔ آپکو ان واقعات کی تحقیق سے ثابت ہو کہ قادیانی اور اسکے خلفاء جھوٹے واقعات از خود بناتے ہیں اور جھوٹ بول کر لوگوں کو پھنسانا چاہتے ہیں، تو آپ اپنے تردد کو دور کریں اور قادیانی کو دجال سمجھ کر اس سے علیحدہ ہو جاویں۔ اور ان واقعات کے ثبوت میں آپ کو اشتباہ رہے تو آپ مجھ کو اس سے مطلع کریں۔ یہ آپ کے خط کا جواب ہے جسکا پہلے وعدہ دیا گیا تھا۔ اسکے جواب میں آپ نے قادیانی کا دجال ہونا تسلیم کر لیا یا ان واقعات کی نسبت کوئی عذر معقول پیش کر کے اپنے تردد کو متوجہ کیا تو پھر آپ سے سلسلہ خط و کتابت جاری رہے گا۔

ناظرین! خلیفہ حامد کا یہ خط صرف دیرہ دون پہنچتا اور پرائیویٹ رہتا تو اس کی نقل اور ردّ سے تعرض نہ کیا جاتا۔ یہ خط اور اسکا مضمون پبلک میں مشتہر ہوا اور جا بجا اسکا شہرہ ہوا چنانچہ دیرہ دون کے علاوہ لاہور کی ایک مسجد میں (جو سنٹ ہال کے پاس ہے جہاں قادیانی کے کھلے اور چھپے حواری نمازیں پڑھتے ہیں) حواریان قادیانی نے جلسہ عام میں لودھیانہ کا یہ قصہ سنایا کہ مولوی محمد حسین اب کی دفعہ لودہانہ میں گئے تو ان کی خاطر نہ ہوئی وغیرہ اور ایک چھپے حواری قادیانی نے جو صوفی اور صاحب الہام کہلاتے ہیں اور ان کی مقدس ریش دیکھ کر خواجہ خضر یاد آتے ہیں میرے ایک دوست نقشہ نویس ملازم نہر روپڑ کو یہ کہا تھا کہ اشاعۃ السنہ کے خریداران اب اس کو خریدنا موقوف کرتے جاتے ہیں، اسی قسم کی اور باتیں یہ حضرات شائع کر رہے ہیں۔ ان اراجیف کا اثر بد بعض ناواقف لوگوں پر پڑتا نظر آیا تو اس خط اور اس کے جواب کو شائع کرنا ضروری سمجھا گیا۔

☆ مولانا بٹالوی بتاتے ہیں کہ تحریر بالا لکھی جا چکی تھی کہ مولوی محمد حسن لدھیانوی کا دوسرا خط خاکسار کے پاس پہنچا۔ اس خط میں انہوں نے گفتگو متعلق مباہلہ کی تفصیل کی ہے جو تفصیل خلیفہ حامد کے کئی بیانوں کے مخالف ہے۔ نیز تکفیر قادیانی میں آپ نے اپنے توقف کی ایک وجہ مزید کی ہے۔ ان دو باتوں کے سوا اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔

وازآنجا کہ گفتگو متعلق مباہلہ کے ہم نے کوئی تفصیل نہیں کی جس کی اس خط دوم سے تصدیق کی ضرورت ہو، بلکہ تفصیل میں خلیفہ حامد کے صرف تین جھوٹ ظاہر کیے ہیں کہ از انجملہ ایک کا ثبوت قادیانی کے اعلان سے دیدیا ہے اور دوسرے کے ثبوت میں مولوی محمد حسن کا حوالہ دیا ہے

لہذا ہم کو اس گفتگو کے متعلق پوری تفصیل کو نقل کرنیکی ضرورت نہیں بلکہ صرف ان دو ہی باتوں کا جن کی بابت مولوی صاحب کا حوالہ دیا گیا ہے نقل کرنا کافی ہے۔ ہاں جو مولوی صاحب نے عدم تکفیر کی مزید وجہ بیان کی ہے وہ پوری بیان کرنی ضروری ہے شاید مولوی محمد حسن کا اس میں فائدہ ہو۔

اس خط میں عزیز مولوی محمد حسن صاحب لکھتے ہیں:

کچھ دنوں بعد (یعنی گفتگو متعلق مباہلہ کے بعد) پھر منشی سعد اللہ صاحب میرے پاس تشریف لائے۔ میں مولوی محمد احسن امروہی کا رسالہ تحذیر الناس دیکھ رہا تھا۔ اس پر مرزا صاحب کا ذکر شروع ہوا اور میں نے تکفیر سے اپنا توقف ظاہر کیا۔ منشی سعد اللہ نے کہا کہ تو نے پہلے استفتاء پر دستخط کیا تھا اب توقف کا سبب کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے پہلے بھی توقف ہی تھا اور دل میں سوچ رکھا تھا کہ اپنی علیحدہ عبارت لکھ کر دستخط کرونگا۔ چونکہ دستخطوں کا جلسہ بچند وجوہ موجب پریشانی تھا میں اس احتیاط کو بھول گیا اور جلدی میں چلتے چلاتے دستخط کر دیئے۔ مولوی صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد خیال آیا تو مولوی صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا جس کا خلاصہ یہ کہ آپ مجھے اطلاع بخشیں میرے دستخط کس عبارت کے نیچے ہیں۔

یہ قول عزیز مولوی محمد حسن صاحب کا خلیفہ حامد کے دوسرے جھوٹ کا جھوٹ ہونا ثابت کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ عزیز مولوی محمد حسن نے فتوی پر خود دستخط کیا تھا، نہ کہ خاکسار نے۔ اور عزیز مولوی صاحب نے اپنے خط میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ میرا نام نہ لکھنا۔

پھر مولوی محمد حسن صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں:

۲۵ جولائی ۱۸۹۳ء کو جناب کا خط میرے نام آیا جس کا مضمون یہ تھا: ہم نے سنا ہے تکفیر میں تجھے شک و تردد ہے۔ کیا یہ تردد پہلے سے تھا یا منشی احسن کا رسالہ دیکھ کر پیدا ہو گیا۔

یہ قول عزیز مولوی صاحب کا خلیفہ حامد کے تیسرے جھوٹ کا جھوٹ ہونا ظاہر کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ میں نے عزیز مولوی صاحب کو مباہلہ کی بابت کچھ نہ لکھا تھا، صرف رسالہ تحذیر کا کچھ ان پر اثر کرنا سن کر اس کی بابت کچھ لکھا تھا۔

پھر عزیز مولوی محمد حسن صاحب مزید وجہ عدم تکفیر کی بابت لکھتے ہیں:

رات کو مسئلہ تکفیر کا ذکر آیا۔ خاکسار نے عرض کیا کہ مجھے توقف ہے اور یہ بھی عرض کیا کہ تکفیر سے غرض یہ ہے کہ عوام بچ جائیں اور ایسے شخص کو چھوڑ دیں۔ مگر اس زمانہ میں ایسے فتووں کا

کچھ اثر نہیں ہوتا۔لوگ ڈرتے نہیں بلکہ ہنستے ہیں، اور کافر کہنے والوں کو کافر کہہ دیتے ہیں۔اس پر لودھیانہ کا ایک قصہ بھی سنایا کہ چند شخصوں کی ہمارے مفتیوں نے تکفیر کی تھی، مگر کچھ اثر نہ ہوا مسجد میں جناب کی اور خاکسار کی اس بارہ میں گفتگو ہرگز نہیں ہوئی۔..

اس مزید وجہ عدم تکفیر سے جو فائدہ مولوی صاحب کا ہے اس کو وہ جانتے ہیں یا اور سمجھنے والے، اس وجہ سے ہم بھی ایک فائدہ اٹھاتے اور اپنے ناظرین کو پہنچاتے ہیں۔اس وجہ سے ثابت ہے کہ اگر شوکت اسلام ہو اور علماء کے فتووں کا مخالفوں پر بھی اثر پڑے، تو عزیز مولوی محمد حسن صاحب اپنے تردد و توقف کو دور کریں اور قادیانی کا کفر ثابت کر کے اس کو وہ سزا دیں جو خلفاء اسلام کے وقت میں زندیقوں کو مل چکی ہے۔ (اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۵)

الیگزنڈر رسل وب کا اسلام

مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ شجرۃ الکذب (جھوٹ کے درخت) قادیانی کا ایک پھل، جو اصل درخت کی حقیقت ظاہر کرتا ہے، وہ ہے جو قادیانی کے ایک خلیفہ اڈیٹر رسالہ موسوم بہ الحق سے ظاہر ہوا ہے۔اس رسالہ میں بھی خلیفہ صاحب اڈیٹر نے اس قسم کا جھوٹ کہ قادیانی کے اتباع و پیروان میں ترقی و کثرت ہوتی جاتی ہے اور اس کے مخالفوں کو مسکنت ذلت، شائع کیا ہے چنانچہ اس رسالہ کے صفحہ ۲۳ نمبر ا جلد ۲ میں مرقوم ہے:

> بڑی بھاری بشارت: نومبر کی چوتھی تاریخ کو حضرت امام زمان مسیح موعود فیروز پور میں تھے۔آپ کی خدمت میں جناب حاجی عبداللہ اور حاجی عبداللطیف حاضر ہوئے۔ یہ حاجی عبداللہ وہ مشہور سرگرم حامی اسلام ہیں جنہوں نے محمد الیگزنڈر وب مسلمان امریکن مشنری کو اشاعت اسلام کے لئے کئی ہزار روپیہ اپنی گرہ سے دیا۔حاجی عبداللہ نے بیان کیا کہ حضرت کی قدم بوسی کی تحریک میرے دل میں اس طرح ہوئی کہ میں نے ایک دفعہ جو محمد رسل وب سے سوال کیا کہ اسلام کی بے بہا نعمت آپ کو کیونکر حاصل ہوئی، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بڑا بھاری خداوندی فضل مجھے جناب مرزا غلام احمد صاحب کی بدولت میسر ہوا۔اسی وقت سے میرے دل میں خیال تھا کہ میں ایسے

واجب القدر حامی اسلام کو دیکھوں جس کے پاک انفاس سے اتنے بڑے زبردست لوگ غیر قوموں سے مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ چند روز ہوئے میرے دل میں جناب مرزا صاحب کی زیارت کی پرزور تحریک پیدا ہوئی..الخ

اس کے بعد صفحہ ۲۴ میں خلیفہ اڈیٹر نے قادیانی کی طرف مدراسیوں کے رجوع وتوجہ کا مژدہ نقل کر کے کہا ہے:

غرض یہ سب اللہ تعالی کی تائید اور نصرت کا عجیب ثبوت ہے اور اس بات پر کافی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود مؤید من اللہ ہیں۔ افسوس ان یہودی صفت قسی القلب لوگوں پر جواب تک اس پاک سلسلہ کی مخالفت سے باز نہیں آئے وہ خوب سمجھ رکھیں کہ ان کے لئے ذلت مسکنت اور غضب درپیش ہے۔

ہمارے نزدیک اور ایک مبصر و محقق کے نزدیک پہلے مژدہ کے بیان میں خلیفہ اڈیٹر نے کذب سے کام لیا ہے۔ اس میں جو مسٹر رسل وب امام اہل اسلام امریکہ کا قول نقل کیا، یہ صاحب ممدوح پر محض افتراء ہے۔ صاحب ممدوح کی جو اظہار اسلام سے پہلے قادیانی سے خط وکتابت ہوئی ہے اور وہ قادیانی کے رسالہ شحنہ حق میں چھپی ہے، وہ اس قول کے افتراء ہونے پر دلیل ہے۔ اس مراسلت سے صاحب ممدوح کا قادیانی سے مدد چاہنا تو بے شک ثابت ہے مگر قادیانی کا ان کو مدد دینا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ صرف وعدہ مدد دینا، جس کا قادیانی نے تاہنوز ایفاء نہیں کیا اور نہ آئندہ اس سے اس ایفاء کی امید ہے، جب تک کہ بقیہ براہین احمدیہ، سراج منیر، قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ وغیرہ تصنیف ہو کر شائع نہ ہوں (جو قیامت سے پہلے تصنیف وشائع ہوتی نظر نہیں آتیں)

(مولانا بٹالوی کی یہ پیش گوئی یوں پوری ہوئی کہ خود مرزائیوں کو اقرار ہے کہ یہ کتابیں شائع نہیں ہوئیں۔ مرزا بشیر احمد کہتے ہیں کہ جب مرزا صاحب نے ۱۸۷۹ء میں براہین احمدیہ کے متعلق اعلان شائع فرمایا تو اس وقت آپ براہین احمدیہ تصنیف فرما چکے تھے اور کتاب کا حجم قریباً دواڑھائی ہزار صفحہ تک پہنچ گیا تھا۔ اور اس میں آپ نے اسلام کی صداقت میں تین سو ایسے زبردست دلائل تحریر کئے تھے کہ جن کے متعلق آپ کا دعوی تھا کہ ان سے صداقت اسلام آفتاب کی طرح ظاہر ہو جائے گی اور آپ کا ارادہ تھا کہ جب اس کے شائع ہونے کا انتظام ہو تو کتاب کو ساتھ ساتھ اور زیادہ مکمل فرماتے جاویں۔ اور اس کے شروع میں ایک مقدمہ لگائیں۔ اور بعض اور تمہیدی باتیں لکھیں اور ساتھ ساتھ ضروری حواشی بھی زائد کرتے جاویں۔ چنانچہ اب جو براہین کی چار جلدیں شائع شدہ موجود ہیں ان کا مقدمہ اور حواشی وغیرہ سب دوران

اشاعت کے زمانہ کے ہیں۔ اور اس میں اصل ابتدائی تصنیف کا حصہ بہت ہی تھوڑا آیا ہے۔ یعنی صرف چند صفحات سے زیادہ نہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تین سو دلائل جو آپ نے لکھے تھے ان میں سے مطبوعہ براہین احمدیہ میں صرف ایک ہی دلیل بیان ہوئی ہے اور وہ بھی نامکمل۔ ان چار حصوں کے طبع ہونے کے بعد اگلے حصص کی اشاعت خدائی تصرف کے ماتحت رک گئی اور سنا جاتا ہے کہ بعد میں اس ابتدائی تصنیف کے مسودے بھی کسی وجہ سے جل کر تلف ہوگئے۔ مرزا نے براہین حصہ چہارم کے آخر میں جو اشتہار ، ہم اور ہماری کتاب ، کے عنوان کے نیچے دیا اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ابتداء میں جب براہین احمدیہ تصنیف کی گئی تھی تو اور صورت تھی مگر بعد میں یعنی دوران اشاعت میں جب حواشی وغیرہ لکھے جارہے تھے اور کتاب طبع ہوکر شائع ہورہی تھی، صورت بدل گئی.... ص ۱۱۱-۱۱۲ جلد اول سیرۃ المہدی۔

نیز مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں: بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی نے کہ ایک دفعہ لالہ ملاوامل نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مرزا صاحب نے مجھے ایک صندوقچی کھول کر دکھائی تھی جس میں ان کی ایک کتاب کا مسودہ رکھا ہوا تھا اور آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ بس یہی میری جائیداد اور مال سب یہی ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ براہین احمدیہ کے مسودہ کا ذکر ہے۔ ص ۱۱۳۔ سیرۃ المہدی۔ جلد اول۔

نیز مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں کہ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ :

آپ کی تحقیق سے تصنیف و اشاعت استفتاء و سراج منیر ۱۸۹۷ء میں وقوع پذیر ہوتی ہے حالانکہ مرزا صاحب کا اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت ج اول صفحہ ۵۵ ، اس امر کا مثبت ہے کہ سراج منیر کی تصنیف مارچ ۱۸۸۶ء سے پہلے شروع ہوگئی تھی۔ اور اس اشتہار مورخہ یکم مارچ میں اس رسالہ (سراج منیر) کو قریب الاختتام قرار دے کر صرف چند ہفتوں کا کام باقی رہنا ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اگر اشتہار کی طباعت اول کی تاریخ (آخر اشتہار سے) رکھی جاوے تو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ظاہر ہوتی ہے اور اسی جگہ اسی اشتہار کی تاریخ طباعت بار دوم ۱۸۹۳ء ظاہر کی گئی ہے اور اسی اشتہار کی دوبارہ اشاعت پر نوٹ حاشیہ صفحہ ۵۵ پر اس امر کا اظہار ہے کہ اس رسالہ سراج منیر کی تصنیف واقعی پہلے ہوچکی تھی ، اور اشاعت بے شک بعد میں ہوئی ہے۔ نیز تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۹۴ کے اشتہار سے بھی سراج منیر کی تصنیف پہلے کی ثابت ہے۔ نیز تبلیغ رسالت صفحہ ۱۲۴ حصہ اول میں بھی سراج منیر کی اشاعت کو اس لئے ملتوی رکھنا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہنوز بشیر اول کے متعلق مفصل علم نہ ہوا تھا۔

خاکسار، بشیر احمد جواباً، عرض کرتا ہے کہ یہ اعتراض درست نہیں ہے۔ جس سراج منیر کی تصنیف کا ذکر ابتدائی کتابوں اور اشتہاروں میں آتا ہے وہ اور تھی جو طبع نہیں ہوئی (یعنی مولانا بٹالوی کی

پیش گوئی سچ ثابت ہوئی کہ یہ طبع نہیں ہوگی اور نہ براہین کی بقیہ جلدیں) اور جو سراج منیر ۱۸۹۷ء میں آ کر شائع ہوئی وہ اور ہے، چنانچہ خود مؤخر الذکر سراج منیر میں متعدد جگہ اس کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ کتاب ۱۸۹۷ء میں لکھی گئی مثلاً ملاحظہ ہوں صفحہ ۱۷، ۲۱، ۴۸، ۴،۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب نے اوائل میں ایک کتاب سراج منیر لکھنے کا ارادہ کیا تھا اور غالباً کچھ حصہ لکھا بھی ہوگا مگر وہ طبع نہیں ہوئی اور پھر اسکے بعد آپ نے ۱۸۹۷ء میں ایک اور رسالہ سراج منیر کے نام سے لکھ کر شائع فرما دیا۔ سیرۃ المہدی۔ ص ۱۹۸ جلد سوم)

اور جب صاحب ممدوح بعد اظہار اسلام لاہور تشریف لائے اور حواریان و معتقدین مرزا قادیانی کا ڈیپوٹیشن آپ کے پاس پہنچا اور بکمال اصرار اس امر کا خواستگار ہوا کہ آپ قادیان تشریف لے چلیں اور مرزا صاحب سے ملیں، تو آپ نے قادیان جانے سے صاف انکار کر دیا اور برملا فرما دیا کہ میں قادیانی سے تسلی یافتہ نہیں ہوں۔

یہ حال ہم نے بعض راشد مسلمانان سکرٹریان انجمن حمایت اسلام سے (جس کے صاحب ممدوح مدعو و مہمان تھے) سنا تھا اور اپنے رسالہ نمبر ا جلد ۱۵ کے صفحہ ۳ و ۴ میں شائع و مشتہر کر دیا تھا اور اس میں قادیانی اور اس کے حواریوں اور ہوا خواہوں نے کچھ چوں و چرا نہیں کیا تھا۔ ایک صوفی صاحب ان میں سے بولے تو صرف اس قدر بولے کہ اس ڈیپوٹیشن میں (جس نے صاحب ممدوح سے قادیان جانے کی درخواست کی تھی) میں شامل نہیں تھا، میرا نام اس میں کیوں ذکر کیا گیا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت آپ نہ سہی، آپ کے بڑے بھائی صوفی اور دوسرے مفتی جی سہی۔ کام سے کام ہے نہ نام سے۔ نام میں راوی کی غلطی ہوگئی ہوگی اس سے تو آپ کو انکار نہیں کہ ڈیپوٹیشن ان کے پاس گیا اور خواستگار امر مذکور ہوا اور صاحب ممدوح نے انکار کیا، اور وہ قول فرمایا۔

وہ قول مسٹر محمد وب صاحب کا اس نقل خلیفہ اڈیٹر کے افتراء ہونے پر دوسری دلیل ہے اور صاف مشعر و شاہد ناطق ہے کہ اس قصہ میں جو قول صاحب ممدوح سے نقل کیا گیا ہے وہ ان پر محض افتراء ہے، لہذا یہ سارا قصہ نا قابل اعتماد و قبول ہے۔ ہم نے ایک معزز دوست سے، جو علاقہ فیروز پور میں مدرس ہے، سنا ہے کہ فیروز پور میں کوئی گدا صورت عربی، قادیانی کے پاس آیا تھا اسی کو ان حضرات نے عبداللہ عرب بنا لیا اور اس پر یہ قصہ گھڑ لیا۔

اور اگر یہ بھی فرض کر لیا اور مان لیا جاوے کہ وہی شخص عبداللہ عرب تھا جو مشہور مالدار اور نامی تاجر ہے تو پھر اس قصہ میں جو مسٹر رسل دب کا یہ قول درج کر لیا گیا ہے وہ اس قصہ کی ساری رونق و اعتبار کو دور کرتا ہے اور اس کو صاف جھٹلاتا ہے۔

وہ قول صاحب ممدوح جب ان دنوں اشاعۃ السنہ کے ذریعہ شہرہ آفاق ہوگیا تو قادیانی صاحب نے یہ سمجھا کہ یہ قول ہمارے اس دعوی کو کہ امریکہ میں اسلام ہمارے طفیل پہنچا ہے جھٹلا رہا ہے تو اس قول کے ضرر واثر سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ایک افتراء کھڑا کیا اور اس کو اپنے اسی خلیفہ حامد سیالکوٹی کے ذریعہ سے اپنے معتقدین کی پبلک میں پھیلایا (جس کی اطلاع خاکسار کو بھی بعض معزز احباب کے ذریعہ پہنچ گئی) کہ محمد رسل وب صاحب جہاز سے اترے تو قادیانی صاحب نے ان کو بذریعہ خط مطلع کر دیا اور لکھ دیا تھا کہ مسلمان لوگ مجھے زندیق کافر سمجھتے ہیں لہذا آپ میرے پاس نہ آویں ورنہ آپ بھی متہم ہو جائیں گے۔

شاید یہ حضرات اس افتراء قدیم کو اس افتراء جدید مندرجہ الحق کی تائید میں اور ہماری دلیل دوم کے جواب میں پیش کریں، اس کا جواب ہم پہلے ہی دے دیتے ہیں کہ لاہور آؤ اور معزز مسلمانوں سے اس قول صاحب ممدوح کے کہ میں قادیانی سے تسلی یافتہ نہیں ہوں، تصدیق کرلو۔ یا خود صاحب موصوف ہی سے بذریعہ خط دریافت کرلو کہ آپ نے ڈیپوٹیشن کے جواب میں وہ قول فرمایا تھا یا نہیں۔ جس معزز دوست سے ہم کو اس افتراء قدیم قادیانی پر، جو خلیفہ حامد کے ذریعہ شیوع پایا تھا، اطلاع ہوئی ہے ان کی صاحب ممدوح سے بہت خط وکتابت ہے۔ وہی دوست صاحب ممدوح سے دریافت کریں کہ ڈیپوٹیشن کے جواب میں وہ قول فرمایا تھا یا نہیں۔ سوال صرف اتنا ہو، اس سے ایک حرف زیادہ نہ ہو۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر اس وقت قادیانی نے ممدوح کو ملاقات سے منع کیا تھا اور اس امر کو مسلمانوں میں ان کے متہم ہو جانے کا باعث سمجھا تھا، تو ان کا یہ قول (اگر یہ ان پر افتراء نہیں ہے) اب رسالہ میں کیوں چھپوایا۔ کیا اب مسلمان جن سے ممدوح کو انواع اعانت کی امید ہے ان کو متہم نہ کریں گے اور نہ سمجھیں گے کہ وہ درحقیقت قادیانی سے ملے ہوئے ہیں۔ اس قول کی اشاعت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی کا وہ قول جو خلیفہ کے ذریعہ شائع کیا گیا محض بناوٹ ہے۔..

اخیر میں جو خلیفہ اڈیٹر نے قادیانی کے مخالفین کی ذلت ومسکنت کی جھوٹی خبر دی ہے یہ اسی شجرۃ الکذب کا پھل ہے۔ اور یہ ہر ایک خلیفہ قادیانی کی سنت لازمہ وخاصہ شاملہ ہے۔ اسکا سفید جھوٹ ہونا خلیفہ حامد کی دروغ گوئی کے رد میں ثابت کیا گیا ہے اور ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ قادیانی کے مخالفین خدا کے فضل وکرم سے صحت عافیت وعزت وبرکت کے ساتھ خوب دندناتے ہیں اور شب وروز تحریراً وتقریراً قادیانی کی بیخ کنی کیلئے خدا کی طرف سے مؤید وموفق ہیں۔ یہ ذلت اور

مسکنت تو قادیانی ہی کی صفت لازم اور عرض غیر مفارق ہے جسکا منہ صدہا روپیہ کی آمدنی پر بھی سوال سے بند نہیں ہوتا، اور کاسہ گدائی اسکے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ یا اسکے خلفاء اور حواریوں کے نصیب میں آگئی ہے جو ریاست جموں میں آٹھ سو روپیہ ماہوار کے نوکر تھے اور بطفیل متابعت قادیانی کے اس نوکری سے، اس حکم کے ساتھ کہ اتنے گھنٹوں میں جموں سے نکل جاؤ، خارج و معزول کئے گئے۔ یا جو بھوپال میں ایک سو روپیہ ماہوار کے ملازم تھے اور اب بیس تیس روپیہ چندہ پر گذارا کر رہے ہیں۔ خلیفہ اڈیٹر نے قادیانی کی آئینہ صفت صورت میں انہی حضرات کی یہ صورت دیکھی ہوگی۔

در آئینہ بیند ہر کس رخ خویش (اشاعۃ السنہ جلد ۱۵۔ص ۳۰۵ تا ۳۱۲ مختصراً)

قادیانی کا مباہلہ سے گریز

قادیانیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں جب مولانا عبدالحق غزنوی اور مرزا غلام احمد کا مباہلہ ہوا تو اس وقت مرزا نے مولانا بٹالویؒ (جو موقع پر موجود تھے) سے بھی کہا تھا کہ آؤ تم بھی میرے ساتھ مباہلہ کرلو، لیکن مولانا بٹالویؒ نے اعراض کیا۔ اور اس اعراض کی وجہ سے مرزا کی وہ پیش گوئی پوری ہوگئی کہ بٹالوی صاحب مجھے کافر کہنے سے باز آجائیں گے۔ وغیرہ تاہم اشاعۃ السنہ میں اس موقع کی جو روئداد نقل ہوئی ہے اس سے معاملہ اس کے الٹ نظر آتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

قادیانی صاحب نے اپنے خلیفہ حامد سیالکوٹی سے رسالہ، جنگ مقدس کا فوٹو، لکھوایا تو اس میں مباہلہ کا قصہ بھی درج کرا دیا اور اس میں بہت سے جھوٹوں کے ساتھ ایک یہ جھوٹ صفحہ ۳۱ میں درج کرایا کہ مولوی محمد حسینؒ کے اس مطالبے پر کہ

آپ (یعنی مرزا) اس طرح دعا کریں کہ الٰہی میں نے جو اپنی کتابوں میں نبوت کا دعوی کیا ہے، ملائکہ سے انکار کیا ہے، بہشت و دوزخ سے انکار کیا ہے، اگر ان مفتریات میں جھوٹا ہوں، تو مجھ پر لعنت بھیج۔

مرزا صاحب نے فرمایا کہ میں تو مسلمان ہوں اور ایسی باتوں کو منہ پر لانا کفر سمجھتا ہوں، پھر یہ کیسے کہوں؟ پھر آپ نے صاف کہدیا کہ ہم یوں کہدیں گے کہ اے اللہ تعالی جو کچھ میں

نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اگر اس سے میرا نبوت کا دعوی ہے یا ملائکہ سے انکار یا معراج سے انکار، تو مجھ پر لعنت بھیج۔ اس پر بھی شیخ جی مباہلہ سے منکر ہو گئے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ:

یہ بیان سراسر کذب و بہتان ہے۔ نہ میں نے اس عنوان سے دعا کا سوال کیا، نہ قادیانی نے اس عنوان سے دعا سے پہلے انکار اور پیچھے اقرار کیا۔ میرا سوال یہ تھا کہ اگر آپ واقعی حضرت مسیح کو فوت شدہ سمجھتے ہیں، اور خود کو مسیح موعود، اور مدعی نبوت ہیں اور نفی نزول ملائکۃ اور معراج جسمانی آنحضرت ﷺ کو حق سمجھتے ہیں، تو یوں دعا کریں کہ

الٰہی اگر میں ان اعتقادوں میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر لعنت بھیج۔

اور اگر ان باتوں کے آپ مدعی و قائل نہیں تو یوں دعا کریں کہ

الٰہی ان باتوں کا میں قائل ہوں تو مجھ پر لعنت بھیج۔

مرزا قادیانی نے دونوں صورتِ سوال سے دعا کرنا منظور نہ کیا۔ صرف مجملاً یہ کہنا چاہا کہ جو کچھ میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے وہ سب خدا و رسول کے فرمودہ مطابق ہے۔ اور مباہلہ سے گریز و فرار اختیار کیا۔

مولانا بٹالوی ؒ لکھتے ہیں کہ اس مقام میں ہم اہل اسلام حاضرین جلسہ کی شہادت پیش کرتے ہیں جو انہی دنوں میں ہم نے بذریعہ استشہاد حاصل کی تھی۔

مولوی عبداللہ صاحب لکھتے ہیں:

بے شک مولوی محمد حسین نے مرزا قادیانی سے بطریق تفصیل مباہلہ کی خواستگاری کی۔ اور فرمایا کہ اگر تفصیل سے اس کو انکار ہو تو حاضرین مجلس اس انکار کو گریز تسلیم کریں۔ پھر میں اسی اجمال پر ان سے مباہلہ کروں گا۔ مگر قادیانی نے اس امر کو منظور نہ کیا۔ آخر الامر انسپکٹر نے بعد نکال دینے مرزا قادیانی کے عیدگاہ سے مولوی محمد حسین صاحب کا شکریہ ادا کر کے کہا کہ مرزا چلا گیا ہے آپ بھی تشریف لے جاویں۔ عبداللہ عفی عنہ ساکن امرتسر

شیخ عبدالعزیز سکرٹری انجمن حمایت اسلام امرتسر لکھتے ہیں:

میں عیدگاہ میں موجود تھا۔ مولوی ابوسعید صاحب کا میں پیغام لے کر گیا تھا لیکن افسوس کہ مرزا صاحب نے مولوی ابوسعید کی کچھ نہ سنی۔ محمد عبدالعزیز۔

انہی صاحبوں کی تائید و تصدیق بیان میں بہت سے حاضرین و شاہدین جلسہ حسب تفصیل

ذیل اپنے دستخط اور العبد کرتے ہیں:

احمد علی بن عبد الجبار بن عبد اللہ غزنوی۔ حافظ عمر الدین الگجراتی الڈنگوی حال وارد امرتسر عبید الرحمٰن بن عبد الرحمٰن عمر پوری ۔ عبد الملک بن سید احمد غزنوی۔ عبد الاعلی بن عبد الغفور غزنوی۔ خاکسار محمد اسماعیل ساکن موضع بنبا نوالہ۔ ابو المبارک عبد الرحمٰن بریلوی حال وارد امرتسر۔ فضل حق حسین پوری۔ مجید حسن حسین پوری۔

عاجز ہمم درمیدان مباہلہ حاضر بود کلام خصمین از باعث کثرت اژدہام بسمعم نہ رسید مگر ازاں اشخاص کہ حاضرین آن مجلس بودند ثقات اند ہمیں شنیدم کہ قادیانی از مباہلہ بالتفصیل انکار کردو فرار نمود۔ احمد بن عبد اللہ غزموی۔ ابو ادریس عبد لغفور بن محمد بن عبد اللہ غزنوی۔

و بھذا استشھد، عبد الاول بن محمد بن عبد اللہ غزنوی۔

پیر جمال الدین امام مسجد تیلیاں والی۔ امیر بخش خیاط۔ اللہ بخش عرف خدا بخش۔ اللہ بخش۔ قادر بخش۔ غلام قادر۔ عبد اللہ۔ اسد اللہ۔ محمد سلطان۔ اللہ بخش۔ محمد رمضان خیاط۔ عبد الرحیم۔ حافظ نور احمد۔ شیر محمد صوفی۔ محمد یونس حسین پوری۔ نور الدین حاضر مجلس۔ غلام مصطفیٰ خان سابق صدر منصرم امرتسر کٹرہ مہاں سنگھ۔ غلام محمد رنگریز ساکن امرتسر کٹرہ آہلو والیاں۔ الٰہی بخش ساکن کٹرہ لوہگڑھ ذات افغان۔ یہ واقعہ میں نے بھی اس مجلس میں سنا: عبد الواحد المعروف نظام الدین خان محافظ دفتر ضلع امرتسر۔ محمد یامین ٹھیکہ دار حسین پوری، شیخ احمد چپڑاسی تحصیل امرتسر۔ امانت اللہ بن رحیم بخش۔ اللہ بخش۔ تاج الدین۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۵۔ ص ۳۱۲ تا ۳۱۵)

عربی خطبہ قادیانی کی چند غلطیاں

مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے جو خطبہ اور مقاصد دافع الوساوس میں عربی عبارت لکھی ہے اس سے اسکے بعض اتباع اس کا ولی و صاحب الہام و مہبط کلام الٰہی ہونا نکالتے اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے کسی مدرسہ میں عربی کی تعلیم نہیں پائی اور کسی استاد کی عربی میں شاگردی نہیں کی، بایں ہمہ ایسی ادق عربی اس نے لکھ ڈالی ہے تو یہ بجز الہام و تعلیم الٰہی کیونکر ہوسکتی ہے۔ اور بعض جہلاء اس سے اس کا عالم متبحر ہونا ثابت کر رہے ہیں۔ مگر حقیقت شناس اس عبارت سے اس کا جاہل ہونا، اور کوچہ عربیت سے اس کا نابلد اور دعوی الہام میں کاذب ہونا نکالتے ہیں اور وہ

خوب سمجھتے ہیں کہ یہ عبارت عرب کی عربی نہیں اوراس کی فقرہ بندی محض بے معنی تک بندی ہے۔اس میں بہت سے محاورات والفاظ قادیانی نے ازخود گھڑ لئے ہیں،عرب عرباء سے وہ منقول نہیں۔اور جواس کے عربی الفاظ وفقرات ہیں ان میں اکثر صرف ونحو وادب کے اصول وقواعد کی رو سے اس قدر غلطیاں ہیں کہ ان اغلاط کی نظر سے ان کومسخ شدہ عربی کہنا بے جانہیں۔

اس مقام میں ہم ان اغلاط کا بیان کرتے ہیں جو بعض اہل علم نے بیان کی ہیں مگراس سے پہلے ایک تمہید کوضروری سمجھتے ہیں جس سے ناظرین کومعلوم ہوگا کہ اس اغلاط گیری ونکتہ چینی سے قادیانی کا عربی سے جاہل اورشرف کلام الہام وکلام الٰہی سے عاطل ہونا کیونکر ثابت ہوسکتا ہے۔

یہ مسئلہ مسلّمہ ہے کہ غلطی بڑے بڑے لائق اشخاص سے ہو جاتی ہے اور وہ ان کی لیاقت میں بٹہ نہیں لگاتی۔ خداتعالی اوراس کے رسول معصوم ومقبول کے بعد کسی شخص کا اپنے کلام میں کوئی غلطی کرنا محل تعجب نہیں بلکہ کسی انسان سے اس کے انسانی کام میں غلطی نہ ہوتو یہ امر موجب تعجب ہے کیونکہ انسان کے لئے سہو ونسیان، جوغلطی کا منشاء ومولد ہے، ایک لازمی امر ہے اورمقولہ اول ناس اول ناس اورمقولہ الا نسان یسا وق النسیا ن مسلّمہ مقولے ہیں۔

بناء علیہ کسی لائق انسان کے کلام میں مطلق غلطی اسکے علم وفضل وکمال میں نقصان و زوال کا موجب نہیں ہوسکتی۔ بڑے بڑے شاعرامرء القیس اوراس کے ہم سرایسے گزرے ہیں کہ ان کے کلام میں دوسروں نے غلطیاں نکالی ہیں اور پھران کی شاعری غیر مسلّم نہیں ہوئی۔ اور بہت ادیب خطیب ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے محاورات میں لغزش کھائی ہے پر وہ ان کی منقصت کی موجب نہیں سمجھی گئی۔لہذا غلطی کلام سے متکلم کی بے علمی ونالائقی ثابت کرنے کیلئے کوئی ایسی شرط یا اصول مقرر ہونا چاہیے جس میں معذرت بالا کی گنجائش نہ ہو۔

ہمارے نزدیک اور ہرایک صاحب خبرت وانصاف کے نزدیک وہ شرط یا اصول یہ ہے کہ غلطی جوکمال میں نقصان یا زوال پیدا کرتی ہے وہ ہے جس کا صدور اہل علم وکمال سے عادۃً محال ہو۔اوراگروہ معمولی اورممکن الوقوع ہو تواس کا وقوع وصدوراس کثرت سے نہ ہوجس کا نمبر فیصدی پچاس سے بڑھ گیا ہو۔(مرزا بشیر احمد قادیانی اپنے والد کی عربی نویسی میں اغلاط کا ذکر یوں کرتے ہیں : بیان کیا مجھ سے مولوی شیرعلی نے کہ مرزا صاحب فرماتے تھے کہ ہماری جتنی عربی تحریریں ہیں یہ سب ایک رنگ میں الہام ہی ہیں کیونکہ سب خدا کی خاص تائید سے لکھی گئی ہیں۔فرماتے تھے بعض اوقات میں کئی الفاظ اورفقرے لکھ جاتا ہوں مگر مجھے ان کے معنی نہیں آتے ، پھر لکھنے کے بعد لغت دیکھتا ہوں تو پتہ لگتا ہے۔

نیز مولوی صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب عربی کی کتابوں کی کاپیاں اور پروف حضرت خلیفہ اول اور مولوی محمد احسن کے پاس بھی بھیجا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی جگہ اصلاح ہو سکے تو کر دیں ۔ حضرت خلیفہ اول تو پڑھ کر اسی طرح واپس فرما دیتے تھے لیکن مولوی محمد احسن صاحب بڑی محنت کر کے اس میں بعض جگہ اصلاح کے طور پر لفظ بدل دیتے تھے۔ سیرۃ المھدی جلد اص ۹۱)

محال ہونے صدور کی مثال عربی کا ایک بڑا فرضی جملہ ہے. ضرب زید عمرو فی الدّار قائم بالخشبة ..(جس ترجمہ ہے کہ زید نے عمرو کو گھر میں کھڑا ہو کر لکڑی سے مارا) ۔ اس جملہ میں زید کو جو ضرب کا فاعل ہے، زیر سے پڑھنا اور عمرو کو جو مفعول بہ ہے، پیش سے اور دار کو جو فی کا مجرور اور معرف بلام ہے، تنوین اور پیش لگانا اور قائماً کو جو حال ہے زیریں دینا ، خشبہ مجرور کو زبر ، ایسی اغلاط ہیں کہ ادنی اہل علم سے جس کو کم سے کم نحو کی پہلی کتاب (نحو میر) بھی آتی ہو ان کا صدور محال ہے ۔ اور جس کے منہ سے ایسی غلطی نکلے اس کو کسی اہل علم کا اہل علم سمجھنا ناممکن ہے اور جو ایسے شخص کو اہل علم سمجھے وہ خود جاہل و بے علم کہلاتا ہے ۔..

اگر کسی کلام کے الہامی ہونے کا دعوی ہو، یعنی اس کو کلام خدا کہا جائے (رسول ﷺ پر اس کے نازل ہونے کا دعوی ہو خواہ کسی قائم مقام رسول پر، جس کو رسول کی مانند معصوم اور غلطی وخطا سے محفوظ سمجھا جائے) تو اس کلام میں مطلق غلطی نہ ہونا شرط ہے اور اس میں ایک غلطی بھی اس کے الہام ہونے کی مبطل ہے ۔ الہامی کلام میں فی صدی یا فی ہزار یا فی لاکھ (مثلاً) ایک غلطی بھی ہو گی تو وہ کلام الہامی نہ سمجھا جائے گا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالی جو اس کلام کا متکلم فرض کیا گیا ہے اس سہو اور نسیان سے، جو غلطی کا منشاء و مولد ہے، پاک ہے قال اللہ تعالی و ما کان ربک نسیّاً لہذا جس کلام میں غلطی ہو، ایک ہی غلطی کیوں نہ ہو، وہ خدائے پاک اور مقدس کا کلام نہیں ۔ اس شرط و اصول کو ناظرین محفوظ و ملحوظ رکھیں گے اور پھر قادیانی کی ان اغلاط کو جو ہم بیان کریں گے، غور و توجہ سے ملاحظہ کریں گے تو یقین اور ایمان لائیں گے کہ وہ اغلاط اس قسم (لائق معافی) سے نہیں ہیں کہ وہ قادیانی کے دعوی علم و کمال ظاہری و باطنی میں خلل انداز نہ ہو سکیں بلکہ وہ ایسی اغلاط ہیں جو قادیانی کے کمال علم و الہام کو خاک میں ملاتی ہیں ۔ ان میں بہت سی غلطیاں ایسی ہیں کہ ان کا صدور نحو میر جاننے والے سے بھی ناممکن ہے جیسے اسکے لفظ فوہ کو بحالت جر واو سے لانا ، یا افعال متعدی بدو مفعول کے ایک مفعول کو جمع اور دوسرے مفعول کو مفرد لانا یا مبتداء کو جمع اور اس کی خبر کو مفرد لانا ، جس کی مثالیں فہرست آئندہ میں موجود ہیں یا اسکا صفحہ ۱۲ سطر ۸ میں جملہ سئمنا

متبحراً میں ذوالحال ضمیر سئمنا کو جمع اوراس کے حال متبحراً کو مفرد کرنا ، یا صفحہ۱۲ سطر۵ و ۶ میں صیغ مضارع یقوم ، یخاف ، یبا لی کو ان کے شرط ہونے کی حالت میں مرفوع کرنا ، جزم نہ دینا، جن کی تصحیح اس نے کسی اہل علم کی اصلاح سے غلط نامہ کتاب میں کی ہے اوراس سے یہ بات جتائی ہے کہ اس کی قلم سے یہ اغلاط اس وجہ سے نکل گئیں تھیں کہ اس کو نحو میر کے مسائل بھی نہیں آتے کیونکہ یہ اغلاط کاتب کی اغلاط نہیں ہوسکتیں۔ کاتب اصل لفظ کی جگہ ایسے لفظ تو لکھ دیتا ہے جس کو جاہلانہ شہرت سے صحیح سمجھتا ہو جیسے کسی نے خرّ موسی صعقاً کی جگہ خرّ عیسی لکھ دیا تھا۔ کاتب جاہل سے ایسا نہیں ہوسکتا کہ گو لفظ اس کا ہم شکل نہ ہو ، اوراس کے جاہلانہ خیال میں بھی کبھی نہ گزرا ہو اس کی جگہ دوسرا لفظ جیسے متبحر عین کی جگہ متبحراً اور یکف کی جگہ یخاف درج کر دیوے، یہ ضرور حضرت مرزا ہی کے اغلاط ہیں۔ آپ کا اصل مسودہ ایک مجلس میں پیش کر کے اس پر آپ سے مباہلہ کرایا جائے تو ضرور چور پکڑا جائے اور جو غلطیاں آپ کی کلام میں معمولی اوراہل علم سے ممکن الصدور ہیں اور اسلئے وہ قابل عفو بھی ہیں جیسے صلابت میں من کی جگہ عن لانا۔ وعلی ہذا القیاس، وہ اس حد کثرت کو پہنچ گئی ہیں کہ اس کثرت کے ساتھ کوئی ممتحن خواہ کیسا ہی متاہل ونرم ورحم دل ہو قادیانی کو پاس نہیں کرسکتا اوراہل علم ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں دے سکتا اوران غلطیوں سے (قسم اول سے،خواہ دوم سے) اس کلام کی نسبت الہام کا خیال کرنا تو ایسا ملیامیٹ ہوتا ہے کہ اس میں کسی اہل عقل وانصاف کو شک وتامل نہیں رہتا۔ اسی وجہ سے ہم نے ان اغلاط کی تفصیل وبیان سے تعرض کیا، ورنہ بجز خدا ورسول کے کون شخص ہے جو غلطی نہیں کرتا۔

تمہید ختم ہوئی۔ اب چند غلطیاں بیان ہوتی ہیں (صفحات نمبر دافع الوساوس کے ہیں)

۱۔ صفحہ ۱ سطر ۱۰۔۱۱۔ جعلهم شموس الارض و حجج الدين و حرز الايمان ۔ (حصون الايمان ہونا چاہیے۔ کیونکہ) حرز واحد ہے اور یہ محل ،محل جمع ہے کیونکہ یہ جعل کا دوسرا مفعول ہے جس کا مفعول اول ضمیر جمع ہے۔

۲۔۳۔ صفحہ۱، سطر۱۲۔ جعلهم منهلاً لا يغور ومتاعاً لا يبور (مناهل لا تغور و امتعة لا تبور ہونا چاہیے کیونکہ) یہ دونوں جعل کے دوسرے مفعول ہیں اور پہلا مفعول ضمیر جمع ہے۔

۴۔ص ۲۔ سطر۳۔ اخراج غیره عن الحنان (من ہونا چاہیے کیونکہ) خروج واخراج کا صلہ من آتا ہے فخرج منها خائفاً يترقب، اور فا خرجنا منه خضراء۔

۵۔ص ۳۔ سطر۴۔۵۔ اطرد النفوس بين وخدٍ و ذميل (اطرد کی جگہ سیّر ہونا چاہیے

کیونکہ) یہ تمام فقرہ بے معنی تک بندی ہے۔اور خاص اطرد جس معنی (چلانے) کیلئے استعمال کیا گیاہے وہ اسکے معنی نہیں بلکہ وہ لفظ سیر کے ہیں، اور طرد کے منع دفع کرنے ، اور دھتکارنے کے ہیں۔اطراد اس دفع کا حکم دینا۔

۶۔۷۔۸۔ ص۳۔سطر۷۔ ربّا الاشجار حتی استاثر الثمن و تسمّن (استا ثرت بالاثمار و تسمنت ہونا چاہیے کیونکہ) یہ بھی خلاف محاورہ تک بندی ہے۔ومعہذا اس میں ضمیر اشجار فاعل، لہذا اس کے افعال استاثر ت و تسمنت چاہئیں اور بجائے ثمر، اثمار حرف با سے جو اختصاص پیدا کرے۔

۹۔ صفحہ۴ سطر۱۷۔ برزوا السّیوف (صلّوا یا ابرزوا ہونا چاہیے کیونکہ) سیف کے لئے صل ہی مناسب ہے اگر مادہ براز ہی کا شوق وذوق تھا تو ابرزوا باب افعال سے متعدی چاہیے تھا، نہ کہ برزوا لازم۔

۱۰ تا ۱۵۔صفحہ۴ سطر۴۔۵۔ فاعطاھم اللّٰہ قلباً متقلباً مع الحقّ و لسا ناً متحلیا بالصّدق و جنا ناً خا لیاً من الحقد ۔ (قلوباً متقلبة و السنة متخلية و اجنانا خا لية ہونا چاہئیں کیونکہ) یہ الفاظ مع اپنی صفات کے اعطی کے دوسرے مفاعیل ہیں اوراس کا پہلا مفعول ھم ضمیر ہے لہذا یہ الفاظ بھی بصیغہ جمع چاہئیں۔

۱۶۔ صفحہ۴۔سطر۷۔انھم برھان رسالتہ (براھین ہونا چاہیے کیونکہ) یہ اسم ان ضمیر جمع کی خبر ہے، لہذا جمع چاہیے۔

۱۷ تا ۲۱۔ صفحہ۴۔سطر۸۔ کلّ وا حدٍ منھم اوذی و عنّی نی فی ما ولّی و خوّف با لسّیف و السّنا ن۔ فما وھنوا و ماستکا نوا حتی قضو نحبھم و آ ثروا (فما وھن و ما استکا ن حتی قضی نحبہ واثر ہونا چاہیے کیونکہ) ان افعال کے فاعل اورضمیر ھم ثانی کا مرجع کل لفظ مفرد ہے، لہذا افعال بھی مفرد چاہئیں جیسے ان کی نظا ئر سا بقہ اذی و عنی و خوف ہیں اور وہ ضمیر بھی مفرد چاہیے۔

۲۲۔ صفحہ۴ سطر۹۔قوم موجع (موجعون چاہیے کیونکہ)قوم اسم جمع ہے اس کے صفات و افعال قرآن مجید میں صدہا مواضع میں جمع آئے ہیں ، علی قوم کافرین ، انّ القوم استضعفونی وغیرہ

۲۳۔صفحہ۵ سطر۸۔ علی شرّ ھم را صعون (بشرّھم آنا چاہیے کیونکہ) رصع کا صلہ

حرف با ہے۔ رصع بہ کفر ۔(دیکھو قاموس ، منتہی الارب)

۲۴۔صفحہ ۶ سطر ۵۔ بعقل الناقص (بالعقل ہونا چاہیے کیونکہ) ناقص لغت معرف ہے لہذا اس کا موصوف عقل بھی معرف چاہیے ۔(جلال دین شمس قادیانی نے اس غلطی کو سہو کاتب لکھا ہے ۔ کہا بسہوا لکاتب ۔ و الصحیح بعقلھم۔ دیکھو روحانی خزائن ۔ بہاء)

۲۵۔صفحہ ۶ ۔سطر ۸ ۔ لا تعطیه الّا لو حیدٍ (و حیداً ہونا چاہیے کیونکہ) اعطیت کے دونوں مفعول بلا واسطہ آتے ہیں ۔نحو میر میں ہے اعطیت زیدا در ھماً ۔ ایسا ہی قرآن شریف میں ہے اعطی کل شئی خلقه ، انا اعطیناک الکوثر

۲۶۔ صفحہ ۷ سطر ۱۱۔۱۲۔ ما کنت ان آبی من امر ربی (ابی امر ربی ، ہونا چاہیے کیونکہ) ابی کا مفعول بلا واسطہ آتا ہے ۔ یأ بی اللّٰہ ، ابی الشیء یا باہ۔

۲۷۔ صفحہ ۸ سطر ۱۰۔ بل ھم کا لتریاق لھذہ الوباء و حجّة اللّٰہ علی الاشقیاء و ھم خزنة اسرار الشرع و ما ھر الاصول (حجج ، ہونا چاہیے) یہ لفظ ھم ضمیر جمع کی خبر ہے لہذا جمع چاہیے۔

۲۸۔ صفحہ ۸ سطر ۱۱۔ اسرار الشرع و ماھر الاصول (مھرہ ہونا چاہیے کیونکہ) یہ لفظ بھی ھم ضمیر جمع کی خبر ہے لہذا جمع چاہیے ۔قادیانی نے غلط نامہ میں اس غلطی کو تسلیم کر کے کسی کے بتانے سے اس کی اصلاح کی ہے مگر چونکہ اس کے نظائر حجة وغیرہ کی اصلاح نہیں کی لہذا یہ عفو کے لائق نہیں ۔اپنے علم سے اس کی اصلاح کرتا تو دوسری نظیر کی بھی اصلاح کرتا۔ محمد حسین۔

۲۹۔ صفحہ ؟۔ سطر ۱۸ سالتهما من رب الارض و السّماء (سا لتهما رب الارض ہونا چاہیے)سأل کے دونوں مفعول بلا واسطہ آتے ہیں۔

۳۰۔ص ۱۵۔سطر ۵۔ بتلک الافتراء (اس کی جگہ بذلک ہونا چاہیے)

۳۱ تا ۳۳۔ص ۱۵۔ سطر ۶۔۷۔ و اللّٰہ لو قتِلت جمیع صبیانی و اولادی و احفادی باعیننی و قطعت ایدی و ارجلی (بعینی ، و یدی و ارجلی ہونا چاہیے)

۳۴۔صفحہ ۱۵ سطر ۱۹۔ اسرو کی جگہ سرو ہونا چاہیے۔وجہ پہلے گزری۔

۳۵۔صفحہ ۱۶ سطر ۳۔فاذا ھبت نسیم الھام .. فا مِرت (یہاں اِمرت بغیر فاء ہونا چاہیے)

۳۶۔صفحہ ۱۶۔ سطر ۴۔۵۔ انّ مع الجد ب حِصباً ۔ ان مع الجد ب حِصباً (خصباً ہونا چاہیے (شمس قادیانی نے حاشیہ میں لکھا ہے: من سھو الکا تب و الصحیح خصباً)

۳۷۔صفحہ۱۶۔سطر۶۔ حدل الناس (حدل بمعنی ظلم ہے، نہ اترنے کی جگہ جو مرزا کی مراد ہے)

۳۸۔صفحہ۱۷۔سطر۱۔ لم یا ووہ (لم یو ووہ۔ آوی یا وی لازم فعل ہے۔ او آوی الی رکن شدید۔اور یہاں متعدی ہے آوی یووی سے وآوینا ھما الی ربوۃٍ)

۳۹۔صفحہ۱۷۔سطر۵۔ من فوہ۔ (من فی۔نحومیر پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں کہ فو حالت جرمیں فی بن جاتا ہے)۔

۴۰۔صفحہ۱۷۔سطر۱۴۔ اسر اھل الصلاح۔(سر ہونا چاہیے)

۴۱۔صفحہ۱۷۔سطر ۱۷۔ قبولیتہ (قبولہ ہونا چاہیے۔عربی میں قبول خودمصدر ہے۔اس کواردومیں یا، و، تالگاکراردوفارسی خوان جاہل مصدر بناتے ہیں)

۴۲۔۴۳۔صفحہ۱۷۔سطر۱۶۔۱۷ والقوم یمکر؛ والقوم یرید (یمکرون، یریدون ہونا چاہیے

۴۴۔صفحہ۲۰۔سطر۸۔ قوم یقال لہ الکفار و ذلک حزب یقال لہ الاخوان (حزب بھی قوم کی مانند جمع چاہتا ہے حزب بما لدیھم فرحون)

۴۵۔ص ۲۱۔سطر۵۔ و من تفوہ بکلمۃ لیس لہ اصل (لھا ہونا چاہیے۔ہدایت النحو والے بچے بھی جانتے ہیں کہ کلمہ عربی میں مؤنث ہوتا ہے)

۴۶۔صفحہ۲۱۔سطر۱۳۔۱۴۔ و ان کان الامر خلاف ذلک علی فرض المحال فنبذنا کلہ (فنبذ ناہ ہونا چاہیے)

۴۷۔ص۲۱۔سطر۱۹۔ تدبروا فی جوابی (تدبروا جوابی ہوچاہیے کیونکہ) تدبر بلاواسطہ متعدی ہوتاہے۔ افلا یتدبرون....

۴۸۔صفحہ۲۲۔سطر۳۔ لا تدخلوا فی علم اللّٰہ (لا تخوضوا۔ہونا چاہیے کیونکہ) کسی کے کلام میں دخل نہ دینا فارسی محاورہ ہے۔عربی میں دخل درمعقولات کیلئے خوض بولتے ہیں۔

۴۹۔صفحہ۲۲۔ سطر۸۔ان اک کاذباً فکفی اللّٰہ (کفی بغیر فاء ہونا چاہیے)

۵۰۔صفحہ۲۳ سطر۳۔ ارحم علیھم (ارحمھم ہونا چاہیے۔قادیانی نے ہندی محاورہ کا استعمال کردیا۔عربی میں رحم یرحم بلاواسطہ متعدی ہوتا ہے۔ لو رحمنا ھم اور ارحمھما۔

(اشاعۃ السنہ۔جلد۱۵۔ص ۳۱۶ تا ۳۲۸ مختصراً)

رسائل اربعہ انجام آتھم وغیرہ کا جواب

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اشاعۃ السنہ کی گذشتہ اشاعت میں ہم نے مرزا جی کو موقوفی جنگ کا اعلان دے دیا تھا اور کہد یا تھا کہ ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں، آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کریں گے تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔ مرزا جی نے اس کو غنیمت نہ سمجھا اور پھر بھی ہر ایک تحریر وتصنیف میں ہم کو نشانہ بنایا۔ وہ تو اپنے خیال میں ہم کو مخاطب کرنے میں اپنا فائدہ سمجھتے ہیں اور اس میں اپنی کلام کی باوقاری اور گرم بازاری کی امید رکھتے ہیں مگر درحقیقت ہمیں ان کا بڑا نقصان ہے۔ ان کی چالاکیوں اور کاریگریوں کی حقیقت کھولنے والا (محض خدا کے فضل وتوفیق والقاء سے، نہ اپنی ذاتی لیاقت یا علمیت سے) ہمارے معاصرین علماء میں اس خاکسار جیسا ان کے خیال میں بھی کوئی نہیں ہے۔ اور اس امر کا وہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۴۱ و ۲۵۱ و دیگر تصانیف میں بتصریح اظہار اور اقرار کر چکے ہیں کہ:

> ہمارے مخالفوں اور نکتہ چینوں کا رأس ورئیس یہی شخص ہے باقی سب اس کی شاخیں و فروعات ہیں؛

بایں ہمہ ہم کو بار بار چھیڑنا اور ہم سے اپنی حقیقت کھلوانا کون سی دور اندیشی اور عقلمندی کی بات ہے۔ وہ تو صاحب غرض ہیں، ان کے اتباع میں بھی کوئی ایسا عقلمند اور دور اندیش نہیں ہے جو ان کو یہ ضرر سمجھا دے اور اس نقصان سے ان کو بچاوے۔ تاہم وہ نہیں مانتے اور نہ مانیں گے، تو ہم بھی حاضر ہیں۔

اس جنگ کی موقوفی پر ہم کو تین امر باعث ہوئے تھے جن کی نسبت اب خدا تعالیٰ نے ہم کو طریق ارشد وسبیل احسن کا القاء فرمایا ہے لہذا اس چھیڑ چھاڑ پر خدا تعالیٰ سے اجر کی امید ہے۔

امر اول۔ یہ کہ ہم مرزا جی کے تمام اصول وفروع کی بیخ کنی کر چکے تھے اور وہ اپنی تصانیف جدید میں ان ہی اصول وفروع کا بار بار تکرار اور اعادہ کرتے تھے (جیسے بے دیانت عطار ایک ہی عرق یا صرف پانی مختلف بوتلوں میں ڈال کر مختلف ناموں، عرق گلاب، عرق نیلوفر، عرق بادیان کے نام سے بیچتے

اور لوگوں کے مال مارتے ہیں) لہذا ان کے ردّ و جواب سے تعرض کو ہم تحصیل حاصل سمجھ بیٹھے تھے۔

امر دوم ۔ یہ کہ آئندہ ہم کو دوسرے مخالفین اسلام وسنت خیر الانام سے مقابلہ کی مہم درپیش تھی ۔ اور میرزا جی کے جواب میں مصروف رہنا اس مقابلہ سے مانع نظر آتا تھا۔

امر سوم ۔ یہ کہ میرزا جی دن بدن بدگوئی اور دشنام دہی میں ترقی کرتے جاتے تھے گویا آپ کی نبوت کی معراج کا آپ کا یہی فعل ہو گیا تھا اور اس سے طبیعت میں ایک اشتعال پیدا ہوتا تھا جو گاہے انتقام یسیر بقدر عشر عشیر یا اس سے بھی کم تر کا باعث ہو جاتا تھا، گو وہ ان الفاظ سے نہ تھا جو مرزا جی کے حصے میں آئے ہوئے ہیں اور ان کے رجسٹری کرائے ہوئے ہیں، بلکہ ایسے الفاظ سے ہوتا تھا جو قوم کی طرف سے بطور خطاب اور ٹائٹل کے ان کو ملے ہوئے تھے جیسے دجال، کذاب، کافر، ملحد وغیرہ ۔ اور یہ امر اپنے نفس اور اخلاق کیلئے مضر ہوتا تھا ، اور بعض صلح پسند اور اخلاق مجسم دوستوں پر بھی شاق اور ناگوار گذرتا تھا۔

اب خدا تعالی نے ان تینوں سے امر اول و دوم کی نسبت تو یہ حق سجھایا اور القاء فرمایا ہے کہ اس کے رسائل کے جواب میں مثل سابق تفصیل وتطویل کو چھوڑ دو ، اور مختصر الفاظ میں دو حرفی جواب دے دیا کرو ، اور اس کی دلیل اور تفصیل کا حوالہ و پتہ اپنی سابق تصانیف سے دے دیا کرو کیونکہ وہ اب کوئی ایسی بات نہیں کہتا جس کا تفصیلی اور بادلیل جواب تمہاری سابق تصانیف چار پانچ سال میں نہ دیا گیا ہو۔

اور امر سوم کی نسبت یہ ہدایت ربانی ہوئی ہے کہ اس کی گالیوں کی آواز سنو، تو کان بند کر لو اور ان کا جواب نہ بقدر عشر عشیر دو، نہ اقل قلیل ۔ اور شرعی خطابات کافر، دجال وغیرہ سے اس کو یاد نہ کرو۔ وہ تمغے قوم کی طرف سے اس کو مل چکے ہیں، تمہارے بار بار ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور جب وہ کوئی ایسی بات کہے جس کو تمہارے محبوب و مرغوب دین سید المرسلین سے تعلق ہو اور اس کے جواب میں اس محبوب کی حمایت متصور ہو، تو اس کو سنو اور اس کا جواب دو اور اس شاعر کے قول پر عمل کرو جو اپنے محبوب کی دھن میں کہتا تھا

اصم اذا نودیت باسمی واننی　　　اذا قیل لی یا عبدها لسمیع

تمہید ختم ہوئی اب ان کے رسائل اربعہ کا جواب دیا جاتا ہے۔

جواب رسالہ انجام آتھم

یہ رسالہ ۳۳ صفحہ میں ہے اور اس کا اصل اصول اور اعلی مقصود تو گالیاں ہیں:
شیطان، ملعون، بے حیا، بدذات فرقہ مولویاں، ظالم مولویو، تم نے بے ایمانی کا پیالہ پیا ہے، وغیرہ۔

اس اصلی مقصود کی تبعیت وطفیل میں صرف ایک یہ بات کہی ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم مر گیا، اس سے میری پیش گوئی پوری اور سچی ہوئی ہے۔ مرزا قادیانی کہتا ہے:

میری پہلی پیش گوئی میں وقوع موت کے لئے عبداللہ آتھم کے رجوع بحق نہ کرنے کی شرط تھی اور وہ شرط پہلی میعاد پندرہ ماہ میں پائی نہ گئی تھی کیونکہ عبداللہ آتھم میری پیش گوئی کی ہیبت سے ڈر گیا تھا اور یہی اس کا حق کی طرف رجوع کرنا تھا۔ اور ڈر جانے سے قطعی موعود وموقت عذاب بھی ٹل جایا کرتا ہے جیسا کہ قوم یونس سے عذاب ٹل گیا تھا جس کا ذکر قرآن اور حدیث اور بائیبل کی کتاب یونہ میں پایا جاتا ہے۔ اور یہ عذاب موت عبداللہ آتھم تو پہلے ہی مشروط بشرط عدم رجوع بحق (یعنی خوف) تھا، اس لئے وہ عذاب اس میعاد میں، جس میں وہ ڈرتا رہا، وقوع میں نہ آیا

دوسری پیشگوئی میں نے بذریعہ اشتہار اولاً انعام ایک ہزار تا چار ہزار یہ کر دی تھی کہ اگر عبداللہ آتھم ڈر جانے سے انکار پر قسم نہ کھائے گا تو ایک سال کے اندر مر جائے گا، جو اب اس کے فوت ہو جانے سے پوری ہوگئی۔

مولانا فرماتے ہیں: گالیوں کا جواب تو حسب ہدایت ربانی یہی دیا جاتا ہے:

بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

آپ بحسب دعوی وبزعم خود خدا کے ملہم، محدث، مخاطب، مہدی مسعود ومسیح موعود، رسول احمد مبشر بلسان عیسی بن مریم، خدا کے بیٹے بلکہ خدا کے باپ ہیں۔ آپ یہ گالیاں نہ دیں تو اور کون دے گا؟ یہ تو آپ کے منصب اور شان سے کم ہیں اور اس قدر قلیل سے آپ کے عالی مرتبہ کی قیمت وصول نہیں ہوتی کچھ اور بھی فرمائیں اور قیمت بڑھاویں

ہر دو عالم قیمت خود گفتہء نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

پہلی پیشگوئی کے صادق ہونے کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالی کا قطعی موعود و موقت عذاب ڈر جانے سے کبھی نہیں ٹلا۔ اور حضرت یونسؑ کی قوم سے قطعی عذاب کا صرف ڈر جانے سے ٹل جانا جو قرآن اور حدیث اور یونہ کی کتاب میں پایا جانا آپ نے بیان کیا ہے، اس میں آپ نے راستی سے کام نہیں لیا جو ایک نبی راست باز کے لئے لازمی امر ہے۔ ہمارے اس دعوی کی دلیل اور اس امر کی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۲ تا ۴ جلد ۱۶ میں صفحہ ۵۴ سے ۱۱۱ تک ۵۸ صفحات میں ہو چکی ہے۔ آپ کا اس تفصیل سے اغماض کرنا، اور اپنے ردّ شدہ دعوی کو بلا دلیل خاکسار کے مقابلہ میں دوبارہ پیش کرنا آپ کے منصب نبوت و رسالت سے (جس کے لئے حیا و غیرت ایسی لازمی صفت ہے جیسے کفر کے لئے بے غیرتی اور بے حیائی) نہایت مستبعد ہے۔ آپ اولاً ہمارے دلائل کا اور اپنے دلائل کے جوابات کا جواب دیں، پھر یہ دعوی منہ سے نکالیں کہ ڈر جانے سے قطعی عذاب ٹل جایا کرتا ہے۔

اب رہا یہ امر کہ عبداللہ آتھم ڈر گیا تھا اور آپ کی پیش گوئی میں موت واقع ہونے کی یہ شرط موجود تھی کہ وہ نہ ڈرے، سو اس کا جواب ہم اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ نمبر ۲ کے صفحہ ۴۷ وغیرہ اور نمبر ۴ کے صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۷ تک دے چکے ہیں۔ اس کے جواب سے بھی آپ کا اغماض کرنا اور پھر اسی ردّ شدہ بات کا اعادہ کرنا آپ کے دعوی نبوت یا محدثیت سے مناسبت نہیں رکھتا۔

ایسا ہی آپ نے جو دوسری پیش گوئی میں خبر موت عبداللہ آتھم دے دینے کا دعوی کیا ہے اس میں بھی آپ نے راستی سے (جو ایک نبی یا محدث کے لوازم ذاتیہ سے ہے) کام نہیں لیا۔ آپ کے ان اشتہاروں میں جن کا صفحہ ۱ و ۲ رسالہ انجام آتھم میں آپ نے اقتباس کیا ہے، کہیں تصریح نہیں ہے کہ اگر عبداللہ آتھم قسم سے انکار کرے گا تب بھی وہ ایک خاص میعاد میں مر جائیگا۔ آپ کے اصل اشتہاروں کے ان فقرات میں، جن کو آپ نے نقل کیا ہے، موت اور اس کی میعاد کا ذکر نہیں۔ موت کو تو آپ اب اپنی طرف سے خطوط وحدانی میں درج کر کے گویا ان الفاظ میں آپ موت کے معنی ڈال رہے ہیں۔

آپ سچ پوچھیں اور انصاف سے سنیں تو آپ کو معلوم ہو کہ عبداللہ آتھم کی یہ موت جو معیاد ایک سال سے پہلے واقع ہوئی ہے، آپ کی دوسری پیشگوئی کی مکذب ہے، نہ کہ مصدق۔ کیونکہ آپ نے اس پیشگوئی میں یہ کہا تھا کہ اگر عبداللہ آتھم قسم کھائے گا کہ میں اس پیشگوئی کی ہیبت سے نہیں ڈرا، تب وہ ایک سال کے عرصہ میں مارا جائے گا۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ قسم نہ کھانے کی صورت میں وہ مارا نہ جائے گا۔ پھر وہ باوجود قسم نہ کھانے کے مارا گیا، تو اس سے اس پیش گوئی کا

مضمون جھوٹا ہوا، نہ کہ سچا۔

یہی باتیں آپ نے اپنے خسر فرضی مرزا احمد بیگ کے فوت ہو جانے اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کے فوت ہونے کی نسبت کی ہیں، جن میں راستی وحق گوئی آپ سے چھوٹ گئی۔ ہم نے مرزا احمد بیگ کے متعلق باوجود اس کے فوت ہو جانے کے آپ کی پیشگوئی کے پوری نہ ہونے کے ثبوت میں آپ سے ۸۵ سوالات جرح کئے ہیں جو رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ا و ۲ جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۵ تا ۳۸ تک شائع ہو چکے ہیں جس سے ہر صاحب فہم وانصاف کو ثابت ہوتا ہے کہ وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی، اگر وہ پوری ہوتی تو بھی وہ یقیناً الہامی نہ سمجھی جاتی۔

اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کی عدم وفات پر جو آپ نے عذرات کئے ہیں کہ وہ بھی ڈر گیا تھا، اور ڈر جانے سے عذاب ٹل جایا کرتا ہے، گو قطعی وغیر مشروط ہو۔ اسکا جواب اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ میں صفحہ ۱۷۹ سے ۱۹۶ تک ایسا دیا گیا ہے جس میں آپ کو چون و چرا کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ پھر آپ کا اس جواب سے چشم پوشی کرنا، اور اپنے پرانے دعاوی کو بلا دلائل ہمارے مقابلہ میں پیش کرنا آپکے دعوی نبوت یا محدثیت (جس کیلئے غیرت وحیا ایک لازمی امر ہے) کے مخالف ہے۔

دوسرے رسالہ کا جواب

دوسرا رسالہ ۱۱ صفحے کا ہے۔ یہ آپ نے پادریوں کے مقابلہ میں لکھا ہے۔ اس میں ان سے تثلیث کے حق یا ناحق ہونے پر مباہلہ کی درخواست کی ہے۔ اس کا جواب پادریوں کے ذمہ ہے ہم اس کے متعلق صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ اس رسالہ میں سخت گوئی سے کام لیا ہے، جو ایک نبی یا محدث کی شان سے بعید ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اس کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو برا کہیں گے۔ یہ برا کہلانے والے مرزا جی ہوں گے بحکم ان نصوص کے جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں اور وہ ہمارے مضمون متعلق قتل لیکھرام میں مندرج ہیں جو عنقریب نمبر ا جلد ۱۸ میں شائع ہوگا۔ (یہ مضمون تحریک ختم نبوت حصہ پنجم میں نقل کر دیا گیا ہے۔ بہاء)

تیسرے رسالہ دعوت قوم (یا مباہلہ) کا جواب

یہ رسالہ ۲۸ صفحہ میں ہے اور اس میں خاکسار (محمد حسین بٹالوی) کے حق میں بدگوئی اور دشنام دہی کے علاوہ یہ دعوی کیا ہے کہ میں صاحب الہام ہوں مجھے اس عرصہ میں اس قدر الہام ہوئے ہیں (جن کو سات صفحات میں نقل کیا) اور کہا ہے کہ اگر علماء و مشائخ پنجاب و ہندوستان (جن میں ۶۸ علماء اور ۴۸ مشائخ وصوفیاء کے نام شمار کئے ہیں) مجھے الہامی نہیں مانتے تو مجھ سے مباہلہ کرلیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ کم سے کم دس آدمی میرے مقابلہ میں آویں، اور یہ کہیں کہ اے خدائے علیم وخبیر ہم اس شخص کو جس کا نام غلام احمد ہے درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر جانتے ہیں۔ پس اگر یہ شخص درحقیقت کذاب اور کافر اور مفتری اور بے دین ہے اور اس کے یہ الہام تیری طرف سے نہیں بلکہ اپنا ہی افتراء ہے تو اس کو ایک سال کے اندر ہلاک کر دے۔ اور اگر یہ مفتری نہیں اور تیری طرف سے ہے اور یہ الہام تیرے ہی منہ کی پاک باتیں ہیں، تو ہم پر جو اس کو کافر و کذاب سمجھتے ہیں، دکھ اور ذلت سے بھرا ہوا عذاب ایک برس کے اندر نازل کر۔ اس کے لئے ایک سال میعاد مقرر ہے۔ اور ایک اشتہار میں آپ نے اس معیاد کی نسبت یہ دعوی کیا ہے کہ یہ میعاد ایک سال کی مسنون ہے۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے لما حال الحول کا لفظ فرمایا ہے۔

مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ صوفی عبدالحق غزنوی نے آپ سے مباہلہ کرنے کو قبول کیا اور اسکا اشتہار دیا، تو اسکے جواب میں آپ نے سکوت محض اختیار فرمایا۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے لاہور پہنچ کر آپ کو مباہلہ کیلئے بلایا، تو آپ نے شروط ہی کی قید میں ان کو ٹلایا۔ اگر ان دونوں صاحبوں سے مباہلہ کرنے میں آپ کو عذر ہے اور اسکی معقول وجہ آپکے پاس ہے تو بدرجہ سوم یہ خاکسار حاضر ہے مگر مباہلہ میں اور خدا کے حضور میں (جو دلوں کی کیفیات جانتا ہے) دعا میں بہت سی قیود لگانا اور لفظوں کی آڑ کی میں اپنے آپ کو بچانا کچھ ضرورت نہیں رکھتا۔ آپ کا یہ دعوی ہے کہ میں ملہم اور مسلمان ہوں، ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ آپ جیسے اعتقاد اور اخلاق واعمال والا کوئی شخص ہرگز ملہم نہیں ہوسکتا۔ ان دونوں فریق کے اعتقادات کو بیان کرکے آپ صرف یہ کہدیں اللّٰھمّ العن الکاذب فی ھذا القول یعنی اے اللہ جو اس قول میں یا اعتقاد میں جھوٹا ہے، اس پر تو لعنت کر۔ اور آپ کا مدمقابل اس کی تائید میں آمین کہے۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۷، ص ۳۷۶ تا ۳۸۴)

چند قادیانی روایات

یہ روایات قادیانی حضرات کی سیرۃ المہدی، تذکرۃ المہدی، ذکر حبیب، ریویو آف ریلی جنز اور مکتوبات احمدیہ وغیرہ سے لی گئی ہیں۔ سیرۃ المہدی تین جلدوں میں ہے اور اس کی پہلی جلد مرزا بشیر احمد نے مئی ۱۹۲۱ء میں لکھنی شروع کی، اور اس کی جلد دوم مئی ۱۹۲۴ء میں لکھنا شروع کی جو اسلامیہ سٹیم پریس لاہور سے ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی۔ اس سے پہلے ۱۹۱۴ء کے گردو پیش پیر سراج الحق نعمانی قادیانی نے تذکرۃ المہدی لکھی۔ بعد میں ذکر حبیب کے نام سے مفتی صادق قادیانی نے مرزا قادیانی کے سوانح سے متعلق روایات لکھیں۔ ریویو آف ریلی جنز قادیانیوں کا رسالہ تھا۔ مکتوبات احمدیہ میں مختلف افراد کے نام مرزا قادیانی کے خطوط جمع کئے گئے ہیں اور اسے بار دیگر مکتوبات احمد کے نام سے شائع کرایا گیا ہے۔ ان کتابوں سے چند روایات واقتباسات مختلف عنوانات کے تحت نذر قارئین کئے جاتے ہیں۔

مرزا قادیانی کا فقہی مسلک

} مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے عبد اللہ سنوری نے کہ اوائل میں، میں سخت غیر مقلد تھا۔ اور رفع یدین اور آمین بالجہر کا بہت پابند تھا۔ اور مرزا صاحب سے ملاقات کے بعد بھی میں نے یہ طریق مدت تک جاری رکھا۔ عرصہ کے بعد ایک دفعہ جب میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کے بعد آپ نے مجھ سے مسکرا کر فرمایا، میاں عبد اللہ اب تو اس سنت پر بہت عمل ہو چکا ہے۔ اور اشارہ رفع یدین کی طرف تھا۔ میاں عبد اللہ کہتے ہیں کہ اس دن سے میں نے رفعیدین کرنا ترک کر دیا بلکہ آمین بالجہر کہنا بھی چھوڑ دیا۔ (سیرۃ المہدی۔ ج ا۔ص ۱۶۲)

} مرزا بشیر احمد کہتے ہیں:

مرزا غلام احمد براہین احمدیہ حصہ چہارم میں صفحہ ۵۲۰ پر لکھتے ہیں .... مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی کہ جو کسی زمانہ میں اس عاجز کے ہم مکتب بھی تھے (ایک طرف تو مرزا صاحب کہتے ہیں

کہ ان کا کوئی دنیاوی استاذ نہیں ہے۔ پھر محمد حسین بٹالوی کے ساتھ وہ کس استاد سے پڑھ رہے تھے جوان کا ہم مکتب ہونا بیان کر رہے ہیں؟ یہ روایت صاف بتا رہی ہے کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ان کا کوئی دنیاوی استاذ نہیں تھا۔ نیز مرزا صاحب نے خود ایک دوسرے مقام پر ایک استاد سے تلمذ کا اعتراف کیا ہے۔ وہ اپنے مکتوب بنام مولوی نور احمد لکھوی میں ۱۸۸۴ء میں لکھتے ہیں: ایک بزرگ مولوی فضل احمد جو فیروز والا ضلع گوجرانوالہ میں رہتے ہیں ایام خوردسال میں اس احقر کے استاد بھی تھے۔ مکتوبات احمدیہ ج ۶)، جب نئے نئے مولوی ہو کر بٹالہ میں آئے تو بٹالیوں کو ان کے خیالات گراں گذرے، تب ایک شخص نے مولوی صاحب سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کیلئے اس ناچیز کو بہت مجبور کیا۔ چنانچہ اس کے کہنے کہانے پر یہ عاجز شام کے وقت اس شخص کے ہمراہ مولوی صاحب کے مکان پر گیا اور مولوی صاحب کو معہ ان کے والد صاحب کے مسجد میں پایا۔ پھر خلاصہ یہ کہ اس احقر نے مولوی صاحب کی اس وقت کی تقریر کو سن کر معلوم کر لیا کہ ان کی تقریر میں کوئی ایسی زیادتی نہیں کہ قابل اعتراض ہو اسلئے خاص اللہ کیلئے بحث کو ترک کیا گیا۔ (سیرۃ المہدی ص ۲۳۷۔۲۳۸ جلد اول)

} مرزا بشیر احمد کہتے ہیں:

ایک دفعہ قبل دعوی مسیحیت لوگوں نے حضرت مرزا کو محمد حسین بٹالوی کے مقابلہ میں بعض حنفی وہابی مسائل کی بحث کیلئے بلایا اور ایک بڑا مجمع لوگوں کا اس بحث کے سننے کیلئے جمع ہو گیا اور محمد حسین نے ایک تقریر کر کے لوگوں میں ایک جوش کی حالت پیدا کر دی اور وہ مرزا صاحب کا جواب سننے کیلئے ہمہ تن انتظار ہو گئے۔ مگر مرزا صاحب نے سامنے سے صرف اس قدر کہا کہ اس وقت کی تقریر میں جو کچھ مولوی صاحب نے بیان کیا ہے اس میں مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو قابل اعتراض ہو، اسلئے میں اسکے جواب میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ میرا مقصد خواہ مخواہ بحث کرنا نہیں بلکہ تحقیق حق ہے۔ آپکے اس جواب نے جو مایوسی اور استہزاء کی لہر لوگوں کے اندر پیدا کی ہو گی وہ ظاہر ہے مگر آپ نے حق کے مقابل میں اپنی ذاتی شہرت و نام ونمود کی پرواہ نہیں کی، اور ڈر گئے، بھاگ گئے، ذلیل ہو گئے، کے طعن سنتے ہوئے وہاں سے اٹھ آئے (سیرۃ المہدی ص ۹۱ جلد دوم)

} مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں کہ

خواجہ عبد الرحمٰن متوطن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ خط بیان کیا کہ میرے والد حبیب اللہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے نماز میں حضرت مرزا کے ساتھ کھڑے ہونے کا موقع ملا اور چونکہ احمدی ہونے سے قبل میں وہابی تھا، میں نے اپنا پاؤں حضرت مرزا کے پاؤں کے ساتھ ملانا چاہا۔ مگر

جب میں نے اپنا پاؤں آپکے پاؤں کے ساتھ رکھا تو آپ نے اپنا پاؤں کچھ اپنی طرف سرکا لیا جس پر میں بہت شرمندہ ہوا اور آئندہ کیلئے اس طریق سے باز آ گیا۔ (سیرۃ المہدی۔ جلد۲۔ص ۲۹)

} مرزا بشیر احمد اپنے والد مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں بتاتے ہیں:

اصولاً آپ ہمیشہ اپنے آپ کو حنفی ظاہر فرماتے تھے۔ (سیرۃ المہدی۔ص ۴۹۔جلد۲)

} مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

قاضی محمد یوسف پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میں نے حضرت (غلام) احمد کو بارہا نماز فریضہ اور تہجد پڑھتے دیکھا۔ آپ نماز نہایت اطمینان سے پڑھتے۔ ہاتھ سینے پر باندھتے ..آمین آہستہ پڑھتے، رفع یدین کرتے تھے، رفع سبابہ یاد نہیں، اغلباً کرتے تھے (مرزا بشیر احمد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں) خاکسار عرض کرتا ہے کہ میرے علم میں حضرت مرزا رفعیدین نہیں کرتے تھے اور مجھے حضرت صاحب کا رفع سبابہ کرنا بھی یاد نہیں، گو میں نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ آپ رفع سبابہ کرتے تھے۔ (تذکرۃ المہدی۔ص ۴۸ جلد سوم)

} مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

حافظ نور محمد ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم نے حضرت مسیح موعود سے مسئلہ دریافت کیا کہ فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین اور آمین کے متعلق کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ طریق حدیثوں سے ثابت ہے اور ضرور چاہیے۔ (اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مرزا بشیر احمد کہتے ہیں) خاکسار عرض کرتا ہے کہ فاتحہ خلف الامام والی بات تو حضرت صاحب سے متواتر ثابت ہے، مگر رفع یدین اور آمین بالجہر والی بات کے متعلق میں نہیں سمجھتا کہ حضرت صاحب نے ایسا فرمایا ہو، کیونکہ اگر حضور اسے ضروری سمجھتے تو لازم تھا کہ خود بھی اس پر ہمیشہ عمل کرتے۔ مگر حضور کا دوامی عمل ثابت نہیں، بلکہ حضور کا عام عمل بھی اس کے خلاف تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب حافظ (نور محمد) صاحب نے حضور سے سوال کیا تو چونکہ سوال میں کئی باتیں تھیں حضور نے پہلی بات کو مدنظر رکھ کر جواب دے دیا۔ یعنی حضور کے جواب میں صرف فاتحہ خلف امام مقصود ہے۔ واللہ اعلم۔ (سیرۃ المہدی۔ص ۶۴۔۶۵ جلد سوم)

} مفتی محمد صادق قادیانی لکھتے ہیں:

زندگی کے آخری سالوں میں جب کہ مرزا صاحب عموماً باہر تشریف نہیں لا سکتے تھے اس وقت اندر عورتوں میں نماز مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھایا کرتے تھے۔ حضور امامت کے وقت

بسم اللہ بالجہر نہ پڑھا کرتے ۔ اور رفع یدین بھی نہ کرتے تھے ۔ مگر ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے اور تشہد میں سبابہ کی انگلی اٹھاتے تھے ۔ باقی نماز ظاہری طریق میں حنفیوں کے طرز پر ہوتی تھی ۔

(ذکر حبیب ۔ ص ۲۴)

} قادیانی مفتی محمد صادق لکھتے ہیں:

ایک دفعہ ایک واعظ ایسے طرز پر حضرت (مرزا) کے سامنے گفتگو کرتا تھا کہ گویا اس کے نزدیک حضرت بھی فرقہ وہابیہ کے طرف دار ہیں، اور اپنے تئیں بار بار حنفی اور وہابیوں کا دشمن ظاہر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ حق کا طالب ہوں ۔ اس پر حضرت (مرزا) نے فرمایا:

اگر کوئی محبت اور آہستگی سے ہماری باتیں سنے تو ہم بڑی محبت کرنے والے ہیں ۔ اور قرآن اور حدیث کے مطابق ہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں ۔ اگر کوئی اس طرح فیصلہ کرنا چاہے کہ جو امر قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہو، اسے قبول کرلے گا، اور جو ان کے برخلاف ہو، اسے رد کر دے گا تو یہ امر عین سرور، عین مدعا ہے اور عین آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ۔ ہمارا مذہب وہابیوں کے برخلاف ہے ۔... ذرا سا علم ہونے سے کوئی متابعت کے لائق نہیں ہو جاتا ۔ کیا وہ اس لائق ہے کہ سارے متقی اور تزکیہ کرنے والوں کی تابعداری سے آزاد ہو جاوے ۔ قرآن شریف کے اسرار سوائے مطہر اور پاک لوگوں کے اور کسی پر نہیں کھولے جاتے ۔ ہمارے ہاں جو آتا ہے اسے پہلے ایک حنفیت کا رنگ چڑھانا پڑتا ہے ۔ میرے خیال میں یہ چاروں مذہب اللہ تعالیٰ کا فضل ہیں اور اسلام کے واسطے ایک چار دیوار ۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حمایت کے واسطے ایسے اعلیٰ لوگ پیدا کیے جو نہایت متقی اور صاحب تزکیہ تھے ۔ آج کل کے لوگ جو بگڑتے ہیں اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اماموں کی متابعت چھوڑ دی گئی ہے ۔ (ذکر حبیب ۔ ص ۲۷۷)

} ایک قادیانی فضل الٰہی ریڈر سب جج درجہ اول سیالکوٹ، نے ایک خط مرزا محمود احمد قادیانی کو لکھا اور اس کے ہمراہ پنڈت دیوی رام ولد متھرا داس کا حلفیہ بیان بھجوایا ۔ پنڈت دیوی رام کسی زمانے میں نائب مدرس قادیان تھے ۔ مرزا محمود احمد نے یہ بیان برائے اندراج سیرۃ المہدی، اپنے بھائی مرزا بشیر احمد کو بھجوا دیا ۔

فضل الٰہی نے لکھا ہے کہ وہ اس پنڈت کے پاس مولوی محمد منیر احمدی کے ہمراہ گیا اور یہ آریہ پنڈت بہت نیک سیرت اور خوب ہوشیار اور حق گو ہے ۔ ساڑھے پانچ گھنٹے اسکا بیان لیا ۔ اور مرزا محمود کو لکھا کہ میں یہ حضور کو تمام بیان ارسال کرتا ہوں ۔ اگر حضور اس کو پڑھ کر پسند کریں تو

میری خواہش ہے کہ میں اس کو پہلے یہاں (سیالکوٹ) چند اخبار مقامی میں چھپواؤں اور پھر الفضل میں اشاعت ہو... فضل الٰہی کا مرزا محمود کے نام یہ خط ۷۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء کا ہے۔ اور بیان سیرۃ المہدی جلد ۳۔ صفحہ ۱۷۸ سے شروع ہو کر ۱۸۵ پر ختم ہوتا ہے۔

پنڈت دیوی رام کا بیان درج ذیل ہے:

میں ۲۱ جنوری ۱۸۷۵ء کو نائب مدرس ہو کر قادیان گیا تھا۔ میں وہاں چار سال رہا۔ میں مرزا غلام احمد کے پاس اکثر جایا کرتا تھا اور میزان طب آپ سے پڑھا کرتا۔ آپ کے والد مرزا غلام مرتضی زندہ تھے۔ مرزا غلام احمد ہندو مذہب اور عیسائی مذہب کی کتب اور اخبارات کا مطالعہ کرتے رہتے تھے.. مرزا سلطان احمد پسر مرزا غلام احمد حکمت کی کتابیں اپنے دادا سے پڑھا کرتے تھے اور میں بھی گاہے بگاہے ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد میر ناصر نواب جو محکمہ نہر میں ملازم تھے، ان کا ہیڈ کوارٹر بھی خاص قادیان میں تھا اور وہ وہابی مذہب کے تھے۔ مرزا صاحب اہل سنت والجماعت تھے۔ کبھی کبھی دونوں کو اکٹھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو اکثر اپنے اپنے مذہب کے متعلق بحث ومباحثہ کیا کرتے۔ میں بھی فارسی کی کوئی کتاب سنانے یا میزان طب پڑھنے کیلئے شام پانچ بجے کے قریب مسجد میں چلا جایا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد میر ناصر نواب نے اپنی لڑکی کا نکاح مرزا غلام احمد سے کر دیا... مرزا نے سنت سنگھ جٹ جو بوٹر کلاں کا رہنے والا تھا اس کو مسلمان بنالیا پادری کھڑک سنگھ سے بھی ایک دفعہ مباحثہ ہوا۔ ۱۸۷۷ء۔ ۱۸۷۸ء میں سوامی دیانند کا بھی شہرہ ہو چکا تھا۔ مرزا صاحب کا ایک تحریری مباحثہ بھی ہوا تھا۔ اخبارات میں انادی اور ورنوں کے متعلق بحث ہوتی رہی۔ آپ کی عمر اس وقت پچیس تیس سال کے درمیان تھی.... مرزا (کے والد) قابل حکیم تھے اور پنجاب میں گیارھویں درجہ پر کرسی ملتی تھی..؛ میر ناصر نواب کے ساتھ میرے رو برو رفع یدین، آمین بالجہر، ہاتھ باندھنے کے متعلق، تکبیر پڑھنے کے متعلق بحث ہوتی کہ آیا یہ امور جائز ہیں یا ناجائز۔ ان ایام میں آپ کے دوست کشن سنگھ، کنگھی گھاڑا، شرم پت اور ملاوامل تھے.....

پنڈت دیوی رام بقلم خود ریٹائرڈ مدرس وسابق مدرس قادیان حال وارد قصبہ دودو چک حال اپ پردھان آریہ سماج دودو چک تحصیل شکر گڑھ۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۵ء

خاکسار بہاء الدین کہتا ہے کہ سیرۃ المہدی کی یہ روایت بکف چراغ دارد کی نہائت عمدہ مثال ہے۔ خود مرزائیوں نے اپنے خلاف ایک ایسی شہادت فراہم کی ہے، جو ایک غیر جانبدار فرد کی طرف سے ہے، اور جسے وہ خود ہی ثقہ اور صادق گواہ قرار دیتے ہیں۔ یہ گواہ کہتا ہے کہ

۱۔ مرزا قادیانی (قبل دعوی مسیحیت) اہل سنت والجماعت حنفی تھا۔
۲۔مرزا قادیانی رفع یدین آمین وغیرہ کا عامل نہیں تھا بلکہ ان مسائل پر مخالف سے بحث کیا کرتا تھا
۳۔ یہ گواہ بتاتا ہے کہ جب وہ ۱۸۷۵ء میں قادیان آیا اس وقت مرزا کی عمر پچیس تیس سال کے درمیان تھی ۔ اگر ۱۸۷۵ء میں مرزا صاحب کی عمر ۲۵ سال سمجھی جائے تو ان کی ولادت کا سال ۱۸۵۰ء بنتا ہے۔اور اگر ۳۰ سال سمجھی جائے تو ان کی ولادت کا سال ۱۸۴۵ء بنتا ۔ اگر ۲۷ سال سمجھی جائے تو سال ولادت ۱۸۴۸ء بنتا ہے ۔ اگر ۳۳ سال مان لی جائے تو سال ولادت ۱۸۴۲ء بنتا ہے ۱۸۳۵ء میں پیدا ہونے والا شخص ۱۸۷۵ء میں ۴۰ سال کا ہوتا ہے ۔ اور کوئی ایسا شخص (جیسا کہ اس پنڈت کو بتایا گیا ہے) جو مسلسل چار سال تک صبح وشام مرزا قادیانی سے ملتا رہا ہو، بلکہ ان سے پڑھتا بھی رہا ہو، ایک چالیس سالہ شخص کے بارے میں کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی عمر ۲۵ ، اور تیس سال کے درمیان تھی ۔

مرزا قادیانی کی عمر اور موت

} مرزا بشیر احمد قادیانی کا کہنا ہے:

حضرت خلیفہ اول (حکیم نورالدین) کے گھر سے یعنی حضرت اماں جی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب آخری سفر لاہور میں وفات سے چند روز قبل مرزا صاحب کو یہ الہام ہوا کہ الرحیل ثمّ الرحیل یعنی کوچ پھر کوچ (جو آپ کے قربِ موت کا اشارہ تھا) تو حضرت صاحب نے مجھے بلا کر فرمایا کہ جس حصہ مکان میں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں، اس میں آپ آ جائیں اور ہم آپ والے حصہ میں چلے جاتے ہیں کیونکہ خدا نے الہام میں الرحیل فرمایا ہے جسے ظاہر میں اس نقل مکانی سے پورا کر دینا چاہیے ۔ اور معذرت بھی فرمائی کہ اس نقل مکانی سے آپ کو تکلیف تو ہو گی مگر میں اس خدائی الہام کو ظاہر میں پورا کرنا چاہتا ہوں ۔ چنانچہ مکان بدل لئے گئے ۔مگر جو خدا کی تقدیر میں تھا وہ پورا ہوا اور چند دن بعد آپ اچانک وفات پا گئے ۔ (سیرۃ المہدی ص ۵۹ ج ۳)

} مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

خاکسار مختصراً عرض کرتا ہے کہ مرزا صاحب ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے..رات کے پچھلے پہر مجھے جگایا گیا ..تو کیا دیکھتا ہوں کہ مرزا صاحب اسہال کی بیماری سے سخت

بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور ادھر ادھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں ۔ جب میں نے پہلی نظر مرزا صاحب پر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے ۔ اس وقت آپ بہت کمزور ہو چکے تھے ۔ اتنے میں ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد ۔ سب سمجھے کہ وفات پا گئے اور یکدم سب پر ایک سناٹا چھا گیا ۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی مگر حالت بدستور نازک تھی اتنے میں صبح ہوگئی ، اور آپ کی چار پائی کو باہر صحن سے اٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے ۔ جب ذرا اچھی روشنی ہوگئی تو آپ نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہوگیا ؟ غالباً شیخ عبدالرحمٰن قادیانی نے عرض کیا کہ حضور ہوگیا ۔ آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمّم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی مگر آپ اسی حالت میں تھے کہ غشی طاری ہوگئی اور نماز کو پورا نہ کر سکے ۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہوگیا ہے ؟ عرض کیا گیا حضور ہوگیا ہے ۔ آپ نے پھر نیت باندھی مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے یا نہیں ۔ اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی ۔ غالباً آٹھ ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے ۔ مگر آپ جواب نہ دے سکتے تھے اس لئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا اور آپ پھر لیٹ گئے ۔ یہ آخری تحریر جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصہ پڑھا نہیں جاتا تھا ، جناب والدہ صاحبہ کو دے دی گئی ۔ نو بجے کے قریب حضرت صاحب کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہوگیا ۔ غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھچ کھچ کر آتا تھا ۔ خاکسار اس وقت آپکے سرہانے کھڑا تھا ۔ یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو ، جو اس وقت ساتھ والے کمرے میں تھیں ، اطلاع دی گئی وہ مع چند گھر کی مستورات کے آپ کی چار پائی کے پاس آ کر زمین پر بیٹھ گئیں ۔ اس وقت ڈاکٹر محمد حسین شاہ .... (یہاں کتاب میں نقطے ڈالے ہیں) ... لاہوری نے آپ کی چھاتی میں پستان کے پاس انجکشن یعنی دوائی کی پچکاری کی جس سے وہ جگہ کچھ ابھر آئی مگر کچھ افاقہ محسوس نہ ہوا ، بلکہ بعض لوگوں نے برا منایا کہ اس حالت میں آپکو کیوں تکلیف دی گئی ۔ تھوڑی دیر تک غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانسوں کے درمیان وقفہ لمبا ہوتا گیا حتی کہ آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلی کی طرف پرواز کر گئی ۔ (سیرۃ المہدی ص ۹ ـ ۱۰ ـ ۱۱ ـ جلد اول)

(آخری تحریر پڑھی نہیں جاسکی۔ ویسے وہ ہے کہاں؟ مرزا صاحب کے وہ تمام کاغذات جو ان کی موت کے وقت ان کے بستر یا تکیے کے نیچے سے ملے وہ تو محفوظ کر کے قادیانیوں نے پیغام صلح وغیرہ کی صورت میں شائع کرادئے تھے۔ لیکن مرزا صاحب کی آخری تحریر کو کہاں غائب کر دیا گیا ہے؟ کیا معلوم کہ مرزا نے اس میں یہی لکھا ہو کہ مجھ پر اپنی ہی بددعا کا اثر ہورہا ہے، اور اپنے مریدوں کو وصیت کی ہو کہ تم میرے عقائد ونظریات چھوڑ دینا کیونکہ میں نے خود ہی مولوی ثناء اللہ کے مقابل دعا کی ہوئی ہے کہ کاذب سچے کی زندگی میں مرجائے۔ بہاء)

☆ پنڈت آتمانند لکھنو سے، مولوی اللہ دتہ سے چند سوال، کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

سیرۃ المہدی ص ۱۹۷ پر بقول مرزا سلطان احمد صاحب لکھا ہے کہ:

ہندو پنڈت مجھے کہتا تھا کہ میری پیدائش ۱۹۱۳ بکرمی ہے۔ اور میں نے سنا ہے کہ والد صاحب کی عمر میری ولادت کے وقت کم وبیش اٹھارہ سال کی تھی۔

اب چونکہ مرزا کی وفات ۱۹۰۸ عیسوی، مطابق ۱۹۶۴ بکرمی میں ہوئی تھی۔ لہذا مرزا کی کل ۶۹ سال ہوئی۔ (یعنی مرزا سلطان احمد ۱۹۱۳ بکرمی میں پیدا ئے۔ ان کے والد ان سے ۱۸ سال بڑے ہوں تو والد کا سال پیدائش ۱۸۹۵ بکرمی ہوا۔ ان کی وفات ۱۹۶۴ بکرمی میں ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی کل عمر ۶۹ سال بنتی ہے۔ بہاء) (اہل حدیث امرتسر ۲۷ مئی ۱۹۳۲ء ص ۵)

} مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

سید زین العابدین نے بذیعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میں ۱۱ ستمبر ۱۹۳۵ء کو سیالکوٹ میں تھا۔ وہاں مجھے حیات بی بی بنت فضل دین (جو کہ حافظ محمد شفیع قاری کی والدہ ہیں) سے ملنے کا موقعہ ملا اس وقت میرے ہمراہ مولوی نذیر احمد سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ سیالکوٹ، چوہدری عصمت اللہ پلیڈر لائل پور بھی تھے۔۔ مائی صاحبہ کی عمر اس وقت (یعنی ۱۹۳۵ء میں) ۱۰۵ سال ہے۔۔ انہوں نے بتایا غدر کے زمانہ میں، میں جوان تھی۔۔ مجھے مرزا صاحب سے اس وقت سے واقفیت ہے کہ جب آپ پہلے پہل سیالکوٹ تشریف لائے تھے (یعنی ۱۸۶۴ء میں) اور یہاں ملازمت کے زمانہ میں رہے۔ مرزا صاحب کی عمر اس وقت ایسی تھی کہ چہرے پر مس پھوٹ رہی تھی اور آپ کی ابھی پوری داڑھی نہ تھی۔ سیالکوٹ تشریف لانے کے بعد مرزا صاحب میرے (یعنی حیات بی بی کے) والد کے مکان پر آئے اور فرمایا میاں فضل دین آپ کا جو دوسرا مکان ہے وہ میری رہائش کے لئے دیدیں۔

میرے والد نے دروازہ کھولا اور آپ اندر آ گئے ...مرزا صاحب کا زیادہ تر ہمارے والد صاحب کے ساتھ ہی اٹھنا بیٹھنا تھا۔ان کا کھانا بھی ہمارے ہاں پکتا تھا۔ (سیرۃ المہدی ص۹۲۔۹۳ جلد۳)

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۴ء میں مرزا قادیانی کی پوری داڑھی نہ تھی، صرف مسیں پھوٹ رہی تھیں۔اگر ان کی ولادت ۱۸۳۵ء شمار کی جائے تو ۱۸۶۴ء میں ان کی عمر ۲۹ سال ہوتی ہے۔اور ۲۹ سال کی عمر کے جوان کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی ابھی مسیں پھوٹ رہی ہیں۔ ہاں ایسی بات اس شخص کے بارے میں کہی جاسکتی ہے جسکی عمر ۲۰ سال کے گردو پیش ہو۔

☆ آتھم کی بحث میں مرزا صاحب کہتے ہیں: میری پیش گوئی میں تھا کہ کاذب صادق کی زندگی میں مرجائے گا، کیا وہ (آتھم) میری زندگی میں نہیں مرا۔اگر پیشگوئی سچی نہیں نکلی تو مجھے دکھاؤ کہ آتھم کہاں ہے۔اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے۔اگر شک ہوتو اس کی پنشن کے کاغذات دفتر سرکاری میں دیکھ لو کہ کب اور کس عمر میں اس نے پنشن پائی۔ پس اگر پیشگوئی صحیح نہیں تھی تو وہ کیوں میرے پہلے مرگیا۔ (بدر، شعبان ۱۳۲۰ھ) (ایک تو یہ لکھا ہے کہ کاذب صادق کی زندگی میں مرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ ۱۳۲۰ھ میں مرزا کی عمر ۶۴ سال کے قریب تھی۔ اس کے چھ سال بعد وہ فوت ہوئے تو بوقت وفات ان کی عمر ۷۰ سال کے قریب ہوئی)

☆ ایک مقدمہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی عمر کے بارے میں بیان دیا تو جناب امام الدین لاہوری نے بایں الفاظ تبصرہ فرمایا:

پیسہ اخبار مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۰۴ء صفحہ ۴ کالم دوم میں مراسلہ نویس نے مرزا قادیانی کے بیانات عدالت پر ایک لطیفہ لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے عدالت میں اس وقت اپنی عمر ۶۵ برس کی لکھائی ہے (یعنی ۱۹۰۴ء میں ۶۵ سال کے ہوئے تو ۱۹۰۸ء میں بوقت وفات ان کی عمر ۶۹ سال ہوئی۔ بہاء) حالانکہ مرزا صاحب خود اپنی کتاب اعجاز احمدی کے صفحہ ۳ سطر ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ آتھم کے مباحثہ کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال کی تھی جس کو اب پورے دس برس گذر چکے ہیں۔

پس آپ کی تحریر مندرجہ اعجاز احمدی اور عدالت کے بیان کے مطابق دس برس کے بعد آپ کی عمر فقط ایک سال بڑھی۔

پیسہ اخبار میں اس لطیفہ کے پڑھنے سے مرزا صاحب کی نسبت چہ میگوئیاں ہورہی ہیں۔ ہمارے کرم فرما میاں علی محمد روغن فروش محلہ سادھواں کی دکان پر دوتین مرزائیوں نے اخبار پڑھا زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر ان کے چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مرزا کے اس بیان سے نادم ہیں...

تاویلات کا سلسلہ مرزا صاحب ہی سے شروع ہوا ہے اور آپ ہی اس علم کے موجد ہیں کوئی قدردان ہوتا تو قدر کرتا۔ فرمائیے پبلک نے کیا قدر کی؟ یہی نہ کہ عدالت میں چار چار گھنٹہ لگاتار کھڑے ہونا پڑا اور روپیہ کی زیرباری علیحدہ۔ عبداللہ آتھم کے وقت آپ نے کیا جھوٹ بولا تھا؟ پیشگوئی گوئی پوری نہ ہوئی تھی، مگر تاویل نے تو پوری کردی۔ پبلک نے ہی غلطی کھائی کہ اصل بات اس کی سمجھ میں نہ آئی، ناحق دہائی مچائی۔ اس میں آنجناب کا کیا قصور اور اب بھی عقل کا قصور ہے اور اسی میں سراسر فتور ہے۔ چونکہ بہ باعث مقدمات مرزا جی کو ان دنوں چنداں فرصت نہیں لہذا ہم ہی سردست علم تاویلات کے مطابق دس برس کے اختلافات کا جواب عرض کردیتے ہیں۔

مرزا صاحب، عبداللہ آتھم کے مباحثہ کے وقت (۱۸۹۳ء میں) واقعی ۶۴ سال کے تھے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب اعجاز احمدی کے صفحہ ۳ سطر ۱۵ میں لکھا ہے اور اب جو دس سال بعد ۱۹۰۳ء میں عدالت میں لکھایا ہے کہ وہ ۶۵ کے ہیں یہ بھی عین سچ ہے کیونکہ دس کے عدد کے ساتھ جو صفر ہے علم حساب میں صفر کی بذات خود کچھ ہستی نہیں۔ اس لئے جناب مرزا صاحب نے اس کو قلم انداز کر دیا۔ پس دس کی بجائے ایک رہ گیا اور علم حساب کے مطابق مرزا صاحب کی عمر، آتھم کے مباحثہ کے وقت سے لے کر ۱۹۰۴ء تک بجائے دس سال کے فقط ایک سال بڑھی ہے۔ دیکھو اس کو کہتے ہیں علم تاویلات۔ اگر کسی کو سمجھ نہ ہو تو مرزا صاحب کا کیا قصور؟

بندہ امام الدین۔ ۲۔ اگست ۱۹۰۴ء (شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۹۔ گست ۱۹۰۴ء ص ۱۔۲)

☆ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر کے ۱۵۔ اگست۔ ۱۹۳۲ء کے شمارے میں:

مرزا صاحب کی الہامی عمر کیوں پوری نہیں ہوئی؟

کے عنوان سے ایک مضمون میں بتایا گیا ہے:

...مرزا صاحب نے اپنی عمر کی بابت الہامی خبر دی تھی کہ ۷۴، اور ۸۶ کے درمیان وفات ہوگی... لاہوری جماعت کے آرکن اخبار پیغام صلح نے اس کمی کو پورا کرنے کی عجیب توجیہ کی ہے... پیغام لاہور کا قابل اڈیٹر لکھتا ہے: مولوی ثناء اللہ اور اس کے کاسہ لیس اس بات پر بڑا زور مار رہے ہیں کہ حضرت مرزا نے الہام الٰہی کے مطابق اپنی عمر ۷۵ سے ۸۵ سال کے درمیان بیان فرمائی ہے۔ اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ الہام کے الفاظ ہیں۔ دوم کیا مولوی ثناء اللہ یا میاں حبیب اللہ اس بات سے ناواقف ہیں کہ مسلمان علماء کا ایک گروہ عظیم قرآنی الہامات میں نسخ کا قائل ہے۔ اور پھر کیا وہ اس بات سے بھی ناواقف ہیں کہ حضرت یونس جو ایک نبی تھے ان کو قطعی وحی

ہو جانے کے باوجود وہ وحی خدا نے بدل دی۔قرآن وحدیث کی کس دلیل سے یہ ناجائز ہے کہ خدا تعالی اپنی وحی کو بدل نہیں سکتا۔(پیغام صلح۔۱۱ جولائی ۱۹۳۲ء۔ص ۷)

مولانا ثناءاللہ امرتسری کہتے ہیں کہ پہلے عذر کا جواب تو یہ ہے کہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں: جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو ۷۴ اور ۸۶ کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں (ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۹۷)...اور دوسرے عذر کا جواب یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں قادیانی اور لاہوری پارٹیوں میں ماہر علوم عالم کوئی نہیں اور جو ہیں وہ خاموش ہیں۔ بھلا یہ کسی دینی عالم کا قول ہوسکتا ہے کہ قرآنی الہامات متضمنہ اخبار میں نسخ جائز ہے؟ اس کے یہ معنی ہیں کہ معاذ اللہ خدا نبی کو الہام کرے کہ کل بارش ہوگی، اور نہ کرے تو نسخ کا عذر کردے۔ ہرگز نہیں۔اخبار میں نسخ نہیں ہوتا اخبار میں ایسا ہو تو کذب ہوتا ہے۔ ہاں انشاءات (امر۔نہی) میں چونکہ صدق یا کذب نہیں ہوتا اسلئے ان میں نسخ ہوسکتا ہے۔اخبار میں نسخ وہی کہے گا جو علوم دینیہ اور عقلیہ سے بے بہرہ اور پورا متبع مرزا ہوگا جنہوں آسمانی منکوحہ کے متعلق جملہ خبریہ والے الہام کو منسوخ قرار دیا (حقیقۃ الوحی)

دوسرا جواب: پہلے سے بھی لطیف تر ہے لکھا ہے: (مرزا کے جلد وصال کرنے کی) حکمت یہ ہے کہ ۱۹۰۷ء میں حضرت مرزا نے مولوی ثناءاللہ کے ساتھ بذریعہ مباہلہ فیصلہ کرنا چاہا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں تباہ ہو جائے۔مولوی صاحب نے اسے نامنظور کردیا اور اخبار میں شائع کرادیا کہ یہ اصول خلاف قرآن واسوہ نبویہ ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجائے۔اور اس کے ہمنواؤں نے حضرت نبی کریم ﷺ اور مسیلمہ کذاب کی مثال بھی شائع کردی۔اس لئے خدا تعالی نے، جسے اپنے کلام پاک اور نبی پاک کی سچائی کی غیرت تھی، مخالفین مسیح موعود (مرزا) پر ان کے مسلّمات کی رو سے حجت پوری کردی، اور سچے کی عمر کم کر کے جھوٹے کی زندگی میں اسے وفات دے دی۔ اس لئے اگر جھوٹے کا منہ کالا کرنے کی غرض سے خدا تعالی نے اپنے الہام میں جو عمر کے بارے میں حضرت مسیح موعود (مرزا) پر نازل کیا تھا، تبدیلی کردی تو یہ امر خدا کی شان کے خلاف نہیں۔

پیغام صلح لاہور ۱۱ جولائی ۱۹۳۲ء۔

مولانا کہتے ہیں مباہلہ کی رٹ لگاتے جاؤ اس سے ہمیں مطلب نہیں مگر (یہ بتاؤ کہ) مرزا کو سات سال اور مہلت مل جاتی تو انکی عمر ۷۴ سال کی ہو جاتی۔جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اپنی الہامی عمر کو بھی پہنچ جاتے اور مجھ سے پہلے بھی مرجاتے، اور میں ان سے پیچھے رہ جاتا۔ یہ کیا کیا کہ میری خاطر اتنی جلدی کی کہ اپنی الہامی عمر کا بھی پاس نہ کیا۔(اہلحدیث امرتسر ۵۔اگست ۱۹۳۲ء ص ۵۔۶)

تین کے چار

۱۸۸۰ء کے عشرے کے وسط میں مرزا غلام احمد قادیانی نے تین کو چار کرنے والے بیٹے کی ولادت کے بارے میں پیش گوئی کر رکھی تھی۔ مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں کہ:

۱۸۸۶ء میں (مرزا قادیانی کے ہاں) بچہ پیدا ہوا تو وہ لڑکی تھی۔ اس پر خوش اعتقادوں میں مایوسی اور بداعتقادوں اور دشمنوں میں ہنسی اور استہزاء کی ایک ایسی لہر اٹھی کہ جس نے ملک میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا.... حضور نے بذریعہ اشتہار اور خطوط اعلان فرمایا کہ وحی الٰہی میں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس وقت جو بچہ کی امیدواری ہے تو یہی پسر موعود ہوگا اور اس طرح لوگوں کی تسلی کی کوشش کی چنانچہ اس پر اکثر لوگ سنبھل گئے اور پیش گوئی کے ظہور کے منتظر رہے۔ کچھ عرصہ بعد یعنی اگست ۱۸۸۷ء میں حضرت کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔ اس لڑکے کی پیدائش پر بڑی خوشی منائی گئی اور کئی لوگ جو متزلزل ہو گئے تھے پھر سنبھل گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ یہی وہ موعود لڑکا ہے، اور خود حضرت صاحب کو بھی یہی خیال تھا۔ گو آپ نے اس کے متعلق کبھی قطعی یقین ظاہر نہیں کیا مگر یہ ضرور فرماتے رہے کہ قرائن سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہی وہ لڑکا ہے۔ واللہ اعلم غرض بشیر اول کی پیدائش رجوع عام کا باعث ہوئی مگر قدرت خدا کہ ایک سال کے بعد یہ لڑکا اچانک فوت ہوگیا۔ بس پھر کیا تھا؟ ملک میں ایک طوفان عظیم برپا ہوا اور سخت زلزلہ آیا۔

(ص ۱۰۶ جلد اول سیرۃ المہدی)

مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں بھی کیسا اخفاء ہوتا ہے۔ پسر موعود کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا، مگر ہمارے موجودہ سارے لڑکے ہی کسی نہ کسی طرح تین کو چار کرنے والے ہیں۔

چنانچہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ

میاں (محمود) کو تو مرزا صاحب نے اس طرح تین کو چار کرنے والا قرار دیا کہ مرزا سلطان احمد اور فضل احمد (مرزا صاحب کی پہلی بیوی سے آپ کی اولاد جن کو آپ نے عاق کر دیا تھا) کو بھی شمار کر لیا اور

بشیراول کو بھی۔

تمہیں (بشیر احمد) اس طرح پر(تین کو چار کرنے والا) کہ صرف زندہ لڑکے شمار کر لئے (سلطان، فضل اور محمود) اور بشیر اول متوفی کو چھوڑ دیا۔

شریف احمد کو اس طرح (تین کو چار کرنے والہ) قرار دیا کہ اپنی پہلی بیوی کے لڑکے سلطان احمد اور فضل احمد چھوڑ دیئے اور میرے سارے لڑکے زندہ اور متوفی شمار کر لئے۔

اور مبارک احمد کو اس طرح پر(تین کو چار کرنے والہ قرار دیا کہ) میرے صرف زندہ لڑکے شمار کر لئے اور بشیر اول متوفی کو چھوڑ دیا۔ (سیرۃ المہدی ج ا۔ ص ۴۳)۔ یعنی

جناب شیخ کا نقش یوں بھی ہے اور یوں بھی

غسل آتش

مرزا قادیانی کہتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے الہام ہوا تھا اردو زبان میں:

آگ سے ہمیں مت ڈرا، آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔

(بدر قادیان۔ ۲۷ شعبان۔ ۴ رمضان ۱۳۲۰ ھ۔ ۲۸ نومبر۔ ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء)۔

مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے چوہدری حاکم علی نے کہ ایک دفعہ کسی ہندو نے اعتراض کیا کہ حضرت ابراہیم پر آگ کس طرح ٹھنڈی ہوگئی۔ اس اعتراض کا جواب حضرت مولوی صاحب خلیفہ اول نے لکھا کہ آگ سے جنگ اور عداوت کی آگ مراد ہے۔ انہی ایام میں ایک دن مرزا صاحب چھوٹی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے.. مولوی نورالدین صاحب بھی پاس بیٹھے تھے کہ کسی نے مرزا صاحب کو یہ اعتراض اور اس کا جو جواب مولوی صاحب نے لکھا تھا، سنایا۔ حضرت مرزا نے فرمایا:

اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ ہم موجود ہیں ہمیں کوئی آگ میں ڈال کر دیکھ لے کہ آگ گلزار ہو جاتی ہے یا نہیں۔ (سیرۃ المہدی ج۔ا۔ص ۱۵۰)

..خاکسار (بشیر احمد) کہتا ہے کہ یہ اعتراض دھرم پال مرتد از اسلام نے کیا تھا اور مولوی نورالدین نے اس کی کتاب ترک اسلام کے جواب میں نورالدین کتاب لکھی تھی اس میں آپ نے یہ جواب دیا تھا کہ آگ سے مراد مخالفوں کی دشمنی کی آگ ہے۔ مگر حضرت صاحب تک یہ بات پہنچی

تو آپ نے اس کو ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں اس زمانہ میں ہم موجود ہیں ہمیں کوئی مخالف دشمنی سے آگ کے اندر ڈال کر دیکھ لے کہ خدا اس آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے یا نہیں ...آپکا ایک الہام بھی اس مفہوم کو ظاہر کرتا ہے جس میں خدا تعالی آپ سے فرماتا ہے کہ تو لوگوں سے کہدے کہ : آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔

خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ چوہدری حاکم علی نے اس ذکر میں یہ واقعہ بھی بیان کیا کہ ایک دفعہ کسی شخص نے یہ تماشا دکھانا شروع کیا کہ آگ میں گھس جاتا تھا اور آگ اسے ضرر نہ پہنچاتی تھی۔ اس شخص نے مخالفت کے طور پر حضرت مرزا کا نام لے کر کہا کہ ان کو مسیح ہونے کا دعوی ہے۔ اگر سچے ہیں تو یہاں آجاویں اور میرے ساتھ آگ میں داخل ہوں۔ کسی شخص نے یہ بات باہر سے خط میں مجھے لکھی اور میں نے وہ خط حضرت صاحب کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک شعبدہ ہے۔ ہم تو وہاں جا نہیں سکتے۔ مگر آپ لکھ دیں کہ وہ یہاں آجاوے۔ پھر اگر میرے سامنے وہ آگ میں داخل ہوگا تو زندہ نہیں نکلے گا۔ چنانچہ میں نے آپ کا یہ جواب لکھ دیا۔ مگر وہ نہیں آیا۔ (سیرۃ المہدی۔ ص ۱۵۰۔۱۵۱۔ جلد اول)

یاد رہے کہ آگ میں گھس جانے والی بات کسی نامعلوم شخص کے خط تک محدود نہیں تھی بلکہ باقاعدہ اشتہاری چیلنج تھا جو شحنہ ہند میرٹھ میں طبع ہوا تھا اور یہ اخبار قادیان بھیجا جاتا تھا۔ یعنی براہ راست مرزا صاحب کو چیلنج کیا گیا لیکن وہ خاموش رہے۔ جب ان کے کسی مرید نے مرزا کو یاد دلایا کہ اب تو لوگ خطوں کے ذریعہ پوچھتے ہیں کہ اس چیلنج کا جواب کیوں نہیں دیا جاتا، تو آپ نے پھر بھی چیلنج کے جواب میں میدان میں نکلنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے سید شاہ محمد وارثی کا اوٹاوہ سے یہ چیلنج تحریک ختم نبوت حصہ ششم میں صفحہ ۴۸۹ پر نقل کیا ہے۔ اور پشاور سے بھی ایک چیلنج آیا تھا اور وہ بھی شحنہ ہند میرٹھ کے ضمیمے میں شائع ہوا تھا۔ لکھا تھا:

> سید سکندر شاہ پشاوری جو غسل آتشیں کرنے میں مشہور ہیں ڈنکے کی چوٹ للکارتے ہیں کہ مرزا جی آئیں اور مجھے دریائے آتش کی مچھلی بنتے ہوئے دیکھیں اور میرے ساتھ آگ پر چلیں ورنہ دعوی مسیحیت سے باز آئیں کیونکہ انبیاء کو خدا تعالی ایسی فوق العادت قوت عطا کر دیتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل پر آگ سرد ہوگئی۔ اگر مرزا جی سچے مسیح موعود ہیں تو ان پر بھی آگ سرد ہو جائے گی۔ ورنہ مرزا جی اپنے دعوی سے باز آئین اور میرے ہاتھ پر بیعت کریں۔ (شحنہ ہند ضمیمہ ص ۶)

ان چیلنجوں کا جواب یہ تھا کہ مرزا صاحب فرماتے : تیار رہو میں آ رہا ہوں، لیکن مرزا خاموش رہے ۔ مرید نے کہا تو بھی جانے سے انکار کیا ۔ بلکہ یوں فرمایا کہ وہ شخص یہاں آئے اور میرے سامنے آگ میں داخل ہو ۔ یعنی میں نہیں ہونگا، وہی داخل ہو ۔ جبکہ چیلنج یہ تھا کہ دونوں اکٹھے داخل ہوں ۔ نیز اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ان چیلنج کرنے والوں کو کسی نے جوابی خط لکھا تھا ۔

نون ثقیلہ کی بحث

مرزا صاحب ایک مباحثے میں نون ثقیلہ کی بحث میں اس بری طرح الجھ گئے تھے کہ ان کے مریدوں کو بھی اس بحث کے اثر سے ثقل سماعت ہو گیا ۔ انہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ کب یہ بحث ہوئی ؟ ایسے حواس باختہ ہیں کہ ان کے اکابرین تک سمجھ نہیں سکے کہ ان کے ساتھ کیا ہو گیا ؟

مفتی صادق خارق عادت طور پر بخاری کا حوالہ مل جانیکے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ لدھیانہ کا ہے اور اس وقت مرزا کو غالباً نون ثقیلہ یا خفیفہ کی بحث میں حوالہ کی ضرورت پیش آئی تھی ۔ سو اول تو بخاری ہی نہ ملتی تھی اور جب ملی تو حوالہ کی تلاش مشکل تھی (ذکر حبیب ۔ ص ۴)

اور مرزا بشیر احمد بتاتے ہیں کہ اس واقعہ کے متعلق پیر سراج الحق نعمانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا :

یہ واقعہ میرے سامنے پیش آیا تھا ۔ مولوی محمد حسین بٹالوی سے مباحثہ تھا اور میں کاتب تھا ۔ یعنی حضرت مرزا کے پرچوں کی نقل کرتا تھا ۔ مفتی محمد صادق نے جو یہ بیان کیا ہے کہ غالباً حضرت صاحب کو نون ثقیلہ یا خفیفہ کی بحث میں حوالہ کی ضرورت پیش آئی تھی ، اس میں جناب کو غلطی لگی ہے کیونکہ مفتی صاحب وہاں نہیں تھے ۔ نون خفیفہ و ثقیلہ کی بحث تو دہلی میں مولوی محمد بشیر سہسوانی ثم بھوپالی کے ساتھ تھی ، اور تلاش بخاری کا واقعہ لدھیانہ کا ہے ۔ بات یہ تھی کہ لدھیانہ کے مباحثہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے بخاری کا ایک حوالہ طلب کیا تھا ۔ بخاری موجود تھی لیکن اس وقت اس میں یہ حوالہ نہیں ملتا تھا ۔ آخر کہیں سے توضیح تلویح منگا کر حوالہ نکال کر دیا گیا ۔ صاحب توضیح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں ہے (یعنی ایک تو بخاری سے خارق عادت نکلنے والی بات من گھڑت ہے ۔ دوسرے بخاری سے حوالہ نکال کر دکھانے کی بات بھی من گھڑت ہے ۔ بہاء)

اوراسی واقعہ کے متعلق شیخ یعقوب علی عرفانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا کہ:

روایت نمبر ۳۰۶ میں مولوی نورالدین کی روایت سے ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے اور مفتی صادق کی روایت سے اس کی مزید تصریح کی گئی ہے۔ مگر مفتی صاحب نے اسے لدھیانہ کے متعلق بیان فرمایا ہے اور نون ثقیلہ والی بحث کے تعلق میں ذکر کیا ہے، جو درست نہیں۔ مفتی صاحب کو اس میں غلطی لگی ہے۔ لدھیانہ میں نہ تو نون ثقیلہ یا خفیفہ کی بحث ہوئی اور نہ اس قسم کے حوالہ جات پیش کرنے پڑے نون ثقیلہ کی بحث دہلی میں مولوی محمد بشیر بھوپالوی والے مباحثے کے دوران پیش آئی تھی ..اور جہاں تک میری یاد مساعدت کرتی ہے اس مقصد کے لئے بھی بخاری کا کوئی حوالہ پیش نہیں ہوا۔ الحق دہلی سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے۔ دراصل یہ واقعہ لاہور میں ہوا تھا۔ مولوی عبدالحکیم کلانوری سے حضرت مرزا کی محدثیت اور نبوة پر بحث ہوئی تھی۔ مرزا صاحب نے محدثیت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے بخاری کی اس حدیث کا حوالہ دیا جس میں حضرت عمر کی محدثیت پر استدلال تھا۔ مولوی عبد الحکیم کے مددگاروں میں سے مولوی احمد علی نے حوالہ کا مطالبہ کیا اور بخاری خود بھیج دی۔ مولوی محمد احسن نے حوالہ نکالنے کی کوشش کی، مگر نہ نکلا۔ آخر مرزا صاحب نے خود نکال کر پیش کیا..جب مرزا صاحب نے یہ حدیث نکال کر دکھا دی تو فریق مخالف پر گویا ایک موت وارد ہوگئی اور عبدالحکیم نے اسی پر مباحثہ ختم کر دیا۔ (سیرة المہدی جلد سوم ص۴۔۶)۔ (مرزا بشیر احمد صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ پھر مرزا صاحب نے معافی نامہ کیوں لکھا؟ کیوں کہا کہ فلاں لفظ میری کتابوں میں سے کاٹا ہوا تصور کریں؟ اور کیوں مرزائیوں نے ان کی کتابوں کی بعد کی اشاعتوں میں سے وہ لفظ نہیں کاٹا؟ اور کیوں اپنے امام و پیر کے حکم کی خلف ورزی کر رہے ہیں)۔

خاکسار (بشیر) عرض کرتا ہے کہ مندرجہ بالا روایتوں میں جو اختلاف ہے اسکے متعلق خاکسار ذاتی طور پر کچھ عرض نہیں کرسکتا کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ ہاں اس قدر درست ہے کہ نون ثقیلہ والی بحث دہلی میں مولوی محمد بشیر والے مباحثہ میں پیش آئی تھی اور بظاہر اس سے بخاری والے حوالہ کا جوڑ نہیں ہے۔ پس اس حد تک تو درست ہے کہ یہ واقعہ دہلی والے مباحثہ کا نہیں ہے۔ آگے رہا، لاہور اور لدھیانہ کا اختلاف۔ سو اسکے متعلق میں کچھ عرض نہیں کرسکتا (سیرة المہدی ص ۶ جلد۳)

تحفہ کابل

مرزا بشیر احمد قادیانی کہتے ہیں:

ڈاکٹر غلام احمد آئی ایم ایس نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے دادا میاں محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر پولیس بٹالہ کے کاغذات میں سے مجھے ایک مسودہ ان کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا ہے۔ وہ مرزا صاحب کی ایک چٹھی ہے امیر کابل کے نام ہے جو غالباً فارسی زبان میں تھی جس کا اردو ترجمہ میرے دادا نے کیا یا کرایا تھا۔مرزا صاحب کا خط مختصراً یہ ہے:

بحضور امیر ظل سبحانی مظہر تفضلات یزدانی شاہ ممالک کابل (اللہ اسکو سلامت رکھے)

بعد دعوات سلام و رحمت و برکت کے، باعث اس خط کے لکھنے کا یہ ہے.... جب اخلاق فاضلہ اور عادات کریمانہ اور ہمدردی اسلام و مسلمین اس بادشاہ نیک خصال کی اطلاع ہندوستان میں جا بجا ہوئی اور ذکر پاک پھل اس شجرہ مبارک دولت و سلطنت کا ہر شہر و ملک میں مشہور ہوا اور دیکھا گیا کہ ہر شریف اور نجیب آدمی اس بادشاہ کی مدح میں تر زبان ہے تو مجھے کہ اس قحط الرجال کے زمانہ میں بسبب کمی مردمان اولوالعزم کے غم اور اندوہ میں زندگی بسر کرتا ہوں اس قدر سرور اور فرحت حاصل ہوئی کہ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے اس کیفیت کو بیان کر سکوں۔ خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ایک ایسے مبارک وجود سے بے شمار وجودوں کو بہت اقسام کی تباہی سے بچا رکھا ہے۔ اصل میں وہ آدمی بہت خوش قسمت ہیں کہ جن میں ایسا بادشاہ جہاں پناہ نیک نہاد اور منصف موجود ہے اور وہ لوگ بہت خوش قسمت ہیں کہ جنہوں نے بعد عرصہ دراز کے اس نعمت غیر مترقبہ کو حاصل کیا.....

اے شاہ کابل! اگر آپ آج میری باتیں سنیں اور ہماری امداد کیواسطے اپنے مال سے مستعد ہوں تو ہم دعا کریں گے کہ جو کچھ تو خدا سے مانگے وہ تجھے بخشے...اے بادشاہ! اللہ تجھے اور تجھ میں اور تجھ پر اور تیرے لئے برکت دے۔ پس اپنے واسطے ذخیرہ عاقبت جمع کر لیں کیونکہ میں آپ کو نیک بختوں سے دیکھتا ہوں... الملتمس عبد اللہ الصمد غلام احمد ماہ شوال ۱۳۱۳ھ

خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ میں نے جب یہ خط بغرض اطلاع مرزا محمود (خلیفہ

قادیان) کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ کچھ عرصہ ہوا خواجہ حسن نظامی نے شائع کیا تھا کہ ایک دفعہ مرزا صاحب نے امیر کابل کو ایک دعوتی خط لکھا تھا جس پر اس نے جواب دیا کہ لکھ دو کہ ایں جا بیا۔ یعنی اس جگہ چلے آؤ۔

خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ یہ جواب مرزا صاحب کو تو نہیں پہنچا۔ لیکن اگر یہ بات درست ہے تو اس سے امیر کابل کا منشاء یہ معلوم ہوتا تھا کہ تم انگریزی حکومت میں آرام سے بیٹھے ہوئے یہ دعوے کر رہے ہو اور انگریزی حکومت کو سراہ رہے ہو، اگر میرے ملک میں آؤ تو پتہ لگ جائے۔ بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ خود اس کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے خدائی دربار میں گھنٹی بج رہی ہے۔ چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ بچہ سقہ کے ہاتھ سے امیر عبدالرحمٰن کا خاندان معزول ہو کر ملک سے بھاگ گیا اور ان کی جگہ اللہ دوسرے خاندان کو لے آیا۔

(سیرۃ المہدی۔ ص ۸۷۔۸۶)

یہ خط سات صفحات پر مشتمل ہے۔ جو عبارات ہم نے نقل کی ہیں انہیں دوبارہ پڑھ لیں کہ مرزا صاحب امیر کابل کو نیک بخت، سعادت مند کہہ رہے ہیں۔ ان کی ترقی کیلئے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اسکے مال و ملک کی حفاظت کی دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اور پھر مرزا بشیر کا تبصرہ پڑھ لیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کی دعائیں نہ صرف رائیگاں گئیں بلکہ ان کا الٹا اثر ہوا۔

اور ایں جا بیا، کے معانی دیکھ لیجئے کہ ایک بھائی اسے دوستانہ اور مربیانہ دعوت قرار دے رہا ہے کہ یہاں میرے پاس آ جاؤ میں تمہاری یہاں مدد کرونگا۔ اور دوسرا بھائی اسے مخالفانہ کہہ رہا ہے کہ یہاں آؤ تو تمہاری ہڈی پسلی ایک کر دونگا۔ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ اس طرح کے دعاوی کا انجام کتنا بھیانک ہوتا ہے۔

قادیانیوں کا یہی حال ہے اور مرزا صاحب کا بھی یہی حال تھا کہ وہ ایسی بات کرتے تھے جس کے دو مطلب نکلتے ہوں اور وہ بھی باہم مخالف۔ اس لئے لڑکا پیدا ہوتا، تب بھی پیش گوئی پوری سمجھی جاتی، لڑکی پیدا ہوتی تب بھی پیش گوئی پوری۔ آتھم اختتام مدت کے بعد تک زندہ رہا تب بھی پیش گوئی پوری، آتھم بعد اختتام مدت مرا، تب بھی پیش گوئی پوری۔ محمدی بیگم کی شادی مرزا سے ہونے کی بجائے سلطان محمد سے ہوگئی تب بھی پیش گوئی پوری۔ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی اولاد پیدا ہونے کی بجائے سلطان محمد کی اولاد پیدا ہوئی تب بھی پیش گوئی پوری۔

قادیانی کی دعائیں

قادیانیوں کا کہنا ہے:

مسیح موعود (مرزا) کا یہ دعوی ہے کہ دنیا میں خدا تعالی میری دعا کو سب سے بڑھ کر قبول کرتا ہے اور میری دعاؤں کا جواب دیتا ہے اور ان امور کو کئی دفعہ شائع کر چکے ہیں اور اس کے ثبوت میں وہ بہت دفعہ ایسا بھی کر چکے ہیں کہ ایک خاص امر پر خدا تعالی سے دعا کر کے اس کے جواب کو قبل از وقت شائع کیا اور پھر جس طرح شائع کیا گیا تھا عین اسی طرح وقوع میں آیا.. مسیح موعود کا یہ سچا دعوی ہے کہ دعا کے مقابلہ میں اس کی دعا خدا تعالی یقیناً قبول کرے گا اور اس کے مخالف کی دعا کو رد کر دے گا۔ خواہ ساری دنیا اس کی مخالفت میں اکٹھی ہو۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۱۰۷)

یہ تو دعوی ہے اب حقیقت ملاحظہ فرمائیں:

} محمدی بیگم سے شادی کیلیئے مرزا قادیانی نے ہزاروں دعائیں کی ہوں گی۔ ادھر سلطان محمد نے محمدی بیگم سے شادی کے لئے دعائیں کی ہوں گی۔

جب محمدی بیگم کی سلطان محمد سے شادی ہوگئی تو مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے بیوہ ہونے کی دعائیں کی ہوں گی۔ اور سلطان محمد نے محمدی بیگم کے مرزا کی زندگی میں بیوہ نہ ہونے کی دعائیں کی ہوں گی۔

مرزا قادیانی نے اپنی زندگی میں سلطان محمد کی موت کے لئے دعائیں کی ہوں گی تا کہ محمدی بیگم بیوہ ہو جائے اور ان سے نکاح کی کوئی صورت نکل آئے۔ اور سلطان محمد نے اپنی زندگی کے لئے دعائیں کی ہوں گی۔

مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے بطن سے اپنی اولاد کے ہونے کیلیئے دعائیں گی، کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ (نصرت بیگم کے بعد) خواتین مبارکہ اس کے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد بھی ہوگی، اور سلطان محمد نے محمدی بیگم کے بطن سے مرزا کی اولاد نہ ہونے کیلیئے دعائیں کی ہوں گی

سوال یہ ہے کہ سلطان محمد اور مرزا غلام احمد قادیانی کی باہم مخالف دعاؤں میں سے کس

کی دعائیں قبول ہوئیں، کیونکہ محمدی بیگم سے سلطان محمد ہی کی شادی ہوئی، وہ سلطان محمد ہی کی بیوی رہی، وہ مرزا قادیانی کی زندگی میں بیوہ نہیں ہوئی، وہ کبھی مرزا قادیانی کے نکاح میں نہیں آئی اور اس نے مرزا قادیانی کا کوئی بچہ نہیں جنا۔

} ڈاکٹر عبدالحکیم نے پیش گوئی کی تھی کہ مرزا قادیانی ان کی زندگی میں مر جائے گا۔ دوسری جانب مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم ان سے پہلے مرجائے گا۔

ڈاکٹر عبدالحکیم نے پنی پیش گوئی کے سچا ثابت ہونے کے لئے خدا سے دعائیں کی ہونگی اور مرزا صاحب نے راتوں کی تاریکی میں اور اپنے خاص اوقات میں بار بار دعا کی ہوگی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم ان کی زندگی میں مر کر ان کی پیش گوئی کو سچا ثابت کردے۔

ان مخالفانہ دعاؤں میں سے کس کی دعائیں قبول ہوئیں؟ مرزا ۱۹۰۸ء میں مر گئے تھے اور ڈاکٹر عبدالحکیم اس کے کئی سال بعد فوت ہوئے۔

} مباحثہ امرتسر ۱۸۹۳ء کے بعد ڈپٹی عبداللہ آتھم اور اس کے ساتھیوں کی ذلت و موت کے لئے مرزا صاحب نے سوا سال کے عرصہ میں ہزاروں دعائیں کی ہوگی، کہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک آتھم مر جائے۔ دوسری جانب آتھم اور اس کے ساتھیوں نے دعائیں کی ہوں گی کہ وہ کم از کم ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک زندہ سلامت رہے تا کہ مرزا کی پیش گوئی جھوٹی ثابت ہو۔

ڈپٹی آتھم ۱۸۹۶ء میں فوت ہوا یعنی پیش گوئی کی میعاد کے ایک عرصہ بعد۔ پھر کس کی دعائیں قبول ہوئیں، مرزا قادیانی کی یا اس کے مخالف آتھم اور دیگر عیسائیوں کی؟

} اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار آخری فیصلہ کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری کی موت کیلئے مرزا قادیانی نے سینکڑوں بار دعا کی ہوگی، اور دوسری جانب مولانا ثناء اللہ نے بھی دعائیں کی ہونگی کہ مرزا کے تاحین حیات، خدا ان کی زندگی محفوظ رکھ کر عام مسلمانوں کو آزمائش اور فتنے سے بچائے پھر مرزا کی دعائیں قبول ہوئیں یا ان کے مخالف مولانا امرتسری کی؟

} مرزا قادیانی کا دعوی تھا کہ طاعون اس کا مددگار ہے اور اس کے مخالفوں کو ختم کرنے آیا ہے اور قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا، اور یہ بھی کہ ان کی روحانی چار دیواری میں بھی طاعون نہیں آئے گا۔ یعنی جہاں کوئی احمدی آباد ہے، وہاں طاعون نہیں آئے گا اور مولوی عبدالکریم نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ مرزا کی برکت سے غیر مسلم بھی محفوظ رہیں گے۔ اور وما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم کا مطلب بھی یہی ہوسکتا ہے کہ میں ان کو عذاب نہیں دونگا جب کہ تو ان کے درمیان

ہے۔ یعنی کافروں اور منکروں کو تیرے وجود کی برکت سے بچاؤں گا۔ اور مرزا بشیر احمد کہتے ہیں:

امام الدین سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس (مرزا) نے بیان فرمایا کہ طاعون دنیا سے اس وقت تک نہیں جائے گی کہ یا تو یہ گناہ کو کھا جائے گی اور یا آدمیوں کو کھا جائے گی۔ (سیرۃ المھدی۔ ص ۱۲۸۔ جلد سوم)۔

مرزا صاحب نے اپنے ان دعاوی کو سچا ثابت کرنے کے لئے:

۱۔ ہزاروں بار دعا کی ہوگی کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے اور ان کے دشمنوں نے دعائیں کی ہونگی کہ اللہ قادیان میں بھی طاعون وارد کر، تاکہ مرزا کے دعاوی کا کذب ظاہر ہو۔

۲۔ مرزا نے ہزاروں بار دعا کی ہوگی کہ طاعون اس وقت تک ختم نہ ہو جب تک ساری دنیا انہیں مسیح موعود تسلیم نہ کرلے۔ اور ان کے مخالفوں نے طاعون کے جلد خاتمہ کیلئے دعائیں کی ہونگی۔

۳۔ مرزا صاحب نے بے شمار دعائیں کی ہوں گی کہ اس کے بڑے مخالف طاعون سے مرجائیں۔ اور بڑے مخالفوں نے دعائیں کی ہونگی کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیں۔

پھر کیا ہوا؟ قادیان میں طاعون دھوم دھام سے آیا۔ جیسا کہ مرزا صاحب خود اپنے مرید نواب محمد علی خان کو لکھتے ہیں:

} مجی عزیزی اخویم نواب صاحب، السلام علیکم: یہ مضمون پڑھ کر کہ عزیزی عبدالرحمٰن کو پھر بخار ہو گیا ہے، نہایت قلق ہوا... اس جگہ (قادیان میں) طاعون سخت تیزی پر ہے۔ ایک طرف انسان بخار میں مبتلا ہوتا ہے اور صرف چند گھنٹوں میں مرجاتا ہے۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کب تک یہ ابتلاء دور ہو۔ لوگ سخت ہراساں ہو رہے ہیں، زندگی کا اعتبار اٹھ گیا ہے۔ ہر طرف چیخوں اور نعروں کی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ قیامت برپا ہے۔ اب میں کیا کہوں اور کیا رائے دوں۔ سخت حیران ہوں کہ کیا کروں... والسلام خاکسار مرزا غلام احمد۔ مکرر یہ کہ آتے وقت ایک بڑا بکس فینائل کا جو سولہ یا بیس روپیہ کو آتا ہے ساتھ لے آویں اس کی قیمت اس جگہ دی جاوے گی۔ اور علاوہ اس کے آپ بھی اپنے گھر (واقع قادیان) کے لئے فینائل بھیج دیں اور ڈس انفیکٹ کیلئے رسکپور اس قدر بھیج دیں جو چند کمروں کیلئے کافی ہو۔ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد پنجم۔ نمبر چہارم۔ ص ۱۱۲۔۱۱۳)

} مجی عزیزی اخویم نواب صاحب، السلام علیکم: ..الحمد للہ کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے عزیزی عبدالرحمٰن خان کو صحت بخشی.. اب میرے نزدیک تو یہی بہتر ہے کہ جس طرح ہو سکے قادیان میں آجائیں.. قادیان کی آب و ہوا بہ نسبت لاہور کے عمدہ ہے۔ آپ ضرور ڈاکٹر سے مشورہ لے

لیں ۔اور پھران کے مشورہ کے مطابق بلاتوقف قادیان میں چلے آویں ۔ باقی اس جگہ زور طاعون کا بہت ہورہا ہے۔کل آٹھ آدمی مرے تھے ۔اللہ تعالی اپنا فضل وکرم کرے ۔ والسلام مرزا غلام احمد ۔ ۱۶۔اپریل ۱۹۰۴ء (مکتوبات احمدیہ۔جلد پنجم۔نمبر چہارم۔ص ۱۱۳۔۱۱۴)

} مجبی عزیزی اخویم نواب صاحب : السلام علیکم : آپ کا خط آج کی ڈاک میں پہنچا... قادیان میں ابھی تک (طاعون میں) کوئی نمایاں کمی نہیں ہے ۔ابھی اس وقت جولکھ رہا ہوں ایک ہندو بیج ناتھ جس کا گھر گویا ہم سے دیوار بہ دیوار ہے، چند گھنٹہ بیمار رہ کر راہی ملک بقا ہوا۔ بہرحال خدا تعالی پر بھروسہ کر کے آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ بخیرو عافیت تشریف لائیں...

والسلام ۔خاکسار مرزا غلام احمد (مکتوبات احمدیہ۔جلد پنجم۔نمبر چہارم۔ص ۱۱۶۔۱۱۷)

} مجبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ تعالی ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ...قادیان میں تیزی سے طاعون شروع ہوگئی ہے۔آج میاں محمد افضل اڈیٹر اخبار البدر کا لڑکا جاں بلب ہے۔نمونیا پلیگ ہے۔آخری دم معلوم ہوتا ہے ۔ ہر طرف آہ وزاری ہے، خدا تعالی فضل کرے ۔ایسی صورت میں میرے نزدیک مناسب ہے کہ آپ اخیر اپریل ۱۹۰۵ء تک ہرگز تشریف نہ لاویں ۔ دنیا پر ایک تلوار چل رہی ہے خدا رحم فرمائے ۔ ..والسلام ۔ خاکسار مرزا غلام احمد۔

(مکتوبات احمدیہ، نمبر چہارم، جلد پنجم ،ص ۱۳۱)

اورمرزا صاحب اپنے مرید سیٹھ عبدالرحمٰن کو لکھتے ہیں :

} مخدومی اخویم سیٹھ صاحب ....اس طرف طاعون کا اس قدر زور ہے کہ نمونہ قیامت ہے۔گرمی کے ایام میں بھی زور چلا جاتا ہے ۔..والسلام۔خاکسار مرزا غلام احمد۔۲۰ مئی ۱۹۰۲ء

(مکتوبات احمدیہ۔جلد پنجم نمبرا۔مکتوب نمبر ۹۱)

} مخدومی مکرمی سیٹھ صاحب ۔السلام علیکم ...میں اس وقت معہ اپنی جماعت کے باغ میں ہوں ۔ اگر چہ اب قادیان میں طاعون نہیں ہے (یعنی خط لکھنے سے پہلے قادیان میں طاعون موجود تھا۔بہاء) لیکن میں اس خیال سے کہ جو زلزلہ کی نسبت مجھے اطلاع دی گئی ہے اس کی نسبت میں توجہ کر رہا ہوں اگر معلوم ہوا کہ وہ واقعہ جلد تر آنیوالا ہے تو اس واقعہ کے ظہور کے بعد قادیان میں جاؤنگا ۔... خاکسار مرزا غلام احمد ۱۲۔مئی ۱۹۰۵ء۔ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبرا۔مکتوب نمبر ۹۳)

اورمرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد کہتے ہیں :

چوہدری حاکم علی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب اپریل ۱۹۰۵ء میں بڑا زلزلہ آیا اور مرزا

صاحب نے اپنے باغ میں تشریف لے جا کر ڈیرہ لگا لیا تھا اور، اور بھی اکثر دوست باغ میں چلے گئے تھے ان دنوں میں بھی اپنے اہل وعیال سمیت قادیان آیا ہوا تھا۔ حضرت صاحب باغ میں تشریف لے گئے تو اسکے بعد قادیان میں طاعون پھیل گیا... حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہم تو یہاں زلزلہ کی وجہ سے آئے تھے لیکن اب قصبہ میں طاعون پھیلا ہوا ہے (سیرۃ المہدی۔ جلد دوم۔ ص ۴۶)

نیز مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں ؛

خلیفہ اول (حکیم نورالدین) کے زمانہ میں قادیان میں طاعون پھوٹ پڑی اور مرزا نظام الدین کے خاندان کے بہت سے افراد اس طاعون میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جس طاعون کا اس روایت میں ذکر ہے ۱۹۱۰ء میں پڑی تھی۔ (سیرۃ المہدی ص ۱۴۷ جلد سوم)

نیز مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں :

اللہ تعالی نے یہ اطلاع دی تھی کہ تیری چار دیواری (جسمانی اور روحانی) کے اندر کوئی شخص طاعون سے نہیں مرے گا کیونکہ ایسے تمام لوگ اللہ تعالی کی خاص حفاظت میں ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قادیان میں کئی دفعہ حضرت مرزا کی زندگی میں طاعون آیا اور بعض اوقات ایک حد تک بیماری کا زور بھی ہوا مگر آپکے مکان میں کسی شخص کا اس وبا سے مرنا تو درکنار کبھی چوہا بھی اس بیماری سے نہ مرا حالانکہ آپکے مکان کے چاروں طرف طاعون کا اثر پہنچا اور بالکل ساتھ والے متصل مقامات میں بھی طاعون کے کیس ہوئے مگر آپ کا مکان خدا کے فضل اور اس کے وعدے کے مطابق بالکل محفوظ رہا۔ اسی طرح گو آپکے روحانی مکان کی چار دیواری کی اصل تعیین کا علم صرف خدا کو ہے اور صرف بیعت اور ظاہری حالت سے اس کے متعلق کوئی یقینی قیاس نہیں ہو سکتا لیکن آپکے مخلص اور یک رنگ خادم بالعموم اس بیماری کے اثر سے نمایاں طور پر محفوظ رہے (سیرۃ المہدی جلد دوم ص ۴۷)

بالعموم کا لفظ استعمال کر کے مرزا بشیر احمد نے اقرار کیا ہے کہ کچھ لوگ طاعون سے محفوظ نہیں بھی رہے۔ اور جہاں تک مرزا صاحب کے گھر میں چوہا تک نہ مرنے کی بات ہے تو اس گھر میں تھا ہی کون؟ طاعون نے پڑوس کی دیوار سے جھانک کر دیکھا بھی تھا لیکن گھر والے وہاں موجود نہیں تھے۔ مرزا صاحب مع قبائل گھر چھوڑ کر ایک باغ میں چھپے ہوئے تھے۔ اور چوہے تب مرتے اگر وہ اس گھر میں موجود ہوتے۔ وہاں تو مرزا صاحب نے اتنی بلیاں رکھ چھوڑی تھیں کہ جب ان کی تعداد بے حد ہو گئی تو بعض کو پنجروں میں بند کر کے دور دراز مقامات پر جلاوطن کیا گیا تھا جیسا کہ خود مرزا بشیر احمد کا کہنا ہے :

ڈاکٹر میر اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ جب پنجاب میں طاعون کا دور دورہ ہوا اور معلوم ہوا کہ چوہوں سے یہ بیماری انسانوں میں پہونچتی ہے تو حضرت (مرزا) صاحب نے بلیوں کا خیال رکھنا شروع کر دیا بلکہ بعض اوقات اپنے ہاتھ سے دودھ کا پیالہ بلیوں کے سامنے رکھ دیا کرتے تھے تاکہ وہ گھر میں ہل جائیں۔ خاکسار (بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ ایک زمانہ میں تو ہمارے گھر میں بلیوں کی اس قدر کثرت ہوگئی تھی کہ وہ تکلیف کا باعث ہونے لگی تھیں جس پر بعض بلوں کو پنجروں میں بند کروا کے دوسری جگہ بھجوانا پڑا۔ (سیرۃ المہدی۔ جلد۳۔ ص۲۷۴)

بیانات بالا سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ قادیان میں طاعون نہ آنے کی مرزا صاحب کی دعائیں قبول ہوئیں؟ یا قادیان میں طاعون آنے کی مخالفوں کی دعائیں قبول ہوئیں؟

اب دیکھئے کہ مرزا صاحب کے مخالفوں مثل مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، صوفی عبدالحق غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا احمد حسن شوکت میرٹھی، ڈاکٹر ابو محمد جمال الدین پشاور، وغیرھم میں سے کون ہے جو طاعون سے ہلاک ہوا؟ ان میں سے کوئی بھی طاعون سے فوت نہیں ہوا، اور یہ سب مرزا صاحب کے آنجہانی ہونے کے بعد ایسی حالت میں واصل بحق ہوئے کہ طاعون کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اندریں حالات کس کی دعائیں قبول ہوئیں۔ مرزا کی یا اس کے مخالفوں کی؟

پھر مرزا کا کہنا تھا کہ طاعون اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک ساری دنیا انہیں مسیح موعود نہ مان لے۔ اور مرزا صاحب کو دنیا کے عشیر عشیر نے بھی مسیح موعود تسلیم نہیں کیا تھا کہ طاعون چلتا بنا اندریں حالات کس کی دعائیں قبول ہوئیں؟ مرزا صاحب کی یا ان کے مخالفوں کی؟

تلافی مافات

☆ تحریک ختم نبوت حصہ چہارم کے صفحہ ۲۳۷ سطر۱۴۔۱۵ میں جہاں بین القوسین بتایا گیا ہے کہ اشاعۃ السنہ جلد۱۴ کے صفحات ۲۶۔۲۷ موجود نہ ہونے کے باعث انکا مضمون نقل نہیں کیا جارہا، وہاں عبارت ذیل سمجھی جائے کیونکہ اب مذکورہ صفحات اب دستیاب ہوگئے ہیں۔

یعنی پہلے ان کے قرارداد کو (جو اختلاف کے ساتھ عمل کے متعلق پائی گئی ہے) مسلم رکھنا اور قبول کرنا اور اس میں علماء پر حسن ظن رکھنا، پھر ان کے قراردادکو (جو اتفاق کے ساتھ اعتقاد کے متعلق

پائی گئی ہے) رد کرنا اور اس میں ان پر بدگمانی کرنا قادیانی میں کچھ عقل وحیا وشرم ہوتی ، تو وہ اس اختلاف وتناقض کا مرتکب نہ ہوتا ، بلکہ اگر وہ احادیث نبویہ اور اقوال وقرارداد علماء سے بداعتقاد ہے (چنانچہ اس کے لفظ لفظ سے مستفاد ہے ، اور اس کی ہر ایک جزء مذہب جدید کی اسی پر بنیاد ہے) تو وہ جملہ احادیث نبویہ ، گو عمل کے متعلق ہیں ، خواہ اعتقاد کے متعلق ، برملا و علی الاطلاق خیر باد کہتا اور علماء کے عمل واعتقاد دونوں کے قرارداد کو لغو و ناقابل اعتبار قرار دیتا ۔ اور اگر وہ احادیث نبویہ واقوال و قرارداد علماء سے حسن ظنی رکھتا ہے (جیسا کہ اس کا ظاہری دعوی ہے ، اور اس کے ناواقف دام افتادہ لوگوں کا اس کی نسبت اعتقاد ہے) تو وہ جملہ احادیث صحیحہ ، گو متعلق عمل ہیں خواہ متعلق اعتقاد ، قبول کرتا ، اور ان کی نسبت قبولیت وقرارداد کا ، عمل سے وقوع میں آئی ہے ، خواہ اعتقاد سے ، لحاظ کرتا اور عمل اعتقاد دونوں میں ان پر حسن ظنی رکھتا ۔ یہ مقتضائے حیا و عقل نہیں ہے کہ احادیث متعلقہ عمل کو تو وہ قبول کرتا ہے ، اور ان کے متعلق علمائے اسلام کی عملی قرارداد کو (گو اختلاف سے ہو) مانتا ہے اور اس میں ان پر حسن ظنی رکھتا ہے ۔ مگر احادیث متعلقہ اعتقاد کو وہ واجب القبول نہیں سمجھتا اور ان کے متعلق ان کی اعتقادی قرارداد اتفاقی کو قبول نہیں کرتا ۔ اور اس میں ان پر حسن ظنی نہیں رکھتا ۔

اس اضطراب واختلاف ورزی کا سبب ومنشاء

اس جواب میں جو قادیانی نے مخالفت اصول اسلام وتسنن وعقل سلیم کے ساتھ خود اپنا خلاف کیا ہے تو اس کا سبب ومنشاء یہ ہے (جو اس کے ہر ایک قول و کردار سے مفہوم ہوتا ہے ، و اللّٰہ اعلم بحقیقة الحال) کہ درحقیقت وہ کسی مذہب وملت سماوی کا پابند نہیں ہے اور نہ اسلامی اصول دلائل کتاب وسنت واجماع واقوال سلف امت وغیرہ کا پابند ہے ۔ بلکہ وہ خود اپنا نیا مذہب و دین قائم کرنا چاہتا ہے ۔ مگر وہ یہ بھی جانتا ہے کہ مسلمانوں کو دام میں لانا پرانے اصول سے مطلق انکار اور نئے اصول کے برملا ادعاء واظہار کے ساتھ ناممکن ہے ، لہذا وہ اپنے ہر ایک بیان واظہار میں شترمرغی وروباہ بازی اختیار کرتا ہے اور جس موقعہ پر جو داؤ چلے چلا لیتا ہے اور جس ہتھیار سے کام نکلے ، اسے کام میں لاتا ہے ۔ کبھی زور شور کے ساتھ اعتقاد تسلیم قرآن کا اظہار ، کبھی آیات قرآنیہ کے ظواہر قطعیہ سے انکار ، کبھی اجماع سے استدلال ، کبھی اس کو کورا نہ کہہ کر اس کے ردّ کا اقبال ۔ وعلی ہذا القیاس ۔ پھر فرط تہور وجرأت سے وہ اس اقبال وانکار کے اختلاف کی بھی کچھ پروا نہیں کرتا اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے مختلف اقوال متضمنہ انکار واقبال کا ہر ایک شخص کب موازنہ کرتا ہے ۔ پس جس جال میں جو کوئی پھنسا ، وہی غنیمت ہے ۔ مقابلہ اور موازنہ کرنے والے ، پھر

پیچیدہ بات کی تہ کو پہنچنے والے لوگ، شاذ و نادر ہوتے ہیں ۔..اس جرأت وخیال سے وہ ایک مقام میں جس بات کا انکار کر چکا ہوتا ہے، دوسرے مقام میں اس کا اقرار کر لیتا ہے ۔اور جس بات کا اقرار کیا ہو، اس سے انکار کر جاتا ہے ،اور جو بات نہ کہی ہو اس کے کہنے کا جھوٹا مدعی بن جاتا ہے ، اور جو بات کہہ چکا ہے اسکے کہنے سے منکر ہوجاتا ہے۔اس کی ایک مثال اس کا یہی جواب مندرجہ تمہید ہے جس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ یہ جواب میں تحریر نمبر چہارم وپنجم میں دے چکا ہوں حالانکہ ان تحریرات میں اس کا نام ونشان نہیں ۔ ایک اور عام فہم مثال اس مقام میں ذکر کی جاتی ہے ۔

☆ اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ کا صفحہ نمبر ۲۰۰ میرے پاس موجود نہ تھا۔اب مل گیا ہے اس لئے تحریک ختم نبوت حصہ چہارم طبع دہلی کے صفحہ ۴۹۰ پر پانچویں سطر سے شروع ہونے والے پیراگراف کو(اور حصہ چہارم طبع لاہور کے صفحہ ۴۸۹ پر دسویں سطر سے شروع ہونے والے پیراگراف کو) دوبارہ لکھتے ہوئے اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ کے صفحہ ۲۰۰ کی عبارت کو بھی نقل کیا جاتا ہے :

اور کفر سے اتر کر نافرمانی ، جو فسق کہلاتی ہے اور وہ اکثر مسلمانوں میں پائی جاتی ہے، تو کسی وجہ سے بھی فاسقوں کے مال اور جان کو مباح نہیں کرتی ۔ یہ اباحت کفر سے (جو نافرمان برداری کا اعلی درجہ ہے) نہ ہوئی تو فسق سے (جو اس سے کم تر ہے) کیونکر ہوسکتی ہے ۔اور فاسقوں کے مال اور جان صرف اس وجہ سے کہ وہ نافرمان ہیں کیونکر مسلمانوں پر مباح ہوسکتے ہیں ۔معلوم نہیں قادیانی نے یہ طرفہ اصول کس مذہب سے اخذ کیا ہے ۔اسلام میں تو اس کا کہیں اثر ونشان نہیں پایا جاتا ۔اس طرفہ پر طرہ یہ کہ یہ اصول باوجود بے اصل ہونے اور اصول اسلام سے مخالف ہونے کے قادیانی کے اس فعل کو صحیح نہیں بناتا۔ اس اصول کی رو سے قادیانی کا فعل تب صحیح ہوسکتا ہے جبکہ خدا تعالی وہ ناجائز مال واسباب بلا واسطہ صاحب مال کے قادیانی کو دلوادیتا۔قادیانی زور شمشیر سے اور اپنے غلبہ وشوکت سے اس پر قبضہ کرتا۔اس صورت میں قادیانی اپنے اس ملحدانہ اصول کی رو سے کہہ سکتا کہ خدا تعالی نے اس مال کو ان کی نافرمانی کے سبب ان کے تصرف واختیار سے نکال کر میرے قبضے وتسلط میں کر دیا ہے ۔ وہ مال تو قادیانی نے التجا ومنت اور سوال اور دھوکہ اور فریب دہی سے صاحب مال سے لیا ہے اور اس نے قادیانی کو دیا ہے اور قادیانی اس مال کے تصرف میں اسی کا نائب اور خلیفہ ہے اور اسی کے حکم میں ہے، لہذا اس مال کو قادیانی کا اصل مالک کی اجازت سے استعمال لانا ویسا ہے جیسا کہ اصل مالک کا اس کو اپنے تصرف میں لانا ۔ جو قادیانی

کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ پس بحکم نیابت قادیانی کو بھی اس مال کا اپنے تصرف میں لانا جائز نہیں نہ وہ مال اصول مذکورہ سے مطابق قادیانی کے تصرف میں آیا اور نہ اس اصول کی رو سے اس کا استعمال اس کے لئے جائز ہے۔ اس بات کے سمجھنے کو کسی قدر علم بکار ہے جو لوگ اس کو سمجھ نہ سکیں وہ کسی اہل علم سے پوچھ لیں۔

پولیٹکل نگاہ سے جو اس اصول میں غلطی وفساد ہے اس کو پولیٹیشن اعیان خود سمجھ سکتے ہیں ہم اس مقام میں اس تفصیل کو ضروری نہیں سمجھتے۔

اتنی بات تو کس و ناکس، گو پولیٹیشن نہ ہو، سمجھ سکتا ہے کہ قادیانی کے نزدیک ہندوستان وغیرہ بلاد کا کوئی شخص غیر مذہب (حاکم ہو، خواہ محکوم) معصوم المال والدم نہیں بلکہ خدا کی نافرمانی کے سبب ان کی خونریزی کرنا اور ان کا مال لوٹ لینا مباح اور حلال ہے۔ اور جو اس کے برخلاف قادیانی نے براہین احمدیہ اور کتاب وساوس میں برٹش گورنمنٹ سے لڑنے کو ناجائز کہا ہے، اور گورنمنٹ کی تعریف میں بہت سے اوراق کو سیاہ کیا ہے وہ سب فقرہ بازی ہے اور ایک پولیٹکل چال۔ درحقیقت وہ ہر شخص کو جو اس کے خیال میں خدا ورسول کا نافرمان ہو، مباح المال والدم سمجھتا ہے۔ اور اس اعتقاد کے مطابق عمل کرنے سے وہ اس لئے متوقف ہے کہ ہنوز بے ساز وسامان ہے۔ اگر اس کے دعوی مہدویت کو اس کے اخص خلفاء اور حواریوں کی کوشش سے، جس میں وہ رات دن مصروف ہیں، کسی با اختیار رئیس اور جمہور خلائق نے مان لیا تو وہ سبھی نافرمانوں کو تہ تیغ کرے گا۔ اور اپنے اعتقاد کے موافق عمل کر دکھائے گا۔ اور اگر قادیانی یہ کہے کہ میرا یہ اصول اس ملک کے اشخاص اور گورنمنٹ غیر مذہب کو شامل نہیں، تو استثنا کی وجہ وہ بیان کرے۔ کیا وہ لوگ قادیانی کے نزدیک خدا کے نافرمان نہیں؟ نہیں تو قادیانی نافرمان کی تعریف بتا دے جو ان لوگوں پر صادق نہ آوے بلکہ ان کو فرمان بردار خدا ورسول بنا دے۔ ایسی صورت میں وہ اس سوال کا جواب بھی دے کہ اگر اس کے نزدیک نصاری خدا کے فرمان بردار ہیں تو پھر وہ ان سب کو خاص کر ملکہ معظّمہ قیصر ہند کو اطاعت اسلام کی دعوت کیوں کرتا ہے جو اس کی کتاب دافع الوساوس میں بھی موجود ہے۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۵۔ ص ۱۹۹۔ ۲۰۰)

☆ تحریک ختم نبوت حصہ پنجم میں ایک عنوان ، اشتہارات برانجام آتھم ، کا ہے۔ اس عنوان کے تحت اشتہار نمبر ایک نقل نہیں کیا جا سکا تھا کیونکہ میرے پاس اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ کے صفحات نمبر ۹، اور ۱۰ موجود نہیں تھے۔ اب یہ صفحات مل گئے ہیں لہذا تحریک ختم نبوت حصہ ۵ طبع لاہور کے

صفحہ ۱۰۸ کی سطر نمبر ۱۹ کے اختتام سے عبارت کا تسلسل یوں قائم کر لیجئے اور حصہ پنجم دہلی کے صفحہ ۱۰۸ کی آخری سطر کے بعد یہ عبارت تصور فرمالیجئے:

...یہ باتیں محض نیک نیتی سے لکھی گئی ہیں تاکہ آپ (عیسائی) لوگوں میں مذہبی حمیت و ایمانی غیرت پیدا ہو۔ اور آپ لوگ اپنے مذہب اور اپنی کتاب اور اپنے رسول یا (بزعم خود) اپنے خالق و معبود کی ہتک حرمت پر غیرت کریں۔ یہ بات آپ لوگوں کو ناگوار معلوم ہو، تو آپ ہم اہل اسلام کو ہماری نیک نیتی کی وجہ سے معذور سمجھیں اور معاف کریں۔ آریہ ہندو وغیرہ اس لئے خوش ہیں کہ قادیانی ان کو بھی اپنے الہاموں سے ڈراتا رہتا تھا کہ فلاں شخص اتنی مدت میں مرے گا اور فلاں میری پیش گوئی کے مطابق فوت ہو گیا ہے اور ان کو بظاہر اسلام کی طرف اور درحقیقت اپنے مذہب جدید، مخالف اسلام و جملہ سماوی ادیان، کی طرف دعوت کرتا رہتا تھا۔ لہذا اس پیش گوئی میں جھوٹا ہونے کے سبب ان کو بھی یہ حق پیدا ہو گیا ہے کہ وہ اس پر ہنسی اڑائیں اور خوشیاں منائیں اور اس کو صلوتیں سنائیں۔

ان مخالفین اسلام کی زبانوں سے قادیانی کو برا کہلانے میں بھی خدا تعالی کو اسلام و مسلمانوں کی حمایت و تائید منظور ہے۔ لہذا وہ من حیث لا یشعرون، بے قصد دین اسلام کی تائید کر رہے ہیں۔ چنانچہ مضمون آئندہ میں اس کا ثبوت آیات و احادیث سے دیا جائے گا۔

الغرض اس انعام کو ہر ایک فرقہ اپنے حق میں انعام الہی سمجھ رہا ہے اور اس پر خدا تعالی کا شکریہ ادا کر رہا ہے اور مسلمان تو خصوصیت کے ساتھ رات دن اس احسان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ خدا تعالی نے لاکھوں جاہل مسلمانوں کو اس کافر ظالم کے دام تزویر سے بچا لیا۔ اور اشاعۃ السنہ اور بھی خصوصیت کے ساتھ تہ دل اور بال بال سے اس احسان خداوندی کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ خدا تعالی نے اس کے مقالات و بیانات کا صدق عام اہل اسلام پر ظاہر کیا اور اس دشمن اسلام پر اس کو فتح یاب فرمایا۔ وہ اس شکریہ میں بزبان حال اس رباعی کا ورد کر رہا ہے

اگر ہر موئے من گردد زبانے — زتو رانم بہر یک داستانے
نیارم گوہر شکر تو سفتن — سر موئے زاحسان تو گفتن

ذیل میں اہل اسلام کے ان اشتہارات و اختبارات کا جو اس پیش گوئی کے دروغ ظاہر ہونے پر انہوں نے شائع کئے ہیں، خلاصہ مضمون نقل کرتے ہیں، جس سے دو غرضیں پیش نظر ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے اس خوشی اہل اسلام کا جمہوری ہونا ثابت ہو۔ دوسری غرض یہ کہ اس سے قادیانی کے

اس کذب وتہمت کا کہ: مسلمانوں نے عیسائیوں کی فتح پر مسرت ظاہر کی اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی شکست مان لی ہے.۔ ازالہ ہو اور یہ ثابت ہو کہ مسلمانوں نے اس پیش گوئی میں ایک کافر (مرزا قادیانی) کے جھوٹے ہونے کو اسلام کی فتح سمجھ کر اس پر خوشی ظاہر کی ہے، عیسائیوں کی فتح بمقابلہ اہل اسلام تسلیم نہیں کی، اور نہ اس پر مسرت ظاہر کی ہے۔ بلکہ ان اشتہارات میں تو انہوں نے عیسائیوں پر بھی ویسی ہی لے دے کی ہے جیسی کہ قادیانی پر کی ہے۔ اور بعض عیسائیوں کی اس بے انصافی پر کہ انہوں نے اس فتح کو بمقابل اسلام قرار دیا ہے، خوب خبر لی ہے اور ان کی اس شوخی وگستاخی کی، جو بحق اسلام ان سے سرزد ہوئی ہے، کافی سزا دی ہے۔ قادیانی مسلمانوں پر یہ تہمت لگا کر اپنے دام افتادہ جاہل مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اپنا ہمدرد بنانا چاہتا ہے اور فی الواقع مسلمانوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اس پیشگوئی میں قادیانی کے جھوٹا ہونے سے عیسائیوں کو اسلام پر فتح یاب سمجھتا یا کہتا ہو۔

خلاصہ مضامین اہل اسلام متضمن اظہار مسرت بر شکست قادیانی

سب سے پہلا اشتہار اس عنوان کا ہے:

مرزا قادیانی اور آتھم کی لڑائی میں اسلام کی صداقت

انّا نحن نزّلنا الذّکر و انّا له لحافظون

جس کو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے شائع کیا۔ اور اس کے شروع میں کہا ہے:

آج ہم اس آیت کی تصدیق پاتے ہیں کہ خدا اپنے دین اسلام کی کیسی تائید کرتا ہے جو لوگ اس دین کی آڑ میں ہو کر اس دین کو بگاڑنا چاہتے ہیں ہمیشہ ذلیل وخوار رہوتے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ تمام مخلوق کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہوا کہ آتھم امرتسری باوجود پیرانہ سالی کے پندرہ مہینے کی مدت میں (جس میں کئی فصول ہیضہ بھی ہوئیں) نہیں مرے۔ نہ صرف آتھم بلکہ ایک اور صاحب بھی (جن کی موت کے بعد مرزا صاحب نے اس کی بیوی سے نکاح کرنا تھا، جس کی مدت حسبِ شہادت شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا صاحب ۳۰۔ اگست ۱۸۹۴ء کو پوری ہوگئی ہے) نہیں مرے۔

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بھگارتے — وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کیا آج کوئی نہیں جو مرزا کا ساتھ دیوے۔ حکیم نورالدین کہاں ہیں؟ محمد احسن صاحب کہاں ہیں؟ پنجاب گزٹ کے اڈیٹر کہاں ہیں؟ نوجوان ریاض ہند کے منیجر جو مارے خوشی کے

پھولے نہ سماتے تھے، کہاں ہیں؟ وہ سیالکوٹ کے لکچر معذور جو مسلمانوں کو ابوسفیان کا نقشہ بتلاتے تھے، کہاں ہیں؟ خواجہ صاحب لاہوری کہاں ہیں؟ سچ ہے اور بالکل سچ ہے ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذ ناہ بالیمین مگر افسوس، صد افسوس، عیسائیوں کے حال پر کہ انہوں نے مسلمانوں کا اس میں ناحق دل دکھایا۔ اور اپنی عادت قدیمہ کے موافق بدزبانی سے کام لیا۔ الخ

(مولانا بٹالوی فرماتے ہیں) ناظرین۔ اس عبارت میں غور کرو اور انصاف سے کہو کہ اس اشتہار میں اسلام کی فتح پر خوشی منائی گئی ہے یا عیسائیوں کی فتح پر۔ اور اس میں عیسائیوں کی حمایت پائی جاتی ہے یا ان پر لے دے کی ہے۔

دوسرا اشتہار اس عنوان کا ہے.... (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۶۔ ص ۹۔ ۱۲)

(اس کے بعد ضیاء الاسلام والا اشتہار جو حصہ پنجم کے صفحہ ۱۰۹ پر ہے، اسے پڑھا جائے)۔

☆ تحریک ختم نبوت حصہ ۵ طبع لاہور کے صفحہ ۲۴۶ پر سطر نمبر ۳ کے بعد، اور حصہ پنجم طبع دہلی کے صفحہ ۲۴۶ کی سطر ۲۱ کے بعد یہ عبارت ہونی چاہیے (جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ کے صفحات نمبر ۱۷۲۔۱۷۳ سے نقل کی جارہی ہے):۔

اس سخت مخالفت کے ساتھ بھی حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ کے بیٹے کہلائے۔ اور نوحؑ کا بیٹا ان کا بیٹا۔ اور کوئی ناپاک لفظ وخطاب کا مستحق نہ ہوا۔ جس کا مستحق ان کو قادیانی کا ناپاک محاورہ بناتا ہے۔

۳۔ آنحضرت ﷺ کے جلیل الشان اصحاب جو مولود فی الاسلام نہ تھے، ان میں اکثر اپنے والد کے مذہب کے مخالف تھے۔ یہ حضرات مسلمان ہوگئے اور وہ کافر رہے۔

۴۔ پھر مسلمان جماعت صحابہ وتابعین وآئمہ دین صدہا مسائل فروعی میں باہم متخالف رہے مگر کسی نے اس اختلاف وخلاف کے سبب ان پر اس الہامی لقب قادیانی کا اطلاق جائز نہیں رکھا جو قادیانی ان کے حق میں تجویز کر رہا ہے۔

۵۔ اپنے خاندان کو قادیانی دیکھ لے۔ اس کے اجداد خصوصاً مرزا گل محمد ومرزا عطا محمد بحسبِ ادعاء قادیانی (ازالہ اوہام ص ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۳۱ وغیرہ) مسلمانوں کے قاضی وولی متقی تھے مگر اسکا بیٹا اور قادیانی کا باپ مرزا غلام مرتضی، جس کو میں نے بھی دیکھا ہے اور اس کے دیکھنے والے بہت سے لوگ اس وقت (یعنی ۱۸۹۳ء۔۱۸۹۴ء میں) زندہ ہیں، عملاً واعتقاداً اپنے ان آباء واجداد کا مخالف تھا۔ وہ

صرف حکیمانہ مذہب رکھتا تھا۔ اگر کچھ میلان مذہب کی طرف تھا تو تشیع کی طرف تھا۔ اور اس پیرانہ سالی میں جس میں، میں نے اس کو دیکھا ہے اس کو نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ ارکان شرعی کا التزام نہ تھا۔ ممنوعات شرعیہ کے ارتکاب کا حال ہم نہیں لکھتے۔ یہ خود قادیانی سے یا اس کے اور دوستوں سے پوچھنا چاہیے۔ پھر کیا اس مخالفت طریق آبائی کے ساتھ مرزا غلام مرتضی ان کا بیٹا تسلیم نہیں کیا جاتا ہے؟ اور اس مکروہ خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۶۔ اس کے بعد اپنے آپ کو قادیانی دیکھے۔ کیا اس کے آباء واجداد اعلی، مرزا گل محمد و مرزا عطا محمد، کا بھی یہی مذہب واعتقاد تھا جو قادیانی نے ظاہر کیا۔ کیا اس کے باپ مرزا غلام مرتضی کا یہ اعتقاد تھا کہ مسیح موعود یہی ہے جو میرے نطفے سے پیدا ہوا ہے۔ ہرگز نہیں۔ علی ہذا القیاس۔ قادیانی کے اور کفریات ہیں جن کا اس کے آباء واجداد سے کوئی قائل نہ تھا۔ ومع ہذا قادیانی اپنے باپ کا بیٹا اور حلال زادہ کہلاتا ہے۔ اس کا خلاف اس کے خیال میں کبھی نہیں آتا۔

۷۔ اپنے بعد وہ اپنے بیٹوں کو دیکھے۔ اسکا بیٹا مرزا سلطان احمد اس کا کیسا مخالف ہے، حتی کی اس مخالفت کے سبب اس نے اس کو عاق بھی کر دیا ہوا ہے۔ اور اس مضمون کا اشتہار دے دیا ہوا ہے۔ ومعہذا وہ اس کو بیٹا اور حلال زادہ ضرور سمجھتا ہے۔ اس لفظ مکروہ کا اس پر اطلاق نہیں کرتا۔

ان تمثیلات ہفت گانہ سے صاف اور یقینی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے باپ کا بیٹا ہے وہ کسی اختلاف سے اور کسی گناہ سے اور کسی غلطی سے حرامزادہ کہلانے کا مستحق نہیں ہو جاتا۔

ایسا ہی وہ واقع میں حرامزادہ ہونے کا معیار بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص کسی کی منکوحہ (بشرح مذکور) یا کسی کی مملوکہ (بہ تفصیل مذبور) سے متولد نہیں ہے وہ حرامزادہ کہلاتا ہے۔ پھر وہ خواہ کتنا ہی واقعی راست گفتار، نیک کردار و پرہیز گار بن جائے۔ یا ادعائے مجدد و محدث اور خدا کا ملہم ومخاطب کہلائے، اور باوجود ختم ہو جانے نبوت کے پیغمبری کا دعوی کرے۔ اور آدم، عیسی، احمد وغیرہ نبی (علی نبینا وعلیھم السلام) بن بیٹھے اور چند خران بے تمیز اسکی تصدیق بھی کر دیں، تو ان واقعی یا ادعائی کمالات ومحاسن کے ساتھ بھی حرامزادہ کا حرامزادہ ہی رہتا ہے۔ ان عارضی (واقعی ہوں خواہ ادعائی) خوبیوں سے حلال زادہ، مجدد، محدث، نبی، ملہم، آدم، عیسی نہیں بن جاتا۔ صائب نے کہا

بہ نماء بصاحب نظرے گوہر خود را عیسی نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

ایک اور بزرگ نے کہا ہے

خرے عیسی اگر بمکہ رود چون بیاید ہنوز خر باشد

اور وہ سب قادیانی کی ڈکشنری کے مقابلہ میں یہ کہہ سکتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ (خطوط وحدانی میں اگلی عبارت تحریک ختم نبوت حصہ پنجم میں بھی موجود ہے۔ یہاں بغرض تسلسل دوبارہ نقل کی جارہی ہے۔ بہا) (اگر یہ معنے اس لفظ کے جو قادیانی نے الہامی ڈکشنری سے نکال کر بیان کئے ہیں صحیح مانے جائیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ سب سے پہلے اس الہامی محاورہ کے محل استعمال اور اس پاک لفظ اور مقدس لغت کے مصداق قادیانی صاحب اور اس کے تمام حواری اور پیرو اور اس محاورہ کو صحیح سمجھنے والے اور اس استعمال قادیانی کو پسند کرنے والے ہوں۔ کیونکہ جھوٹ بولنے میں قادیانی اور وہ لوگ مسلّم کل ہیں۔ کسی کی بات نہ ماننا یا کسی کا خلاف کرنا ان میں ایسا پایا جاتا ہے جس کا ان کو خود بھی اعتراف ہے۔ اور خاص کر اس کا یہ الہامی محاورہ اور اس معنی سے اس پاکیزہ لفظ کو استعمال کرنا یا اس کے استعمال کو جائز سمجھنا ایک ایسا خلافی فعل ہے جس میں کوئی انسان مہذب اہل مذہب ان کا موافق نہیں ہے۔ پھر وہ اس محاورانہ لغت کی شہادت سے خود اس کے مصداق کیوں نہ ہوں۔

ان کے جھوٹ بولنے کی تفصیل

خود حضرت اکذب قادیانی صاحب، خدا تعالی پر افتراء کرنے میں مسلّم کافہ اہل اسلام ہیں۔ جو قدیم اسلام پر ایمان رکھتے ہیں وہ یقین رکھتے ہیں کہ اس کا یہ دعوی کہ مجھے الہام ہوتا ہے، اور فلاں آیت مجھ پر نازل ہوئی ہے، خدا تعالی پر افتراء ہے۔ اور اس کے یہ دعاوی کہ میں نبی ہوں، میں ہی مسیح موعود ہوں، میں ہی وہ احمد ہوں جس کی شہادت حضرت ....)

(اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۶۔ص ۱۷۲۔۱۷۴)

کلام منظوم:

منشی سعد اللہ لدھیانوی کا منظوم کلام

بمطالعہ شہزادہ عبدالمجید مرزائی لودیانوی بگذرد
(جن اشعار پر !!! نشان ہے وہ عبدالمجید قادیانی کے ہیں)

الا مفسر قرآن مشو بہ خود رائی
حدیث مصطفوی خوان بہ چشم دانائی
بیان حق ز بیان رسول اگر فہمی
یہ بحکم انّ علینا بیانہ آئی
حدیث مصطفوی چیست وحی پاک خدا
تو در اطاعت آں جدوجہد بنمائی
عطا شد ست چو قرآن پاک با قرآن
بہ مصطفیٰ ز کرامات و فضل مولائی
جو اس میں ہو متکبر تو پوچھ قرآن میں
نماز و روزہ کی تفصیل ہے کہاں آئی
کہاں ہے قصّ شوارب ہے ذکر ختنہ کہاں
ممانعت ہے بہ تغیر خلق ایمائی
کہاں ہے لفظ محدث کہاں ہے حرمت خر
گدھا نہ کھا کہ گدھا کھانے میں ہے رسوائی
حدیث ہی نے کہا ہوتے تھے محدث بھی
حدیث ہی نے خبائث کی شرح فرمائی
اسی طریق سے تفصیل کل ہے قرآن میں
نبی کو وحی خفی نے وہ سب ہے سمجھائی

حدیث گفت بہ شان و شکوہ و جاہ وجلال
مسیح بشکند آخر صلیب ترسائی
ابوہریرہ بہ الّا لیؤمننّ بہ
زبان کشودہ بہ تفسیر آن بگویائی
بہ ابن ماجہ روایت شدہ کہ گفت مسیح
دوبارہ آمدنم ہست عہد ایفائی
خدائے قبل قیامت مرا کند نازل
برائے کشتن دجال قوم موسائی
نمردہ عیسے و باز آید آمدہ بہ حدیث
بہ گفتہ حسنؒ بصرہ دیدہ بکشائی
رسول گفت کہ من خاتم النبیّنم
کہ نیست ہیچ پس از من رسول بالائی
ز سی دجاجلہ آگاہ کردہ امت را
پے رسول شدن ہر یکے تمنائی
بہ قادیان شدہ زانجملہ یک ستمکارہ
نبی و مرسل یزدان ز قوم مرزائی
چو دور سیز دہم در زمانہ کرد ظہور
کشید فتنہ دجال سر بہ بالائی !!!
ہیں اوسکے نام کے اعداد تیرہ سو پورے
یہ صنعت اوسنے ازالہ میں خود ہی دکھلائی
ہوا غلام جو موصوف قادیانی کا
وہ مبتداء ہوا دجال ہے خبر پائی
یہ پورا جملہ نبی بن کے قادیانی نے
خروج اپنے کی تاریخ ہم سے لکھوائی

خروج کردہ بہر گو نہ کہ بعد آں کافر
بعشق لعبت تثلیث گشتہ سودائی !!!!
کہ ام محبت انسان و داب صحبت حق
نتیجہ روح قدس در مرام مرزائی
نہیں جدا کوئی روح القدس یہ ہے تثلیث
جو احمقوں کی سمجھ میں ابھی نہیں آئی
باتخاز ولد کرد متہم حق را
باستعارہ ہمان اعتقاد ترسائی
مسیح راہ مرا حاصل ست ابنیت
نگفت ہیچ مریدے چہ ژاژ میخائی
بایں خیال کہ اسلام را فرو بخورد
دہن کشادہ مثال نہنگ دریائی !!!
گرفت چنبر اسلام با ستیزہ و کیں
چنانکہ حلقہ زند اژدہائے صحرائی !!!
فسون و جادوئے مکرش قرار دلہا برد
شدہ مسخر او ہرزہ کار ہرجائی !!!
چناں اسیر بدام فریب او جہال
چنانکہ محو تماشا بود تماشائی !!!
متاع دین کہ چو گنجے بہ بعض دلہا بود
بہ برد جملہ بغارت چوں خواب یغمائی !!!
گروہ بے خبراں خود ستودگان بادے
ستائشس بزنان ہمہ بیکتائی
جماعتے ست فراہم ز اعور و اعرج
کنند بر در وے روز و شب جبیں سائی

ز شور فتنہ تلخ زندگانی خلق
چنانکہ تلخی کام از مواد صفرائی !!!
نخست گفت جمالا منم مثیل مسیح
نمود چندے ازاں رفق مسند آرائی
شریک اس میں یہ عاجز بھی ابتداء سے تھا
جو پیشگوئی مسیحا کے حق میں ہے آئی
کہ وہ تو ہیں مہدی اور ظاہری مصداق
مجھے خدا سے ملی باطنی توانائی
تھے اس درخت کے ہم دونوں پھل مسیح اور میں
و لیک اب ہے مجھے برتری و بالائی
زبان پہ لاؤ نہ اب ذکر ابن مریم کو
ہے اس سے افضل و اعلی غلام مرزائی
کجا مسیح کہ او پا نہد منبر من
ضمیر اس کی یہ کہتے ہوئی نہ شرمائی
کبھی تو لکھتا تھا آئیں گے وہ جلال کے ساتھ
اور آج بکتا ہے گم گشت آں مسیحائی
بنا تھا تو تو جمالی جلال یہ کیسا
لگا جو بکنے چہ، در انتظار عیسائی
تو مدعی تھا کہ عیسی دوبارہ آئیں گے
جہاں میں بات یہ مامور ہو کے پھیلائی
اوسے تو لکھتا ہے ظاہر کیا گیا مجھ پر
وہ کون تھا ترا مظہر یہ کس نے سمجھائی
برے مشابہت تامہ چساں داری
مسیح رفعت بناکامی و بہ پس پائی

تو کامران و ترقی تست روز افزوں
بایں سخن بہ مریدان کنی دل افزائی
بانکسار و توکل بہ غربت و ایثار
نشان زندگی اولین عیسائی
کجا ست زندگی ثانی مسیح اگر
مسیح مرد و نماندش کنون مسیحائی
اشارہ کرتا تھا قرآن سوے نزول جلال
خبر وفات کی تفسیر نیچری لائی
ہے احمدیہ لقب ٹھیک تیرے فرقہ کا
کہ یہ ہدایت اسی نیچری سے ہے پائی
ڈبو دیا تجھے تفسیر نیچری نے ارے
طمع کے دام میں ٹھوکر یہ کیا بری کھائی
وہ دابّہ علماء ہیں سو ہیں ترے مکفر
توکیوں جمے نہ ترے منہ پہ کفر کی کائی
امید نیست کنوں باز ایستادہ شوی
کہ پیر گشتی دناید ز پیر برنائی
گماں بخویش مبر شیر مرد و برنایم
تو روبہی کہ بہ سلطان و زوجہ برنائی
مگر ز آتھم و پنڈت بزرگ و شیخ و حسین
بگو ز دست رقیبت چسان شکیبائی
چہ غیرتیست کہ از بہر زوجہ است ترا
بہ خصم شاد بہ بینش دول بیاسائی
وہ کیا وفات پدر ہی سے ہوچکی بیوہ
ارے یہ مرگ پدر کیسی بے سری گائی

چرا جدائی ازو باوجود زوّجنک
چو روز و شب ہمہ تن مجو ایں تمنائی
ازیں کہ معنی تجدید نو نمودن شد
مجددی و بیک قول خود نمے پائی
کہے محدث گہ حارث و گہے مہدی
گہے مثیل وے و گاہ خود مسیحائی
مغول ہستی و النقوا است جدہ تو
آلا دہن بہ محمد منم نیالائی
مگو کہ مہدی آل محمد آمدہ ام
ز نسل مرتضوی نیستی مغل زائی
ہر آنکہ مے شنود حیرتش ہمے گیرد
یکے مغل قرشی شد بہ طرفہ رعنائی
شدی محمد و احمد پس از غلامی وے
یقین کہ ہیچ نۂ ہر زہ باد پیمائی
خلیل و آدم و نوح آمدی ہمہ یک جا
گذار بو الہوسی و شکستہ پیرائی
بحکم کل جدید لذیذ مفتونان
فدائے عشوہ ہر فتنہ کہ میزائی
توئی کہ حارثی و مہدی و امام زمان
بکبر و مفسدہ ہر لحظہ خامہ فرسائی
نہ دین بدست تو چیزے نہ دولت ایمان
عجیب مہدی و عیسائی بے سر و پائی
یہ بت فروشی ہے بنیاد بت پرستی کی
جو تو نے فوٹو میں تصویر اپنی کھنچوائی

بنا ہے یوں جو بروزی محمد آخرکار
تو صاف نکلا آواگوان کا تولّائی
یہ معجزات رسل عیب مسمریزم تھے
بدیں سبب تو ز ایمان و دین معرائی
نہ شد حقیقت دجال و دابّہ معلوم
بہ مصطفیٰ کہ ز خوانش تو زلہ ربائی
ز حلیہ تو کند دور نقص دجالی
مجاور تو بیک چشمی و بیک پائی
دجاجلہ ہمہ رفتند و آخری باقیست
تو پیش خیمہ آئی بزور و رعنائی

لودہانہ۔۳۔اگست۱۹۰۳ء۔(شحنہ ہند میرٹھ۔ضمیمہ۔۸۔اگست۱۹۰۳ء ص۲ تا ۶)

☆ مرزا قادیانی کے سسر میر ناصر نواب نے دعوت الحق کے عنوان سے ایک نظم لکھی جس کے جواب میں منشی سعد اللہ لدھیانوی نے اجابت دعوت لکھی، جو یوں ہے:

واہ مسیح کے سسرے ناصر
دین میں خاسر عقل میں قاصر
ہو دجال سے تیری بیعت
اس پر کرے تو حق کی دعوت
یاد ہے جب تو گھبراتا تھا
لڑکی دے کر پچھتاتا تھا
تو دجال تھا اس کو کہتا
پاس ہمارے روتا رہتا
نسخہ بازی کا تھا شاکی
تو ہی ڈوبا شان خدا کی
مانتا تھا تو حدیث اور قرآن

ختم نبوت پر تھا ایمان
پہلے خاصا مومن تھا تو
کفر کیا پھر تو نے بد گو
پھر ایک بار بنا تو مومن
کافر ہو گیا آخر لیکن
روز بروز اس میں ہے زیادہ
اب مشکل ہے ترا اعادہ
ہو گئی اہل حدیث سے نفرت
ہو گیا منکر ختم نبوت
بن گیا وہ دجال اب مرسل
سچا ہے آج جو کاذب تھا کل
اوس کو نبی اب تو نے بنایا
کچھ بھی خدا کا خوف نہ آیا
سنتا ہے تقریریں اس کی
بیچتا ہے تصویریں اس کی
کاغذی اوس کے بت ہیں بکتے
چھٹتے ہیں دجالی نکتے
ایک روپیہ چھ آنے قیمت
ہوتی ہے البدر میں شہرت
اک بت گر اک بیچنے والا
کیا روزی کا ڈھنگ نکالا
میر تیری تصویر پرستی
اور ابھی تو ہوگی سستی
ہے مختار تو اس کے گھر کا
بھیدی جھوٹے پیغمبر کا

مِلک و زمین جو تھی دجالی
بیٹی کے نام وہ رہن کرالی
دعوت حق یہ تو نے کیا کی
دین کی شرم نہ کچھ دنیا کی
لوگوں کو تیرا یہہ بلانا
ہے دجال کے دام میں لانا
پنشن ہو گئی تھوڑی تیری
پیٹ کی خاطر ہے یہ دلیری
طبع براہین کے وہ وعدے
سچ کہہ جھوٹے تھے یا سچے
تو نے ہی کھولا بھید یہ ہم پر
جھوٹا ہے یہ دجال سراسر.
مضمون چوتھی جلد سے آگے
لکھا کچھ نہیں جھوٹ ہیں وعدے
تین سو اس کی جزیں بتانا
پیٹ کے بھرنے کا ہے بہانا
لوگو اس کے دم میں نہ آؤ
ہوش کرو دیکھو بچ جاؤ
جب تھا ترا معقول گذارا
گھر میں ملتا تھا خاصا چارا
اوس کی نہیں تھی پروا تجھ کو
بلکہ وہ کچھ کھاتا تھا تجھ کو
اب آخر معذور ہوا تو
دین سے اس لئے دور ہوا تو
اوس کی لگا تعریفیں گانے

بیٹھا در پر ڈھول بجانے
دلی میں بھی میر ہی تھا تو
قادیان میں اب میر بنا تو
حلیہء ظاہر ہے کیا حاصل
ظاہر صورت ہے کیا حاصل
وصف ملیں جب دجالوں سے
حاصل رنگت اور بالوں سے
ایسے بال اور رنگت والے
دنیا میں ہیں بہت منہ کالے
کس کام آئیں بال اور رنگت
اوپر سے جب برسے لعنت
لعنت بھی منہ مانگی پائی
جس سے ہے آگہ ساری خدائی
جھوٹی پیشین گوئیاں کر کے
ہے دجال بچا مر مر کے
رسّا گلے میں اور منہ کالا
ٹوکرا سر پر لعنت والا
جینے کے ہیں کوئی یہ سامان
پر بے شرمی تیرے قربان
جس کے سہارے پر ہیں جیتے
اچھا کھاتے اچھا پیتے
لعنت اس کھانے پینے پر
اس بے شرمی کے جینے پر
کرتا ہے کیا دجال شرارت
دی عیسی نے میری بشارت

نام محمد کا ہے جلالی
میرا ہے احمد نام جمالی
وہ تھا لڑائیاں مارا کرتا
میں ہوں رفق و مدارا کرتا
ذکر جمالی اور جلالی
ہے یہ ایک نئی دجالی
اب جو بنا ہے آپ محمد
کرتا ہے پہلی بشارت کو ردّ
اپنی کشتی آپ ڈبو دی
شیطانی تزویر ہے بودی
نام تھا پہلے غلامِ احمد
پھر لے لیا مقامِ احمد
بن کے مثیل عیسے مرسل
اب کم بخت ہے ان سے بھی افضل
ان کے تو حصے میں ناکامی
اور یہہ مثیل ہے مرسل نامی
جو الہام رسولوں کے تھے
یہ سمجھا وہ آپ نہ سمجھے
اس کا تو کن، کن ہے خدا کا
شرک ہیں لیک اعجاز مسیحا
عیسی بھی تو آنے نہ پائے
اون سے افضل مرسل آئے
ان سے ٹوٹی ختم نبوت
یہ پیدا ہو کچھ نہیں دقت
احمق پھنس گئے اس کی بڑ میں

ماری کلہاڑی اپنی جڑ میں
دین نبی سے کیا تبرّا
خوب دیا دجال نے بھرّا
دیکھو کیسی قسمت پھوٹی
ان پر غضب کی بجلی ٹوٹی
ظالم بنا خدا کا بیٹا
عیسے کو بھی ساتھ لپیٹا
پہلے تھے ایک درخت کے دو پھل
اب ہے ظالم ان سے افضل
دجل فریب دغا اور دھوکا
دل نہیں ایک بدی سے روکا
ہاں یہ سچ ہے کہ نیکوں کی بھی
بعض بروں نے ہے بدگوئی کی
لیکن جس کو برا کہہ دینا
کیا ہے ضرور ہو اچھا
گر یہ سچ ہے تو سب سے بڑھ کر
چاہیے نیک ابلیس ستم گر
اچھا برا کاموں سے عیاں ہے
ظاہر کب محتاج بیان ہے
ختم رسل کے بعد پیمبر
بننے سے کیا کام ہے بد تر
آپ خدا کا بیٹا بننا
چیلوں سے کہلانا آمنّا
پھر جو مسلمان روکیں اس پر
کافر ان کو بنائے کافر

ناصر میر! بتا دے سچ سچ
بات کی اپنے مت کی جئو پچ
کیا تعلیم مسیح یہی ہے
جس پر تو نے دعوت کی ہے
یا کچھ اور بھی ہے؟ تو کیا ہے
کیا سیکھا ہے تو نے زیادہ
خام طبیعت عقل کے سادہ
عیسی مر گیا مرزا ہے عیسا
کہتے ہیں نیچری ملحد کافر
عیسا مر گیا سولی چڑھ کر
تم ہوئے اس میں ان کے مضاہی
بکتے ہو یوں واہی تباہی
بڑھ کر کیا بات اور نکالی
ہاں یہ مسیحیت دجالی
سولی پر لٹکا ہے عیسی
چوروں کے ساتھ ملا ہے عیسی
نیچری بڈھا لکھ گیا ہے سب
جو تم کو الہام ہوا اب
وہ الحاد الہام تمہارا
کچھ شرماؤ دل میں خدا را
ما صلبوا، صلبو ٹھہرایا
کی تحریف اور خوف نہ آیا
گاہ اونہیں شام میں دفناتے ہو
پھر کشمیر میں لے جاتے ہو
جھوٹے ہو جھوٹے کا حافظہ کچا

ہے مشہور مقولہ سچا
یا رب ان کے شر سے بچانا
مکاروں کے ضرر سے بچانا
دل سے سنو سعادت مندو
ایک نصیحت رب کے بندو
ختم رسل کا ہے یہ فرماں
جو درماندوں کا ہے درماں
احمد ذی شان مرسل رحماں
جس کا ہدایت نامہ ہے قرآن
مطلبی مدنی اور مکی
جس کی شریعت سب سے پکی
ہے ہر بات یقینی اس کی
حق تعلیم ہے دینی اس کی
ہم پر رؤف رحیم وہ پیارا
جس سے مٹا دکھ درد ہمارا
خیر اندیشی ہے جس کا پیشہ
حق سے صلوۃ و سلام ہمیشہ
یاد رہے یہ تم کو لیکن
میرے بعد نبی نہیں ممکن
ختم نبوت ہو گئی مجھ پر
یعنی حق نے کیا ہے مقرر
آپ کے بعد نہ ہوگا پیدا
کوئی نبوت پانے والا
ہوتا کوئی تو اس کے لائق
سب سے عمر فاروق تھا فائق

جب نہ نبوت پائی عمرؓ نے
پھر کون آئے نبوت کرنے
پہلا ہی کوئی آئے تو آئے
جس کو معین حق فرمائے
ختم نبوت نے فرمایا
ہے یہ صحیح حدیث میں آیا
موسیٰ بھی گر ہوتے جیتے
میرا ہی جام اطاعت پیتے
قبل قیامت عیسیٰ آئیں
اس امت کی شان دکھائیں
اور ان کا آنا پھر ہے ضروری
تا کہ نبوت ہو نہ ادھوری
جیسا ہے ان پہ ہمارا ایمان
لائیں یہود و نصاریٰ ایمان
جب خدمت سے فراغت پائیں
یاں سے پھر رحلت فرمائیں
جن کے مبشر بن کے تھے آئے
قبر میں ہوں ان کے ہمسائے
ہو صدیق و شہید نبی کا
ساتھی بندہ صالح چوتھا
تیس وہ لعنت پانے والے
جھوٹے نبی کہلانے والے
سب سے جھوٹا ان جھوٹوں کا
کانا دجال آخر ہوگا
جب وہ آئے خدا کہلائے

شعبدے کچھ لوگوں کو دکھائے
جاہل دوڑیں اس کے پیچھے
یا رب امن دے اس کے شر سے
کفر ہو لکھا منہ پر ظاہر
جس کو پڑھیں ایمانی ماہر
حشر میں انپڑھ لوگ بھی جیسے
اپنا عمل نامہ پڑھ لیں گے
عیسی اتریں قتل کو اس کی
چرخ سے فوق منار دمشقی
اور ہو امام مسلمانوں کا
ان سے پہلے زیب مصلا
اس کے پیچھے نماز گزاریں
پھر کانے دجال کو ماریں
دیکھ کے ان کو وہ گلتا جائے
سامنے آنے کی تاب نہ لائے
کھالے آخر ان کا برچھا
ہو کر رہے نوشتہ پورا
یا رب ان فتنوں سے بچالے
ہم کو نہ کی جیو ہمارے حوالے
ہم ہیں تیرے بندے بچارے
چاہے تو بخشے چاہے مارے
مار سے تیری پناہ ہے تیری
کی جیو قبول اک عرض یہ میری
رکھ مجھے اپنے حفظ و اماں میں
تجھ سے خوش ہوں دونوں جہاں میں

مجھ میں بل نہیں اور نہ طاقت
کوئی نہ خوبی ہے نہ لیاقت
تو نے وجود عدم سے بخشا
تو نے بنایا میرا نقشہ
پھر ایمان عطا فرمایا
ختم رسل کا بخشا سایا
دیکھ کہ تجھ کو سب سے ارحم
لب پر ہے رب اغفر و ارحم
صادق مومن مجھ کو بنا کر
خاص خزانے میں سے عطا کر
عرض کی تجھ سے حاجت کیا ہے
دل کا بھید بھی تجھ پہ کھلا ہے
ادعونی بھی چونکہ ہے فرمان
اور تکبر موجب حرمان
بندگی اس کی ہے متقاضی
مولا چاہیے ہر دم راضی
پس وہ مانگنا مجھ کو سکھا دے
اور طرف کا دھیان چھڑا دے
تو ہی یاد ہو تجھ کو پکاروں
تیرے ہی در پر آہیں ماروں
یونہی رہوں جب تک رہوں جیتا
چلوں تو جام شہادت پیتا
میں ہوں اوس دم تجھ سے راضی
تو اے مالک مجھ سے راضی
قبر میں جب رکھ جائیں مجھ کو

میرا مونس وحشت تو ہو
آئیں جب کہ نکیر اور منکر
تجھ کو پکاروں آہٹ سن کر
شکل نبی جب سامنے آئے
سعدی تیرا فدا ہو جائے
جا ئیں سلا کر جیسے دلہن
خلد ہو مجھ کو میرا مدفن
محشر میں پھر ہو یوں ساماں
میرا ہاتھ نبی کا داماں
کوثر کا وہ جام پلا دے
جو دل کی سب پیاس بجھا دے
بندوں میں تیرے ہو کر شامل
جنت میں ہو جاؤں داخل
میں اور سارے لواحق میرے
قرب نبی میں لگائیں ڈیرے
ہوں فردوس میں مہماں تیرے
تیری رحمت سب کو گھیرے
باقی کوئی نہ ہو اندیشہ
ہم سے تو راضی رہے ہمیشہ
جنت خلد میں پائیں بسیرا
ہوتا رہے دیدار بھی تیرا
واں کچھ خوف نہ کوئی غم ہو
تیری حمد و ثنا ہر دم ہو

(شحنہ ہند۔ضمیمہ۔ ۱۶ نومبر ۱۹۰۳ء۔ص ۱ تا ۶)

قطعہ تاریخ سزایابی مرزا قادیانی از مولانا محمد دبکاوی
(آخری مصرع سے تاریخ ۱۳۲۲ھ نکالی ہے)

سزایاب جب سے ہوا قادیانی
ہوئی محو مردک کی سب لن ترانی
خفا ہوگیا باپ حیف آسمانی
گیا بھول بیٹے کی گردن چھڑانی
رہائی کی تدبیر اپنی نہ جانی
کہاں گم ہوئی تیری وہ غیب دانی
دریغا پدر نے پسر کو پھنسایا
مگر قدر نااہل کی کچھ نہ جانی
خیال اس کو افسوس یہ بھی نہ آیا
کہ بیٹے کو ہے ضعف اور ناتوانی
نہ امت پھری اپنے جعلی نبی سے
مریدوں نے کچھ بھی نہ کی آنا کانی
مگر چونکہ مردود سب بے بصر ہیں
تو آئے نظر کیا کتاب آسمانی
سیہ رو ہوئے سب سزا مل گئی جب
پھرا سب کے چہروں پہ لعنت کا پانی
بفضل خدا اہل اسلام جیتے
عدوّ کے مقابل ہوئی مہربانی

(شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ۔ ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء ص ۱)

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمّد و آلہ و صحبہ اجمعین

کتابیات

بیان للناس۔عبدالمجید دہلوی۔ مطبع انصاری دہلی۔ ۱۳۰۹ھ

تائید آسمانی۔محمد جعفر تھانیسری

تذکرۃ المہدی۔ پیر سراج الحق نعمانی قادیانی

حیات قدسی۔ مولوی غلام رسول راجیکی قادیانی

ختم نبوت اور تحریک احمدیت۔غلام احمد پرویز۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔ ۱۹۹۶ء

ذکر حبیب۔مفتی محمد صادق قادیانی

سیرۃ المہدی۔ مرزا بشیر احمد قادیانی

شفاء اللناس۔محمد عبداللہ شاہجہانپوری۔مطبع انصاری دہلی۔۱۳۰۹ھ۔

یادرفتگان۔ یکے از مطبوعات لاہوری جماعت برتقریب پچاسویں سالگرہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی درج ذیل کتابیں:

فتح الاسلام؛ توضیح مرام؛ ازالہ اوہام؛ فیصلہ آسمانی؛ نشان آسمانی؛سچائی کا اظہار؛ حجت الاسلام؛ مجموعہ اشتہارات؛ مکتوبات احمدیہ؛ مکتوبات احمد، اڈیشن دوم۔ربوہ۔

اخبارات ورسائل:

ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۸، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷

ریویو آف ریلی جنز۔قادیان

ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ ۱۹۰۳ء؛ ۱۹۰۴ء

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر متعدد شمارے

مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی

بدر۔قادیان

الحکم۔قادیان